بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ

وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے۔

جہانِ امامِ ربّانی

[illegible]

مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ

اقلیم ہشتم

زیرِ سرپرستی : پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مرتبین

صاحبزادہ ابو السرور محمد مسرور احمد
مولانا جاوید اقبال مظہری
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

نظرِ ثانی
محمد عالم مختار حق

امام ربّانی فاؤنڈیشن کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور: ۳۷)

وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے ،

جہانِ امامِ ربّانی

گوہرِ قلم

مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ

اقلیم ششم

مترجمین

صاحبزادہ ابو السرور محمد مسرور احمد
مولانا جاوید اقبال مظہری
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

نظر ثانی
محمد عالم مختار حق

امامِ ربّانی فاؤنڈیشن کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۵ء

۲۲

(جملہ حقوق طباعت بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام .... جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
مرتبین .... صاحب زادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد
مولانا جاوید اقبال مظہری
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
نظر ثانی .... محمد عالم مختار حق
اقلیم .... ششم (کامل سیٹ سات جلدیں)
تصحیح .... علامہ محمد ظفر احمد نقشبندی، علامہ رضوان احمد مسعودی، مولانا جاوید اقبال مظہری،
مولانا علی انور بگھیو مسعودی، محمد عبدالستار طاہر مسعودی، مولانا اقبال احمد اختر القادری،
مقصود حسین قادری، سیدہ حنا مسعودی، سیدہ صبا مسعودی، سیدہ سمیعہ شاہد، سیدہ ربیعہ شاہد
حروف ساز .... سید شعیب افتخار مسعودی، سید سلمان افتخار، حبیب احمد، سید محمد انیس مسعودی
طابع .... جاوید اقبال مظہری
مطبع ....
طباعت ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء
اشاعت .... اوّل (ایک ہزار)
ناشر .... امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی
ہدیہ ....

ناشر
امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی
اے۔۱، پلاٹ نمبر ۲۳، اسٹیڈیم لین نمبر ۴، خیابان شمشیر، فیز 7، ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی، فون ۰۲۱_۵۸۴۰۹۹۳
(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

ملنے کے پتے

☆ ادارۂ مسعودیہ......۲/۶‘۵_ای‘ ناظم آباد‘ کراچی_فون ۰۲۱_۶۶۱۴۷۴۷

☆ ضیاءالاسلام پبلی کیشنز......ضیاء منزل (شوگن مینشن) محمد بن قاسم روڈ آف ایم_اے_جناح روڈ، کراچی‘ فون ۰۲۱_۲۲۱۳۹۷۳

☆ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز......۱۴-انفال سینٹر، اردو بازار‘ کراچی_فون ۰۲۱_۲۶۳۰۴۱۱

☆ مکتبہ غوثیہ ہول سیل......پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، نزد پولیس چوکی محلہ فرقان آباد‘ کراچی_فون ۰۲۱_۴۹۲۶۱۱۰

☆ المختار پبلی کیشنز......۲۵_جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی، فون ۰۲۱_۷۷۲۵۱۵۰

☆ فرید بک اسٹال......۳۸-اردو بازار، لاہور_فون ۰۴۲-۷۲۲۴۸۹۹

☆ مکتبہ جامعہ نقشبندیہ بستان العلوم......کڈہالہ (مجاہد آباد)، براستہ گجرات، آزاد کشمیر، اسلامی جمہوریہ پاکستان

☆ Khalifa Muhammad Yahya, Roza Shareef, Sirhind, District Fatehgarh, Pin code-140406. (INDIA) Ph:01763-30144.

☆ Dr. Mufti Muhammad Mukarram Ahmed, Nusratul Islam Educational Society, Masjid Fatehpuri, Delhi-6, (INDIA)

☆ Mr. Masood Ahmed Ashrafi, Chairman, Global Islamic Mission, 335, Walnut Street # 2, Yonkers New York-10701 (U.S.A)

☆ Mr. Munir Hussain Masoodi, 46-Holly Lane Smethwich, West Midlands B67 7JD. (U.K)

☆ Mawlana Muhammad Qamaruddin Rizvi, Maktaba-i-Rizvia, 423-Matia Mahal, Jama Masjid Delhi 110006, (INDIA) Ph: 23264524.

☆ Abdul Aziz Siddiqui, 20 Chatripura, Main Road, Indoor (M.P) INDIA.

بسم الله الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

انتساب

☆☆

چراغِ دہلی
فقیہ الہند حضرت محمد مسعود شاہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ
کے نام

☆......جو نو عمری ہی میں علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہوئے

☆......مرشد کریم سید امام علی شاہ علیہ الرحمۃ کے دامن سے وابستہ ہو کر کیا سے کیا ہو گئے

☆......جنہوں نے مسجد جامع فتح پوری دہلی میں دار الحدیث قائم کیا، دار الافتاء قائم کیا، دار الارشاد قائم کیا

☆......جو مسجد جامع فتح پوری دہلی کے شاہی امام وخطیب تھے

☆......جن کا علمی وروحانی فیض دور ونزدیک پھیلا

☆......جو اپنی قبر شریف میں بھی فیض رساں ہیں

☆......جن کے پوتے مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کا علمی وروحانی فیض بلا واسطہ اور بالواسطہ سارے عالم میں جاری وساری ہے

(مرتبین)

☆......☆......☆

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ وآلہٖ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلام شیخ سعدی

کتبہ گوہر قلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہان امام ربانی

اقلیم ششم

عشق نے ایسی حیاتِ جاوداں بخشی تجھے
اب بھی روشن ہے جبین وقت تیرے نور سے

(حسین آسی)

۳۱۲۷

۲۲

O

حضرت مجدد الف ثانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حاجی (شیخ) عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے) جو ہندوستان کے بہت بڑے عالم اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے روایت کرتے تھے کہ ایک دن میں ایک عالم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک موقع پر حضرت مجدد کا ذکر آ گیا۔ وہ عالم آپ پر طعن اور تعرض کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ میں آپ کی صحبت میں بہت بیٹھا ہوں اور بہت سے دوسرے مشائخ کو بھی میں نے دیکھا ہے لیکن جو صفائے قلبی اور اتباعِ سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے یہاں دیکھی ہے وہ دوسروں کے یہاں نہیں دیکھی نہ کہیں سنی۔ وہ عالم پھر یہاں وہاں کی باتیں کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ آیئے ہم دونوں تازہ وضو کریں اور قرآن مجید کھولیں۔ جو آیت کریمہ نکلے ہم اسے آپ (حضرت مجدد) کے حالات سے متعلق فال سمجھیں گے۔ اس عالم نے یہ بات پسند کی۔ ہم دونوں نے تازہ وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اس عالم نے قرآن پاک ہاتھ میں لیا اور پورے خشوع وخضوع کے ساتھ اسے کھولا تو یہ آیت سامنے آئی، رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (اللہ کے نیک بندوں کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی) وہ عالم حیران رہ گیا اور اپنے کہے پر پشیمان ہوا اور میں نے اللہ پاک کا شکر ادا کیا۔

(خواجہ بدر الدین سرہندی۔ حضرات القدس، جلد دوم، (ترجمہ اردو)، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۳ھ، ص ۷۔۱۸۶)

O

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اقلیم ششم

☆☆

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	امام احمد رضا محدث بریلوی	۱۳
مناقب	سید انیس احمد نقشبندی، غلام مصطفٰی مجددی	
	بشیر حسین ناظم، ابوالطاہر فدا حسین فدا	۱۵
ابتدائیہ	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری	۲۱
تأثرات	عبدالمجید سالک، جمیل اطہر سرہندی	
	اکبر شاہ خان نجیب آبادی، سید انور علی ایڈووکیٹ	
	انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا	۲۴

کشورِ اوّل

حضرت مجدد الف ثانی	شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۲۹
دنیائے عرب کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	عبدالحق انصاری	۳۴
عرب دنیا کے نقشبندی علماء ومشائخ	عبدالحق انصاری	۷۱
تیرھویں صدی کے عرب مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	عبدالحق انصاری	۱۰۵

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں حضراتِ نقشبندی	انا بلے بوشر مترجم: ڈاکٹر ثروت ندیم مسعودی زیب النساء مسعودی	۱۲۲
حافظ عمر ضیاء الدین داغستانی	مترجم: کمانڈر محمد ظفر مجددی	۱۳۷
شیخ محمد معصوم ضیائے نقشبندی	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری	۱۴۴
ترکی کے بعض مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	مترجم: کمانڈر محمد ظفر	۱۵۰
کردستان میں سلسلہ خالدیہ مجددیہ	فرہاد شکیلی مترجم: ڈاکٹر صفی الدین صدیقی مسعودی	۱۵۵

کشورِ دوم

افغانستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ	جناب بوٹاس (Boutas) مترجم: الحاج محمد یونس باڑی مظہری	۱۷۵
افغانستان کے بعض مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری	۱۸۸
شاہان کابل وافغانستان سرہند شریف میں	صاحبزادہ سید محمد عاشق حسین شاہ	۲۲۱
دہلی کے بعض مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	مولانا جاوید اقبال مظہری	۲۲۳
مولانا غلام نقشبند گھوسوی (بھارت)	فروغ احمد اعظمی مصباحی	۲۸۷
مولانا شاہ آل محی الدین ہادی نقشبندی	اشرف خان ایم۔اے	۲۸۹

کشورِ سوم

- …… سندھ کے اولیائے نقشبند — پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ۲۹۵
- …… سندھ کے ممتاز صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ — تحریر: ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر
ترتیب: صاحبزادہ محمد مسرور احمد ۳۲۹
- …… ضمیمہ، سندھ کے ممتاز صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ — ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ۵۶۲

کشورِ چہارم

- …… بلوچستان کے صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ — ڈاکٹر انعام الحق کوثر ۵۹۱
- …… ضمیمہ، بلوچستان کے صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ — ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ۶۳۵
- …… پنجاب کی نقشبندی خانقاہوں پر ایک طائرانہ نظر — پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ۶۴۲
- …… تکملہ، پنجاب کی نقشبندی خانقاہیں — محمد صادق قصوری ۶۵۹
- …… مولانا محمد حسین پسروری نقشبندی — محمد یونس ۶۸۱
- …… کشمیر کے چند مشائخ نقشبندیہ مجددیہ — ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ۶۸۳

کشورِ پنجم

- …… سرحد کے بعض صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ — ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ۷۰۷
- …… خانقاہ نقشبندیہ موسیٰ زئی شریف — پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی ۷۹۳
- …… حضرت زندہ پیر گھمکول شریف — مولانا محمد رفیق مجاہد نقشبندی ۸۰۳

نگار خانہ …… صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ۸۰۹
آئینۂ جمال …… مرتبین ۸۱۴
کتابیات …… محمد عبدالستار طاہر مسعودی
(مآخذ و مراجع) سیدہ حنا مسعودی، سیدہ صبا مسعودی ۸۱۸
مناجات …… مولانا خالد کردی شامی نقشبندی ۸۵۸

صلی اللہ علیہ وسلم
۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

نعتِ رسول مقبول

(صلی اللہ علیہ وسلم)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی

☆......☆......☆

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ!
قرض لیتی ہے گناہ، پرہیزگاری، واہ واہ!

خامۂ قدرت کا حُسنِ دستکاری. واہ واہ!
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری. واہ واہ!

اشک شب بھر انتظارِ عفوِ امت میں بہیں
مَیں فدا چاند! اور یُوں اختر شماری. واہ واہ!

اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹُوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری، واہ واہ!

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اُٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری، واہ واہ!

مجرموں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے رحمت کی نگاہ
طالع برگشتہ! تیری سازگاری، واہ واہ!

کیا مدینے سے صبا آئی کہ پھولوں میں ہے آج
کچھ نئی بُو، بھینی بھینی، پیاری پیاری، واہ واہ!

اِس طرف روضہ کا نور، اُس سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری، واہ واہ!

صدقے اِس انعام کے، قربان اِس اکرام کے
ہو رہی ہے، دونوں عالم میں، تمہاری واہ واہ!

پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا
اُن سگانِ کو سے اتنی جاں پیاری؟ واہ واہ!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

گلدستۂ عقیدت

سید انیس احمد نقشبندی

☆☆

سرمہ ہے مری آنکھ کا یہ خاکِ گہر بار
خوابیدہ ہے اس خاک میں وہ بندۂ بیدار
وہ دہر میں آئینِ شریعت کا طلب گار
عالم میں ہوا شانِ مجدد کا سزاوار
پروانہ کہ تھا شمعِ محمد کا پرستار
ظلمت کدۂ کفر میں ایمان کا مینار
وہ عالمِ ادراک میں اللہ کی تلوار
وہ صاحبِ دل، صاحبِ دیں ،صاحبِ اسرار
اس قافلۂ شوق کا ہے قافلہ سالار
وہ آیۂ صدیق و عمر مایۂ کرار
آسودہ ہے اس خاک میں وہ مردِ مسلماں
"گفتار میں، کردار میں، اللہ کی بُرہاں"
وہ عامل و وہ حامل وہ حاصل قرآں
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

باطل کو کہاں تاب ہے تکبیر کے آگے
ظلمت بھی کوئی چیز ہے تنویر کے آگے
آزاد منش قید کی زنجیر کے آگے
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
وہ عصمتِ آئینِ پیمبر کا نگہ دار

اس خاک میں ہے نکہتِ گلزار مدینہ
اس خاک سے بھی نکلا ہے زمزم کا خزینہ
اُترا تھا یہاں کعبۂ اقدس کا سفینہ
سرہند بھی ہے خاتم ہستی کا نگینہ
یہ ''خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار''

(بوقت حضوری درگاہِ عالیہ اعلیٰ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بتقریب سعید عرس مبارک منعقدہ ۲۸ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ بمطابق ۲۹ فروری ۱۹۷۶ء بروز اتوار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

شاہِ سرہند

پروفیسر غلام مصطفٰی مجددی

☆☆

میں ہوں اور موجِ بلا خیز ہے شیأً للہ   شاہِ سرہند، ہوا تیز ہے شیأً للہ
اے مرے چارہ گر زیست کوئی چارہ کر   وقت پہلے سے الم ریز ہے شیأً للہ
داستاں دردِ محبت کی کہوں، کس سے شہا   زندگی آہِ غم آمیز ہے شیأً للہ
تیرے قربان، تری ایک نظر کا صدقہ   دولتِ دارا و پرویز ہے شیأً للہ
در و دیوار پہ پھیلا ہے دکھوں کا سایہ   دل مرا درد سے لبریز ہے شیأً للہ
اے نگہبان چمن، حسن کے کچھ پھول ادھر   تُو گل افشاں ہے تو گل ریز ہے شیأً للہ
راستے فکر کے کیا تیرہ و تاریک ہوئے   تیرا کردار، ضیابیز ہے شیأً للہ
کتنی مدت سے ترستی ہے اُجالوں کو نظر   میرا ہر لمحہ شب انگیز ہے شیأً للہ
کر غلام اپنا شہا، در پہ اسے باندھ کے رکھ   زور میں نفس کا شب دیز ہے شیأً للہ

☆......☆......☆

دم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قصیدہ در مدح مجدد الف ثانی

بشیر حسین ناظم

(وزارت مذہبی امور، اسلام آباد)

☆☆

رُخِ توحید کے زیور مجدد الف ثانی ہیں
نویدِ ظلِ پیغمبر مجدد الف ثانی ہیں
جمالِ ذاتِ صدیقی جلال ذاتِ فاروقی
کفِ عثماں، یدِ حیدر مجدد الف ثانی ہیں
شہنشاہِ طریقت، حجۃ اللہ ہادیِ دوراں
امام و پیشوا، رہبر مجدد الف ثانی ہیں
دلیلِ جادۂ حق و صداقت شمعِ لافانی
سپہرِ دین کے نیّر مجدد الف ثانی ہیں
امیر حلقۂ احرار، شان و جانِ محبوبی
صفِ اخیار کے افسر مجدد الف ثانی ہیں
اکھیڑا بیخ و بُن سے اکبری فتنہ زمانے سے
مٹائے جس نے کفر و شر مجدد الف ثانی ہیں
فقط اس بات پر میں سرخوش و نازاں ہوں اے ناظم
کہ میرے آقا و سرور مجدد الف ثانی ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

منقبت

ابوالطاہر فدا حسین فداؔ
(مدیر مہر و ماہ، لاہور)

☆☆

عظیم المرتبت ذی شاں مجدد الف ثانی ہیں
ظہور جلوۂ یزداں مجدد الف ثانی ہیں
جمالِ نورِ مصطفوی ہے بیشک آپ کی صورت
سراپا مصحفِ ایقاں مجدد الف ثانی ہیں
ہے شاداب و شگفتہ آپکے دم سے ریاضِ دیں
بہارِ گلشنِ ایماں، مجدد الف ثانی ہیں
ہوا مخمور و بے خود ہر دلِ حق آفریں واللہ!
سُرورِ بادۂ عرفاں، مجدد الف ثانی ہیں
عیاں کیوں کر نہ ہوں اسرارِ توحیدِ وجُودی سب
سراسر ”سورۂ رحماں“ مجدد الف ثانی ہیں
نگوں سر آپکے در پر نہ کیوں ہوتے سلاطیں بھی
خدا کے تابعِ فرماں مجدد الف ثانی ہیں

ہے لمعاتِ حدیثِ پاک سے قلب و نظر روشن
نثارِ عظمتِ فرقاں مجدد الف ثانی ہیں
مکاتیبِ مقدس آپ کے آئینۂ وحدت
تجلائے رخِ یزداں مجدد الف ثانی ہیں

ہوئی موسوم ہے کیا ذات اقدس اسم احمد سے
جمال جلوۂ جاناں مجدد الف ثانی ہیں
فدا ناموسِ دینِ مصطفیٰ کے پاسباں الحق
حدیثِ عشق کا عنواں مجدد الف ثانی ہیں

☆……☆……☆

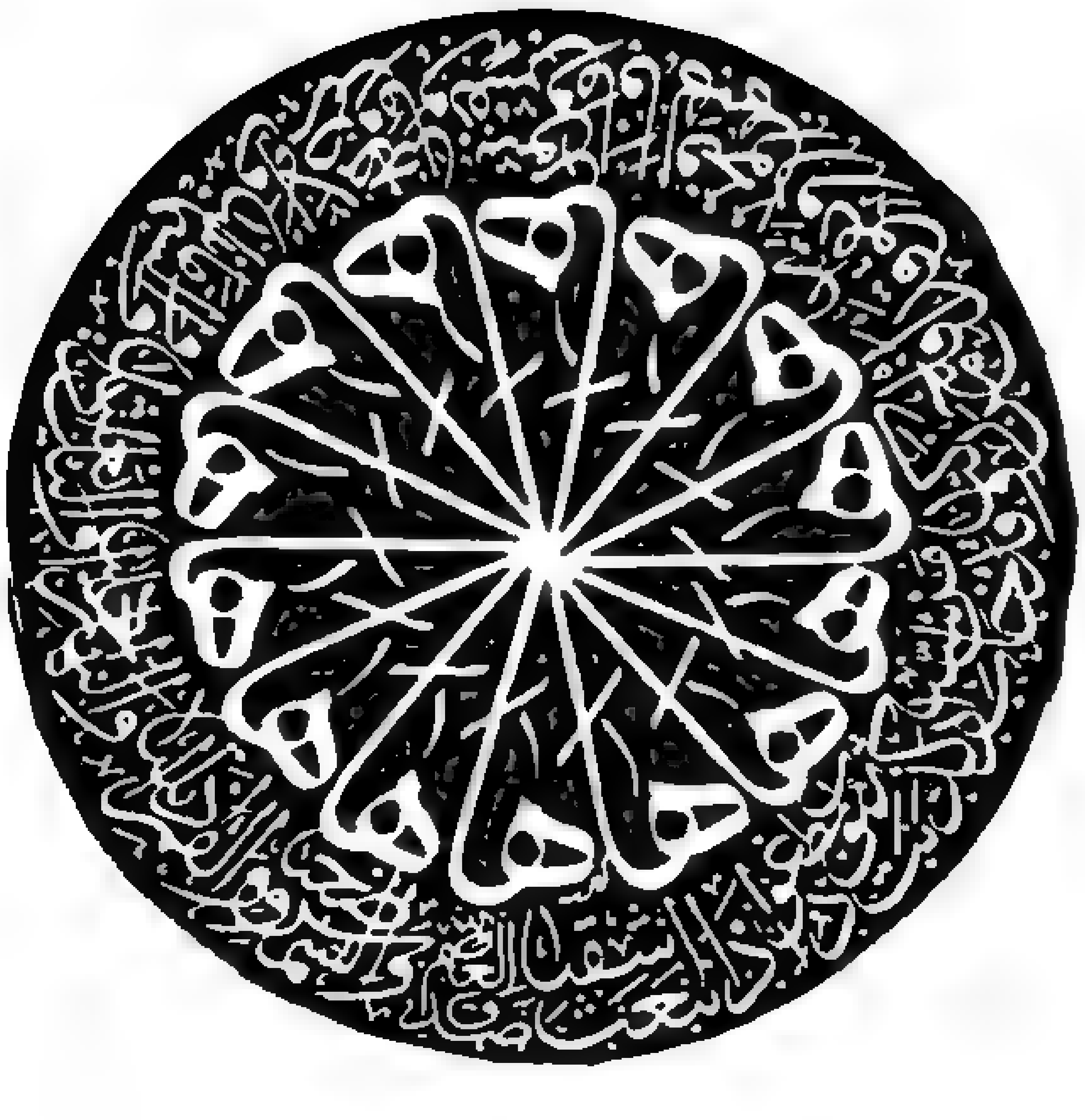

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ابتدائیہ

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

سیدھے راستے کی تلاش میں سب سرگرداں ہیں، سیدھا راستہ نہیں ملتا...... ٹھوکریں کھا رہے ہیں...... ٹھوکریں کھا کھا کر گر رہے ہیں، سیدھا راستہ نہیں پا رہے...... سیدھا راستہ اللہ کے دشمنوں کے نقشِ قدم میں نہیں، محبوبوں کے نقشِ قدم میں ہے...... یہی سیدھے راستے پر چلاتے ہیں، یہی منزل تک پہنچاتے ہیں...... نے والے نے ہم کو انہی کا پتا بتایا ہے مگر ہم سنتے نہیں، سرکشی پر تلے ہوئے ہیں...... ایک نظر ان کو دیکھیں تو سہی، یہ ہم سے لیتے نہیں، دیتے ہی دیتے ہیں...... ہم ہیں کہ لینے والوں کے پیچھے دوڑ رہے ہیں نہ معلوم ہم کو اور ہماری عقلوں کو کیا ہو گیا...... آیئے، دینے والوں کے پاس چلیں، جھولیاں پھیلائیں، دیکھیے کیا کیا ملتا ہے!...... جہان امام ربانی میں انہیں کا اتا پتا ہے......

''جہان امام ربانی'' اقلیم ششم (جلد ششم) کا آپ مطالعہ فرما رہے ہیں اس کے مشمولات کی فہرست شروع میں دے دی گئی ہے مگر اقلیم اول تا اقلیم پنجم کی فہارس آپ کے سامنے نہیں، بعض ایسے قارئین جن کی صرف اقلیم ششم تک رسائی ہو سکی ہم ان کی آگاہی کے لیے ان جلدوں کی مختصر تفصیلات پیش کر رہے ہیں......

اس سے قبل پیش کی گئی اقلیم اوّل میں تقدیم، ابتدائیہ اور افتتاحیہ کے بعد کشورِ اوّل میں حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، منقبت، احادیث مبارکہ، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے بارے میں متقدمین و متاخرین علماء و صوفیہ کے تأثرات اور مثنوی درشانِ حضرت مجدد شامل ہیں...... کشورِ دوم میں تصوف...... کشورِ سوم میں اکابر نقشبندیہ پر مقالات ہیں...... کشورِ چہارم میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی حیات اور اُن کے تاثرات پر مقالات ہیں...... کشور پنجم میں سرہند شریف کا تعارف، حضرت مجدد کے حالات زندگی، آپ کے امتیازات، خانقاہ شریف کا علمی ماحول، آپ کا لباس و حلیہ شریف کے علاوہ نگار خانہ (بعض مقالہ نگاروں کا مختصر تعارف) اور مرقعات بھی شامل ہیں......

اقلیم دوم میں نعت و مناقب اور ابتدائیہ و تاثرات کے بعد کشورِ اول میں ماہ و سال، مکتوبات کی تخریج احادیث، فقہی خدمات، عربی زبان و ادب میں خدمات پر مقالات ہیں...... کشورِ دوم میں سنت، بدعت، ذکر الٰہی، مسلک امام ربانی اور آپ کے معمولات شامل ہیں...... کشورِ سوم میں علم لدنی، جذبہ و سلوک، تعلیمات تصوف، تزکیہ نفس، صحو و سُکر، علم النفسیات، علم الکائنات پر مقالات ہیں...... کشورِ چہارم میں ''مجدد الف ثانی'' اور ''منصب قیومیت'' پر مقالات ہیں جبکہ کشورِ پنجم، عرفان کے مجتہد اعظم، نظریہ وحدۃ الشہود، وحدۃ الوجود، ابن عربی اور امام ربانی کے نظریات کا تقابل اور نگار خانہ و مرقعات پر مشتمل ہے......

اقلیم سوم میں نعت و مناقب اور ابتدائیہ و تاثرات کے بعد کشورِ اول میں تعارف شیخ احمد سرہندی (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور)، مجدد نامہ، مقامات مجدد، مقام مجدد، مقامات روحانی کی جھلکیاں، ملی اور دینی خدمات پر مقالات ہیں...... کشورِ دوم میں اثبات نبوت، حضرت مجدد کی اصلاحی و تجدیدی تحریک، عقیدہ ختم نبوت اور وسیلہ خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) پر مقالات ہیں...... کشورِ سوم میں امام ربانی کا رسالہ ردِّ روافض، تقلید ائمہ مجتہدین اور رفع سبابہ پر مقالات ہیں...... کشورِ چہارم میں حضرت مجدد کا طریقہ ایصالِ ثواب، عقائد و معمولات، تعلیمات و مسلک، طریقۂ نماز و طہارت اور انداز تعلیم و تبلیغ پر مقالات ہیں جبکہ کشورِ پنجم، علم اور علماء حضرت مجدد کی نظر میں، حضرت مجدد کے تعلیمی افکار، ارشادات' ملفوظات، کرامات امام ربانی اور نگار خانہ و مرقعات پر مشتمل ہے......

اقلیم چہارم میں نعت و مناقب اور ابتدائیہ و تاثرات کے بعد کشورِ اول میں آفتاب شرف، تعارف امام ربانی، حضرت مجدد مطلع تاریخ پر اور اکبر و جہانگیر اور حضرت مجدد کے حوالے سے مقالات ہیں...... کشورِ دوم میں برصغیر میں حق و باطل کے معرکے اور دو قومی نظریہ پر مقالات ہیں...... کشورِ سوم میں خاندان مجدد کا زریں کردار، سلسلہ مجددیہ کا نقطۂ آغاز، حضرت مجدد اور محمد علی جناح، سرمایہ ملت کا نگہبان اور امام ربانی دانشوروں کی نظر میں شامل ہیں...... کشورِ چہارم میں سفر آخرت، اشک باری، تاریخ ہائے وصال، سلسلہ مجددیہ کے حضرات قدسیہ، مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، سرمایہ ملت کا نگہبان، خواجہ محمد معصوم مقامات آدمیہ کی روشنی میں، خواجہ محمد معصوم اور اورنگ زیب کے تعلقات، مکتوبات معصومیہ اور مکتوبات سیفیہ، بادشاہ، شہزادوں اور شہزادی کے نام، خلفائے مجدد الف ثانی، حضرت مجدد اور علمائے عصر اور علماء عصر سے اختلاف کا جائزہ شامل ہیں جبکہ کشورِ پنجم، حالات مرزا مظہر جان جاناں، شاہ غلام علی دہلوی، ملفوظات شاہ غلام علی، مولانا شیخ خالد کردی اور نگار خانہ و مرقعات پر مشتمل ہے......

اقلیم پنجم میں نعت ومناقب اور ابتدائیہ وتاثرات کے بعد کشورِ اول میں امام ربانی کا تعارف، تصانیف کا تحقیقی جائزہ، مکتوبات کی فہم وتفہیم اور حضرات مجددیہ، مکتوبات کا تحقیقی جائزہ، مکتوبات کا عربی ترجمہ، مقدمہ شرح مکتوبات، مکتوبات کا ایک مترجم قاضی عالم الدین نقشبندی شامل ہیں...... کشورِ دوم میں زبدة المقات اور حضرات القدس کا جائزہ، سلسلہ مجددیہ کا ایک ترک مصنف، مارکسی مؤرخین، حضرت مجدد کے دفاع میں کتب اور اقوال پر مبنی کتب پر مقالات شامل ہیں...... کشورِ سوم میں افکار مجدد کا ایک ماخذ، حضرت مجدد مغرب میں اور دو عربی کتب ''**الاجابة الربانیه**'' اور'' **الاشارات السنیه** '' کا تعارف شامل ہیں......

کشورِ چہارم میں حضرت مجدد اور امام احمد رضا، امام احمد رضا اور حضرات نقشبندیہ، امام ربانی اور امام اہل سنت، حضرت مجدد اور ڈاکٹر اقبال، فلسفۂ اقبال پر اثرات مجدد اور تصانیف اقبال میں ذکر مجدد شامل ہیں جبکہ کشورِ پنجم، حضرت مجدد اور غوث اعظم اور حضرت مجدد اور امام اعظم کے حوالے سے مقالات کے علاوہ نگار خانہ ومرقعات پر مشتمل ہے......

اقلیم ششم آپ کے ہاتھوں میں ہے...... اقلیم ہفتم زیرِ تدوین ہے جسے بعد میں بطور ضمیمہ شائع کیا جائے گا ان شاءاللہ...... ''جہان امام ربانی'' میں جن مرقعات کی شمولیت کا پہلے اعلان کیا گیا تھا انہیں الگ سے نہایت خوبصورت جلد میں آرٹ پیپر پر ''نورٌ علیٰ نور'' کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے جس میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے حوالے سے چار رنگی نہایت دیدہ زیب تصاویر پیش کی گئی ہیں...... ناظرین ان کی زیارت سے سرور ومسرت محسوس کریں گے......

آخر میں دعاؤں کی درخواست کے ساتھ ساتھ ایک بار پھر یہ عرض ہے کہ دورانِ استفادہ جو بھی سہو قلم یا کمپوزنگ کی فروگزاشت نظر سے گزرے تو ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ اسے درست کر لیا جائے...... مولیٰ کریم ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ اقدس میں قبول فرمائے...... (آمین!)

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

احقر
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
کراچی

۲۸ر شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ
۱۳ر اکتوبر ۲۰۰۴ء

دہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تأثرات

☆☆

عبدالمجید سالک

”اکبر کا عہد ہندوستان میں اسلام کی مظلومی کا عہد تھا، اس بادشاہ کی الحاد پرستی اور اس کے دین الٰہی نے دربار کو محمد ﷺ کے دین مقدس سے بالکل بیگانہ رکھا تھا، ملک میں شرک و بدعت، رفض اباحت اور عیش و عشرت کا دور دورہ تھا۔ علمائے حق خوف و رسوائی سے زاویہ نشیں ہوگئے تھے اور شریعت اسلامی انتہائی کس مپرسی کے عالم میں تھی، عین اس زمانے میں شریعت و طریقت کا ایک آفتاب طلوع ہوا (یعنی) ابوالبرکات حضرت شیخ احمد امام ربانی مجدد الف ثانی۔ (عبدالمجید سالک: مسلم ثقافت ہندوستان میں ص۶۱ـ۲۶۰، بحوالہ عقیدہ ختم نبوت، ص۷۷)

جمیل اطہر سرہندی

اُس وقت ہندوستان میں دین اسلام کو بے شمار مسائل اور مشکلات کا سامنا تھا۔ اسلام کی تعلیمات پر ہندو دھرم کے اثرات ہویدا ہونے لگے تھے اور اسلام کے اصل چہرے کو ہندو مت کی دھند نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور یہ محسوس کیا جانے لگا تھا کہ اہل اسلام کو اسلام کی اصل تصویر سے ناآشنا کر دیا جائے گا۔ اکبر کا دین الٰہی بھی اپنا کام دکھانے لگا تھا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی نے ان تمام فتنوں کے خلاف مسلمانوں کو شعور اور آگہی عطا کی۔

(شیخ سرہند، ص۲، بحوالہ عقیدہ ختم نبوت، ص۷۱)

اکبر شاہ خان نجیب آبادی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، خواجہ باقی باللہ، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی بھی کتاب وسنت کی حمایت اور اس (اکبر کا پیدا کردہ) طوفان الحاد و بے دینی کے خلاف مصروف عمل ہو چکے تھے مگر ان بزرگوں کا مقابلہ ایسے شیطانی لشکر سے تھا جو بادشاہ وقت کی تائید وحمایت اپنے ساتھ رکھتا تھا...... حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی نے گیارھویں صدی ہجری کے ابتدائی زمانہ میں سب سے زیادہ کتاب سنت کی اشاعت کا کام انجام دیا تھا''

(قول حق، ص۱۲۰۔۱۲۲، بحوالہ عقیدہ ختم نبوت، ص۷۸)

سید انور علی ایڈووکیٹ

اکبری دور کی بے راہروی اور بے دینی کے خلاف جدوجہد میں مجدد الف ثانی نے اپنے علمی اور عملی دونوں قوتوں کو بروئے کار لا کر احیاء دین کا ایسا کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک یاد گار رہے گا...... رفتہ رفتہ مجدد کی تعلیمات کا اثر مسلمانوں میں احیاء دین کی صورت میں نمودار ہوا اور اکبر کا دین الٰہی خود اپنی موت آپ مر گیا۔

(شیخ سرہند ص۱۳۶۔۱۳۷ بحوالہ عقیدہ ختم نبوت، ص۷۱)

سید انور علی ایڈووکیٹ

اس قسم کی ذہنیت کہ بحیثیت علیحدہ قوم مسلمانوں کی انفرادیت کو ختم کر دیا جائے سب سے پہلے مغل بادشاہ اکبر کے عہد میں کام کر رہی تھی۔ دین الٰہی کی صورت میں یہ تصور توحید در حقیقت اسلام کو ہندومت میں ضم کرنے کی ایک خواہش تھی۔ اس وقت مسلمانوں کے ایک عظیم روحانی پیشوا حضرت مجدد الف ثانی سامنے آئے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اکبر کے دین الٰہی کی سختی سے مخالفت کی۔

(S. Anwar Ali: Real Achievement of Human Life 'P.233)

انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا

اکبر نے ایک نئے مذہب دین الٰہی کی بنیاد ڈالی تھی، یہ مختلف مذاہب کے مختلف النوع عقائد کا مجموعہ تھا، اس میں تناسخ، قشقہ لگانا، سورج کی پوجا کرنا، گائے کی حرمت، بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی، تثلیث پر عقیدہ، آتش پرستی اور ناقوس نوازی سبھی کچھ شامل تھے۔ اکبر کے ملحدانہ اقدام نے براعظم پاک و ہند میں اسلام کو سخت نقصان پہنچایا، شعائر اسلامی کی نہ صرف خلاف ورزی کی جاتی تھی بلکہ تضحیک کی جاتی تھی اور دین الٰہی کی ہر قسم کی مخالفت کو سختی سے کچل دیا جاتا تھا ایسے ماحول میں ایک مصلح اور مجدد کی ضرورت تھی۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی کی صورت میں جلوہ گر ہوا، آپ نے اکبری دور کے کفر والحاد کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا اور ہر قسم کی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ (انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا ص ۸۱۲)

شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا

(مضمون مجدد الف ثانی) اکبر کے عہد میں مسلمانوں میں ایک فرقہ پیدا ہو گیا تھا جس کا نظر یہ تھا کہ اسلام کی تعلیم صرف ایک ہزار سال تک کے لئے تھی لہٰذا ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اب اس (اسلام) کی ضرورت نہیں ہے، شیخ احمد سرہندی نے اس عقیدے کا بطلان کیا۔ ہزاروں مسلمانوں کو گمراہی سے نکال کر صراط مستقیم پر لا کھڑا کیا۔ اسلام کی تعلیم کو از سر نو زندہ کیا...... اس لئے آپ کو مجدد الف ثانی کے نام سے پکارا گیا یعنی ہزار سال کا مجدد (پرانے کو نیا کرنے والا) آپ اس لقب سے مشہور ہیں۔ (عقیدۂ ختم نبوت، ص ۷۲)

اردو دائرۂ معارف اسلامیہ

''اکبر کے عہد کی بے اعتدالیوں نے سلطنت مغلیہ کی اسلامی حیثیت کو جس طرح مسخ کر رکھا تھا اور ملک بھر میں کچھ تو عجمی تصوف اور کچھ بھگتی تحریک کے زیر اثر جو ملحدانہ خیالات اور تحریکات پھیل رہی تھیں ان کے ازالہ میں حضرت مجدد کی مساعی فیصلہ کن ثابت ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کو ۲۱) امر میں شبہ ہے کہ حضرت مجدد کی دعوت کا ایک رخ سیاسی تھا وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام اور ہندو مذہب کی آمیزش کا وہ عمل جو سیاست، معاشرت اور تہذیب و تمدن میں جاری تھا حضرت مجدد ہی کی کوششوں سے رکا۔

(انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جلد دوم، ص ۱۰۲۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ اوّل

آج بھی اے رحمت دارین کے سچے غلام
باڑا شرق و غرب میں بٹتا ہے تیرا صبح و شام
(حسین آسی)

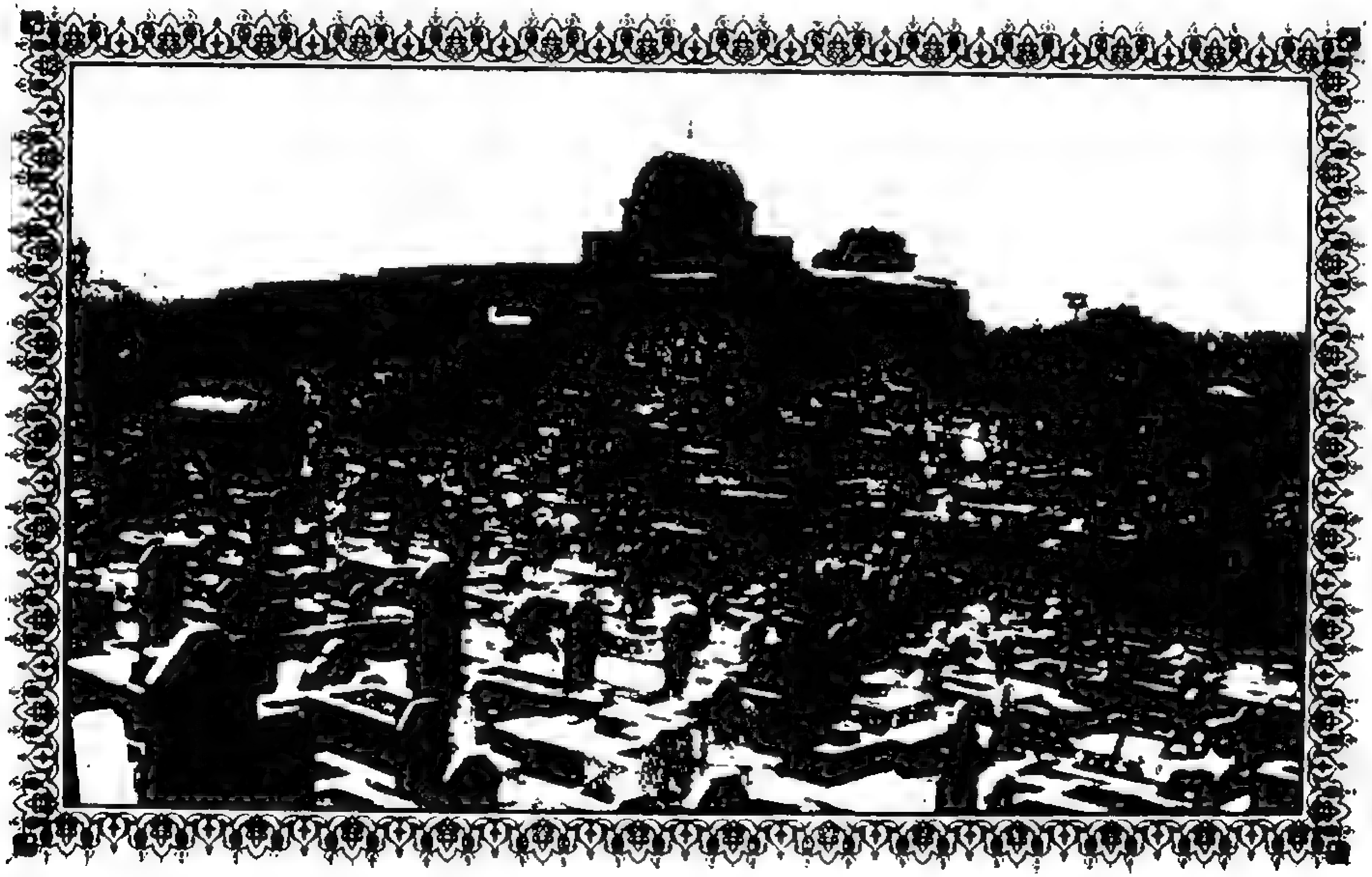

روضہ شریف شیخ خالد کردی نقشبندی دمشق (شام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت مجدد الف ثانی

شیخ نور الحق بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی

☆

اگرچہ کتاب ''اخبار الاخیار'' ختم ہوئی۔ لیکن حقیقت میں اُس وقت مکمل ہوگی کہ اس میں تھوڑا ذکر خیر پیشوائے سالکین، رہنمائے مقربین، قطب الاقطاب، مرجعِ عالم، تجلیاتِ الٰہی کے مظہر، برکات بے انتہا کے مصدر، امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل ہو۔ چونکہ (والدی حضرت شیخ مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے [1] اپنے اُن خیالات سے جو آپ کی نسبت پیدا ہوگئے تھے، آخر عمر میں رجوع کرلیا اس لیے آپ جیسے پیشوائے کاملین، رہنمائے واصلین کا ذکر خیر کتاب کے آخر میں لانا مناسب ہوا، کیونکہ انجام کار اول اور آخر ایک ہی ہے۔

شیخ کا رجوع کرنا امرِ مشہور اور زبان زدِ بزرگان معتبر ہونے کے علاوہ شیخ کے ایک مکتوب سے بھی ظاہر ہوتا ہے (جو اُنہوں نے خواجہ حسام الدین کے نام تحریر فرمایا تھا) جس کو ان شاء اللہ تعالیٰ لفظ بہ لفظ آخر میں درج کیا جائے گا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا نسب شریف ٢٧ واسطوں [2] سے امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ٩٧١ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ نے تھوڑی ہی مدت میں علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوکر اپنے والد ماجد سے سلسلہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور کبرویہ کی اجازت حاصل فرمائی اور حج کی تمنا میں مشتاق وارد دہلی پہنچے۔ یہاں آپ نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز سے شرفِ ملاقات اور اعزازِ صحبت حاصل کیا، طریقہ نقشبندیہ میں ان کے مرید ہوے۔ دو مہینے کچھ دن اُن کی خدمت میں رہ کر نسبتِ حضور نقشبندیہ حاصل کی۔ حضرت خواجہ نے اُس زمانے میں اپنے کسی دوست کے نام آپ کے متعلق ایک خط لکھا (جو لفظ بہ لفظ جو ہر اوّل کتاب

جواہر مجددیہ میں شامل ہے)۔ شیخ احمد نام مرد یست الخ۔ حضرت خواجہ نے آپ کے متعلق فرمایا: ''میاں شیخ احمد ایک آفتاب ہیں کہ ہم جیسے بہت ستارے اُن کی روشنی میں گم ہیں''۔

اور اس کے سوا حضرت خواجہ صاحب کے آپ کے متعلق اور بہت سے ارشادات ہیں۔ اختصار کے سبب سے یہاں صرف ایک ارشاد پر اکتفا کیا گیا ہے۔

بہت جلد آپ کا شہرہ بلند ہوا۔ اور آپ کا آستانہ فیض کاشانہ ورودگاہِ کاملین ہوا۔ دور اور نزدیک کے علماء حاضرِ خدمت ہوئے۔ معزز امراء بھی مستفید ہوئے۔ مشائخِ وقت معتقد اور بزرگانِ زمانہ متواضع ہوئے۔ بہت سے مِس وجود آپ کے فیضان سے سونا اور ذرّے آفتاب بن گئے۔ آپ کی ذاتِ بابرکات آیت تھی' من جُملہ آیاتِ خداوندی کے اور ایک نعمت تھی اللہ کی نعمتوں میں سے..... علماءِ کرام اور صوفیائے عظام میں جو ایک ہزار سال سے ظاہر و باطن کا اختلاف چلا آتا تھا' آپ نے اُس کو رفع فرمایا۔ اور حدیثِ ''صلہ' کے مورد ہوئے۔ جیسا کہ کتاب ''حضرات القدس'' میں مذکور ہے' کہ علامہ سیوطی نے ''جمع الجوامع'' میں روایت کی ہے کہ حضرت پیغمبر خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

> میری اُمت میں ایک شخص ہوگا۔ جس کو صلہ کہا جائے گا۔ اُس کی شفاعت
> سے اس قدر آدمی جنت میں داخل ہوں گے۔''

اس حدیث سے آپ ہی کی ذاتِ بابرکات کی طرف اشارہ ہے کہ علماء اور صوفیہ کے درمیان میں آپ صلہ ہیں۔ آپ نے اختلافِ مسئلہ وحدت الوجود کو رفع فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے (اپنے ایک مکتوب میں) ارشاد فرمایا: ''اللہ کا شکر ہے اُس نے مجھ کو بحرین کے درمیان صلہ بنایا''۔

آپ کی صفاتِ جمیلہ اور اوصافِ جلیلہ میں سے ادنیٰ یہ ہیں:

☆ ...... امورِ غیبی کی واقفیت ☆ ...... خطراتِ قلوب سے آگاہی ☆ ...... موجودات پر تصرف

آپ کی کرامات اور خرقِ عادات جو کتب مقامات میں مسطور ہیں' سات سو سے متجاوز ہیں۔ اُن میں سے تین کا یہاں بھی ذکر کیا جاتا ہے:۔

(۱) ...... ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ سفر میں تھے' ہوا گرم چل رہی تھی' خدام نے بارش کے لیے استدعا کی' آپ متوجہ (الی اللہ) ہوئے' فوراً ابر آیا' اور پانی برسنے لگا۔

(۲) ...... ایک صاحب نے ذکر کیا کہ میرا ارادہ امسال حج بیت اللہ کا ہے' آپ نے فرمایا کہ مقامِ عرفات

میں آپ نظر نہیں آتے ہیں۔ منقول ہے کہ کئی سال تک وہ حج کا ارادہ کرتے رہے مگر اُن کا جانا نہ ہو سکا۔

(۳)...... آپ کے مریدوں میں سے جان محمد نامی ایک سوداگر تھا' اُس نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اس کو ایک روز شام کے وقت کچھ اخروٹ دیے اور فرمایا: ‘‘حافظ باغ’’ میں دیکھو وہاں کچھ فقرا اُترے ہیں۔ اُن میں چیچک رو ایک درویش ہیں۔ اخروٹ اُن کو دو۔ اور ہمارے پاس بلا لاؤ۔ میں اُس باغ میں گیا' دیکھا تو کچھ فقرا اُترے ہوئے ہیں' وہ چیچک رو درویش بھی اُن کے روبرو کسی قدر فاصلے سے بیٹھا ہوا ہے۔ مجھ کو دیکھتے ہی بولا ...... ‘‘حضرت نے آپ کو میرے پاس بھیجا ہے!’’ میں نے کہا..... ‘‘جی ہاں’’ اور وہ اخروٹ اس کو دے دیے' اور حضرت کا ارشاد پہنچا دیا۔ وہ سُن کر بولا..... ‘‘حضرت خود تشریف نہیں لائے' مجھے بلایا ہے۔’’ ......اور بالآخر وہ میرے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے قہوہ لانے کے لیے ارشاد فرمایا۔ میں فوراً لے آیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ......: ‘‘اس درویش کو دو’’ جونہی میں درویش کی طرف متوجہ ہوا' تو حضرت ہی تھے۔

ع اُن کو نظر غور سے دیکھا تو ہم ہی تھے

پھر اُن صاحب نے کہا کہ...... ‘‘حضرت کو دو’’ پھر...... حضرت کی طرف متوجہ ہوا تو آپ ہی تھے۔ اس کے بعد درویش نے آپ سے مجھ کو دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: ‘‘فلاں جالندھری کا فرزند ہے’’ درویش نے کہا..... ‘‘میری اُن سے واقفیت ہے’’۔ پھر درویش نے میری بیعت کی کیفت دریافت کی۔ آپ نے فرمایا: ‘‘سلسلہ قادریہ میں مُرید ہے......’’ درویش نے میرے لیے آپ سے سفارش کی کہ ان کو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچا دیجیے۔ آپ اٹھے اور قطب ستارہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا...... ‘‘اس کو پہچانتے ہو؟’’ ...... میں نے عرض کیا: ‘‘جی ہاں فلاں ستارہ ہے’’ ..... ارشاد فرمایا...... ‘‘ذرا غور سے دیکھو’’ ...... میں نے غور کیا تو دیکھتے ہی ایک وجیہ شخص سیاہ لباس والے اس میں سے ظاہر ہو کر نہایت تیزی سے مثل تیر کے میرے پاس پہنچے' آپ نے فرمایا: ‘‘حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں' زیارت کر’’ جوں ہی میں قدم بوس ہوا' آپ اسی ستارے میں مخفی ہو گئے۔ اس کے بعد میں مسجد میں گیا۔ وہ درویش تشریف فرما تھے۔ اُنھوں نے فرمایا: ‘‘مبارک ہو۔ آپ نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدم بوسی کی’’۔ میں اُن کا شکریہ بجا لایا۔[۳] آپ کے الہامات اور بشارات بکثرت ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:...... ‘‘میں نے بخش دیا آپ کو اور آپ کے متوسلین کو بے واسطہ ہوں یا بواسطہ ہوں

جس کسی کو آپ کے کشف و کرامات اور الہامات اور مبشرات کے مطالعہ کا شوق ہو اُس کو چاہیے کہ کتب ''مقامات حضرات القدس'' اور ''برکاتِ احمدیہ'' وغیرہ کی طرف رجوع کرے۔ جدید معارف اور نادر حقائق جو آپ کے قلم نورانی رقم سے ظاہر ہوے ہیں مثل آفتاب کے ہیں کہ منکروں کی آنکھیں اُن سے خیرہ اور حاسدوں کے دل تیرہ ہیں۔

آپ کی ہدایات اور ارشادات بآواز بلند ندا کر رہے ہیں کہ آپ مجدد ہیں' نہ ایک صدی کے مجدد بلکہ ۱۰۰۰ھ سے ۲۰۰۰ھ تک ..... اگر لوگ غور کریں تو یہ کچھ معمولی فرق آپ میں اور مجددوں میں نہیں ہے۔ آپ کی خوبیاں بیان میں نہیں آسکتی ہیں۔ آپ کے عادات میں صبر اور شکیب' رضا اور تسلیم' ہر شخص کی حیثیت کے بموجب تعظیم' مخلوق پر شفقت' صلہ رحمی' اربابِ حقوق کی رعایت' سب سے پہلے سلام کرنا' نرمی سے گفتگو کرنا داخل تھے۔ آپ کا طریقہ کتاب وسنّت سے ماخوذ ہے۔ یہی ایک فضیلت ہزار سے بہتر ہے۔

آپ نے اخیر عمر میں کلام کرنا کم کر دیا تھا اور ہدایت اور ارشاد کا کارخانہ اپنے بزرگ صاحبزادوں کے حوالے فرما کر خلوتِ قدس میں کہ بزم اُنس ہے' آپ تشریف رکھتے اور باہر کم آتے۔ ع

مامحرمانِ خلوتِ انسیم غم مخور

اور اکثر اپنی قرب وفات کی طرف اشارہ فرماتے تھے حتیٰ کہ ۱۲ر محرم ۱۰۳۳ھ کو بصراحت فرمادیا کہ مجھے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ۴۰۔ ۵۰ روز کے اندر آپ کی وفات ہے۔ چنانچہ بتاریخ ۲۸ر صفر بروز سہ شنبہ ایک پہر دن چڑھے ۶۳ سال کی عمر میں (موافق عمر شریف آنحضرت ﷺ) آپ نے اس جہانِ فانی سے بہشتِ جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ بعد رحلت بوقت غسل اور بعد غسل جو جو عجائبات اور غرائبات آپ سے مشاہدہ ہوے اُن سے آگاہی ''مقامات حضرات القدس'' کے مطالعہ پر موقوف ہے۔ وہ مکتوب کہ حضرت (والدی) شیخ عبدالحق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت خواجہ حسام الدین خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ اسرارہما کے نام لکھا ہے۔ اور اُس کے آخر میں لانے کا ہم نے وعدہ کیا تھا یہ ہے:

> اِن دنوں میاں شیخ احمد سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی فقیر کی خدمت میں بیحد صفائی ہے۔ بشریت وجبلّت کا پردہ جو درمیان میں حائل تھا' اُٹھ گیا۔

کھلی ہے کس کی چشم نیم خواب آہستہ آہستہ
کہ اُٹھا دیدۂ دل سے حجاب آہستہ آہستہ

قطع نظر ہم طریقگی کی رعایت کے انصاف اور عقل کی رُو سے ہی ایسے مخدوموں اور بزرگوں کی جناب میں بے اعتقادی نہ رکھنی چاہیے۔ اب میرے باطن میں ایک ذوق اور شوق اور محبت الٰہی کا غلبہ پیدا ہوا ہے۔ جس کی (کیفیت کے) بیان سے زبان عاجز ہے۔ اللہ پاک ہی دلوں کا لوٹانے والا اور حالات کو بدلنے والا ہے۔ شاید میری یہ تحریر ظاہر بین لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے۔ میں اپنے حال کو (جو آپ کی عنایت سے پیدا ہوا ہے) شناخت نہیں کرسکتا کہ کیا ہے اور کس قسم کا ہے۔"

☆......☆......☆

حواشی:

(۱)...... ''اخبار الاخیار'' کے علاوہ حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی تصانیف سے اور بھی کتب مثلِ شرح سفرالسعادت، شرح مشکوٰۃ شریف، مدارج النبوۃ، جذب القلوب، وترجمہء فارسی فتوح الغیب ہیں آپ ابتداءً طریقہء قادریہ میں حضرت شاہ ابوالمعالی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے تھے۔ بعدہٗ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ آپ کا انتقال ۱۰۵۲ھ میں ہوا۔

(۲)...... حضرت زید ابوالحسن فاروقی مجددی دہلوی کی تحقیق کے مطابق ۳۰ واسطوں سے متصل ہے۔

(۳)...... حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوب نمبر ۱۲۳ جلد ۳ میں فرمایا ہے کہ قُربِ ولایت میں وہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب ہیں۔ اس کرامت نے آپ کی یہ شان دکھادی کہ آپ جب چاہیں اور جس کو چاہیں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرف دیدار سے مشرف فرمادیتے ہیں......

(ترجمہ تتمہ، اخبار الاخیار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء
ماخوذ از جواہر مجددیہ (طبع ثانی) نول کشور گیس پرنٹنگ ورکس لاہور)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دنیائے عرب کے علماء ومشائخ نقشبندیہ مجددیہ

عبدالحق انصاری

☆☆

عالم اسلام کی مؤقر یونیورسٹی جامعہ ازہر کے مفتی، فضیلۃ الشیخ عطیہ صقر سے دریافت کیا گیا کہ مسلمانانِ عالم کی صفوں میں صوفیائے کرام کے جولاتعداد سلاسل رائج ہیں کیا یہ باہم تفریق وتقسیم کا سبب نہیں بن رہے جواباً آپ نے ارشاد فرمایا ہرگز نہیں، اس لیے کہ ان سلاسل کی حیثیت اخلاقی تربیت کے لیے قائم مدارس کی سی ہے جنہیں پہچان کے لیے ان کے جاری کرنے والوں کے اسماء گرامی سے موسوم کردیا جاتا ہے۔ اور ان مدارس سے وابستہ طلبہ وسالکان کے باہم تعصب ومنافرت کی کوئی ٹھوس وجہ نہیں اس کے برعکس ان سب کی بنیاد اور منزل ایک ہی ہے۔ امتِ محمدیہ کی تعداد میں جوں جوں اضافہ ہورہا ہے اس کے نتیجے میں زندگی کے دیگر شعبوں کے ساتھ صوفیائے کرام کے سلاسل میں اضافہ بھی فطری تقاضا ہے۔ لہٰذا اس کو اسی پہلو سے ہی دیکھنا چاہیے اس لئے کہ صوفیائے کرام ہی وہ طبقہ ہے جن کے توسط سے اسلام دور دراز علاقوں تک پہنچا۔ ہاں یہ درست ہے کہ ان مدارس کی تطہیر وتنظیم کی ضرورت ہے۔

یہ بات محتاجِ بیان نہیں کہ متعدد ائمہ محدثین عظام واکابر فقہا کرام نے عرب سرزمین سے باہر جنم لیا، ایسے ہی اکابر صوفیاء کرام بھی عرب دنیا سے باہر مختلف علاقوں میں ہوئے۔ اور انہیں سے دو اہم سلاسل چشتیہ ونقشبندیہ جاری ہوے، ان میں سے ثانی الذکر سلسلہ حضرت خواجہ محمد بہاءالدین بخاری نقشبند المعروف بہ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) سے منسوب ہے جو دنیائے عجم میں قبولیتِ عامہ حاصل کرنے کے علاوہ حجاز مقدس سمیت پوری عرب دنیا میں متعارف ہوا اور اسے وہاں کے علمی حلقوں میں بطورِ خاص پذیرائی ملی۔

حضرت شاہ نقشبند اپنے وطن قصرِ عرفاں نزد بخارا سے دوبار حجاز مقدس حاضر ہوئے لہٰذا خیال ہے کہ اس سلسلہ کا عرب دنیا میں ابتدائی تعارف خود آپ ہی کی ذات بابرکات سے ہوگیا تھا۔

آپ دوسری بار حرمین شریفین گئے تو آپ کے خلیفہ اجل شارح فصوص الحکم خواجہ محمد پارسا بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۲۲ھ/۱۴۱۹ء) ہمراہ تھے جو وطن واپس آئے اور پھر مرشد گرامی کی وفات کے بعد دوبارہ حجاز مقدس روانہ ہوگئے اور مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

پھر صاحب نفحات الانس مولانا عبدالرحمٰن جامی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء) بغداد کے راستے ۸۷۷ھ میں حجاز مقدس پہنچے اور عرب دنیا میں آپ کے توسط سے نقشبندی سلسلے کو فروغ ملا اور یہ شاخ ''نقشبندیہ جامیہ'' کہلائی۔ مولانا جامی کے بھانجے مولانا محمد امین جامی رحمۃ اللہ علیہ وہ پہلی اہم شخصیت ہیں جن کے ذریعے مذکورہ سلسلہ پوری عرب دنیا میں پہنچا۔ مولانا محمد امین جامی کے عرب خلفاء میں مفسرِ قرآن شیخ محمد بن محمد بھنسی عقیلی مصری مہاجر مکی شافعی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ء) انتہائی اہم نام ہے۔

اسی دور کی عرب دنیا میں ایک اور نقشبندی بزرگ تفسیر بیضاوی کے محشی شیخ سید محمود بن حسین افضلی حازقی گیلانی صادقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو وطن سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بسے اور ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء کے لگ بھگ وہیں پر وفات پائی۔

برصغیر کے نقشبندی اکابرین میں سے جن کے توسط سے یہ سلسلہ عرب دنیا میں متعارف ہوا ان میں مولانا محمد امین جامی کے خلیفہ دسویں صدی ہجری کے عالمِ جلیل حضرت سید غضنفر نہر والی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ پہلا اہم نام ہے جن سے حجازِ مقدس اور مصر کے اکابر علماء نے نقشبندیہ فیض حاصل کیا، آپ کے عرب خلفاء میں مسجد حرم مکی کے امام وخطیب مفتی شافعیہ شاعر وادیب مؤرخ وصاحبِ تصانیف کثیرہ علامہ سید عبدالقادر بن محمد طبری رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۳۳ھ/۱۶۲۴ء) اہم نام ہے۔

پھر حضرت خواجہ عبدالباقی کابلی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء) کے اولین خلیفہ خواجہ تاج الدین بن زکریا سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء) مرشد کی وفات کے بعد یہاں سے مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے، ''نقشبندیہ سنبھلیہ'' شاخ آپ سے منسوب ہے، آپ نے مولانا جامی کی نفحات الانس کا عربی ترجمہ کیا نیز حجاز ونجد اور یمن وغیرہ کے اکابرین نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ سے خلافت پائی جن میں شیخ احمد بن ابراہیم علان صدیقی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۳۳ھ/۱۶۲۴ء) جیسی جلیل القدر شخصیات شامل ہیں۔

ان کے بعد مولانا علیم اللہ عباسی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) عالم جلیل اور نقشبندی سلسلے کے مرشد کامل تھے، یہاں سے حج و زیارت اور دار الخلافہ استنبول کی سیاحت کے بعد ملک شام کے شہر دمشق جا بسے جہاں آپ کے مریدین کا وسیع حلقہ قائم ہوا۔ آپ نے دمشق میں وفات پائی جہاں خانقاہِ مزبورہ میں آپ کی قبر واقع ہے۔

خواجہ عبدالباقی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے مرید و خلیفہ شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی المعروف بہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) تھے جو خواجہ نقشبند کے بعد اس سلسلہ کی دوسری اہم شخصیت ثابت ہوئے اور یہ شاخ ''نقشبندیہ مجددیہ'' آپ سے موسوم ہوئی جسے عرب و عجم میں بھرپور فروغ ملا اور آج یہ عرب دنیا میں رائج صوفیہ کے اہم سلاسل میں سے ایک ہے، آئندہ سطور میں نقشبندی سلسلے کی اسی شاخ سے وابستہ مشہور عرب علماء و مشائخ کے بارے میں قدرے تفصیل سے عرض کرنا ہے لیکن آغاز میں برصغیر پاک و ہند کے ان اہم نقشبندی مجددی مشائخ کے اسماء گرامی درج ہیں جن کے توسط سے گزشتہ چار صدیوں کے مختلف ادوار میں یہ سلسلہ عرب دنیا میں پہنچا۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی

خواجہ باقی آدم بنوری کاظمی (م ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء)

جنہوں نے دیگر مشائخ کے علاوہ خود حضرت مجدد سے خلافت پائی اور ۱۰۵۲ھ میں لاہور کے راستے مدینہ منورہ ہجرت کر گئے وہیں پر وفات پائی اور جنت البقیع میں قبر بنی۔ آپ سے فیض یافتہ کسی عرب شخصیت کا نام یا حالات زیرِ نظر مقالے میں درج نہیں لیکن اس کی تائید ہوتی ہے کہ مدینہ منورہ میں بکثرت افراد نے آپ سے فیض پایا آپ سے ''نقشبندیہ مجددیہ بنوریہ'' شاخ جاری ہوئی جسے ''نقشبندیہ مجددیہ احسنیہ'' بھی کہا گیا۔

خواجہ محمد معصوم سرہندی (م ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء)

جنہوں نے اپنے والد گرامی حضرت مجدد سے خلافت پائی اور ان کی وفات کے بعد حجاز مقدس حاضر ہوئے جہاں مدینہ منورہ میں طویل عرصہ مقیم رہ کر واپس سرہند تشریف لائے ''نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ'' سلسلہ آپ سے منسوب ہے۔

خواجہ محمد صدیق بن خواجہ محمد معصوم سرہندی (م۔۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء)

جو حج وزیارت کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے، دہلی میں وفات پائی اور سرہند میں مزار واقع ہے۔

شاہ غلام علی عبداللہ بٹالوی دہلوی (م۔۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء)

شاہ ابوسعید رامپوری دہلوی (م۔۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء)

جو ۱۲۴۹ھ میں اپنے فرزند شیخ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ لے کر حج وزیارت کے لیے حاضر ہوئے تو مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ میں علماء ومشائخ نے بھرپور استقبال کیا، دہلی میں مزار مبارک ہے۔

شاہ احمد سعید رامپوری دہلوی (م۔۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء)

جو ۱۲۷۴ھ میں دہلی سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ پہنچے اور مدینہ منورہ میں وفات پائی، جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

شیخ عبدالرشید دہلوی (م۔۱۲۸۷ھ/۱۸۷۱ء)

جو اپنے والد شیخ احمد سعید دہلوی کے ہمراہ حجاز مقدس پہنچے اور ان کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں ان کے جانشین ہوئے پھر مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے وہیں پر وفات پائی، جنت المعلیٰ میں قبر مبارک ہے۔

شیخ قاسم (م۔۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء)

آپ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ جا بسے، وہیں پر وفات پائی۔

شیخ عبدالغنی مجددی دہلوی (م۔۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء)

جو اپنے والد کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بسے، وہیں پر وفات پائی۔

شاہ محمد مظہر دہلوی (م۔۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء)

جو ۱۲۷۴ھ میں اپنے والد شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں دوسری بار حجاز مقدس پہنچے اور مدینہ منورہ میں وفات پائی اور سلسلہ ''نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ'' آپ سے جاری ہوا۔

شیخ محمد عبدالمجید المعروف بہ معصوم دہلوی (م ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء)

جو ۱۲۷۴ھ میں اپنے دادا محترم کے ساتھ حجاز مقدس پہنچے اور طویل عرصہ مدینہ منورہ مقیم رہنے کے بعد مکہ مکرمہ منتقل ہوگئے وہیں پر وفات پائی۔

خواجہ محمد معصوم موہروی

جنہوں نے ۱۹۹۳ء میں وفات پائی اور پاکستان کے ضلع گجرات میں مزار واقع ہے آپ نے عرب دنیا سمیت متعدد ممالک کے دورے کیے۔

شاہ ابوالحسن زید فاروقی، دہلوی (م ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء)

آپ نے جامعۂ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی نیز بعض عرب شہروں کا دورہ کیا اور دہلی میں وفات پائی مزار مبارک دہلی میں واقع ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

جو ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے، قیام پاکستان کے بعد ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء میں حیدرآباد سندھ ہجرت کر آئے اور آجکل (۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء) کراچی میں تصنیف و تالیف اور دعوت و ارشاد میں مشغول ہیں اور متعدد بار سفر حجاز کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کا سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ مسعودیہ معروف ہے۔

اب برصغیر کے مذکورہ بالا نقشبندی مجددی مشائخ سے فیض پانے والے نیز اس سلسلہ سے وابستہ دیگر مشاہیر عرب میں سے بعض کے حالات ان کے سنین وفات کی ترتیب سے قارئین کی نذر ہیں۔

☆

شیخ سید علی بن عبدالقادر طبری

(۱۰۱۲ھ......۱۰۷۰ھ/۱۶۰۳ء......۱۶۶۰ء)

آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے وہیں پر وفات پائی، قرآن عظیم حفظ کیا اور اپنے والد کے علاوہ اکابر علماء مکہ نیز وہاں حاضر ہونے والے عالم اسلام کے اہم علماء و مشائخ سے فیض نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا، آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ احمد بن فضل باکثیر، شیخ احمد بن علان نقشبندی، ملا حسین کردی اور شیخ سید عمر بن عبدالرحیم بصری اہم نام ہیں۔ شیخ سید علی طبری محدث، فقیہ شافعی، مسند، مؤرخ اور شاعر ہوئے اور مسجد حرم

مکی میں امام ومدرس کے علاوہ مفتیٔ شافعیہ کے مناصب پر تعینات رہے۔

تصنیفات

○ **الارج المسکی فی التاریخ المکی**، خلافتِ راشدہ سے مصنف کے دور تک کے مکہ مکرمہ وکعبہ مشرفہ کی مفصل تاریخ جو متعدد جلدوں پر مشتمل ہے۔ مخطوط مخزونہ مکتبہ حرم مکی زیر نمبر ۳۴۲۵، ۳۴۲۶، مائیکروفلم ۱۴۹۶، ۲۳۶۳

○ **تحفة الکرام باخبار عمارة السقف والباب لبیت اللّٰہ الحرام**، کعبہ معظّمہ کی چھت اور دروازہ کی مرمت کے بارے میں۔

○ **الجواھر المنتظمة بفضیلة الکعبة المعظمة**

○ **رسالة فی التقلید**

○ **رسالة فی فن العروض**

○ **سیف الامارة علی مانع نصب الستارہ**، کعبہ کی دیواروں پر پردے یعنی غلاف لٹکانے کے مخالفین کا ردّ، سنہ تصنیف ۱۰۴۰ھ

○ **شرح البردة**

○ **شرح الصدور و تنویر القلوب فی الاعمال مکفرة للمتاخیرة و المتقدم من الذنوب**، تقریباً چالیس اشعار پر مشتمل

○ **فوائد النیل بفضائل الخیل**، مخطوط

○ **قصائد و خطب**، غیر مدوّن

صاحب **الحدائق الوردیة** نے لکھا ہے کہ آپ نے شیخ احمد سرہندی سے خلافت پائی۔ لیکن یہ امر تحقیق طلب ہے اس لیے کہ حضرت مجدد اور شیخ علی طبری کے درمیان ملاقات یا مراسلت کا ثبوت نہیں، ہاں آپ کی وفات کے عرصہ بعد شیخ علی طبری نے آپ کے حق میں قلم ضرور اٹھایا اور شاید اسی سے خیال ہوا کہ آپ خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت مجدد کی وفات کے دنوں میں شیخ طبری کی عمر بائیس برس تھی اور وہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ مزید یہ کہ انہی ایام کے مکہ مکرمہ میں شیخ علی طبری شافعی نام کے ایک اور عالم مسجد حرم میں امام و مدرس تھے جنہوں نے تقریباً ایک سو بیس برس کی عمر میں ۱۱۲۰ھ میں وفات پائی اور راقم الحروف کا

رجحان اس طرف ہے کہ ان دونوں طبری علماء میں سے کسی نے بھی حضرت مجدد سے بلا واسطہ فیض نہیں پایا۔

الحدائق الوردية وغیرہ میں حضرت مجدد کے مزید تین عرب خلفاء شیخ عبدالعزیز نحوی حنبلی، شیخ عثمان، یمنی اور شیخ علی مالکی رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی درج ہیں لیکن ان سب کے حالات دست یاب نہیں۔

مآخذ

۱.....اعلام المکیین جلد۲، صفحہ۶۲۴ تا ۴۲۵
۲..... الاسرة الطبرية، صفحہ۱۰۸ تا ۱۰۹
۳..... الاعلام، جلد۴، صفحہ۳۰۱
۴..... الحدائق الوردية، صفحہ۱۹۱
۵.....الطريقة النقشبندية، صفحہ۶۷
۶..... معجم مؤلفی مخطوطات مكتبة الحرم المكی الشريف، صفحہ۶۴۲
۷..... نزهة الخواطر، صفحہ۴۸۲
۸..... نظم الدرر، صفحہ۴۹

☆

شیخ عبدالرحمٰن بن تاج الدین تاجی

(۱۰۴۶ھ.....۱۱۱۶ھ/۱۶۳۶ء.....۱۷۰۴ء)

لبنان کے شہر بعلبک میں پیدا ہوئے وہیں پر وفات پائی۔ آپ کے جد اعلیٰ شیخ احمد بن عبدو کردی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۶۸ھ/۱۵۶۰ء) اس علاقہ کے مشہور اولیاء کرام میں سے تھے جن کا مزار حلب کے نواحی شہر انطاکیہ کے قریب جبل اقرع میں زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن تاجی نے مقامی علماء کرام سے تعلیم پائی، نیز علماء دمشق شیخ عبدالباقی حنبلی وغیرہ اور سفر حجاز مقدس کے موقع پر مفتی شافعیہ مدینہ منورہ شیخ سید محمد بن عبدالرسول برزنجی، شیخ ابراہیم کورانی مدنی، شیخ محمد بن سلیمان مغربی مکی مدنی اور مسند حجاز شیخ حسن عجیمی مکی حنفی سے فیض حاصل کیا۔ علاوہ ازیں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ مرادیہ میں شیخ سید محمد مراد بن علی مرادی ازبکی دمشقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پائی۔

شیخ تاجی اہم حنفی عالم، محقق، شاعر و ادیب، صوفی کامل تھے آپ خوش الحان اور مؤثر لب ولہجہ پر

قدرت رکھتے تھے۔ دمشق کے مشہور فقیہ و مفتی احناف نیز ''الدر المختار فی شرح تنویر الابصار'' و ''الدر المنتقی شرح ملتقی الابحر'' وغیرہ متداول کتب کے مصنف شیخ محمد علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۸۸ھ/ ۱۶۷۷ء) کی وفات کے بعد شیخ تاجی خطابت کے لیے دمشق طلب کیے گئے جہاں آپ نے طویل عرصہ وعظ وارشاد کی خدمات انجام دیں۔ علاوہ ازیں آپ پیغام حق کی اشاعت و تبلیغ کے لیے بارہا حلب تشریف لے گئے۔ آپ صاحبِ ثروت اور زاہد و عابد تھے۔

عارف باللہ قطب الاقطاب صاحب تصانیف کثیرہ شیخ عبدالغنی نابلسی دمشقی، حنفی، قادری، نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۴۳ھ/ ۱۷۳۱ء) کے ساتھ آپ کے گہرے مراسم استوار تھے اور دونوں کے درمیان شعر و ادب سمیت جملہ موضوعات زیر بحث آتے۔ شیخ نابلسی نے اپنی شاعری میں شیخ تاجی کی شخصیت کو موضوع بنایا اور ایسے اشعار آپ کے دیوان میں موجود ہیں ادھر شیخ تاجی نے آپ کے مناقب منظوم کیے اور دونوں کا نمونہ کلام مسلک الدرر میں درج ہے۔

آخر عمر میں شیخ تاجی کو ہونہار و عالم فاضل فرزند کے قتل کا صدمہ سہنا پڑا۔ آپ اس المیہ سے متعلق معاملات کے ضمن میں دارالخلافہ استنبول تشریف لے گئے تو وہاں شیخ الاسلام مولانا فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی جو بعض مقدمات کے تصفیہ کے لئے ادرنہ جانے کے لئے تیار تھے۔ ان کے حکم پر آپ بھی ساتھ ہو لیے اور پھر دو سال بعد واپس دمشق آ رہے تھے کہ بعلبک پڑاؤ ڈالا اور وہیں وفات پائی۔

شیخ عبدالرحمٰن تاجی کے فرزندوں میں سے دو نے علم و فضل میں نام پایا، ایک شیخ محمد تاجی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۳ء) ''جو خاتمۃ العلماء والاعلام'' کہلائے اور فقہ حنفی میں فتاوٰی تاجیہ آپ کی یادگار ہے۔ آپ دمشق کی مرکزی و تاریخی مسجد جامع اموی میں مدرس اور پھر بعلبک کے مفتی تعینات رہے۔ جہاں نمازِ تراویح ادا کر کے گھر پہنچے اور افراد خانہ کو بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا تھا کہ باہر کے اندھیرے سے بندوق کی گولی آئی اور آپ کی شہادت کا باعث بنی۔ قاتل اور وجہ قتل کے بارے میں کوئی سراغ نہ مل سکا۔ شیخ محمد تاجی نے اپنے والد کے علاوہ شیخ عبدالغنی نابلسی اور شیخ سید محمد مراد نقشبندی مجددی سے روحانی تربیت پائی اور صاحب درمختار علامہ حصکفی سے فقہ، تفسیر، حدیث وغیرہ علوم پڑھے۔ شیخ محمد تاجی حج و زیارت کے لیے گئے تو وہاں پر موجود اکابرین سے فیض حاصل کیا اور اس موقع پر ہندوستان سے گئے ہوئے مولانا سید سعد اللہ سلونی سورتی قادری رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۳۸ھ/ ۱۷۲۶ء) سے سند روایت و اجازت حاصل کی۔

آپ کے دوسرے فرزند شیخ یحیٰی تاجی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء) نے بھی اپنے والد کے علاوہ شیخ عبدالغنی نابلسی اور شیخ سید محمد مراد نقشبندی مجددی وغیرہ بعلبک و دمشق کے اکابرین سے تعلیم و تربیت پائی اور ۱۰۲۲ھ میں حج و زیارت کے لیے گئے تو وہاں کے اجلہ علماء و مشائخ سے اخذ کیا۔ جب آپ کے والد استنبول تشریف لے گئے تو آپ بھی ہمراہ تھے۔ آپ بڑے بھائی و استاد کی ناگہانی وفات کے بعد ان کی جگہ مفتیِ بعلبک بنائے گئے پھر باقی تمام عمر وہیں پر افتاء و تدریس اور دعوت و ارشاد میں بسر کی، بعلبک میں ہی وفات پائی، آپ نے قصیدہ منفرجہ کی شرح بنام "الاضواء المبتهجه" لکھی اور شعراء نے آپ کے مناقب منظوم کئے۔

مآخذ

۱......الاعلام، جلد۶ صفحہ۱۹۶، جلد۸ صفحہ۱۵۳

۲......سلک الدرر، ۶ جلد۲ صفحہ۳۲۷ تا ۳۳۴، جلد۴ صفحہ۶۴ تا ۶۵، ۲۶۸ تا ۲۶۹

☆

شیخ احمد بن خلیل یک دست

(۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء)

جوریان کے باشندے ہیں اور مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ آپ شیخ سید محمد مراد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ وطن سے طویل مسافت طے کر کے ہندوستان آئے اور یہاں خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تربیت پائی اور سلوک کی منازل طے کر کے خلافت پائی عارفِ کامل اور مشاہیر و اخیار میں سے ہوئے۔ پھر وطن کو خیر باد کہہ کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے جہاں آپ کو قبولیتِ عامہ ملی اور شہرۂ آفاق ہوئے اور خلقِ کثیر نے آپ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔ آپ صاحب کرامات تھے اور آپ کی عظمت و ولایت پر اتفاق تھا۔ آپ نے بقیہ تمام عمر دعوت و ارشاد میں بسر کی۔ آپ کا ایک بازو مفلوج تھا لہٰذا یک دست کا لقب آپ کے نام کا جزو بن گیا۔

مآخذ

۱...... اعلام المکیین، جلد۱ صفحہ۳۰۱

۲...... سلک الدرر، جلد، صفحہ۱۲۴ تا ۱۲۵

شیخ سید محمد مراد بن علی مرادی

(۱۰۵۰ھ......۱۱۳۲ھ/۱۶۴۰ء......۱۷۲۰ء)

آپ سمرقند (ازبکستان) میں پیدا ہوے اور استنبول میں وفات پائی۔ آپ کے والد گرامی سمرقند میں آباد سادات خاندان کے نگراں و مہتمم منصب ''نقیب الاشراف'' پر فائز تھے۔ سید محمد مراد کی عمر تین برس تھی کہ آپ کی دونوں ٹانگیں دائمی طور پر مفلوج ہو گئیں لہٰذا آپ چل پھر نہیں سکتے تھے۔ آپ نے تعلیم کا آغاز کیا اور عربی علوم و فنون پر عبور حاصل کیا اور اپنے اوقاتِ کار حصولِ علم کے ساتھ عبادت و ریاضت نیز رضائے الٰہی کے کاموں میں صرف کرتے، علائقِ دنیا سے لاتعلق رہ کر آخرت کی زندگی پر نظر رکھتے۔ پھر ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کے لیے کسی عارف کامل شخصیت کی تلاش شروع کی جس کے نتیجے میں اپنے دوست شیخ احمد بن خلیل یک دست رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہندوستان روانہ ہوے اور جسمانی طور پر معذور ہونے کے باوجود طویل اور دشوار راستے طے کرتے ہوئے یہاں خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ خواجہ سرہندی نے آپ کی لگن و ریاضت ملاحظہ فرمائی اور محض ایک ہفتہ کی تربیت کے بعد آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

شیخ سید محمد مراد ازبکی کچھ عرصہ بعد یہاں سے حج و زیارت کے لیے حرمین شریفین روانہ ہوے اور وہاں تین برس قیام کے بعد پھر سفر شروع کیا اور بغداد، اصفہان، بلخ، بخارا وغیرہ شہروں میں وہاں کے اکابرین کی ملاقات و زیارت کرتے ہوے آگے بڑھتے گئے، ایران میں مشہور شاعر مرزا صائب نے دوران ملاقات اپنے منظوم کلام کا انتخاب آپ کی نذر کیا۔ یوں آپ وطن پہنچے۔

لیکن کچھ ہی عرصہ بعد پھر وطن سے نکل پڑے اور بغداد کی راہ لی جہاں قیام اختیار کیا بعد ازاں حجازِ مقدس جا پہنچے اور دوسری بار حج و زیارت کی سعادت حاصل کرنے کے بعد وہاں سے قاہرہ مصر روانہ ہو گئے ۱۰۸۰ھ کے بعد دمشق پہنچے جہاں آپ کا بھرپور استقبال ہوا اور وہاں کے باشندوں نے آپ کے ایثار و زہد، تقویٰ و علم سے لگن کے باعث حد درجہ محبت اور تعظیم و تکریم سے نوازا۔ ۱۰۹۲ھ میں آپ دمشق سے ترکی روانہ ہوے اور عثمانی دارالخلافہ استنبول پہنچے جہاں کے علماء و صلحاء، مشائخ و اعیان نے آپ کو خوش آمدید کہا اور بکثرت افراد نے آپ سے بیعت کی نیز خلافت سے سرفراز ہوے اور اوراد و اذکار کی اجازت حاصل کی۔ آپ وہاں صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیدنا ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار سے ملحق

محلہ میں پانچ برس تک مقیم رہے۔

۱۰۹۷ھ میں استنبول سے واپس دمشق آئے جہاں چند روز ہی قیام کیا تھا کہ حجازِ مقدس کی یاد نے تڑپایا تو ایام حج نہ ہونے کے باوجود بغیر کسی قافلہ کے، تن تنہا نکل کھڑے ہوئے اور سال بھر حرمین شریفین میں مقیم رہنے کے بعد واپس دمشق آ گئے۔ ۱۱۱۹ھ میں چوتھی بار حج کیا۔

آپ فقیہ حنفی، محدث، صوفیٔ کامل، مبلغ، مفسر، مدرس اور طالب علم تھے۔ آپ کو دس ہزار سے زائد احادیث مع اسانید و روایات حفظ تھیں۔ آپ سے خلق کثیر فیض یاب ہوئی اور سلسلہ ''نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ مرادیہ'' آپ کی ذات بابرکات سے منسوب ہوا۔ آپ ہمہ اوقات محبت الٰہی میں مستغرق اور حمد و ثناء میں مشغول رہتے اور کہا گیا کہ آپ قطب الاقطاب تھے۔

آپ اہلِ دمشق کی محبوب شخصیت و رہنما تھے، شہر کے حکام آپ کا کلی احترام کرتے اور آپ کی سفارش کو رد نہ کرتے۔ آپ ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے، شرعی امور کی سربلندی اور ضرورت مند کی مدد نیز بکثرت صدقہ و بھلائی کے کاموں کے لیے ہمیشہ مستعد رہتے۔ آپ نے خلیفہ عثمانی کی طرف سے اعلیٰ ترین دینی منصب ''شیخ الاسلام'' پر تعینات مولانا شیخ فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کر کے اہل دمشق کی شکایات کا ازالہ کرایا۔ آپ کی خدمات میں سے ہے کہ دمشق میں فسق و فجور کے حوالے سے مشہور ایک قطعہ زمین خرید کر اسے وقف کر کے اس پر مدرسہ مرادیہ قائم کیا اور شرط عائد کی کہ کوئی غیر شادی شدہ، مرد اور تمبا کو نوشی کرنے والا مدرسہ میں قیام نہیں کر سکتا۔ تاریکی میں ڈوبا ہوا یہی قطعہ ارض علم و عمل کی شمع سے جگمگانے لگا۔

علاوہ ازیں محلہ صاروجا دمشق میں اپنی اقامت گاہ پر ۱۱۰۸ھ میں مدرسہ قائم کر کے اس کے ساتھ عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی جو مدرسہ نقشبندیہ برانیہ مرادیہ اور مسجد بخاری کے نام سے مشہور ہوئے اور آئندہ دنوں میں یہ شہر کا سب سے اہم مدرسہ بنا جو دمشق کی جامعہ ازہر کے طور پر جانا گیا۔

ان دنوں مصر و شام، عراق و فلسطین اور لبنان وغیرہ آج کے ممالک یک جان اور خلافت عثمانیہ میں شامل تھے جس کا دارالخلافہ استنبول میں تھا جسے قسطنطنیہ، آستانہ اور باب عالی کہا جاتا تھا اور عثمانی خلفاء شیخ سید محمد مراد بخاری وغیرہ صوفیائے کرام کی خدمت میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ خلیفہ مصطفیٰ خان نے دمشق کے مضافات میں چند گاؤں کی آمدنی آپ کو پیش کی جو آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی اولاد جو مرادی کہلائی، انہی کے سپرد رہی۔

آپ دمشق سے استنبول گئے ہوئے تھے کہ وہیں پر وفات پائی اور مزار سیدنا ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملحق مسجد کے احاطہ میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور محلّہ نشانجی پاشا میں واقع مشہور مدرسہ کے اندر قبر بنی، آپ گی رحلت پر شعراء نے عربی وتر کی زبانوں میں مرثیے لکھے اور آپ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ آپ کے شاگرد و خلیفہ شیخ احمد منینی رحمۃ اللہ علیہ نے طویل مرثیہ موزوں کیا جس کا ایک بند یہ ہے:

غوث البرایا مرشدا لعبادفی
سنن، السلوک الی مناهج قربه
بحر الحقیقة والشریعة من سرت
انوارهُ فی الافق مسری شهبهِ

اور آپ کے دوسرے خلیفہ شیخ ابو المواهب مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی متعدد کرامات اپنی تصنیف میں شامل کیں جنہیں بعد ازاں چودھویں صدی ہجری کے عارف باللہ شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں نقل کیا۔

اور سلک الدرر کے مصنف جو آپ کی نسل میں سے ہیں انہوں نے آپ کا تعارف حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا ہے:

جدُّنا الکبیرا الستاذ الامام الاعظم الشهیر قطب الاقطاب ، و نادرة الازمان و الا حقاب السید الشریف العالم العلامة، الولی العارف الفهامة، الفاضل المحقق المدقق، الصوفی الغوث، الصمدانی الربانی، الحبر البحر، الحجة الرحمة، المسلک المرشد امام اهل العرفان، وصدر ارباب الشهود والوجدان، صاحب الکرامات والعلوم، کان آیة الله الکبریٰ فی العلوم النقلیة والعقلیة، خصوصاً فی التفسیر و الحدیث والفقه وغیر ذٰلک، مع الدیانة والصلاح والتقویٰ والنجاح، والولایة و علمی، الظاهر و الباطن، وکان

مبجلاً معظماً، احد الافراد من العباد، مرشداً کاملاً، ورعاً زاهداً، مع اتقان اللغات الثلاث العربیة والفارسیة والترکیة معمرانورانیاً جامعاللمذاهب جلیل المناقب، متضلعاً من العلوم، مظهر التوفیق و الکرامات.

صاحب الحدائق الوردیة جواوائل چودہویں صدی ہجری کے دمشق کے عالم جلیل وصوفی کامل تھے انہوں نے آپ کا ذکر ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

نجبة الاولیاء وکعبة الاتقیاء الشیخ محمد مراد البخاری الشافی قدس سرہ.

تصنیفات

- ○ جامع المفردات القرآنیة، عربی' فارسی' ترکی' زبانوں میں الگ الگ دوجلدوں پر مشتمل تفسیر جو ترکی وغیرہ کے علماہ میں مقبول ہوئی۔ اس کے عربی نسخہ کا مخطوط مکتبہ حرم مکی میں زیر نمبر ۴۵۶ محفوظ ہے۔
- ○ رسائل فی الطریقة النقشبندیة
- ○ سلسلةالذهب فی السلوک و الآداب، شیخ درویش احمد طرابزونی نے اس کی شرح بنام "تحفة الاحباب فی السلوک الی طریق الاصحاب" لکھی جس کا مخطوط مکتبہ حرم مکی میں زیر نمبر ۲۲۹۹ نیز مکتبہ مکہ مکرمہ میں ۶۴/تصوف محفوظ ہیں۔
- ○ مکتوبات

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کشمیر میں پیدا ہوئے لیکن یہ درست نہیں۔ حق یہ ہے کہ انہی ایام میں شیخ محمد مراد نام کے ایک اور نقشبندی مجددی بزرگ کشمیر میں موجود تھے جو سرہند و دہلی میں حضرت مجدد کے پوتے شیخ عبدالاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۷ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے خلافت پائی پھر ۱۱۳۱ھ کو کشمیر میں وفات پائی، یوں شیخ محمد مراد کشمیری اور شیخ سید محمد مراد ازبکی بخاری دمشقی دو شخصیات ہیں۔

خواجہ محمد معصوم سرہندی کے دیگر عرب خلفاء میں سے صاحب الحدائق الوردیہ نے شیخ زین العابدین مدنی، شیخ عبداللہ مغربی، شیخ علی یمنی اور شیخ عمر شافعی یمنی کے نام ذکر کیے ہیں لیکن ان کے حالات دست یاب نہ ہو سکے۔ تاہم اسی زمانے میں ہندوستان میں عمر شافعی یمنی نام کے دو عرب صوفیائے کرام موجود تھے، ایک شیخ سید عمر بن عبداللہ باشیبان حضرمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے ۱۰۶۶ھ کو ہندوستان کے شہر بلگام میں وفات پائی اور وہیں پر مزار واقع ہے اور دوسرے شیخ سید عمر بن علی باعلوی حضرمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو ۱۰۶۲ھ کو وطن سے یہاں آئے اور ۱۰۶۳ھ کو بیجاپور میں وفات پائی وہیں پر مزار بنا۔ ان دونوں کے حالات تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہیں لیکن ان سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ ان میں سے کسی نے خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ فیض کیا۔

مآخذ

۱...... الاعلام، جلد ۷ صفحہ ۱۹۹
۲...... تکملہ حدائق الحنفیہ، صفحہ ۵۲۷
۳...... جامع کرامات اولیاء، جلد، صفحہ ۸۳۱
۴...... الحدائق الوردیة، صفحہ ۱۹۶
۵...... سلک الدرر، جلد ۴ صفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۴
۶...... الطریقة النقشبندیة، صفحہ ۱۵۶، ۱۵۹، ۱۶۴ تا ۱۶۵
۷...... فھرس مخطوطات مکتبہ مکة المکرمة، صفحہ ۲۶۴
۸...... معجم مؤلفی مخطوطات مکتبة الحرم المکی الشریف، صفحہ ۴۲۶ تا ۴۲۷، ۳۶۵
۹...... نزھة الخواطر، صفحہ ۸۳۶

☆

شیخ عبدالحیٔ بن علی غزی

(۱۰۸۰ھ......۱۱۳۷ھ/۱۶۶۹ء......۱۷۲۵ء)

آپ دِمشق میں پیدا ہوئے وہیں پر وفات پائی۔ آپ کی عمر پانچ برس نہ ہو پائی تھی کہ والد کی شفقت سے محروم ہوگئے جو آپ کی پرورش و تربیت کی ذمہ داری اپنے چچا زاد شیخ عبدالرحمٰن غزی کو سونپ گئے

جنھوں نے آپ کی کفالت احسن طریقہ سے انجام دی۔ شیخ عبدالحئی غزی نے دمشق کے اکابر علماء سے مروجہ علوم حاصل کیے۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ ابوالمواھب حنبلی، شیخ محمد کاملی نیز اپنے چچا شیخ عبدالکریم غزی شامل ہیں۔ شیخ عبدالغنی نابلسی سے علوم حدیث کے علاوہ شیخ الاکبر کی فتوحات مکیہ پڑھیں اور بیعت کے بعد خلافت سے نوازے گئے۔ نیز سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ مرادیہ میں خود شیخ سید محمد مراد ازبکی سے خلافت پائی۔

ایک سے زائد بار حج وزیارت کی سعادت حاصل کی جس دوران حرمین شریفین کے اہلِ علم وفضل شیخ ابوطاہر کورانی مدنی، قطب ربانی شیخ سید جعفر علوی نزیل مکہ مکرمہ وغیرہ سے اخذ فیض کیا۔

آپ شہر کے اہم شافعی عالم ومدرس، مخلوق خدا سے محبت وحسن سلوک کرنے والے اور ہنس مکھ شخصیت تھے۔ آپ جامع اموی سے شمال میں واقع شہر کے وسط میں خانقاہ کاملیہ میں درس دیا کرتے جس میں طلبہ کی بڑی تعداد شریک ہوتی۔ پھر اپنے چچا واستاد گرامی شیخ عبدالکریم غزی کے ہاں مدرسہ شامیہ کبرٰی میں درس دینے لگے۔

یہ حج کے ایام اور جمعرات کا دن تھا اور شہر کے مؤذنین نے میناروں سے عصر کی اذان کے لیے جیسے ہی لفظ اللہ بلند کیا آپ کی روح اس جہانِ فانی سے پرواز کرگئی۔ اور دمشق کے مشہور ولی اللہ شیخ ارسلان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب اپنے خاندان کے بزرگوں کے پہلو میں قبر بنی۔

آپ محدث جلیل، مسند زماں، فقیہ شافعی، صاحب الکواکب السائرۃ شیخ الاسلام محمد نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۶۱ھ/۱۶۵۱ء) کے پرپوتے ہیں۔

مأخذ

۱......سلک الدرر ۶ جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ تا ۲۸۱

☆

شیخ سید ابراہیم بن محمد مرادی

(۱۱۱۸ھ......۱۱۴۲ھ/۱۷۰۶ء......۱۷۳۰ء)

آپ دمشق میں پیدا ہوئے اور وہیں پر وفات پائی۔ آپ نے والد گرامی کی نگرانی میں تعلیم وتربیت پائی نیز شہر کے دیگر علماء ومشائخ سے استفادہ کیا پھر دارالخلافہ استنبول میں مفتی اعظم ممالک عثمانیہ شیخ الاسلام

قرہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ سے اخذِ فیض کیا۔ علاوہ ازیں الاستاذ الکبیر شیخ عبدالغنی نابلسی سے مختلف علوم اخذ کیے اور شیخ نابلسی کی پوتی سے شادی ہوئی۔

شیخ ابراہیم مرادی عالم وفاضل، ادیب وشاعر، اعلیٰ اخلاق وسیرت کے مالک، ظریف الطبع، رحم دل اور اپنے دور کے نادرروزگار شخصیات میں سے تھے۔

آپ نے مرضِ سل کے باعث چوبیس برس کی عمر میں وفات پائی اور محلہ صالحیہ میں واقع قبرستان سفح قاسیون میں نبی اللہ سیدنا ذی الکفل علیہ السلام کے احاطۂ مزار میں قبر بنی۔ آپ صاحب سلک الدرر کے چچا ہیں۔

مأخذ

۱......سلک الدرر ۶ جلد ۱ صفحہ ۳۱ تا ۳۷

☆

شیخ سید علی بن حسین رومی

(۱۱۴۷ھ/۱۷۳۴ء)

آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ مرادیہ کے سرتاج شیخ سید محمد مراد مرادی رحمۃ اللہ علیہ کے خادمِ خاص اور خلیفہ تھے اور سفر وحضر میں چالیس برس تک مرشد گرامی کی معیت میں رہے جس دوران آپ سے ظاہری وباطنی علوم جی بھر اخذ کیے نیز دوران سیاحت دیگر مشائخ کی ملاقات وزیارت سے فیض یاب ہوئے۔

آپ عالمِ جلیل اور مرشد کا پرتو تھے اور وفات کے وقت ان کی خدمت میں موجود تھے۔ پھر آپ ان کے خلیفۂ اعظم مقرر ہوئے اور استنبول میں آپ کے مزار سے ملحق مدرسہ میں ہی دعوت وارشاد کا سلسلہ جاری کیا جہاں خلق کثیر آپ سے فیض یاب ہوئی حتی کہ وہیں پر وفات پائی اور مرشد گرامی کے پہلو میں قبر نصیب ہوئی۔

مأخذ

۱......سلک الدرر ۶ جلد ۳ صفحہ ۲۲۶

۵۰

شیخ مصطفیٰ بن کمال الدین بکری

(۱۰۹۹ھ......۱۱۶۲ھ/۱۶۸۸ء......۱۷۴۹ء)

آپ دِمشق میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں وفات پائی۔ آپ کی عمر چھ ماہ تھی کہ والد گرامی نے وفات پائی پھر ان کے چچا زاد شیخ احمد صدیقی نے آپ کی پرورش کی ذمہ داری سنبھالی۔ آپ نے شیخ عبدالرحمٰن مجلد، شیخ محمد ابوالمواھب حنبلی، شیخ محمد دکدکجی، ملا الیاس بن ابراہیم کورانی، شیخ محمد حبال، شیخ عثمان شمعہ، شیخ عبدالرحیم طواقی، شیخ اسمٰعیل عجلونی اور ملا عبدالرحیم افغانی کابلی دمشقی سے مختلف علوم اخذ کیے۔

شیخ عبدالغنی نابلسی سے فقہی علوم نیز شیخ الاکبر کی التدبیرات الالھیۃ، فصوص الحکم، عنقاء مغرب مکمل جبکہ فتوحات مکیہ کے بعض حصے پڑھے۔ شیخ محمد بدیری دمیاطی ابن میّت سے سند اجازت حاصل کی۔ شیخ عبداللطیف حلبی سے سلسلہ خلوتیہ میں بیعت کی جنہوں نے ۱۱۱۹ھ میں آپ کو خلافت عطا فرما کر بیعت لینے کی اجازت مرحمت فرمائی جبکہ آپ کی عمر بیس برس تھی۔ آپ کے مرشد آپ جیسے مرید پر فخر کرتے اور آپ کی تربیت کو اپنی زندگی کا حاصل قرار دیتے۔ شیخ مصطفیٰ بکری نے ان کے علاوہ شیخ عبدالغنی نابلسی وشیخ سید محمد مراد ازبکی سے سلسلہ نقشبندیہ میں اور حماہ کے شیخ سید یٰسین گیلانی سے قادریہ میں جبکہ دیگر صوفیہ سے متعدد سلاسل میں خلافت پائی۔ جب حج وزیارت کے لیے گئے تو وہاں شیخ محمد بن احمد عقیلہ مکی، شیخ احمد نخلی نقشبندی مکی اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری مکی سے مختلف علوم میں سند اجازت حاصل کی۔

آپ مسجد اقصیٰ وانبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کی زیارت وملاقات کے لیے بیت المقدس گئے وہاں سے حضرت علی بن علیل عمری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے یافا کے راستہ میں تھے کہ مشہور رفقیہ حنفی، الاشباہ والنظائر کے شارح شیخ نجم الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۱۱۳ھ/۱۷۰۱ء) سے ملاقات ہوئی جو اسی مقصد کے لیے عازم سفر تھے۔ آپ نے شیخ رملی سے مؤطا امام مالک روایۃ امام شیبانی کا ابتدائی حصہ سماعت کر کے سند روایت واجازت حاصل کی۔

شیخ مصطفیٰ بکری صدیقی نے تبلیغ ومقدس مقامات کی زیارت اور اکابرین کی ملاقات کے لیے عرب دنیا کے وسیع علاقوں اور ترکی کے لاتعداد سفر کیے اور اس دوران مزارات، خانقاہوں ودیگر متبرک مقامات پر بار بار حاضری دی اور حلب، بغداد، بیت المقدس، اسکندریہ، حمص' اسکدار' موصل' دیار بکر' نابلس' دمیاط' طنطا' حماۃ' مصر' ترکی' حجاز وغیرہ میں ایسا کوئی مقام باقی نہ چھوڑا۔ پھر آپ نے ان کی روداد مرتب کر کے سفرنامے

تصنیف کیے جو آج بھی مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ ایک بار آپ کی والدہ آپ کی جدائی میں آزردہ تھیں تو شیخ عبدالغنی نابلسی سے یہ صورت حال ایک مکتوب میں لکھ کر قاصد کے ہاتھ بغداد روانہ کیا جہاں آپ حصول برکت کے لیے مزار سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں مقیم تھے۔ آپ اسی وقت واپس دمشق روانہ ہوئے لیکن راستہ میں انوار سمیٹتے اور بانٹتے ہوئے کئی ماہ بعد وطن پہنچے۔

آپ جید عالمِ دین، استاذ العلماء، صاحبِ کشف وکرامات، قطب، فقیہ حنفی، سیاح، مبلغ، مرشد کبیر، نعت گو شاعر، مسند اور امام الصوفیہ تھے۔ آپ کی ذات بابرکات سے سلسلہ خلوتیہ کو بھرپور فروغ ملا اور آپ اسی نسبت سے جانے گئے۔ آپ زیارات اور دعوت وارشاد کے لیے بالعموم حالتِ سفر میں رہتے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد جب ایک لاکھ ہوگئی تو آپ نے ان کے ناموں کو احاطۂ تحریر میں لانے کا حکم واپس لے لیا اس لیے کہ جوق در جوق افراد کے داخلِ سلسلہ ہونے سے یہ کام مشکل ہوگیا تھا۔ آپ کے مریدین میں سات سربراہانِ مملکت بھی شامل تھے اور آپ کے خلفاء کی تعداد بیس تھی جو سب کے سب علم وعمل کے زندہ جاوید مینار ثابت ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ کے شاگردوں اور مریدین میں جلیل القدر علماء واکابر صوفیائے کرام شامل تھے۔ مزید برآں آپ کے فرزند شیخ محمد کمال الدین بکری خلوتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۱ء) آپ کے صحیح جانشین ہوئے۔

شیخ مصطفیٰ بکری کا مزار قبرستان مجاورین میں مشہور اور زائرین کی توجہ کا مرکز ہے۔ آپ کے احوال وآثار پر آپ کے مذکورہ فرزند نے کتاب ”التلخیصات الکبریة فی ترجمة خلاصة الکبریة“ تصنیف کی۔

تصنیفات

عارف باللہ شیخ مصطفیٰ بکری نے وسیع علاقہ میں صوفیہ کی تعلیمات عام کرنے نیز عبادت وریاضت کے ساتھ مختلف موضوعات پر نظم ونثر میں دوسو بائیس کتب تصنیف وتالیف کیں نیز آپ کے اشعار کی تعداد بارہ ہزار سے زائد ہے، چند کتب کے نام یہ ہیں۔

○ الصلاة الهامعة فی فضائل الخلفاء الاربعة، مطبوعہ

○ بلوغ المرام فی خلوتیة الشام

○ بهجة الاذکیاء فی التوسل بالمشهور من الانبیاء

○ **الدر الفائق فی الصلاۃ علیٰ اشرف الخلائق،** مخطوطہ مکتبہ مکہ مکرمہ زیر نمبر ۴/ ادعیہ

○ **دیوان الروح والارواح و عنوان الروح والارواح،** مخطوطہ مکتبہ مکہ مکرمہ زیر نمبر ۲۳/ شعر، دار الکتب مصریہ قاہرہ ۱۱۶۱۹/ ز

○ **الذخیرۃ الماحیۃ للآثام فی الصلاۃ علی خیر الانام،** مطبوعہ

○ **السیوف الحداد فی اعناق اھل الزندقۃ والالحاد،** مطبوعہ، اس کے چند صفحات شیخ سید محمد مراد ازبکی نقشبندی کی کرامات کے لیے مخصوص ہیں۔

○ **شرح علی بیت من تائیۃ ابن الفارض**

○ **شرح علی حزب الامام الشعرانی**

○ **شرح علی صلاۃ الشیخ العارف محی الدین الاکبر**

○ **غرۃ العزر فی حلیۃ المختار اشرف البشر،** منظوم، مخطوطہ دار الکتب مصریہ قاہرہ زیر نمبر ۲۱۹۳۸/ ب

○ **الفتح الطری الجنی فی بعض مآثر شیخنا الشیخ عبدالغنی**

○ **فتح القدیر بشرح حزب الشاذی الکبیر،** مخطوطہ دار الکتب مصریہ قاہرہ زیر نمبر ۲۲۷۶۶/ ب

○ **الفرق المؤذن بالطرب فی الفرق بین الحجم والعرب**

○ **فوائد الفرائد، منظومۃ فی العقائد،** مطبوعہ

○ **اللمحات، فی صلوات ابن مشیش،** مطبوعہ

○ **المدام الکبر فی بعض اقسام الذکر**

○ **المطلب التام السوی علی حزب الامام النووی،** مخطوطہ مکتبہ مکہ مکرمہ زیر نمبر ۱۰۹ تصوف، دار الکتب مصریہ قاہرہ ۲۲۷۵۵/ ب، ۲۳۴۵۱/ ب

○ **نبذۃ فی الحکم،** مخطوطہ مکتبہ حرم مکی زیر نمبر ۲۲۰۵

○ **النصیحۃ الجنیۃ فی معرفۃ آداب کسوۃ الخلوتیۃ**

○ **الورد الاسنیٰ فی التوسل بأُسمائہ الحسنیٰ**

○ **ورد السحر،** مخطوطہ مکتبہ مکہ مکرمہ زیر نمبر ۱۳/ ادعیۃ، مقبولِ عام تصنیف جو خلوتی حلقات ذکر میں پڑھی جاتی ہے۔

○ **الوصية الجنية للسالكين فی طريق الخلوتية**

○ **الورد المنهول الاصفیٰ فی مولد الرسول المصطفیٰ**، *مخطوطہ دارالکتب مصریہ قاہرہ زیر نمبر۳۴/۷ مجموعہ*

○ **هداية الاحباب فيما للخلوة من الشروط و الآداب**، *مخطوطہ مکتبہ حرم مکی زیر نمبر۲۵۸۹*

مآخذ

۱......الاعلام، جلد۷ صفحہ۲۳۹

۲......جامع کرامات اولیاء، جلد۱ صفحہ۸۳۲

۳......سلک الدرر، جلد۴ صفحہ۲۲۰ تا ۲۲۹

۴...... فهرس الفهارس، جلد۱ صفحہ۲۲۳ تا ۲۲۴

۵...... فهرس مخطوطات مكتبة مكة المكرمة، صفحہ۲۷۳، ۲۸۷، ۳۰۵ تا ۳۰۶، ۳۱۳، ۴۲۸ تا ۴۲۹

۶...... فهرست المخطوطات دار الكتب المصرية، جلد۱ صفحہ۲۷۹، ۳۳۱، جلد۲ صفحہ۱۵۰، ۱۶۷، جلد۳ صفحہ۷۰، ۱۳۴

۷...... معجم ماالف عن مكة، صفحہ۳۰۱

۸...... معجم مؤلفی مخطوطات مكتبة الحرم المكی الشريف، صفحہ۲۰۳ تا ۲۰۴

☆

شیخ سید محمد بن محمد مراد مرادی

(۱۰۹۴ھ......۱۱۶۹ھ/۱۶۸۳ء......۱۷۵۵ء)

آپ کے والد گرامی استنبول کے دورہ پر تھے تو آپ وہیں پر پیدا ہوئے جبکہ دمشق میں وفات پائی، آپ نے دمشق میں اپنے والد سے عقلی و نقلی علوم حاصل کر کے سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت پائی، اور ان کی وفات تک ان کی مجالس و علوم سے فیض یاب ہوتے رہے۔ دیگر اساتذہ میں شیخ عبدالرحیم کابلی دمشقی اور شیخ عبدالرحمٰن مجلّد اہم ہیں۔ علاوہ ازیں شیخ عبدالغنی نابلسی سے ظاہری و باطنی علوم بالخصوص تصوف و سلوک کی اہم کتب و فتوحاتِ مکیہ وغیرہ حاصل کیے۔

آپ حنفی عالمِ جلیل، مرشدِ کامل، زاہد، عصمت و امانت کے محافظ، خوش بیان، رحم دل، عربی' فارسی' ترکی' زبانوں کے ماہر اور ادق عبارات کے حل کرنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور بہاء الدین کے لقب

سے مشہور ہوے۔

آپ کے جلیل القدر والد شیخ سید محمد مراداز بکی بخاری دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے استنبول میں وفات پائی تو آپ دمشق میں تھے جہاں یہ جانکاہ اطلاع پاکر آپ پر جذب واستغراق کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ اسی حال میں استنبول روانہ ہوگئے اور آپ کی قبر پر حاضر ہوے۔ واپس دمشق آئے تو علائقِ دنیا سے اعراض نہیں برتا، تمام زرعی اراضی ودیگر امور کی ذمہ داری مریدین کے سپرد کردی اور خود عبادتِ الٰہی میں مشغول رہنے لگے، درہم ودینار کو ہاتھ تک لگانا چھوڑ دیا اور موٹا لباس زیبِ تن کرنے لگے اور درویشانہ اطوار اختیار کرلیے۔ اسی حالت میں اگلے چالیس برس بسر کیے۔

اس دوران عبادت کے ساتھ دعوت وارشاد کا کام جاری رکھا اور شام وترکی کے دور دراز علاقوں تک مشہور ہوے، آپ کے شاگردوں اور مریدین کی تعداد کا احاطہ کرنا مشکل تھا۔ ۱۱۶۵ھ میں خلیفہ عثمانی محمود خان نے آپ کو دارالخلافہ آنے کی دعوت دی اور آپ دمشق سے روانہ ہوے تو راستہ میں ہر چھوٹے بڑے گاؤں وشہر میں لوگ جوق در جوق بیعت اور زیارت وتبرک کے لیے جمع ہوجاتے حتیٰ کہ آپ استنبول پہنچے جہاں خلیفہ نے آپ کے اعزاز واکرام میں کوئی کمی نہ چھوڑی اور آپ سے متعدد بار ملاقات کی اور آپ کی مجالس سے استفادہ اٹھایا نیز تحائف پیش کیے۔ پھر خلیفہ کی استدعا پر آپ نے ان کی طرف سے حج بدل کرنا قبول فرمایا۔ چنانچہ شیخ سید محمد بہاء الدین مرادی استنبول سے حجاز مقدس پہنچے اور حج کی ادائیگی کے بعد خلیفہ کی خواہش پر اپنے اہل وعیال سمیت پھر سے دارالخلافہ تشریف لے گئے۔ سلطان محمود خان نے اس بار پہلے سے بڑھ کر آپ کی پذیرائی کی اور آپ کو تحفہ پیش کی گئی عمارت میں اتارا۔ ۱۱۶۸ھ میں مذکورہ خلیفہ نے وفات پائی تو ان کے بھائی سلطان عثمان خان سوم نے زمامِ اقتدار سنبھالی اور وہ بھی آپ کے قدرداں رہے۔

آپ نے بارہا حج اور زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت پائی نیز بیت المقدس اور الخلیل حاضر ہوے۔ آپ کے شاگردوں میں عثمانی افواج کے مفتی شیخ اسحاق ملاجق زادہ استنبولی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) اہم نام ہے۔

آپ کی نمازِ جنازہ میں پورا دمشق امنڈ آیا اور محلہ صاروجا میں آپ کے گھر میں ہی آپ کا مزار بنا۔ آپ کی وفات پر بکثرت شعراء نے آپ کے مناقب اور حزن وملال کے جذبات کو منظوم کیا۔ صاحبِ سلک الدرر آپ کے پوتے ہیں۔

تصنیفات

- ○ **دلائل الیمن والبرکات**
- ○ **اللطائف الروحانیة فی شرح الابیات الالهامیة،** مفتی احناف دمشق شیخ حامد بن علی عمادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۱ھ/ ۱۷۵۸ء) کے نعتیہ قصیدہ کی شرح، مخطوطہ دار الکتب مصریہ قاہرہ زیر نمبر ۳۴۴۴/ ج
- ○ **مختصر المرادین فی ترجمة الخلفاء والسلاطین،** مخطوطہ مکتبہ حرم مکی زیر نمبر ۴/ ۲۸۷
- ○ **مزیل الخفاء فی شرح تحفة الشاهدی**

مآخذ

۱......سلک الدرر، جلد ۴ صفحہ ۱۳۴ تا ۱۳۶

۲...... طریقة النقشبندیة، صفحہ ۱۵۶ تا ۱۵۷

۳...... فهرست المخطوطات دار الکتب المصریة، جلد ۲ صفحہ ۲۷۷

۴...... معجم مخطوطات مکتبه الحرم المکی الشریف، صفحہ ۴۴۷۔

☆

شیخ احمد بن علی مینی

(۱۰۸۹ھ......۱۱۷۲ھ/ ۱۶۷۸ء......۱۷۵۹ء)

آپ کا اصل وطن لبنان کے شہر طرابلس کے قریب برقائیل نامی گاؤں ہے لیکن دمشق کے نواح میں گاؤں مینین میں پیدا ہوئے اور دمشق میں وفات پائی، ابتدائی تعلیم اور قرآن مجید پڑھنے کے بعد مزید حصولِ علم کے لیے تیرہ سال کی عمر میں اپنے بڑے بھائی شیخ عبدالرحمٰن کے ہاں دمشق پہنچے اور شہر کے اکابر علماء شیخ ابوالمواھب حنبلی اور ان کے بیٹے شیخ عبدالجلیل حنبلی نیز شیخ عبدالرحیم کابلی دمشقی، شیخ عثمان شمعہ، شیخ عبدالغنی نابلسی اور اپنے بھائی شیخ عبدالرحمٰن سے مختلف علوم پڑھے۔

پھر حج و زیارت کے لیے گئے تو اکابر علماء حرمین شریفین شیخ محمد بن احمد عقیلہ مکی، شیخ عبداللہ بن سالم بصری مکی، شیخ احمد نخلی نقشبندی مکی، شیخ حسن برزنجی مدنی، شیخ ابوطاہر کورانی مدنی اور شیخ عبدالکریم خلیفتی عباسی مدنی وغیرہ سے اخذ فیض کیا۔

شیخ احمد منینی نے شیخ سید محمد مراد ازبکی سے سلسلہ نقشبندیہ و دیگر علوم، شیخ حسن مرجانی بقاعی طباخ سے خلوتیہ اور شیخ سید یسٰین حموی گیلانی سے قادریہ میں خلافت پائی اور پھر علمی و روحانی دنیا میں سورج بن کر چمکے، اور لاتعداد تلامذہ و متعدد تصنیفات یادگار چھوڑیں۔ آپ محدثِ کبیر، مسند، فقیہ حنفی، عظیم مصنف، لغوی، نحوی، ادیب و شاعر، حاذق کے علاوہ نظم و نثر کے یکساں ماہرین میں سے تھے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ میرے والد گرامی کی تقریباً ۱۰۷۳ھ میں صحابی جن حضرت عبدالرحمٰن المعروف بہ شمہروش سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے سیدنا شمہروش سے قرآن مجید کی وہی آیات سماعت کیں جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابطح و مکہ مکرمہ کے مابین سماعت کی تھیں اور والد ماجد کی اس کے بعد بھی ان صحابی جن سے ملاقات ہوئی اور بقول شیخ عبدالغنی نابلسی حضرت شمہروش نے ۱۱۲۹ھ میں وفات پائی۔ اس بناء پر آپ کی سند روایت محض تین واسطوں سے شیخ احمد منینی عن شیخ عبدالرحمٰن منینی عن شیخ علی منینی عن حضرت شمہروش سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہوتی ہے۔

استادگرامی مفتی حنابلہ شیخ ابوالمواھب کے حکم پر شیخ احمد منینی مسجد اموی کے مشرقی کونے میں حلقۂ درس منعقد کیا کرتے جس میں بروز بدھ تفسیر بیضاوی اور نماز جمعہ کے بعد صحیح بخاری و مغرب کے بعد دیگر علوم کا درس عمر بھر جاری رکھا اور بکثرت مخلوق نے استفادہ کیا۔ علاوہ ازیں مذکورہ استاد کی وفات کے بعد مدرسہ سمیساطیہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا پھر وہاں سے ۶۱۹ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے بھائی سلطان عادل رحمۃ اللہ کے قائم کردہ مدرسہ عادلیہ کبریٰ منتقل ہوگئے۔ آپ دوبار دارالخلافہ استنبول تشریف لے گئے جہاں آپ کی تصنیفات کے باعث آپ کی شہرت پہلے سے ہوچکی تھی لہٰذا وہاں کے اعیان و علماء نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔

مرادی خاندان میں شیخ احمد منینی کی شخصیت کو اہم مقام اور ادب و احترام حاصل تھا۔ آپ کے بھائی شیخ عبدالرحمٰن منینی، شیخ سید محمد مراد کے خاص مریدین میں سے تھے اور انہی کے توسط سے آپ شیخ محمد مراد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر انہی کے ہوکر رہ گئے ۱۱۰۸ھ میں شیخ مرادی نے مسجد بخاری و مدرسہ مرادیہ کی تعمیر شروع کرائی تو نوعمر شیخ منینی تعمیراتی کام کے نگران اور کاتب تھے۔ علاوہ ازیں خانقاہ مرادیہ پر موجود کتب کی حفاظت بھی آپکے ذمہ تھی اور نظامت کی یہ ذمہ داریاں آپ کی آئندہ نسلوں تک منتقل ہوئیں۔ آپ شیخ مرادی کے اہم شاگرد اور خلیفہ ہوئے۔

تلامذہ

شیخ احمد منینی رحمۃ اللہ علیہ کے لاتعداد شاگرد صفِ اول کے علماء میں سے ہوئے جن کی خدمات تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں، یہاں پر ان کے اسماء گرامی کے ذکر پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

- ○ استنبول کے عالمِ جلیل وادیب، اہم دینی مناصب پر فائز شیخ احمد بن ابراہیم رسمی کریدی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۹۷ھ/۱۷۸۳ء)۔ شیخ احمد منینی نے ۱۱۵۹ھ میں آپ کو جو سند اجازت خود لکھ کر اور اپنی مُہر ثبت کر کے عطا فرمائی وہ آج بھی دارالکتب مصریہ قاہرہ میں زیر نمبر ۵/ق محفوظ ہے۔
- ○ ماہرِ نعت شاعر و ادیب شیخ احمد بن الیاس کردی دمشقی شافعی ارجانی صغیر رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء)
- ○ عالم، فاضل، شاعر وادیب شیخ احمد بن عبداللطیف ابن عبدالھادی عمری دمشقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۷۳ھ/۱۷۶۰ء)
- ○ محدثِ شام شیخ احمد بن عبید اللہ عطار دمشقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء)
- ○ محدث، فقیہ، مفسر، منطقی، شیخ احمد بن باقانی نابلسی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء)
- ○ شیخ اسحاق بن محمد ملاجق زادہ استنبولی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء)
- ○ شیخ امین بن محمد ابن کُمُش استنبولی دمشقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۲۹۹ھ/۱۷۸۶ء)
- ○ مفتیِ احناف القدس الشریف و صاحب فتاوٰی بدریہ شیخ بدر الدین بن محمد قدسی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء)
- ○ درمختار کے محشی شیخ خلیل بن محمد فتال دمشقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۸۶ھ/۱۷۷۳ء)
- ○ دمشق کی مرکزی مسجد اموی کے امام شیخ درویش بن احمد ملیحی شافعی ثم حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰ء)
- ○ مؤرخ، صاحب تصانیف عالم، شاعر وادیب حافظ شیخ سعید بن محمد سمان دمشقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۹ء)
- ○ عالم فاضل شاعر وادیب عربی وترکی زبانوں کے ماہر شیخ شاکر بن مصطفٰی عمری ابن عبدالھادی دمشقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء)

- نقیب الاشراف دمشق شیخ سید عبدالرحمٰن بن عبدالقادر گیلانی حموی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۸ء)
- فقیہِ جلیل وقاری شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بعلی دمشقی حلبی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء)
- مفتیِ شافعیہ دمشق شیخ عبدالرحمٰن بن محمد کفرسوسی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۹ھ/۱۷۶۵ء)
- عالم وماہر خطاط شیخ عبدالرحیم بن اسعد منیر دمشقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء)
- عالم و طبیب شاعرو ادیب شیخ عبدالفتاح بن مصطفیٰ ابن مغیزل دمشقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء)
- شیخ عبدالقادر بن عبدالرحمٰن سقطی رحمۃ اللہ علیہ، آپ کو عطا کردہ دو سند اجازات کے مخطوطے دار الکتب مصریہ قاہرہ میں زیر نمبر ۳۱۳، ۴۵۸ محفوظ ہیں۔
- بغداد میں مزار امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور مزار سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر قائم مدارس کے استاد شیخ عبداللہ بن حسین سویدی بغدادی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۱ء)
- عالم جلیل، مؤرخ، محقق، علامہ ابن حجر عسقلانی کے سوانح نگار شیخ عبداللہ بن زین الدین بصروی دمشقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۷ء)
- شیخ عبداللہ ابن حطاب سفارینی نابلسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء)
- شیخ عمر بن علاء الدین جوہری نابلسی حنفی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۱ھ/۱۷۶۸ء)
- فقیہ جلیل و مدرس جامع اموی شیخ محمد بن ابوبکر جاویش دمشقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۷ء)
- عالم وشاعر شیخ محمد بن احمد بصیر میدانی دمشقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۴ء)
- محدث ومسند شام صاحبِ تصانیف شہیرہ شیخ محمد بن احمد سفارینی نابلسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۸ھ/۱۷۷۴ء)
- شیخ الاسلام نجم الدین غزی کے نبیرہ شیخ محمد بن خلیل غزی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۲ء)
- محدث اعظم ومسند شام شیخ محمد بن عبدالرحمٰن کزبری دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء)
- عالم وشاعر شیخ محمد بن عبیداللہ عطار دمشقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۷ھ/۱۷۴۴ء)
- جامع سنان پاشا دمشق کے خطیب شاعر شیخ محمد بن عجمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰ء)

○ محدث مسند مجدد فقیہ حنفی احیاء العلوم کے شارح و صاحب تاج العروس علامہ سید محمد مرتضٰی بلگرامی زبیدی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء) جنہوں نے ۱۱۷۱ھ کو مصر میں آپ سے سند روایت حاصل کی۔

علاوہ ازیں شیخ احمد منینی کے اپنے تین فرزندان شیخ اسمٰعیل منینی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء)، شیخ عبدالرحمٰن منینی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۸ء) اور شیخ علی منینی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء) بھی آپ کے شاگرد اور ملک شام کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ مزید یہ کہ مرادی خاندان کے متعدد اکابرین آپ کے شاگرد تھے۔ شیخ اسمٰعیل منینی جو جامع اموی کے امام و خطیب تھے ان کے نام سند واجازت دارالکتب مصریہ قاہرہ میں زیرنمبر ۳۸/ تیمور محفوظ ہے۔ استاذ العلماء شیخ احمد منینی کی قبر قبرستان دحداح میں واقع ہے۔

تصنیفات

○ **استنزال النصر بالتوسل باهل بدر**، مخطوط مخزونہ ذخیرہ کتانی مکتبہ عامہ رباط مراکش

○ **رضاء الدراری فی شرح صحیح البخاری**، آغاز سے کتاب الصلاۃ تک، مخطوطہ مکتبہ حرم مکی زیرنمبر ۸۶۴، ۴۶۵ مائیکروفلم ۵۶، ۵۷

○ **الاعلام فی فضائل الشام**، مطبوعہ

○ **بُلغة المحتاج لمعرفة مناسک الحاج**، شیخ عبدالرحمان عمادی کی تصنیف کا اختصار مع زیادات۔

○ **سند المنینی**، مخطوطہ دارالکتب مصریہ قاہرہ زیرنمبر ۹۳۳/ مجامیع طلعت

○ **شرح الصدر بشرح ارجوزة استنزال النصر**، مخطوطہ مکتبہ حرم مکی زیرنمبر ۲۷ مائیکروفلم ۲۱۵۲، ۲۵۹۸

○ **العقد المنظم**، تفسیر سورۃ مریم آیت ۱۶

○ **فتح القریب**، مصنف کی دوسری منظوم تصنیف **مواهب المجیب** کی شرح، چودھویں صدی ہجری کے ابتدائی عشروں میں **فهرس الفهارس** کے مصنف نے اس کا قلمی نسخہ تیونس میں دیکھا۔

○ **فتح المنان شرح قصیدة وسیلة الفوز والآمان فی مدح صاحب الزمان**

○ **الفتح الوهبی شرح تاریخ العتبی**، استنبول میں قیام کے دوران خلافتِ عثمانیہ کے مفتی اعظم کی تحریک پر لکھی جو ترکی میں مقبول عام ہوئی، دو جلدوں میں شائع ہوئی۔

○ **الفرائد السنية فی الفوائد النحوية**، مخطوط

○ **القول السديد فی متصل الاسانيد**، مخطوط مکتبہ عارف حکمت مدینہ منورہ نیز دار الکتب مصریہ قاہرہ میں اس کے پانچ مخطوطات محفوظ ہیں جن میں سے ایک آپ کے فرزند شیخ اسمٰعیل منینی کا کتابت کردہ ہے سنہ کتابت ۱۱۶۳ھ زیر نمبر ۳۸/ تیمور

○ **القول المرغوب**، تفسیر سورۃ مریم آیات ۴، ۵   ○ **القول الموجز فی حل الملغز**

○ **مطالع النيرين فی اثبات النجاة والدرجات لوالد سيد الكونين**، مخطوط ذخیرہ چیسٹر بیٹی آئرلینڈ

○ **مواهب المجيب فيما يختص بالحبيب**، علامہ سیوطی کی "**انموذج اللبيب فی خصائص الحبيب**" کو تقریباً بارہ سو اشعار میں ڈھالا۔

○ **النسمات السحرية فی مدح خير البرية**، آپ کے انتیس نعتیہ قصائد کا مجموعہ۔

ان تصنیفات کے علاوہ گورنر دمشق عثمان پاشا ابوطوق کی خواہش پر شیخ میر علی شیر نوائی کی تصنیف "**السبعة البحر فی اللغة**" کے متروکہ مسودہ بخط مصنف کا مبیضہ تیار کیا۔ صاحب سلک الدرر نے شیخ احمد منینی کی شاعری کے متعدد نمونے پیش کیے ہیں۔

مآخذ

۱......**الاعلام**، جلد ۱ صفحہ ۱۸۱
۲......**سلک الددر**، جلد، صفحہ ۱۵۳ تا ۱۶۶ اور دیگر صفحات
۳......**فهرس الفهارس**، جلد ۲ صفحہ ۹۷۶ تا ۹۷۷
۴...... **فهرست المخطوطات دار الكتب المصرية**، جلد، صفحہ ۲۸ تا ۲۹، ۲۴۴، ۲۷۶ تا ۲۷۷
۵...... **معجم مؤلفی مخطوطات مكتبة الحرم المكی الشريف**، صفحہ ۴۷۷

☆

شیخ سید احمد سعید بن علی مرادی

(۱۱۵۰ھ......۱۱۸۰ھ/۱۷۳۷ء......۱۷۶۷ء)

آپ دمشق میں پیدا ہوئے وہیں پر وفات پائی۔ شیخ القراء شیخ سلیمان بن محمد مصری نزیل دمشق سے قرآن مجید و تجوید اور شیخ احمد بن عبد اللطیف تیونسی سے ابتدائی کتب کے متون حفظ کیے، شیخ علاء الدین علی بن صادق داغستانی دمشقی سے تفسیر، حدیث وغیرہ علوم اخذ کیے نیز شیخ احمد بن عبید اللہ عطار شافعی، شیخ ابراہیم

بن عبداللہ سویدی بغدادی اور شیخ محمد بن حسین حصاری حنفی کی شاگردی اختیار کی۔ علاوہ ازیں اپنے نانا الامام الکبیر ابوالنجاح شیخ احمد منینی سے تعلیم وتربیت پائی۔

آپ نے والد ماجد سے علومِ تصوف پڑھے نیز فیض سلسلہ نقشبندیہ اخذ کیا۔ جب آپ کے والد و دادا محترم استنبول، القدس اور الخلیل کے دورہ پر گئے تو کم سنی کے باوجود آپ بھی ہمراہ تھے۔ آپ عالم و فاضل، شاعر و ادیب، ذہین و فطین، خوش اخلاق و خوش لباس، زود نویس، خطاط، حسن تدبیر اور معاملات کی فوری تفہیم کے اوصاف سے متصف تھے۔ والد گرامی نے خانقاہ مرادیہ سے متعلق جملہ املاک کی نگرانی آپ کے سپرد کر رکھی تھی اور آپ ان کی مرضی و ارادہ کے بغیر کوئی کام انجام نہ دیتے۔ آپ درس و تدریس سمیت جملہ امور میں ان کی اعانت کرتے اور علم و فضل میں مشہور ہوئے۔ آپ نفاست پسند تھے اور آج کے مکتبہ ظاہریہ کے پہلو میں اپنے والد ماجد کی قیام گاہ کے قریب شاندار گھر تعمیر کرایا۔

آپ کے والد گرامی آپ کو دمشق میں اپنا نائب مقرر کر کے حج و زیارت کی تیاری میں مصروف تھے کہ یکا یک شیخ احمد سعید بیمار پڑ گئے اور مرض بڑھتا گیا حتیٰ کہ قافلۂ حج کی روانگی سے قبل ہی عین عالم شباب میں تیس برس کی عمر میں وفات پا گئے اور محلہ صاروجا میں آپ کے جد امجد کے قائم کردہ مدرسہ نقشبندیہ برانیہ مرادیہ میں قبر بنی۔ آپ اہلِ دمشق کی محبوب شخصیت تھے لہٰذا آپ کے وصال پر انہوں نے گہرے حزن و ملال کا اظہار کیا اور متعدد شعراء نے مرثیے لکھے۔ صاحب سلک الدرر جو آپ کے چھوٹے بھائی ہیں انہوں نے شیخ احمد سعید مرادی کی اپنی شاعری کا نمونہ نیز آپ پر دمشق کے مشہور شاعر مصطفیٰ موجی شافعی کا تخلیق کردہ مرثیہ شامل کتاب کیا ہے۔

مأخذ

۱...... سلک الدرر، جلد، صفحہ ۱۶۶تا ۱۶۹

☆

شیخ سید طاہر بن عبداللہ مرادی

(١١٣٩ھ......١١٨٠ھ/١٧٢٦ء......١٧٦٧ء)

آپ دمشق میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ابھی کم سن تھے کہ والد ماجد نے وفات پائی لہٰذا آپ کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری آپ کے دادا محترم نے انجام دی۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں

شیخ ابوالفتح عجلونی، شیخ ضیاء عبدالغنی صالحی اور شیخ احمد بن عبید اللہ عطار اہم نام ہیں۔ آپ کے دادا شیخ سید مصطفیٰ بن محمد مراد مرادی اور نانا شیخ سید محمد بہاء الدین مرادی آپس میں بھائی تھے اور شیخ طاہر نے نقشبندی سلسلہ اپنے ان دونوں جلیل القدر بزرگوں سے اخذ فیض کیا۔

آپ عزلت پسند تھے اور اہم ضرورت کے بغیر اپنی قیام گاہ سے باہر نہ نکلتے۔ ایک بار اپنے نانا کی معیت میں استنبول تشریف لے گئے جہاں خلیفہ نے آپ کو تحائف پیش کرنے کے علاوہ آپ کا وظیفہ بھی مقرر کیا۔

۱۰۸۰ھ میں آپ کے چچازاد شیخ علی مرادی حج وزیارت کے لیے روانہ ہوئے تو آپ بھی ہمراہ تھے، آپ دورانِ سفر مرض میں مبتلا ہوگئے اسی حالت میں حج ادا کر کے مدینہ منورہ روانہ ہوے اور جب شہر میں داخل ہو رہے تھے تو گرم ہوا کی ایسی لہر آئی کہ اس کی حدت سے بہت سے حجاج وزائرین مرض کا شکار ہو کر فوراً چل بسے آپ بھی انہی میں سے ایک تھے، جنت البقیع میں قبر بنی۔

مأخذ

۱......سلک الدرر، جلد۲صفحہ۲۵۰ تا۲۵۱

☆

شیخ سید علی بن محمد مرادی

(۱۱۳۲ھ......۱۱۸۴ھ/۱۷۲۰ء......۱۷۷۱ء)

آپ دمشق میں پیدا ہوے وہیں پر وفات پائی۔ اپنے عارف کامل و عالم فاضل والد ماجد سے تعلیم وتربیت کے علاوہ سلوک کی منازل طے کیں اور شیخ القراء شیخ علی مصری نزیل دمشق سے قرآن کریم جبکہ شیخ محمد دیری نزیل دمشق، مفتی شافعیہ شیخ محمد غزی، شیخ احمد منینی، شیخ صالح جینی، شیخ اسماعیل عجلونی، شیخ علی داغستانی اور شیخ موسیٰ محاسنی سے مختلف علوم پڑھے نیز قطب الاقطاب الاستاذ الاکبر شیخ عبدالغنی نابلسی سے اخذ فیض کیا۔

جب حج وزیارت کے لیے گئے تو وہاں شیخ محمد حیات سندھی مہاجر مدنی، شیخ محمد بن طیب مغربی مدنی، امام وخطیب مسجد حرم مکی شیخ اسعد بن عبداللہ عتاقی زادہ حنفی، مفتی مکہ مکرمہ وامام مسجد حرم شیخ علی بن عبدالقادر مفتی، خاتمۃ المحدثین علامہ سید عمر بن احمد عقیل علوی سقاف مکی شافعی نیز خلافتِ عثمانیہ کے مفتیِ اعظم

شیخ عبداللہ رومی ایرانی سے سند روایت حاصل کی۔

آپ عالمِ جلیل، ادیب اریب، حاذق، صائب الفکر، کشادہ دل، کلمۂ حق کے لیے کسی مصلحت کو خاطر میں نہ لانے والے، شرعی احکامات کے پابند، مہمان نواز، علماء و مشائخ سے محبت کرنے والے، سخی، دوسروں کی خوبیوں کے معترف، مدارس اور فلاحی اداروں کے اہم معاون و سرپرست، شاعر و ناثر، فقیہ حنفی، امیر و فقیر اور چھوٹے بڑے سے یکساں محبت سے پیش آنے والے، مرشد کامل اور سالکین کی تربیت اور انہیں شرعی امور کا پابند بنانے میں ہر ممکن سعی کرنے والے اور اس کے لیے اپنی اولاد تک سے رعایت نہ برتنے والے تھے۔

آپ کی مجالس ہمیشہ علماء و ادباء سے خالی نہ ہوتیں اور ان میں علمی و ادبی موضوعات پر بھرپور بحث ہوتی اور یہ غیبت سے پاک ہوتیں ۱۱۸۲ھ میں عارف باللہ مرشد السالکین صاحبِ کرامات شیخ سید عبدالرحمٰن بن مصطفیٰ عیدروس یمنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء) قاہرہ سے دمشق تشریف لائے تو آپ کے ہاں قیام فرمایا، اس موقع پر دمشق کے علماء و مشائخ اور ساداتِ کرام کے عظیم اجتماعات ہوئے اور متعدد علمی موضوعات پر تبادلہ آراء ہوا۔

شیخ سید علی مرادی عمر بھر درس و تدریس اور دعوت و ارشاد سے وابستہ رہے۔ آپ مدرسہ سلیمانیہ میں ہدایہ کا درس دیا کرتے پھر القدس الشریف کے قاضی اور دمشق میں مفتی احناف کے مناصب آپ کے سپرد کیے گئے اور آپ نے یہ تمام ذمہ داریاں آخر عمر تک بڑی لگن اور محنت و جذبہ سے انجام دیں۔ دمشق کے حکمران آپ کی رائے کو رد نہ کرتے اور آپ کے احترام کو ملحوظِ خاطر رکھتے۔ آپ انہیں ظلم و جور سے روکنے کے لیے ہمیشہ فعال رہتے۔ آپ اپنے دور کی انتہائی اہم اور مشہور شخصیت میں سے تھے۔

آپ نے والد گرامی کی معیت میں تین بار حج و زیارت کی سعادت پائی اور ایک بار استنبول تشریف لے گئے، خلیفۂ عثمانی سلطان مصطفیٰ خان ثالث آپ کے علم و فضل کے معترف و مداح تھے اور بذریعہ خطوط آپ سے دعاؤں کے متمنی رہتے اور خطوط میں آپ سے یوں مخاطب ہوتے۔

> ”عمدۃ المتورعین والزھاد، زبدۃ المتشرعین والعباد، سراج الارشاد، مصباح السراد، شیخنا ابن الشیخ مراد، زید فضلہ“۔

آپ ہر سال اپنے گھر پر عظیم الشان محفل میلاد کا اہتمام کرتے۔ ایک برس کا واقعہ ہے کہ شہر کے حاکم، قاضی، عمائدین، علماء و مشائخ اور عوام کی بہت بڑی تعداد اس محفل میں حاضر تھے اور مولود نامہ کی قرأت عروج پر تھی کہ گھر کی عمارت سے لکڑی کا ایک تختہ زمین پر آ گرا اور حاضرین مضطرب ہو کر اس جانب متوجہ

ہو گئے۔ اس پر آپ نے فرحت و سرور کے لہجہ میں فرمایا: ذکر میلاد پر جمادات بھی خوشی سے جھوم اٹھے، اور ارتجالاً اپنے یہ اشعار ترنم سے حاضرین کی نذر کیے:

ماتعجبوا من ذکر احمد سادتی
فالتَّخت نادی معلناً بصفاتهِ
نطق الجماد باسره فی مولدٍ
وانا الذی قد همت من برکاتهِ

اس موقع پر مفتی بیت المقدس صاحبِ تصانیف کثیرہ شیخ محمد طیب قافلاتی مغربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۱ھ/ ۱۷۷۸ء) بھی موجود تھے، انہوں نے سرور کے ان لمحات کو طویل کرتے ہوئے فی البدیہہ قطعہ پیش فرمایا:

تخشَّع التخت لما
رووا لذکر الحبیب
فارتجَّ بیدی حیناً
کجزع طُه المنیب
قطاف کاَس سرورٍ
علی جمیع القلوب

شیخ سید علی مرادی کی شادی اپنے استاد گرامی شیخ احمد منینی کی دختر سے ہوئی جن سے فرزند صالح شیخ سید احمد سعید مرادی تولد ہوئے۔ شیخ علی مرادی صبر و شکر کا پیکر تھے، اس کا ایک عملی مظاہرہ تب دیکھنے میں آیا جب ۱۱۸۰ھ میں آپ حج و زیارت کے لیے پابہ رکاب تھے کہ آپ کے جواں سال فرزند و جانشیں شیخ سید احمد سعید نے اچانک وفات پائی، آپ نے شدید حزن و ملال کے ان لمحات میں اپنے لائق و محبوب فرزند کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا اور پھر اپنے چھوٹے بھائی شیخ حسین مراد کو اپنا نائب مقرر کر کے اپنے دوسرے فرزند صاحب سلک الدرر جن کی عمر آٹھ برس تھی، انہیں ساتھ لے کر حسب ارادہ سفرِ حجاز پر روانہ ہو گئے۔

شیخ علی مرادی کی وفات پر عجیب اتفاق یہ پیش آیا کہ آپ نے مدرسہ سلیمانیہ میں درس کے دوران یہ مشہور اشعار پڑھے:

دفنو الجسم فی الژی
لیس فی الجسم مُنتفع
اِنَّما السرُّفی الذی
کان فی الجسم وارتفع

اور یہ آپ کی زندگی کا آخری حلقۂ درس ثابت ہوا۔ آپ کی قبر مسجد بخاری سے ملحق بنائی گئی جس پر گنبد تعمیر کیا گیا۔ آپ کی وفات پر شعراء نے قصائد لکھے۔

تصنیفات

○ **الاقوال العالنة فی احکام الدروز والتیامنة**
○ **دیوان شعر**، آپ کے فرزند صاحب سلک الدرر نے آپ کے کلام کو جمع کر کے کتابی صورت دی نیز اس کے متعدد نمونے اپنی مذکورہ بالا تصنیف میں شامل کیے
○ **الروض الرائض فی عدم صحة نکاح اهل السنة للروافض**
○ **شرح علی صلوٰات**، اپنے والد ماجد کی تصنیف کی شرح
○ **القول البین الرجیح، عندفقد العصبات تزویج اولی الارحام صحیح**، مخطوطہ مکتبہ عبید
○ نثر غزیر

مآخذ

١......الاعلام، جلد٥ صفحہ١٦
٢......سلک الدرر، جلد١ صفحہ١٦٨، جلد٣ صفحہ٢٣٣ تا٢٤١
٣...... الطریقة النشبندیة، صفحہ١١٦

☆

شیخ سید حسین بن محمد مرادی

(۱۱۳۸ھ......۱۱۸۸ھ/۱۷۲۵ء......۱۷۷۴ء)

آپ دمشق میں پیدا ہوئے وہیں پر وفات پائی۔ اپنے والد عارف کامل شیخ سید محمد بہاالدین مرادی سے قرآن مجید و دیگر علوم وفنون حاصل کیے نیز سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کر کے صوفیائے کے جمیع سلاسل میں خلافت پائی۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ مصطفیٰ بن محمد ایوبی اور شیخ احمد منینی اہم ہیں۔ شیخ سید حسین مرادی کی شادی اپنے استاد شیخ احمد منینی کی دوسری دختر سے ہوئی۔

آپ فقیہ حنفی، صوفی کامل، ادیب و فاضل، خوش خلق، کریم النفس، متواضع، فقراء اور دراویش سے محبت کرنے والے، علماء ومشائخ کے معتقد، تہجد کے پابند اور بکثرت درود شریف اور اوراد واذکار پڑھتے اور کہا گیا کہ آپ قطب دمشق تھے۔ آپ شہر کے علماء ومشائخ میں سرفہرست تھے، دیگر مقامات سے علماء استفادہ کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپ مذہبی وسیاسی فقراء واغنیاء سبھی طبقات میں مقبول اور مرجع تھے، آپ فساد رفع کرنے اور اصلاح وتنظیم میں سرگرم رہے اور دمشق کے حقیقی رہنما ہوئے اور ادباء وشعراء نے آپ کے مناقب بیان کیے۔

۱۱۸۴ھ میں آپ کے بھائی شیخ سید علی مرادی نے وفات پائی اور حکومتِ عثمانیہ نے آپ کو ان کی جگہ مفتی احناف دمشق مقرر کیا نیز دمشق میں ان سے متعلق تدریسی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی، کچھ عرصہ بعد قاضی القدس الشریف کا منصب بھی آپ کو سونپ دیا گیا۔

آپ نے والد و بھائی کے ہمراہ حج وزیارت کی سعادت پائی۔ والد گرامی کی معیت میں استنبول گئے اور جب سلطان عبدالحمید خان اول خلیفہ ہوئے تو انہوں نے آپ کے نام خط کے ذریعے دمشق میں آپ کی مؤثر وفعال شخصیت کی موجودگی کو باعث اطمینان قرار دیا نیز آپ سے دعاؤں کے طلب گار ہوئے اور ایک ہزار عثمانی دینار آپ کے نذر کیے۔

آپ کی نماز جنازہ میں اہلِ دمشق کے ہر طبقہ نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور محلہ صاروجا میں واقع اپنے گھر میں اپنے خاندان کے اکابرین کے پہلو میں قبر بنی۔ آپ صاحب سلک الدرر کے چچا ہیں۔

مآخذ

۱...... الحدائق الوردیۃ، صفحہ ۲۴۲

۲...... سلک الدرر، جلد ۱ صفحہ ۷۹ تا ۸۱

شیخ احمد شاکر بن عمر حکواتی

(۱۱۲۱ھ……۱۱۹۳ھ/۱۷۰۹ء……۱۷۷۹ء)

شام کے شہر حماہ کے باشندے جنہوں نے دمشق میں وفات پائی۔ قرآن مجید و دیگر مروجہ علوم وفنون حاصل کیے اور شعر و ادب میں نام پایا۔ آپ وطن سے سیاحت کے لیے نکلے اور حلب، بغداذ طرابلس، لاذقیہ، القدس مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ' مصر' ساحلی علاقے' مراکش' ترکی' ہندوستان اور عرب دنیا کے اکثر ممالک تک پہنچے اور وہاں کے ان گنت مشائخ سے فیض اخذ کیا۔ حلب میں قیام کے دوران آپ کی شہرت بطور شاعر عروج پر پہنچی اور مصر پہنچے تو اس میں مزید اضافہ ہوا۔

طویل سیاحت کے بعد آپ نے دمشق میں اپنے خاندان سمیت سکونت اختیار کر لی اور شاعری و افسانہ کا شغل اپنائے رکھا۔ پھر کیمیا گری کا شوق چرایا جس میں کچھ لوگ آپ کے ساتھ ہو گئے پھر اسی کام پر عمر کا بڑا حصہ صرف کر ڈالا، اس باعث مفلس ہوئے، بینائی کمزور ہوئی اور متعدد امراض لاحق ہو گئے۔ پھر سب کچھ ترک کر کے شہر کے قہوہ خانوں میں کہانیاں لطائف اور سیاحت کے واقعات سناتے نظر آنے لگے۔

لیکن جلد ہی اس نہج کو ترک کر کے کتبِ تصوف کا مطالعہ شروع کر دیا شیخ ابن عربی کی فتوحات مکیہ وغیرہ اکثر کتب اور شیخ عبدالغنی نابلسی کی تصنیفات کو بغور پڑھا اور تمام مشاغل چھوڑ کر گھر پر ہی خلوت نشین ہو گئے، اپنی شاعری کو صوفیانہ رنگ میں ڈھالا پھر شائقین آپ کے گھر جمع ہونے لگے جنہیں آپ درس دینے لگے۔

آپ شیخ محمد بہاء الدین مرادی کے مریدین میں سے تھے اور ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے شیخ سید علی مرادی کی مجالس سے فیض یاب ہوتے رہے۔ شیخ احمد شاکر حکواتی عالم' فاضل اور مشہور صوفی شاعر ہوئے آپ کا مجموعہ کلام "**حانة العشاق وریحانة الاشواق**" تین ضخیم جلدوں اور سات ابواب پر مشتمل ہے، جس کا دوسرا باب نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تیسرا اہلِ بیت صحابہ کرام و اولیاء عظام جبکہ پانچواں باب علماء فضلاء اور اعیان کے مناقب پر مشتمل ہے۔ صاحب سلک الدرر جو آپ کے اہم احباب میں سے تھے انہوں نے آپ کی شاعری کے متعدد نمونے شامل کتاب کیے ہیں۔

امراض نے آخر دم تک آپ کا تعاقب نہ چھوڑا اور طالبانِ علم و حکمت آپ کے گھر پر جمع ہوتے رہے حتیٰ کہ آپ نے وفات پائی، اور قبرستان شیخ قاسیون مین قبر بنی۔

مآخذ

۱...... الاعلام، جلد، صفحہ ۱۸۸

۲...... سلک الدرر، جلد ۱ صفحہ ۱۷۷ تا ۱۸۵

☆

شیخ سید محمد خلیل بن علی مرادی

(۱۱۷۳ھ......۱۲۰۶ھ/۱۷۶۰ء......۱۷۹۱ء)

آپ دمشق میں پیدا ہوئے اور حلب میں وفات پائی وہیں پر قبر بنی۔ اپنے والد ماجد سے تصوف سمیت متعدد علوم میں تعلیم و تربیت پائی اور دیگر اساتذہ میں شیخ ابراہیم میرانی، شیخ خلیل کاملی، شیخ محمد کمال الدین بکری صدیقی، شیخ مصطفیٰ علوانی وغیرہ علماء و مشائخ ہیں۔ نیز ترکی، مصر، حجاز اور شام کے مختلف مقامات کے سفر کر کے وہاں کے اکابرین سے اخذ کیا۔

آپ عالمِ جلیل، فقیہ حنفی، مرشد، مؤرخ کبیر اور ادیب تھے جو ۱۱۹۱ھ کو دمشق میں انتہائی اہم دینی منصب مسجد اموی کے ناظم مقرر کئے گئے جبکہ آپ کی عمر محض اٹھارہ برس تھی اور ۱۱۹۲ھ میں آپ دمشق کے مفتی احناف پھر ۱۲۰۰ھ میں نقیب الاشراف شام کے مناصبِ رفیعہ پر تعینات کیے گئے۔ آپ نے عین عالمِ شباب میں ۳۴ برس کی عمر میں وفات پائی اور ان اہم مناصب پر خدمات انجام دینے کے علاوہ متعدد اہم کتب یادگار چھوڑیں، آپ نادر شخصیات میں سے ہوئے۔

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ مرادیہ کے سرخیل شیخ محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا نسب یوں متصل ہوتا ہے۔ شیخ سید محمد خلیل بن علی بن محمد بہاء الدین بن محمد مراد بن علی حسینی بخاری ازبکی دمشقی حنفی، رحمہم اللہ تعالیٰ

تصنیفات

○ **اتحاف الاخلاق باوصاف الاسلاف**، معاصر اکابر علماء شام کا تذکرہ، ناقص مخطوطہ بخط مصنف مخزونہ پرنسٹن یونیورسٹی امریکہ زیر نمبر ۶۵۹

- **تحفة الدهر فی تراجم معاصریه من اهل المدینة**، مدینہ منورہ کے معاصر فقہاء، علماء وعاظ کے حالات، مخطوطہ کیمبرج یونیورسٹی، سنہ کتابت ۱۲۰۲ھ۔ بعض نے اسے شیخ عمر بن عبدالسلام داغستانی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۰٦ھ) کی تصنیف قرار دیا ہے۔
- **ذیل سلک الدرر**، آپ کی دوسری تصنیف کا تکملہ، مسودہ بخط مصنف کی فوٹو کاپی مخزونہ دارالکتب مصریہ قاہرہ زیر نمبر ۲۴۰۹/ تاریخ/ تیموریہ
- **سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر**، بارھویں صدی ہجری کی اسلامی دنیا کے ساڑھے سات سو سے زائد مشہور شخصیات بالخصوص علماء ومشائخ کا مفصل تذکرہ، چار ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ مقبول عام کتاب ۱۳۱۰ھ میں مصر سے شائع ہوئی بعد ازاں استنبول، بغداد، بیروت وقاہرہ سے لاتعداد ایڈیشن سامنے آئے۔
- **عرف البشام فیمن ولی فتوی دمشق الشام**، دمشق میں مفتی تعینات رہنے والے علماء کا تذکرہ، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء میں عربی لغت اکیڈمی دمشق نے شائع کی
- **مطمح الواجد فی ترجمة الوالد الماجد**، اپنے والد گرامی کے حالات وخدمات کا مفصل تذکرہ، مخطوطہ

مآخذ

۱......الاعلام، جلد ٦ صفحہ ۱۱۸

۲......سلک الدرر، جلد ۴ صفحہ ۳۱۱ تا ۳۱۲ بقلم اکرم حسن علمی

۳......الطریقة النشبندیة، صفحہ ۱۳٦ تا ۱۳۷

☆......☆......☆

کتابیات

۱...... **اعلام المکیین، من القرن التاسع الی القرن الرابع عشر الهجری**، عبداللہ بن عبدالرحمان معلمی، طبع اول ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء الفرقان اسلامک ہریٹج فاؤنڈیشن لندن، جدہ شاخ

۲...... **الاسرة الطبریة المکیة، من اسر العلم فی الحرمین الشریفین**، ڈاکٹر عائض ردادی، طبع اول ۱۴۱٦ھ/۱۹۹۵ء دار رفاعی ریاض

۳...... **الاعلام، قاموس تراجم لا شهر الرجال والنساء من العرب والمستعربین والمستشرقین**، خیر الدین زرکلی، طبع ششم ۱۹۸۴ء دار العلم للملایین بیروت

۴...... جامع کرامات اولیاء، شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، اردو ترجمہ پروفیسر سید محمد ذاکر شاہ چشتی سیالوی، طبع ۱۹۹۹ء ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

۵...... حدائق الحنفیہ، مولانا فقیر محمد جہلمی، ترتیب وحواشی معہ تکملہ خورشید احمد خان، ۱۹۸۶ء یا اس کے بعد شائع ہوئی، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ لاہور

۶...... الحدائق الوردیة فی حقائق اجلا النقشبندیة، شیخ عبدالمجید بن محمد خانی، طبع ۱۳۰۸ھ عبدالوکیل دروبی جامع درویشیہ دمشق

۷...... سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر، شیخ محمد خلیل مرادی، تحقیق اکرم حسن علمی، طبع اول ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء، دار صادر بیروت

۸...... الطریقة النقشبندیة واعلامها، ڈاکٹر محمد درنیقہ، سنہ ومقامِ اشاعت درج نہیں البتہ مقدمہ کتاب ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء کو طرابلس میں لکھا گیا، جروس پریس

۹...... فہرست المخطوطات، دارالکتب المصریۃ، فواد سید، طبع ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء، دارالکتب قاہرہ

۱۰...... فہرست المخطوطات، دارالکتب المصریۃ، مصطلح الحدیث، فواد سید وغیرہ، طبع ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء دارالکتب قاہرہ

۱۱...... فہرس الفهارس والاثبات و معجم المعاجم والمشیخات والمسلسلات، علامہ سید عبدالحیٰ بن عبدالکبیر کتانی، تحقیق ڈاکٹر احسان عباس، طبع دوم ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء دارالغرب الاسلامی بیروت

۱۲...... فہرس مخطوطات مکتبة مکة المکرمة، پروفیسر ڈاکٹر محمد حبیب ھیلہ وغیرہ دس اہل علم نے مل کر مرتب کی، طبع اول ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء مکتبہ شاہ فہد ریاض

۱۳...... معجم ما اُلّف عن مکة، ڈاکٹر عبدالعزیز سنیدی، طبع اول ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، مصنف نے بریدہ سعودی عرب سے شائع کی

۱۴...... معجم مؤلفی مخطوطات مکتبة الحرم المکی الشریف، شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن معلمی، طبع اول ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء، مکتبہ شاہ فہد ریاض

۱۵...... نزهة الخواطر و بهجة المسامع والنواظر، حکیم سید عبدالحیٰ لکھنوی وعلامہ سید علی لکھنوی، طبع ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، دار ابن حزم بیروت

۱۶...... نظم الدرر فی اختصار نشر النور و الزهر فی تراجم افاضل مکة، من القرن العاشر الی القرن الرابع عشر، شیخ عبداللہ غازی ہندی مکی، مخطوطہ بخط مصنف ذخیرہ محمد نصیف جدہ یونیورسٹی لائبریری۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرب دنیا کے نقشبندی علماء ومشائخ

عبدالحق انصاری

☆☆

شیخ محمد بن احمد عقیلہ رحمۃ اللہ علیہ:

----۱۱۵۰ھ/----۱۷۳۷ء

آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پر وفات پائی، آپ کے اہم اساتذہ میں خاتمۃ المحدثین شارح صحیح بخاری صوفیِ کامل مدرسہ مسجدِ حرم شیخ عبداللہ بن سالم بصری شافعی، محدث وفقیہ صوفیِ کامل ساٹھ سے زائد کتب کے مصنف مدرس حرمین شریفین شیخ حسن بن علی عجیمی حنفی اور امام الفقہاء صاحبِ تصانیف امام ومدرس مسجدِ حرم شیخ تاج الدین بن احمد دھان حنفی رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین کے اسماء گرامی ہیں۔

شیخ ابن عقیلہ نے مکہ مکرمہ میں موجودان اکابرین کے علاوہ وہاں پر وارد ہونے والے دیگر علماء ومشائخ سے بھی اخذ کیا، ان میں شیخ حسین بن عبدالرحیم، صوفیِ کامل صاحب تصانیف قاری شیخ احمد بن محمد بن عبدالغنی البناء دمیاطی مصری مدنی شافعی نقشبندی، شیخ سید عبداللہ بن علی باحسین سقاف نقشبندی نزیل مدینہ منورہ، فقیہ جلیل وصاحب تصانیف وکرامات معمر ملا الیاس بن ابراہیم کردی کورانی مصری دمشقی شافعی، مفتیِ حنابلہ دمشق شیخ القراء والمحدثین قطب ربانی صاحب کرامات شیخ محمد ابوالمواھب بن عبدالباقی، شیخ سید محمد بن علی احمدی باعلوی، مولانا سید سعداللہ حسینی سلونی رائے بریلوی سورتی قادری، عارف ربانی شیخ قاسم بن محمد بغدادی رومی، قطبِ زمان فقیہ شافعی صاحب کرامات کثیرہ والنصائح الدینیۃ وغیرہ کتب کے مصنف شیخ سید عبداللہ بن علوی حداد تریمی، شیخ سید علی بن عبداللہ عیدروس تریمی حضرمی شافعی مقیم سورت ہندوستان شامل ہیں۔

ان مشائخ عظام سے شیخ ابن عقیلہ نے تفسیر، قرأت، حدیث، اسانید ومرویات، فقہ وتصوف وغیرہ علوم میں بھرپور استفادہ اٹھایا' پھر اپنے دور کی ممتاز علمی وروحانی شخصیات میں سے ہوے۔ آپ نے شیخ محمد بن علی احمدی سے ذکر میں تلقین اور شیخ ابوالمواھب حنبلی سے علم حدیث کے علاوہ تصوف کے جملہ علوم اخذ کیے' جبکہ

☆......شیخ قاسم بغدادی سے سلسلہ قادریہ

☆......شیخ سید علی بن عبداللہ تریمی سے بذریعہ مراسلت سلسلہ عیدروسیہ قادریہ

☆......شیخ سید عبداللہ حداد سے سلسلہ باعلویہ بذریعہ مراسلت

☆......شیخ احمد نخلی وشیخ احمد البناء دمیاطی سے نقشبندیہ سنبھلیہ

☆......شیخ سید عبداللہ سقاف سے نقشبندیہ مجددیہ

اور مذکورہ بالا دیگر مشائخ سے اٹھارہ مختلف مسلاسل صوفیہ میں اجازت وخلافت پائی۔ پھر ان کی اسانید پر کتاب ''عقد الجواھر'' تصنیف کی، جن میں اہم یہ ہیں:

احمدیہ، باعلویہ، چشتیہ، خضریہ، خلوتیہ، رفاعیہ، سطوحیہ، سعدیہ، سہروردیہ، شاذلیہ، شطاریہ، عیدروسیہ، قادریہ، نقشبندیہ۔

اور نقشبندی سنبھلی ونقشبندی مجددی سلاسل میں آپ کی اسنادیوں ہیں:

○ شیخ محمد بن احمد عقیلہ عن شیخ احمد بن محمد نخلی مکی عن شیخ تاج الدین سنبھلی مہاجر مکی عن خواجہ باقی باللہ کابلی دہلوی........

○ شیخ محمد بن احمد عقیلہ عن شیخ احمد بن محمد عبدالغنی البناء دمیاطی مدنی عن شیخ احمد بن محمد عجلی یمنی عن شیخ تاج الدین سنبھلی مہاجر مکی عن خواجہ باقی باللہ کابلی دہلوی........

○ شیخ محمد بن احمد عقیلہ عن شیخ سید عبداللہ بن علی باحسین علوی سقاف عن خواجہ محمد صدیق سرہندی عن خواجہ محمد معصوم سرہندی عن شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی عن خواجہ باقی باللہ کابلی دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین........

جبکہ شیخ ابن عقیلہ نے سلسلہ قادریہ میں متعدد مشائخ سے خلافت پائی اور اسی سے گہرائی لگاؤ ہوا، پھر آپ قادری سلسلہ کے مرشد کبیر کے طور پر ہی جانے گئے۔

آپ محدث، مسند، مرشد طریقت، مؤرخ، مدرس اور کثیر التصانیف شخصیت تھے اور تذکرہ نگاروں نے آپ کو ابوعبداللہ، جمال الدین والدنیا، شمس الدین، طاہر، محدث حجاز، خاتمۃ المحدثین، مسند العصر، محرر الشریعۃ، مجدد الطریقۃ، علامۃ الزمان، مرشد السالکین ومربی المریدین، برکۃ المسلمین، امام العصر، وحید العصر اور صوفی کے القاب واوصاف سے یاد کیا ہے۔ علوم قرآن مجید پر آپ کو جو عبور حاصل تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس موضوع پر آپ کی فقط ایک تصنیف پر کام کے نتیجہ میں اب تک پی ایچ ڈی کی ایک اور ایم فل کی چار ڈگریاں جاری کی جا چکی ہیں۔ اور علم حدیث میں آپ کے معاصرین میں ہر سو شہرت تھی، آپ کو درسِ حدیث پر بطور خاص عبور حاصل تھا اور آپ جہاں بھی مقیم ہوتے' علم کی اس اہم صنف سے گہرا شغف رکھنے والے طلباء وعلماء آپ کی خدمت میں جوق در جوق حاضر ہو کر دروس سماعت کرتے۔ نیز آپ سے سند روایت حاصل کرتے۔ ہندوستان کی عظیم شخصیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۴۳ھ میں حجاز مقدس حاضر ہوئے تو شیخ ابن عقیلہ کی شاگردی اختیار کر کے آپ سے سند پائی۔

اور اسماء الرجال نیز اسانید ومرویات کے ادق موضوع پر حاصل آپ کے کمال کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اس پر متعدد کتب تصنیف کیں۔ نیز اکابر علماء ومشائخ سے خود مختلف علوم میں اجازت حاصل کی۔ پھر ان کی اسانید کو اپنی کتب میں منضبط کیا۔ علم تاریخ سے گہرا تعلق بھی ماضی کے علم کے اہم اوصاف میں شامل تھا، شیخ ابن عقیلہ نے اس پر بھی توجہ دی اور مستقل کتاب تصنیف کر کے اسلاف کے تذکرہ کو زندہ وا جاگر کیا۔ تصوف وصوفیاء کرام سے آپ کے تعلق کا کچھ ذکر اوپر گزرا' مزید یہ کہ آپ نے تصوف پر متعدد کتب تصنیف کیں اور مکہ مکرمہ کے محلہ معابدہ کے آغاز میں آپ نے خانقاہ قائم کی' جسے مؤرخین نے ''زاویہ ابن عقیلہ'' کے نام سے ذکر کیا ہے اور یہ ان ایام کے مکہ مکرمہ میں سب سے اہم خانقاہ تھی۔ ان تمام اوصاف کے ساتھ آپ وہاں کے اہم حنفی علماء میں سے تھے اور تفقہ، تقویٰ، زہد وورع اور ریاضت ومجاہدہ میں بھی ممتاز تھے۔

علمِ حدیث اور ان کی اسانید ومرویات سے آپ کے گہرے شغف کا نتیجہ تھا کہ آپ نے متعدد احادیث کی سند روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اپنے اساتذہ تک کا مکمل سلسلہ روایت، متعلقہ حدیث کے ساتھ اپنی کتب میں درج کیا۔ جیسا کہ حضرت دیلمی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ جب مؤذن ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ'' کہے تو سننے والا اپنے انگوٹھے چوم کر انہیں اپنی آنکھوں پر

لگائے تو اندھاپن و آشوب چشم سے محفوظ رہے گا۔ اس حدیث سے متعلق شیخ ابن عقیلہ کی مکمل سند روایت ان کے استاد مسند حجاز شیخ حسن بن علی عجیمی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے "الفوائد الجلیلۃ" میں مذکور ہے۔

۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء میں آپ نے شام عراق و ترکی کا سفر کیا جس دوران دمشق، حلب، بغداد، استانبول وغیرہ شہروں میں خلق کثیر آپ سے فیض یاب ہوئی اور بیعت و خلافت، روایت و اجازت نیز اوراد و اذکار اخذ کیے۔ دمشق میں آپ نے مدرسہ قمقیہ میں قیام کیا جہاں آپ درس دیتے ہیں، جس میں پورا شہر امڈ پڑتا اور دمشق میں ہی آپ نے حلقات ذکر منعقد کیے جن کی گونج آج تک تاریخ کے صفحات پر باقی ہے۔

تلامذہ و خلفاء

شیخ ابن عقیلہ سے اخذ کرنے والی جن شخصیات کے حالات راقم کے پیش نظر مختلف کتب میں مذکور ہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱...... مسجد حرم مکی میں اذان و نماز کے تعین اوقات نیز گھڑی کے نگران و مؤقت شیخ ابراہیم بن محمد زمزمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء)

۲...... ادیب و شاعر حکیم مفتی سید ابراہیم بن محمد سعید حسینی ادریسی منوفی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء)

۳...... دمشق کی قدیم ترین و مرکزی مسجد جامع اموی میں نعت و ذکر وغیرہ محافل کے مہتمم شیخ احمد بن شمس الدین سوار شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۳ھ/۱۷۶۰ء)

۴...... استاذ العلماء شارح صحیح بخاری و مسند شیخ احمد بن علی فینی دمشقی حنفی نقشبندی مجددی مرادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۹ء)

۵...... حلب میں سلسلہ قادریہ کے مشہور مرشد، صاحب تصانیف، نعت گو شاعر ابوالفتوح نجیب الدین شیخ سید احمد بن محمد حلوی حموی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) آپ نے شیخ ابن عقیلہ سے حلب میں اخذ کیا۔

۶...... محدث شام، صاحب الاوائل العجلونیۃ ابوالفداء شیخ اسماعیل بن محمد جراحی عجلونی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۲ھ/۱۷۴۹ء)، آپ حج و زیارت کے لیے گئے تو مکہ مکرمہ میں شیخ ابن عقیلہ سے خود اپنے اور فرزندانِ شیخ محمد و احمد ابی الہدیٰ عجلونی کے لیے سند روایت حاصل کی۔ بعد ازاں ۱۱۴۳ھ میں

آپ دمشق گئے تو وہاں پر شیخ عجلونی نے آپ سے دوبارہ سند حاصل کی اور یہ دونوں آج بھی دارالکتب مصریہ قاہرہ میں زیر نمبر ۹۷/ تیمور محفوظ ہیں۔ جبکہ زرکلی نے ان میں سے ثانی الذکر کے کچھ حصہ کا عکس شیخ ابن عقیلہ کے حالات کے ضمن میں دیا ہے۔ یہ اجازات خود شیخ ابن عقیلہ کی تحریر کردہ ہیں۔ نیز ان پر آپ کی مہر ثبت ہے۔

۷...... شمالی یمن کے علمی وروحانی شہر زَبِید کے شیخ امر اللہ بن عبدالخالق بن ابوبکر مزجاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔

۸...... مفتی احناف دمشق جنھوں نے قرآن مجید کی منظوم تفسیر دس جلدوں میں لکھی۔ شیخ حامد بن علی عمادالدین عمادی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۷۱ھ/ ۱۷۵۸ء)

۹...... صاحب تصانیف شیخ عبدالخالق بن ابوبکر مزجاجی زبیدی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۸۱ھ/ ۱۷۶۷ء)

۱۰...... فقیہ حنبلی شاعر وصاحب سلک الدرر کے استاد شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بعلی دمشقی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۹۲ھ/ ۱۷۷۸ء)۔ آپ نے حلب میں شیخ ابن عقیلہ سے بخاری شریف کا اکثر حصہ پڑھا۔

۱۱...... محدث وفقیہ شافعی مدرس مسجد اموی شیخ عبدالرحمٰن بن محمد زین الدین کزبری دمشقی المعروف بہ کزبری کبیر رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۸۵ھ/ ۱۷۷۱ء)

آپ نے دمشق میں شیخ ابن عقیلہ سے جملہ سلاسل تصوف ودیگر مرویات میں اجازت حاصل کی۔

۱۲...... مسجد شیخ الاکبر دمشق کے مہتمم شیخ عبدالقادر بن عبدالرحمٰن سقطی صالحی عدوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۰ء) آپ نے حدیث الرحمۃ سماعت کی۔

۱۳...... قطب زماں جنوبی یمن کے علمی وروحانی شہر شحر کے شیخ سید عبداللہ بن جعفر مدھر باعلوی شافعی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۵۹ھ/ ۱۷۴۶ء) جو بیس برس تک دہلی میں مقیم رہے۔

۱۴...... قاری فقیہ شافعی شیخ علی بن احمد کزبراز ہری رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۶۵ھ/ ۱۷۵۲ء) شیخ ابن عقیلہ نے آپ کو جملہ سلاسل تصوف میں اجازت وخلافت عطا کر کے دمشق میں اپنا خلیفہ قرار دیا۔

۱۵...... جامعہ ازہر قاہرہ کے اہم عالم وصوفیہ کے سلسلہ احمدیہ کے مرشد، صاحب تصانیف، شیخ علی بن احمد منفیسی سعیدی عدوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۸۹ھ/ ۱۷۷۵ء)، آپ کو اپنی مسلسلات کی اجازت عطا فرمائی۔

۱۶...... مسجد اموی دمشق کے مدرس مسند معمر عارف باللہ تفسیر بیضاوی کے شارح شیخ علی بن محمد صالحی سلیمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۶ء)

۱۷...... شیخ الحدیث فی الحجاز مسند نجم الدین شیخ سید عمر بن احمد عقیل حسینی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۷۱ھ/ ۱۷۵۸ء)، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے استاد۔

۱۸...... حافظ قاری علم فرائض کے ماہر شیخ عمر بن عبدالقادر ارمنازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۸ھ/ ۱۷۳۵ء) آپ نے حلب میں شیخ ابن عقیلہ سے علم حدیث اخذ کیا۔

۱۹...... فقیہ حنفی و سلسلہ شاذلیہ کے مرشد شیخ عمر بن علاء الدین جوہری نابلسی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۸۱ھ/ ۱۷۶۸ء)، آپ نے دمشق میں بخاری شریف آغاز سے کتاب الحج تک پڑھی۔

۲۰...... حلب کے شمال میں شام وترکی کی سرحد پر واقع گاؤں غازی عنتاب کے شیخ عمر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ، آپ نے حدیث المسلسل بالاولیۃ وغیرہ سماعت کیں۔ نیز بخاری شریف دونوں اطراف سے پڑھ کر جملہ مرویات میں اجازت پائی۔ شیخ ابن عقیلہ نے آپ کو جو سند عطا کی وہ دارالکتب مصریہ قاہرہ میں زیر نمبر ۱۰۴ مجامیع موجود ہے جسے آپ نے خود تحریر کیا اور مہر ثبت کی۔

۲۱...... حلب کے حنفی عالم ماہر لغت امام بوصیری کے نعتیہ قصیدہ ھمزیہ کے شارح ونعت گو شاعر شیخ قاسم بن علی بکرجی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م ۱۱۶۹ھ/ ۱۷۵۶ء)، شیخ ابن عقیلہ نے آپ کو جو سند عطا فرمائی وہ "مختصر ثبت ابن عقیلة" کے نام سے مکتبہ عامہ رباط مراکش کے ذخیرہ کتانی میں موجود ہے۔

عارف باللہ امام الصوفیہ والمحدثین قاری معمر صاحب تصانیف شیخ محمد بن حسن المعروف بہ منیر سمنودی مصری ازہری شافعی احمدی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۵ء)

۲۲...... محدث مدینہ منورہ صاحب تصانیف مولانا محمد بن صادق المعروف بہ ابوالحسن سندھی صغیر رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۳ء)

۲۳...... مرشد کبیر متعدد علوم وفنون کے عظیم ماہر شیخ محمد صالح مواھبی حلبی حنفی خلوتی قادری رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۳ء)

۲۴......محدث تیونس ومسند صاحب تصانیف شیخ محمد بن علی طرابلسی عزیانی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء)

۲۵......محدث عراق ومسند بغداد برکۃ الشام شیخ محمد سعید بن عبداللہ سویدی بغدادی دمشقی شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء)، آپ نے ۱۱۴۵ھ کو بغداد میں شیخ ابن عقیلہ کی شاگردی اختیار کی۔

۲۶......مدرس حرم مکی، صاحب تصانیف، نعت گو شاعر شیخ محمد سعید بن محمد امین سفر مکی مدنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ م۔ (۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء)

۲۷......سلسلہ خلوتیہ کے مرشد کبیر صاحب تصانیف کثیرہ شیخ مصطفیٰ بن کمال الدین البکری صدیقی دمشقی مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۱۶۲ھ/۱۷۴۹ء)

۲۸......محدث و مسند ہند، صاحب تصانیف، عارف باللہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء)۔

تصنیفات

عارف باللہ وفقیہ ہند مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شیخ الخطباء والائمہ مسجد حرم وجسٹس مکہ مکرمہ شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد حنفی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ''نشر النور'' میں شیخ ابن عقیلہ کی تصنیفات کی تعداد نوے کے لگ بھگ بتائی ہے اور ان کے بارے میں دستیاب معلومات حسب ذیل ہیں:

۱......**اجازۃ :، مخطوط مخزونہ مکتبہ ظاھریہ دمشق زیر نمبر ۲۶۷۲**

۲......**الاسرار المطویۃ فی الاسماء السھروردیۃ**: مخطوطہ مکتبہ جامعہ ازہر قاہرہ

۳......**ثبت صغیر**: بیت المقدس کے ایک عالم کے نام سند اجازت، مخطوطہ مکتبہ ظاہریہ دمشق زیر نمبر ۱۲۴/ ۹۰۳۷ حدیث۔

۴...... ثبت محمد عقیلہ: مخطوطہ مکتبہ عبدالعزیز مدینہ منورہ زیر نمبر ۱۱۴/۲۔ مجموعہ شیخ حمدان

۵......**الجواھر المنظوم فی تفسیر القرآن العظیم بالمرفوع من کلام سید المرسلین والمحکوم**، احادیث مرفوعہ کی روشنی میں قرآن مجید کی تفسیر، پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل، مخطوطہ ذخیرہ حکیم اوغلی علی پاشا مکتبہ سلیمانیہ استانبول زیر نمبر ۵۸ تا ۶۲، مکتبہ امبروز نیاز زیر نمبر ۱۳۹۔

۶......**حزب السر المصون، المستنبط من الکتاب المکنون**: مخطوط ہذخیرہ بغدادلی وھبی آفندی

مکتبہ سلیمانیہ استانبول زیرنمبر۲۰۶۷/۸

۷......**حقیقة البیان فی جواب السائل عن الدلیل**: مخطوطہ مکتبہ اوقاف بغداد زیرنمبر۴/۳۳۷۱ مجامیع

۸......**رحلة**: سفرنامہ شام عراق وترکی۔

۹......**رسالة تتعلق ببیع العدة والامانة والاقالة**۔

۱۰......**رسالة فی ادعیة الحج**

۱۱......**رسالة فی الابداع الانسان**: مخطوطہ مکتبہ ظاہریہ دمشق زیرنمبر۱۱۲۴۲، بقلم شیخ حسین بن طعمہ بتیمانی دمشقی قادری رحمۃ اللہ علیہ، سنہ کتابت ۱۱۴۴ھ

۱۲......**رسالة فی الدلیل والدال**: مخطوطہ مکتبہ اوقاف بغداد زیرنمبر۴۰۷۴

۱۳......**رسالة فی القدر**، مخطوطہ مکتبہ مکہ مکرمہ زیرنمبر۵۳/توحید

۱۴......**رفع الذکر ووضع الوزر فی فضل الذکر**: فضیلت ذکر اللہ کا بیان، مخطوطہ مکتبہ حرم مکی زیرنمبر۳۹۲۴

۱۵......**الزیادة والاحسان فی علوم القرآن**، شیخ ابن عقیلہ نے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی "**الاتقان**" کو مختصر کیا پھر اس پر طویل استدراک لکھ کر یہ نام دیا۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے اسے "**الاحسان فی علوم القرآن**" کے نام سے یاد کیا ہے۔ دو ضخیم جلدوں پر مشتمل، مخطوطہ بخط مصنف ذخیرہ حکیم اوغلی علی پاشا مکتبہ سلیمانیہ استانبول زیرنمبر۶۰۵، دوسرا زیرنمبر۱۰۵، ترکی کے ڈاکٹر عبدالحمید براشق نے اس کے اکثر حصہ پر تحقیق کی، جس پر انہیں پی ایچ ڈی کی سند جاری کی گئی۔ علاوہ ازیں ابن سعود یونیورسٹی ریاض کے چار طلباء نے اس کتاب کے مختلف اجزاء پر الگ الگ تحقیقی وتجزیاتی کام انجام دیا جس پر ان چاروں کو ایم۔ فل کی اسناد پیش کی گئیں۔ ان کے نام اور کام کی ترتیب یہ ہے،

محمد صفاء شیخ ابراہیم حقی مقدمہ کتاب سے باب ۴۵ کے آخر تک ۱۴۱۱ھ،
فہد بن علی عندس باب ۴۶ کے آغاز سے ۹۰ کے خاتمہ تک ۱۴۱۱ھ،
ابراہیم بن محمد محمود باب ۹۱ سے ۱۱۹ تک ۱۴۱۱ھ،
مصلح بن عبدالکریم سامدی باب ۱۲۰ سے ۱۴۳ کے اختتام تک ۱۴۱۰ھ۔

۱۶......**السر الاسریٰ فی معنی سبحان الذکر اسریٰ**، مخطوطہ مکتبہ حرم مکی زیرنمبر۳۹۲۴، مکتبہ خدیویہ استانبول۔

۱۷...... **سند الشیخ محمد بن احمد عقیلة المکی بالطریقة القادریة**، مخطوطہ دارالکتب مصریہ قاہرہ زیرنمبر۱۰۴/مجامیع۔

۱۸...... **عروس الافراح فی شرح معنی حدیث الارواح**: سنہ تالیف ۱۱۱۴ھ بمقام مکہ مکرمہ، مخطوطہ دارالکتب مصریہ قاہرہ زیرنمبر ۲۱۵۸۰/ب سنہ کتابت ۱۱۱۴ھ، مکتبہ حرم مکی ۳۹۲۴

۱۹...... **عقدالجواھرفی سلاسل الاکابر**، شیخ ابن عقیلہ نے جن سلاسل تصوف میں اخذ کیا ان کی اسانید کو اس کتاب میں جمع کیا، مخطوطہ دارالکتب مصریہ قاہرہ زیرنمبر ۵۳/ تیمور، مکتبہ عامہ رباط مراکش ذخیرہ کتانی، پرنسٹن یونیورسٹی لائبریری امریکہ ۲۰۶۹/ جارٹ/۱

۲۰...... **عنوان السعادة فیما خص به نبینا من الکرامات والفضائل قبل الولادة**: مخطوطہ ذخیرہ عاشر آفندی وشہید علی پاشا' مکتبہ سلیمانیہ استانبول، زیرنمبر ۵۱۲۔

۲۱...... **فقه القلوب و معراج الغیوب**: مخطوطہ مکتبہ حرم مکی زیرنمبر ۳۹۲۴، ذخیرہ براؤن ۹۰۱۔

۲۲...... **الفوائد الجلیلة فی مسلسلات ابن عقیلة**، آپ سے متصل پینتالیس احادیث کی مسلسلات کا مجموعہ، آپ کی انتہائی مقبول تصنیف جو متاخرین کے ہاں بالخصوص حجاز اور شام ویمن میں رائج ہے۔ اور دنیا بھر میں اس کے لاتعداد قلمی نسخے محفوظ ہیں، برصغیر میں اس کا ایک نسخہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ہندوستان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ادھر شمالی یمن کے علمی وروحانی شہر زبید میں اس کا ایک مخطوطہ آج بھی محفوظ ہے جسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگرد صاحب تصانیف کثیرہ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی بلگرامی زبیدی مصری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۶۴ھ میں قلمبند کیا۔ علم حدیث سے گہرا لگاؤ رکھنے والے علماء کرام کے ہاں شیخ ابن عقیلہ کی اس تصنیف کو مزید پذیرائی یوں ملی کہ علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی نے ہی اس پر حواشی لکھے جن کا ایک قلمی نسخہ بعنوان "**التعلیقة الجلیلة علیٰ مسلسلات ابن عقیلة**" مکتبہ حرم مکی میں بخط شیخ عبدالستار دہلوی مکی اور دوسرا دارالکتب مصریہ قاہرہ کے ذخیرہ تیمور میں محفوظ ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا محمد عابد سندھی مہاجر مدنی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنی عظیم کتاب "**حصر الشارد**" کے دوسرے باب میں شامل کیا جس کا مخطوط بخط مصنف مکتبہ عبدالعزیز مدینہ منورہ میں زیرنمبر ۳۶۵/محمودیہ محفوظ ہے۔ اور مولانا احمد رضا خان بریلوی کی عربی تصنیف

"**الدولة المكية**" کے مقرظ مولانا سید احمد علی قادری رامپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اختصار تیار کیا، جس کا مخطوط مکتبہ عبدالعزیز مدینہ منورہ میں بنام "**مختصر مسلسلات ابن عقیلة**" ۱۰۸/۱۳/ مجموعہ عمر حمدان موجود ہے جو خود مولانا رامپوری کا ہی تحریر کردہ ہے، اور اب ملک شام کے محقق ڈاکٹر محمد رضا قھوجی نے استانبول و دمشق سے "الفوائد الجلیلة" کے چار مخطوطات کے عکس حاصل کر کے اس پر تحقیق کی نیز حواشی لکھے۔ پھر یہ کتاب ۲۰۰۰ء میں بیروت سے ۲۰۸ صفحات پر شائع ہوئی۔ شیخ ابن عقیلہ کی اس تصنیف کی بھرپور مقبولیت میں روز افزوں اضافہ جاری ہے۔ جبکہ ان دنوں ان کے وطن و مدفن مکہ مکرمہ پر قائم سعودی حکومت نے مذکورہ بالا مطبوعہ ایڈیشن کی خرید و فروخت پر ملک بھر میں پابندی عائد کر رکھی ہے۔ واضح رہے کہ سعودی عرب میں اس کے چند مخطوطات حسب ذیل مقامات پر موجود ہیں: مکتبہ حرم مکی زیر نمبر ۷۸۸۔۷۹۰ مائیکرو فلم نمبر ۷۳۱۷۷، ۹۔۴۱، مکتبہ عبدالعزیز مدینہ منورہ ۲۶۵۲/۲/محمودیہ، ریاض یونیورسٹی لائبریری ۷۰۷/۱

۲۳......**فیض المنان فی معنیٰ لیس فی الامکان ابدع مما کان**: مخطوطہ مکتبہ حرم مکی زیر نمبر ۳۹۲۴

۲۴......**قرة العین فی بیان وِردالخمیس والاثنین**

۲۵......**القول النفیس فی الجواب عن اسئلة ابلیس**: مکتبہ حرم مکی ۳۹۲۴۔

۲۶...... **کثیب الانوار فی ذکر الله العزیز الجبار**: چوبیس ابواب پر مشتمل فضائل ذکر و درود شریف وغیرہ موضوعات، سنہ تالیف ۱۱۳۶ھ، مخطوطہ مکتبہ ظاہریہ دمشق زیر نمبر ۹۱۲۸، مکتبہ نور عثمانیہ استانبول ۱۸۶۵ء

۲۷...... **کشف الاشکال فی مسئالة الافعال**، معتزلہ کا رد

۲۸...... **کشف الحوبة فی معانی التوبة**: مکتبہ حرم مکی ۳۹۲۴

۲۹...... **کنز الصلاة فی کیفیة الصلاة**: مخطوطہ مکتبہ ظاہریہ دمشق، زیر نمبر ۵۹۱۴، سنہ کتابت ۱۱۸۰ھ۔

۳۰...... مختصر ثبت ابن عقیلة: مخطوطہ مکتبہ عامہ رباط ذخیرہ کتانی، اس پر خود شیخ ابن عقیلہ کی تحریر موجود ہے۔

۳۱......**المنطق الفهوانی والمشهد الروحانی فی المعاد الانسانی**: مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ

۳۲......**المواهب الجزیلة فی مرویات الفقیر محمد بن احمد بن عقیلة**: آپ کی اسانید نیز اپنے مشائخ کے مختصر حالات، سنہ تصنیف ۱۱۳۵ھ، مخطوط مکتبہ عبدالعزیز مدینہ منورہ زیر نمبر ۳۴۵/۷/۹/ ۲۳۱/ مجموعہ عارف حکمت سنہ کتابت ۱۱۴۶ھ، دارالکتب مصریہ قاہرہ تین عدد ۱۰۴/ مجامیع،

بقلم سید حامد بن یوسف السکداری حنفی خلوتی قادری رحمۃ اللہ علیہ بمقام استانبول ۹۳۳/ مجامیع طلعت، مکتبہ عامہ رباط ۱۲۵۴/ کتانی، ابن سعود یونیورسٹی لائبریری ریاض ۶۵۲۴، مکتبہ سلیمانیہ استانبول ۶۵/ عاشر آفندی، اور عبدالواسع بن یحییٰ واسعی صنعانی۔

یمنی زیدی نے اس کا معتد بہ حصہ اپنی کتاب "**الدرر الفرید الجامع لمتفرقات الاسانید**" میں شامل کیا جو ۱۳۵۷ھ میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔

۳۳......مولود شریف نبوی، مخطوطہ مکتبہ سلیمانیہ استانبول زیر نمبر ۱۱۱/ صالحہ خاتون، پرنسٹن یونیورسٹی لائبریری۔

۳۴......**نسخة الوجود فی الاخبار عن حال الموجود**: ابتداء دنیا سے مصنف کے دور تک کی تاریخ، مشہور انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام، خلفاء و ملوک اور سلاطین نیز علماء و مشائخ کے حالات، سنہ تکمیل جمادی الاول ۱۱۲۳ھ، مخطوطہ مکتبہ مکہ مکرمہ زیر نمبر ۸۲/ تاریخ، دارالکتب مصریہ قاہرہ ۱۱۷/م، صاحب "نشر النور" نے اس کے اوّل الذکر نسخہ سے اخذ کیا جبکہ ڈاکٹر ھیلہ نے اس کا تعارف پیش نظر کتاب میں دیا ہے۔ شیخ ابن عقیلہ کی اس تصنیف کا دوسرا نام "**لسان الزمان فی اخبار سید العربان واخبار امة خیر الانس والجان**" ہے۔

۳۵......**النفحات الصمدیة والفتوحات القدسیة**: تصوف، مخطوطہ دارالکتب مصریہ قاہرہ زیر نمبر ۴۷۴/ مجامیع

۳۶......**هدایة الخلاق الی الصوفیة فی سائر الآفاق**:

شیخ ابن عقیلہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر خود ان کی قائم کردہ خانقاہ کے اندر بنائی گئی۔

(مآخذ: **اعلام المکیین**، جلد ۲ صفحہ ۶۹۰ تا ۶۹۱/ **الاعلام**، جلد ۶ صفحہ ۱۳/ **التاریخ والمؤرخون بمکة**، صفحہ ۳۹۳ تا ۳۹۶/ **الحدائق الوردیة**، صفحہ ۱۹۹/ **دائرة المعارف الاسلامیة الکبریٰ**، جلد ۳ صفحہ ۵۷۵ تا ۵۷۶/ **دلیل الرسائل الجامعیة**، صفحہ ۲۷۲/ **سلک الدرر**، جلد ۴ صفحہ ۳۹، ۳۳۹/ **علماء دمشق واعیانها**، جلد ۱ صفحہ ۳۸، ۷۹/ **فهرس الفهارس**، جلد ۳ صفحہ ۱۵۸ ودیگر/ **فهرس مخطوطات الحدیث الشریف و علومه**، صفحہ ۱۲۹ تا ۱۷۰، ۴۹۵، ۵۶۰ تا ۵۶۱، ۶۲۶/ **فهرس مخطوطات دار الکتب الظاهریة، قسم**

التصوف، جلد۱ صفحہ ۶۴۵، جلد۲ صفحہ ۴۹۶ تا ۴۹۷، ۵۴۳ تا ۵۴۴/ فهرس مخطوطات مكتبة مكة المكرمة، صفحہ ۴۸۰ تا ۴۸۱/ فهرس المخطوطات دار الكتب المصرية، جلد۲ صفحہ ۱۲۴، ۱۹۱/ فهرست المخطوطات دار الكتب المصرية، مصطلح، جلد۱ صفحہ ۹۴، ۲۵۹، ۲۷۲، ۲۹۲، ۳۱۰، ۳۱۱/ الفوائد الجليلة فی مسلسلات ابن عقيلة، مختلف صفحات/ كتب المسلسلات عند المحدثين، صفحہ ۵۹ تا ۶۰، ۶۲/ مختصر نشر النور، صفحہ ۴۶۲ تا ۴۶۴، ۵۹۰/ مطالع السعود، صفحہ ۳۹۲/ معجم مؤلفی مخطوطات مكتبة الحرم المكی الشريف، صفحہ ۹۵ تا ۹۶/ نظم الدرر، صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۱۔

شیخ سید مشیخ بن علوی باعبود رحمۃ اللہ علیہ

۔۔۔۔۔۔۱۱۷۰/۔۔۔۔۔۔۱۷۵۷ء

آپ جنوبی یمن کے علاقہ حضرموت کے گاؤں دوعن کے باشندہ تھے جبکہ مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آپ کے اساتذہ میں محدث و مسند یمن سید عبدالرحمٰن بن عبداللہ بلفقیہ علوی حسینی شافعی و قطب زماں صاحب تصانیف کثیرہ شیخ عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی دمشقی حنفی قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔

مولانا الحاج محمد افضل سیالکوٹی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۶ھ/۱۷۳۳ء) حجاز مقدس حاضر ہوئے تو وہاں سید مشیخ باعبود نے آپ سے نقشبندی مجددی سلسلہ میں خلافت پائی۔ یاد رہے کہ مولانا سیالکوٹی سے اخذ کرنے والی دیگر شخصیات میں حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر شہید دہلوی و شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے اکابر شامل ہیں۔

سید باعبود عالم فاضل اور صوفیٔ کامل تھے، آپ ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور ''عجائب الآثار'' کے مصنف جو بارھویں صدی ہجری کے عالم و مؤرخ جلیل تھے انھوں نے آپ کو قطب قرار دیا۔ آپ سے متعدد کرامات ظاہر ہوئیں، ہمیشہ مراقبہ میں مستغرق و منہمک رہتے، حسنِ اخلاق و سلوک کا نمونہ تھے، آپ کا مزاج جلال و جمال کا امتزاج تھا، اور گفتگو میں تصوف کے نکات اور صوفیہ کا ذکر غالب ہوتا' نیز صوفی شاعر تھے۔ ''تراجم اعیان'' میں آپ کی شاعری کا نمونہ درج ہے۔ آپ کے علم و فضل پر کسی نے انکار نہیں کیا۔

آپ کو قبرستان، بقیع میں ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارات پر بنے گنبد کے بیرونی جانب قبر نصیب ہوئی۔ بعض نے سنہ وفات ۱۱۶۹ھ جبکہ دیگر نے ۱۱۷۰ھ لکھا ہے۔ اسی طرح بعض مصادر میں آپ کا نام سید جعفر باعبود بن صادق علوی لکھا ہے لیکن آپ کی شاعری سے عیاں ہے کہ ابوجعفر آپ کی کنیت تھی۔

تلامذہ

عارف باللہ شیخ سید مشیخ بن علوی باعبود کے تلامذہ وخلفاء میں اس دور کے مشاہیر علماء ومشائخ کے نام ملتے ہیں جن میں اہم یہ ہیں:

- ○ صاحب تصانیف وصوفی کبیر شیخ حسین بن علی بن عبدالشکور طائفی مدنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۱ء)
- ○ قطب زماں، صاحب تصانیف کثیرہ شیخ سید عبدالرحمٰن بن مصطفیٰ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ۔ (م ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء)
- ○ شیخ سید محمد بن زین العابدین باحسن جمل اللیل حسینی تریمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۲ء) نزیل ہند۔
- ○ صاحب ''تاج العروس'' علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی بلگرامی حنفی چشتی قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء)
- ○ شیخ منصور بن یوسف بدیری رحمۃ اللہ علیہ نزیل مدینہ منورہ۔

تصنیفات

- ○ **النفقه فی بیان فرق بین الصوفی والفقیه.**
- ○ **النفحة المحمدية فی الطريقة النقشبندية:** ان میں سے ایک کتاب گورنر مدینہ منورہ کے لیے تصنیف کی گئی۔

(مآخذ: تراجم اعیان المدینة المنورة، صفحہ ۹۱/ سلک الدرر، جلد ۱ صفحہ ۳۱۵/ الطریقة النقشبندیة واعلامها، صفحہ ۷۵/ طیبة وذکریات الاحبة، صفحہ ۶۵/ عجائب الآثار، جلد ۲ صفحہ ۱۰۳/ فتح القوی، صفحہ ۱۲۳، ۱۲۵، ۲۲۸/ فهرس الفهارس، جلد ۱ صفحہ ۲۰۰)

شیخ سید عبد الرحمٰن بن مصطفیٰ عیدروس حسینی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱۲۵ھ-۱۱۹۴ھ/۱۷۱۳ء-۱۷۸۰ء)

جنوبی یمن کے علاقہ حضر موت میں واقع تریم نامی شہر عرب دنیا کے ان چند مقامات میں سے ایک ہے جو علمی و روحانی تشخص کے باعث مشہور ہیں۔ اس کے نواح میں نبی اللہ سیدنا ہود علیہ السلام کا مزار واقع ہے، جس پر ہر سال پندرہ شعبان کی رات عظیم الشان عرس منعقد ہوتا ہے اور زائرین دور دراز سے حاضر ہوتے ہیں۔ تریم کے بارے میں عرب مؤرخین نے لکھا کہ یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے تقریباً چار صدیاں قبل آباد ہوا جبکہ یہاں پر اسلام کی آمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ۱۰ھ کو ہوئی۔ اور بعد ازاں متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ تریم تشریف لے گئے جن کی قبور وہاں کے زنبل قبرستان میں واقع ہیں۔ شہر کی اکثر آبادی سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہم کی نسل پر مشتمل ہے، جس میں علماء و صوفیہ نیز مبلغینِ اسلام ہمیشہ موجود رہے۔ اور اس کے اکابرین نے ہندوستان، انڈونیشیاء، فلپائن و سنگاپور کے ممالک میں اسلام کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

تریم مساجد و مدارس اور خانقاہوں کا شہر ہے، یہاں پر قدیم ترین مدرسہ ابی مریم چھٹی صدی ہجری سے اب تک فعال ہے۔ اور قدیم طرز کے مدارس کے ساتھ ساتھ دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق یہاں پر ۱۴۱۴ھ میں ایک عظیم الشان اسلامی درسگاہ "**دار المصطفیٰ للدراسات الاسلامية**" کی بنیاد رکھی گئی، جہاں پر اہل یمن کے علاوہ اسلامی دنیا کے طلباء علم حاصل کر رہے ہیں۔ ۲۹ر جنوری ۲۰۰۱ء کو کراچی میں برکاتی فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام عالمی میلاد کانفرنس منعقد ہوئی تو اس میں عرب دنیا سے جن علماء و مشائخ نے شرکت کی ان میں دار المصطفیٰ کے سرپرست شیخ سید عمر بن محمد بن حفیظ حفظ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔

ان دنوں دار المصطفیٰ کے اہم عالم سید علی زین العابدین جعفری شافعی حفظ اللہ تعالیٰ عرب ممالک کے متعدد ٹیلی ویژن چینلز، کمپیوٹر انٹرنیٹ پر قائم ویب سائٹ، دنیا بھر کے تبلیغی دوروں، آڈیو وڈیو کیسٹ نیز رسائل و کتب کے ذریعے مسلک اہل سنت و جماعت کی بھرپور تبلیغ و اشاعت انجام دے رہے ہیں۔

بارھویں صدی ہجری کے مشہور نقشبندی بزرگ شیخ سید عبد الرحمٰن بن مصطفیٰ بن شیخ بن مصطفیٰ بن

زین العابدین بن عبداللہ حسینی شافعی عیدروس رحمہم اللہ تعالیٰ اسی شہر تریم میں پیدا ہوئے اور اجداد کے طریقہ پر عمل و عمل، دعوت وارشاد سے بھرپور زندگی بسر کی' پھر قاہرہ میں وفات پائی۔ شیخ عبدالرحمٰن عیدروس کی ولادت پر شیخ سلیمان بن عبداللہ ماجری رحمۃ اللہ علیہ نے تخمیس موزوں کی' جس میں آپ کا سال ولادت ''اتی شریف سعید'' سے اخراج کیا۔ آپ نے والد ماجد اور دادا محترم سے تعلیم وتربیت پائی اور والد گرامی سے صوفیہ کے سلاسل عیدروسیہ وغیرہ میں خلافت پائی۔ نیز محدث ومسند یمن شیخ سید عبدالرحمٰن بن عبداللہ بلفقیہ حسینی شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ وغیرہ علوم پڑھ کر سند روایت واجازت حاصل کی اور قطب جلیل شیخ سید مشیخ بن علوی باعبود رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ کیا۔

۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء میں شیخ عبدالرحمٰن عیدروس اپنے والد کے ہمراہ ہندوستان روانہ ہوئے اور تریم سے یمن کی بندرگاہ شحر پہنچے' جہاں سید عبداللہ بن عمر مھضار عیدروس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور ان سے باپ بیٹا دونوں نے تلقین ذکر مصافحہ ومشابکہ وغیرہ معمولات نیز جمیع علومِ اسلامیہ میں اجازت و خرقہ خلافت حاصل کیے...... پھر وہاں سے بحری جہاز کے ذریعے ہندوستان کے شہر سورت پہنچے اور وہاں پر مقیم اپنے بھائی شیخ سید عبداللہ باحر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور ان کی معیت میں وہاں کے اولیاء کرام کی زیارت کی۔

پندرہ شعبان ۱۱۶۱ھ/۱۰راگست ۱۷۴۸ء کو یہ حضری مشائخ سورت سے بھڑانچ شہر پہنچے اور شیخ سید احمد بن شیخ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قیام کیا' پھر واپس سورت تشریف لائے۔ اب شیخ عبدالرحمٰن عیدروس کے والد خود تو واپس تریم روانہ ہوگئے جبکہ آپ کو سورت میں ہی بھائی کے علاوہ ماموں شیخ سید زین العابدین بن عیدروس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چھوڑ گئے۔

اب شیخ عبدالرحمٰن عیدروس نے سورت سے جکارتہ انڈونیشیا کا سفر اختیار کیا جس دوران آپ سے متعدد کرامات ظاہر ہوئیں۔ آپ واپس سورت تشریف لائے اور ان ایام میں حسب ذیل علماء ومشائخ سے اخذ کیا: شیخ سید مصطفیٰ بن عمر مھضار عیدروس، شیخ سید حسین بن عبدالرحمٰن بن محمد عیدروس، شیخ سید محمد فضل اللہ عیدروس، محدث صاحب تصانیف شاعر مولانا محمد فاخر عباسی الٰہ آبادی برھانپوری صوفی، مولانا سید غلام علی حسینی، مولانا سید غلام حیدر حسینی، محدث العصر خاتمۃ الحافظ مولانا سید یوسف حسینی رفاعی سورتی، مولانا عزیز اللہ ہندی، مولانا غیاث الدین کوکبی رحمھم اللہ تعالیٰ۔ بالآخر آپ ہندوستان سے واپس وطن

روانہ ہوئے اور تریم میں مختصر قیام کے بعد حج کے لیے حجاز مقدس روانہ ہو گئے۔

شیخ عبدالرحمٰن عیدروس مکہ مکرمہ پہنچے اور حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ کی راہ لی۔ جہاں اپنے جداعلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری دی نیز وہاں کے اکابر علماء کرام محدث و صاحب تصانیف مولانا محمد حیات سندھی، محدث وصاحب تصانیف مولانا ابوالحسن صغیر سندھی، مولانا ابراہیم بن فیض اللہ سندھی، شیخ محمد داغستانی رحمھم اللہ تعالیٰ سے اخذ کیا' جبکہ علامہ سید جعفر بن محمد بیتی باعلوی سقاف حسینی مکی مدنی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے ساتھ سند وسلسلہ روایت واجازت کا تبادلہ کیا۔

پھر واپس مکہ مکرمہ آئے اور وہاں پر موجود اکابرین محدث حجاز ومسند نجم الدین شیخ سید عمر بن احمد عقیل سقاف حسینی علوی مکی شافعی، محدث ماہر لغت' صاحب تصانیف شیخ محمد بن طیب فاسی مہاجر مدنی مالکی، قطب زماں صاحب تصانیف شیخ سید عبداللہ بن جعفر مدھر باعلوی حضرمی نزیل ہند مہاجر مکی شافعی، شیخ عبداللہ بن سہل، شیخ عبداللہ بن سلیمان ماجری اور شیخ محمد باقشیر رحمھم اللہ تعالیٰ سے استفادہ اٹھایا۔ اس کے بعد آپ طائف روانہ ہو گئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی وچچازاد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مزار پر حاضری دی۔ نیز ان کی مدح میں قصائد موزوں کیے۔ وہیں پر عارف کامل صاحب تصانیف مفیدہ شیخ سید عبداللہ بن ابراہیم محجوب میرغنی مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی' پھر ان کے ساتھ گہرے دوستانہ مراسم استوار ہوئے۔

۱۱۵۸ھ/ ۱۷۴۵ء کو طائف سے مصر روانہ ہوئے اور جدہ سے بحری جہاز کے ذریعے وہاں کی بندرگاہ سوئز پر جا اترے۔ جہاں سیدی عبداللہ غریب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی نیز ان کے مناقب موزوں کیے۔ پھر قاہرہ پہنچے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اولیاء قاہرہ کے مزارات پر حاضر ہوئے' نیز ان کے فضائل ومناقب کو اشعار میں ڈھالا جو آپ کے دیوان نیز سفرنامہ میں محفوظ ہیں۔

۱۱۵۹ھ/ ۱۷۴۶ء کو شیخ عبدالرحمٰن عیدروس مصر سے مکہ مکرمہ پہنچے اور حج ادا کیا، اسی دوران اپنے چچا کی بیٹی سے شادی ہوئی جس کے بعد آپ نے طائف میں ایک خوبصورت گھر تعمیر کرایا اور اس میں سکونت اختیار کر کے حبر الامہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جوار میں شب وروز گزارنے لگے۔ ۱۱۶۲ھ کو طائف سے حج کے لیے نکلے اور ادائیگی کے بعد اہلِ مصر کی یاد غالب آئی تو وہیں سے سواری کا رخ ادھر کر دیا، مصر جا پہنچے اور پورے ایک برس بعد واپس طائف آئے ۱۱۶۴ھ میں آپ کے والد گرامی نے وفات پائی۔

ہندوستان کے مشہور عالم و عارف باللہ صاحبِ تصانیفِ کثیرہ علامہ حافظ سید محمد مرتضیٰ بلگرامی چشتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ یمن کے شہر زبید وغیرہ مقامات سے ہوتے ہوئے ۱۱۶۶ھ میں طائف پہنچے تو وہاں شیخ عبدالرحمٰن عیدروس سے ملاقات اور پھر تعلقات استوار ہوئے۔ سید مرتضیٰ بلگرامی نے آپ کی شاگردی اختیار کی اور آپ ہی کی ترغیب پر علامہ بلگرامی قاہرہ مصر گئے۔ حتیٰ کہ وہاں پر سکونت اختیار کر لی تا آنکہ وفات پائی اور ۱۱۷۱ھ میں آپ نے علامہ بلگرامی کو اپنی اسانید جمع کرنے کا حکم دیا جس پر انھوں نے ”النفحة القدسية بواسطة البضعة العيدروسية“ کے نام سے ضخیم کتاب تصنیف کی، جس کے شائقین نے متعدد نسخے نقل کر کے اس سے بھرپور نفع پایا اور یہی کتاب شیخ عبدالرحمٰن عیدروس کے احوال و اسانید پر سب سے اہم ماخذ ہے۔

۱۱۶۸ھ/ ۱۷۵۵ء کو آپ پھر سے مصر گئے اور وہاں ایک برس قیام کے بعد واپس حجاز مقدس آئے اور حج ادا کر کے طائف پہنچے ۱۱۷۲ھ کو آپ نے دوسری شادی کی جن سے ۱۱۷۳ھ میں ایک فرزند سید مصطفیٰ بن عبدالرحمٰن عیدروس رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۵ء) پیدا ہوئے اور ۱۱۷۴ھ میں آپ نے عیال سمیت حج ادا کیا پھر انہیں ساتھ لے کر مصر تشریف لے گئے، اب کی بار آپ طائف کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ گئے اور مصر کے مرکزی شہر قاہرہ میں سکونت پذیر ہوئے۔

مصر کے علماء و مشائخ نیز طبقہ امراء کے ہاں سید عبدالرحمٰن عیدروس کو بھرپور پذیرائی ملی۔ آپ وہاں کے شہروں طنطا، صعید، دسوق، دمیاط، اسکندریہ، فوہ، دیروط وغیرہ میں بارہا تشریف لے گئے اور وہاں کے اولیاء کرام سے ملاقات کی نیز مزارات پر حاضر ہوئے۔ اسی دوران عارف باللہ سید علی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو ان اکابرین نے اسناد روایت و اجازت کا باہم تبادلہ کیا اور دسوق میں واقع مصر کے امام الصوفیہ سیدی شیخ ابراہیم بن ابی المجد حسینی شافعی دسوقی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۶۷۶ھ/ ۱۲۷۷ء) کے مزار پر حاضر ہو کر ان کی مدح میں قصائد موزوں کیے۔ یہ سلسلہ وفائیہ کے مرشد کبیر و شیخ وقت سیدی عبدالخالق وفائی رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ ہوا تو انھوں نے بکمال شفقت و محبت آپ کو خلافت ”نیز ابالمراحم“ کی کنیت عطا کی۔ ہر چند کہ شیخ عیدروس عرض کرتے رہے کہ میں اس کا اہل نہیں۔ علاوہ ازیں مصر میں طبقہ اوّل کے پانچ علماء و صوفیاء کرام جن کی شیخ عبدالرحمٰن عیدروس مختلف علوم میں شاگردی اختیار کر چکے تھے۔ ان اساتذہ نے حصول برکت کے لیے شیخ عیدروس سے سند روایت حاصل کی، جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: جامعہ ازہر قاہرہ

کے استاد صاحب تصانیف صوفیہ کے سلسلہ خلوتیہ کے مرشد کبیر فقہ شافعی شیخ محمد بن سالم حنفی رحمۃ اللہ علیہ، قاہرہ کے اہم عالم و شاعر صاحب تصانیف فقیہ شافعی شیخ یوسف بن سالم حفنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ احمد بن حسن جوھری خالدی ازہری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الشیوخ فی عصرہ صاحب تصانیف کثیرہ شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن عبدالفتاح ملوی مجیدی ازہری شافعی رحمۃ اللہ علیہ، سلسلہ خلوتیہ کے مرشد کبیر و مجدد صاحب کرامات و تصانیف کثیرہ شیخ مصطفیٰ بن کمال الدین بکری صدیقی حنفی دمشقی مصری رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ عبدالرحمٰن عیدروس اپنے دور کی بے مثل شخصیت تھے، آپ شافعی عالم جلیل، صوفی کامل، ادیب و شاعر، سیاح، طالب علم و مبلغ، مسند اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ آپ نے متعدد اسلامی ممالک کی بھرپور سیاحت کی جس دوران دعوت و ارشاد کے ساتھ زیارت اولیاء اللہ کے مشاغل، بخوبی انجام دیے۔ آپ کے شاگرد و مصر کے مشہور مؤرخ شیخ عبدالرحمٰن جبرتی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اہم حالات زندگی و اکثر تصنیفات کے نام بڑے اہتمام سے اپنی کتاب میں درج کیے اور لکھا کہ آپ قطب وقت تھے نیز یہ کہ آپ دس برس ہندوستان میں مقیم رہے جبکہ سترہ حج ادا کیے۔

شیخ عیدروس نے صوفیہ کے متعدد سلاسل میں مختلف مشائخ سے اجازت و خلافت پائی لیکن نقشبندی صوفی کے طور پر بطور خاص جانے گئے، آپ نے اس سلسلہ عالیہ میں تین مشائخ سے اخذ کیا، جن میں سے دو کا شجرہ طریقت حضرت مجدد سے جا ملتا ہے جو یوں ہے:

شیخ عبدالرحمٰن عیدروس عن علامہ سید مصطفیٰ بن عمر مھار عیدروس و علامہ سید حسین بن عبدالرحمٰن محمد عیدروس عن شیخ جعفر صادق بن مصطفیٰ عیدروس عن قطب شیخ علی عیدروس عن شیخ ابن عبداللہ عن خواجہ محمد سیف الدین سرہندی عن خواجہ محمد معصوم سرہندی عن شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمھم اللہ تعالیٰ۔

۱۱۸۲ھ/ ۱۷۶۸ء میں آپ مصر سے شام روانہ ہوئے اور فلسطین کے شہروں غزہ' نابلس' بیت المقدس وغیرہ سے ہوتے ہوئے دمشق پہنچے۔ ان دنوں مصر و شام حجاز و یمن عراق و فلسطین سب ایک اسلامی مملکت خلافت عثمانیہ کا حصہ تھے، جس کا دارالحکومت ترکی کے شہر استانبول میں واقع تھا اور سلطان مصطفیٰ سوم بن سلطان احمد سوم حکمران تھے' جن کی طرف سے عثمان صادق پاشا دمشق کے گورنر تھے۔ جبکہ دمشق کی علمی و روحانی دنیا میں نقشبندی مجددی سلسلہ سے وابستہ مرادی خانوادہ کا طوطی بول رہا تھا۔ اس خاندان کے سربراہ صوفی کامل شیخ سید علی بن محمد مرادی رحمۃ اللہ علیہ حکومت کی طرف سے شام کے ''مفتی اعظم احناف''

کے منصب رفیع پر تعینات تھے، اور آئندہ ایام میں ان کے چھوٹے بھائی شیخ سید حسین بن محمد مرادی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے تو وہ بھی اس منصب سے وابستہ رہے۔ شیخ عبدالرحمٰن عیدروس دمشق آئے تو انہی مرادی مشائخ کے ہاں قیام کیا۔ اہل دمشق سے آپ کو بھرپور استقبال و پذیرائی ملی اور مرادی خانقاہ، شہر کے علماء و مشائخ نیز ادباء شعراء کے لیے ہر نیا دن مسرت و شادمانی کا پیغام ثابت ہوتی جہاں آپ کے دم قدم سے ہر لحہ محافل کا سماں بندھا رہتا ہے اور اہل ذوق آپ سے بساط بھر علمی و روحانی نیز ادبی فوائد حاصل کرتے۔

آپ وہاں دو ماہ مقیم رہے، اس دوران عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک دن آیا تو مرادی مشائخ کے ہاں عظیم الشان محفل میلاد منعقد ہوئی جس میں گورنر عثمان پاشا سمیت شہر کی جملہ اہم شخصیات نے شرکت کی۔

عارف باللہ شیخ عیدروس نے اپنے میزبان مفتی اعظم شیخ سید علی مرادی مجددی نقشبندی حنفی کی مدح میں ایک قصیدہ موزوں کر کے انہیں پیش کیا، جواباً انھوں نے اپنے تاثرات و واردات قلبی کو منظوم کرتے ہوئے اپنے عجز و انکسار کا اظہار کیا، صاحب ''سلک الدرر'' نے دونوں اکابرین کی یہ منظومات اپنی کتاب میں درج کیے ہیں۔ شیخ علی مرادی کے فرزند شیخ سید محمد خلیل مرادی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اُن دنوں نو برس تھی اور انہوں نے شیخ عیدروس کی دمشق آمد اور اپنے گھر میں قیام کے مناظر خود دیکھے۔ بعد ازاں آپ بھی مفتی اعظم احناف نیز نقیب الاشرف شام کے مناصب پر تعینات رہے۔ اور بارھویں صدی ہجری کے مشاہیر کے احوال و آثار پر عظیم کتاب ''سک الدرر'' تصنیف کی تو اس میں آپ کے حالات نیز شاعری کے متعدد نمونے شامل کیے اور لکھا کہ شیخ عبدالرحمٰن عیدروس نادرۂ عصرہ و فرید دہری شخصیت تھے......

نیز آپ کو ان القاب سے یاد کیا: الاستاذ العارفین، العلامۃ الحبر المحقق النحریر صاحب الکرامات والمکاشفات، مربی المریدین و مرشد السالکین، قطب العارفین ابوالفضل وجیہ الدین۔

شیخ عیدروس دمشق سے واپس بیت المقدس پہنچے اور مختلف شہروں کا دورہ کرتے ہوئے مصر داخل ہوئے جہاں طنطا شہر میں سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ معلوم رہے شیخ سید احمد بن علی بدوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۶۷۵ھ/۱۲۷۶ء) مصر میں امام الصوفیہ و قطب کبیر ہیں اور مصری ٹیلی ویژن ملک کے اس عظیم صوفی کے عرس کی اہم تقریب ہر سال براہِ راست نشر کرتا ہے۔

۱۱۹۰ھ میں شیخ عیدروس مصر سے بیروت و قبرص گئے اور ۱۱۹۱ھ کو دارالخلافہ استانبول پہنچے۔ یہ سلطان عبدالحمید بن سلطان احمد سوم عثمانی کا دورِ حکومت تھا۔ چنانچہ استانبول میں آپ کو بھرپور پذیرائی ملی اور آپ

اہل مصر کے لیے ڈھیروں تحائف ووظائف نیز مراعات لے کر واپس روانہ ہوئے اور بحری رستہ کے ذریعے بندرگاہ صیدالبنان پہنچے جہاں کے گورنر نے آپ کا استقبال کیا۔

شیخ امام قطب وجیہ الدین ابوالمراحم سید عبدالرحمٰن عیدروس نے ۱۲ ارمحرم منگل کی رات قاہرہ میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے مزار ومسجد ابن طولون کے قریب واقع اپنے گھر میں وفات پائی۔ جہاں سے آپ کے جنازہ کا عظیم الشان جلوس روانہ ہوکر جامعہ ازہر پہنچا اور وہاں پر اس دور کے عظیم فقیہ مالکی امام الصوفیہ مجدد شیخ احمد دردیر رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ پھر ولی اللہ شیخ عتریس رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ مزار میں سیدہ زینب کے مزار کی سمت آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔ اس سانحہ پر شعراء نے مراثی وقصائد لکھے جن میں حزن وملال کا اظہار اور آپ کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کا سنہ ولادت ووفات ۱۱۳۵ھ۔۔۔ ۱۱۹۲ھ لکھا ہے لیکن صاحب ''فہرس الفہارس'' نے اسے غلط قرار دیا ہے۔

تلامذہ وخلفاء

۱......مسجد حرم مکی سے وابستہ عالم شیخ ابراہیم بن محمد زمزمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) شیخ عیدروس نے ''البیان والتفہیم لمتبع ملة ابراهيم۔'' نامی کتاب آپ کے لیے تصنیف کی۔ نیز آپ کو نقشبندی طریقہ میں ذکر کی اجازت عطا کی۔

۲......شیخ سید احمد عیدروس رحمۃ اللہ علیہ

۳......دمشق کے اہم حنفی عالم وشاعر شیخ امین بن محمد کمش رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۲۰۰ھ/۱۷۸۶ء) شیخ نے قیام دمشق کے دوران آپ کو منظوم سند اجازت و روایت عطا کی جو پچپن اشعار پر مشتمل اور ''سلک الدرر'' میں درج ہے۔

۴......مسند یمن، محدث، مفتی شافعیہ زبید صوفی کامل، صاحب تصانیف شیخ سید سلیمان بن یحییٰ اہدل رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۱۹۷ھ/۱۷۸۳ء)، آپ نے بذریعہ مراسلت اپنے اور فرزند کے لیے سند اجازت طلب کی جس پر شیخ عیدروس نے صنف دالیہ میں چالیس سے زائد اشعار پر مشتمل منظوم اجازت عطا کی۔

۵......صاحب النفس الیمانی شیخ سید عبدالرحمٰن بن سلیمان بن یحییٰ اہدل حسینی شافعی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۲۵۰ھ/۱۸۳۵ء)۔

۶......قاہرہ کے حنفی عالم مؤرخ ''مصر عجائب الآثار المعروف بہ تاریخ جبرتی'' کے مصنف شیخ عبدالرحمٰن بن حسن جبرتی ازہری رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء)۔

۷......شیخ عثمان بن محمد قادری بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

۸......الاستاذ الکبیر عارف باللہ شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے، دمشق کی مرکزی مسجد اموی کے مدرس محی الدین شیخ عبدالقادر بن اسمٰعیل نابلسی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹ء میں زندہ)۔

۹......الجزائر میں مفتی مالکی مسند مجدد شیخ سید علی بن عبدالقادر امین علوی اندلسی مالکی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء)۔

۱۰......قاہرہ کے عالم ادیب و شاعر ماہر لغت' صاحب تصانیف شیخ محمد بن علی حبان رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء)

۱۱......قاہرہ کے فقیہ مالکی' ماہر لغت' صاحب تصانیف علامۃ الدیار المصریۃ شیخ محمد بن محمد ازہری المعروف بہ امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۷ء)

۱۲......مراکش کے شیخ الاسلام' امام الفقہاء' محدث معمر' صاحب تصانیف شیخ محمد تاودی بن طالب بن سودہ فاسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۵ء)

۱۳......مسجد حرم مکی کے مدرس' نعت گو شاعر صاحب' تصانیف شیخ محمد سعید بن محمد امین سفر سلیمانی حنفی مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء)

۱۴......صاحب حاشیہ شامی علامہ سید ابن عابدین حنفی نقشبندی رحمہ اللہ کے سب سے اہم استاد و دمشق کے حنفی عالم جلیل شیخ محمد شاکر بن علی عقاد صدیقی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۲۲۲ھ/۱۸۰۷ء)۔ آپ نے شیخ عیدروس سے شاذلیہ' عیدروسیہ' نقشبندیہ وغیرہ سلاسل میں خلافت نیز درود شریف کی مشہور کتاب ''صلاۃ مشیشیہ'' وغیرہ کتب میں اجازت پائی۔ اور آپ کا نقشبندی شجرہ طریقت علامہ ابن عابدین نے ''عقود اللآلی'' میں درج کیا ہے۔

۱۵......مراکش کے فقیہ مالکی شاعر صاحب تصانیف شیخ محمد عبدالمجید بن علی زبادی فاسی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م۔ ۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء)، آپ ۱۱۵۸ھ میں حج و زیارت کے لیے حجاز مقدس آئے تو شیخ عیدروس سے خلافت پائی پھر اپنے سفر نامہ میں آپ کے حوال درج کیے۔

۱۶......مراکش کے شیخ محمد مختار بن محمد امزیان معطاوی دمراوی تازی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۷......خطۂ ہند کے عالم جلیل وصوفی کبیر علامہ سید حافظ محمد مرتضیٰ بلگرامی زبیدی مصری رحمۃ اللہ علیہ۔ (م ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء) اور جیسا کہ اوپر گزرا آپ نے شیخ عیدروس کی اسناد تصوف پر مستقل کتاب تصنیف کی نیز آپ ان کے سب سے اہم سوانح نگار تسلیم کیے گئے۔

۱۸......آپ کے فرزند وعلمی وروحانی علوم کے وارث شیخ سید مصطفیٰ بن عبدالرحمٰن بن مصطفیٰ عیدروس رحمۃ اللہ علیہ۔ (م ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء) آپ نے والد گرامی کے حالات پر کتاب ''**فتح المهيمن القدوس في مناقب سيدنا عبدالرحمٰن بن مصطفى العيدروس**'' تصنیف کی جس کا ایک ناقص قلمی نسخہ مکتبہ حبشی یمن میں محفوظ ہے۔

تصنیفات

شیخ عبدالرحمٰن عیدروس نے سیاحت وریاضت، دعوت وتبلیغ کے ساتھ تصنیف وتالیف پر بھرپور توجہ دی اور نظم ونثر پر مشتمل ساٹھ سے زائد کتب تصنیف کیں جن کے نام یہ ہیں:

۱......**اتحاف الخليل بمشرب الجليل الجميل**: نقشبندی سلسلہ کے عمومی تعارف پر مبنی، مخطوط مخزونہ دارالکتب مصریہ قاہرہ، دوعد، زیر نمبر ۳۲۲/مجامیع، ۲۰۷۔

۲......**اتحاف الخليل شرح منظومة سيدي عبدالله بن عمر خليل**: شیخ عبداللہ بن عمر خلیل زبیدی شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۲ء) کی منظوم تصنیف کی شرح، مخطوطہ مکتبہ عبداللہ غمضان صنعاء یمن، زیر نمبر ۳۰/مجموعہ ۶ سنہ کتابت ۱۲۹۹ھ۔

۳......**اتحاف الذائق بشرح بيتي الصادق**، مخطوط مخزونہ مکتبہ اوقاف بغداد زیر نمبر ۲۸۰۵۔

۴......**اتحاف ذوي الامعية في تحقيق معنى المعية**، اپنے ایک شعر کی تشریح پر تین کتب تصنیف کیں، یہ انہی میں سے ایک ہے۔

۵......**اتحاف السادة الاشراف بنبذة من كلام سيدي عبدالله باحسين السقاف**: خواجہ محمد صدیق سرہندی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء) کے عرب خلیفہ کے اقوال کا مجموعہ۔

۶......**اتحاف السلاف فی النساب السادة الاشراف**

۷......**ارشاد ذی اللوذعية علی بيتی المعية**: اپنے شعر کی تشریح پر دوسری تصنیف۔

۸......**ارشاد الصناية فی الكتابة تحت بعض آية**

۹......**الارشادات السنية فی الطريقة النقشبندية.**

۱۰......**الامدادت السنية فی طريقة النقشبندية.**

۱۱...... **بسط العباره فی ايضاح معنی الاستعارة**، عارف باللہ علامہ طنطاوی کی ایک عبارت کی توضیح، مخطوطہ مکتبہ مسجد غربیہ زیر نمبر ۱۱۸۲، مرکزی مسجد صنعا، مکتبہ شیخ عبداللہ غمضان صنعاء، زیر نمبر ۳۰/ مجموعہ ۶ سنہ کتابت ۱۳۰۰ھ شیخ حفنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر حاشیہ لکھا۔

۱۲......**البيان و التفهيم لمتبع ملة ابراهيم**، اپنی بعض اسانید کا بیان، اپنے شاگرد شیخ ابراہیم زمزمی مکی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے تصنیف کی۔

۱۳......**تحرير مسئالة الكلام علی ماذهب اليه الاشعری الامام.**

۱۴......**الترقی الی الغرف من كلام السلف والخلف**

۱۵......**ترويح البال و تهييج البلبال**، شعری مجموعہ، مطبوعہ مصر ۱۲۸۲ھ

۱۶......**ترويح الهموس من فيض تشنيف الكؤس**، شیخ عیدروس نے پہلے **الفتح المبين** منظوم تصنیف کی پھر خود ہی اس لیے دو شروح لکھیں اور یہ انہی میں سے ایک ہے۔

۱۷......**تشنيف الاسماع ببعض اسرار السماع**، مخطوطہ دار الکتب مصریہ قاہرہ زیر نمبر ۳۲۲/ مجامیع، مخطوطہ کا عکس مخزونہ مکتبہ ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ۔

۱۸......**تشنيف السمع ببعض لطائف الوضح**، شیخ عبدالرحمٰن بن حسن اجھوری مالکی ازہری خلوتی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م ۱۱۹۸ھ/ ۱۷۸۴ء) نے اس کی دو مبسوط شروح لکھیں جن پر اس دور کے اکابر علماء کرام نے تقریظات قلمبند کیں۔

۱۹......**تسنيف الكؤس من حميا ابن العيدروس**، الفتح المبين کی دوری شرح۔

۲۰......**التعريف بتعدد شق صدره الشريف**

۲۱......**تعريف الثقات بمباشرة شهود وحدة الافعال والصفات والذات.**

۲۲......**تمثیة القلم ببعض الواع الحکم**، تصوف، مخطوط مکتبہ جامعہ ازہر قاہرہ، زیر نمبر ۷۶۸/ القا۳ ۲۸۶۵۳

۲۳...... **تنمیق الاسفار**، دورانِ سیاحت جن ادباء سے مباحث ہوے، ان کی تفصیلات، مطبوع مطبع خیریہ مصر ۱۳۰۴ء

۲۴......**تنمیق السفر فیما جری بمصر**، قیام مصر کے واقعات، آخر الذکر کے ساتھ یکجا طبع ہوئی۔

۲۵......**تنمیق الطروس فی اخبار شیخ بن عبداللہ العیدروس**: مصنف کے جد اعلیٰ شیخ عیدروس (م ۹۹۰ھ) کے حالات، دوسرا نام **فیض القدوس فی مناقب شیخ بن عبداللہ العیدروس**.

۲۶......**الجواهر السجیة...... شرح الخزرجیة**، مخطوط مخزونہ مکتبہ مکہ مکرمہ زیر نمبر ۱۲۷/ علوم عربیہ۔ بخط مفتی حنابلہ شیخ محمد بن عبداللہ حمید عنزی مکی سنوسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء)، سنہ کتابت ۱۲۵۸ھ۔

۲۷......**حاشیة علی اتحاف الذائق**: اپنی تصنیف پر حاشیہ

۲۸......**حدیقة الصفا فی مناقب عبداللہ بن مصطفی**: اپنے پڑدادا کے حالات وفضائل کا بیان۔

۲۹......**حزب الرغبة والرهبة والاستغاثة العیدروسیة**: شیخ عبدالرحمٰن اجہوری نے اس کی شرح لکھی۔

۳۰......**ذیل المشرع الروی فی مناقب باعلوی**، یمن میں آباد سادات باعلوی خاندان کے اکابرین کے حالات پر شیخ سید محمد بن ابوبکر شلی حضرمی تریمی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ (م ۱۰۹۳ھ/ ۱۶۸۲ء) کی مشہور تصنیف **المشرع الروی** کا تکملہ، نامکمل، جبکہ اصل کتاب دو جلدوں میں مطبوع ہے۔

۳۱......**رشحة سریة من نفحة فخریة**

۳۲......**رشف السلاف من شراب الاسلاف**

۳۳......**رفع الاشکال فی جواب السؤال**

۳۴......**رفع استارة عن جواب الرسالة**

۳۵......**سلسلة الذهب المتصلة، بخبر العجم و العرب**: اپنے سفرنامہ کا تکملہ۔

۳۶......**شرح بیتی ابن العربی**: شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۲۸ھ/۱۲۴۰ء) کے دو اشعار "**انما الکون خیال**" کی شرح۔

۳۷......**شرح علی العوامل النحویة**: نامکمل

۳۸......**شرح علیٰ قصیدة بالحزمة**

۳۹......**شرح العیدروسی**' اپنی دوسری تصنیف **العرف العاطر** میں مذکورہ اپنے بعض اشعار کی شرح، مخطوطہ مکتبہ جامعہ ازہر قاہرہ، زیرنمبر ۲۱۷/مجامیع/۳۴۷۶۸/حلیم

۴۰......**العرف العاطر فی معرفة الخواطر**: منظوم، مخطوطہ دارالکتب مصریہ قاہرہ، زیرنمبر ۶۸۳/تصوف، مخطوط کا عکس مکتبہ ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ

۴۱......**العرف الوردی فی دلائل المهدی**، مخطوطہ پبلک لائبریری برلن جرمنی زیرنمبر ۲۷۳۳

۴۲......**العروض**: قافیہ وعروض کے علوم پر

۴۳......**عقدالجواهر فی فضل آل بیت النبی الطاهر**: مخطوطہ کا عکس ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ

۴۴......**فتح الرحمٰن بشرح صلاة ابی الفتیان**: امام الصوفیہ شیخ سید احمد بن علی بدوی طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتب کردہ مجموعہ درود شریف کی شرح، مخطوطہ مکتبہ حرم مکی زیرنمبر ۲۳۲۹، دارالکتب مصریہ قاہرہ، ۴۹/مجامیع

۴۵......**فتح العلیم فی الفرق بین الموجب واسلوب الحکیم**

۴۶......**الفتح المبین علی قصیدة العیدروس فخر الدین**: مناقب شیخ ابوبکر بن عبداللہ عیدروس (م ۹۱۴ھ)، مخطوطہ مکتبہ حسینیہ تریم، مکتبہ شیخ احمد بن حسن عطاس رحمۃ اللہ علیہ بمقام حریضہ حضر موت، ایک ضخیم جلد، سنہ کتابت ۱۳۲۸ھ۔

۴۷......**قطف الزهر من روض المقولات العشر**: مخطوطہ ریاض یونیورسٹی زیرنمبر ۲۳۶۹

۴۸......**القول الاشبه فی حدیث من عرف نفسه فقد عرف ربه**

۴۹......**لطائف الجود فی مسئالة وحدة الوجود**، مخطوطہ مکتبہ جامعہ ازہر قاہرہ، زیرنمبر ۸۲۳/حلیم/ ۳۳۴۵۷، شیخ عبدالرحمٰن بن حسن کردی دمشقی شافعی قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء)

نے اس کی شرح لکھی جس کا مخطوطہ دارالکتب مصریہ قاہرہ میں بعنوان "**شرح لطائف الشیخ عبدالرحمن العیدروس**" زیر نمبر ۱۷۵/مجامیع محفوظ ہے۔

۵۰...... متن **لطیف فی اسم الجنس والعلم**: سلسلہ وفائیہ شاذلیہ کے مرشد شیخ محمد بن یوسف مراکشی مصری مالکی المعروف بہ ابوالانوار بن وفا رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء) نے س کی شرح لکھی۔

۵۱...... **مرأة الشموس بذکر سلسلة القطب العیدروس**، دو جلد، مخطوطہ مکتبہ آل یحیٰ تریم، سنہ کتابت ۱۱۸۰ھ

۵۲...... **مرقعة الصوفية**: اسانید کے موضوع پر

۵۳...... **مرقعة الفقهاء**

۵۴...... **المنہج العذب فی الكلام علی الروح و القلب**

۵۵...... **نثر اللآلی الجوهرية علی المنظومة الدهرية**

۵۶...... **نفائس الفصول المقتطفة من ثمرات اهل الوصول**: دوسرا نام **انفاس الوصول المنصطفة من ثمرات اهل الاصوٗل**

۵۷...... **النفحات المدنية فی الافكار القلبية والروحية السرية فی الطريقة العيدروسية**: مخطوطہ دارالکتب مصریہ قاہرہ، تین عدد، زیر نمبر ۲۰۷، ۲۰۸/مجامیع، ۲۲۲، مخطوطہ کا عکس مکتبہ ام القرٰی یونیورسٹی مکہ مکرمہ۔

۵۸...... **النفحة الانسية فی بعض الاحاديث الدسية**، منظوم

۵۹...... **نفحة البشاره فی معرفة الاستعارة**: شیخ محمد بن احمد جوھری خالدی شافعی مصری رحمۃ اللہ علیہ۔ (م ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۱ء) نے اس کی شرح لکھی، جس کا مخطوطہ بنام "**شرح نتيجة البشاره بمعرفة الاستعارة**" دارالکتب مصریہ قاہرہ میں زیر نمبر ۵۷۶۱/ھ بخط شیخ المالکیہ محمد بن احمد عُلَیش ازھری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء) موجود ہے، سنہ کتاب ۱۲۸۹ھ۔

۶۰...... **النفحة العلية فی الطريقة القادرية**

۶۱...... **النفحة العيد روسية فی الطريقة النقشبندية**: مخطوطہ دارالکتب ظاہریہ دمشق زیر نمبر ۱۱۳۵۳

۶۲...... **النفحة اللمعيته فی تحقيق معنى المعية**: اپنے شعر کی تشریح پر تیسری تصنیف۔

۶۳......نفحة الهداية فی التعلیق

آخر میں عرض ہے کہ عراق کے ایک معاصر محقق، کامل سلمان جبوری نے دورِ جاہلیت سے لے کر ۲۰۰۲ء تک کے جملہ شعراء کے حالات پر ایک کتاب "معجم الشعراء" نام سے تصنیف کی جو چھ ضخیم جلدوں میں بیروت سے شائع ہوئی۔ اس کے مصنف خود شیعہ ہیں اور انھوں نے اہل سنت شعراء کے تذکرہ سے حد درجہ بخل و تعصب سے کام لیا اور لاتعداد اکابر شعراء کے حالات کتاب میں شامل نہیں کیے جبکہ متعدد غیر مسلم شعراء کو اپنی کتاب میں جگہ دی۔ شیخ عبدالرحمٰن عیدروس جو کہ عرب دنیا کے مشہور و مطبوع شاعر ہیں یہ ان کے تذکرہ سے خالی ہے۔

(مآخذ: ابجد العلوم، صفحہ ۶٧۶/ الاعلام، جلد ۳ صفحہ ۳۳۸/ سلک الدرر، جلد ۱ صفحہ ۳۱۳، جلد ۲ صفحہ ۳۷۵، جلد ۳ صفحہ ۲۳۶ تا ۲۳۷/ الطریقة النقشبندیة واعلامها، صفحہ ۹۳ تا ۹۴/ عجائب الآثار، جلد ۲ صفحہ ۴۲ تا ۵۲، ۵۳، ۱۱۲، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۴۰، ۱۴۶، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۱۳، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۷۲، ۳۸۲، ۳۸۳/ عقود اللآلی، صفحہ ۴۷/ علماء دمشق واعیانها، جلد ۱ صفحہ ۹۵، ۱۹۳ تا ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷/ فهرس الفهارس، جلد ۱ صفحہ ۱۴۵ تا ۱۴۶، جلد ۳ صفحہ ۱۰۴/ فهرس مخطوطات بعض المکتبات الخاصة فی الیمن، صفحہ ۱۶۲۶، ۲۸۲/ فهرس مخطوطات دار الکتب الظاهریة، قسم التصوف، جلد ۳ صفحہ ۷۳/ فهرس مخطوطات مکتبة مکة المکرمة، صفحہ ۳۵۸/ فهرس المکتبة الازهریة، جلد ۳ صفحہ ۵۵۲، ۵۹۴، ۶۲۳/ فهرست المخطوطات دار الکتب المصریة، جلد ۱ صفحہ ۲۶۰، ۲۷۹، ۳۲۵، ۳۳۱، ۳۳۵، ۳۷۳، جلد ۲ صفحہ ۸۳/ مختصر نشر النور، صفحہ ۳۵، ۴۵، ۵۴، ۱۵۳، ۳۱۹، ۴۳۷/ مصادر الفکر الاسلامی صفحہ ۷۰، ۱۸۴، ۳۳۲، ۳۹۱، ۴۳۴، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۵۶/ معجم مؤلفی مخطوطات مکتبة الحرم المکی الشریف، صفحہ ۳۸۵/ کمپیوٹر انٹرنیٹ پر شیخ سید علی جعفری کی ویب سائٹ، مضامین بہ عنوان نبذة عن تریم، دار المصطفیٰ للدراسات الاسلامیة تعریف.

☆......☆......☆

فہرست مآخذ

۱......ابجد العلوم، نواب صدیق حسن خان بھوپالی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء، دار ابن حزم بیروت

۲......اعلام المکیین من القرن التاسع الی القرن الرابع عشر الھجری، عبداللہ بن عبدالرحمٰن معلمی، طبع اوّل ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء، الفرقان اسلامک ہرٹیج فاؤنڈیشن لندن وجدہ

۳......الاعلام، قاموس تراجم لاشھر الرجال والنساء من العرب والمستعربین والمستشرقین، خیر الدین زرکلی، طبع ششم ۱۹۸۴ء، درا العلم للملایین بیروت۔

۴......التاریخ والمؤرخون، بمکۃ، من القرن الثالث الھجری الی القرن الثالث عشر، پروفیسر ڈاکٹر محمد حبیب ھیلہ، طبع اوّل ۱۹۹۴ء، الفرقان اسلامک ہرٹیج فاؤنڈیشن لندن وجدہ۔

۵......تراجم اعیان المدینۃ المنورۃ، فی القرن ۱۲ الھجری، گمنام مصنف، تحقیق پروفیسر ڈاکٹر محمد تونجی حلبی، طبع اوّل ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء دار الشروق جدہ۔

۶......الحدائق الوردیۃ فی حقائق اجلا النقشبندیۃ، شیخ عبدالمجید بن محمد خانی، طبع ۱۳۰۸ھ، عبدالوکیل دروبی جامع درویشیہ دمشق۔

۷......دائرہ المعارف الاسلامیۃ الکبریٰ، عربی ایڈیشن، نگران کاظم موسوی بجنوردی، طبع اوّل ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء، مرکز دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی تہران، جلد ۳ مقالہ نگار محمد ھادی مؤذن جامی۔

۸......دلیل الرسائل الجامعیۃ فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ڈاکٹر زید بن عبدالمحسن آل حسین، طبع دوم ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء، شاہ فیصل ریسرچ سینٹر ریاض۔

۹......سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر، شیخ محمد خلیل مرادی، تحقیق اکرم حسن علبی، طبع اوّل ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء، دار صادر بیروت۔

۱۰......الطریقۃ النقشبندیۃ واعلامھا، ڈاکٹر محمد احمد درنیقہ، سنہ تصنیف ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء، جروس پریس طرابلس لبنان

۱۱......طیبۃ وذکریات الاحبۃ، احمد امین صالح مرشد، طبع دوم ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء، مطبع دار البلاد جدہ۔

۱۲......عجائب الآثار فی التراجم والاخبار، شیخ عبدالرحمٰن بن حسن جبرتی، تحقیق ڈاکٹر عبدالرحیم، طبع ۱۹۹۸ء، مطبع دار الکتب مصریہ قاہرہ۔

۱۳......عقود اللآلی فی الاسانید العوالی، علامہ سید محمد ابن عابدین دمشقی، طبع اوّل ۱۳۰۲ھ، مطبع المعارف دمشق۔

۱۴......علماء دمشق واعیانھا فی القرن الثالث عشر الھجری، طبع اوّل ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء، دار الفکر دمشق وبیروت

۱۵......فتح القوی فی ذکر اسانید السید حسین الحبشی العلوی، شیخ عبداللہ بن محمد غازی مکی، طبع اوّل ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء، ناشر سید محمد بن ابوبکر بن ابوبکر احمد بن حسین حبشی مکہ مکرمہ۔

۱۶......فہرس الفہارس والاثبات ومعجم المعاجم والمشیخات والمسلسلات: علامہ سید عبدالحیٔ بن عبدالکبیر کتانی، تحقیق ڈاکٹر احسان عباس، طبع دوم ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء، دارالغرب السلامی، بیروت

۱۷......فہرس مخطوطات بعض المکتبات الخاصۃ فی الیمن، عبداللہ محمد حبشی، تقیق چولیان یوھانسن، طبع ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء، الفرقان اسلامک ہرٹج فاؤنڈیشن لندن۔

۱۸ فہرس مخطوطات الحدیث الشریف وعلومہ، فی مکتبۃ الملک عبدالعزیز بالمدینۃ المنورۃ، عمار بن سعید تمالت طبع اوّل ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء، مکتبہ عبدالعزیز مدینہ منورہ۔

۱۹......فہرس مخطوطات دارالکتب الظاہریۃ، قسم التصوف، شیخ محمد ریاض صالح، طبع ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء، مجمع اللغۃ العربیۃ دمشق

۲۰......فہرس مخطوطات مکتبۃ مکۃ المکرمۃ، شیخ فراج عطا سالم وغیرہ' دس اہل علم نے مل کر مرتب کی، طبع اوّل ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء، مکتبہ شاہ فہد ریاص

۲۱......فہرس المکتبۃ الازھریۃ، طبع ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء، مطبع جامعہ ازھر قاہرہ۔

۲۲......فہرس الکتب العربیۃ الموجودۃ بالدارر، طبع ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء، مطبع دارالکتب مصریہ قاہرہ۔

۲۳......فہرست المخطوطات، دارالکتب المصریۃ، فواد سید، طبع ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء، مطبع دارالکتب قاہرہ

۲۴......فہرست المخطوطات، دارالکتب المصریۃ، مصطلح الحدیث، فواد سید وغیرہ، طبع ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء، مطبع دارالکتب قاہرہ۔

۲۵......الفوائد الجلیلۃ فی مسلسلات ابن عقیلۃ، شیخ محمد بن احمد ابن عقیلہ، تحقیق ڈاکٹر محمد رضا قھوجی، طبع اوّل ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء، دارالبشائر الاسلامیۃ بیروت۔

۲۶......کتب المسلسلات عندالمحدثین، ڈاکٹر عبداللطیف بن محمد جیلانی طبع اوّل ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء، مکتبہ شاہ فہد ریاض۔

۲۷......المختصر من کتاب نشر النور والزھر فی تراجم افاضل مکۃ، من القرن العاشر الی القرن الرابع عشر، شیخ عبداللہ بن احمد ابوالخیر شہید، اختصار محمد سعید عامودی واحمد علی، طبع دوم ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، دارالمعرفہ جدہ۔

۲۸......مصادر الفکر الاسلامی فی الیمن، عبداللہ بن محمد حبشی، طبع ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء، مکتبہ عصریہ بیروت۔

۲۹......مطالع السعود، شیخ عثمان بن سندواٹلی، تحقیق ڈاکٹر عماد عبدالسلام رؤف وسھیلہ عبدالمجید قیسی، طبع ۱۹۹۱ء، وزارت ثقافت واطلاعات عراق۔

۳۰......معجم الشعراء من العصر الجاھلی حتیٰ سنۃ ۲۰۰۲م، کامل سلمان جبوری، طبع اول ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء، دارالکتب علمیہ بیروت۔

۳۱......معجم مؤلفی مخطوطات مکتبۃ الحرم المکی الشریف، شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن معلمی، طبع اوّل ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء، مکتبہ شاہ فہد ریاض

۳۲......نظم الدرر فی اختصار نشر النور والزھر فی تراجم افاضل مکۃ، من القرن العاشر الی القرن الرابع عشر، شیخ عبداللہ بن محمد غازی مکی، مخطوطہ بخط مصنف کا عکس مخزونہ بہاء الدین زکریا لائبریری ضلع چکوال۔

۳۳......کمپیوٹر انٹرنیٹ ویب سائٹ: www.alhabibali.org

☆......☆......☆

مقبرہ مرادی کا گول گنبد

جس کے چاروں طرف آٹھ کھڑکیاں ہیں۔ (عکس ۱۹۹۳ء)

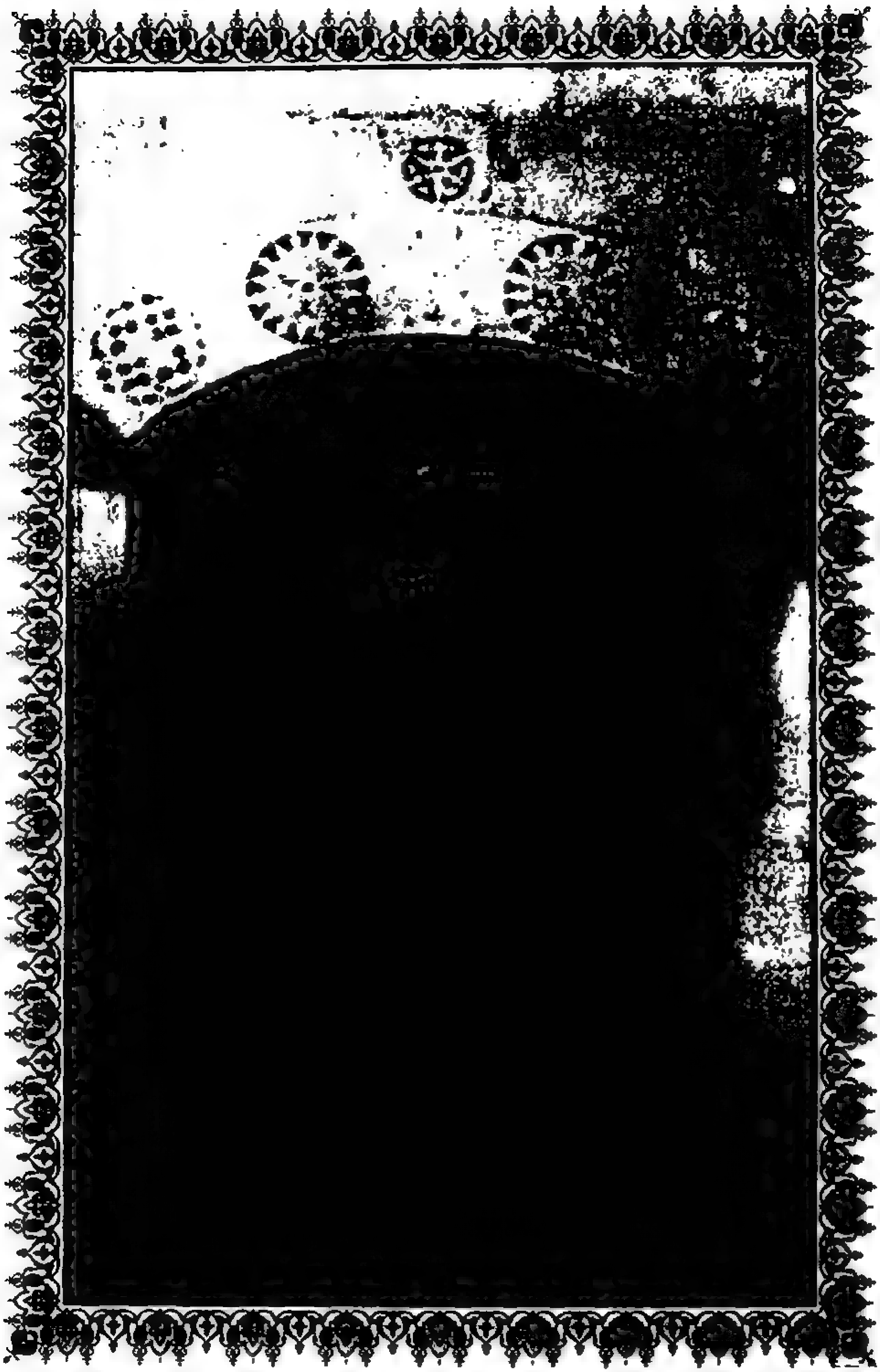

خانقاہ مرادی کا جنوبی دروازہ جس پر کاشی کاری وغیرہ سے مزین ٹائل نمایاں ہیں اس کے پیچھے تین مزارات ہیں (عکس ۱۹۹۳ء)

خانقاہ مرادی کا جنوبی دروازہ جس پر کاشی کاری وغیرہ
سے مزیّن ٹائل نمایاں ہیں اس کے پیچھے تین مزارات ہیں (عکس ۱۹۹۳ء)

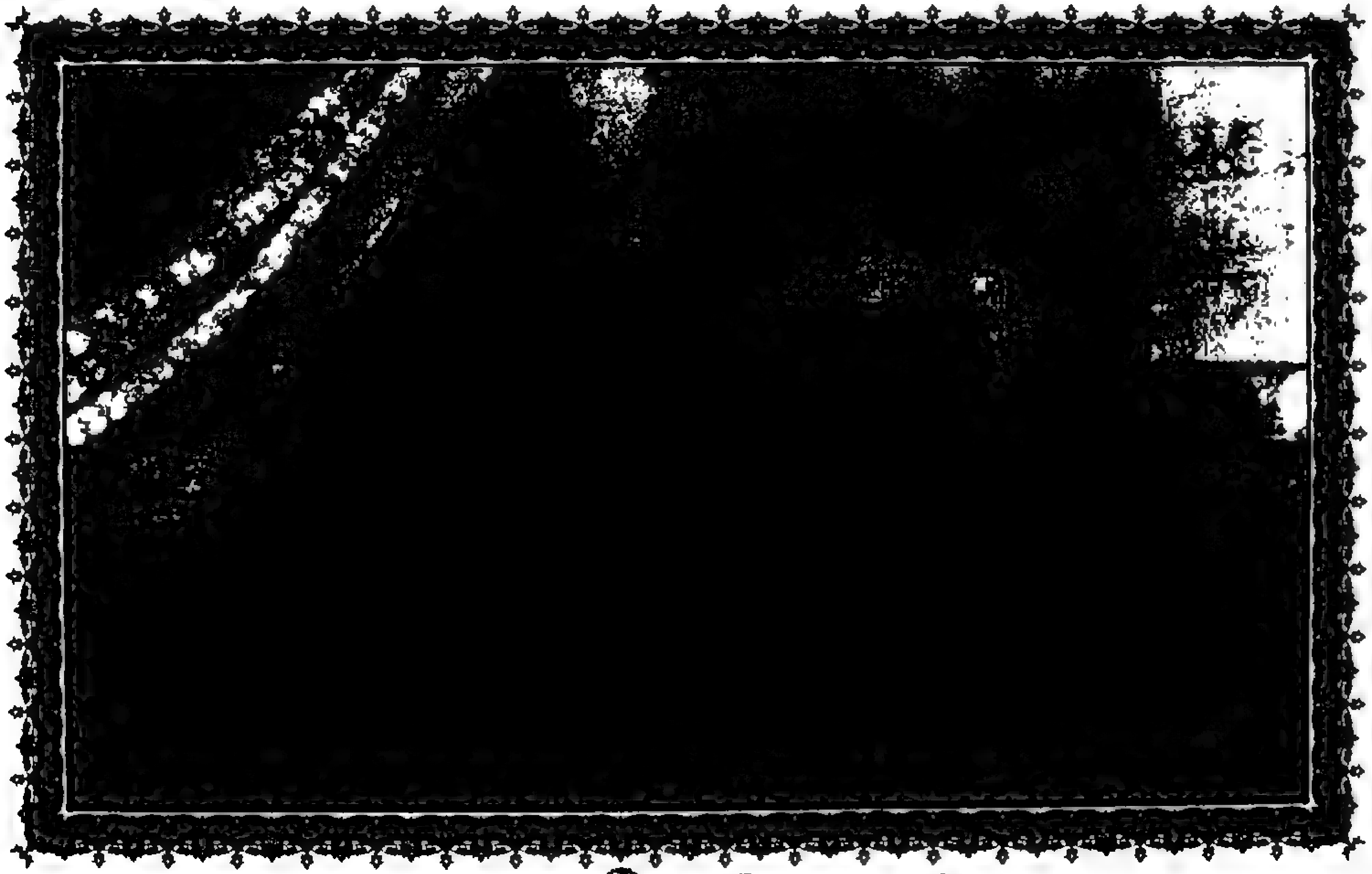

مقبرہ مرادی کے اندر تین مزارات

(عکس ۱۹۹۳ء)

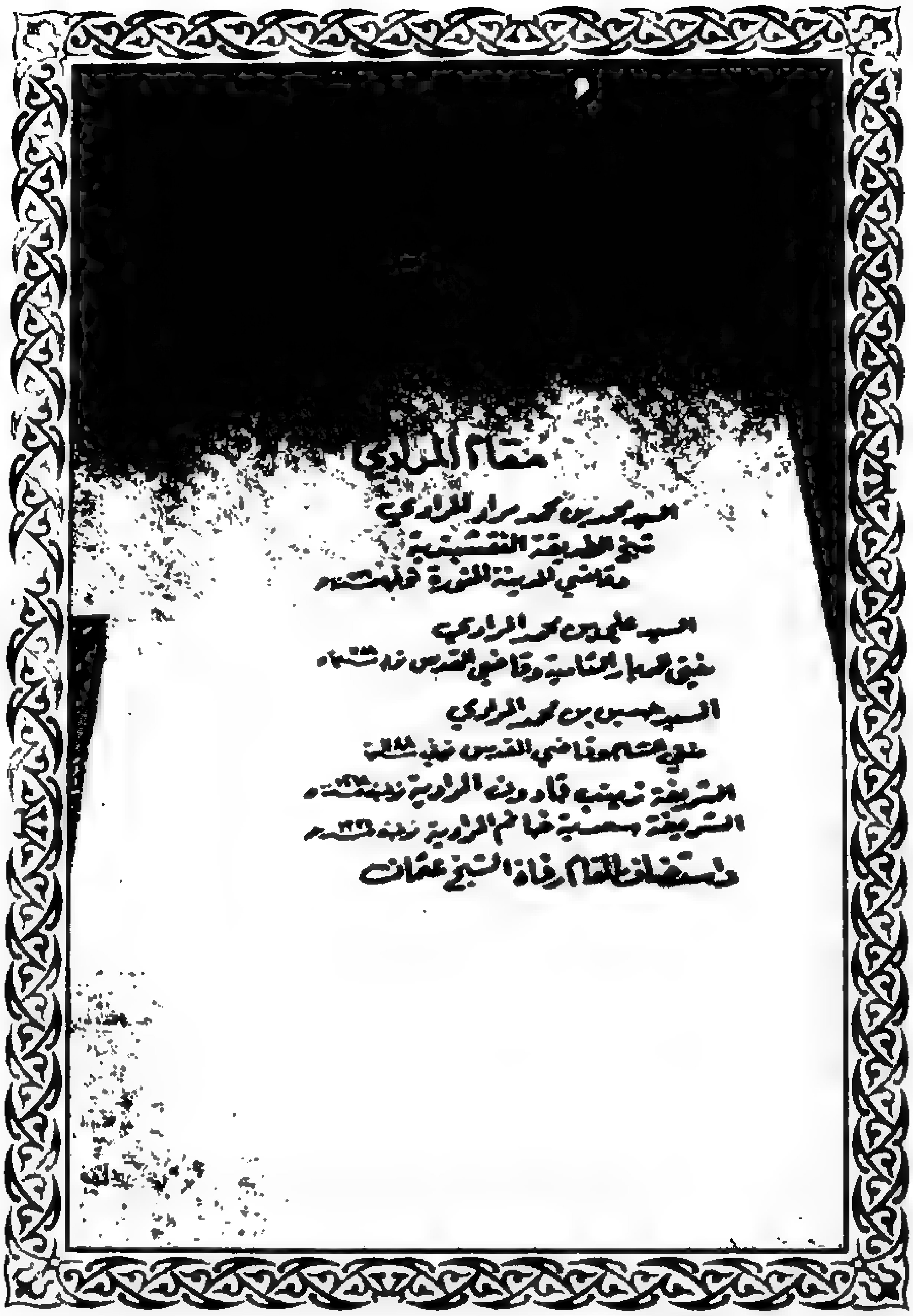

مقام المرادي

السيد محمد بن محمد مراد المرادي
شيخ الطريقة النقشبندية
وقاضي المدينة المنورة [illegible]

السيد علي بن محمد المرادي
مفتي الديار الشامية وقاضي القدس [illegible]

السيد حسين بن محمد المرادي
مفتي الشام وقاضي القدس [illegible]

الشريفة زينب قادون المرادية [illegible]
الشريفة سعدية خانم المرادية [illegible]
[illegible] الشيخ عثمان

مقبرہ مرادی کا کتبہ جس پر مندرجہ ذیل حضرات کے اسماء گرامی لکھے ہیں۔

۱۔ سید محمد بن محمد مراد المرادی (۱۱۶۹ھ/ ۱۷۵۵ء) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ طریقت اور مدینہ منورہ کے قاضی

۲۔ سید حسین بن محمد المرادی (۱۱۸۸ھ/ ۱۷۷۴ء) شام کے مفتی اور بیت المقدس کے قاضی۔

۳۔ زینب قارون المرادیہ (۱۲۶۸ھ/ ۲-۱۸۵۱ء)

۴۔ سعدیہ خانم المرادیہ (۱۳۳۴ھ/ ۱۶-۱۹۱۵ء) (عکس ۱۹۹۳ء)

مدرسہ مرادیہ کا غربی دروازہ

اس مدرسے میں عہد عثمانی (۱۱۰۸ھ/ ۱۶۹۶ء) کی مسجد کے سوا کچھ باقی نہیں بچا جیسا کہ مینارے پر لگی ہوئی تختی سے واضح ہے (عکس ۱۹۹۳ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تیرہویں صدی کے

عرب مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

عبدالحق انصاری

☆☆

آج کی عرب دنیا کے لگ بھگ تمام اہم علاقوں میں نقشبندی سلسلہ سے وابستہ علماء و مشائخ موجود ہیں لیکن ملک شام کا دارالحکومت دمشق گزشتہ کئی صدیوں سے نقشبندی صوفیہ کا بطور خاص مرکز رہا ہے۔ اس تاریخی و بابرکت شہر میں عام طور پر سلاسل، خلوتیہ، رفاعیہ، شاذلیہ، قادریہ، مولویہ مقبول ہوئے۔ اور بارہوین صدی ہجری میں دمشق میں مقیم تین اکابر علماء احناف کے توسط سے نقشبندی سلسلے کا بھرپور تعارف ہوا، پھر یہ آئندہ دنوں میں وہاں کے مقبول ترین سلاسل میں سب پر سبقت لے گیا۔ ان نقشبندی اکابرین کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

☆ شیخ سید محمد مراد بن علی بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۲ھ/۱۷۲۰ء)
☆ شیخ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۱ء)
☆ شیخ مولانا علیم اللہ بن عبدالرشید عباسی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء)

ان میں سے اول الذکر یعنی قطب زماں شیخ سید محمد مراد بخاری رحمۃ اللہ علیہ سمرقند ازبکستان میں پیدا ہوئے اور ہندوستان آئے، جہاں خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے نقشبندی سلسلے کی مجددی شاخ میں خلافت پائی۔ پھر ۱۰۸۷ھ کے کچھ عرصہ بعد پہلی بار دمشق وارد ہوئے اور چند برس بعد وہیں پر مستقل سکونت اختیار کرلی، یہاں تک کہ دارالخلافہ استانبول کے دورہ پر گئے تو وہاں وفات پائی۔ نقشبندی سلسلے کی ''مجددی مرادی'' شاخ آپ سے منسوب ہے۔ آپ کی نسل دمشق میں موجود ہے۔

جبکہ قطب ربانی استاذ الاساتذہ شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ دمشق میں ہی پیدا ہوئے اور وہیں پر

وفات پائی۔ آپ نے دوسوبیس سے زائد کتب تصنیف کیں، نیز دو سلاسل قادریہ و نقشبندیہ کے عظیم صوفی تھے۔ اور شیخ سید محمد مراد مجددی نیز ان کی اولاد کے ساتھ آپ کے گہرے مراسم استوار تھے۔ چنانچہ سید مراد کے بیٹے و پوتے نے شیخ نابلسی کی شاگردی اختیار کی۔ نیز سید مراد کے پوتے کی شادی آپ کی پوتی سے ہوئی۔

شاید مرادی مشایخ کے ساتھ اس گہرے تعلق و روابطہ کا ہی نتیجہ تھا کہ شیخ نابلسی جو نقشبندی سلسلے کی ایک اور شاخ سے وابستہ تھے، انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ مکتوبات میں مذکور کشف سے متعلق ایک عبارت کی توضیح و تشریح پر مستقل کتاب ''**نتیجة العلوم و نصیحة علماء الرسوم**'' تصنیف کی جس کے دو قلمی نسخے شام کی سب سے بڑی سرکاری لائبریری مکتبہ ظاہریہ دمشق، جس کا نیا نام مکتبہ اسد ہے، اس میں زیر نمبر ۴۰۰۸ سنہ کتابت ۱۱۱۲ھ، ۵۵۵۵ سنہ کتابت ۱۱۱۲ھ محفوظ ہیں۔

علاوہ ازیں شیخ نابلسی نے حضرت مجدد کے مرشد خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے مرید و خلیفہ خواجہ تاج الدین زکریا سنبھلی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی تحریر ''رسالة فی بیان آداب الطریقة النقشبندیة'' کی شرح ۱۰۸۷ھ میں بعنوان ''مفتاح المعیة فی بیان طریق النقشبندیة'' لکھی جس کے تین قلمی نسخے مکتبہ جامعہ ازہر قاہرہ میں زیر نمبر ۹۲۹/حلیم ۳۳۵۶۳، ۹۵۸/حلیم ۳۳۵۹۲، ۵۵۶ مجامیع/ رافعی ۲۷۵۹۳ اور دو عدد دار الکتب مصریہ قاہرہ میں زیر نمبر ۱۶۴، ۹ مجامیع موجود ہیں۔

شیخ نابلسی کا نقشبندی کا شجرۂ طریقت حسب ذیل ہے۔ شیخ عبدالغنی نابلسی عن شیخ ابی سعید بلخی بخاری (وفات بصرہ ۱۰۹۲ھ) عن میر عابد الملقب بہ حافظ خادم عن شیخ محمد خاوند عن سید ہاشم دھبیدی عن شیخ عارف بن احمد المعروف بہ مجذوب اعظم عن خواجہ قاضی محمد زاہد سمرقندی عن خواجہ عبیداللہ احرار بن محمود سمرقندی عن شیخ یعقوب چرخی افغانی عن خواجہ محمد بہاء الدین بخاری المعروف بہ شاہ نقشبند رحمھم اللہ تعالیٰ۔

اور بارہویں صدی کے دمشق میں تیسری اہم نقشبندی شخصیت عارف باللہ مولانا علیم اللہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے ہجرت کر کے حج و زیارت اور سیاحت کے بعد دمشق جا بسے، جہاں آپ کے مریدین و خلفاء کا وسیع حلقہ قائم ہوا۔ آپ کے مختصر حالات سلک الدرر میں درج ہیں اور مکتبہ ظاہریہ دمشق میں آپ کی عربی تصنیف ''**الرسالة الهندية فی الطريقة النقشبندية**'' کا مخطوطہ زیر نمبر ۴۹۵۸ موجود ہے جو ۱۱۶۱ھ کا کتابت شدہ ہے نیز اس پر مولانا علیم اللہ کی مہر ثبت ہے جس کے مطابق آپ نے شیخ عبدالرحمٰن بن زکریا عطار رحمۃ اللہ علیہ نامی کسی بزرگ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ اور اسی کتب خانہ میں

مولانا علیم اللہ کے ایک اور خلیفہ شیخ محمد بن الحاج محمد عطر رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ شجرہ طریقت بنام ''شجرۃ خلافۃ النقشبندیۃ'' زیر نمبر ۹۶۶۵ کا مخطوطہ محفوظ ہے۔ مکتبہ ظاہریہ کے مخطوطات کی جو فہرست شائع ہوئی اس میں ان دونوں مذکورہ بالا مخطوطات کے تعارف سے فقط اتنا واضح ہے کہ مولانا علیم اللہ لاہوری نے نقشبندی سلسلے میں حضرت جمیل بیگ المعروف بہ کیمیا گر پشاوری رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پائی اور انہی کے حکم پر مذکورہ بالا رسالہ تصنیف کیا۔ نیز یہ کہ حضرت پشاوری کے مرشد کا اسم گرامی حافظ عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ادھر صاحب نزہۃ الخواطر نے بھی مولانا علیم اللہ کے حالات شامل کتاب کیے جو فقط سلک الدرر کی تلخیص ہیں۔ لیکن ان تمام معلومات سے یہ واضح نہیں کہ مولانا علیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی سلسلے کی کس شاخ سے وابستہ تھے۔

دمشق کی مذکورہ بالا تین اکابر شخصیات کے علاوہ ایک اور اہم نام حضرت مولانا ضیاء الدین خالد بن احمد کردی سلیمانی عثمانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء) کا ہے، جن کی ذات بابرکات سے اس شہر میں بالخصوص جبکہ ممالک شام، عراق، ترکی وحجاز مقدس میں بالعموم نقشبندی سلسلے کو بھرپور فروغ وتقویت ملی اور اس کی شاخ ''مجددی خالدی'' آپ سے منسوب ہوئی لیکن مولانا خالد کردی ان تینوں اکابرین کی وفات کے طویل عرصہ بعد تیرہویں صدی ہجری کے چوتھے عشرہ میں بغداد سے ہجرت کر کے دمشق آئے اور وہیں پر وفات پائی۔ لہٰذا اوپر پیش کردہ معلومات کی روشنی میں، کتاب ''حمص'' کے مصنفین کا یہ لکھنا درست نہیں کہ ملک شام میں نقشبندی طریقے کا تعارف مولانا خالد کردی کے ذریعے ہوا۔

دمشق کے ان نقشبندی اکابرین کے مختصر تعارف وتذکرہ کے بعد اب آئندہ سطور میں اس شہر کی ان شخصیات کے حالات پیش کرتے ہیں جو اس سلسلے کی ''مجددی مرادی'' شاخ سے وابستہ تھے اور ان کا شجرہ طریقت حضرت مجدد سے متصل ہوتا ہے۔

مآخذ:

حمص، صفحہ ۲۹۷/ سلک الدرر، جلد ۳ صفحہ ۲۷۶ تا ۲۷۸/ فہرس مخطوطات دار الکتب الظاہریۃ، قسم التصوف، جلد اول صفحہ ۲۳۱ تا ۲۳۲، جلد دوم صفحہ ۸۴، جلد سوم صفحہ ۷ تا ۸/ فہرس المکتبۃ الازہریۃ، جلد ۳ صفحہ ۶۳۵/ فہرس المخطوطات دار الکتب المصریۃ، جلد اول صفحہ ۳۶۱/ نزہۃ الخواطر، صفحہ ۶۷/ ایورد الانسی، صفحہ ۱۲۴)

شیخ خلیل بن عبدالسلام کاملی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱۴۶ھ - ۱۲۰۷ھ/۱۷۳۳ء - ۱۷۹۲ء)

آپ دمشق میں پیدا ہوے اور وہیں پر وفات پائی۔ آپ کے اجداد بقاع شہر کے قریب گاؤں کامد کے باشندے تھے، اسی نسبت سے آپ کا خاندان کامدی اور پھر کاملی کہلایا۔

آپ نے بچپن میں قرآن کریم حفظ کیا اور اپنے والد گرامی سے احادیث کی چھ اہم کتب سمیت جملہ متداول علوم کی تکمیل کر کے کم عمری میں ہی سند اجازت پائی۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں آپ کے چچا شیخ محمد بن محمد کاملی، آپ کے والد کے پھوپھی زاد و علم فرائض کے ماہر شیخ عبدالوہاب بن یاسین، دمشق میں فن قرأت کے خصوصی ماہر فقیہ شافعی مرشد السالکین شیخ علی بن احمد کزبراز ہری قادری، حافظ و قاری خطیب بے بدل شیخ علی بن احمد واعظ برادعی بعلی صالحی، محدث مسند استاذ العلماء مدرس مسجد اموی صاحب تصانیف کثیرہ مفسر ادیب وشاعر شیخ اسماعیل بن محمد جراحی عجلونی شافعی، شیخ محمد بن عبدالحیٔ داؤدی، نقیب الاشراف حماہ شہر مدرس مسجد اموی شیخ سید علاء الدین بن عبداللطیف حسینی عذراوی ازہری شافعی قادری، مدرس مسجد اموی شیخ محمد بن احمد دیری شافعی ازہری، مدرس مسجد اموی فقیہ شافعی شارح قصیدہ بردہ کاتب شیخ عبدالرحمٰن بن احمد ضادیقی، مفتی شافعیہ دمشق مدرس کبیر محدث مورخ ادیب وشاعر ماہر انساب شیخ محمد بن عبدالرحمٰن غزی، مسجد اموی میں محافل ذکر و نعت کے مہتمم شیخ المحیا شیخ احمد بن شمس الدین سوار شافعی، مسجد اموی میں صحیح مسلم کے مدرس محدث و فقیہ شافعی مورخ محقق صاحب تصانیف شیخ عبداللہ بن زین الدین بصروی، مفتی مالکیہ دمشق مرشد کبیر معمر صاحب تصانیف شیخ یوسف بن محمد خلوتی، مدرس مسجد اموی محدث ادیب وشاعر تفسیر بیضاوی کے محشی و دیوان ابن فارض کے شارح شیخ موسیٰ بن اسعد محاسنی حنفی، مدرس مسجد اموی محدث درمختار وغیرہ کتب فقہ حنفی کے حافظ مسند العصر سیاح قطب شیخ صالح بن ابراہیم جینی، مدرس مسجد اموی محدث فقیہ حنفی مسند صاحب تصانیف شیخ احمد بن علی طرابلسی منینی نقشبندی مجددی مرادی، مدرس مدرسہ احمدیہ شیخ محمد بن خلیل بغدادی حنفی، مرشد کبیر ادیب وشاعر صاحب تصانیف شیخ حسین بن طعمہ بیتمانی شافعی رفاعی قادری، شیخ محمود بن عباس عبدلانی کردی شافعی، مسجد اموی میں علم حدیث کے مدرس شیخ علی بن صادق داغستانی حنفی، شیخ القراء دمشق شاعر شیخ حافظ ابراہیم بن عباس شافعی خلوتی، شیخ محمد داغستانی، شیخ محمد شہرزوری

سلیمانی، شیخ عبدالکریم تلمسانی رحمھم اللہ تعالیٰ کے نام شامل ہیں۔

مذکورہ بالا علماء دمشق سے مختلف علوم وفنون میں استفادہ کے علاوہ شیخ خلیل کاملی جب حج وزیارت کے لیے گئے تو وہاں علماء مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ہندوستان، ترکی، عراق اور مراکش سے سند روایت واجازت حاصل کی۔

شیخ خلیل کاملی نے صاحب سلک الدرر کے دادا شیخ سید بہاء الدین محمد مرادی حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلے نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت اور ذکر کی تلقین پائی۔ جبکہ شیخ عبدالوہاب بن یاسین سے دیگر سلاسل میں خرقہ خلافت پہنا۔

آپ دمشق کے اہم شافعی عالم، علم حدیث کے ماہر، شاعر، مسند اور علم فلکیات کے مرجع تھے، اور ابوالصفاء، صلاح الدین، صفی الدین کاملی کے القاب سے جانے گئے۔ اعیان دمشق کے مصنف نے شیخ خلیل کاملی کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے: **الامام العالم المحدث الفقیه، احد شیوخ دمشق المشهورین علماً و فضلاً و اباً و جداً، انتفع به وتخرج علیه خلائق کثیرون۔**

شیخ خلیل بن عبدالسلام بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن عبدالنافع کاملی اشعری شہر کے علم وفضل میں مشہور گھرانہ کے فرد تھے۔ آپ کے والد مدرس مسجد اموی فقہ شافعی کے ماہر ادیب وشاعر تھے۔ جبکہ آپ کے دادا بھی فقیہ شافعی مدرس صحیح بخاری خطیب بے بدل محقق سیاح تھے اور شیخ الاسلام والمحدثین نیز برکۃ الشام کے القاب سے یاد کیے گئے۔ اور آپ کے پڑدادا گیارہویں صدی ہجری کے اہم فقہاء شافعیہ میں سے نیز زاہد وعابد تھے۔

کاملی خاندان کے اس علمی پس منظر کے باعث اس وقت صورتحال دلچسپ ہوگئی جب شیخ خلیل کاملی نے اپنے استاد شیخ احمد منینی نقشبندی مجددی سے سند روایت واجازت طلب کی۔ جواباً انہوں نے فرمایا میں تمہیں کیونکر اجازت دوں جبکہ علم تو آپ کے گھرانے سے ہی بخوبی پھیلا۔ واضح رہے کہ شیخ احمد منینی آپ سے عمر میں ستاون برس بڑے تھے چنانچہ شیخ خلیل نے عرض کیا، یاسیدی یہی طریقہ چلا آرہا ہے کہ مجھ جیسے چھوٹے آپ جیسے اکابرین سے اخذ کریں۔ اس پر شیخ منینی نے فرمایا: لیکن اللہ کی قسم میں تمہیں ہرگز سند روایت نہ دوں گا تاوقتیکہ تم ان تمام سلسلے روایت کی اجازت مجھے دو جو باپ دادا کے توسط سے تم تک پہنچیں۔ پھر آسمان نے یہ منظر حیرت وسرور سے دیکھا کہ کاملی خاندان کے اس جواں سال طالب علم نے اپنے دور کے مسند کبیر استاذ العلماء صحیح بخاری کے شارح نعت گو شاعر اپنے استادِ محترم شیخ احمد منینی کو سندِ روایت پیش کی، جس کے بعد ہی انہوں نے شیخ خلیل کاملی کی آرزو پوری کی۔

شیخ خلیل کاملی عمر بھر اکابر و مسند علماء سے سندِ روایت حاصل کرتے رہے، پھر آپ کے پاس پورے قرآن مجید کی ایسی سند روایت تھی جو محض تین واسطوں سے رسول اللہ ﷺ سے متصل تھی۔ آپ نے اسے شیخ صالح جینی سے اور انہوں نے مسند حجاز شیخ حسن بن علی عُجیمی مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے جنہوں نے شیخ احمد قشاشی مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے خواب و حالت بیداری میں رسول اللہ ﷺ سے اخذ کیا۔ علاوہ ازیں آپ کی سند روایت صحیح بخاری اپنے دور کی اعلیٰ ترین سند تھی جو شیخ صالح جینی کے توسط سے حضرت خضر علیہ السلام کے طریق پر محض دس واسطوں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے متصل تھی۔ شیخ خلیل کاملی کے ان اہم استاد شیخ صالح جینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی تو آپ نے اس صدمہ پر چودہ اشعار کا مرثیہ لکھا جو سلک الدرر میں درج ہے۔

آپ نے ایک نازک موقع پر اہل شام کو جنگ کے شعلوں سے بچانے کے لیے دیگر زعماء کے اشتراک سے اہم خدمت انجام دی۔ یہ عثمانی خلافت کا دور تھا اور اس وسیع و عریض اسلامی سلطنت کا دارالخلافہ ترکی کے شہر استانبول میں واقع جبکہ شام اس کا صوبہ تھا اور مصری حکومت بھی عثمانی خلیفہ کی اطاعت گزار تھی۔ سلطان مصطفیٰ سوم بن احمد سوم عثمانی جو ۱۱۷۱ھ سے ۱۱۸۷ھ تک خلیفہ رہے، انہوں نے ۱۱۷۴ھ میں عثمان پاشا صادق کو شام کا والی مقرر کیا، جس کے چند برس بعد عثمان پاشا نے غزہ شہر کے باشندوں کے ساتھ کوئی ناانصافی کا معاملہ کیا۔ یہ شہر مصری حدود سے نزدیک تھا لہٰذا اہل غزہ فریاد لے کر حاکم مصر علی بیگ کے دربار جا پہنچے۔

ان دنوں شام کی علمی و روحانی دنیا میں دمشق کی خانقاہ مرادیہ کے سجادہ نشین شیخ سید علی بن بہاء الدین محمد بن محمد مراد حنفی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نمایاں تھا جو ''مفتی اعظم شام'' کے منصب پر تعینات تھے۔ حاکم مصر نے ایک خط سید علی مرادی کے نام ارسال کرتے ہوئے گورنر عثمان پاشا کے لیے دو راستے تجویز کیے، اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دے یا پھر جنگ کا سامنا کرنے کی تیاری کر لے۔ یہ فضا برقرار تھی کہ سید علی مرادی نے ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۱ء میں وفات پائی۔ گورنر عثمان پاشا نے حلب طرابلس وغیرہ شہروں سے افواج جمع کر کے مقابلے کی ٹھانی، اور دمشق سے باہر نکل کر محاذ قائم کر لیا۔ مصری افواج ابوالذہب محمد بیگ بن عبداللہ کی قیادت میں چالیس ہزار جنگجو اور تقریباً اسی توپوں وغیرہ اسلحہ سے لیس ہو کر ۱۱ صفر ۱۱۸۵ھ کو دمشق پر حملہ آور ہوئیں، یہ جنگ تین دن جاری رہی جس کے نتیجے میں جمعہ کی رات ۱۴ صفر کو عثمان پاشا اور ان کے ساتھیوں نے راہِ فرار اختیار کی۔

اگلی صبح ابوذہب نے دمشق کے اکابر علماء کے نام خط بھیجا جس میں اہل دمشق کو اطاعت یا جنگ اختیار کرنے کی دعوت دی۔ اس دوران شہر حکمران طبقہ وفوج سے خالی ہو چکا تھا اور گلی کوچوں میں خوف و ہراس کی کیفیت طاری تھی، اردگرد دیہاتوں کے باشندے اپنے مال و مویشی سمیت دمشق پہنچنے لگے اور شہر کی مرکزی وتاریخی مسجد اموی میں لوگوں کا جم غفیر پناہ گزیں ہوگیا۔ اس صورت حال میں زعماء نے مشاورت کے بعد اکابر علماء کا ایک وفد تشکیل دیا تا کہ وہ حملہ آور سے معاملات طے کر سکیں۔ اس وفد میں شیخ خلیل بن عبدالسلام کاملی، ان کے استاد شیخ علی داغستانی، شیخ عبدالغنی نابلسی کے نواسہ مفتی شافعیہ شیخ محمد شریف غزی، مسجد اموی کے امام وخطیب شیخ سلیمان بن احمد محاسنی حنفی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔ یہ وفد شہر سے نکل کر مصری افواج کی قیام گاہ پہنچا اور ابوذہب سے ملاقات کی جس کے نتیجہ میں جنگ بندی اور امان قرار پائی۔ یوں ان علماء کی سعی سے مسلمان فریقین میں جنگ وجدل کی فضا سرد ہوئی اور دمشق شہر خونریزی وتباہی سے محفوظ ہوا۔ مصری افواج نے پڑاؤ اٹھالیا اور ۵ ربیع الاول ۱۱۸۵ھ کو واپس روانہ ہوگئیں۔

تلامذہ

- ☆ فقیہ شافعی ادیب وشاعر شیخ خلیل بن محمد خشہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۶ء) مشہور محدث شیخ ابوالنصر الخطیب شافعی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کے نانا۔
- ☆ محدث اعظم شام مسند مدرس مسجد اموی شیخ عبدالرحمٰن بن محمد کزبری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۶ء) حج وزیارت کے موقع پر مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔
- ☆ مفتی اعظم شام نقیب الاشراف صاحب سلک الدرر شیخ سید محمد خلیل بن علی مرادی نقشبندی مجددی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۰۶ھ/ ۱۷۹۱ء)
- ☆ مفتی شافعیہ ادیب وشاعر صاحب الورد الانسی وشارح المواہب اللدنیۃ شیخ محمد بن محمد المعروف بہ کمال الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۴ھ/ ۱۷۹۹ء) آپ نے ۱۲۰۲ھ میں شیخ خلیل کاملی سے سند بروایت حاصل کی۔

تصنیفات

- ☆ ثبت الکاملی، آپ کی اسانید ومرویات کا مجموعہ، مخطوطہ مخزونہ دارالکتب مصریہ قاہرہ زیر نمبر ۱۳۵/ تیمور بخط شیخ کمال الدین غزی، سنہ کتابت ۱۲۰۶ھ۔ شیخ خلیل کاملی کی قبر باب صغیر نامی قبرستان میں واقع ہے۔

مآخذ:

اعیان دمشق، صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۲/ الاعلام، جلد۲ صفحہ ۳۱۹/ حلیۃ البشر، جلد اول صفحہ ۵۹۱/ سلک الدرر، جلد اول صفحہ ۲۴ تا ۶۸، جلد۲ صفحہ ۲۳۹ تا ۲۴۰، جلد۳ صفحہ ۳۰ تا ۳۳، جلد چہارم صفحہ ۸۰ تا ۸۱/ علماء دمشق واعیانھا، جلد اول صفحہ ۶۹ تا ۷۱، ۱۰۰، ۳۳۶، جلد۲ صفحہ ۴۸۹/ فہرس الفہارس، جلد۲ صفحہ ۹۳۳ تا ۹۳۴، جلد۳ صفحہ ۲۷/ فہرست المخطوطات دارالکتب المصریۃ، مصطلح، جلد اول صفحہ ۲۰۵۔

○

شیخ سید عبداللہ بن محمد طاہر مرادی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱۶۰ھ - ۱۲۱۲ھ / ۱۷۴۷ء - ۱۷۹۷ء)

اس تحریر کے آغاز میں آ چکا کہ دمشق میں نقشبندی مجددی سلسلے کا تعارف گیارہویں صدی ہجری کے آخر میں شیخ سید محمد مراد بن علی بخاری ازبکی استانبولی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات سے ہوا۔ بعدازاں آپ کی نسل تقریباً دو صدیوں تک دمشق کی علمی وروحانی فضا میں نمایاں رہی اور اس کے افراد نے ملک شام پر یادگار اثرات چھوڑے۔ اس دوران مرادی خاندان کی جن شخصیات نے شہرت پائی ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

☆ عالم جلیل صوفی کامل ادیب وشاعر شیخ سید ابراہیم بن بہاء الدین بن محمد بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۲ھ/ ۱۷۳۰ء)

☆ قاضی مدینہ منورہ شیخ سید بہاء الدین محمد بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۹ھ/ ۱۷۵۵ء)

☆ عالم جلیل ادیب وشاعر شیخ سید احمد سعید بن علی بن بہاء الدین محمد بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۰ھ/ ۱۷۶۶ء)

☆ شیخ سید محمد طاہر بن عبداللہ بن مصطفیٰ بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۰ھ/ ۱۷۶۶ء)

☆ مفتی اعظم شام وقاضی القدس الشریف شیخ سید علی بن بہاء الدین محمد بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۴ھ/ ۱۷۷۱ء)

☆ مفتی اعظم شام وقاضی القدس الشریف شیخ سید حسین بن بہاء الدین محمد بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۸ھ/ ۱۷۷۴ء)

☆ مفتی اعظم ونقیب الاشراف شام صاحب سلک الدرر شیخ سید محمد خلیل بن علی بن بہاء الدین محمد بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۱ء)

☆ مفتی اعظم شام وقاضی عینتاب شیخ سید عبداللہ بن محمد طاہر بن عبداللہ بن مصطفیٰ بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء)

☆ مفتی اعظم شام شیخ سید علی بن حسین بن بہاء الدین محمد بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء تقریباً)

☆ مفتی اعظم شام سید عبدالرحمان شہید بن حسین بن بہاء الدین محمد بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء)

☆ مفتی اعظم شام شیخ سید حسین بن علی بن حسین بن بہاء الدین محمد بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء)

☆ مفتی اعظم شام شیخ سید علی بن حسین بن علی بن حسین بن بہاء الدین محمد بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء)

☆ قاضی ادیب وشاعر شیخ سید موسیٰ بن ابوسعود بن حسین بن علی بن حسین بن بہاء الدین محمد بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء)

☆ مفتی اعظم شام کے امین شیخ سید عبدالمحسن بن صالح بن احمد بن عبداللہ بن محمد طاہر بن عبداللہ بن مصطفیٰ بن محمد مراد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء)

شیخ سید محمد مراد ازبکی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نیز ان کی نسل کے مذکورہ بالا اولین سات علماء ومشائخ کے دست یاب حالات راقم السطور قبل ازیں ایک اور مضمون کی صورت میں نذر کر چکا ہے۔ اب آئندہ سطور میں مذکورہ بالا آخری سات مرادی بزرگوں کے حالات پیش ہیں۔

شیخ سید عبداللہ بن محمد طاہر مرادی حنفی رحمۃ اللہ علیہ دمشق میں پیدا ہوئے وہیں پر وفات پائی۔ اپنے والدِ گرامی سے قرآن مجید وغیرہ علوم اخذ کیے۔ نیز مدرس مسجد اموی متعدد علوم کے ماہر شیخ سید محمد بن احمد عانی شافعی ازہری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مقامی علماء سے تعلیم پائی، پھر علم وعمل میں ممتاز ہوئے۔ آپ نے ۱۱۸۸ھ میں دارالخلافہ استانبول کا سفر کیا، جہاں چند ماہ مقیم رہے اور ۱۱۹۱ھ میں شیخ الاسلام محمد امین بن صالح

رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مفتی اعظم شام مقرر کیا۔ نیز قاضی القدس الشریف ہوے لیکن گیارہ ماہ بعد سات شعبان ۱۱۹۲ھ کو آپ ان مناصب سے الگ ہو گئے اور ساتھ ہی آپ کو ترکی کی سرحد پر واقع شہر عینتاب کا قاضی تعینات کیا گیا۔ جبکہ مفتی اعظم کا منصب آپ کے خاندان کے ہی شیخ سید محمد خلیل مرادی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا گیا۔

شیخ عبداللہ مرادی تمام مناصب ترک کر کے عبادت و ریاضت نیز خلق خدا کی بھلائی کے کاموں میں مشغول ہوے، پھر اپنے دور کے اوتاد و اقطاب میں سے ہوے۔ حلیۃ البشر کے مصنف نے آپ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے: **الشیخ عبداللہ ...... الدمشقی الحنفی الشہیر بالمرادی النقشبندی صدر صدور الشام، وبدر العلماء الاعلام، الشہم الکبیر، والہمام الشہیر. ولد بدمشق و نشاء بھا، وقرأ علی علمائھا، الی ان صار من اوتادھا واقطابھا**۔ آپ کی قبر دحداح نامی قبرستان میں واقع ہے۔

مآخذ:

اعیان دمشق، صفحہ ۱۸۹ تا ۱۹۰/ حلیۃ البشر، جلد دوم صفحہ ۱۰۰۷ تا ۱۰۰۸/ سلک الدرر، جلد اول صفحہ ۲۷۶/ علماء دمشق واعیانھا، جلد اول صفحہ ۴۷، ۶۲، ۸۴ تا ۸۵

○

شیخ سید عبدالرحمٰن بن حسین مرادی شہید رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۱۸ھ---/۱۸۰۳ء---

آپ دمشق میں پیدا ہوے، وہیں پر وفات پائی۔ اور ۱۶ جمادی الثانی ۱۲۱۰ھ کو مسجد اموی کے خطیب شیخ سید اسعد محاسنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ ''مفتی اعظم شام'' تعینات کیے گئے جس پر آپ نے محرم ۱۲۱۳ھ تک خدمات انجام دیں جب یہ منصب پھر سے شیخ محاسنی کو سونپ دیا گیا۔

ان دنوں خلیفہ عثمانی کی طرف سے بوسینیا نژاد احمد پاشا شام کا والی مقرر تھا جو ایک ظالم و جابر حکمران تھا۔ اس نے لاتعداد افراد جن میں علمی شخصیات بھی شامل تھیں انہیں ناحق قتل کرایا۔ اور نہ معلوم کتنے علماء و زعماء کو جیل میں ڈالا، جن میں سے بعض طویل قید و صعوبت کے بعد جیل کے اندر ہی وفات پا گئے۔ اس نے رعایا کو اذیت و سزا دینے کے طرح طرح کے آلات ایجاد کیے۔ ذرا سی لغزش پر ناک اور کان کٹوا

دینا، آگ میں دہکتے ہوئے آہنی جوتے پہنا دینا، داڑھی مونڈوا دینا، حتیٰ کہ قتل کرا دینا اس کے معمولات میں سے تھا۔ بعض مادہ پرست افراد کا ٹولہ بھی اس ظلم وستم میں اس کا معاون ہوا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اس نے دعوٰی کیا کہ میں ہی مہدی منتظر ہوں اور اس کے حامیوں میں سے ایک نے کتاب تصنیف کی جس میں احمد پاشا کو مجدد قرار دیا۔ اس کا ایک اچھا کام یہ تھا کہ اس نے دو ماہ کی مہم جوئی کے بعد فرانسیسی حملہ آور نپولین بوناپاٹ کو فلسطین کے شہر عکا سے پسپائی پر مجبور کر دیا۔ لیکن اس کے ظلم و جور پر مبنی افعال نے اس کارنامہ کو لوگوں کے ذہن سے کلی طور پر محو کر دیا اور وہ احمد پاشا الجزار یعنی احمد پاشا قصاب کے لقب سے مشہور ہوا۔ مورخین نے اس کا ذکر کرتے ہوئے اسی لقب سے یاد کیا اور اس کے مظالم کی داستانیں آج تک اہل شام کی زبانوں پر ہیں۔

۱۲۱۹ھ میں احمد پاشا قصاب نے وفات پائی تو اہل شام نے سکون کا سانس لیا۔ اس موقع پر امام الفقہاء، درمختار کے محشی صوفی کامل علامہ سید محمد امین ابن عابدین حنفی نقشبندی مجددی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے احمد پاشا کا سنہ وفات منظوم کرتے ہوئے ظلم سے نجات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اسی احمد الجزار کے اعمال میں سے ہے کہ ۱۸ جمادی الاول ۱۲۱۸ھ کو اس نے دو ہزار فوجیوں کی مدد سے شیخ سید عبدالرحمٰن مرادی نقشبندی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور رات کو انہیں قلعہ دمشق کے اندر پھانسی دے دی۔ جس کے دو ماہ بعد ۱۶؍رجب کو مفتی اعظم شیخ اسعد محاسنی کو بھی اسی قلعہ میں پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا۔ پھر شیخ سید عبدالرحمٰن مرادی کی متروکہ تمام جائیداد نیلام کر دی۔

شیخ عبدالرحمٰن مرادی شہید کے مناقب پر ان کے معاصر ادیب و نعت گو شاعر قاضی بیروت شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللطیف بربیر دمیاطی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے منظوم کتاب ''رسالۃ فی المفاخرۃ بین الماء والھواء'' تصنیف کی جو دمشق سے شائع ہو چکی ہے۔

ماخذ:

(اعیان دمشق، صفحہ ۴۰/ حلیۃ البشر، جلد اول صفحہ ۱۲۹/ علماء دمشق واعیانھا، جلد اول صفحہ ۴۷، ۶۲، ۱۵۲، ۲۳۵)

شیخ سید علی بن حسین مرادی شہید رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۶۳ھ - ۱۲۳۰ھ / ۱۷۴۹ء - ۱۸۱۴ء تقریباً

آپ دمشق میں پیدا ہوئے وہیں پر وفات پائی۔ اپنے والد گرامی سے جملہ علوم اخذ کیے، دیگر اساتذہ میں مدرس مدرسہ مرادیہ وامین فتویٰ شیخ محمد بن علی برھانی داغستانی حنفی، نعت گو شاعر شیخ ابی الصفاء خلیل بن مصطفیٰ رومی دمشقی حنفی، شیخ علی بن صادق داغستانی حنفی کے نام اہم ہیں۔ نیز محدث صوفی مجاہد امام الشافعیہ مسند شیخ شہاب الدین احمد بن عبید اللہ عطار و شیخ محمد بن محمد بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ سے سند روایت حاصل کی۔

شیخ سید علی مرادی ادیب و شاعر صوفی و حنفی عالم جلیل تھے۔ آپ ۱۲۲۹ھ میں مفتی اعظم شام تعینات کیے گئے۔ آپ کے خاندان کے اہم فرد صاحب سلک الدرر مفتی اعظم و نقیب الاشراف شیخ سید محمد خلیل مرادی رحمۃ اللہ علیہ جو عمر میں آپ سے دس برس چھوٹے تھے، انہوں نے عالم شباب میں وفات پائی تو شیخ سید علی مرادی نے اس سانحہ پر طویل و دردناک مرثیہ لکھا۔ نیز اپنے استاد شیخ محمد برھانی کا قصیدہ موزوں کیا اور مفتی حلب ادیب و شاعر شیخ حسن بن احمد کواکبی حنفی کی مدح میں قیصدہ لکھا۔ علاوہ ازیں اپنے عزیز دوست مفتی شافعیہ شیخ کمال الدین غزی کے ساتھ آپ کا شعری مکالمہ ہوا۔ علامہ سید علی مرادی کی ان تمام منظومات کے منتخب اشعار پیش نظر کتب میں موجود ہیں۔ آپ کو مرصع و مسجع نثر لکھنے پر بھی اعلیٰ کمال حاصل تھا۔

مآخذ:

اعیان دمشق، صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۳/ حلیۃ البشر، جلد اول صفحہ ۵۳۳ حاشیہ/ علماء دمشق واعیانھا، جلد اول صفحہ ۴۷، ۶۲، ۱۸۴، ۲۴۷ تا ۲۵۰، جلد دوم صفحہ ۵۳۳/ منتخبات التواریخ، جلد دوم صفحہ ۶۵۲)

* * *

شیخ سید حسین بن علی مرادی شہید رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۰۰ھ - ۱۲۶۷ھ / ۱۷۸۵ء - ۱۸۵۰ء

آپ دمشق میں پیدا ہوئے اور وہیں پر وفات پائی، آپ نے والد ماجد سے تعلیم و تربیت پائی اور وہی آپ کے سب سے اہم استاد و مربی تھے۔ جبکہ شیخ سید محمد خلیل مرادی، استاذ العلماء شیخ محمد شاکر بن عقاد حنفی

خلوتی، فقیہ معمر شیخ نجیب بن احمد قلعی دمشقی حنفی رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی اخذ کیا۔

شیخ سید حسین مرادی عالم و فاضل، فقیہ حنفی، اخلاق حسنہ سے آراستہ، علماء و رؤساء کے ہاں محترم، سخی اور ضرورت مند کی حاجت پوری کرنے میں مشہور تھے۔ آپ کی وفات کے بعد بھی اہل شام میں آپ کے محاسن کا چرچا دیر تک جاری رہا۔

آپ والد گرامی کی وفات پر مفتی اعظم کے منصب پر تعینات کیے گئے جس پر آپ نے آخر دم تک خدمات انجام دیں۔ بعض ادارتی امور کے باعث آپ اس منصب سے دوبار الگ کیے گئے لیکن یہ پھر سے آپ کے سپرد کیا جاتا رہا۔ ایک بار نقیب الاشراف شیخ سید محمد سعید بن حمزہ عجلانی حسینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی جگہ یہ منصب تفویض کیا گیا لیکن تقریباً ایک برس بعد ۲۷ ربیع الاول ۱۲۴۰ھ کو یہ واپس شیخ حسین مرادی کو سونپا گیا اور دوسری بار نقیب الاشراف شیخ سید حسن بن تقی الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ تقریباً چھ ماہ تک مفتی اعظم رہے۔ جبکہ شیخ حسین مرادی ۳۵ برس تک اس سے وابستہ رہے اس دوران دمشق کے اکابر علماء احناف مختلف اوقات میں مفتی اعظم شیخ حسین مرادی کے امین فتویٰ و معاون رہے، جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

☆ فقیہ جلیل شیخ حسین اطرش رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء)
☆ شیخ حسین بن احمد کبیسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء)
☆ علم فرائض کے خصوصی ماہر شیخ سعدی بن محمد کمال عمری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء)
☆ وحدۃ الوجود وغیرہ موضوعات پر کتب کے مصنف شیخ عبدالقادر بن درویش ہمزاوی (م ۱۲۷۹ء/ ۱۸۶۲ء)
☆ مسجد اموی کے امام جو بعد ازاں مفتی اعظم ہوئے، شیخ طاہر بن عمر خربوتلی آمدی رحمۃ اللہ (م ۱۳۰۰ء/ ۱۸۸۳ء)
☆ درمختار کے محشی امام الفقہاء علامہ سید محمد امین بن عمر عابدین حسینی نقشبندی مجددی خالدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء)
☆ مرشد السالکین شیخ محمد ہاشم بن عبدالرحمٰن تاجی خلوتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۷ء)
☆ مدرس مسجد اموی شیخ مصطفیٰ بن خلیل قزبھار رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۷ھ/ ۱۸۴۱ء)

”علماء دمشق“ کے مصنفین نے مرادی خاندان کے ان علماء کرام کے ناموں کی فہرست دی ہے جو مفتی اعظم کے منصب پر تعینات رہے، جس سے عیاں ہوتا ہے کہ شیخ حسین مرادی اس خاندان کے آخری فرد

تھے جو اس منصب سے وابستہ رہے۔ لیکن یہ درست نہیں، حق یہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے فرزند شیخ علی مرادی رحمۃ اللہ علیہ بھی مفتی اعظم رہے۔

شیخ حسین مرادی کے دور میں ہندوستان کے مشہور نقشبندی مجددی بزرگ مولانا غلام علی عبداللہ بٹالوی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے ہجرت کر کے ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۲ء میں دمشق پہنچے تو مفتی اعظم شام شیخ حسین مرادی نے ان کا نہ صرف بھرپور استقبال کیا بلکہ دمشق کے اہل علم میں مولانا خالد کردی سے اخذ کرنے والی اولین شخصیت ہوئے۔

آپ کے تین فرزند تھے، جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

☆ شیخ عبدالرحمٰن مرادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۴ھ) والی شام و مصر ابراہیم پاشا کے دور میں اعلیٰ سرکاری منصب پر فائز رہے۔ آپ عالم فاضل تھے اور وبائی مرض کے باعث اپنے والد گرامی کی زندگی میں وفات پائی۔

☆ مفتی اعظم شیخ علی مرادی رحمۃ اللہ علیہ، آپ کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

☆ عالم جلیل شیخ ابوسعود مرادی رحمۃ اللہ علیہ، آپ مختلف شہروں میں قاضی تعینات رہے۔

شیخ حسین مرادی کی قبر ان کے گھر یعنی خانقاہ مرادیہ میں بنائی گئی۔

مآخذ:

اعیان دمشق، صفحہ ۸۹ تا ۹۰/ الحدائق الوردیہ، صفحہ ۲۴۲/ حلیۃ البشر، جلد اول صفحہ ۴۸۸، ۵۳۳، ۵۴۶، ۵۵۲، جلد دوم صفحہ ۶۶۳، ۶۶۸، ۷۴۸، جلد سوم صفحہ ۱۵۵۶، ۱۵۷۶/ الطریقۃ النقشبندیہ، صفحہ ۸۲/ علماء دمشق واعیانہا، جلد اول صفحہ ۴۷، ۶۲، ۱۸۲، ۳۹۵، ۴۰۳، ۴۱۰، ۴۵۵، جلد دوم صفحہ ۵۰۳، ۵۱۰، ۵۳۳ تا ۵۳۵، ۶۰۴، ۶۴۲/ منتخبات التواریخ، جلد دوم صفحہ ۶۵۲)

○

شیخ سید علی بن حسین مرادی رحمۃ اللہ علیہ

---- ۱۲۶۸ھ / ---- ۱۸۵۲ء

آپ والد گرامی کی وفات کے بعد ۱۲۶۷ھ میں مفتی اعظم شام مقرر کیے گئے اور شیخ سعدی بن محمد عمری آپ کے امین فتویٰ ہوئے۔ لیکن شیخ علی مرادی نے اس منصب پر چند ماہ خدمات انجام دینے کے بعد

بہ اصرار تمام استعفادے دیا جس پر شیخ طاہر آمدی مفتی اعظم بنائے گئے۔

اعیان دمشق کے مصنف نے لکھا کہ آپ مرادی خاندان کی آخری شخصیت تھے جو مفتی اعظم تعینات رہے۔ یوں آپ اس منصب سے وابستہ آٹھویں مرادی عالم تھے۔ واضح رہے کہ یہ شام بھر میں سب سے اعلیٰ دینی منصب تھا اور اس پر حنفی علماء تعینات کیے جاتے جو عثمانی خلافت کے دور میں سرکاری مذہب تھا۔

منتخبات التواریخ کے مصنف رقم طراز ہیں کہ شیخ علی مرادی کی دو تصنیفات اقوال الائمۃ العالنۃ فی احکام الدروز والتیامنۃ اور الروض الرایض فی عدم صحۃ تزویج اہل السنۃ للروافض میرے پاس محفوظ ہیں۔ لیکن ان کا شیخ سید علی بن حسین مرادی کو ان دونوں کا مصنف قرار دینا درست نہیں۔ حق یہ ہے کہ یہ صاحب سلک الدرر کے والد شیخ سید علی بن محمد مرادی (م ۱۱۸۴ھ) کی تصنیفات ہیں جیسا کہ سلک الدرر میں مذکور ہے۔

ماخذ:

اعیان دمشق، صفحہ ۹۰، ۳۵۷/ حلیۃ البشر، جلد دو صفحہ ۶۶۳، ۷۴۸ تا ۷۴۹/ سلک الدرر، جلد سوم صفحہ ۲۳۴/ علماء دمشق واعیانہا، جلد اول صفحہ ۶۲، جلد دوم صفحہ ۶۴۲/ منتخبات التواریخ، جلد دوم صفحہ ۶۶۵، ۸۴۲

* * *

شیخ سید موسیٰ بن ابو سعود مرادی رحمۃ اللہ علیہ

---- ۱۳۱۰ھ / ---- ۱۸۹۲ء

آپ دمشق کی مشہور علمی شخصیات میں سے تھے اور شام کے مختلف مقامات پر قاضی تعینات رہے۔ اور ۱۲۸۹ھ سے ۱۲۹۶ھ تک دمشق کے تین اہم اداروں کے رکن منتخب ہوئے، جبکہ ۱۲۹۸ھ سے ۱۳۰۸ھ تک محکمہ بدایہ کے تین بار رکن منتخب کیے گئے۔ آپ کو نظم ونثر پر یکساں کمال حاصل تھا اور اگر آپ کا منظوم کلام جمع کیا جاتا تو مستقل دیوان ہوتا۔

آپ کے بیٹے شیخ مراد رحمۃ اللہ علیہ سلطان عبد الحمید عثمانی کے عہد میں محکمہ اوقاف دمشق کے مدیر رہے، جبکہ آپ کے پوتے شہر کے مشہور طبیب حاذق تھے اور وہ مرادی خاندان کے پہلے فرد تھے جنہوں نے علم طب وابدان میں اعلیٰ کمال پایا۔

شیخ موسیٰ مرادی کی وفات کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ ۱۳۱۵ھ میں ہوئی۔

مآخذ:

اعیان دمشق، صفحہ ۹۰، ۳۵۶ تا ۳۵۷/ علماء دمشق واعیانہا، جلد اول صفحہ ۶۲/ منتخبات التواریخ، جلد دوم صفحہ ۶۶۵، ۸۴۱ تا ۸۴۲)

◆

شیخ سید عبدالمحسن بن صالح مرادی رحمۃ اللہ علیہ

---- ۱۳۳۲ھ / ---- ۱۹۱۳ء

آپ دمشق کے محلہ صالحیہ میں واقع جبل مہاجرین کے قریب سکونت پذیر تھے۔ آپ کے والد شیخ سید صالح بن احمد مرادی رحمۃ اللہ علیہ بھی شہر کے اہم حنفی علماء میں سے تھے جو شیخ سعدی بن محمد کمال عمری حنفی کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔

شیخ عبدالمحسن مرادی فقیہ حنفی، فلکیات وزائرچہ نیز بعض علوم جدیدہ کے خصوصی ماہر، متواضع، اخلاق حمیدہ کے مالک، شفیق، خطیب، غرباء سے محبت کرنے والے، طبقہ امراء وحکام سے دور رہنے والوں میں سے تھے۔

نبی اللہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے روضہ کے خادم ومسجد اموی کے امام وخطیب شیخ محمد بن احمد بن اسماعیل بن احمد بن علی منینی رحمۃ اللہ علیہ جب مفتی اعظم شام بنائے گئے تو شیخ عبدالمحسن مرادی ان کے معاون وامین فتویٰ رہے۔

شیخ عبدالمحسن مرادی مغرب وعشاء کے درمیان مسجد اموی میں حنفی محراب کے پاس حلقہ درس منعقد کرتے۔ آپ کے شاگردوں میں منتخبات التواریخ کے مصنف نقیب الاشراف شام امام مسجد اموی شیخ سید محمد ادیب بن محمد عبدالقادر تقی الدین حسنی حسینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۴۰ء) اہم نام ہے جنہوں نے آپ سے نحو وفقہ کے علوم پڑھے۔

آپ مرادی خاندان کی آخری علمی وروحانی شخصیت ثابت ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد ورثاء نے اس خاندان کا عظیم کتب خانہ مکمل طور پر مکتبہ ظاہریہ دمشق کو فروخت کر دیا جہاں اب تک محفوظ ہے۔

مآخذ:

اعیان دمشق، صفحہ ۱۹۰، ۴۴۰/ تاریخ علماء دمشق، جلد اول صفحہ ۱۵۸، ۳۱۳، ۵۲۶/ علماء دمشق واعیانہا، جلد اول صفحہ ۶۲، جلد دوم صفحہ ۶۴۲/ منتخبات التواریخ، جلد دوم صفحہ ۷۵۲ تا ۷۵۳، جلد سوم صفحہ ۱۳۱۴)

نسب نامہ مرادی خاندان دمشق

سید محمد مراد بن علی از بکی حنفی (م ۱۱۳۲ھ) مدفون استانبول

(مرادی خاندان کے جداعلیٰ نقشبندی مجددی مرادی سلسلے کے سرتاج)

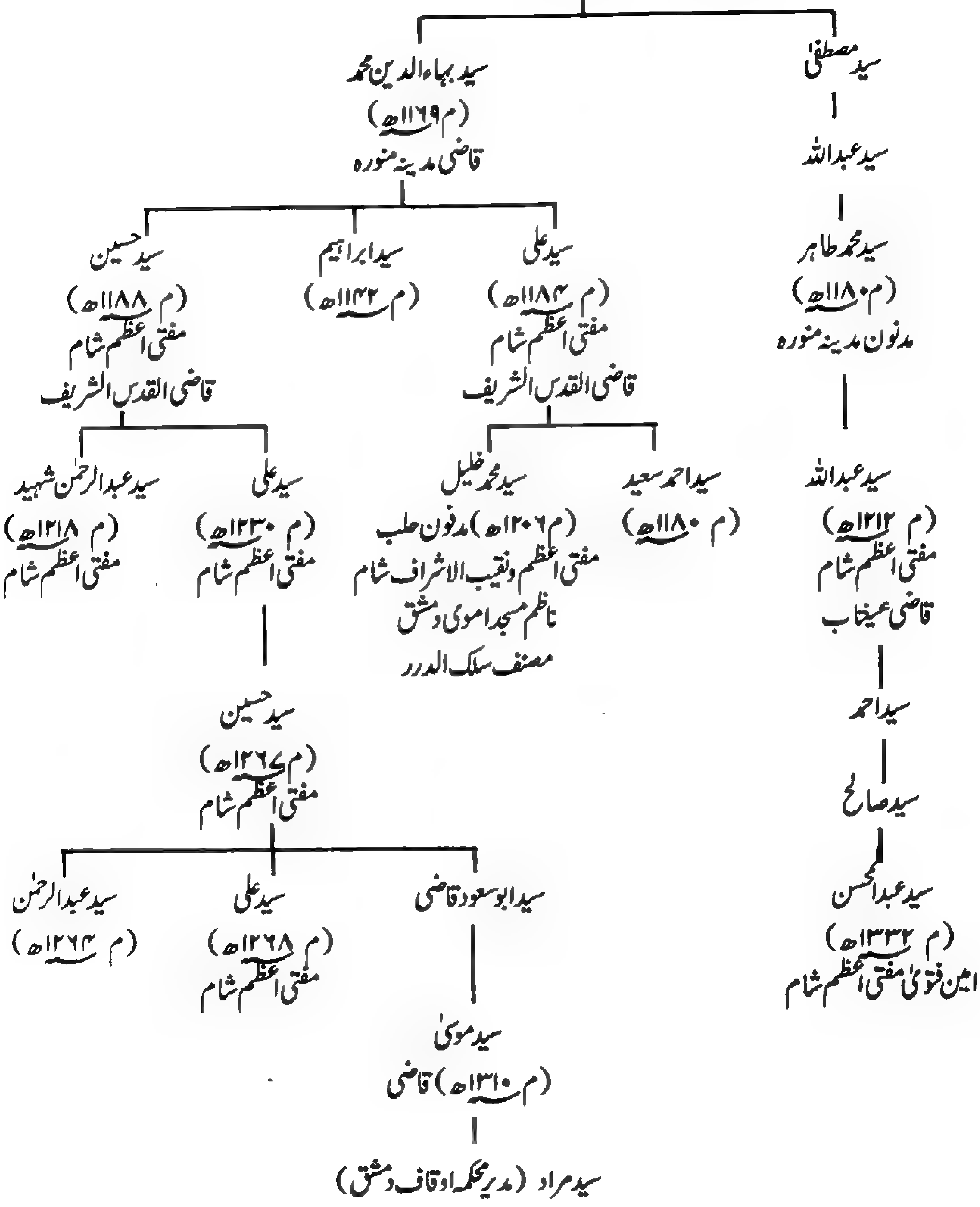
سید مصطفیٰ
سید عبداللہ
سید محمد طاہر (م ۱۱۸۰ھ) مدفون مدینہ منورہ
سید عبداللہ (م ۱۲۱۲ھ) مفتی اعظم شام قاضی عینتاب
سید احمد
سید صالح
سید عبدالمحسن (م ۱۳۳۲ھ) امین فتویٰ مفتی اعظم شام
سید بہاء الدین محمد (م ۱۱۶۹ھ) قاضی مدینہ منورہ
سید علی (م ۱۱۸۴ھ) مفتی اعظم شام قاضی القدس الشریف
سید ابراہیم (م ۱۱۴۲ھ)
سید حسین (م ۱۱۸۸ھ) مفتی اعظم شام قاضی القدس الشریف
سید احمد سعید (م ۱۱۸۰ھ)
سید محمد خلیل (م ۱۲۰۶ھ) مدفون حلب مفتی اعظم ونقیب الاشراف شام ناظم مسجد اموی دمشق مصنف سلک الدرر
سید علی (م ۱۲۳۰ھ) مفتی اعظم شام
سید عبدالرحمٰن شہید (م ۱۲۱۸ھ) مفتی اعظم شام
سید حسین (م ۱۲۶۷ھ) مفتی اعظم شام
سید ابو سعود قاضی
سید علی (م ۱۲۶۸ھ) مفتی اعظم شام
سید عبدالرحمٰن (م ۱۲۶۴ھ)
سید موسیٰ (م ۱۳۱۰ھ) قاضی
سید مراد (مدیر محکمہ اوقاف دمشق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں نقشبندیہ حضرات

DR. ANNABELLA BOTTCHER

ترجمہ وتلخیص: ڈاکٹر ثروت ندیم مسعودی، زیب مسعودی

☆☆

امریکہ میں نقشبندیہ حضرات کی تحریکوں اور ان کے کام کرنے کے طریقہ کار کو اور وہاں کے مسلمانوں کی صورتحال کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۹۹۷ء میں امریکہ میں رہنے والے مسلمانوں کی تعداد ۵ سے ۸ ملین تھی۔

۱۔ امریکہ میں سب سے پہلے مسلمان ہونے والوں کا تعلق اُن کالے امریکیوں سے تھا جو پچھلی نسل میں غلامی کی زندگی بسر کرتے آئے تھے۔

۲۔ اس کے بعد ۱۹۵۰ء - ۱۹۶۰ء کے دوران وہ لوگ مسلمان ہوئے جو تعلیم کی غرض سے امریکہ آئے اور وہیں کے ہو رہے۔

۳۔ ۱۹۷۰ء سے وہ مسلمان جو مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ بعید مراکو (Maraco) اور ایشیا (Asia) سے بہتر معیار زندگی گزارنے کی خاطر ہجرت کر کے آئے تھے۔ اُن کی وجہ سے سرزمین امریکہ میں اسلام پھیلا[1]۔

حقیقت میں امریکہ میں اسلام پر تحقیقات ابھی ابتدائی مراحل سے گزر رہی ہیں، اور صوفیہ پر تحقیقات کا سلسلے عملی طور پر پھیلا نہیں ہے سوائے اُن چند محققین کے جنہوں نے اپنے طور پر صوفیہ پر اپنی تحقیقات کو چھپوایا اور پھیلایا[2]۔

امریکہ میں چند صوفی حلقے ایسے ہیں جو اُن لوگوں نے بنائے ہیں جو امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے آئے تھے اور پھر انہوں نے وہیں رہنا پسند کیا، اُن ہی لوگوں نے ذکر اور مراقبہ کی محفلوں کو شروع کیا۔ ان

میں سے کچھ حلقوں نے بڑھ کر ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ ان کے علاوہ ۔۔۔ وہ امریکی مسلمان بھی تھے جو مسلم ممالک میں تعلیم حاصل کرنے گئے اور وہاں وہ کسی شیخ طریقت کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور پھر امریکہ واپس آ گئے[۳]۔

۔۔۔ سرزمینِ امریکہ میں تصوف کو اپنانا بہت دلچسپ اور اچنبھے کی بات ہے۔ مجھے ایسا ہی لگتا ہے، حالانکہ یہ میرا اپنا خیال ہے کہ قدیم اسلامی دور کی بہ نسبت امریکہ میں موجودہ اسلامی طریقت زیادہ روشن خیال اور متاثر کن ہے ۔۔۔

میں نے یہ الفاظ محض اپنے تجربے کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک وسیع سوچ کے تحت ادا کیے ہیں، لگتا ہے کہ امریکہ میں تصوّف پر ایک مرکز کے قیام کا فقدان ہے جو وہاں کی آبادی میں اسلام پھیلانے کے لیے ضروری ہے۔ وہ امریکن جنھوں نے اسلام قبول کیا زیادہ تر سفید امریکی ہیں جن کا تعلق تعلیم یافتہ درمیانہ طبقہ سے ہے۔ اب یہ ضروری ہے کہ ہم اُس روحانیت سے جو تصوّف سے پھوٹتی ہے اور سلفی اسلام کی اُس روحانیت کے درمیان جو وہابیت سے پھوٹتی ہے ایک خطِ امتیاز کھینچ دیں۔ بہت سے حلقوں میں اسلام قبول کرنے کو ایک اعزاز سمجھا جاتا ہے۔ تصوّف میں بہت زیادہ لچک ہے اور یہ بہ نسبت وہابیت کے زیادہ اثر انگیز ہے۔

پاکستان مشرقِ وسطیٰ (Middle East)، ترکی (Turkey)، انڈونیشیا (Indonasia) اور چین (China) وغیرہ میں طریقت کے بہت سے سلسلے ہیں۔

میں یہ تجویز پیش کرتی ہوں کہ امریکہ میں آپ لوگ نقشبندیہ حضرات کے حالات کا مطالعہ کریں۔

شیخ ناظم القبرصی الحقانی یا حقانی نقشبندیہ سلسلے جس کے متعلق آپ نے سُنا ہوگا، اس کے بارے میں آج آپ کے سامنے اپنی تحقیقات پیش کرنا چاہتی ہوں جو ابھی بالکل ابتدائی مرحلے میں ہیں۔

یقیناً آپ نے قبرص کے شیخ طریقت شیخ ناظم القبرصی الحقانی کا نام سنا ہوگا۔ اُن کا مرکز (Lafka) میں ہے جو جزیرے کے شمالی اور جنوبی سرحدوں کے درمیان ہے۔

کئی دہائیوں سے بین الاقوامی سطح پر اس طریقے کو بہت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ Freiburg شہر جو کہ Breisgau میں واقع ہے۔ یہاں میں نے اپنی بیشتر اسلامی تعلیم حاصل کی ہے۔ ہم اس شیخ طریقت کے عمامے والے مریدین کو دیکھنے کے عادی تھے نہ صرف لبنان اور اس کے بعد

امریکہ میں مجھے یہ احساس ہوا کہ ان لوگوں کے لیے جو سلسلے نقشبندیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کے طریقے کار کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ ہم سلسلۂ نقشبندیہ کو ایک مطالعہ کے لیے بہترین موضوع کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ اس سے میرا مطلب اس سلسلے کی ترقی ہے جس نے اپنے علاقائی اور قومی حدود کو عبور کیا ہے۔ یقیناً میں تنہا نہیں ہوں جو اس سلسلے سے بیحد متاثر ہوئی ہوں، بلکہ ہزاروں ایسے لوگ موجود ہیں۔ اس سے پہلے Daphne Hababis نے اس پر کام کیا تھا۔ جنہوں نے انگلستان اور لبنان کے حقانیہ کے موضوع پر ایک بہترین تحقیقی مقالہ بھی لکھا ہے[4]۔

حقانیہ، نقشبندیہ مجددیہ خالدیہ کی ایک ہی شاخ ہے[5]۔ جس کے تصوف کا طریقہ کار ایسا دلکش ہے کہ دنیا بھر میں خصوصاً مغرب میں حاضرین محفل اُن کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ اگر ہم ان شیوخ سے ان کی کامیابی کا راز پوچھتے ہیں تو اکثر یہی جواب دیتے ہیں کہ ''اللہ کا کرم ہے یہ اللہ کا فضل ہے۔''...... لیکن یہ عام لوگوں کے لیے مطمئن کرنے والا جواب نہیں...... سلسلۂ نقشبندیہ کی کامیابی اور شہرت میں تین اہم پہلو ان کی کامیابی کی بنیادی اہمیت کے حامل ہیں جو نفسیات اور معاشرت سے قریبی تعلق رکھتے ہیں:۔

۱...... شیخ کی مسحور کن اور متاثر کن شخصیت۔

۲...... ان کی تبلیغ کا انداز جس مین وہ مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے اتنے ہی قریب نظر آتے ہیں جتنے اپنی قوم کے لوگوں سے۔

۳...... شیخ کا فرمان جو سلسلے میں یکجہتی پیدا کرتا ہے۔

شیخ کی سحر انگیزی

آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ حقیقی صورت حال میں شیخ کی سحر انگیزی کیا اثر دکھا سکتی ہے۔ شیخ ناظم[6] سلسلۂ نقشبندیہ کی نمائندگی کرتے ہیں...... وہ شیخ عبداللہ داغستانی نقشبندی سے بیعت ہوئے۔ جو کہ ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد صاحب کو سلسلۂ نقشبندیہ میں ان کے چچا شیخ شرف الدین نے نقشبندیہ سلسلے میں بیعت کیا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ کا خاندان ہجرت کر کے ترکی آ گیا۔ تیرہ سال کی عمر میں آپ کے والد صاحب وفات پا گئے، آپ نے جبھی سے کام شروع کر دیا، تا کہ اپنی اور والدہ کی کفالت کر سکیں۔

دو سال بعد اپنی شادی کے فوراً بعد وہ پانچ سال کے لیے خلوت گزیں ہو گئے۔ بعد ازاں انہوں نے عثمان آرمی میں فوج کی نوکری بھی کی۔ آپ کے ہاں بارہ بچے ہوئے جن میں سے صرف دو صاحبزادیاں

حیات رہیں۔ سب سے بڑی بیٹی کی شادی مصر کے شہزادے عبداللہ سے ہوئی جس کے بعد آپ بھی اپنے خاندان کے ہمراہ مصر میں قیام پذیر رہے۔ جہاں پہلے سے آپ کے کافی مریدین تھے۔ بدقسمتی سے یہ شادی چل نہ سکی اور طلاق ہوگئی جس کے بعد آپ واپس مشرقِ وسطیٰ میں ہی آ گئے۔ وہ پہلے کچھ دن Aleppo میں رہے اور پھر دمشق میں یہیں پر گرد حلقے میں آپ کی ملاقات شیخ ناظم سے ہوئی، یہ ۱۹۴۵ء کی بات ہے۔

شیخ ناظم ۱۹۲۲ء میں Larnake میں پیدا ہوئے جو کہ قبرص میں واقع ہے۔ اور وہیں انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ اُن کے دادا نے ان کو سلسلۂ قادریہ میں بیعت کرایا۔ بعدازاں ۱۹۴۰ء میں وہ انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے استانبول روانہ ہوگئے۔ اسی دوران انہوں نے ذاتی طور پر جمال الدین لاسونی اور سلیمان آرزورومی سے اسلام کی ظاہری و باطنی حکمت کی تعلیم شروع کی۔ آپ کے بڑے بھائی کے انتقال کے سانحہ نے آپ پر کافی اثر کیا۔ اُس کے کچھ ہی دنوں بعد آپ استانبول سے شام روانہ ہوگئے، جہاں آپ نے Homs اور Alipoo میں نقشبندی شیوخ کے ساتھ پڑھا۔

ایک سال آپ نے مسجد خالد بن ولید میں قیام کیا۔ جہاں آپ نے شیخ محمد علی عیون السعود اور شیخ عبدالعزیز عیون السعود کے ساتھ تعلیم حاصل کی۔ بالآخر ۱۹۴۵ء میں آپ دمشق میں مقیم ہوئے، جہاں آپ نے شیخ ذوالفقار کی پیروی کی، بعدازاں آپ عبداللہ الداغستانی النقشبندی سے بیعت ہوئے[7] جنہوں نے آپ کو فوراً ہی قبرص دوبارہ جانے کا حکم دیا۔ ۱۹۵۲ء میں ترکی کی حکومت سے کچھ اختلافات کے باعث آپ واپس دمشق آ گئے اور وہیں اپنی تعلیم جاری رکھی۔ انہوں نے دوبارہ ”امینہ عادل“ سے شادی کی جن کا تعلق تاتار خاندان سے تھا جو کہ سلسلۂ نقشبندیہ سے بیعت تھے[8]۔

۱۹۵۰ء میں شیخ عبداللہ الداغستانی نے آل علی برادرز کو اپنے مریدین کے حلقے میں شامل کیا۔ یہ لوگ ہر ہفتہ بیروت سے دمشق آتے اور آپ کا وعظ و ہدایات سنتے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھتے۔ شیخ ہشام کبانی نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ان کی پہلی ملاقات شیخ ناظم سے کہاں اور کس طرح ہوئی۔ وہ بیرت[9] میں آپ سے ملے جہاں آپ قبرص، ترکی اور شام کے سفر کے دوران اکثر قیام کرتے تھے۔ یہ شیخ عبداللہ الداغستانی کے نام پر ہی آپ کے مریدین اور حلقہ اثر کو ”داغستانیہ“[10] کہا جاتا ہے۔ ۱۹۷۳ء میں ”شیخ عبداللہ“ کے انتقال کے بعد ان کی خلافت ”شیخ ناظم“ کو سونپ دی گئی (کیونکہ ان کی اپنی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی)۔

مشرق قریب میں سلسلۂ نقشبندیہ کافی مستحکم ہے۔ اور اس سلسلے کے ہزاروں عقیدت مند انڈیا اور انگلینڈ میں بھی ہیں۔ Daphne Habibis نے بھی اپنے تحقیقی مقالے میں اس کا کافی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ محقق Daphne Habibis نے اسّی کی دہائی میں Tripoli میں کافی تحقیقاتی کام کیا ہے"۔ اس نے Tripoli کی شاخ کا ڈھانچہ اور وہاں کی زندگی کے بارے میں بھی لکھا ہے، یہاں تک کہ اُس نے اپنے مقالے میں شیخ ناظم کے دورۂ Tripoli میں ایک دن کی مصروفیات کی تفصیل بھی لکھی ہے حالاں کہ ''شیخ ناظم'' کا تعلق قبرص سے ہے لیکن ان کا زیادہ تر وقت قبرص اور مشرق قریب میں نہیں گزرا ہے۔ اُن کے آدھے سے زیادہ عقیدتمندوں کا تعلق یورپ، ایشیاء (خصوصاً ملائیشیاء اور سری لنکا) اور امریکہ سے ہے۔ آہستہ آہستہ اب اُن کا حلقہ اثر پوری دنیا میں پھیلتا جا رہا ہے۔ اُن کے ہزاروں بلکہ لاکھوں محبین پوری دنیا میں موجود ہیں۔

سلسلۂ حقانیہ میں عورتیں بھی شریک ہیں، لیکن بدقسمتی سے اُن کا کردار اتنا فعال نہیں ہے اور ابھی بھی وہ ماضی کا ایک حصہ نظر آتی ہیں۔ لیکن شیخ ناظم کی زوجہ حاجہؔ عینی (Hajjia Awna) کا کردار تحریک (Dawah)[۱۲] میں کافی اہم رہا ہے، وہ وہاں پر عورتوں کی سربراہ ہیں، کہا جاتا ہے کہ انگلینڈ میں اُن کے معتقدین کی تعداد شیخ ناظم کے مریدوں سے زیادہ ہے۔ جرمنی میں سلسلۂ حقانیہ کی جو شاخ ہے وہاں ان کے اپنے چھاپنے کے ادارے Gorski & Spohr کے نام سے Bonndarf اور Black Forest میں واقع ہیں۔ انہوں نے ۱۹۹۷ء میں امینہ عادل کی ایک کتاب

"Gaben des lichts Geschichten aur dem leben des propheteen"

شائع کی تھی۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ سلسلۂ نقشبندیہ کی مغرب میں کامیابی کا کافی حد تک دارومدار اس بات پر ہے کہ عورتوں کے حقوق کے بارے میں اسوۂ حسنہ پیش کیا جائے۔

سلسلۂ نقشبندیہ کا عملی خاکہ

سلسلۂ حقانیہ (نقشبندیہ کی ایک شاخ) ایک Pyramid کی طرح ہے۔ جس کی ہر سمت روشن ہے۔ ایک شیخ کا اس کے مریدین کی زندگی پر کتنا اثر پڑتا ہے اس بات کا تعلق اس سے ہے کہ وہ شیخ سے کتنی عقیدت رکھتا ہے۔ جو طالب شیخ سے بیعت ہو کر مریدین کے حلقے میں شامل ہوے ہیں ان کا تعلق اپنے شیخ سے بہ نسبت اُن محبین کے جو بطور عقیدت آپ کے حلقے میں داخل ہوے ہیں زیادہ گہرا ہے۔ ایک مرید

کے لیے شیخ ایک روحانی باپ کی حیثیت رکھتا ہے، اور یہی روحانی تعلق ہے کہ جس کی بناء پر ایک مرید ان کو اپنے والدین سے بھی بڑھ کر عزت دیتا ہے۔ تبلیغ اسلام میں شیخ کی شخصیت اور اُن کی ہدایات بہت ہی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ سلسلۂ طریقت کی ساخت سے کراماتی شخصیت اور پیغام کی ملی جلی کیفیت کی عکاسی ہوتی ہے۔ یہ وہی بات ہے جو Stark اور Bain Bridge نے اپنی کتاب The Future Formation of Religion Secularization, Revival and Cult میں کہی ہے۔ یعنی سلسلۂ طریقت کا مقصد یہ ہے کہ ایسی شخصیت کو وجود میں لایا جائے جو ہمیں ”بدلہ دے سکے“[۱۳] (یعنی اجر وثواب) کی خوشخبری سنائے...... ان کے مطابق شیخ طریقت سے مرید کی وفاداری اسی لیے ہے کہ شیخ مرید کو یہ امید دلائے کہ حال و مستقبل میں اس کو ”اجر وثواب“ ملے گا۔ میرے نزدیک شیخ اور مرید کے درمیان تعلق کی بنیاد یہی ہے کہ شیخ اس کو ”پیغام“ دے یا ”اجر وثواب“ کی بشارت، اور مرید اپنی وفاداری کا ثبوت دے۔ شیخ ناظم کے مریدین کا تعلق مختلف نسلوں سے ہے جن کا قومی اور پیشہ ورانہ پس منظر ہے۔ ان کی شخصیت اور ان کا اسلام کو پیش کرنے کا طریقہ ان لوگوں کی ضروریات سے مطابقت رکھتا ہے۔ اگر ملائیشیا کا شہزادہ اور آکسفورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر دونوں کے لیے حقانیہ سلسلے میں برابر کی کشش ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ”اجر وثواب“ کی بشارت کی یہ کشش ایک ”کائناتی اپیل“ رکھتی ہے۔

یہ بات بالکل خطرے سے خالی نہیں کہ اس طمانیت وسکون کا جو اجر وثواب کی بشارت سے حاصل ہوتی ہے، کوکا کولا کی بوتل یا نصرت فتح علی خان کی ساز وآواز کی لطف ولذت سے تقابل کیا جائے، لیکن یہ ہے کچھ اسی قسم کی لذت......

میرے خیال میں یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ ایک ایسا دور آیا کہ بین الاقوامی طور پر شیخ ناظم کو کافی سراہا گیا۔ بلکہ ہر دور میں شیخ ناظم کو ماننے والوں میں ہر طبقۂ فکر اور ہر ملک کے لوگ شامل رہے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ اُن کا طریقۂ تبلیغ بلکہ اُن کا منظم پھیلاؤ بھی اُن کے مریدین کے اتحاد اور اتفاق کی ایک وجہ ہے۔

لوگ دور دور سے شوق وتجسس کی بناء پر ان کی دعوتِ تبلیغ پر کھنچے چلے آتے ہیں تا کہ ان کی محفلوں میں شریک ہو سکیں۔ اور حصہ لے سکیں۔ شیخ ناظم کی شخصیت اور سیرت اور ان کے زندگی گزارنے کا طریقہ بھی ان کی تبلیغ اور مریدوں کی تربیت کا ایک حصہ ہے، جس کو لیری پوسن (Larry Posten) نے اپنی کتاب Islamic Dawah in West (مغرب میں اسلام کی تبلیغ) میں Lifestyle approach

قرار دیا ہے۔ یعنی ''طرز زندگی سے تربیت'' کو تبلیغ کا ایک بالواسطہ طریقہ قرار دیا ہے۔[۱۴] اس کے ساتھ ساتھ وہ تقاریر اور اپنے تحریری پیغامات کو بھی تبلیغ اسلام کے ذریعہ کے طور پر بڑے موثر انداز میں استعمال کرتے ہیں۔ شروع شروع میں لوگ تجسس کی بناء پر قریب آتے ہیں، اس کے بعد ان کو پتا چلتا ہے کہ یہ ایک فعال تنظیم ہے جس کا ایک بہترین مقصد ہے اور اس کے لیے ہر ایک کو شیخ کی قیادت کو تسلیم کرنا ہے۔ تصوف کے لیے ضروری نہیں کہ وہ ظاہری طور پر فعال ہو۔ کبھی کوئی شیخ جسے اجازت نہیں ملی ہوئی ہو (جیسا کہ عبداللہ الفیض الداغستانی) اپنی صلاحیتوں کی بناء پر بھی لوگوں کو متوجہ کرتے ہیں یعنی اپنی کرامات سے لوگوں کے مسئلوں کو حل کرنا۔ یہ کرامات کسی مرید کے اپنے شیخ سے قریب کرنے میں کافی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ دوسری خصوصیات جو سلسلے نقشبندیہ کی کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی ہیں وہ شیخ کی سیاسی ہدایات ہیں، جس کی بناء پر وہ تنظیم کو پھیلانے اور مریدین کو منظم رکھتے ہیں۔ شیخ ناظم رشد و ہدایات کا ایک وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور انہیں اس بات کی اہمیت کا اچھی طرح اندازہ ہے کہ مریدین کی روحانی اور عملی تربیت کس طرح کی جائے، یہ بات بظاہر واضح نظر نہیں آئی۔ لیکن ہر ملک میں نقشبندیہ کی دعوت و تبلیغ شیخ اور ان کی زوجہ کے باہمی تعاون پر منحصر ہے۔

حقانیہ ہی کے اندر ایک فعال تنظیم، تعلیم یافتہ ''Technocrats'' لوگوں کی ہے اور انہیں مختلف با اثر افراد کی لیاقتوں اور خیالات و افکار نے حقانیہ کو ایک (Think Tank) کا درجہ دیا ہے۔ یعنی فکر و خیال کا سرچشمہ...... بین الاقوامی طور پر حقانیہ کی شاخوں کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ طباعت کے میدان میں کافی فعال ہے۔

جسمانی اور روحانی خوشی

حقانیہ کی ایک نہایت ترقی یافتہ حکمت عملی یہ ہے کہ ان لوگوں کو شامل کیا جائے جو معاشی اور سیاسی طور پر مستحکم ہوں۔ یہ اکثر و بیشتر اپنے خاندان اور جاننے والوں کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ اسی طرح شیخ ناظم نے ٹریپولی کی قبانی فیملی کی وفاداری حاصل کی اور اس طرح ٹریپولی میں طریقت کو پھیلایا۔ قبانی خاندان مشرق قریب اور صوفی حلقہ میں کافی منظم و مستحکم ہے اور وہاں کے اعلیٰ سطحی معاملات میں ان کا کافی اہم کردار ہے۔ میں یہاں پر اس خاندان کے صرف دو خاص اشخاص کا ذکر کروں گی، جو کہ شیخ ناظم کے مریدوں میں سے نہیں ہیں۔ ایک شیخ راشد قبانی جو کہ لبنان کے مفتی ہیں اور دوسرے مادوان قبانی جو کہ سنی

اوقاف دارالفتوی کے منتظم اعلیٰ ہیں۔ جو کہ دارالفتوی کے زیر اہتمام ہیں۔

شیخ عبداللہ کے انتقال کے بعد عدنان اور ہشام قبانی نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ شیخ ناظم کی قیادت میں شامل ہو جائیں۔ باقی خاندان کے لوگ جو کہ ابراہیم الخالیانی[15] اور ابوالخیر المدنی[16] کے مرید تھے وہ بعد ازاں عبداللہ داغستانی کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔ اس طرح یہ خاندان کرد کے شافعی نقشبندی سے سفید فام شافعی نقشبندی میں منتقل ہو گیا۔

شیخ ہشام اور عدنان قبانی کی والدہ، شیخ صالح کوفتارو سے بیعت ہیں، جو کہ شام کے سب سے بڑے مفتی کے چچا ہیں۔ غالباً قبانی خاندان ہی کی وجہ سے ٹریپولی میں حقانیہ شاخ قائم ہوئی[17]۔ اور اس طرح پھر لبنان سے امریکہ میں حقانیہ کا قیام ممکن ہوا۔

جب ۱۹۹۸ء ۔ ۱۹۹۹ء کے دوران میں تحقیقاتی کام کر رہی تھی، تو وہاں کی صورتحال یہ تھی شیخ عدنان قبانی اور شیخ مصطفیٰ عالیالی لبنان کے دو بڑے نقشبندی شیخ تھے۔ موخر الذکر کا تعلق علماء کے خاندان سے ہے جو کہ لبنان میں کافی اثر ورسوخ رکھتے ہیں۔ شیخ ہشام قبانی جو کہ شیخ عدنان کے بھائی ہیں وہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں شیخ ناظم کے خلیفہ بن گئے۔ جبکہ شیخ ناظم کی تبلیغ کا مخصوص اور بالواسطہ طریقہ ہے۔ امریکی حقانی شیخ تبلیغ کے جدید براہ راست طریقہ کو زیادہ فوقیت دیتے ہیں۔ یعنی ذرائع ابلاغ، کتابت Audio Visual Material کا استعمال۔ انہوں نے اپنی تبلیغ کے لیے جدید اشاعتی طریقوں کو اپنایا تا کہ امریکہ کے جدید سرمایہ دارانہ نظام سے ہم آہنگ ہو سکیں اور اپنے ان ذرائع و وسائل کی تقسیمِ نو کی۔

امریکہ میں اس ادارے کا ڈھانچہ

شیخ ہاشم امریکی شاخ کے سربراہ ہیں۔ ان کا جدید و قدیم تعلیمی پس منظر ہے۔ انہوں نے اسلامی سائنس اور Natural سائنس کی تعلیم حاصل کی۔ امریکن یونیورسٹی بیروت سے کیمیا کی تعلیم حاصل کی اور Louvain بلجیم سے Medicine (طب) کی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے دمشق میں الازہر فیکلٹی میں بھی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے شیخ ناظم کی بڑی بیٹی نازیہ عادل الحقانی القبرصی سے شادی کی۔ ۱۹۹۱ء میں ان کو امریکہ کی شہریت مل گئی تو دونوں امریکہ ہجرت کر گئے۔ جہاں دعوتِ اسلامی کی سربراہی کی وجہ سے شیخ ہاشم کو خلیفہ کا لقب ملا۔

انہوں نے صوفیائے اسلام کو یکجا کرنے کے لیے بلند حوصلگی کے ساتھ کوشش شروع کر دی۔ اس طرح مختلف اداروں کے درمیان رابطہ کا یہ ایک مضبوط مرکز تھا۔ پھر انٹرنیٹ کی مدد سے اس کی اشاعت شروع کی۔ اس امریکی شاخ نے سال بہ سال بہت زیادہ ترقی کی۔ امریکہ اور کینیڈا[۱۸] میں ۲۳ صوفی سینٹروں کی بنیاد ڈالی۔ اس کا صدر دفتر Michigon Fenton کے قریب ایک بڑے فارم کے نزدیک موجود ہے۔ شیخ اور ان کی اہلیہ کیلیفورنیا میں Los Atlos میں رہائش پذیر ہیں۔ اور امریکہ کے دارالسلطنت واشنگٹن ڈی۔ سی میں حقانیہ کا Lobbying (تبلیغی) دفتر موجود ہے۔

میں اس اسلامی ادارے کے مرکز کو اُس طرح بیان کرنے کی کوشش کروں گی جس طرح اس کو انٹرنیٹ اور مطبوعات کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں واشنگٹن D.C. کے مختصر دورے کے دوران اُن سے خود رابطہ کرتی جہاں شیخ ہاشم نے مجھے خوش آمدید کہا۔ مجھے اس بات کا موقع تو نہیں ملا کہ میں ان سے براہ راست رابطہ کرتی۔ بس واشنگٹن کے دورے کے دوران میں اس سے بخوبی آگاہ ہوں کہ تنظیم کی کارکردگی کو انٹرنیٹ کے ذریعے نہیں جانچنا چاہیے کیونکہ اس سے حقیقت کی عکاسی نہیں ہوتی۔ چوں کہ اسلامی دنیا میں مسلمانوں کی اکثریت اب تک معلومات کے اس طریقے سے واقف نہیں ہے اسی لیے یہ منشور صرف اُن لوگوں تک محدود ہے جو کہ امریکہ یا یورپ میں رہائش پذیر ہیں۔

کیلیفورنیا میں شیخ ناظم کی سربراہی میں حقانی فاؤنڈیشن کی ایک شاخ مرکزی مرکز کے طور پر کام کر رہی ہے۔ اس تنظیم کا خاکہ باعتبار اصل، قدیم ہے اور مشرقِ وسطیٰ کی تحریکوں سے اس کا موازنہ اور مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ آخری قانونی طور پر جامعہ خیریہ پر مبنی ہے جس کی مختلف تبلیغی سرگرمیاں ہیں۔ جو تعلیم، خیراتی کام اور روایتی اسلامی تبلیغ سے متعلق ہیں جو کافی اچھی طرح منظم و مربوط ہیں۔ طریقت کو انٹرنیٹ پر پیش کرنے کا وہی طریقہ ہے جو بین الاقوامی اصلاحی اور تبلیغی ادارے کا ہوتا ہے، امن و سلامتی کا پھیلاؤ اور اسلامی عقائد کی تکریم اس کا مطلوب اور نصب العین ہے۔ ویب سائٹ کے مطابق اس ادارے کا اعلیٰ ترین مقصد صوفیانہ تعلیمات کا اثر و نفوذ ہے۔ حقانیوں نے جدید طریقوں کو اپناتے ہوئے انٹرنیٹ اور ریڈیو کا استعمال کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے روایتی طریقوں کو بھی اپنایا ہے۔ جیسا کہ حلقۂ ذکر، اپنے مریدین اور محبین کو منازل سلوک طے کرانا، طریقت، مسلم اور غیر مسلم عوام دونوں کو باخبر رکھنے اور اُن پر ایک

ہی طرح سے اثر انداز ہونے کی کوشش کرتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں امریکی ریاستوں اور شہروں کی علاقائی سیاست اور قومی و بین الاقوامی سیاست میں امریکی مسلمانوں کے لیے یہ ایک نئی چیز ہے۔ جو دوسرے سلفی اور مذہبی فرقوں کی حکمتِ عملی کو بھی اپناتی ہے۔ سیاست میں نقشبندیہ کا کردار اس کا خصوصی امتیاز ہے......

ماضی میں ان کا ہمیشہ سے سیاست میں دخل رہا ہے اور اب بھی ہے جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں، شام اور لبنان اور دوسرے مقامات پر۔

حقانیہ اس کے ساتھ ساتھ ایک معاشی ادارہ بھی ہے۔ یہ لوگ کتابیں، خوشبو، تسبیح، عطریات اور عرق گلاب فروخت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ابھی انہوں نے Water Proof موزے بھی فروخت کرنے شروع کر دیے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ انٹرنیٹ پر آنے کے بعد حقانیہ بڑی بڑی تنظیموں سے روابط بڑھا کر مثلاً (CVS) انٹرنیٹ سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

ان کے اپنے بیان کے مطابق حقانی مہم مزید شعبوں میں تقسیم کر دی گئی۔

مثلاً:

۱۔ امریکہ کی اسفا فاؤنڈیشن (ASFA)[۱۹]

۲۔ کاملات۔ (جو کہ عورتوں اور ان کے خاندانوں کے لیے ہے)[۲۰]

۳۔ امریکہ کی اسلامی سپریم کونسل (ISCA)[۲۱]

۴۔ امریکن مسلم اسسٹینس (امداد) (AMA)[۲۲]

ان کے اپنے بیان کے مطابق امریکہ کا اسفا (ASFA) ادارہ ابتدائی طور پر مختلف مذاہب ''فقہ'' کی تعلیم و ترقی میں مصروف ہے۔ ASFA کے مطابق ان مذاہب کا استحکام امت مسلمہ کے استحکام و اعتماد کا ضامن ہے۔ ان کے اپنے بیان کے مطابق امریکہ کا اسفا فاؤنڈیشن (ASFA) خاص طور پر مختلف مذاہب فقہ کی تعلیم و ترقی میں مصروف ہے۔ اسفا فاؤنڈیشن نے فقہ پر کئی کتابیں شائع کی ہیں۔ جن میں سب سے اچھی کتاب (The Encyclopedia of Islamic Doctrine)[۲۳] سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ بہت سے ادارے جیسے مصر میں الازہر یونیورسٹی، سنگاپور میں سپریم کونسل (Maglis al-ugama Singapure)، شکاگو یونیورسٹی میں اسلامی نظریہ اور تحقیق کا مرکز، لیز برگ (Leesburg) اسلامی اینڈ سوشل سائنسز یونیورسٹی، وی اے یونیورسٹی (ورجینیا) یہ اسلامی

یونیورسٹی (Virginia) میں علماء کی تربیت کے لیے ہے۔ لندن میں ایک یونیورسٹی، لاہور (پاکستان) میں ایک یونیورسٹی اور دمشق میں ابوالنور کا اسلامی مرکز یہ سب کے سب امریکہ کے اسفا فاؤنڈیشن (ASFA) سے وابستہ ہیں۔ اسفا فاؤنڈیشن کی ویب سائٹ پر شیخ ہاشم قبانی اور بہت سے علماء ومشائخ کی سوانح موجود ہیں۔

۱۹۹۷ء میں حقانیہ کے زیرِ سرپرستی شیخ ہاشم نے عورتوں کی تنظیم کاملات (Kamilat) بنائی۔ جس کا صدر مرکز فینٹن، مشیگن (Fenton, Michigon) میں ہے۔ کاملات مختلف شہروں میں کام کر رہی ہے۔ اس کا تعلق مذہبی امور کے اُن سوالات سے ہے جن کا تعلق عائلی مسائل، بچوں، ان کی صحت، تعلیم وتربیت کے مسائل اور اسلام میں شادی اور خانگی تشدد کے مسائل سے ہے۔ یہی عورتوں کے اہم موضوعات ہیں۔ جس کا اکثر وبیشتر لوگوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ امریکہ میں ”کاملات“ کی یہ تنظیم رمضان کے موقع پر اس متبرک اور مقدس مہینے کی اہمیت اور اس کے بارے میں لوگوں میں سیاسی شعور اُجاگر کرتی ہے۔ ”کاملات“ ہر خاص وعام کے لیے معاشرے کے حساس موضوعات کے بارے میں سیمینار بھی منعقد کرتی ہے۔ یہ تنظیم وہاں کے مقامی خاندانوں اور پناہ گزینوں کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے۔ مثال کے طور پر بوسینیا کے مہاجرین کے ساتھ۔

اسی طرح کا کام حقانیہ کی ایک اور شاخ جس کا نام ”امریکن مسلم مددگار“ ہے۔ یہ تنظیم یتیموں اور پناہ گزینوں کے لیے کام کرتی ہے۔ یہ تنظیم روایتی طریقے سے خطوط اور ای میل فراہم کرنے کے لیے کام کرتی ہے۔ AMA کی طرف سے مسلم میگزین سال میں چار بار شائع ہوتا ہے۔ شیخ ہاشم اس کے صدر ہیں اور متین صدیقی اس کے مدیرِ اعلیٰ۔

شیخ ہشام نے اسلامک سپریم کونسل آف امریکہ (ISCA) بنائی جس کا مقصد امریکہ میں منظور شدہ اصول کے مطابق اسلامی قانون کو عمل میں لانا اور امریکہ میں اس کا شعور پیدا کرنا۔ دراصل یہ امریکہ میں حقانیہ کی ایک سیاسی شاخ ہے۔

سیاسی پیغام

حقانیہ کی شمالی امریکہ میں مقبولیت کی زیادہ تر وجہ ان کے وہابیوں کے ساتھ شدید اختلافات تھے۔ تصوف اور وہابیوں کے سلفی اسلام میں شاذونادر ہی اتفاق رہا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حقانیہ کی اکثر وبیشتر

تحریروں میں وہابیوں کے خلاف کافی شدید ردِعمل نظر آتا ہے۔ جنوری ۱۹۹۹ء میں شیخ ہشام قبانی نے State Department in Washington D.C. میں مناظرے کی دعوت دے کر اس شدت کو عروج پر پہنچایا۔

اس مناظرے میں جو کہ اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ نے منعقد کرایا تھا۔ اور جس کا موضوع تھا ''انتہا پسندی کا ارتقاء امریکہ کی سلامتی کیلیے خطرہ'' شیخ ہشام نے اس بات پر تنقید کی کہ امریکہ کے اداروں پر زیادہ تر وہابیوں کا قبضہ ہے[۲۴]۔ شیخ ہشام کے اس بیان پر امریکہ کی بڑی بڑی اسلامی تنظیموں نے سخت احتجاج کیا اور بعد میں حقانیہ کا بائیکاٹ کر دیا[۲۵]۔

مشرقِ وسطیٰ کی صوفیانہ روایت تو یہی ہے کہ وہابیوں سلفیوں سے امن و امان سے رہا جائے جبکہ شیخ ہشام کا طرزِ عمل کچھ مختلف ہے۔ تفصیلی معلومات کے بغیر اس پر کچھ کہنا مشکل ہے۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ قبانی خاندان کا سعودی عرب میں ایک ہسپتال بھی ہے۔

☆……☆……☆

حواشی

1. Kambiz Ghanea Bassiri, *Compoting Visions of Islam in the United States*, Con. & London: Greenwood Press, 1997, p.7.
2. *On the research on Islam in the United States*, of. Ghanea Bassiri 1997, p. 8-11.
3. Seminar of Professor Ali Asani on Sufism in the United States at Harvard University, Cambridge, MA. December 15, 1999.
4. Daphne Habibis, "*Change and Continuity, A Sufi Order in Contemporary Lebanon*," Social Analysis, Journal of Cultural and Social Practice, Adelaide, 31, 1992, p.44-78, ibid, *A Comparative Study of Workings of a Branch of the Naqshbandi Sufi Order in Lebanon and the United Kingdom*, unpublished Ph. D.Thesis, LSE University of London, 1985.

5. For more information on the Naqshbandiyya, see for example: Muhammad Ahmed al- Dumaiqa, *Al-tariqa al-naqshbandiyya wa-a lamuha*, Beinit 1987; Mare Gaborieau, Alexander Popovic, Thierry Zarcone, eds. Naqshbandis, Istanbul: ISIS, 1990.
6. For more details on the biography cf. Shaykh Muhammad Hisham Kabbani, The Naqshbandi Sufi Way: *History and Guidebook of the saints of the Golden Chain,* Chicago: Kazi Publications, 1995, p.375-408; Adnan Muhammad al-Qabbani, *Al-futuhat at-haqaiq,* Tripoli, private publication, s.d., p.326-347.
7. For more details on the biography cf. Shaykh Muhammad Hisham Kabbani, The *Naqshbandi Sufi Way: History and Guidebook of the saints of the Golden Chain*, Chicago: Kazi Publications, 1995, p.347-373; Adnan Muhammad al-Kabbani, Al-futuhat at-haqaiq, Tripoli, private publication, s.d., p.283-325.
8. The *Muslim Magazine*, vol 1, no. 2, 1998, p.13.
9. The *Muslim Magazine*, vol 1, no. 4, 1998, p.48.
10. The *Muslim Magazine*, vol 1, no. 4, 1998, p.39.
11. Daphne Habibis, *A Comparative Study of Workings of a Branch of the Naqshbandi Sufi Order in Lebanon and the United Kingdom*, unpublished Ph. D.Thesis, LSE University of London: Doubleday, 1994, p.26.
12. Hoda Boyer, "From Azhar to Oak Park," in Steven Barboza, *American Jihad: Islam after Malcoin X*, New York/London: Doubleday, 1994,p.26.
13. Rodney Stark, Williams Sims Bainbridge, *The future of Religion : Secularization, Revival and Cult Formation*, London. University of California Press, 1985, p.6.
14. Larry Posten , *Islamic Da'wah in the West: Muslim Missionary Activity and the Dynomics of Conversion to Islam*, New York / Oxford : Oxford University Press, 1992, p.4.

15. Born 1300/1882 in Damascus to a poor family, worked in the market, began to study , took tariqa from Shaykh Isa al-Kurdi; become khatib, imam, and Mufti of Qatana In 1330/1911; died 1377/1958. See: Muti' al-Hafiz, Nizar Abaza, *Tarikh ulama Dimoshq Al-qam al-rabi" ashr al-hijri*, Damas: Dar al-Fikr, 1361-1405, vol. 2, p.687-692.
16. Born in Midan in 1293/1875 to a poor family, studied with the Rashidiyya and 'Anbar, then in Istambul student of Shaykh Salim al-Masuti, then of Shaykh 'Abd al-Hakim al-Afgani, and then of Shaykh 'Isa al- Kurdi, married the daughter of Shaykh 'Isa; died 1380/1961. See: Muti' al-Hafiz, Nizar Abaza, *Tarikh ulama Dimashq Al-qam al-rabi" ashr al-hijri*, Damas: Dar al-Fikr,1361-1405, vol.2, p.720-732. A more detailed biography by Muhammad Riyad al-Malih, precedes the text of Khalid al-Mujaddidi al-Naqshbandi, *Jaliyat al-akdar wa'l sayf al-battar al-salat ala al-Mukhtar* (ed. Muhammad Abu'l Khayr al-Midani), Damascus 1967, p.5-13.
17. For an inside-view of the social organizations in Tripoli see: Daphne Habibis, *Chonge and Continuity: A Suft Order in Contemporary Lebanon*," Social Analysis, Journal of Cultural and Social Practice, Adelaide, 31, 1992, p. 44-78.
18. For Montreal see: Mark Abley, "*Suft's Choice a mystical tradition in Islam is finding wide appeal*," The Gazette, Montreal, 22.10.1994, online.
19. http: // www.sunnah .org
20. http: // www.kamilat. org
21. http: // www.islamicsupremecouncil .org
22. http: // www.amahelp.com
23. Hisham Kabbani, *Encyclopedia of Islamic Doctrine*, 7 vols, As-Sunna Foundation of America: Mountain View, CA, second edition, 1998.
24. Text of the statement distributed on the Internet by the Haqqaniyya and their opponents in 1999.

25. Like : American Muslim Political Coordination Council (AMPCC). American Muslim Alliance (AMA). American Muslim Council (AMC). Council on American Islamic Relations (CAIR). & Muslim Public Affairs Council (MPAC), Islamic Circle of North America (ICNA), Islamic Society of North America (ISNA), Muslim Students' Association of USA & Canada (MSA), Ministry of Imam Warith Deen Muhammad. Voir: text distributed by the Islamic Association for Palestine (LAP) by email on the distribution list of MSANEWS, March 4th, 1999.

☆……☆……☆

لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حافظ عمر ضیاء الدین داغستانی[1]

(۱۸۴۹......۱۹۲۰ء)

ترجمہ: کمانڈر (ریٹائرڈ) محمد ظفر مجددی

☆☆

حافظ عمر ضیاء الدین داغستانی آفندی ۱۲۶۶ھ بمطابق ۱۸۴۹ء میں داغستان کے صوبے چرکے (Cherkay) کے گاؤں میاٹلی (Miatli) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد جناب عبداللہ آفندی اپنے زمانے کے عالم تھے اور ایک مدرسے میں پروفیسر تھے، آپ کا سلسلہ نسب آوار (Avar) ترکوں سے ملتا تھا۔ آپ دراز قد تھے۔ آپ کا چہرہ روشن اور داڑھی مبارک سفید تھی۔ آپ خاموش طبع اور نہایت سخی تھے۔ عربی، فارسی، روسی اور ترکی زبانوں کے ماہر تھے۔

آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے والد ماجد کے لیکچر سننے سے کیا۔ ۱۸۲۵ء سے روسیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ جاری تھی۔ اس میں مسلمانوں کی قیادت شیخ شامل کر رہے تھے۔ اپنی جوانی کے دوران آپ نے بھی اس میں حصہ لیا۔ شیخ شامل کے بیٹے غازی محمد پاشا کی زیر قیادت آپ نے روسیوں کے خلاف کاسکاسیہ (Causcasia) کے محاذ پر کئی سال تک حصہ لیا۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو آپ نے بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ استنبول میں سکونت اختیار کی بیس سال کی عمر میں آپ نے استنبول میں سکونت اختیار کی۔ اور حضرت احمد ضیاء الدین گومش خانوی (Hadrat Ahmed Ziauddin Gumush Khanewi) کی بیعت کی۔ اسی سال آپ نے اپنی تحریر ”تجوید عموی“ (قرأت کے عام قوانین) شیخ الاسلام کی خدمت میں پیش کی اور ایک صوبائی عالم کے طور پر پہچانے جانے لگے۔

---

[1] Translated by Hasan Brkaya from Hulya Yilmaz Qunden Bugune Gumushnevi Mektabi, Istanbul, Seha, Yayanevi, 1997

جناب گومش خانوی نے ہی آپ کو ”ضیاء الدین“ کے لقب سے نوازا۔ آپ نے چھ ماہ کی مدت میں قرآن حفظ کرلیا اور اسکے بعد آپکو حافظ عمر کے نام سے پکارا جانے لگا۔ قرآن مجید کے ساتھ آپ نے 200,000 احادیث کو راویوں کے سلسلہ رواۃ کے ساتھ حفظ کرلیا۔

جس زمانے میں آپ حضرت گومش خانوی کے درس میں شامل تھے اسی وقت آپ کو ایک اور سلسلہ طریقت کے عملیات میں حصہ لینے کا خیال آیا۔ اسی خیال کے تحت آپ گالا ٹا مولا ویخانسی (Galata Mawlawikhanesi) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس سلسلے کے عملیات کے دوران ایک دفعہ آپ پر بے خودی طاری ہوگئی۔ آپ نے دیکھا کہ کسی نے آپکو قمیض سے پکڑ کر چھت تک اٹھایا اور نیچے گرادیا۔ آپ کے منہ سے ”اللہ“ کی چیخ نکلی اور آپ ہوش میں آگئے۔ آپ کا پسینہ نکل آیا۔ آپ جناب گومش خانوی کی خانقاہ میں حاضر ہوئے۔ اور شرف دست بوسی حاصل کیا۔ جناب گومش خانوی مسکرائے اور فرمایا کہ یقیناً اگر کوئی اونچی جگہ سے گر جائے تو چیخ تو نکل ہی جائے گی۔ آپ سمجھ گئے کہ وہ جناب گومش خانوی ہی تھے جنہوں نے آپکو اٹھا کر اونچائی سے چھوڑ دیا تھا۔ اس واقع کے بعد آپ کے اشتیاق میں اور اضافہ ہوگیا اور آپ نے تیزی کے ساتھ سلوک کی منزلیں طے کرنا شروع کردیں۔ اسکے تھوڑے عرصے بعد آپ خلافت اور اجازت سے نوازے گئے۔

تعلیم مکمل کرنے اور ۱۸۷۸ء میں اجازت ملنے کے بعد آپ ایڈرین (Edrine) میں سیکنڈ آرمی رجمنٹ میں مفتی کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ اس عہدے پر ۱۸۹۲ء تک فائز رہے۔ بعد ازاں آپ نے ۱۸۹۳ء سے ۱۹۰۱ء تک ملکارا (Malkara) میں جج کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ آپ نے بیت المقدس میں بھی عدلیہ میں ایک سال تک خدمات انجام دیں۔ اگلے سال ہی آپکو ملکارا واپس تعینات کردیا گیا۔ جہاں آپ نے ۱۹۰۶ء تک خدمات انجام دیں۔ آپکا نظریہ یہ تھا کہ جس جج کو شریعت کے مطابق فیصلے کرنا ہو اسے حکومت سے کوئی تنخواہ نہیں لینی چاہیے۔ اسی لئے آپ جتنی دیر جج رہے آپ اپنی ساری تنخواہ اپنے شاگردوں میں تقسیم کردیا کرتے تھے۔

آپ نے چار شادیاں کیں۔ پہلی تینوں بیویوں کی اولاد زندہ نہیں بچی۔ آپکی چوتھی رفیقہ حیات سے آٹھ بچے تولد ہوئے۔ ان میں سے پانچ سنِ بلوغت کو پہنچے۔ ملکارا کے قیام کے دوران آپ نمازِ تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ آپ ایک رکعت میں جو کہ چھ گھنٹے جاری تھی پورا قرآن پاک ختم کرلیا کرتے تھے۔

جب آپ نماز سے فارغ ہوتے تو سحر کا وقت ہو چکا ہوتا تھا اپنی عمر کے آخری حصے میں بھی آپ کلام پاک بغیر کسی وقت کے تلاوت کرتے تھے۔

۱۹۰۶ء میں آپ استنبول منتقل ہو گئے۔ ۱۹۰۸ء میں آپ نے اپنی کتاب ”حدیث اربعین فی حقوق سلاطین“ (حکمرانی کے متعلق چہل احادیث) شائع کی۔ یہ کتاب خلافت اور حکمران عثمانیہ کے دفاع میں لکھی گئی تھی ۱۹۰۹ء میں آپ پر ۳۱/مارچ کے واقعہ میں ملوث ہونے اور اتحادِ محمدی سوسائٹی اور درویش واحدی اور (Ittihad-i-Muhammad Society and Darviish Wahadeti) کے ساتھ روابط رکھنے کا الزام عائد ہوا۔ فوجی عدالت میں مقدمہ چلا اور عمر قید تنہائی کی سزا سنائی گئی۔ کچھ عرصہ بعد آپکی قید پر نظر ثانی ہوئی اور آپکو مدینہ طیبہ میں جلا وطن کر دیا گیا۔ آپ سات ماہ تک مدینہ طیبہ میں رہے۔ جب آپ مدینہ منورہ میں تھے تو کئی بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گورنرِ مصر خدیو عباس حلمی پاشا (Hidiv Abbas Hilmi Pasha) کے خواب میں تشریف لائے اور انکو ہدایت فرمائی کہ حافظ عمر جوکہ مدینہ طیبہ میں ہیں انکی حفاظت کی جائے۔ عباس حلمی پاشا آپکو مصر لے آئے اور بڑی عزت افزائی کی۔ عمر ضیاء الدین آفندی دس سال تک عباس حلمی پاشا کے محل میں قیام پذیر رہے اور امام اور معلم کے فرائض انجام دیئے۔ اسی دوران جنگ عظیم اول ہو رہی تھی انگریز حکمرانوں نے آپکو جیل میں قید کر دیا۔ ۱۴/اپریل ۱۹۱۲ء کے عفوِ عام کے بعد آپکو جیل سے رہا کر دیا گیا۔ آپ نے شیخ الاسلام کے دفتر میں نوکری کی درخواست دی مگر آپکی کتاب کی وجہ سے آپکو نوکری نہ ملی۔ بہت کوششوں کے بعد ۱۹۱۹ء میں دار الخلافہ العالیہ میں شعبہ خلافیات (Conterversal Rulings) میں بطور انسٹرکٹر تقرر ہوا۔ دوسرے ہی سال آپکو اسی دار الخلافہ میں حدیث پڑھانے کی ذمہ داری بھی سونپ دی گئی۔

شیخ اسماعیل نجاتی آفندی قدس سرہ (Shaikh Ismail Nejati Effendi) کے وصال کے بعد آپ خانقاہِ گومش خانوی کے سجادہ نشین مقرر ہوئے حضرت گومش خانوی کے تیسرے خلیفہ کی حیثیت سے آپ نے رموز الاحادیث (Ramuz-al-Ahadith) کا تدریسی سلسلہ جاری رکھا۔ آپ نے شیخ الاسلام کا عہدہ قبول نہیں کیا۔ جوکہ سلطنتِ عثمانیہ کے آخری فرمانروا سلطان وحید الدین نے ذاتی طور پر آپکو پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک محکوم اسلامی ملک میں مفتی کا عہدہ قبول نہیں کیا جا سکتا۔ ۳۰/نومبر ۱۹۲۰ء کو ۷۳/برس کی عمر میں خانقاہ گومش خانوی میں آپکا وصال ہوا۔ آپکا مزار مبارک سلیمانیہ مسجد کے قبرستان میں واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

حافظ عمر ضیاء الدین آفندی نے ترکی، عربی اور داغستانی زبانوں میں بہت سی کتابیں لکھیں۔ آپکی چند تصانیف درج ذیل ہیں۔

(۱) مولد شریف (Mewlid-i-Sharif)

یہ لزگی Lezgi (Circassian) زبان میں منظوم میلاد نامہ ہے۔ جس میں جناب حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے واقعات اور آپ کے مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ یہ ایک ہزار اشعار پر مشتمل ہے اور داغستان کے علاقے میں بہت مقبول ہے۔

(۲) قصص انبیاء (Qisaas-i-Anbiya)

یہ بھی ایک طویل نظم ہے جو کہ شیخ شامل (Shaikh Shamil) کے اسلوب میں لکھی گئی ہے۔ اس میں انبیائے کرام کے قصے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ داغستان میں شائع ہو چکی ہے۔

(۳) مولد، معراج، معجزات (Mewlid, Miraj wa Mujizat)

اس کتاب میں حضور اکرم ﷺ کے میلاد، سفرِ معراج اور معجزات کا ذکر ہے۔ یہ اڈرین (Edirne) میں شائع ہوئی تھی۔

(۴) فتاویٰ عمریہ بطریقۃ العالیہ (Fatawa-i-Omariyya bi-Tariqatil-Aliyye)

اس کتاب میں طریقت کے معمولات کے بارے میں سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ اسکا ترکی زبان میں ترجمہ سحا (Seha) نے استنبول سے شائع کیا تھا۔

آپ کی علمی نگارشات کی فہرست درج ذیل ہے:۔

۱۔ سنن اقوال نبویہ من الاحادیث البنویہ البخاریہ
(Sunan-i-Aqwali'n Nabawyya Mina'L-Ahadithil)

۲۔ زبدۃ البخاری (Zubdatul Bukharl)

۳۔ رسئلہ واجوبہ فی علم حدیث (Es'ila and Awjiba fi Ilmi'l Hadith)

۴۔ (At-Tashilatu'l-Atira fi'l Qiraati'l-Ashara) التسھیل الخاطرہ فی قرأۃ العاشرہ۔

۵۔ متن عقائد ترجمہ(Matn-i-Aqaid Tarjama)

۶۔ آداب القرآن(Adabu'l-Qur'an)

۷۔ مواهب الباری ترجمہ بخاری(Mawhiba-i Ba'ri' Tarjama-i Bukhari)

۸۔ معجزات نبویہ(Mu'jizat-i Nabawiyya)

۹۔ زبدۃ البخاری(Zubdatul Bukhari Terjumesi)

۱۰۔ زوائد الزبیدی(Zawaidu'z-Zebid'l

۱۱۔ مراۃ قانون اساسی(Mir'at-i Qanun-i Es'asi)

جناب عمر ضیاء الدین آفندی قدس سرہ نے زیادہ تر حدیث، حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور قرأت پر کام کیا۔ آپ ان مخصوص شخصیات میں سے تھے کہ جنہوں نے علم، طریقت، فقہ اور تصوف کو ساتھ ساتھ رکھا۔ آپ نے تصوف پر جو کام کیا وہ بہت مقبول ہوا۔ اور اسی وجہ سے آپ کی تصانیف استنبول داغستان، مصر، ترابزان (Trabzon) اور ایڈرن (Edirne) میں شائع ہوئیں۔ مندرجہ ذیل اقتباس آپ کی کتاب فتاویٰ عمریہ بطریقۃ العالیہ (Fatawa-i Omariyya bi-Tariqatil-Aliyye) سے ہے جس میں تصوف اور طریقت کے بارے میں سوالات جوابات ہیں۔

سوال: طریقت کیا ہے، کیا طریقت اور شریعت میں کچھ فرق ہے۔ کیا شریعت کے بغیر طریقت اپنائی جاسکتی ہے؟

جواب: اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق اسلامی فقہ کے چار ذرائع ہیں۔ قرآن، سنت، اجماع امت اور قیاس:

طریقت کا مطلب ہے کہ ان سب ذرائع کی تائید کرنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا۔ ناپسندیدہ اطوار کو ترک کرنا۔ ضابطوں کو بہتر بنانا۔ اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں وقت گزارنا۔ ہر وقت اللہ کی طرف دھیان رکھنا اور اللہ کی عبادت کرنا۔ طریقت اور شریعت میں کوئی فرق اور اختلاف نہیں۔ طریقت شریعت کے بغیر لادینی ہے۔

سوال: رابطہ شریف (Rabita-i Sharif) کیا ہے اسکی اہمیت کیا ہے؟

جواب: رابطہ اللہ تعالیٰ، اسکے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ سے محبت اور عقیدت ہے۔ رابطے

اور محبت میں رشتہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رشتہ ذکر لازم (Dhikr-i Lazim) اور ارادۂ ملزومی (Irade-i Melzum'i) میں ہے (ایک کی موجودگی دوسرے کی موجودگی کے لئے ضروری ہے) آدمی اپنے محبوب کی شخصیت، اسکا حسن، اسکے کردار، اسکے اوصاف، اسکے عمل اور اسکی ظاہری شکل وصورت کا تصور کر کے محبوب سے تعلق قائم کرتا ہے۔ یہی رابطہ ہے۔ یہ دل کا تعلق ہے جو کہ دل میں محبت ہونے سے قائم ہوتا ہے۔ یہ ہر صاحب ایمان کے دل میں کم وبیش موجود ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر صاحب ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے ساتھ محبت رکھتا ہے لغت کے اعتبار سے رابطہ کے معانی ہیں بڑھنا، مضبوط کرنا، کمک پہچانا، باندھنا، جوڑنا اور تعلق قائم کرنا۔ جب کسی شخص کے دل میں اپنے محبوب اور اپنے شیخ کے لئے اطاعت کا تعلق ہو، تو وہ شیخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے لئے واسطہ بن جاتا ہے اور جب یہ واسطہ حقیقی ہوجاتا ہے تو پھر اسکے اور جس سے اسکا تعلق ہوتا ہے کے درمیان محبت اور الفت پیدا ہوجاتی ہے۔ جوں جوں درویش ترقی کرتا جاتا ہے تو محبوب کا تصور اور خیال اسکو لذت عطا کرتا ہے اس طرح جو روحانیت کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ وہ جس سے رابطہ قائم ہوجائے اس سے مدد حاصل کرسکتا ہے وہ اپنے مسائل کا حل حاصل کرتا ہے اور انکی پُرنور اور ہدایت یافتہ زندگی سے فائدہ حاصل کرتا ہے وہ راہِ سلوک پر چلنے کے لئے ہمت، مدد، رہنمائی مانگتا ہے جب وہ اُن سے دور ہوتا ہے تو پھر بھی رابطہ رکھتا ہے اور ایسا محسوس کرتا ہے جیسا کہ وہ اُس کے ساتھ ہے۔ اس طرح وہ برائیوں سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور روحانی منزلیں طے کرتا چلا جاتا ہے۔ یہی رابطہ کے حقیقی معانی ہیں۔

اہل ایمان مردوں اور عورتوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ، اُسکے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُسکے پیارے بندوں (اولیاء اللہ) کے درمیان رابطہ محبت ہوتا ہے۔ اس بندھن کا انحصار انکی عقیدت، محبت اور قابلیت پر ہونا فطری بھی ہے اور ضروری بھی۔ ہم اسکا مشاہدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی زندگیوں میں کرسکتے ہیں۔ ہر صاحب ایمان کو اپنے دل کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے روشنی کے ذریعے ملانا چاہیے اور اس روشنی سے فیض اور راہ نمائی حاصل کرنی چاہیے۔

جب نماز کے دوران بیٹھتے ہیں اور التحیات پڑھتے ہیں اُس وقت ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کرسکتے ہیں۔ یہ بھی رابطہ ہی ہوگا۔ اسکے بارے میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''احیاء العلوم الدین'' میں فرماتے ہیں

جب آپ التحیات پڑھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کریں اور پڑھیں ''السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' اور تصور کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک آپکا سلام پہنچ گیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا ہے ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔

جو رابطہ محبت اور عقیدت سے پیدا ہوتا ہے وہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے دلوں میں فطری طور پر پیدا ہوا تھا۔ انکو رابطہ کے بارے بتانے میں کی ضرورت نہیں تھی۔ اب چونکہ حضور اکرم ﷺ اور ہمارے درمیان بہت وقت گذر گیا ہے اور لوگوں کے دلوں میں میل آگیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کمی آچکی ہے اس لئے پیران عظام پر لازمی ہے کہ وہ مریدین کو رابطہ کے بارے میں بتائیں اور انکو رابطہ قائم کرنے کی تلقین کریں۔

سوال: کیا خواتین کے لیے بیعت کرنا جائز اور سنت ہے جیسا کہ مردوں کے لیے ہے؟

جواب: خواتین کے لیے بیعت نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن ہے کیونکہ مرد اور خواتین اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے میں اور منکرات سے باز رہنے کے لیے برابر ذمہ داری رکھتے ہیں۔ فتح مکّہ کے روز مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی تھی۔

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں تو آپ ان شرائط پر ان سے بیعت لیں کہ اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ کسی پر زنا کا بہتان لگائیں گی اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو اُن سے بیعت لو اور اللہ سے اُنکی مغفرت چاہو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

معاشرے میں مرد اور خواتین اک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ گو کہ کچھ ذمہ داریاں (جیسا کہ نظم نسق چلانا اور جہاد کرنا) مردوں کے لیے مخصوص ہیں مگر باقی معاملات میں مرد اور خواتین اوامر اور نواھی میں برابر کے ذمہ دار ہیں اللہ تعالیٰ نے اوامر پر عمل کرنے اور نواھی سے بچنے والے مرد اور خواتین کے لیے برابر کا جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرنے والوں کو عذاب جہنم کی وعید سنائی ہے۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

شیخ محمد معصوم ضیائے نقشبندی

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

حضرت شیخ محمد معصوم ضیائے نقشبندی بن شیخ محمد جمیل نقشبندی (م ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء) بن شیخ عمر ضیاء الدین (م ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) بن شیخ عثمان سراج الدین خالدی نقشبندی (م ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء) ۱۹۱۷ء میں عراق کے شہر کردستان کے علاقہ بیارہ میں پیدا ہوئے...... آپ کا سلسلہ نسب تین واسطوں سے شیخ عثمان سراج الدین خالدی نقشبندی سے ملتا ہے جو کہ دنیائے عرب میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور شیخ طریقت حضرت مولانا شیخ خالد نقشبندی کردی (م ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء) کے خلیفہ اجل اور عراق سے ملک شام ان کی ہجرت کے بعد عراق میں ان کے جانشین تھے۔ اہل عراق انہیں شیخ سراج الدین اول کے نام سے یاد کرتے ہیں...... مولانا خالد نقشبندی کے شام چلے جانے کے بعد آپ ہی نے ان کے سلسلے کو آگے بڑھایا۔

حضرت شیخ محمد معصوم ضیائے نقشبندی کا سلسلہ طریقت گیارہ واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) تک پہنچتا ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

۱...... حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی	(م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء)
۲...... حضرت خواجہ محمد معصوم	(م ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء)
۳...... حضرت شیخ محمد سیف الدین	(م ۱۰۹۵ھ/۱۶۸۳ء)
۴...... حضرت سید نور محمد بدایونی	(م ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۲ء)
۵...... حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں	(م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء)
۶...... حضرت شاہ غلام علی دہلوی	(م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء)

۷...... حضرت مولانا شیخ محمد خالد کردی شامی (م ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء)

۸...... شیخ عثمان سراج الدین خالدی (م ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء)

۹...... شیخ محمد بہاء الدین (م ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء)

۱۰...... شیخ عمر ضیاء الدین (م ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۱ء)

۱۱...... شیخ علاالدین نقشبندی (م ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء)

۱۲...... شیخ محمد معصوم ضیائے نقشبندی

حضرت ضیائے نقشبندی کی پرورش اور تعلیم و تربیت خالص علمی و دینی ماحول میں ہوئی' آپ کا خاندان اپنے علاقے کا ایک عظیم علمی و روحانی مرکز تھا جہاں ہر وقت صاحبان علم اور ارباب طریقت کا آنا جانا لگا رہتا تھا...... خاندانی روایات کے مطابق ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی...... قرآن کریم، قرأت اور فارسی کی بعض کتب والد ماجد سے پڑھیں...... اپنے بھائیوں سے بھی تعلیم حاصل کی...... مزید حصول علم کے لیے اسلامی ترکی، شہرستان، کردستان، ایران اور دیگر علاقوں کا سفر کر کے اپنے عہد کے جلیل القدر علماء سے علوم اسلامیہ متداولہ تفسیر، حدیث، صرف، نحو، بلاغہ، اصول و اصول فقہ، کلام، منطق، فلسفہ وغیرہ حاصل کیے، آپ نے اپنے خود نوشت حالات میں اس سفر علم کا دورانیہ دس سال تحریر کیا ہے...... اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی یہ بتائے ہیں۔

- ○...... استاذ ملا حسین مجددی
- ○...... استاذ ملا محمد ماورائی
- ○...... استاذ ملا معروف کوکرئی
- ○...... استاذ ملا علی وتزمی
- ○...... استاذ ملا شیخ حسین
- ○...... استاذ ملا عبدالکریم مدرس

حصول علم کا سلسلہ ختم ہوا تو تقریباً سترہ برس گوشہ نشینی میں گزارے، اس دوران عبادات و مراقبات کے ساتھ ساتھ کتب بینی کا سلسلہ برابر جاری رہا...... ۱۹۴۸ء میں جمیع علوم اسلامیہ سے فراغت کے سند حاصل کی، استاذ مکرم شیخ ملا عبدالکریم مدرس نے بھی سند الفراغ سے نوازا، آپ کے چچا حضرت شیخ

علاء الدین نقشبندی سے شرف بیعت وخلافت تو پہلے ہی سے حاصل تھا چنانچہ سلسلہ رشد وہدایت بھی شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ اپنے استاذ ملا عبدالکریم مدرس کے قائم کردہ مرکز منطقہ گاہ جو کہ مشرقی عراق کے زرخیز علاقے بیارہ میں ہے درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا جہاں آپ درس وتدریس اور وعظ ونصیحت کے ساتھ طالبان وسالکان کو مراقبات کے ذریعے علوم باطنی سے بھی سرفراز کرتے رہے، آپ کے درس میں عقائد پر بہت زور ہوتا ہے کہ صحیح عقیدہ ہی مسلمان کے ایمان کی اساس ہے......

کردستان کے دگرگوں حالات کے سبب آپ کی اولاد نے وہاں سے امریکہ ہجرت کی اور پھر مستقل وہیں کے ہو رہے...... بعد میں کردستان کے حالات مزید خراب ہوئے اور پھر عراق' کویت جنگ (۱۹۹۱ء) شروع ہوگئی تو آپ کی اولاد نے اصرار کر کے آپ کو بھی اپنے پاس بلالیا' تب سے تا حال آپ امریکی ریاست ڈیالس میں مقیم ہیں......

ماشاء اللہ ۸۷ سال عمر ہے مگر سلسلہ رشد وہدایت جاری ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق ہے جس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب نقشبندیہ فاؤنڈیشن نے شکاگو میں ہونے والی عالمی میلاد کانفرنس میں شرکت کی درخواست کی تو آپ پیرانہ سالی کے باوجود نہ صرف تشریف لائے بلکہ فارسی میں مقالہ بھی پیش فرمایا...... جب آپ سے کہا گیا کہ کانفرنس میں بڑی مشقت فرما کر تشریف لائے ہیں تو جواباً فرمایا۔

”سر کے بل حاضر ہونے کا موقع تھا“

اسلاف کرام کی طرح آپ کے ارشادات وملفوظات میں بھی ہدایت ہی ہدایت نظر آتی ہے...... ذیل میں ڈاکٹر احمد حسین مرزا جماعتی نقشبندی (بانی نقشبندی فاؤنڈیشن فور اسلامک ایجوکیشن امریکہ) کے نام آپ کے ایک فارسی مکتوب کا عکس پیش کیا جارہا ہے اس کے علاوہ مرقعات علمی میں آپ کی ایک اور تحریر بھی شامل ہے۔ الحمدللہ آپ امریکہ میں سلسلۂ نقشبندیہ کی اشاعت اور تبلیغ وارشاد میں معروف ہیں۔

☆......☆......☆

ماخذ

۱...... خودنوشت حالات از شیخ محمد معصوم ضیائے نقشبندی محررہ یکم محرم ۱۴۱۴ھ، ریاست ڈیلس، امریکہ

۲...... ڈاکٹر عبدالستار خان نقشبندی قادری، تذکرہ حضرت محدث دکن، مطبوعہ لاہور، ص ۳۲۸، ۳۲۹

۳...... کردستان میں سلسلہ خالدیہ مجددیہ، مقالہ نگار فرہاد شکیلی مترجم، ڈاکٹر صفی الدین مسعودی (قلمی)

۴...... رسالہ انوار الصوفیہ، شکاگو، شمارہ اگست ۱۹۹۶ء

۵...... مکتوب شیخ محمد معصوم ضیائے نقشبندی از ریاست ڈیلس امریکہ، بنام ڈاکٹر احمد حسین مرزا، محررہ ۲۲ر رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

(شیخ محمد معصوم ضیائے نقشبندی کے فارسی مکتوب کا عکس)

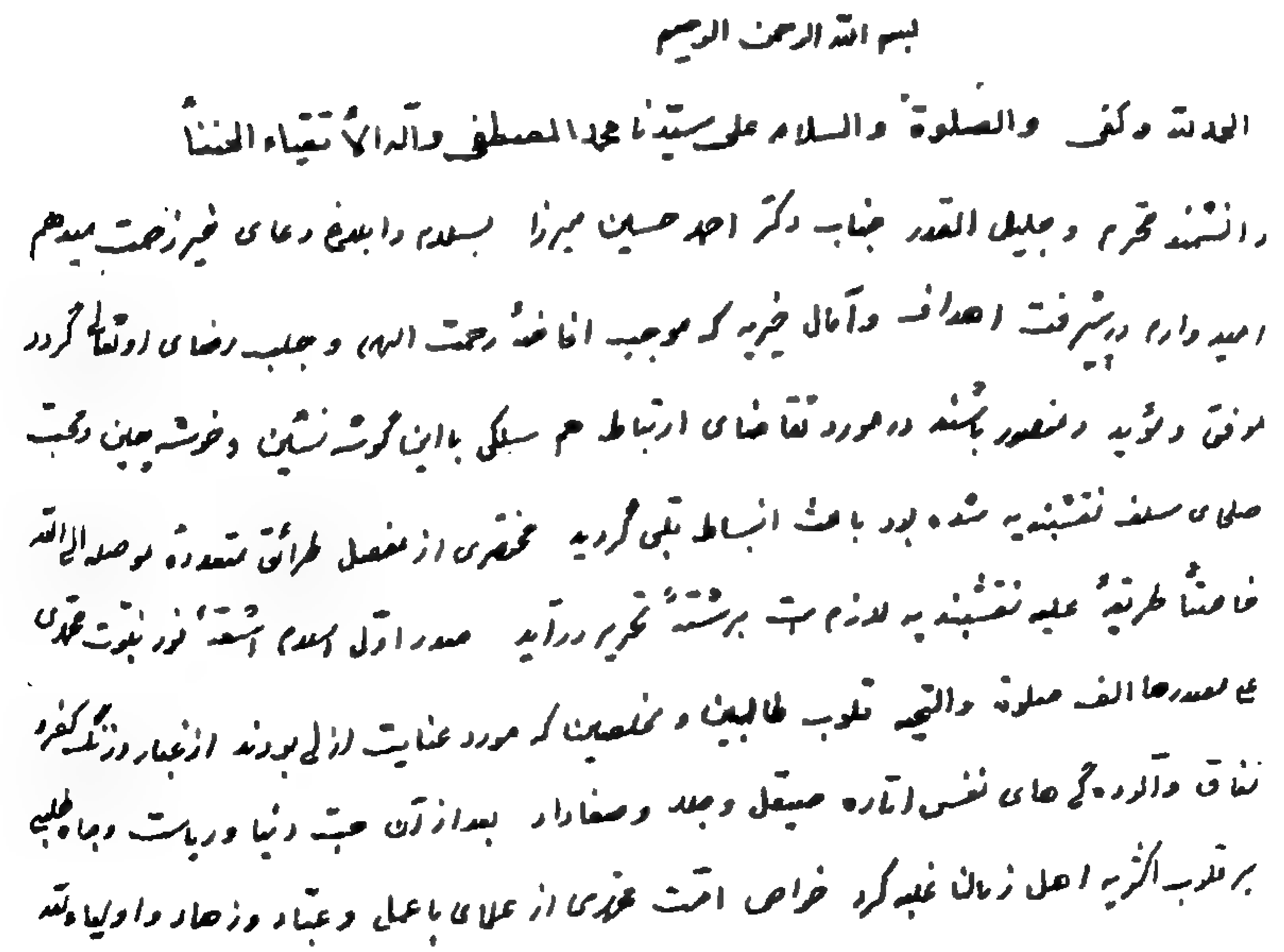

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وکفی والصلوٰة والسلام علی سیدنا محمد المصطفی وآله الاتقیاء الحنفاء

دانشمند محترم و جلیل القدر جناب دکتر احمد حسین میرزا بسلام وابلاغ دعای خیر زحمت میدهم
امیدوارم در پیشرفت اهداف وآمال خیریه که موجب افاضهٔ رحمت الهی و جلب رضای او تعالی گردد
موفق و مؤید ومنصور باشند درمورد تقاضای ارتباط هم مسلکی با این گوشه نشین و خوشه چین و محب
صلحای سلف نقشبندیه شده بود باعث انبساط قلبی گردید مختصری از مفصل طرائق متعدده موصله الی الله
خاصتاً طریقهٔ علیه نقشبندیه به لازم مت برشتهٔ تحریر درآید صدر اول اسلام اشعهٔ نور نبوت محمدی
علی مصدرها الف صلوة والتحیة قلوب طالبین و مخلصین که مورد عنایت ازلی بودند از غبار وزنگ کفر و
نفاق وآلودگی های نفس اماره صیقل وجلا وصفا داد بعد از آن حب دنیا وریاست وجاه طلبی
بر قلوب اکثریه اهل زمان غلبه کرد خواص امت محمدی از علمای باعمل و عباد و زهاد و اولیاء الله

که احساس خطر خاموش شدن آن لهب نور محمدی کردند متفقاً کمر اقدام جهت دوام و پایداری آن نور که مغز و حقیقت اسلام است آستین از ساعد جد و جهد بستند هر چند در بعضی موارد عده از زمامداران و مخالفین قشری برآنها حمله کردند لیکن طالبان راه حق بمفاد الحق یعلو ولا یعلی علیه دنبال هدف حقیقی اسلام و در پیشرفت مقصد خود غفلت نکردند یکی پس از دیگری متحمل زحمت های طاقت فرسا شدند و حافظ محتوای این وصایا های محمدی گردیدند — الشریعة أقوالی والطریقة أفعالی والحقیقة احوالی — شریعت عبارت از قرآن و فرموده حضرت رسول اکرم وطریقت عبارتها در رواتب و ختمات و فضائل علیه او و حقیقت ظهور انوار و صفای باطن و تجلیات الهی از قلب و مشاهده و کشف القبور و عالم غیب است که علم الیقین به حق الیقین تبدیل میشود ذلک فضل الله یؤتیه من یشأ والله ذو الفضل العظیم — در بیان طرایق متنوعه قادری و غیره که رسوم و عادات آنها غالباً ذکر جهری است طریقهٔ نقشبندیه اقرب طرق موصله است چون دوام ذکر خفی و مراقبت قلب با خدا است در خلوت و انجمن — واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخفیه — از زمان امام الطریقه حضرت شیخ محمد بهاءالدین نقشبندی بخارا قدس سره تا این زمان هر کس فراخور حال و استعداد و طالبیت خود خلفا از سلف افاده و استفاده کرده و از این راه توانسته اند نسبت به زمان و مکان و محیط خود به ترویج شریعت اسلام و تشویق برادران دینی به ادای فرائض و پیروی از سنت سنیه حضرت رسول اکرم صلی الله علیه وسلم خدمت و انجام وظیفه نمایند

جد دوم این جانب شیخ عثمان سراج الدین مجددی نقشبندی که یکی از برجسته ترین خلفای حضرت مولانا خالد مجددی نقشبندی و جانشین او بوده و نیز جد اولم شیخ عمر ضیاءالدین در کشورهای اسلامی خاصتاً عراق و ایران و ترکیه و سوریه عدهٔ زیادی از علمای اعلام را پس از تزکیه و سلوک که معمول این طریقه است تربیت و به مناطق مختلفهٔ اسلامی اعزام نمودند که شعلهٔ نور نبوت کما فی السابق در قلوب مسلمین بوسیلهٔ اتباع شریعت شعله ور و پایدار ماند — ألا لله الدین الخالص قد افلح من تزکی وذکر اسم ربه فصلی — و به پیروی از اوامر الهی — فاتقوا الله واطیعون وما اسئلکم علیه من أجر ان أجری الا علی رب العالمین — بدون چشم داشت منافع دنیوی و تقرب نزد سلاطین و امراء که بئس الفقیر علی باب الأمیر — توجه تام داشتند و نیز سعی کردند از راه قطع طمع آنها را به خیر و صلاح کشانند که صلاح حال امرا به نفع فقرا و عامهٔ مسلمین است بهرحال — تلک أمةٌ قد خلت لها ما کسبت ولکم ما کسبتم

شکر الله سعیهم و احسن جزائهم — از طرف آنجناب اشعار شده بود که در صدد ایجاد مرکزیت و همبستگی عموم اخلاص
سرشناس طریقه نقشبندیه در ممالک اسلامی هستند که حقیقتاً این طریقه ظاهراً و باطناً اتباع شریعت و سنت حضرت رسول اکرم است
ثیمانه راهی است که می تواند خدمت بزرگ به اسلام و امت مرحومه محمدی صلی الله علیه وسلم انجام دهد کجروان را به راه راست
و متحیران را به هدایت و ضعیفان را قوی و نومیدان را نوید و شقیان را تسلی دهد — والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا
نص کلام قدیم است — در پایان از حسن نیت و علاقهٔ آنجناب و باقی برادران گرامی و مکرم به این امر مهم بسیار سپاسگذار
و توفیقات خیر و مزید سعادت و نجاح تان از لطف خداوند منان تمنا دارم ارواح پرفتوح و طیبه اولیاء الله و بزرگان امت
معین و مددکار خیرتان باد — و صلی الله علی سیدنا محمد و آله الطاهرین المعصومین — ضیائی نقشبندی

شیخ محمد معصوم

۲۲ — رمضان المبارک ۱۴۱۳

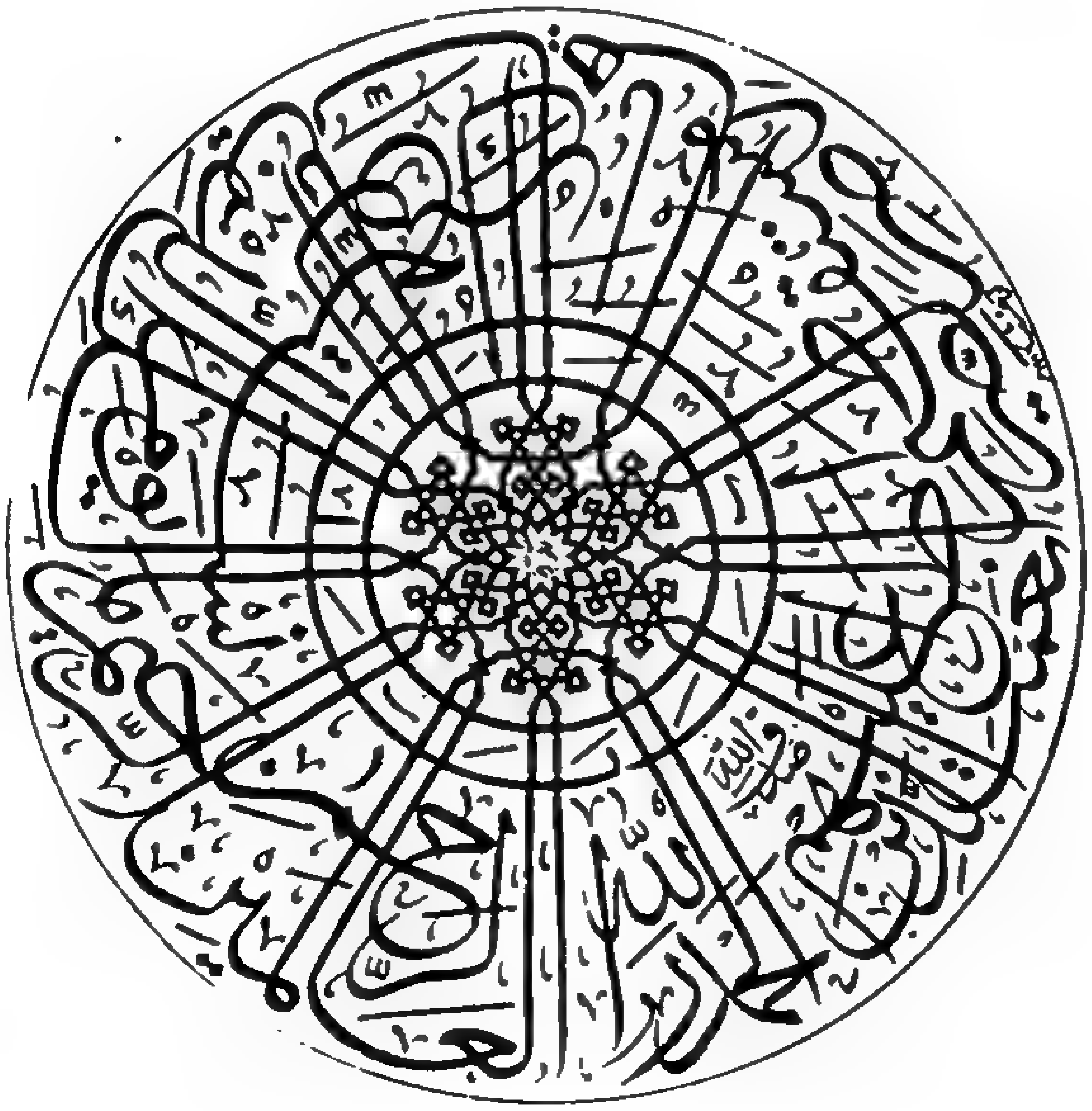

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ترکی میں سلسلۂ نقشبندیہ

مترجم، کمانڈر محمد ظفر

☆☆

دنیا میں سلسلۂ نقشبندیہ کی کئی شاخیں ہیں، ان میں سے چند کے درمیان ایک دوسرے سے کمزور روابط ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ کوئی تعاون بھی نہیں، نہ ہی کوئی مرکزی قیادت ہے، اس لیے یہ ممکن نہیں کہ کوئی بھی اس سلسلے کا قائد ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ تمام شاخیں آزادانہ طور پر کام کر رہی ہیں۔

سلسلۂ نقشبندیہ بڑے بڑے سلسلہ ہائے طریقت میں سے ایک ہے اور ترکی، برصغیر، جنوب مشرقی ایشیاء، وسطی ایشیاء، چین، چند عرب ممالک (Caucsus) اور بہت سے دوسرے مقامات پر مروج ہے۔ ان ممالک میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے سیکڑوں شیوخ موجود ہیں جو کہ غالباً ایک دوسرے سے واقفیت نہیں رکھتے۔

سلسلۂ نقشبندیہ کا ایک مضبوط مرکز ترکی ہے۔ جہاں پر اس سلسلے کی تین یا چار بڑی اور سیکڑوں چھوٹی شاخیں موجود ہیں۔ ایک شاخ کے سربراہ جناب محمود استاؤ سمانگلو Mahmud Ustaosmanoglu ہیں۔ ان کا سلسلہ بڑا روایت پسند ہے، اس کے وابستگان زیادہ تر دیہات میں رہتے ہیں اور تجارت سے منسلک ہیں۔ یہ سب اپنے لمبے جبے، لمبی داڑھی اور پگڑی کی وجہ سے آسانی سے پہچانے جاتے ہیں۔ عورتیں سیاہ چادر اوڑھتی ہیں، حجاب پہنتی ہیں اور ایرانی خواتین کی طرح نظر آتی ہیں۔ یہ سلسلہ قدامت پسند خیال کیا جاتا ہے اور جدت پسندی کے خلاف ہے۔ اور اسی لیے جدید ذرائع ابلاغ کو پسند نہیں کرتا۔ یہ لوگ بالعموم بہت نیک ہیں اور تدریس قرآن اور عربی کے بہت سے مدارس چلاتے ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ کا سب سے بڑا مدرسہ انہی کا ہے، جو استنبول میں واقع ہے۔ ان کا مرکز فتح کامی مسجد Fatih Cami (Mosque) کے نزدیک واقع ہے۔ اور ان کی مسجد جو کہ ضلع چارشنبہ Charshamba میں واقع ہے۔ اسماعیلیہ یا اسماعیل آغا مسجد Ismailiyya or Ismail Aga Mosque کے نام سے جانی جاتی ہے۔

ایک اور سلسلہ جناب محمود سامی رمضانوگلو Mahmud Sami Ramazanoglu (م ۱۹۴۸ء) کی سربراہی میں چل رہا تھا۔ یہ اب بھی ایک بڑا سلسلہ ہے جو کئی شاخوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ لیکن اپنے شیخِ طریقت سے تعلق قائم رکھے ہوئے ہے۔ یہ زیادہ تر دانشوروں کا گروہ ہے اور بہت سی کتابیں شائع کرتا ہے۔ اس سلسلے کی شاخوں میں سے ایک گروہ کے سربراہ جناب عثمان نوری توباس Osman Nuri Topbas ہیں، جو کہ ماہنامہ الٹینولوک (Altinoluk) اسلامی جریدہ شائع کرتا ہے۔

تیسرا بڑا نقشبندی گروپ جناب محمود اسعد جوشان Mahmud Es'ad Cosan (Pronounced Djoshaan) کی سربراہی میں چل رہا ہے۔ آپ انقرہ یونیورسٹی کے ادب کے سابق پروفیسر ہیں۔ اور آپ نے حاجی بکتاشی ویلی Haji Bektashi Veli پر اپنا ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا ہے۔ اُن کے مرید زیادہ تر پیشہ ورانہ تعلیم کے طالب علم ہیں۔ ان کے بہت سے مقالہ جات کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ (آپ ان کو آسٹریلوی کوٹکو فیڈریشنز Australian Kotku Faderation ایم ای کوشان M.E.Cosan کے تبصروں اور مختلف جگہوں پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔) یہ نقشبندیہ سلسلہ کو بڑے خوبصورت اور انوکھے انداز سے دیکھتے ہیں۔ یہ سلسلہ کی قدیم صوفیانہ روایات کو بھی برقرار رکھتے ہیں اور بہت سے طالبعلموں (تقریباً دس ہزار خواتین اور حضرات) کو منظم کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے طرزِ عمل میں بہت جدت پسند ہیں۔ مثلاً کتابیں شائع کرنا، اسکول چلانا، تین یا چار بڑے جریدے (اسلام، کادن دی الو، علم وسنت وغیرہ)(Islam, Kadin ve Aile, Ilm ve Sanat etc.) ریڈیو چینل (انقرہ)، سیاسی زندگی پر اثر انداز ہونا، بڑے بڑے کاروباری ادارے چلانا، کانفرنس اور مذہبی پروگرام چلانا، وغیرہ۔ ان کا مرکز اسکندر پاشا مسجد میں ہے جو کہ استنبول کے ضلع فتح میں واقع ہے۔ ان کے مریدین آسٹریلیا، جرمنی، برطانیہ، سویڈن، ڈنمارک، امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک میں ہیں اور کرۂ ارض پر ان کا مربوط نیٹ ورک موجود ہے۔ یہ عہدِ عثمانیہ کے آخری دور کے بہت بڑے شیخ جناب گموشانوی Shaykh Gumushanevi کے سلسلے سے منسلک ہیں جو اُس دور میں استنبول میں سب سے بڑی خانقاہ چلا رہے تھے۔ اس سلسلے کے سابق شیخ (محمود اسعد سے پہلے) جناب محمد زاہد کوٹکو

Muhammad Zahid Kotku (م ۱۹۸۰ء) تھے، وہ اپنے اثر ورسوخ کی وجہ سے بہت بڑے شیخ مانے جاتے تھے۔ ترکی کے موجودہ سیاستدانوں میں سے کئی ایک نکمٹین Necmettin، اربا کان Erbakan، حسن علکے Hassan Aksay، فہمی ادک Fehmi Adak، کرکٹ اوزال Korkut Ozal، اور مرحوم ترگت اوزال Turgat Ozal اُن کے مرید ہیں۔ ستر اور اسی کی دہائیوں میں نقشبندی تحریک اور سیاسی اسلامی تحریک ایک ہی تھیں، مگر بعد میں نقشبندی حضرات نے سیاست سے علیحدگی اختیار کرلی، لیکن اب بھی ترکی سیاست پر نقشبندیہ کا بہت اثر ہے۔

کچھ تجزیہ نگاروں نے شیخ اسعد کے طریقہ اور تحریک اخوان المسلمین کا موازنہ کیا ہے۔ ان میں کچھ قدریں مشترک ہیں۔ دونوں اسلام کو مکمل طور پر سمجھتے ہیں اور مخصوص اور مستعد افراد (خواتین وحضرات) پر مشتمل ہیں جو کہ جدید ذرائع ابلاغ کو استعمال کرتے ہیں اور ہر دلعزیز ہیں۔ اخوان تحریک کے بانی حسن البنّی Hasan Al-Banna مصر میں حسیفیہ Husafiyya طریقہ سے تعلق رکھتے تھے اور اُس نے اُسی طریقہ پر اخوان کی بنیاد رکھی تھی، اخون روزانہ ماثورات کا ورد کرتے ہیں (جو کہ ذکر سے متعلق امام نووی Imam Nawawi کی کتاب الاذکار سے لیا گیا ہے)۔ لیکن ترکی کی نقشبندی تحریک مقابلۃً زیادہ معتدل ہے جبکہ اخوان سیاست میں زیادہ ملوث ہوگئی ہے اس نے اپنی روحانی قوت کھودی۔

شیخ ناظم Shaykh Nazim کا گروپ کوئی بڑا گروپ نہیں ہے مگر اس کے وابستگان اونچے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، ممتاز معاشرتی شخصیات کے لیے شیخ ناظم کا نرم اور دانشمندانہ اندازِ فکر بہت پرکشش ہے۔ ان کا انٹرنیٹ پر سب سے زیادہ پُرکشش ویب پیج (ماشاءاللہ) ہے۔

ترکی میں کچھ ایسے گروپ بھی ہیں جن کا سلاسلِ طریقت سے تعلق نہیں، جیسا کہ نرکو اور سلیمانیہ Nurcu and Suleymaniye بھی ہیں۔ نرکو یا جماعت النور غالباً ترکی میں سے بڑا اسلامی گروہ ہے (گو کہ حجم میں اس کے مدمقابل سابق رفاہ پارٹی بھی ہے) اس کے سربراہ جناب فتح اللہ گولن Fethullah Gulen ہیں یہ لوگ ترکی کی ہر دلعزیز شخصیت بدیع الزمان سعید نورسی Bediuzzaman Said Nursi (م ۱۹۶۰ء) کے پیروکار ہیں، نوری صاحب اپنی تحریر ''رسالہ نور'' کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ یہ بہت سی کتابیں شائع کرتے ہیں اور بہت سے اسکول چلا رہے

ہیں، اور اسلام کو جدید سائنسی اور مثبت مذہب کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ لیکن طریقت سے دور ہوتے جا رہے ہیں، اس تحریک کو ترک حکومت کی پشت پناہی حاصل ہے۔ کیونکہ وہ اس کو سابق رفاہ پارٹی اور نقشبندیہ طریقہ کی نسبت معتدل اسلامی تحریک سمجھتی ہے۔ آپ انٹرنیٹ پر شیخ بدیع الزمان سعید نوری صاحب کے مقالات کے انگریزی زبان میں ترجمے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

سلیمانیہ ایک ایسا گروہ ہے جو کہ قدیم مدرسہ سسٹم کو جاری رکھنے پر توجہ مرکوز کیے ہوئے ہیں، یہ قدامت پسند ہیں اور دانشوروں کے سخت خلاف ہین، جرمنی میں ترک تارکین وطن میں اس گروہ کے بہت سے پیروکار ہیں۔ یہ لوگ نقشبندی طریقت کے پیروکار ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں، مگر ان کا کوئی زندہ شیخ نہیں ہے۔ اس کے بانی سلیمان حلمی توناہان Suleyman Hilmi Tunahan (۱۹۵۹ء-۱۸۸۸ء) رومانیہ کے ایک نقشبندی شیخ کے صاحبزادے تھے۔ یہ لوگ جہاں کہیں بھی ہوں ان کا اصل کام قرآنی تعلیم کے مدارس قائم کرنا ہے۔ ان کی سربراہی کمال کاکر Kemal Kacar کر رہے ہیں۔ ان کی ویب سائٹ سلیمان حلمی توناہان سے منسوب ہے۔

ایک اور گروپ اخلاص ہولڈنگ Ikhlas Holding ہے۔ یہ کسی زمانہ میں طریقہ تھا مگر اب صرف دو تین بڑی کمپنیوں اور ایک اشاعتی ادارے پر مشتمل ہے اس کی بنیاد شیخ عبدالحکیم ارواسی Shaykh Abdulhakim Arvasi نے رکھی تھی۔ وہ سختی کے ساتھ سنی عقیدہ اپنانے کی تاکید کرتے تھے اور لادینیت، وہابیت اور اسی طرح کی دوسری تحریکوں کے خلاف تھے۔ اس گروپ کے لوگ بہت مالدار ہیں اور ایک ٹی وی چینل TGRT بھی چلا رہے ہیں۔ ان کی ویب سائٹ آج کل بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ترکی میں تصوف پر بہت سی کتابیں شائع ہو رہی ہیں اور یہ تصور ترقی پذیر ہے کہ تصوف ایک زندہ حقیقت ہے اور لادینی اور مادی تصورات کا نعم البدل ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ مسلمان جن کا پس منظر تصوف سے وابستہ ہے وہ ان مباحث کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ اور ایسے حضرات ترکی کے ہر طبقے میں موجود ہیں۔ یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ ترکی کے مسلمان تصوف کو مثبت انداز سے دیکھتے ہیں جبکہ عرب ممالک میں بہت سی اسلامی تحریکیں تصوف کے خلاف ہیں۔ اس سے ترکی کے مسلمانوں کی راسخ العقیدگی سمجھ میں آتی ہے۔

میرے خیال میں ترکی کا اسلامی سلاسلِ طریقت کا خوبصورت اسلامی تصور اور بالخصوص شیخ اسعد کا سلسلہ اس زخم خوردہ اُمت کے تابناک مستقبل کی نشاندہی کرتا ہے۔ آپ اگر اس کو اپنی انکھوں سے دیکھنا چاہیں تو ضرور ترکی تشریف لے جائیے، وہاں پر اپنے بھائیوں کے ساتھ چند دن گزاریں، ان شاءاللہ آپ کو کوئی ملال نہیں ہوگا۔

☆......☆......☆

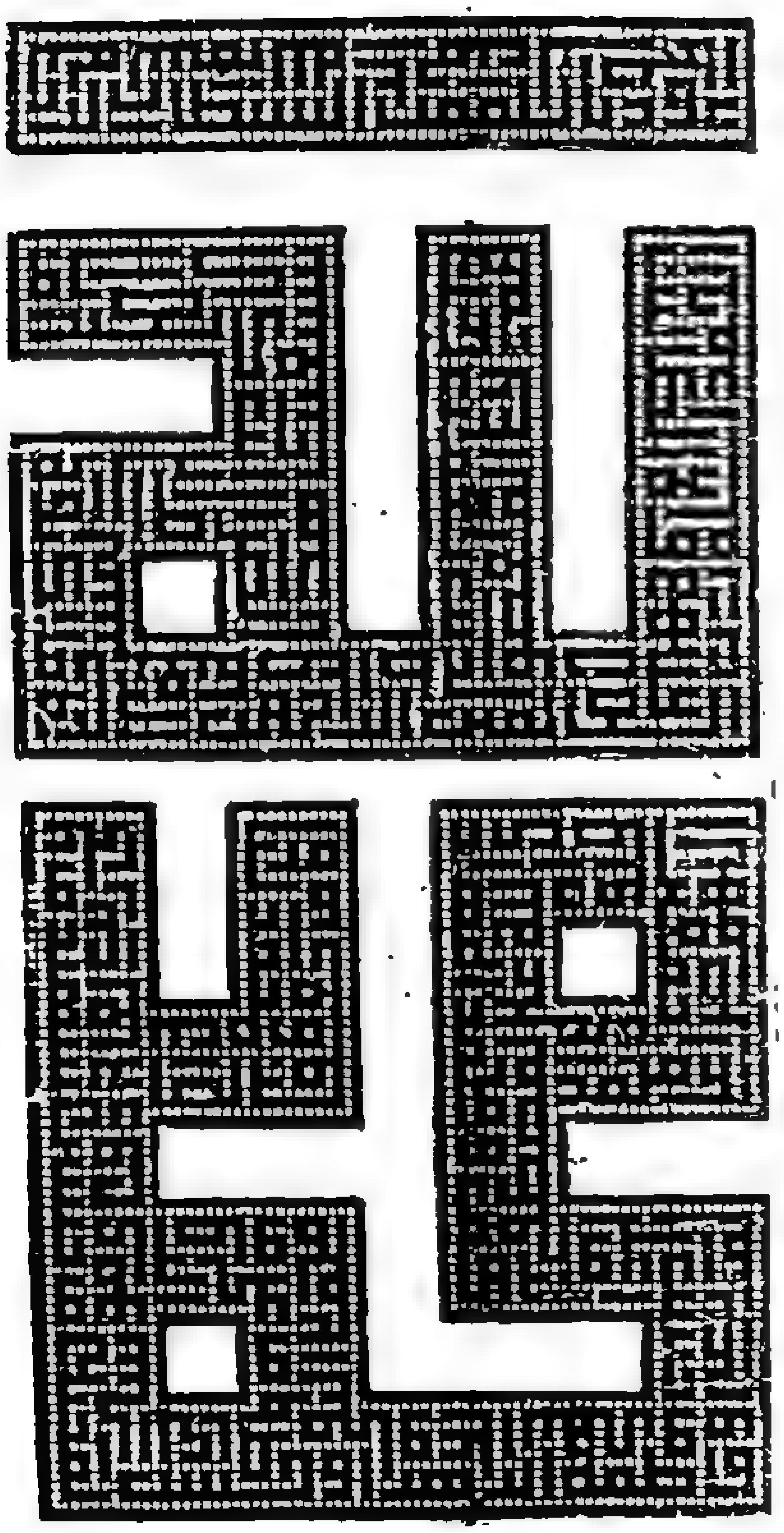

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدهٗ ونصلی علٰی رسوله الکریم

کُردستان میں سلسلۂ خالدیہ مجددیہ

مقالہ نگار: فرہاد شکیل

مترجم: ڈاکٹر صفی الدین مسعودی

☆☆

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی تاریخ انتہائی تفصیل سے لکھی گئی ہے اور نہ صرف سلسلے کے مشائخ اور معتقدوں نے بلکہ مغربی فضلاء اور دانشوروں نے بھی اس پر تحقیق کی ہے۔ جہاں تک کردستان میں نقشبندیوں کا تعلق ہے، تمام تر تحقیقی کام سلسلۂ خالدیہ کی ترویج کے ابتدائی سالوں اور مولانا خالد شہرزوری (جو خالدیہ سلسلے کے بانی ہیں: ۱۱۹۳ھ-۱۲۴۲ھ/ ۱۷۷۹ء-۱۸۲۷ء) پر مرکوز ہے۔ اسکے برعکس مقالۂ ہٰذا میں مولانا خالد کردی کے بعد سلسلۂ خالدیہ کے ادوار پر روشنی ڈالی گئی ہے بالخصوص حورامان کے نقشبندی شیوخ میں سراج الدینی کا خانوادہ جو مشرق وسطی اور کردستان میں خالدیہ سلسلے کے سب سے زیادہ پر اثر اور نمایاں نمائندے ہیں۔ سراج الدین اول کے زمانے سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج واشاعت میں اس خاندان کے کردار کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ نیز اس مقالے میں ڈیڑھ سو سال پر محیط، اس سلسلے کے تدریجی ارتقا اور اسکی چیدہ چیدہ خصوصیات کا انیسویں صدی کے اوائل میں مولانا خالد کے دور میں سلسلے کی صورت حال سے موازنہ کیا گیا ہے۔

مولانا خالد اور خالدیہ

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کو کردستان میں مولانا خالد نے انیسویں صدی کے اوائل میں روشناس کرایا۔ اس سلسلے کی ممتاز خصوصیات نے اسکی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ خصوصیات حضرت شیخ احمد سرہندی (م ۱۶۲۴ء) اور انکے خلفاء کے پیش کردہ صوفیانہ تصورات اور خیالات سے ہم آہنگ

تھیں۔ یہ فطری امر ہے کہ مولانا خالد نے برصغیر میں اپنے مشائخ کے خیالات اور تعلیمات کو آگے بڑھایا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ھے کہ مولانا خالد، اپنے شیخ عبداللہ دہلوی المعروف شاہ غلام علی (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے تربیت یافتہ خلفاء میں جنکی تعداد شاید ہزاروں میں ہے، سب سے زیادہ ممتاز تھے۔

اس سلسلے میں شاہ غلام علی نے مولانا خالد کو خلافت تامہ مطلقہ عطا کی۔ یہ وہ درجہ ہے جو شاہ صاحب نے بظاہر دیگر خلفاء کو عطا نہیں کیا[1]۔ اس سلسلے میں شاہ غلام علی کے ایسے بیانات ملتے ہیں جس میں انہوں نے مولانا خالد کے امتیازی مقام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک سال دہلی کی خانقاہ میں گزارنے کے بعد شاہ صاحب نے مولانا کو واپس کردستان جانے کو کہا۔ جب مولانا رخصت ہو رہے تھے تو شاہ صاحب نے پوچھا 'تم اور کیا مانگتے ہو؟' مولانا نے کہا 'میں دین مانگتا ہوں اور اسکو مستحکم کرنے کیلیے دنیا مانگتا ہوں'۔ شاہ صاحب نے فرمایا 'جاؤ ہم نے تمہیں یہ سب کچھ عطا کیا'۔[2]

مولانا خالد ۱۸۱۱ء میں کردستان واپس آئے لیکن ۱۸۲۲ء میں ہمیشہ کیلیے کردستان سے دمشق چلے گئے۔ ان گیارہ برسوں میں بھی انہوں نے پانچ سے زیادہ سال بغداد میں گزارے[3]۔ یہ دور اگرچہ مختصر تھا لیکن اس لحاظ سے انتہائی اہمیت کا حامل تھا کہ اسی دوران آپ کا سلسلہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہوا اور آپ کے زیادہ تر مشہور خلفاء اسی دور میں سامنے آئے۔ اسی دور میں انڈیا جانے کیلیے آپ کا ایران سے گزرنا ہوا اور بہت سے ایرانی علماء کے ساتھ آپ کے علمی مباحثے ہوے۔ اس دوران ایک بار آپ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کو شیعہ مخالف سلسلہ سمجھا جاتا تھا۔ اسکی ایک اہم وجہ تو یہ تھی کہ انڈیا میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے علاقوں میں شیعہ آبادی بھی بہت زیادہ تھی اور وہاں ہونے والے مباحثوں سے ان اختلافات کو مزید ہوا ملی۔ نیز نقشبندیوں اور شیعوں کے تعلقات میں تناؤ کی کچھ تاریخی وجوہات بھی تھیں۔ لیکن مولانا خالد کردستان واپس آئے تو یہ معاملہ ٹھنڈا ہو چکا تھا اور شیعوں سے کوئی براہ راست مخالفت نہیں تھی۔ اسکے برعکس انڈیا کے مجددیوں کے قادریہ سلسلے کے مریدین اور مشائخ سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ مولانا خالد کو قادریہ سلسلے میں بھی خلافت ملی۔ لیکن جب مولانا واپس سلیمانیہ گئے تو قادریہ سلسلے کے شیخ معروف نوداہی (م ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء-۱۲۰۴ھ/۱۸۳۸ء) سے آپ کے شدید اختلافات رہے۔ اس زمانے میں کردستان میں قادریہ سلسلے کا بہت زور تھا اور کردستان کے عوام اور حکمرانوں پر اس کا

بہت اثر تھا۔ مولانا خالد کی واپسی پر سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی زور وشور سے اشاعت کی بنا پر قادریوں کو تشویش ہوئی اور انہوں نے مولانا خالد کی مخالفت شروع کر دی۔ یہ اختلاف اور رقابت اس حد تک بڑھی کہ شیخ معروف نے مولانا کے مسلمان ہونے پر بھی شک کیا اور مولانا کو جھوٹا اور ملحد تک کہہ ڈالا اس اختلاف کی جڑ میں سیاسی عناصر کارفرما تھے۔ بابن محمود پاشا، مولانا خالد سے پرخاش رکھتا تھا اور خائف تھا کہ اسکے بھائی اور عم زاد مولانا کے زیر اثر نہ ہو جائیں۔ ان اختلافات کو گہرا کرنے میں پاشا کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا[۴]۔

مولانا خالد ان حالات و واقعات سے خاصے رنجیدہ تھے۔ انہوں نے بڑے ضبط کا مظاہرہ کیا اور کبھی اپنے آپ کو سیاست میں نہیں الجھنے دیا۔ انہوں نے اپنے مخالفین کو گفت وشنید اور مذاکرات کی دعوت دی۔ بابن شہزادے عثمان پاشا کو لکھے گئے خطوط میں انہوں نے مشورہ دیا کہ شیخ معروف اور بڑے علماء ان سے آ کر ملاقات کریں اور اس مسئلہ پر گفتگو اور مناظرہ کریں۔ نیز یہ کہ عثمان پاشا بھی اس ملاقات میں موجود رہیں[۵]۔

پرامن تصفیہ کیلیے مولانا خالد کی کاوشیں کارآمد نہ ہو سکیں۔ لہٰذا انہوں نے سلیمانی سے بغداد جانے کا فیصلہ کیا جہاں انہوں نے تین برس قیام کیا۔ جب عبدالرحمن پاشا (م ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء) کے بعد اسکا بیٹا محمود پاشا بابن ریاست کا حکمران بنا تو وہ بغداد آیا اور مولانا کو کردستان واپس آنے کی دعوت دی جو مولانا نے قبول کی اور ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء یا ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۷ء میں آپ کردستان واپس آئے۔ بظاہر صورتحال کچھ ایسی تھی کہ مولانا کا وہاں زیادہ عرصہ ٹھہرنا مناسب نہ تھا لہٰذا انہوں نے ۲۵/اکتوبر ۱۸۲۰ء کو سلیمانی کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہا[۶]۔ ۱۸۲۱ء اور ۱۸۲۲ء کے گرمیوں کے مہینوں کے علاوہ وہ بغداد میں رہے ۱۸۲۲ء کی گرمیاں کردستان میں گزارنے کے بعد، وہ عرفہ اور دارالزور سے ہوتے ہوئے نومبر ۱۸۲۲ء میں دمشق پہنچ گئے[۷]۔ اس بات کے اشارے ملتے ہیں کہ مولانا کی کردستان اور بغداد چھوڑ کر دمشق جانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ قادریوں کی مخالفت سے بچنا چاہتے تھے۔ تاریخی نقطۂ نظر سے صورتحال پر نظر ڈالی جائے تو یہ ذہن میں رکھنا ہوگا کہ سلسلے کو صرف بغداد یا سلیمانی تک محدود نہیں رہنا تھا بلکہ بہت دور دور تک پھیلنا تھا۔ تاہم مولانا کی زندگی میں ہی قادری رہنماؤں سے ایک قسم کا سمجھوتا ہو گیا تھا۔ شیخ معروف نے مولانا کو لکھے گئے خطوط میں افسوس کا اظہار کیا، مولانا کے پاس اپنے ایلچی بھیجے، ان سے مفاہمت کی درخواست کی نیز اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہی[۸]۔

ایک صوفی شیخ کی صورت میں کردستان واپسی اور مولانا کے وصال میں بہت کم وقفہ تھا تاہم وہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کو مشرق وسطیٰ میں سب سے زیادہ طاقتور اور بااثر سلسلے کے طور پر منوانے میں کامیاب رہے۔ اس معاملے میں ان کا موازنہ شاہ غلام علی سے کیا جاتا ہے[۹]۔ ۱۸۲۰ء ع میں جب وہ کردستان میں رہائش پذیر تھے، انکے مریدین کی تعداد اندازاً بارہ ہزار بتائی جاتی ہے[۱۰] جسکو آسانی سے ثابت یا رد نہیں کیا جاسکتا۔ اس حوالے سے ایک بات تو یقینی ہے کہ جتنے عظیم اور مایۂ ناز علماء آپ نے اس سلسلے میں داخل کیے آپ سے قبل کوئی اور نقشبندی مجددی شیخ نہ کرسکا[۱۱]۔

سراج الدینی مشائخ

۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء میں مولانا خالد کے کردستان سے دمشق جانے کے بعد سراج الدینی مشائخ کردستان میں خالدیہ سلسلے کے سب سے نمایاں علمبردار تھے۔ بلکہ جب مولانا خالد بغداد یا کردستان میں رہائش پذیر تھے، اس دور میں شیخ عثمان سراج الدین اول (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء-۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء) مولانا خالد کے خلفاء میں سب سے زیادہ اہم شخصیت تھے۔ یہ دونوں اشخاص ایک دوسرے کو اسلامی سائنس (فقہ) کے شاگرد کے طور پر جانتے تھے۔ جب مولانا خالد ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء میں انڈیا سے سلیمانی واپسی پر پانچ ماہ تک بغداد میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی مسجد میں قیام پذیر ہوئے اس وقت آپ کی ملاقات دوبارہ شیخ عثمان سے ہوئی[۱۲]۔ اس وقت مولانا نے شیخ عثمان کو جو بعد میں سراج الدین اول کہلائے، سلسلے میں داخل کیا، جو دو سالہ روحانی تربیت کے بعد، مولانا سے اجازت و خلافت حاصل کرنے والے پہلے خلیفہ بنے[۱۳]۔ اس وقت شیخ عثمان تیس برس کے تھے۔ آپکی ولادت حلبجہ کے نزدیک حورامان کے علاقے طویلہ میں ہوئی۔ مختلف روایتوں کے مطابق آپ کے والدین سید تھے۔ لیکن سراج الدینی شیوخ نے اپنے آپ کو کبھی سید نہیں کہلایا۔ شیخ عثمان اپنے خطوط پر اپنے نام کے ساتھ 'الخالدی المجددی النقش بندی' لکھتے تھے۔

جس زمانے میں شیخ عثمان اپنے پیشوا کے ہمراہ تھے، مولانا خالد کو دوبار سلیمانی سے بغداد جانا پڑا۔ سلیمانی میں شیخ عثمان، مولانا کی جگہ ختم کی محافل کروایا کرتے۔ مولانا نے اپنے مریدین کو یہ ہدایت دی تھی کہ وہ شیخ عثمان کے ختم کے حلقوں میں شرکت کریں۔ ان مریدین میں سید اسمٰعیل داغستانی، ملا عبدالحکیم کاشغری اور حلبجہ کے شیخ محمد جیسی نمایاں شخصیات شامل تھیں[۱۴]۔ بظاہر، مولانا خالد، جنکے اندر انتظامی

صلاحیتیں تھیں، اپنے مریدوں کو تیار کر رہے تھے کہ وہ انکی جگہ سنبھال سکیں اور کردستان میں سلسلے کی تبلیغ واشاعت کی اہم ذمہ داری نبھاسکیں۔ جب ۱۸۲۰ء میں مولانا خالد آخری دفعہ سلیمانی سے بغداد گئے تو شیخ عثمان انکے ہمراہ نہیں گئے بلکہ وہ اپنے آبائی علاقے حورامان چلے گئے جہاں انہوں نے سلسلے کیلیے ایک انتہائی مضبوط مرکز کے قیام کی ابتداء کی۔ یہ مرکز مشرق وسطی میں خالدی سلسلے کے اہم ترین مراکز میں سے ایک تھا اور اس کی یہ حیثیت ۱۹۵۰ء تک رہی۔ اس مرکز نے نہ صرف نقشبندی سلسلے کی صوفیانہ تعلیمات کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا بلکہ ایسے بہت سے شعراء کو جنم دیا جنکی نظمیں صوفیانہ شاعری کی شاہکار ہیں۔

مولانا کے نزدیک سراج الدین کی اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ جب ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء اور ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء کے موسم گرما میں مولانا بغداد سے حورامان کے پرفضا مقام پر تشریف لے گئے تو آپ نے کردستان میں نقشبندی سلاسل کی سرپرستی کے سلسلے میں سراج الدین سے ملاقات کی۔ شیخ عثمان نے بھی مولانا سے بغداد میں کم از کم ایک دفعہ ملاقات کی۔ مولانا خالد بغداد سے نہیں (جیسا کہ عام طور پر غلط فہمی ہے) بلکہ کردستان سے دمشق تشریف لے گئے۔

۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء میں مولانا کے سلیمانی سے تشریف لے جانے کے بعد سلیمانی خانقاہ میں آپکی نمائندگی شیخ عبداللہ ہراتی (م ۱۲۴۵ھ/۱۸۳۹ء) نے کی جنکی اس سلسلے میں مولانا کے بھائی شیخ محمد صاحب (۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء) نے مدد کی۔ جب ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء میں مولانا کی وفات ہوئی تو ہراتی اور کچھ عرصہ بعد شیخ محمد صاحب بھی دمشق چلے گئے۔ چند برس بعد ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء میں بابن احمد پاشا نے شیخ عثمان کو سلیمانی میں خالدیہ خانقاہ کے سرپرست بننے کی دعوت دی جو شیخ صاحب نے قبول کرلی اور خانقاہ کی سرپرستی شروع کردی تاہم انہوں نے حورامان کو نہیں چھوڑا اور اکثر وہاں تشریف لے جاتے۔

ان دو برسوں کے سوا ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۰ء سے لیکر ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء میں اپنی وفات تک شیخ عثمان حورامان میں طویلا اور بیارا ہی میں رہے۔ تقریباً نصف صدی کے عرصے میں وہ بابن کے علاقے اور حورامان میں مولانا خالد کے سب سے نمایاں خلیفہ بن گئے[15]۔ مشرق وسطی اور کردستان کے مختلف علاقوں میں شیخ صاحب کے معتقدین اور خلفاء کی بہت بڑی تعداد تھی۔ مولانا خالد اور حورامان کے نقشبندی شیوخ کے حالات میں مولف عبدالکریم مدرس نے شیخ عثمان کے ۹۶ خلفاء اور ۳۳ نائبین گنوائے ہیں۔ ان میں بہت سے عظیم علماء اور شعراء کے علاوہ دو طاقتور حکمران، بابن کے احمد پاشا اور اردلان میں سینا کے رضا قلی

خان بھی شامل ہیں۔ یہ حقیقت بیشتر محققین کے اس مفروضہ اور خیال کے برخلاف ہے کہ نقشبندیہ سلسلے کردش معاشرے میں مخالفین کے فرقے پر مشتمل تھا۔

انکے خطوط کے علاوہ نظم کے چند اشعار اور شیخ عثمان کے تحریر کردہ دس اصلاحی مقالے بھی موجود ہیں جس میں انہوں نے اپنے مریدوں کو سلسلے کے طریقوں کے بارے میں حاکمانہ ہدایات دی ہیں۔ انہی میں سے ایک مقالے (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء) میں انہوں نے اپنے بیٹوں محمد بہاء الدین اور عبدالرحمٰن کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کیا اور اپنے مریدوں کو انکی اطاعت کی ہدایت کی ہے۔

شیخ سراج الدین اول کا سلسلے ان کے بعد انکے خاندان کے پانچ شیوخ نے یکے بعد دیگرے جاری رکھا۔ یہ واضح رہے کہ ان کے خاندان کے یہ حضرات مختلف ادوار میں سلسلے کے سرپرست رہے، ان میں سے ہر ایک کے اپنے مریدین اور اپنی خانقاہ تھی۔ شیخ عثمان سراج الدین کی جگہ انکے صاحبزادے شیخ محمد بہاء لدین (۱۲۵۲ھ/۱۸۳۷ء-۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء) نے سنبھالی۔ اگرچہ اپنی دستاویزات میں شیخ سراج الدین نے اپنے دو بیٹوں بہاء الدین اور عبدالرحمٰن ابوالوفا (۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء-۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) کو اپنا جانشین مقرر کیا تاہم تھوڑے ہی عرصے بعد عبدالرحمٰن اس منصب سے علیحدہ ہو گئے اور بغداد میں سکونت پذیر ہوے۔ وہ ایک تخلیقی شاعر تھے۔ انکی چند نظمیں جو ہمیں دستیاب ہیں، ان میں تقریباً ۷۰ فارسی زبان میں ہیں اور زیادہ تر غزلیں ہیں۔ ان کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک صوفی شاعر تھے۔ بہاء الدین بھی شاعر تھے تاہم انکی بہت ہی کم نظمیں دستیاب ہیں۔

سلسلۂ سراج الدین کی ابتداء کرنے والے تیسرے شیخ، شیخ ضیاء الدین (۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء-۱۳۱۸ھ/۱۹۰۱ء) تھے۔ وہ کئی لحاظ سے اپنے پیشواؤں سے ممتاز تھے۔ شیخ کی حیثیت سے انکے دور میں ذکر خفی کے ساتھ ساتھ ذکر جہر بھی رائج ہوا۔ سائنس، تعلیم اور مجموعی طور پر ثقافت کے لیے اپنے ذوق و شوق کی بناء پر وہ جانے پہچانے تھے۔ انہوں نے سردشت، طویلہ، بیارہ، کفری اور خانقین میں متعدد خانقاہیں تعمیر کیں۔ وہ کردش، فارسی اور عربی کے زبرست شاعر تھے اور فوزی تخلص کیا کرتے۔ ہمیں انکے تقریباً پچاس مکتوبات دستیاب ہوے ہیں جو انہوں نے اپنے خلفاء اور اس دور کی ممتاز شخصیات کو لکھے۔ ان شخصیات میں قاجاری شاہ مظفرالدین (دور حکومت ۱۸۹۶ء تا ۱۹۰۷ء) اور عثمان سلطان عبدالحمید دوم (دور حکومت ۱۸۷۶ء تا ۱۹۰۹ء) بھی شامل ہیں۔ اسکے علاوہ متصوفانہ تعلیمات پر مبنی تین دستاویزات بھی

ہیں۔ شیخ عمر ضیاء الدین کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ قادری سلسلے کے شیوخ اور انکے خلفاء اور مریدین سے ان کے بہت اچھے تعلقات تھے جسکا ذکر بعد میں ہوگا۔

شیخ سراج الدین کے بعد انکی جگہ انکے صاحبزادے شیخ نجم الدین (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء-۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء) نے سنبھالی۔ وہ اپنے زہد کے لیے بہت مشہور تھے۔ شاہ عثمان انکو ماہوار تنخواہ دینا چاہتے تھے کہ وہ اپنی خانقاہ اور عقیدت مندوں پر خرچ کریں تاہم شیخ نے یہ پیشکش مسترد کردی۔ بفرہ میں اپنی خانقاہ پر آنے والے علماء سے علمی گفتگو کے وہ بہت شوقین تھے۔ وہ ایک شاعر تھے تاہم انکی بہت ہی کم نظمیں دستیاب ہیں۔ شیخ نجم الدین کی جگہ انکے بھائی شیخ علاؤالدین (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء-۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء) نے سنبھالی۔ انہوں نے عربی میں ایک مقالہ لکھا جسکا عنوان ''طب القلوب'' ہے اس میں مفید مشورے اور نسخے بیان کیے گئے ہیں۔ وہ ایک مشہور طبیب تھے جنہوں نے ہزاروں مریضوں کی مدد کی اور ان کے لیے نباتاتی دوائیں تشخیص کیں۔

۱۹۵۴ء میں جب شیخ علاء الدین کا وصال ہوا تو انکی جگہ شیخ عثمان سراج الدین دوم (۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء-۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء) نے سنبھالی۔ وہ پہلے ہی ایک مشہور اور مانے ہوے صوفی رہنما تھے۔ شیخ عثمان دوم اسلامی فلسفہ اور کردش اور فارسی شاعری کے ماہر تھے۔ اسکے علاوہ وہ انتہائی قابل طبیب تھے جو یونانی طب کے ماہر تھے۔ جب عراق میں بادشاہ کا تختہ جنرل عبدالکریم قاسم نے الٹا تو شیخ عثمان ۱۹۵۹ء میں عراقی کردستان سے ایرانی کردستان تشریف لے گئے جہاں آپ نے دو دہائی تک قیام کیا۔ ایرانی انقلاب کے بعد آپ عراقی کردستان، حورامان واپس تشریف لائے تاہم جلد ہی وہاں سے بغداد تشریف لے گئے۔ اپنی زندگی کے آخری سات آٹھ برس آپ نے استانبول میں گزارے جہاں ۳۰، جنوری ۱۹۹۷ء کو آپکا وصال ہوا۔ وہ استانبول میں اپنی خانقاہ کے نزد اپنی رہائشگاہ کے احاطے میں دفن کیے گئے۔ شیخ عثمان ایک شاعر بھی تھے جنکی نظموں کے دو مجموعے کردش اور فارسی میں شائع ہوے[۱۶] نیز انکے مقالات اور مکتوبات کی ایک جلد[۱۷] بعنوان 'سراج القلوب' اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے[۱۸]۔

شیخ عثمان کے بھائی، شیخ مولانا خالد بھی ایک صوفی رہنما تھے۔ ان کا انتقال تقریباً اسی زمانے میں ایرانی کردستان میں ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بھائیوں میں سے کسی کو دوسرے کی موت کی خبر نہیں ہوئی پس انکی زندگی کی بہت بڑی خواہش پوری ہوئی۔ دونوں کی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنے بھائی کی موت کبھی

نہ دیکھیں۔ انکی کئی نظموں میں اور سیکڑوں خطوط میں جو دونوں نے ایک دوسرے کو ۷۰-۸۰ برس کے دوران لکھے اس خواہش کا بارہا اظہار کیا گیا۔ یہ انکی آخری کرامات میں سے ایک کرامت تھی۔ وصال کے وقت شیخ عثمان کی عمر ۱۰۱ برس تھی اور شیخ خالد کی ۹۹ برس۔ شیخ عثمان کا نام انکے پردادا شیخ عثمان سراج الدین اول کے نام پر رکھا گیا اور شیخ خالد کا مولانا خالد کے نام پر۔

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ خالدیہ کو کردستان اور مشرق وسطی کے مختلف علاقوں میں قائم کرنے اور اسکی اشاعت میں حورامان کے نقشبندی شیوخ نے مرکزی کردار ادا کیا۔ یہ ان شیوخ اور انکے خلفاء کی رہنمائی اور سرپرستی کا نتیجہ تھا کہ یہ سلسلے عراقی کردستان، ایرانی کردستان، ایران کے ترکمان صحرا، شمالی شام، لبنان اور بوسینیا کے دور دراز علاقوں تک پھیل گیا اور اب بھی یہ مجددی یا خالدی کہلاتے ہیں یہی ان کی شناخت ہے، انہوں نے کبھی اپنا نیا سلسلۂ قائم کرنے کی کوشش نہ کی۔

مولانا کے بعد کردستان میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ (ترویج وارتقا)

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی جو خصوصیات مولانا خالد نے کردستان میں متعارف کرائی تھیں وہ زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہ سکیں۔ اسکی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ خصوصیات کسی حد تک وسط ایشیا اور انڈین حالات اور ماحول کی پیداوار تھیں۔ کردستان کے نئے ماحول کا سلسلۂ خالدیہ پر لازمی اثر پڑا اور کرد حقائق کے لحاظ سے ان میں کچھ ردوبدل ہوا۔ یہاں یہ واضح رہے کہ اس ردوبدل کا تعلق تصوف کے بنیادی تصورات اور تعلیمات سے نہ تھا بلکہ زیادہ تر عملی لحاظ سے تھا مثلاً ذکر خفی یا ذکر جہر، دیگر فرقوں، شیعوں اور قادریوں کے ساتھ اختیار کردہ رویہ، سیاسی عناصر اور سیاست میں کردار۔ ابن عربی کے تصورات اور ان کا نظریہ وحدت الوجود واحد معاملہ ہے جس کا تعلق اس معاملے سے نہیں۔

پہلا سب سے بڑا مسئلہ جس کا سامنا مولانا خالد اور ان کے سلسلے کو ہوا وہ کردستان میں قادری سلسلے کے رہنما شیخ معروف نوداہی کی مخالفانہ روش تھی جسکی بنا پر پیدا ہونے والے نتائج سے یہ مخالفت پیچیدہ تر ہوتی چلی گئی جیسا کہ پیچھے عرض کیا جا چکا ہے شیخ عثمان سراج الدین اول کو اس مخالفت سے نبرد آزما ہونا تھا اور مجموعی طور پر نئی صورتحال کی وجہ سے جب کہ مولانا خالد دمشق چلے گئے اور وہاں ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء میں انکا وصال ہو گیا۔ مولانا خالد اور شیخ معروف کے درمیان ہونے والے سمجھوتے نے ان دونوں شیوخ اور انکے معتقدین کے درمیان اس محاذ آرائی کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ کردستان میں سلسلے کے مرکزی

نمائندے کی حیثیت سے سراج الدین کیلیے ضروری تھا کہ وہ قادری سلسلے کے ساتھ نئے دوستانہ تعلقات کی ابتداء کرتے۔ اس رویے نے آنے والی دہائیوں میں نئی نسلوں کے درمیان دونوں سلسلوں کے تعلقات کی نئی بنیاد رکھی۔ سراج الدین کے مکتوبات میں ایک مکتوب ایسا ملتا ہے جو انہوں نے شیخ معروف نوداہی کے بیٹے شیخ کاک احمد کو لکھا۔ اس میں انہوں نے متعدد بار دوستانہ اور مخلصانہ جذبات کا اظہار کیا[۱۹]۔

کرکوک کے شیخ عبدالرحمٰن طلبانی (۱۲۷۵ھ/ ۱۸۵۸ء) جو قادری سلسلے کے ممتاز رہنما تھے، کے سراج الدین کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات تھے۔ یہ تعلقات مزید مستحکم ہوے جب سراج الدین نے اپنے بیٹے عمر کو کرکوک میں واقع طلبانی تکیے میں تعلیم حاصل کرنے بھیجا۔ یہاں عمر شیخ عبدالرحمٰن کے خاندان کے ساتھ رہے اور انہوں نے عبدالرحمٰن کے بیٹے علی کے ساتھ تعلیم حاصل کی۔ علی نے بعدہٗ اپنے والد کی جگہ سنبھالی اور قادری سلسلے کے رہنما بن گئے۔ شیخ عمر ضیاالدین نے بعد میں کرکوک قادر کرم کے شیخ حسن قرچھوار (جو قادری سلسلے کے بزرگ تھے) کی بھتیجی سے شادی کی۔

جوانرو کے علاقے میں اپنے مریدین اور خلفاء کے نام ایک مکتوب میں شیخ عثمان سراج الدین لکھتے ہیں کہ ان کا سلسلے پانچ سلسلوں سے مل کر بنا ہے جس میں سے ایک قادری سلسلے ہے اور یہ کہ شیخ سرہندی نے حضرت غوث یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی (۱۱۶۶ھ/ ۱۵۶۱ء) کو سب کا داتا قرار دیا کہ جنکے بغیر سلسلے میں کسی کو فیض نہیں مل سکتا[۲۰]۔ بظاہر کچھ لوگوں نے شیخ عبدالرحمٰن کے درویشوں کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا تھا۔ جس پر شیخ نے اپنے مریدوں کو ہدایت کی کے ان درویشوں کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھیں جیسا کہ فقیر کسی بادشاہ کے ساتھ رکھتا ہے۔ نیز انہوں نے اپنے آپ کو شیخ کے ادنٰی ترین درویش کے قدموں کی خاک قرار دیا۔ اپنے خلفاء کے نام ایک مکتوب میں شیخ عمر ضیاالدین نے اس امر کو واضح کیا کہ قادری اور نقشبندی سلسلوں میں کوئی فرق نہیں اور ان میں فرق کرنے والا خود بدقسمت ہے[۲۱]۔ شیخ حسن قرچھوار (قادری سلسلے کے ایک بزرگ) کے نام ایک مکتوب میں انہوں نے توجہ کی درخواست کی اور خود کو ان کا چاکر قرار دیا[۲۲]۔

قادری اور نقشبندی سلسلوں کے درمیان یہ دوستانہ تعلق صرف بزرگوں تک ہی محدود نہ تھا۔ کردش صوفی شاعر مولوی (۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء- ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۲ء) شیخ عثمان سراج الدین اول اور انکے بیٹے شیخ محمد بہاء الدین کا خلیفہ تھا اور ساتھ ہی قادری سلسلے کے عظیم رہنماؤں عبدالرحمٰن طلبانی اور شیخ کاک احمد کا بہت اچھا دوست بھی تھا۔ اس نے شیخ عبدالرحمٰن کی شان میں قصیدے لکھے اور انکی وفات پر دو مرثیے بھی

لکھے[۲۳]۔ شیخ کی وفات کے بعد بھی انکے خاندان سے آپکے تعلقات قائم رہے۔ مولوی نے شیخ علی طلبانی سے ملاقات کی اور ایک موقع پر کرکوک میں قادری تکیے میں کئی ماہ قیام بھی کیا۔

قادری اور نقشبندی شیوخ کی تیسری اور چوتھی نسلوں نے ایک دوسرے کیلیے تمام دروازے کھلے رکھے اور ان تعلقات کو مزید مستحکم کیا۔ یہاں تک کہ کردش جدوجہد آزادی کے دوران سیاسی بنیادوں پر بھی تعاون کیا۔ شیخ عثمان سراج الدین دوم نے جنوبی کردستان کے بادشاہ شیخ محمود حافظ (۱۸۸۱ء-۱۹۵۶ء) کی اپنی نظموں میں مدح سرائی کی اور انکی خاطر اپنا سر، من، تقدیر اور روح کو نچھاور کرنے کی خواہش کی[۲۴]۔ یہ صرف لفظی عقیدت نہ تھی کیونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ حوراماں کے نقشبندی شیوخ نے شیخ محمود کی سیاسی اور فوجی لحاظ سے مدد کی۔ مئی ۱۹۱۹ء میں حوراماں کا ایک سردار محمود خان دزلی نقشبندی شیوخ کے سمجھانے پر تین سو جوانوں کو لیکر سلیمانی آ گیا۔ برطانوی فوج کے ساتھ جنگ کے بعد اس نے شہر پر قبضہ کرلیا اور برطانوی افسروں کو قیدی بنالیا۔ اس آپریشن نے شیخ محمود کو جنوبی کردستان میں گورنر کی حیثیت سے حکومت جمانے میں مدد دی[۲۵]۔ اسی دور میں ایک اور نقشبندی شیخ، برزان کے شیخ احمد نے، جو معروف کردش رہنما مصطفی برزانی کے بڑے بھائی تھے، اپنے علاقے کے قبائل میں ایک تحریک شروع کی۔ اس تحریک کا مقصد شیخ محمود اور برطانوی سامراج کے خلاف انکی بغاوت کو مستحکم کرنا تھا[۲۶]۔

۱۹۴۰ء کے وسط میں جبکہ عراقی کردستان میں کردوں کی جدوجہد کو آگے بڑھانے کیلیے ایک نئی پارٹی بنانے کی ضرورت تھی، نقشبندی اور قادری سلاسل کے درمیان تعلقات نے سیاسی اور تنظیمی لحاظ سے ایک نئی صورت اختیار کی۔ ملا مصطفی برزانی نے، جو ۴۶-۱۹۴۵ء کے دور میں مہاآباد میں کردش ریپلک کی فوج میں ایک جنرل تھے، ایسی ایک پارٹی قائم کرنے کیلیے عراقی کردستان میں اپنے نمائندے بھیجے۔ اپنی غیر موجودگی میں (کیونکہ انہیں برطانوی اور عراقی حکام نے بیدخل کردیا تھا) انہوں نے شیخ محمود کے بیٹے لتا حافظ (۱۹۱۷ء-۱۹۷۲ء) کو کردستان ڈیموکریٹک پارٹی کا پہلا وائس چیرمین مقرر کیا۔ یہ پارٹی ۱۶راگست ۱۹۴۶ء کو قائم کی گئی[۲۷]۔ لتا حافظ کو یہ منصب دینے کے فیصلے کی بڑی سیاسی اور تاریخی اہمیت تھی۔ برزانی نئی پارٹی کو کردوں کی جدوجہد کا تسلسل بنانا چاہتے تھے اور شیخ محمود اس جدوجہد کی اہم علامت تھے۔ نیز اس امر کی بڑی اہمیت تھی کہ شیخ لطیف کو پارٹی کی قیادت میں دو وجوہات سے شامل کیا گیا، ایک یہ کہ عراقی کردستان کے مختلف علاقوں کی حمایت حاصل کی جاسکے اور دوسرے اس لیے کہ وہ قادری شیوخ میں نمایاں

ترین شخصیت تھے۔ اس بات کی اہمیت کا اندازہ نصف صدی بعد کے اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ۱۹۹۲ء میں مصطفی برزانی کی میت انکے آبائی گاؤں برزان میں تدفین سے پہلے سلیمانی کی جامع مسجد لائی گئی تاکہ ایک رات کیلیے اسے شیخ محمود اور شیخ کاک احمد کے پہلو میں دفن کیا جاسکے۔ آج کل بھی KDP کے چیرمین مسعود برزانی کے تین سیاسی مشیروں میں سے ایک قانون کے پروفیسر ہیں اور ان کا تعلق کرکوک کے قادری شیوخ سے ہے۔

جیسا کہ اوپر تذکرہ کیا گیا، شیخ عمر ضیاء الدین کو ان کے والد نے کرکوک کے قادری تکیے میں تعلیم حاصل کرنے کیلیے بھیجا۔ یہاں انکے ساتھ خاندان کے ایک فرد کی حیثیت سے برتاؤ کیا گیا اور انکی شیخ علی طلبانی کے ساتھ بڑی گہری دوستی قائم ہوئی جو تاحیات رہی۔ قادری سلسلے کے ساتھ اس قریبی تعلق کے نقشبندی سلسلے پر عملی اثرات ہوے۔ جب شیخ عمر نے اپنے والد کے جانشین کی حیثیت سے سلسلۂ نقشبندیہ خالدیہ کی رہنمائی سنبھالی تو انہوں نے ذکر خفی کے ساتھ ذکر جہر بھی متعارف کرایا۔

سراج الدینی شیوخ، جو ہمیشہ سے نقشبندی کہلاتے تھے، انہوں نے اپنے خلفاء کو قادری سلسلے میں بھی اجازت دینا شروع کی۔ شیخ محمد علی الدین پہلے شیخ تھے جنہوں نے اپنے آپ کو 'خادم طریقۃ نقشبندیہ والقادریہ' کہلایا۔

ابن عربی اور انکے نظریۂ وحدت الوجود کیساتھ رویہ

چودہویں صدی عیسوی کے سلسلۂ نقشبندیہ کے ابتدائی شیوخ ابن عربی (۵۶۰ھ/۱۱۶۵ء-۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) کی تعلیمات اور انکے نظریۂ وحدت الوجود سے متعارف تھے اور اس کا شوق رکھتے تھے۔ transoxiana کے ممتاز نقشبندی شیوخ کے متعدد مقالوں میں ابن عربی کی تعلیمات کے اثرات پائے جاتے ہیں[۲۸]۔

ملا عبداللہ الٰہی (۸۹۶ھ/۱۴۹۰ء)، جو کہ خواجہ عبیداللہ احرار (۸۹۵ھ/۱۴۹۰ء) کے خلیفہ تھے، انہوں نے سلطنت عثمانیہ میں سب سے پہلے سلسلۂ نقشبندیہ متعارف کرایا۔ الٰہی، جنکی تربیت احرار نے کی تھی اور جنکا تعلق عبدالرحمٰن جامی سے بھی تھا، وہ شیخ اکبر کی تعلیمات سے بہت زیادہ متاثر تھے اور اس کے اثرات ان کی تحریروں پر بھی نظر آتے ہیں[۲۹]۔ کردستان میں نقشبندیوں پر بھی اس کے اثرات نظر آتے ہیں۔ ابن عربی کی تحریروں کو کردستان کے علماء اور صوفیہ کے حلقوں میں پڑھا جاتا رہا اور تعلیمیافتہ حلقوں میں انکی تعلیمات کا

بڑا اشتیاق پایا جاتا تھا[۳۰]۔ کردش صوفی شاعر ملائے جزیری (۱۶۴۰ء/۱۵۷۰ء) کی نظموں میں ابن عربی کے خیالات اور نظریۂ وحدت الوجود کا اظہار نظر آتا ہے۔ یہ تعلیمات احمد خانی (۱۶۵۱ء-۱۷۰۷ء) کی تحریر کردہ کردش قومی نظم 'مم وظن' میں انتہائی خوبصورتی کے ساتھ شامل نظر آتی ہیں[۳۱]۔

المجدد. شیخ احمد سرہندی وہ پہلے نقشبندی شیخ تھے جنہوں نے ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کے معاملے میں تنقیدی رویہ اختیار کیا۔ یہ رویہ سرہندی کے بعد کے دور میں برصغیر پاک وہند میں سلسلے کا خاصہ رہا۔ اس دور سے یہ سلسلے نقشبندیہ مجددیہ کہلایا۔ جہاں تک سلسلے کی خالدیہ شاخ کا تعلق ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ مولانا خالد شہرزوری شیخ احمد سرہندی کی پانچویں پشت کے ابتدائی پیروکاروں میں سے تھے اور بڑے پرجوش مجددی تھے۔ یہ قرین قیاس ہے کہ وہ سرہندی کی تعلیمات کے زیر اثر تھے۔

مولانا خالد کے مکتوبات (جن میں سے تقریباً ۳۰۰ دستیاب ہیں) یا مقالات میں شیخ اکبر اور انکی تعلیمات کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ تاہم ان میں انہوں نے متعدد مقامات پر اپنے خلفاء اور پیروکاروں کو طریقت کے ایسے مشائخ اور علماء کی تحریروں سے استفادہ کرنے کی ہدایت کی ہے جو ابن عربی کیلیے پر جوش جذبات رکھنے کے حوالے سے پہچانے جاتے تھے، مثلاً عبیداللہ احرار، عبدالرحمٰن جامی، عبدالغفور لاری اور عبدالغنی النبولوسی[۳۲]۔ صرف بعد کے مقالوں میں مولانا خالد نے ابن عربی کے نظریہ وحدت الوجود کے حوالے سے تنقیدی رویہ اختیار کیا ہے۔ ملا عبدالکریم مدرس 'یاد مرداں' میں شیخ شہاب الدین الوسی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا تھا کہ مولانا خالد نے اپنے مریدین کو ابن عربی کی 'فتوحات المکیہ' اور 'فسوس الاحکام' پڑھنے سے منع کیا تھا[۳۳]۔ الوسی خود بھی مولانا خالد کے نائب تھے اور ان سے انہوں نے اسلامی قانون (فقہ) کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ تاہم وہ جب ابن عربی کی تحریروں کے متعلق مولانا خالد کے رویے کا تذکرہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ انہوں نے اس کے بارے میں سنا تھا۔

عراقی تاریخ دان 'عباس العزاوی' ایک مقالے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے مولانا خالد سے وابستہ کتب کی ایک فہرست دیکھی تھی جس میں انہوں نے شدت پسند صوفیوں کی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ اسکے بعد مولانا خالد کیلیے تعریفی طور پر لکھتے ہیں کہ 'ان سے بعید تھا کہ وہ ایسی کتابوں کی جانب متوجہ ہوتے'[۳۴]۔ یہاں یہ فقرہ مبہم ہے کیونکہ عزاوی نے یہ واضح نہیں کیا کہ 'ایسی کتابوں' سے کیا مراد ہے؟ تاہم اسی مقالے کے ابتدائی صفحات میں وہ اول الذکر الوسی سے روایت کرتے ہیں کہ مولانا خالد کا عقیدہ خالص تھا اور 'وہ

وحدت، اتحاد اور تجسیم' پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ اس سے عزاوی کے ابہام کی وضاحت ہوتی ہے۔ یہ بات بلاشبہ دیگر ذرائع میں پائے جانے والے دعووں کے برخلاف ہے جنکے مطابق مولانا خالد کی لائبریری میں ابن عربی کی بہت سی تحریریں موجود تھیں ۳۵۔

اگرچہ بیشتر ممتاز سراج الدینی مشائخ بڑے اچھے شاعر اور فعال مکتوب نگار تھے، تاہم ان میں سے کسی کی تحریروں میں نقشبندی سلسلے کے نظریاتی اور فلسفیانہ پہلوؤں پر جامع اور مفصل کام نہیں ملتا۔ زیادہ تر مکتوبات اور مقالات خلفاء، پیروکاروں اور دوستوں کے خطوط کے جواب میں لکھے گئے۔ اور ان میں شریعت سے متعلق مسائل کی وضاحت کی گئی ہے یا روزمرہ زندگی سے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ متعدد خطوط اس وقت کے حکمرانوں (جن میں سلطان عثمان اور قجار شاہ شامل ہیں) کے نام لکھے گئے ہیں جن میں ان سے کوئی گذارش کی گئی ہے یا شکریہ کے چند بول ہیں۔ سراج الدینی مشائخ کی تحریروں میں شیخ عمر ضیاء الدین کے مکتوبات اور مقالات غالباً سب سے زیادہ مفصل اور جامع ہیں۔ ان میں سے چند میں 'فنا' اور 'لطائف' اور دیگر متعلقہ عنوانات کو مختصراً بیان کیا گیا ہے تاہم کسی میں بھی نظریہ وحدت الوجود کا تذکرہ نہیں ہے۔

ثقافتی ورثہ

سیکڑوں مکتوبات اور متعدد مقالات کے علاوہ مولانا خالد نے فارسی، عربی اور کردش زبانوں میں درجنوں نظمیں بھی لکھیں۔ ان کا مجموعہ کلام انکی وفات کے اٹھارہ برس کے بعد ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں استانبول میں شائع ہوا۔ اپنے مکتوبات میں بھی مولانا خالد نے نظموں کے اشعار استعمال کیے ہیں۔ انکے مکتوبات میں اکثر و بیشتر مشہور شعراء حافظ، مولانا جلال الدین رومی، شاہ نقشبند، شبستری، جامی، بیدل بخاری وغیرہ کے اشعار ملتے ہیں تاہم کافی جگہ انہوں نے خود اپنے اشعار بھی استعمال کیے ہیں۔ ان اشعار کے اضافے سے نہ صرف الفاظ میں اثر پیدا ہوتا ہے بلکہ مولانا کے شاعرانہ ذوق اور مزاج کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اس روایت کو حوراماں کے نقشبندی مشائخ سراج الدینی خانوادے نے مزید آگے بڑھایا۔ ۱۸۳۰ء کے دور میں شیخ عثمان سراج الدین اول نے اپنے رہائشی علاقے کو ثقافت اور صوفی ازم کے اہم مرکز میں تبدیل کر دیا تھا اور یہ مرکز مرجع شعرا اور فضلا تھا۔ گذشتہ ڈیڑھ صدی میں انکے بعد آنے والے مشائخِ خانوادہ نے کردش ثقافت کی ترویج و ترقی کی کوشش جاری رکھی۔ انکے خلفاء میں بہت سے ایسے عظیم

فضلا گزرے جنہوں نے نہ صرف سلسلے کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا بلکہ ساتھ ساتھ ادب کے ایسے شاہکار تیار کیے جو کردش صوفی ادب (جو کردش ثقافت کا اہم ستون ہے) کی بنیاد بن گئے۔ ان میں سے کئی شعراء اور فضلا مستقلاً نقشبندی خانقاہوں میں رہائش پذیر تھے یا اکثر و بیشتر وہاں تشریف لاتے اور طویل عرصہ قیام کرتے۔

ملا حامد کاتب (۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء-۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) کو سلسلے میں شیخ عثمان سراج الدین اول نے ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء میں داخل کیا۔ وہ تادم مرگ اسی خانوادے کے ساتھ رہے۔ وہ شیخ اور انکے صاحبزادگان محمد بہاء الدین اور عمر ضیاء الدین کے کاتب کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ملا حامد ایک ادیب اور شاعر تھے لیکن ان کی نظموں نے زیادہ تر معاشرتی تقریبات اور واقعات (مثلاً سراج الدینی خانوادے اور بالعموم سلسلے کے نمایاں افراد کی پیدائش اور اموات) کو تحویل میں لیا ہے۔ ان کا تخلیقی کام چھ کتابوں پر مشتمل ہے جن میں سب سے اہم ترین کتب میں جلال الدین رومی کی 'مثنوی معنوی' کی تفسیر (تین جلدوں میں)، محمود شبستری کی 'گلشن راز' پر تبصرہ اور مولانا خالد و شیخ عثمان سراج الدین اول کی سوانح عمریوں پر مشتمل 'ریاض المشتاقین' شامل ہیں۔ اگرچہ ان میں سے کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تاہم ان کا مسودہ دستیاب ہے۔

دیگر دو کردش صوفی شعراء سید عبدالرحیم مولوی المعروف بہ معدومی اور محمد ماہوی (۱۸۳۰ء-۱۹۰۶ء) قابل ذکر ہیں جنکا تخلیقی کام بلاشبہ صوفی ادب کا بہترین شاہکار ہے۔ حورامان کے نقشبندی مشائخ سے متعلق دیگر اہم شعراء اور فضلاء میں حاجی سید حسن چھوری (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)، ملا عبداللہ جلی کوئی (۱۲۵۰ھ-۱۳۲۶ھ)، شیخ سلیم تختائی المعروف بہ سلیم سینا (۱۸۴۵ء-۱۹۰۹ء)، شیخ محمد امین حویلیری الکردی الاربلی، شیخ محمد ابن القراداغی (۱۳۰۲ھ-۱۳۵۳ھ)، شیخ بابارشیل بخدانی (۱۳۰۳ھ-۱۳۶۳ھ)، شیخ عبدالکریم احمد برندہ (۱۳۶۱ھ)، ملا محمود بیخود (۱۸۷۸ء-۱۹۵۵ء)، شیخ احمد شاکلی (۱۹۰۳ء-۱۹۸۲ء) اور ملا عبدالکریم مدرس (پیدائش ۱۹۰۱ء) شامل ہیں۔

خلاصہ

۱۸۱۱ء میں مولانا خالد کی انڈیا سے واپسی کے ساتھ مشرق وسطیٰ میں نقشبندی سلسلے کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ مولانا خالد، جو سلسلے کی مجددی شاخ کے ایک نمائندہ تھے، اپنی کرشماتی شخصیت و کردار کی بدولت ایک

نئی شاخ کے پیشوا بن گئے جو انکے نام پر خالدیہ کہلائی اور بہت کم عرصے میں پورے مشرق وسطی میں پھیل گئی۔

خالدیہ سلسلے کے بہت سے پیشواؤں نے مختلف ادوار میں کردستان کی سیاسی تاریخ میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

کردستان کی تحریک آزادی کے اہم رہنماؤں میں شیخ عبیداللہ نہری (۱۸۸۱ء میں) شیخ سعید پیران (۱۹۲۵ء میں) اور ملا مصطفی برزانی (۱۹۴۵ء تا ۱۹۷۵ء) کا تعلق سلسلئہ نقشبندیہ مجددیہ خالدیہ سے تھا۔ کردش ثقافت کی نشوونما میں سلسلے کا کردار اہم تر تھا کیونکہ متعدد ممتاز فضلا اور شعراء سلسلئہ خالدیہ کے خلفاء اور نائبین تھے۔

مولانا خالد کے پہلے نائب شیخ عثمان سراج الدین اول، سراج الدینی شیخ خانوادہ (جو حورامان کے نقشبندی مشائخ کہلاتے ہیں) کے بانی تھے۔ ۱۸۳۰ء میں کردستان میں قائم ہونے والا نقشبندی مرکز گذشتہ ڈیڑھ سو سال کے دوران پورے کردستان کے اہم ترین ثقافتی اور صوفیانہ مرکز کی حیثیت کا حامل رہا ہے۔

۱۹۹۷ء میں حورامان کے انتہائی بااثر صوفی مشائخ میں سے ایک شیخ محمد عثمان سراج الدین دوم کا استانبول میں انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اپنے کسی بیٹے کو اپنا نائب مقرر نہیں کیا۔ خانوادے کی تاریخ کا یہ ایک غیر متوقع سانحہ ہے۔ اب یہ قیاس آرائیاں کی جا رہی ہیں کہ خانوادے کا قائدانہ کردار ختم ہو گیا ہے۔ البتہ یہ ابھی واضح نہیں ہے کہ اس واقعہ کے کردستان میں خالدیہ مجددیہ سلسلے کی بقا و ارتقا میں کس حد تک اثرات ہوں گے۔

☆……☆……☆

حواشی

1……'Abd al-Karim (Malf) Mudarris, *Yad-i-mardan* (Remembering the Great Men), vol.1, pp.326-227. A letter of Shah Ghulam, Ali to Mawlana Khalid. See also, Butros Abu-Manneh, "The Naqshbandiyya in the Ottoman Lands in the Early 19th Century," *Die Welt des Islam*, 1-4/XXII (1984), 5.

2……*Ibid*., p.32

3……This is probably the main reason why a number of historians and scholars call Mawlana, Baghdadi Mawlana. Of the nearly 300 letters and treatises to which we have access, he signed them using a variety of titles including al-Kurdi, al-Jafi and

al-Shahrazi; in no instance did he use al-Baghdadi. The insistance on calling him Baghdadi is apparently a political stance aiming at denying his Kurdishness.

4 Mudarris, *ibid.*, p.47.

5 *Ibid.*, p.211,

6 Claudius James Rich, *Narrative of a Residence in Koordistan*, vol. 1, 2nd ed.. England, 1972, p. 320.

7 Reading Mawlana's letter from Damascus, dated 17th of Rabi al-Awwal 1238 (2 December, 1822), to two of his deputies in Baghdad, one can easity infer that he arrived there quite recently. See Mudarris, *ibid.*, pp. 416-417.

8 Mudarris, *ibid.*, pp. 396-397.

9 Abu-Manneh, *ibid.*,

10 Rich, *ibid.*, p. 141.

11 Mudarris, *ibid.*, p. 40.

12 *Ibid.*, p.12.

13 *Ibid.*, p.14.

14 *Ibid.*, p. 15.

15 *Ibid.*, pp. 16-17.

16 *Chapkagule la gulzar-i 'Uthmani* (A Bouquet from the 'Uthmani Rose Garden), (First volume) compiled and edited by 'Abdullah Mustafa Salih (Fanayl), 1st ed., Baghdad, 1989, 2nd ed., 1992 (although no place is given, it is certainly printed in Istanbul); vol. 2, Istanbul, 1995.

17 *Kitab Siraj al-Qulub*, li al-Sheikh Muhammad 'Uthman Siraj al-Din an-Naqshbandi [n. d., n., p.].

18 *Siraj al-Qulub* ("Lantern of Hearts")' by Hadrat Shaikh Muhammad Uthman Sirag Ad-Deen An-Naqshbandi, Khankah Canada, Canada, 1992.

19 Mudarris, *ibid.*, pp. 44-45.

20 *Ibid.*, pp. 49-50,

21 *Ibid.*, p. 238.

22 *Ibid.*, p. 239.

23 *Diwan-i-Mawlawi*, compiled and edited by Mala 'Abd

al-Karim Mudarris, Baghdad, 1959, P. (Ya. y). See also Mudarris, ibid., pp. 486-87.

24......Salih *op. cit.*, pp. 22-24.

25......M.R. Hawar, *Sheikh Mahmud-i-Qaraman-u-dawlataka-y khwaru-y Kurdistan* (Sheikh Mahmud the Hero and the State of Southern Kurdistan), vol. I, Jaf Press, London, 1990, p.489, See also, Hilmi, Rafiq, *Yaddaht* (memoirs), vol.2, Baghdad,1956, p.115.

26......Mas'ud Barzani, Al-Barzani wa l-Haraka al-taharruriyya la-kurdiyya 1945-1958 (Barzani and the Kurdish Liberation Movement 1945-1958), n.d.

27......*Ibid.*, p. 24. See also, Sharif, 'Abd as-Sattar Tahir, *al-Jam'iyyat wa l-munattamat wa l-ahzab al-Kurdiyya fi nisi qarn* 1908-1958 (Kurdish Societies and Organizations during Half a Century, 1908-1958), Sharikat al-Ma'rifa, Baghdad, 1989, p. 154.

28......Hamid Algar, "Reflections of Ibn 'Arabi in Early Naqshbandi Tradition." *Journal of Islamic Reasearch.* 1 (1991), 3i

29......*Ibid.*, p. 17.

30......Martin van Bruinessen, "The Naqshbandi Order in 17th century Kurdistan," in Mare Gaborieau, et al. (eds.), *Naqshbandis. Historical Developments and Present Situation of a Muslim Mystical Order*, Editions ISIS, Istanbul- Paris, 1990 p. 346.

31......'Izz al-Din Mustafa Rasul (ed.), *Ahmad-i-Khani*, Baghdad, 1979, pp. 455-464.

32......Mudarris, *ibid.*, pp. 321, 338-344.

33......Mudarris, *ibid*. p. 67.

34......Al-Muhami, "Abbas al-'Azzawi: Mawlana Khalid an-Naqshbandi," *The Journal of the Kurdish Academy*, 1 (1973), p. 709.

35......Algar, *ibid.*, p. 20, n. 75.

☆......☆......☆

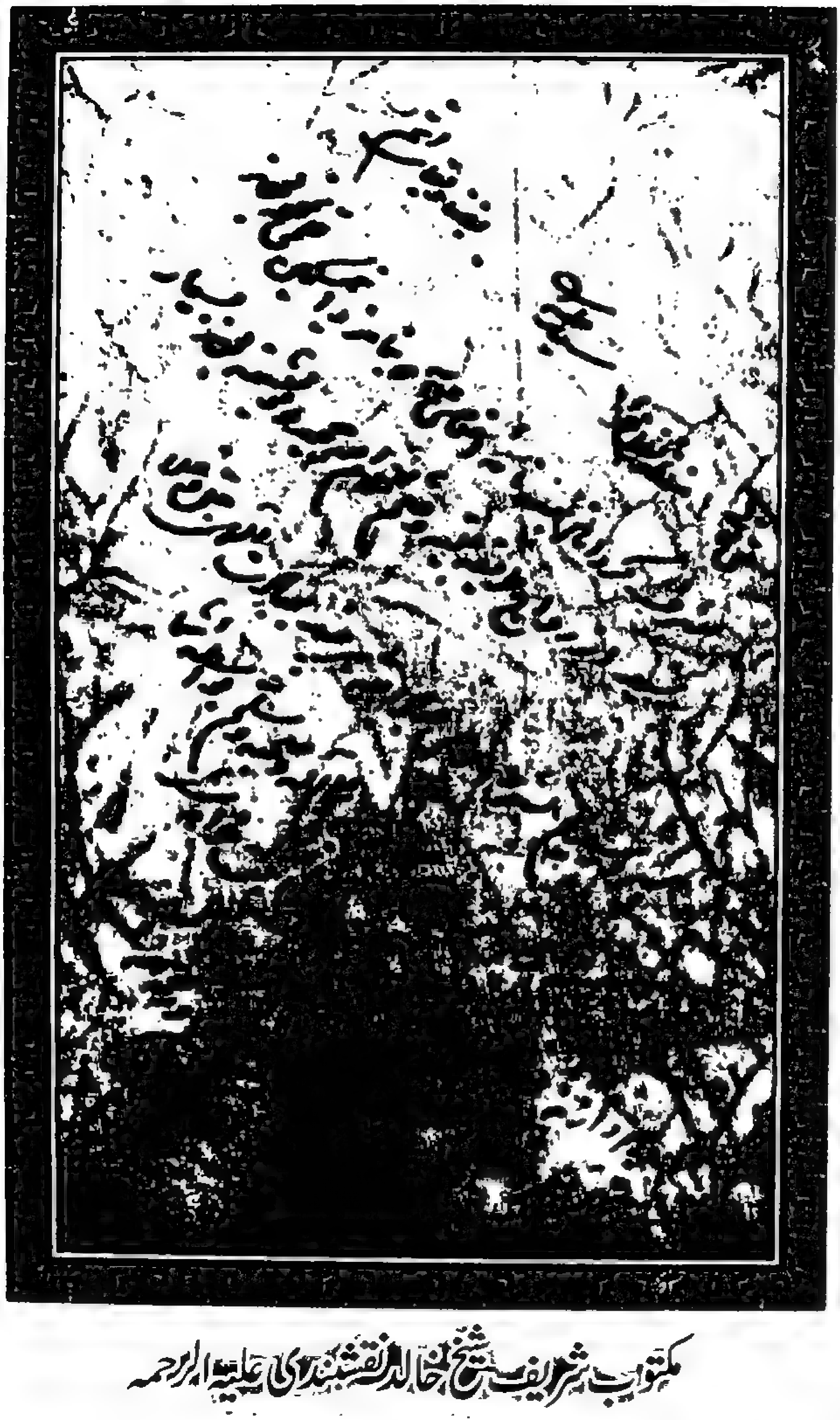

مکتوب شریف شیخ خالد نقشبندی علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ دوم

انہی کے دم سے ہند میں اسلام چمکا ہے
انہیں کے نام سے ہیں ملت بیضا کی توقیریں

(فیض لدھیانوی)

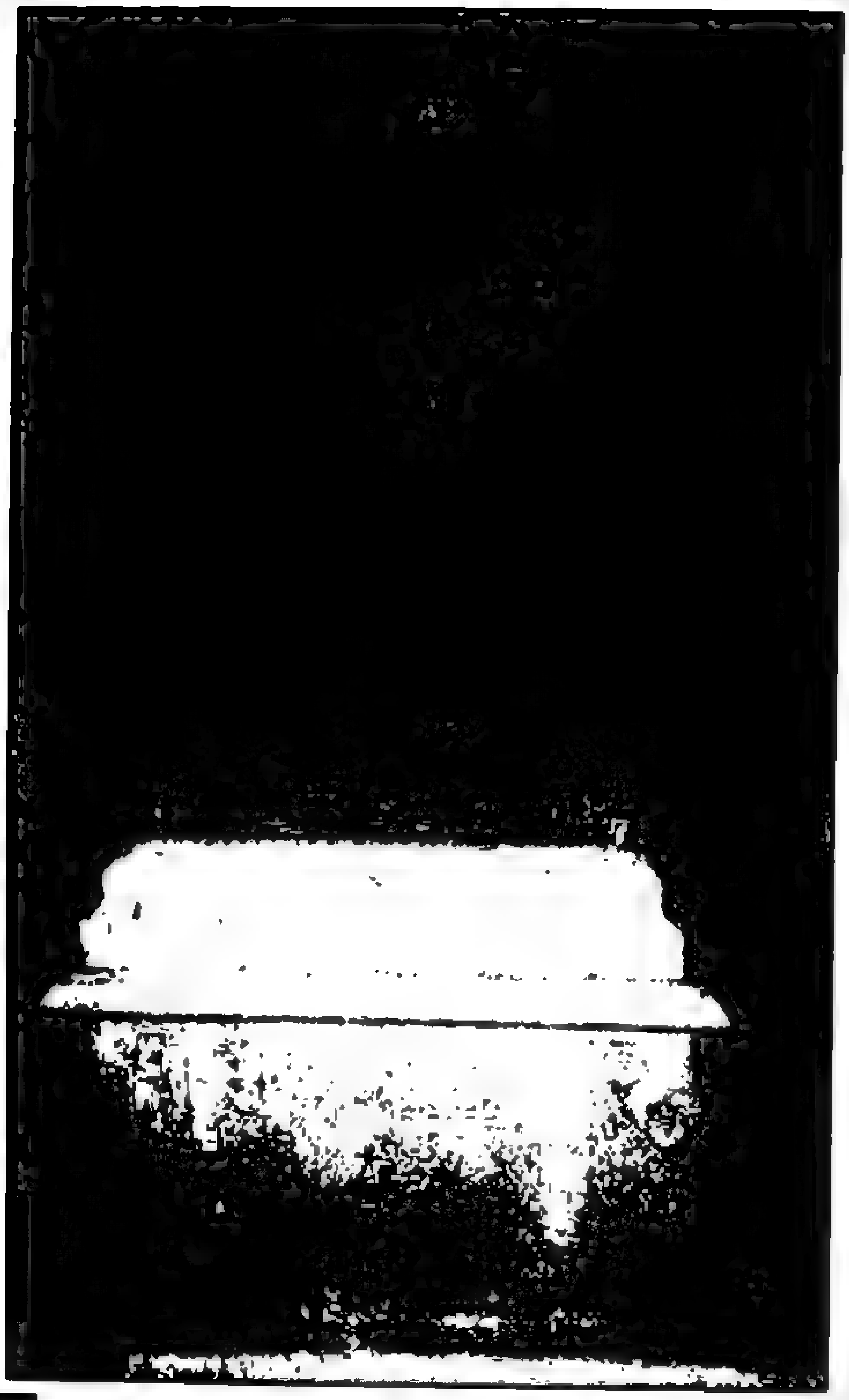

مزار شاہ افغانستان

(روضہ شریف حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے احاطے میں)

سرہند شریف۔ بھارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

افغانستان میں سلسلۂ نقشبندیہ

(چشم دید، بزمانۂ انقلاب ۱۹۷۸ء)

By:BOUTAS

ترجمہ وتلخیص، الحاج محمد یونس باڑی مظہری

☆☆

یہ انگریزی مقالہ ایک غیر مسلم BOUTAS نے ۱۹۷۸ء میں قلم بند کیا تھا جو امریکہ سے ڈاکٹر احمد مرزا نقشبندی نے بھیجا ہے۔ اس میں تصوف اور سلاسل قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، مولویہ وغیرہ سے متعلق معلومات کا سرسری جائزہ لیا ہے۔ بہر حال افغانستان کے حوالے سے یہ مقالہ معلوماتی ہے۔ مرتبین

میں نے تصوف کو اپنے مطالعہ کا موضوع بنایا...... جن کتابوں کو پڑھا وہ پانچ سو سال کے روحانی دور سے متعلق تھیں۔ ابتدائی دور کے لکھنے والوں میں ہرات کے خواجہ عبداللہ انصاری علیہ الرحمۃ ابھی شامل ہیں۔ جو زبانی روایات اور حکایات مشہور ہیں ان کا اثر کتابوں میں محسوس ہوا۔ دل میں تشویش پیدا ہوئی اور حقائق کی جستجو میں یہ منکشف ہوا کہ پیروں کے خانوادے اور ان کی خانقاہیں طریقت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔ تحقیق کے لیے پیروں سے ملاقاتیں اور خانقاہوں میں مشاہدات ضروری ہوئے چنانچہ میں ۷۸۔۱۹۷۷ء میں یہ کام کرتا رہا[۲]۔

افغانستان میں بارہ سرگرم عملِ خانقاہوں کا انتخاب کیا۔ جن میں سات کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے تھا اور تین کا مسلک قادریہ سے تھا اور دو درگاہیں چشتیہ تھیں۔ یہ انتخاب اس ملک میں طریقت اور خانقاہوں

کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے منصوبہ کا ایک حصہ تھا...... اس سلسلہ میں ابتدائی رپورٹ بعنوان:

Notes on Afghan Sufi orders and Khanqahs

۱۹۸۰ء میں شائع کردی[۳]۔ مذکورہ رپورٹ میں خانقاہوں اور مشائخ کی فلاحی و دینی خدمات کو ترتیب سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً:

۱......مرشد اور اس کے اہل خانہ کا مقام
۲......اہل اللہ کی خانقاہیں اور زیارتیں (جو عموماً موجودہ سجادہ نشینوں کے اجداد کرام تھے)
۳......عام مساجد (جامع مساجد شامل نہیں)
۴......مدرسہ علوم دینیہ یا مدرسہ تعلیم القران
۵......مہمان خانہ یا مسافر خانہ جس کو خانقاہ بھی کہا جا سکتا تھا
۶......مرشد کا بنیادی کردار اس کا متبرک ہونا ہے یعنی خدا کی رحمت خاص کا حامل ہونا

میں نے اپنے مقالہ میں اختصار سے لکھا تھا:

۱......پیر کے فرائض میں تعلیم و تربیت دینا ارشاد و ہدایت کرنا ہیں'
۲......مرید یا شاگرد کو اجازت مرحمت فرمانا (اختیار یا اجازت یا خلافت دینا) ہے
۳......چلّہ کشی کی ذمہ داری لینا،
۴......ذکر کروانا
۵......دعا کرنا، تعویذ دینا، دم کرنا وغیرہ
۶......اختلافات میں فیصلہ کرانا، اصلاح کرنا
۷......رفاہ عامہ کے لیے کنواں کھدوانا، مدرسہ کھلوانا وغیرہ

عام طور پر دیکھا جائے تو افغانستان میں انقلاب سے قبل بھی صوفیانہ طرزِ زندگی اور رسم و رواج کئی اعتبار سے بڑے دلچسپ تھے' جبکہ جدید تمدن نے ماحول کو چھوا بھی نہ تھا۔ پھر اچانک بہت سی چیزیں بدل گئیں اور تیزی سے بدلتی جا رہی ہیں۔ انقلاب سے رسل و رسائل میں برق رفتار ترقی ہوئی۔ نئی سڑکیں تیز رفتار گاڑیاں، بجلی، ریڈیو، ٹیپ نے بہت متاثر کیا۔ جس ملک میں بجلی نہ ہو وہاں بجلی آ جانے سے لوگ پچھلی

زندگی کو بھولنے لگتے ہیں۔ نتیجتاً ایسے اسکول اور تعلیمی ادارے وجود میں آ گئے' جو نئی سوچیں پیش کرنے لگے، انہیں سیکولر (Secular) اسکول کا نام دے دیا گیا۔ لیکن طریقت کا رنگ اس قدر پختہ تھا کہ سو سال پچھلا نقشہ آج بھی نظر آ جاتا ہے۔

سب سے پہلے میں نے یہ مشاہدہ کیا کہ ملک کا تقریباً ہر بالغ کسی نہ کسی صوفی شیخ، پیر، مرشد، آقا، میاں، ایشاں، خلیف (کوئی بھی لقب ہو) سے تعلق رکھتا ہے'[۴] یہ تعلق مختلف نوع کے ہوتے ہیں۔۔ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ مرید کے لیے مرشد ایک بلند مرتبہ روحانی پیشوا اور روشن ضمیر ہوتا ہے۔ جبکہ دوسروں کے لیے عام حالات میں...... باعمل، مصلح، مشفق اور تسکین بخش ہوتا ہے (A Healer)...... مریدوں کو عام معاملات میں ہدایت دیتا ہے اور ان کی مشکلات بھی حل کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہے مرشد کے حوالے سے تصوف کی اعلیٰ اقدار یہی ہیں اور یہ عقیدہ کہ مرشد کے پاس نجات دلانے والی قوتیں ہیں۔ اس میں وہم، کمزور خیالات یا اعلیٰ تصوف کے معیار اور عوامی سطح کے عقائد کوئی امتیاز ہو یہ صورت نہیں ہے بلکہ ادنیٰ و اعلیٰ اپنے پیر کا یکساں دم بھرتا ہے۔ بعض پڑھے لکھے لوگوں نے تصوف کے معاملات کو علیحدہ علیحدہ کرنے کی کوشش کی ہے...... سچے تصوف اور عوامی تصوف میں فرق ثابت کرنا چاہا ہے یہ غلط بات ہے[۵]...... افغانستان میں ۱۹۷۰ء کی دہائی میں میں نے خود مشاہدہ کیا کہ اہلِ طریقت اپنے معاملات میں مرشد سے ہی رجوع کرتے ہیں۔

یہ اور بات ہے کہ افغانستان کے چند مغرب زدہ پڑھے لکھے لوگوں نے یہ کہا کہ ان کے ملک میں طریقت کے انداز میں خامیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ مگر یہ بات ان کی کتابوں تک ہی محدود ہے مثلاً ''سیر تصوف در افغانستان'' اس کتاب کے مصنف یو این او[۶] میں افغانستان کے سفیر تھے' ان کا کہنا ہے کہ افغانستان کا تصوف قدیم فارسی شعراء کے قصوں پر مبنی ہے اور کچھ مغربی ذرائع سے لیا گیا ہے۔

انھوں نے اپنے ملک میں صوفیہ کے اصل معاملات و مشاغل کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ یہ حسنِ اتفاق ہے کہ ان کے نظریات سے اختلاف کرنے والے صاحبِ علم و فضل افغانی ہی ہیں جو جدید اور اعلیٰ تعلیم کے ساتھ روایتی (قدیم) تہذیب اور تصوف کی بہترین معلومات رکھتے ہیں۔ ان میں ایک معروف نام رواں فرحادی کا ہے۔

سلسلۂ نقشبندیہ کے موجودہ حالات اور ۱۹۷۰ء میں افغانستان میں جو مشاہدات میں نے کیے ان تفصیلات میں جانے سے پہلے یہ زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے کہ نقشبندیہ (جن کو وسط ایشیاء میں خواجگان کہا جاتا ہے) کی ابتدائی تاریخ اور اس میں جو پیش رفت ہوتی رہی اس پر ایک نگاہ ڈال لی جائے۔

ابتدائی تاریخ تو مغربی دانشوروں (جن میں مری جان مولے)(Marijau Mole)[۸] اور حامد الگر[۹] مشہور ہیں) نے مختصراً لکھدی۔ تفصیلات کے لیے قدیم فارسی ذرائع مثلاً ''رشحات عین الحیات'' مصنفہ علی بن حسین واعظ کاشفی (فخر الدین صافی[۱۰]) اور ''قدسیہ'' مصنفہ حضرت خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمۃ[۱۱] اور نقشبندیہ کے شجرے (یا تذکرے) وغیرہ مشہور ہیں[۱۲]۔ سلسلۂ خواجگان کے بانی حضرت شیخ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ ہیں' جو مشہور زمانہ خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ ہیں۔۔ مشہور ہے کہ ایک بار حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (علیہ الرحمۃ) قرآن کریم کی آیت (۵۵۔ سورہ ۷) شریفہ ادعوا ربکم تضرعاً و خفیة (خدا کو عاجزی سے اور خفیہ طور پر یاد کرو) پر غور فرما رہے تھے کہ آپ کو کشف ہوا اور (زندہ جاوید نبی) حضرت خضر علیہ السلام نے ذکر خفی کرنے کا مشورہ دیا۔ اسی کو...... ذکرِ ذکر...... خفیہ...... ذکر خفی یا ذکر قلب کہتے ہیں...... یہی ان آٹھ ضابطوں کی بنیاد ہے جو ان مقدس کلمات پر مشتمل ہے جن کو حضرت شیخ عبدالخالق غجدوا کے کلمات قدسیہ کہتے ہیں[۱۳]۔

ذکر خفی کو سلسلۂ خواجگان میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن ''رشحات عین الحیات'' مصنفہ علی بن واعظ کاشفی کے مطابق خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے دوسرے خلیفہ محمود انجیر فغنوی (۱۲۷۲ء) نے پھر ذکر بالجہر کا طریقہ رائج کر دیا۔ شاید یہ تجویز ہو کہ ذکر جہری عوام میں جذبہ پیدا کرنے میں مفید ہے اور مخصوص طریقہ پر ذکر خفی ہر ایک کے لیے مفید نہ ہو۔ لیکن حضرت محمد بہاء الدین جو شاہ نقشبند کہلاتے ہیں (ان ہی کے نام پر سلسلہ کا نام نقشبندی مشہور ہوا ہے) انھوں نے پھر ذکرِ خفی جاری فرما دیا، ایسا لگتا ہے انہیں روحانی طور پر حضرت عبدالخالق غجدوانی سے ہدایت ملی ہو۔

حضرت شاہ نقشبند کا وصال ۱۳۸۹ء میں ہوا' ان کے آبائی گاؤں قصرِ ہندواں (جس کا نام بعد میں قصر عارفاں ہو گیا) میں بخارا کے نواح میں ہے دفن کیا گیا۔ ان کے خلفاء سے ان کا سلسلہ مشرق وسطیٰ، خراسان اور شمال میں موجودہ افغانستان میں پھیلنا شروع ہو گیا۔

حضرت کے دوسرے خلیفہ ایشاں ناصر الدین عبید اللہ الشاشی المعروف بہ خواجہ احرار علیہ الرحمۃ اور آپ کے خانوادے[۱۴] میں ایک خاص طریقہ رائج ہو گیا' جو بعد میں افغانستان کے نقشبندیوں میں مرکزی

حیثیت اختیار کر گیا۔ منصب راہبری و پیشوائی میں وراثت۔ یعنی بیٹا اپنے والد کے بعد پیر ہوگا۔ تمام معاملات میں اور خانقاہی امور میں سربراہ ہوگا اور والد کی گدی پر بیٹھے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کی رحمتیں اور برکتیں بھی ورثہ میں بٹنے لگیں۔ چہ جائیکہ ان کو جنت وعبادات اور روحانی مشقتوں اور علم اور خدا کے فضل سے حاصل کیا جاتا۔ شاید یہی سبب ہے کہ اکثر پیروں کے علم وعمل میں انحطاط ہونے لگا۔ ۱۹۷۸ء میں نقشبندیہ کی جن ۷ شاخوں یا ۷ خانقاہوں کا میں نے معائنہ کیا وہ طویل عرصہ سے کسی بزرگ سے منسلک تھے، یہ وراثت کا سلسلہ صرف پیروں تک محدود نہ تھا بلکہ کچھ خاندان اور رشتہ دار بھی منسلک ہوگئے تھے۔ صحیح معنوں میں صوفیوں کے خاندان میں آپس میں رشتہ داریاں قائم ہوگئی تھیں۔ مگر میں ان تفصیلات کو پوری طرح جمع نہ کرسکا اور ترتیب نہ دے سکا۔

یہ تو واضح ہے کہ پیروں کے جن گھرانوں کا تعلق وسطی ایشیاء کی خانقاہوں سے ہے اور ان میں اور جن کا تعلق مجددیہ خاندان سے ہے' ان میں جداگانہ طریقہ رائج ہے[15]۔ باوجودیکہ (حضرت خواجہ) محمد باقی باللہ اور ان کے جانشین (حضرت شیخ) احمد فاروقی المعروف بہ مجدد الف ثانی کا تعلق بھی اسی علاقہ سے ہے جو اب افغانستان کہلاتا ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ نقشبندیہ کی شاخ ''مجددیہ'' نسبتاً کافی دیر سے افغانستان پہنچی، مجددی خاندان کے ایک خاندان نے اس صدی کے آغاز میں کابل میں قدم جمالیے۔ غالباً یہ برطانوی حکومت کے مفاد میں تھا۔ ان مجددی پیر صاحب کا نام قیوم جان آغا تھا یہ (حضرت شیخ احمد (مجدد الف ثانی) سرہندی علیہ الرحمۃ کی ساتویں پشت میں تھے اور کابل میں ''حضرت صاحب شور بازار'' کے نام سے مشہور تھے[16]۔ اصل خانقاہ کے قیام کے بعد ان کے صاحبزادہ شمس المشائخ فضل محمد عرف شاہ آغا[17] (حضرت صاحب سے) جانشین کہلائے لیکن ۱۹۲۴ء میں ان کا انتقال ہوگیا تو ان کے بھائی نور المشائخ شیر آغا فضل عمر نے یہ منصب سنبھالا۔ شیر آغا نادر شاہ کے دور میں بہت با اثر سیاستدان تھے اور ۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۲ء تک وزیر انصاف رہے تھے۔

۱۹۳۶ء میں نور المشائخ فضل عمر کو کابل کے باہر قلعہ جواد کے علاقہ میں زمین دی گئی جس پر انھوں نے ایک بڑی خانقاہ بنوائی جو مجددیہ کی اس شاخ کا صدر مقام بن گئی...... میں ۱۹۷۸ء میں دو مرتبہ قلعہ جواد گیا۔ ان دنوں ضیاء المشائخ محمد ابراہیم شیر پاشا[18] وہاں حضرت صاحب تھے۔ ۱۹۵۶ء میں وہ اپنے والد فضل عمر

کے جانشین بنے تھے۔ ان کے صاحبزادے محمد اسمٰعیل بھی وہاں موجود تھے۔ یہ انقلاب ۱۹۷۸ء سے چند دن پہلے کی بات ہے اس وقت ماحول خاصا کشیدہ تھا۔ علاقہ بچے ہوئے لوگوں کے اثر میں تھا وعظ اور مساجد میں احتجاج جاری تھا۔

حضرت صاحب کو مجھ جیسے غیر ملکیوں کے بارے میں زیادہ معلومات دستیاب نہ تھیں، انھوں نے مجھ کو عام لفظوں میں وجودیہ پر شہودیہ کی فضیلت کے بارے میں سمجھایا، افغانستان کے مجددیوں کے بارے میں مجموعی طور پر میں ان سے کچھ زیادہ نہ سیکھ سکا۔ بعد کی اطلاعات کے مطابق اس خاندان کے سارے لوگوں کو گرفتار کرلیا گیا اور غالباً ۱۹۷۹ء میں سب کو پھانسی دے دی[19]۔

محمد اسمٰعیل کے چچازاد بھائی صبغۃ اللہ مجددی (جو ایک دلچسپ شخصیت تھے) سے خاندان کے لیے سفارشات میسر آ گئیں۔ صبغۃ اللہ مجددی[20] ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے وہ ایک عالم اور فقیہ تھے، کابل میں فقہ اسلامی پڑھاتے تھے۔ ''اخوانی'' ہونے کے الزام میں وہ ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۴ء تک جیل میں رہے۔ ۷۰/۱۹۶۸ء میں وہ امریکہ میں رہے پھر وطن واپس آ گئے۔ یہاں اسلامی مذہبی سیاست میں سرگرم رہے۔ ۷۸/۱۹۷۴ء میں کوپن ہیگن میں اسلامی سینٹر کے سربراہ رہے۔ میں نے ۱۹۷۸ء میں وہاں ان سے ملاقات کی تو انھوں نے خود کو صوفیانہ عقائد اور اطوار سے دور کرلیا تھا۔ میں نے قلعہ جوّاد میں خانقاہ کے حوالے سے بتایا کہ ان کے رشتہ داران کے بارے میں گفتگو کرنے پر تیار نہیں تھے۔ انقلاب کے بعد انھوں نے قومی آزادی کی ایک تنظیم بنائی اور اس کی رہنمائی کرتے رہے۔ جس سے مجددی تنظیم کو نقصان پہنچا البتہ وہ نجیب کے بعد وقتی حکومت میں صدر بھی بنا دیے گئے۔

۱۹۷۰ء کی دہائی میں افغانستان میں مجددی خاندان کی دوسری شاخیں سرگرم عمل تھیں۔ حضرت صاحب شور بازار کے علاوہ ان میں سب سے زیادہ بااثر ہرات کی خانقاہ جاغرتان کے حضرت صاحب تھے۔ ۱۹۷۸ء میں قیام ہرات کے درمیان سیاسی معاملات کی وجہ سے میری ملاقات ممکن نہ ہو سکی۔ اس وقت کے حضرت صاحب عبدالباقی جان بڑے بااثر باپ حضرت فضل احمد کے صاحبزادے تھے۔ جو نادر شاہ کے زمانے میں وزیر انصاف رہے تھے (۱۹۳۳ء)۔[21] اور صاحبزادہ عمر جان کے پوتے تھے جنھوں نے میوند کی جنگ میں غازیوں کی راہنمائی کی تھی۔ عبدالباقی جان خود پارلیمنٹ کے ممبر تھے۔ بنیادی طور پر یہ لوگ سرہندی پیر کہلاتے تھے۔ ان کی سرگرمیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مجددی خاندان کی شاخیں افغانستان

کی سیاست میں کتنی گہری ملوث تھیں۔ یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ ۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء میں امیر امان اللہ خان کے خلاف بغاوت میں یہی لیڈر تھے۔

۱۹۷۰ء کے عشرہ میں ہرات میں صوفیہ کافی متحرک تھے جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد میں باقاعدگی سے قادری طریق پر ذکر کا اہتمام ہوتا تھا۔ موسم سرما میں صحن میں اور گرمیوں میں جنوبی تہہ خانہ میں حلقہ منعقد ہوتا تھا مجھے دوبار شرکت کا موقع ملا اور ٹیپ کرنے کی اجازت بھی۔ نقشبندیہ خانقاہوں میں حوز کارباز اور نوین کی خانقاہوں میں (جو شہر کے نواح میں ہیں) حاضر ہوا، خاص معاملہ آقا صاحب خانقاہ کاربازان کا تھا۔ آقا صاحب کا نام سید عبدالعلی شاہ تھا اور آقائے دیوانہ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ نام ان کو اپنے والد میر شمس الدین آقا سے بطور ورثہ ملا تھا، یہ گھرانہ نوین کے نقشبندی خلیفہ صاحب سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن آقا صاحب قادری مسلک کی پیروی کرتے تھے۔ ان کے جہری ذکر کو جون بیلی[۲۲] نے موسیقی کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ مجھے بھی ایسے کئی مواقع ملے جب آقا صاحب نے پڑھ کر دم کیا، میں نے بغور دیکھا[۲۳]۔

ہرات کی دو خاص خانقاہیں دیکھیں جو عمل میں کمزور تھیں۔ بہر حال میں نے خلیفہ صاحب حوز کارباز سے ملاقات کی، ان کا نام میر فرید الدین ولد عماد الدین تھا۔ ۱۹۷۳ء میں والد (میر عماد الدین) کا انتقال ہوگیا[۲۴]۔ نوعمر خلیفہ صاحب نے ایک عمر رسیدہ شخص مولوی ابوبکر کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ خاندان کے لوگوں کے علاوہ بھی یہ خانقاہ بالکل ویران ہو کر رہ گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ نوعمر خلیفہ صاحب اپنے والد کے مقام کو نبھانے کے اہل نہ تھے، اور اہل خاندان اور متوسلین پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ کیفیت یہ ہے کہ یہ شیرازہ اس قدر بکھر جائے گا کہ روایتی مقامی بھائی چارہ بھی نہ رہے گا۔ آج مجھے بتایا گیا کہ ہرات کا یہ حصہ بالکل تباہ ہوگیا۔

لگتا ہے کہ نوین کی خانقاہ زیادہ سرگرم عمل ہے میں ۱۹۷۷ء میں بھی گیا اور ۱۹۸۷ء میں بھی۔ ان دنوں وہاں میر محمد صدیق پیر تھے۔ یہ اپنے والد سید عبدالرحمٰن خلیفہ صاحب (۱۹۷۰ء) نوین کے سجادہ نشین تھے۔ ان کا تعلق غور کے اصل سادات سے تھا۔ خانقاہ میں پیر صاحب کی رہائشگاہ کے علاوہ خانقاہ کے احاطہ میں جامع مسجد، مدرسہ، کئی مقابر، مہمان خانہ بھی تھا یہاں ذکر خفی ہوتا تھا۔

ہرات سے چالیس کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع خانقاہ ''کارخ'' انصاری کے خاص مرید کی جائے پیدائش کی وجہ سے مشہور تھی۔ حضرت صاحب کارخ کا نام سید محمد مکرم تھا، جو شیخ الاسلام، صوفی اسلام کے جانشین تھے۔ شیخ الاسلام میمنہ اور بخارا کے ازبک تھے، انھوں نے اٹھارویں صدی کے آخر میں وہاں اپنا

خاندان بسا دیا۔ وہ ۱۸۰۷ء میں قاچار کی جنگ میں شہید ہو گئے اور خانقاہ میں دفن ہوئے [۲۵]۔ اس خانقاہ میں رہائشی گھر مہمان خانہ کے علاوہ مسجد، مدرسہ اور زیارتیں بھی ہیں، یہ سیدھے طویل درختوں کی قطاروں میں ہیں۔ وہاں متبرک مچھلیوں کا ایک تالاب بھی ہے۔ مدرسہ تعلیم القرآن کے لیے ایک فاضل غلام محمد نجیبی کو مدرسہ کا انچارج بنا دیا تھا۔ فجر کی نماز کے بعد مثنوی رومی پڑھی جاتی تھی۔ ذکر جہر بھی ہوتا اور خفی بھی' اور حلقہ بھی ہوتا ہے۔ پیر صاحب کے خلفاء اور نائبین بھی ہیں جو مختلف مقامات اور قبائل میں مقرر کیے جاتے ہیں، خاص طور پر شمالی افغانستان میں شیخ ثمر الدین لب نہر مزار شریف پر' اور قرب و جوار کے خانہ بدوش میں، مریدین و معتقدین سال میں دو بار یا جب ان کا سیزن ہوتا' پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بیعت کے رشتہ کو مضبوط کرتے تھے۔ مجموعی طور پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ خانقاہ روایتی طور پر پوری طرح کام کر رہی ہے۔ لیکن یکسانیت اور جمود کی کیفیت آتی جا رہی ہے ۱۹۷۷ء/۱۹۷۸ء میں جب میں خانقاہ میں گیا تو پیر صاحب کو موجود نہ پایا اور کچھ لوگوں نے ناپسندیدہ انداز میں بتایا کہ وہ اپنے مریدین وغیرہ سے ٹیکس وصول کرنے کے لیے اکثر سفر میں رہتے ہیں۔ شاید ان کے منصب کے لیے یہ خوش آئند نہ تھا۔

جن دنوں میں وہاں تھا ہرات کے مشرق میں پہاڑوں میں ایوبا کے مقام پر ایک خانقاہ ''بندِ بنفش'' دیکھی۔ یہ نقشبندی خانقاہ نہایت بارونق تھی۔ وہاں کے سربراہ شیخ ایوما حاجی محی الدین اخوندزادہ تھے۔ ساٹھ پینسٹھ سالہ آقا صاحب بارعب شخصیت تھے، ان کے دادا قندھار سے آئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ماضی میں ان کا خاندانی سلسلہ حضرت شیخ احمد سرہندی سے ملتا ہے' یہ مجددی کہلاتے ہیں۔ خانقاہ ''کارخ'' کی طرح اس کا بھی مکمل احاطہ ہے' جس میں پیر صاحب کی رہائش کے علاوہ مسجد، مدرسہ، زیارتیں، مہمان خانہ وغیرہ پائن کے درختوں کے جھنڈ بہت حسین منظر پیش کرتے ہیں۔ مدرسہ میں تقریباً پندرہ طالب علم ہوں گے کچھ ابتدائی درجے کے کچھ بڑی جماعتوں کے۔ دوسرے مشائخ جن سے ابتداء میں ملاقاتیں ہوئیں ان کے مقابلہ میں حاجی محی الدین کی علمی قابلیت نے مجھے زیادہ متاثر کیا، واقعی یہ خانقاہ بڑی فعال تھی، بے شمار طالب آتے اور جاتے۔ عمر رسیدہ، سفید ڈاڑھی والے دوسرے علاقوں کے خلفاء پختون اور مہمانوں میں مستورات بھی شامل تھیں۔ یہ فوراً اندرونی حصوں میں منتقل ہو جاتیں...... خانقاہ میں ایک لائبریری بھی تھی جن میں بعض قلمی نسخے بھی تھے۔ ایک مخطوطہ جو خواجہ محمد پارسا سے منسوب ہے (سولھویں صدی میں بخارا میں نقل کیا گیا تھا) ابن عربی کی ''فصوص الحکم'' کی تشریح ہے۔ اتفاقاً شیخ نے فرمایا کہ ان کا میلان وجودیہ کی

طرف ہے۔ ذکر انفرادی ہو، خفی ہو...... جہری ذکر حلقہ میں 'کارخ' کی خانقاہ میں ہوا، یہ ایک نیا کام (بدعت) ہے جو صوفی اسلام بخارا سے لائے تھے۔ چلہ کبھی نہ رائج ہوا ہاں کبھی دس دن کا تخلیہ ہوا جس کو دہا کہتے ہیں۔

شمالی افغانستان کی سب سے مشہور خانقاہ ''دہ دادی'' ہے جو مزار شریف کے جنوبی حصہ میں واقع ہے۔ اس زمانہ میں وہاں کے پیر سید محمد داؤد اقبالی تھے جو داؤد آقا کہلاتے تھے، یہ سید اقبال خان کے صاحبزادے تھے اور سید احمد بلخی کے پوتے تھے۔ یہ ۷۰ سال کے تھے لیکن زندہ دل اور خوشگوار شخصیت تھے۔ خانقاہ کی خصوصی رسوم پر توجہ نہ تھی اور سادہ روش پر زندگی گزارتے تھے، ایک چھوٹی سی مسجد تھی جو سید داؤد فخریہ سنبھالتے تھے یہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے بنائی تھی لیکن زیارات...... خاندانی بزرگوں کی قبریں...... رہائش سے کچھ فاصلہ پر مسجد جامی کے گرد بنائی تھیں، یہ مسجد بہت عمدگی سے سجائی گئی تھی اس میں مدرسہ بھی تھا۔ مدرسہ میں پانچ یا دس طالب علم تھے جن کو ایک خاص مولوی صاحب پڑھاتے تھے جو شاید خانقاہ سے متعلق نہیں تھے۔ پہلی بار میں شیخ سے مزار شریف کی کتابوں کے بازار میں ملا تھا۔ ہم نے بہت نفیس اور دلچسپ گفتگو کی۔ پھر جب میں خانقاہ میں گیا تو بدقسمتی سے وزارت ثقافتی امور کا وفد وہاں آیا ہوا تھا۔ اس وقت قابل اعتماد اور محتاط سوال و جواب ہوئے اور مشکل نظریات پر گفتگو ہوئی، یہ انقلاب ۱۹۷۸ء کے چھ ہفتہ بعد کا واقعہ ہے جبکہ ٹینشن بڑھی ہوئی تھی ظاہر ہے شیخ ان لوگوں کی موجودگی میں پریشان تھے (اس موقع کے ہاتھ سے جانے پر) مجھے بہت ملال ہوا کیونکہ شیخ بہت دلچسپ آدمی تھے وسیع نظریات تھے اور غیر ملکیوں سے گفتگو کرنے کے عادی تھے۔ چونکہ موقع ہی ایسا تھا میں کچھ معلومات حاصل نہ کرسکا۔ البتہ یہ بتایا گیا کہ ذکر جہر و خفی دونوں کیے جاتے ہیں۔ جہری تو موسیقی کے انداز میں جسے سماع کہتے ہیں بانسری پر' شاید فرقہ مولویہ (مولانا رومی) کا اثر ہوگا۔ میرے وہاں جانے سے چند سال پہلے کی بات ہے کہ اس خانقاہ میں باآواز ذکر جہر کی ریکارڈنگ بھی کی گئی تھی، اس وقت حضرت مولانا جلال الدین (رومی) کی تقریبات (عرس) منائی گئیں دوسروں کے علاوہ این میری شمل۔ کرسٹوفر برگل اور رواں فرہادی بھی موجود تھے۔ یہ بات کافی دلچسپ ہے کہ شیخ نے فرمایا کہ چلہ اب بھی ہوتا ہے بہت عام ہے' اور مجھے چلہ خانے دکھائے گئے جو مسجد جامی میں تھے۔ دوسری دلچسپ بات یہ تھی کہ (شیخ کے) گھر میں ایک لائبریری بھی تھی جس میں قدیم رسم الخط میں قلمی مخطوطات تھے بدقسمتی سے مجھے قریب سے دیکھنے اور مطالعہ کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

مزار شریف کے جنوب مشرق کے نواح میں ایک خانقاہ ''لبِ نہر'' واقع ہے۔ شیخ ثمر الدین ولد شیخ شہاب الدین ۵۳ سال کے ایک طویل قامت باتونی شخص تھے۔ اور جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ وہ حضرت صاحب خانقاہ 'کارخ' کے خلیفہ تھے۔ ان کی خانقاہ میں بھی مسجد بزرگوں کے مزارات اور بوسیدہ مدرسہ صوفیا تھا۔ ذکر جہر ہوتا تھا جمعرات کو عشاء کے بعد (شب جمعہ) شرکا کی تعداد گھٹ رہی تھی ۱۵ رہ گئی تھی۔ نقشبندیوں میں چلہ کیا جاتا تھا وہ حلقہ (ذکر) جہر بھی کرتے تھے مگر اب یہ نہیں ہوتا۔ آخر شیخ نے فرمایا کہ دم درود کے لیے ان کی بڑی طلب ہے۔

۱۹۷۷ء اور ۱۹۷۸ء میں سیاحت سے جو نوٹس بنائے تھے یہ ان معلومات کا خلاصہ ہے...... جن خانقاہوں کا بیان میں نے کیا یہ عام طور پر یکساں ہیں ایک ہی ڈھانچہ ہے۔ بنیادی طور پر یہ پیروں اور ان کے خاندان والوں کی رہائش کی جگہ ہے۔ اس میں مسجد بھی ہوتی ہے مدرسہ بھی، بزرگوں کے مزارات اور مہمان خانہ بھی۔ بایں ہمہ زوال یا کمی کے نشانات نظر آ رہے ہیں البتہ خانقاہ بنفش اور ہرات میں خانقاہ حوزکارباز میں ابھی قوت ہے۔

خانہ جنگی کے آثار افق پر چھا رہے ہیں ایسا لگتا ہے روایتی ادارے اور صوفیانہ ماحول ختم ہو جائے گا۔ مشائخ کے بعض خاندانوں نے مخالف دھڑوں میں شرکت کر لی یا ان کی راہنمائی کر رہے ہیں، اپنے روحانی اثرات متوسلین پر ڈال رہے ہیں، کچھ جلاوطن ہو گئے، باہر جا کر خانقاہوں میں جے جمائے کے مقابلہ میں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ بہرحال پرانا تانا بانا ٹوٹ رہا ہے اور نئے ماحول میں بدل رہا ہے۔

میں اپنی اس نگارش کا انتساب ان پیروں سے کرتا ہوں جن میں بعض بڑی خوبیوں والے تھے شاید وہ سب اب دنیا سے رخصت ہو چکے۔

☆......☆......☆

حواشی:

1. Cf. Bo Utas, "The *Munajat* or *Ilahi-namah* of 'Abdu'llah Ansari", *Manuscripts of the Middle* East, 3 (1988), 83-87.
2. Cf. Bo Utas, "Recent events in Afghanistan", Annual *Newsletter of the Scandinavian Institute of Asian Studies*, 11/12(1977-78, publ. 1979), pp. 3-21.
3. *Afghanistan Journal*, 7 (1980): 2, 60-67.

4. For a Soviet view on the characteristics of Central Asian "Ishans", see S. M. Demidov, *Sufizm v Turkmenii*, Ashkhabad (Ylym), 1978, pp. 105-113.
5. See esp. Olivier Roy in many works, e.g. "Sufism in Afghan resistance", *Central Asian Survey*, 4(1983): 2,61-79; repeated in his "La naqshbandiyya en Afghanistan", in M. Gaborieau, A. Popovic and Th. Zarcone (eds.), *Naqshbandis. Cheminements et situation actuelle d'un ordre mystique musulman*, Editions ISIS, Paris, 1990, p. 480.
6. 'Abd al-Hakim Tabibi, *Sair-i-tasavvuf dar Afghanistan*,Kabul, 1357/1977.
7. Cf. also Bo Utas, "Scholars, Saints and Sufis in Modern Afghanistan", in Huldt and Jansson (eds.), *The Tragedy of Afghanistan*, Croom Helm, London- New York -Sydney, 1988, p. 100.
8. Marijan Mole, "Autour de Dare' Mansour: l' aprentissage mystique de Baha' al-Din Naqshband", Revue des etudes islamiques, (1959), 35-66.
9. Hamid Algar, "The Naqshbandi Order: a Preliminary Survey of its Hisotry and Significance," *Studia Islamica*, 42(1976), 123-152; "A Brief History of the Naqshbandi Order", Gaborieau et al. (eds.), *op.cit.*, pp.3-44.
10. Newal Kishor, Cawnpore, 1912 (and other Indian editions).
11. Ed. Ahmed Tahiri 'Iraqi, Tehran (*Tahuri*), 1354.
12. See the just mentioned sources or J. S. Trimingham, *The Sufi Orders in Islam*, Oxford 1971, p. 93.
13. Cf. A. A. Xismatulin, "Pragmaticheskiy sufizm v bratstve Nakshbandiya: teomnemiya (zikr),"*Peterburgskoe vostokovedenie*, Vypusk 7, Sankt-Peterburg, 1995, pp. 245 ff.
14. Cf. Jo-Ann Gross in this volume.
15. For the later development of the Central Asian Naqshbandiyya, see Baxityor M. Babadzanov, "On the History of the Naqshbandiyya Mugaddidiya in Central Mawara' annahr in the Late 18th and early 19th Centuries," *Islamkundliche Untersuchungen*, ed. M. Kemper, Bd. 200: Muslim Culture in Russia and *Central Asia from the 18th to the Early 20th Century*, Berlin, 1996, pp. 385-413.
16. Cf. Ludvig W. Adamec, *Historical and Political Who's Who of Afghanistan*, Graz, 1975, p. 215, Table 86.
17. Cf. Ludvig W. Adamec, A *Biographical Dictionary of Contemporary Afghanistan*, Graz, 1987, pp. 122 f.
18. Adamec, *Biographical Dictionary*, p.124.
19. See Olivier Roy, "*La naqshbandiyya*," p.448.
20. Adamec, *Biographical Dictionary*, p. 125.

21. Adamec, *Historical and Political Who's Who,* p.139, Table 88.
22. It is not known to me whether this description has been published, but cf. John Baily, *Professional Musicians in the City of Heart,* (Cambridge Studies in Ethnomusicology), Cambridge, 1989. pp. 154-155.
23. On healing through pirs, see also Harald Einzmann, *Religioses Volksbrauchtum in Afghanistan,* Wiesbaden. 1977, pp. 105-106.
24. ForHauz-i-Karbaz Roy, "*La Naqshbandiyya,*" p.452, mentions a pir named 'Abdullah.
25. Roy, "*La Naqshbandiyya*", pp. 448 and 452, maintains that the generic" name of the Hazrat of Karukh is Sharafatuddin (sic!).

☆……☆……☆

Bibliography

Adamec. Ludwig W., *Historical and Political Who's who of Afghanistan,* Akademische Druck-u. Verlagsanstalt, Graz, 1975.

_______A *Biographical Dictionary of contemporary Afghanistan,* Akademische Druck-u. Verlagsanstalt. Graz, 1987.

Algar, Hamid, "The Naqshbandi Order: A Preliminary Survey of Its History and Significance, " *Studia Islamica,* 42 (1976). pp. 123-152.

_______"A Brief History of the Naqshbandi Order," in Gaborieau et al., 1990. pp. 3-44.

Babadzanov, Baxtiyor, M., "On the Hisotry of the Naqshbandiya Mugaddidiya in Central Mawara' annahr in the Late 18th and early 19th Centuries," *Islamkundliche Untersuchungen,* ed., M. Kemper, Bd. 200: *Muslim Culture in Russia and Central Asia from the 18th to the Early 20th Century,* Berlin, 1996, Pp 385-413.

Baily, John, *Professional Musicians of the City of Heart,* (Cambridge studies in Ethnomusicology), Cambridge, 1989.

Demidov, S. M., *Sufizm v Turkmenii (evolyucii I perezhitki),* Ashkhabad (Ylym), 1978.

Einzmann. Harald, Religioses Volksbrauchtum in Afghanistan *(Beitrage zur Sudasien - Forschung 34),* Steiner, Wiesbaden, 1977.

Gaborieau, M., A. Popovic, & Th. Zarcone, (eds.), *Naqshbandis. Cheminements et situation actualle d' un ordre mystique musulman,* Editions ISIS, Paris, 1990.

Kashifi, 'Ali b. Husain Va'iz, *Rashahat 'ain ul-Hayat,* Newal Kishor, Cawnpore, 1912.

Mole, Marijan, "Autour de Dare Mansour: l'aprentissage mystique de Baha' al-Din Naqshband," Revue des etudes islamiques, (1959), pp. 35-66.

Parsa, Khvaja Muhammad, Qudsiya, Ahmad Tahiri ' Iraqi, Tehran (Tahuri), 1354/1975.

Roy, Olivier, "Sufism in Afghan Resistance," Central Asian Survey, 4(2), (1983), pp. 61-79.

_______ "La Naqshbandiyya en Afghanistan", in Gaborieau et. al., Naqshbandis, Editions ISIS, Istanbul-Paris, 1990, pp. 447-454.

Tabibi, 'Abd ul-Hakim, *Sair-i-Tasavvuf dar Afghanistan / Sufism in Afghanistan,* Baihaqi, Kabul, 1356/1977.

Trimingham, J. Spencer, *The Sufi Orders in Islam*, Clarendon Press, Oxford, 1971.

Utas, Bo, "Recent Events in Afghanistan", *Annual Newsletter of the Scandinavian Institute of Asian Studies*, 11/12 (1979), pp. 3-21.

_______"Notes on Afghan Sufi Orders and Khanaqahs", *Afghanistan Journal,* 7(2)(1980), pp. 60-67.

_______ "Scholars, Saints and Sufis in Modern Afghanistan", in Huldt and Jansson (eds.), *The Tragedy of Afghanistan*, Croom Helm, London-New York-Sydney, 1988, pp. 93-105.

_______"*The Munajat or Ilahi-namah* of 'Abdu'llah Ansari", *Manuscripts of the Middle East*, 3 (1988), pp.83-87.

Xismatulin, A. A., "Pragmaticheskiy sufizm V bratstve Nakshbandiya: teomnemiya (zikr)", *Peterburgskoe vostokovedenie*, Vypusk 7, Sankt-Peterburg, 1995, pp. 243-262.

☆......☆......☆

من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

افغانستان کے بعض مشائخِ نقشبندیہ مجددیہ

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

افغان قوم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے نیز افغانوں کے مورث اعلیٰ قیس عبدالرشید [۱] کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ وہ پیغمبرِ آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور پھر اپنی قوم میں نورِ اسلام لے کر لوٹے ،جس سے افغان اوائلِ اسلام ہی میں دولتِ اسلام سے مالا مال ہو گئے [۲]...... صحابیٔ رسول حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اسی قوم سے تعلق رکھتے تھے [۳]...... اس سرزمین کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ یہاں دنیائے اسلام کے اکابر علماء و مشائخ تشریف لاتے رہے، جن میں سے بعض نے اس سرزمین کو اپنا مستقل مسکن بنایا اور بعض سلسلہ رشد و ہدایت کی تکمیل کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ یہ ایک الگ موضوع ہے سرِ دست ہم اپنے موضوع کے حوالہ سے ہی کچھ عرض کرتے ہیں۔

ہندوستان میں جبکہ مغلیہ دور زوال پذیر ہو رہا تھا، شاہانِ مغلیہ روبہ انحطاط تھے، اور نادر شاہ، شاہِ ایران کے ہاتھوں دہلی کا تخت و تاج برباد ہو رہا تھا تو مرہٹوں اور سکھوں نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے پنجاب پر تسلط و اقتدار قائم کر لیا۔ اس دوران انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس پر اوراقِ تاریخ شاہد ہیں۔ مساجد کو ڈھایا گیا، اسلام کے شعائر کو مٹایا گیا...... مسلمان علاقوں کو برباد کر کے رکھ دیا، مال و اسباب کو لوٹا اور بے دریغ قتل عام کیا...... ان خطرناک حالات میں اسلامیانِ پنجاب نے ہجرت کی۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد بھی سرہند شریف کو خیر اباد کہہ کر دور دراز علاقوں میں جا بسی، کسی نے رام پور کا رُخ کیا اور کسی نے پشاور کا، کوئی خُراسان جا بسا اور کسی نے کابل کو اپنا مسکن بنایا......

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے غالباً حضرت خواجہ محمد صفی اللہ مجددی علیہ الرحمۃ افغانستان آنے والے پہلے مجددی بزرگ ہیں...... جن کا سلسلہ نسب صرف تین واسطوں سے حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ سے جاملتا ہے[4]...... آپ کے مفصل حالات اسی مقالہ میں درج ہیں...... آپ کے ذریعے افغانستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو کافی فروغ حاصل ہوا، جبکہ آپ کے بڑے بھائی خواجہ غلام محمد مجددی (م۔ ۱۱۷۵ھ) پشاوری جنہوں نے سرہند کو خیرآباد کہہ کر پشاور میں سکونت اختیار کرلی تھی[5] کے ذریعہ افغانستان میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کا اجراء پہلے ہی ہو چکا تھا...... پیش نظر مقالہ میں درج ذیل مشائخ کا تذکرہ پیش کیا جارہا ہے...... اگرچہ افغانستان میں اس سلسلۂ مبارکہ کا حلقہ بہت وسیع ہے مگر ماضی قریب میں افغانستان کے ناگفتہ حالات کی وجہ سے کوئی جامع تذکرہ مرتب نہ ہوسکا جس کی وجہ سے ہم مزید مشائخ کے حالات پیش کرنے سے قاصر ہیں...... ان شاء اللہ پھر کبھی موقع ملا تو اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کی جائے گی...... ہاں آخر میں بعض مشائخ کے صرف اسماء گرامی ہی شامل کرلیے گئے ہیں، جبکہ مقالہ کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے کی گئی ہے......

۱...... سعید جان مجددی، حافظ
۲...... صفی اللہ، خواجہ، قیوم جہاں (م۔ ۱۲۱۲ھ)
۳...... ضیائے معصوم کابلی، خواجہ
۴...... ظہور اللہ، خواجہ
۵...... عبدالباقی مجددی، خواجہ، حاجی...... (م۔ ۱۲۸۴ھ)
۶...... عطائے معصوم کابلی، خواجہ
۷...... غلام احمد مجددی، شاہ آغا جان
۸...... غلام قادر مجددی، شہزادہ جان آغا (م۔ ۱۳۳۳ھ)
۹...... غلام قادر مجددی، پیر
۱۰...... فضل عثمان مجددی، صدر المشائخ (م۔ ۱۹۷۳ء)

دیگر مشائخ:

۱...... شاہ ولی اللہ کابلی

۲......میاں قدرت اللہ

۳......میاں کرامت اللہ

۴......میاں امین اللہ

۵......میاں ذکراللہ مجددی

۶......مطیع اللہ کابلی

۷......خواجہ خدائے معصوم

۸......خواجہ گدائے معصوم مجددی

۹......میاں سید احمد

۱۰......میاں غلام جیلانی مجددی

۱۱......میاں محمد سعید

۱۲......غلام ربانی مجددی

۱۳......میاں عبداللہ

۱۴......خواجہ غلام حیدر مجددی (م۔ ۱۳۰۵ھ)

۱۵......خواجہ غلام صدیق ابن خواجہ عبدالباقی (م۔ ۱۳۰۵ھ)

۱۶......غلام عمر مجددی ابن خواجہ عبدالباقی (م۔ ۱۲۹۰ھ)

۱۷......نور المشائخ ملا شور بازار کابلی (خواجہ فضل عمر مجددی) (م۔ ۱۹۵۶ء)

۱۸......آغا محمد ابراہیم کابلی

۱۹......آغا صبغۃ اللہ مجددی

۲۰......شمس المشائخ فضل محمد مجددی

۲۱......مولانا غلام قیوم کابلی

۲۲......شیریں جان آغا

۲۳......میاں گل جان آغا

۲۴......خواجہ جان آغا

۲۵......مختار جان آغا
۲۶......سلطان جان آغا
۲۷......فضل غفار مجددی
۲۸......فضل محمود مجددی

(۱)

خواجہ حافظ سعید جان مجددی

☆☆

حضرت خواجہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے تین برادران گرامی تھے۔

۱......حضرت غلام جیلانی جان آغا
۲......حضرت امین جان آغا
۳......حضرت مولانا محمد سعید جان آغا

یہ تینوں اپنے وقت کی بڑی برگزیدہ اور بزرگ شخصیات گزری ہیں اور بہت سے لوگ ان حضرات کے فیوضات سے مستفیض ہوئے۔ بالخصوص آپ کے بھائی حضرت مولانا حافظ محمد سعید جان مجددی اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم و عارف و مجاہد اور غازی تھے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں صاحبِ اجازت وخلافت بھی تھے۔ آپ نے انگریزوں کے خلاف جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مشرقی افغانستان کے محاذ پر مجاہدین کی قیادت آپ کے ہاتھ میں تھی دوسری جنگ عظیم میں افغانستان کے غیر جانبدار رکھنے کا بیڑا آپ نے اور حضرت نور المشائخ نے اٹھایا تھا۔ جس کا افغانی عوام اور اس وقت کے افغان حکمرانوں نے جرگہ میں فیصلہ کر کے اس کو قبول کیا اور اس فیصلہ کی وجہ سے ایک طرف افغانستان اس جنگ میں غیر جانبدار رہ کر عالمی جنگ کی تباہ کاریوں سے بچ گیا اور دوسری طرف وہ سیکڑوں جرمن باشندے جو افغانستان کے اندر مختلف منصوبوں میں مصروف کار تھے، اور جن کو انگریز گرفتار کر کے ان کو قتل کرنا چاہتے تھے وہ ان ہی مشائخ کی مومنانہ فراست اور بصیرت کے باعث سلامتی کے ساتھ اپنے گھروں تک پہنچ گئے[۶]۔

(۲)

خواجہ محمد صفی اللہ

☆☆

آپ حضرت خواجہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تیسری پشت میں ان کے تیسرے جد امجد ہیں۔ آپ حضرت خواجہ غلام محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نویں اور سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں...... آپ کی ولادت ۴ ذیقعد ۱۱۵۶ھ کو ہوئی۔ آپ کی ولادت کی رات آپ کے والد گرامی کو حضور سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی حضور نے فرمایا کہ تمہارے یہاں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو سارے زمانہ سے نرالا ہوگا اور اس کے نور سے ایک عالم روشن ومستنیر ہوگا اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کے والد گرامی نے آپ کے کان میں اذان کہی اور جب انہوں نے اللہ اکبر کہا تو حاضرین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کلمہ سنکر آپ کے چھوٹے چھوٹے لب ہائے مبارک بھی ہلنے لگے اور اس میں سے اللہ اکبر کی آواز آنے لگی...... جو بچہ مادر زاد ولی ہو وہ بڑے ہو کر کس کمال کی منزل پر پہنچے گا اس کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے...... آپ کی شان یہ تھی کہ بادشاہِ وقت تیمور شاہ ایک دفعہ ایسا بیمار ہوا کہ کسی دوا سے اس کو افاقہ نہیں ہو رہا تھا اس نے آپ کی خدمت میں کسی کو بھیجا کہ میری صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اس سے کہہ دو کہ فلاں دوا کھالے۔ قاصد نے جب بادشاہ کو یہ پیغام دیا تو وہاں موجود اس کے بڑے بڑے حکماء نے کہا کہ اس مرض میں یہ دوا تو آپ کے لیے زہر قاتل ہے آپ ہرگز یہ دوا نہ لیں۔ اس نے وہ دوا حضرت کی خدمت میں بھجوائی اور کہلوایا کہ اس کے متعلق حکماء کی یہ رائے ہے بہرحال آپ اپنے دستِ اقدس سے اس کے تین حصے فرما دیں تا کہ آپ کے ہاتھوں کی برکت سے یہ دوا مجھے نقصان نہ دے جب آپ تک یہ بات پہنچی تو آپ حکماء کی بات سن کے مسکرا دیے اور اس دوا کے تین حصے اپنے دستِ مبارک سے کر کے اس خادم کو دیے اور فرمایا کہ اس سے کہنا بے فکر ہو کر تین روز تک یہ دوا پیے کہ اس کی شفا اسی دوا میں لکھی گئی ہے۔ چنانچہ بادشاہ وقت نے ایسا ہی کیا اور شفاء کلی سے سرفراز ہوا۔ پھر اس نے اپنے خاص طبیب اور معالج خاص کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ جا کر آپ سے مرید ہو اور میری طرف سے عرض کرے کہ مجھے جب بھی

امورِ مملکت سے ذرا بھی فرصت ملی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر سلسلہ عالیہ کی نورانیت سے اکتسابِ فیض کروں گا...... آپ کی وفات ذیقعد کے مہینہ میں پیر کے دن ۱۲۱۲ھ کو ہوئی۔ یمن کی ایک بندرگاہ حدیدہ میں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔ لڑکیوں کے علاوہ آپ کے آٹھ صاحبزادے تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱......شاہ ولی اللہ

۲......میاں قدرت اللہ

۳......میاں کرامت اللہ

۴......میاں امین اللہ

۵......میاں ذکر اللہ

۶......میاں ظہور اللہ

۷......میاں مطیع اللہ

۸......میاں عبد الباقی

(۳)

حضرت خواجہ ضیائے معصوم مجددی، کابلی

☆☆

حضرت خواجہ ضیائے معصوم مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت آپ کے آبائی علاقہ ''چہار باغ صفا'' (افغانستان) میں ہوئی جو کابل سے تقریباً ایک سو پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے ایک ایسے خاندان میں آنکھ کھولی جو علومِ ظاہری و باطنی کی تابانیوں سے جگمگا رہا تھا لہٰذا جس کو ماں کی گود سے لے کر عہدِ شباب تک علم وعرفان کا گہوارہ ملا ہو پھر اس کے حسنِ تربیت اور علمی وروحانی کمال کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

بیعت وخلافت:

علومِ ظاہری کی تکمیل کے ساتھ ساتھ آپ علومِ باطنی کی طرف بھی شروع سے متوجہ رہے، اور اپنے والد گرامی حضرت شاہ عطائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت حاصل کرکے انہیں سے مدارجِ سلوک طے کیے اور ان ہی سے چاروں سلاسل یعنی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ چشتیہ اویسیہ میں اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

سلسلۂ طریقت:

آپ کا شجرۂ طریقت جو آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر اپنے خاص خلیفہ حضرت شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا۔ وہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طرح سے ہے۔

☆......حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

☆......حضرت خواجہ محمد معصوم

☆......حضرت خواجہ محمد اسماعیل

☆......حضرت خواجہ غلام محمد معصوم

☆......حضرت خواجہ قیوم جہاں شاہ صفی اللہ

☆......حضرت خواجہ شاہ عبد الباقی

☆......حضرت خواجہ شاہ عطائے معصوم

☆......حضرت خواجہ ضیائے معصوم

آپ کا سلسلۂ طریقت تقریباً وہی ہے جو سلسلہ نسب کا ہے البتہ سلسلہ طریقت میں حضرت عطائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے چچا حضرت خواجہ شاہ عبد الباقی کے نام مبارک کا اضافہ ہے۔

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اکثر بیعت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے ذریعہ عرب و عجم اور شرق و غرب میں اس سلسلہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ یوں تو آپ کے مریدین و معتقدین دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بالخصوص ترکستان، عربستان، ہندوستان، وسط ایشیا کی ریاستیں ازبکستان، تاجکستان، ثمرقند و بخارا وغیرہ میں آپ کے متوسلین بڑی کثیر تعداد میں ہیں۔ جبکہ اُس زمانے کے اندر افغانستان کے حکمران امیر عبد الرحمٰن خان اور اس کے بعد امیر حبیب اللہ خان چونکہ آپ کے خاص مریدوں میں سے تھے، اس لیے وہاں کے عمائدینِ سلطنت، اراکینِ حکومت، امراء و روساء، علماء وسفراء، زعماء و غرباء، عوام و خواص الغرض ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے بے شمار افراد آپ کے دامن عقیدت سے وابستہ تھے۔ اور علاقے کے علاقے، شہر کے شہر، قصبے کے قصبے، آپ کے مریدین و متوسلین سے بھرے پڑے تھے۔ بلکہ اس کے اثرات آج تک افغانستان میں بجا طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔

روسیوں اور کمیونسٹوں کے خلاف جو عظیم جنگ لڑی گئی اور افغانستان کے مجاہدین نے ایک سپر پاور کو جس طرح سے ہزیمت اور شکست و ریخت سے دوچار کر کے ایک نرالی تاریخ رقم کی ہے، اس میں بھی ان ہی مجددی خانقاہوں کے جیالے اور سر بکف مجاہدوں کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ افغانستان کی سیاست اور معاشرت میں خانوادہ مجددیہ کے علمی اور روحانی اثرات کی اتنی گہری چھاپ ہے کہ کوئی دور کوئی زمانہ اور کوئی تحریک ان اثرات سے کبھی خالی نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ سپر پاور کے خلاف اس عظیم جہاد میں بھی سب سے پہلے دشمنانِ اسلام نے آپ ہی کے گھرانے کو نشانہ بنایا' اور حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت شاہ آغا صاحب جو اس وقت آپ کے جانشین تھے، ان کو روسیوں نے گرفتار کر کے نامعلوم مقام منتقل کر دیا۔ اور آج تک آپ کا پتا نہیں چل سکا۔ الغرض اس جہاد میں بھی اس مجددی خانوادے نے اپنی آبائی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے دین اسلام کی خاطر اپنا گھر بار خویش و اقارب الغرض اپنا سب کچھ لٹا کر پرچم اسلام کی لاج رکھ لی اور اپنے جد امجد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی سنت کو پھر سے تازہ کر کے کفر و الحاد کے ایوانوں کو زمیں بوس کر دیا۔

صلۂ ادب:

سچ کہا کسی نے ''با ادب بانصیب' بے ادب بے نصیب'' امیر عبدالرحمٰن نے ایک خدا کے مقبول بندے کا ایسا ادب و احترام کیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کو بھی ایسا قبولیت کا مقام ملا کہ زمانہ قیام حرمین شریف کے دوران حضرت شاہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز عالم مکاشفہ میں مشاہدہ فرمایا کہ افغانستان کے اولیائے کرام کی ایک کثیر جماعت کسی طرف جا رہی ہے اور ان کے آگے آگے ان تمام اولیاء کی قیادت امیر عبدالرحمان کر رہے ہیں۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ کاش میں بھی ان اولیائے کرام میں ہوتا۔ دوسرے دن آپ نے دیکھا کہ تمام جہاں کے اولیائے کرام ہیں اور ان کی قیادت کا شرف اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے اور میں ان سب کے آگے آگے جا رہا ہوں۔

ادب حرمین شریفین:

حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا میں جو بلند و بالا مقام عطاء کیا اس میں بھی ''ادب'' کو بڑا دخل ہے۔ آپ نے اسی ادب کے ذریعہ بہت سے اعلیٰ مراتب حاصل کیے۔ آپ کے ادب کا عالم یہ تھا کہ آپ نے سرہند شریف، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی پاک اور مقدس سرزمینوں پر کبھی جوتی

نہیں پہنی، حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ ایک دو دن کی بات نہیں تھی بلکہ آپ نے ایک عرصہ حرمین شریفین میں گزارا اور ایک دفعہ تو متواتر سات سال آپ کا حرمین شریفین میں قیام رہا۔ رب کائنات کا آپ پر یہ خصوصی کرم تھا کہ آپ کو خانہ کعبہ کے بالکل سامنے حرم شریف کے اندر ایک حجرہ رہنے کے لیے ملا ہوا تھا جس کو آپ نے خود اپنے پیسوں سے خریدا تھا۔ موجودہ دور میں جب حرم شریف کی توسیع کا کام شروع ہوا تو ----- حکومتِ سعودیہ نے وہ حجرہ حضرات مجددیہ سے حاصل کیا۔ بہرحال اس حجرہ میں آپ کا مستقل قیام رہتا تھا ہمیشہ آپ باوضو رہتے تھے اور جب استنجے کی ضرورت ہوتی تھی تو آپ حرم کی حدود سے باہر جا کر استنجا فرمایا کرتے تھے، اور یہاں کی گلیوں میں ہمیشہ برہنہ پا رہا کرتے تھے۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

ایک دفعہ مدینہ شریف کی گلیوں سے آپ گزر رہے تھے اور آپ کے خلیفہ حضرت ایشاں صاحب جو سادات سے تعلق رکھتے تھے وہ بھی آپ کے ہمراہ تھے کہ راستہ میں ایک کتا سامنے آ گیا۔ آپ سامنے سے آرام سے گزر گئے لیکن آپ کے ساتھ جو خلیفہ تھے انہوں نے اس کو دیکھ کر نفرت سے اپنے کپڑے سمیٹے اور بڑی کراہت کا اظہار کرتے ہوئے گزرنے لگے حضرت نے ان کا یہ انداز دیکھ کر فرمایا۔ ''ایشاں صاحب خوب نہ کردی'' یعنی ایشاں صاحب آپ نے اچھا نہیں کیا، اس کے جواب میں خلیفہ ایشاں صاحب نے عرض کیا کہ ''سگ بود نجس بود'' (کتا تھا نجس تھا) اس لیے میں نے یہ طرزِ عمل اختیار کیا' آپ نے فرمایا:

''سگ بود ولے سگِ مدینہ بود''

ہاں کتا ضرور تھا لیکن ''مدینہ کا کتا'' تھا...... اللہ اکبر اس نسبت مدینہ نے اس کتے جیسے نجس جانور کو بھی اس باادب عاشق کے لیے لائقِ احترام بنا دیا تھا۔ قدسی نے کیا خوب کہا......

نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

خلیفہ ایشاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس دن جب رات کو لیٹا تو خواب میں میں نے دیکھا کہ حضرت ضیائے معصوم صاحب آگے آگے ہیں اور ہم سب ان کے پیچھے پیچھے حضور سرور دو جہاں

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور کی طرف جارہے ہیں۔ جب روضہ شریف کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی کتا دروازے پر بیٹھا ہوا ہے جب حضرت وہاں سے گزرے تو انہیں تو اس نے جانے دیا لیکن میں جب داخل ہونے لگا تو مجھے جانے نہیں دیا۔ حالانکہ میں سید تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل میں سے تھا لیکن اتنی سی مدینہ کے کتے کی بے ادبی کی وجہ سے اس عظیم سعادت سے محروم رہ گیا اور حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ اس ''ادب'' کے باعث حریم بارگاہ کی لذتوں اور عنایتوں سے سرفراز ہوگئے۔

محبوب بارگاہ رسالت:

یہ ایک نہیں بلکہ آپ کے کئی ایسے واقعات ہیں جس سے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کی محبوبیت اور مقبولیت کا پتا چلتا ہے چنانچہ آپ کے ایک سفر کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے وطن سے حرمین شریفین حاضری کے لیے ایک پانی کے جہاز میں جارہے تھے کہ راستہ میں حدیدہ یمن کی بندرگاہ آئی، جہاں آپ کے جداعلیٰ حضرت شاہ صفی اللہ کا مزار پُرانوار ہے۔ آپ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کتنا اچھا ہو کہ اس مزار پرانوار پر بھی حاضری ہو جائے لیکن چونکہ وہ چھوٹی بندرگاہ تھی اس پر کسی بڑے جہاز کے رکنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن یہ ان کی اپنے جداعلیٰ سے محبت اور ان کی آپ سے محبت اور کشش کا ظہور تھا کہ جہاز جب اس بندرگاہ کے قریب پہنچا تو خود بخود رک گیا۔ جہاز کا کپتان حیران تھا کہ اس میں کوئی خرابی بھی نہیں ہے تو پھر تمام تر کوششوں کے باوجود جہاز کیوں نہیں چل رہا۔ کسی نے کپتان کو بتایا کہ یہاں بندرگاہ پر ایک افغانی اترنا چاہتا ہے اس انگریز کپتان نے فوراً آپ کو ایک کشتی فراہم کی جس کے ذریعہ آپ کو حدیدہ کی بندرگاہ تک پہنچا دیا گیا ادھر آپ وہاں پہنچے ادھر یہ جہاز خود بخود ٹھیک ہو کر چلنا شروع ہوگیا اور اپنا باقی سفر مکمل کر کے جدہ کی بندگارہ پر پہنچ گیا۔

ادھر حضرت ضیائے معصوم بڑے فرحاں وشاداں اپنے جداعلیٰ کے مزار پرانوار پر حاضر ہو کر مراقب ہوگئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے ایک مرید خاص حاجی سرور خاں مرحوم کے دل میں یہ خیال آیا کہ اب ہم حج کیسے کرسکیں گے......؟ حج میں صرف چند روز باقی رہ گئے ہیں اس بندرگاہ پر تو کوئی جہاز بھی نہیں آتا نہ یہاں کوئی سواری ملتی ہے، اتنی محنت کر کے حج کے لیے آئے تھے یہ حضرت نے کیا کیا' یہاں اتر کر ہمیں حج کی عظیم سعادت سے بھی محروم کر دیا۔ ان کے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ آپ نے فوراً مراقبہ سے سر اٹھایا اور ان سے فرمایا کہ اپنا سامان جمع کرو اور فوراً بندرگاہ کی طرف چلو' وہ کہتے ہیں: میں دل میں سوچنے لگا اب

سامان جمع کر کے کیا کریں گے جدہ تک پہنچنے کی اب کوئی صورت ہی ممکن نہیں ہے۔ بہر حال حضرت کے حکم پر سامان جمع کر کے سمندر کے کنارے کی طرف چلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سمندر کے کنارہ پر ایک شخص دوربین لگا کر ہماری طرف دیکھ رہا ہے بہت سے خیمے لگے ہوئے ہیں اور کافی لوگوں نے پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔ جب حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ ان کے قریب آ پہنچے تو اجنبی شخص اچانک حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا کہ ہم ترکی کے فوجی ہیں جو حج کے انتظامات کے لیے مکہ مکرمہ جا رہے تھے مجھے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی حضور نے آپ کا چہرہ مجھے دکھایا (فوج کے سربراہ نے تین مرتبہ خواب میں حضور آقائے نامدار کو دیکھا) اور فرمایا اس بندرگاہ سے جب تک اس کو اپنے ہمراہ نہ لے لینا یہاں سے حرکت نہ کرنا۔ ہم اتنی دیر سے صرف آپ کا انتظار کر رہے تھے اور ہر آنے جانے والے کو دیکھ رہے تھے کہ وہ کون سا شخص ہے جس کی ہمیں خواب میں زیارت کرا کے اپنے ساتھ لے جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب آپ کو دیکھا تو ہمیں اطمینان ہو گیا کیونکہ آپ ہی کی وہ صورت تھی جو ہمیں دکھائی گئی تھی۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص کرم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خاص غلام چند روز میں اُن کے در پر پہنچ گیا اور حج کی سعادت سے بھی سرفراز ہو گیا۔

وہ دیکھو دیارِ حبیب آ گیا ہے
بلندی پہ اپنا نصیب آ گیا ہے
تیری شانِ بندہ نوازی کے قرباں
کرم نے پکارا ، غریب آ گیا ہے
تری رحمتوں نے دیا ہے سہارا
جہاں بھی مقام مہیب آ گیا ہے

مقرب بارگاہ نبوت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ اور بھی ہے۔ جس سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بے کس بے پناہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قربِ خاص اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محبوبیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ایک مرتبہ امیر حبیب اللہ خان بادشاہ افغانستان ایک اہم اور خاص کام کے لیے مسجد کے حجرہ میں جہاں آپ تشریف فرما تھے، وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو کام وہ کرنا چاہتا

تھا اس بارے میں حضرت سے اس کی اجازت طلب کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اس کام کے کرنے سے منع فرمایا لیکن بادشاہ وقت یہ چاہتا تھا کہ اسے اجازت مل جائے۔ اس نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پرزور اصرار کیا کہ میری خواہش ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے اجازت دیں۔ اس وقت جذباتی کیفیت میں اس کا ہاتھ کھڑکی کے اس حصے پر لگا جو کاغذ کا تھا اور وہ حصہ پھٹ گیا۔ (یہ کاغذ عام طور پر کھڑکی کے اس حصے پر لگایا جاتا تھا جس پر شیشہ نہیں ہوتا تھا اور شدت سردی کو روکنے کے کام آتا تھا) یہ دیکھ کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رگِ فاروقی جوش میں آ گئی۔ فرمایا کہ تو برابر مجھ سے اصرار کرتا ہے کہ میں اجازت دے دوں اور حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اس سے منع فرما رہے ہیں تو میں تیری بات مانوں یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کروں۔ پھر فرمایا......

ہر آنچہ شرطِ بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ پند بگیری از ان خواہ ملال

منظورِ نظر حضرتِ مجدد:

آپ اپنے جدِ اعلیٰ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ عنہ کے خاص منظورِ نظر تھے، اکثر سرہند شریف حاضر ہوا کرتے تھے اور جب تک سرہند شریف میں قیام فرما ہوتے تھے، ہمیشہ پابرہنہ رہتے تھے، اور اکثر اوقات حضرت امام ربانی کے روضہ شریف پر حاضر ہو کے عبادات وریاضیات اور مشاہدات ومکاشفات میں مصروف رہا کرتے تھے۔ حضرت امام ربانی کے روضہ شریف کے باہر افغانستان کے دو بادشاہ ایک شاہ زمان اور ایک امیر محمد یعقوب کے مزارات ہیں، جو انہوں نے حضرت امام ربانی سے ارادات وعقیدت کی خاطر حضرت امام ربانی کی پائنتی میں بنوائے تھے...... ایک روز حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ربانی کے مزار پر انوار پر جب مراقبہ میں مصروف ہوئے تو عالم مکاشفہ میں حضرت امام ربانی نے آپ سے فرمایا......

فرزند...... امیر محمد یعقوب از شما گلہ میکند کہ خواجہ ضیائے معصوم از قبر من می گزرد برائے من دعا نمی کند۔

بیٹا...... امیر محمد یعقوب تم سے گلہ کر رہا تھا کہ تم اس کی قبر سے گزر جاتے ہو

لیکن اس کے لیے دعائے مغفرت بھی نہیں کرتے۔

حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب سے میرے جد امجد نے فرمایا اس کے بعد سے میں جب بھی ان کی قبر کے پاس سے گزرتا ان دونوں بادشاہوں کے لیے ضرور دعا کرتا۔

شفاء امراض:

قلب و روح کو فسق و فجور اور گناہوں کی بیماری سے نجات دلانے والے اس طبیب روحانی کے ہاتھوں میں خدا نے جسمانی بیماریوں کی شفا بھی رکھ دی تھی۔ لاعلاج امراض کے مارے ہوئے سیکڑوں مریض آپ کے دم اور دعا سے صحت یاب ہو کر جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بچہ کو آپ کی خدمت میں لایا گیا جو سخت تکلیف کے باعث اپنے سر کو پٹخ رہا تھا آپ نے کچھ دیر اس کی طرف توجہ فرمانے کے بعد ایک کچے گوشت کا ٹکڑا لانے کا حکم دیا۔ جب گوشت آ گیا تو آپ نے اس کو اس لڑکے کے کان کے قریب لے جا کر دم فرمایا جس کے بعد ایک کن کھجورہ اس کے کان سے نکل کر اس گوشت میں پیوست ہو گیا۔ اور وہ لڑکا اسی وقت تندرست ہو گیا۔

اس مریض کے ساتھ ایک اس کا رشتہ دار بھی آیا تھا جو کرامات اولیاء اور دم درود کا قائل نہیں تھا، جب اس نے اپنی آنکھوں سے یہ کرشمہ دیکھا تو وہ اپنے بدعقائد سے تائب ہو کر صدقِ دل سے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو گیا۔

دست گیری:

آپ اپنے چاہنے والوں کو یکساں اپنی مدد اور اپنے کرم سے نوازا کرتے تھے۔ ان کے مشکل وقت میں ان کی دست گیری فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے ایک قریبی عزیز اور ارادت مند حضرت آغا فرخ شاہ کو بعض جوان دوستوں نے شوخی کے طور پر ایک تیز اور سرکش گھوڑے پر سوار کرا دیا اور اس کو اتنا تیز دوڑایا کہ وہ بے قابو ہو گیا لیکن حضرت کی توجہ مبارک سے آپ اس کے شر سے محفوظ رہے اور بحفاظت گھر واپس آ گئے جب آپ گھر پہنچے تو حضرت نے ان کو کچھ کہے بغیر فرمایا کہ آج تو ان لوگوں نے آپ کو ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن خدا کا کرم ہے کہ اس نے آپ کو بچا لیا۔

شاعر مشرق علامہ اقبال نے ان ہی بندگان خدا کی دست گیری اور غیبی امداد کو اپنے اس شعر میں یوں

بیان فرمایا ہے: ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا کار ساز

باطنی توجہات:

آپ کی باطنی توجہات اور روحانی تصرفات کا یہ عالم تھا کہ جس کی طرف ہو جاتی تھیں وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتا تھا، ایک عرب کا بدو آپ کے پاس آیا جب اس نے آپ سے مصافحہ کیا تو آپ کے نرم و ملائم ہاتھوں کو دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ عورتوں جیسے ہاتھ ہیں یہ سن کر آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کی طرف توجہ فرمائی تو وہ اس کی تاب نہ لا سکا اور اسی وقت بے ہوش ہو گیا پھر کافی دیر کے بعد اس کو ہوش آیا۔

اقبال ایسی نگاہوں کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں: ؎

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے تیرا جذب قلندرانہ

آپ کے تو ادنیٰ غلاموں کی یہ شان تھی کہ ان کی روحانی طاقتوں کے سامنے جو چیز آ جاتی تھی وہ پاش پاش ہو جاتی تھی۔ لوگر کے علاقے میں آپ کے ایک کامل الاستعداد خلیفہ تھے۔ جن کا یہ روحانی مقام تھا کہ وہ جب مراقبہ اور اپنے وظائف میں مصروف ہونے کے وقت اپنی انگلی سے اشارہ کر دیتے تھے تو سامنے سے گزرتی ہوئی بلی کی گردن اڑ جاتی تھی، لوگوں نے ان کا یہ حال جب آپ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے توجہ ڈال کر ان کو اس مقام سے نکال دیا کہ کہیں بے خیالی میں ان سے کسی بندۂ خدا کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔

آپ کے روحانی فیوضات سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ اجنہ بھی فیض یاب ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت کے خلفاء بتاتے ہیں جب ہم حضرت سے توجہ اور فیض لے کر باہر آ جاتے تھے اور حضرت اپنے حجرہ میں تنہا عبادت میں مصروف ہو جایا کرتے تھے ہم اندر سے کسی کے چلنے پھرنے کی آوازیں سنا کرتے تھے جو یقیناً قوم اجنہ کے افراد ہوتے تھے جو حضرت سے اکتساب فیض کے لیے آیا جایا کرتے تھے۔

استغنا و بے نیازی:

آپ کے اوصاف وصفات، سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے، آپ کی ذات گرامی اخلاق وشمائل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گاہ تھی، اپنے نبی کے پیارے خلق اور عادات سے آپ کی حیات مبارکہ جگمگا رہی تھی، بالخصوص عرب کی بادشاہت اور جبرائیل کے جواب میں سونے کے پہاڑوں کو پائے حقارت سے ٹھکرانے والے نبی رؤف الرحیم کی صفت استغنا اور بے نیازی کے آپ مظہر اتم تھے۔ اور اس پر یہ واقعہ شاہد ہے کہ ایک روز بادشاہ وقت امیر حبیب اللہ خاں آپ کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا، ظاہر ہے ایک بادشاہ جب کہیں جاتا ہے تو اس علاقے کی انتظامیہ پوری ہل جاتی ہے حفاظتی انتظامات وغیرہ کے باعث ہر طرف ایک ہلچل سی مچ جاتی ہے یہاں بھی بادشاہ کے آنے پر کچھ ایسا ہی منظر تھا، بار بار لوگ آ کر آپ کو بادشاہ کے آنے کی خبر دے رہے تھے، لیکن آپ اس وقت جس عام سی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے اسی طرح بدستور بیٹھے رہے اور بادشاہ کے آنے کی خبر پر آپ نے اپنے کسی معمول اور اپنی کسی ہیئت اور حالت میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی، اتنے میں بادشاہ آپ کی خدمت میں پہنچ گیا اور آپ نے اپنی اسی سابقہ ہیئت اور حالت میں اس سے ملاقات فرمائی اور اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ امیر صاحب! تمہارے آنے کی خبر جب مجھے ملی اس وقت میں اپنے رب سے راز و نیاز میں مصروف تھا، لوگوں نے بار بار مجھے تمہارے آنے کی خبر دی جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ میں تیار ہو کر تم سے ملاقات کروں لیکن مجھے شرم آئی کہ اپنے رب سے تو میں اس حالت میں ملوں اور اس کے بندوں سے ملاقات کے لیے کوئی دوسری حالت بدلوں یہ مجھے گوارا نہ ہوا، اس لیے میں نے تم سے اسی حالت میں، اور ہیئت میں ملاقات کی جس حالت اور ہیئت میں اپنے رب سے مصروفِ راز و نیاز تھا۔

بوریہ پہ بیٹھ کے بادشاہتیں تقسیم کرنے والے کو بادشاہِ وقت کی شان وشوکت اور اس کا کروفر بھلا کب مرعوب اور متاثر کر سکتا تھا۔ ان کی نگاہ میں تو دنیا اپنی تمام ساز وسامان اور حسن ورعنائیوں کے باوجود ایک مچھر کے پر کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

آدابِ طریقت:

حضرت خواجہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ آداب طریقت کا بڑا خیال فرمایا کرتے تھے، کبھی کسی دوسرے بزرگ کے مرید کو اس کی خواہش کے باوجود سلسلہ میں داخل نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ افغانستان کے نائب وزیر عدل جناب محمد امین خوبیانی کے والد ماجد حضرت مولانا اسرائیل پشاوری صاحب جو اس وقت کے ایک بہت بڑے عالم اور صوفی بزرگ گزرے ہیں وہ آپ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت سے بیعت ہونے کی اپنی خواہش کا اظہار کیا آپ اپنا سر جھکا کے اسی وقت مراقبہ میں مصروف ہوگئے اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کے فرمایا، حضرت آخوند پنجوں یہ تمہارے کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا، ہمارے اجداد میں سے ہیں۔ پھر فرمایا، ''حضرت سوات سے تمہارا کیا تعلق ہے؟'' عرض کیا'' وہ ہمارے پیر و مرشد ہیں'' آپ نے فرمایا ابھی اسی وقت یہ حضرات تشریف لائے تھے اور فرما رہے تھے کہ مولانا اسرائیل پشاوری ہمارے آدمی ہیں لہٰذا اب میں آپ کو بیعت نہیں کر سکتا۔

معلوم ہوا جو سچے اور کامل اولیاء اللہ ہوتے ہیں ان کو ایک دوسرے کے قلبی رضا کا بڑا خیال ہوتا ہے۔

حاکمِ وقت کی تربیت:

آپ کی خانقاہ میں عوام و خواص، حکمراں اور رعایا دونوں کی اخلاقی تربیت کی جاتی تھی، چنانچہ یہ واقعہ آپ کی ایسی روحانی اور اخلاقی تربیت کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے جس میں آپ نے بادشاہ وقت کو اپنے جانی دشمن کے خلاف انتقامی کارروائی سے باز رکھ کر عفو و درگزر جیسی حسین اور عظیم خلق کا اسے خوگر بنایا۔

آپ پر محررہ کتب:

افغانستان اور پاک و ہند کے بڑے بڑے علماء و صوفیہ، محققین اور مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں آپ کے احوال اور آپ کی دینی اور روحانی خدمات کا بڑے دل کش پیرایہ میں ذکر کیا ہے اور آپ کی عظمتوں کا اعتراف کیا ہے۔ ان میں سے چند کتابوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱...... انسان الانجاب، مصنفہ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی
۲...... انساب نامون، مصنفہ حضرت پیر غلام رسول جان سرہندی
۳...... باغ عارف، مصنفہ حضرت صوفی سلیمان صاحب

۴......مقامات ارشادیہ، مصنفہ حضرت پیر مقصود احمد عمری

۵......کرامات اہل حدیث

۶......کلیات ابراہیم، مصنفہ حضرت ابراہیم جلیل

۷......سیرت وکارنامہ ہائے جہادی حضرت مجدد الف ثانی، مصنفہ عبدالحفیظ سیرت تالقانی

۸......تاریخ مختصر افغانستان، مصنفہ عبدالحئی حبیبی ۹......تازہ نوائے معارک، عبدالحئی حبیبی

وصال مبارک:

جب امیر حبیب اللہ کو شہید کیا گیا تھا اور گولی اس کے شقیقہ (کن پٹی) پر لگی تھی اسی وقت حضرت ضیائے معصوم نے اپنے شقیقہ مبارک کو پکڑ کر فرمایا تھا: ’’شہید کردندش‘‘ اور آیت مبارک (**قل اللّٰھم مالک الملک**) پڑھی اور اسی درد شقیقہ میں ۱۱ر دن بعد آپ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی ......آپ ایک جہان کو راہِ راست پر لائے، غلاموں کو ان کے آقا کا بھولا ہوا سبق یاد دلا کے بھٹکے ہوے بندوں کو ان کے رب سے ملا کر اب آپ خود اپنے رب کے حضور جانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ جس دن انتقال ہونا تھا اس دن فرمایا:

> مجھے کمرے سے کہیں اور لے چلو کیونکہ یہ بڑا متبرک کمرہ ہے، انبیاء اور اولیاء کی ارواح طیبہ کی آمد ورفت کی وجہ سے بڑا مقدس ہو گیا ہے۔ نہ معلوم آخری وقت میں میرے ساتھ کیا معاملہ ہو میں نہیں چاہتا کہ اس کمرہ کے ادب واحترام میں کوئی فرق آئے لہٰذا کسی اور جگہ مجھے لے چلو تاکہ وہاں بے فکر ہو کر جان جان آفریں کے سپرد کر دوں۔

اس کمرہ کے ادب واحترام کو قائم رکھنے کی خاطر آپ نے اس کمرے کو مسجد کی حدود میں شامل فرمادیا اور دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔ وہاں کچھ دیر ذکر الٰہی کیا اور پھر اس جگہ کو بھی چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے جنت کی پر بہار فضاؤں میں انتقال فرما گئے......**انا للہ وانا الیہ راجعون**

آپ کا وصال مبارک ۲۹ر جمادی الاول ۱۳۳۷ھ کو ہوا......

جان عزیز کرتے ہیں تم پر نثار ہم
دل کس شمار میں ہے، جگر کس حساب میں ہے

مزارشریف:

آپ کے آبائی علاقہ چہار باغ صفا میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا، آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ پیر غلام محمد صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مزار پر ایک عظیم الشان گنبد تعمیر کروایا۔ آپ کے مزار شریف کی تعمیر کا جب آغاز ہوا تو اس وقت کے بادشاہ اسد امان اللہ خاں غازی نے حصول سعادت کے لیے ساٹھ ہزار روپے کا نذرانہ برائے تعمیر مزار پیش کیا لیکن آپ کے صاحب زادے نے رقم قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ حضرت کا مزار ہم اپنی جیب خاص سے خود بنائیں گے۔ چنانچہ چار ایکڑ زمین پر مزار شریف اور مدرسہ کی تعمیر آپ نے فرمائی۔ جس میں روحانی فیض کے ساتھ ساتھ علم ظاہری کے فیضان کا سلسلہ بھی شروع ہوا اور بے شمار مخلوق خدا اس سے فیض یاب ہوئی اس دینی مدرسہ سے فراغت حاصل کرنے والے طلباء شرق وغرب میں پھیل کر قرآن کے نور سے عالم کو روشن ومنور کرنے میں مصروف ہوگئے۔

لوحِ مزار:

آپ کے لوح مزار پر کندہ یہ اشعار آج بھی آپ کی عظمت وسطوت کی داستان بیان کر رہے ہیں۔

ولی خاص خدا حضرت ضیائے معصوم
کہ بود صاحبِ فضل و علوم بے پایا
مجددیہ نسب ، نقشبندیہ مشرب
محیطِ علم و ادب مقتدائے اہلِ جہاں
مرید و معتقد و مخلصش شدند بسے
ز مردمِ عرب و ہند و ترکی و افغاں
ندید درگہ شاہ و وزیر اہلِ دول
اگرچہ بر در آمدند بوسہ زناں

اولاد امجاد:

حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی شادی حضرات سوات یعنی علاقہ سوات کے ایک علمی اور روحانی

مجددی خاندان میں ہوئی۔ آپ کی زوجہ محترمہ نہ صرف یہ کہ مکمل حافظہ قرآن تھیں بلکہ بڑی عابدہ اور زاہدہ بھی تھیں۔ ان کے شب و روز تلاوتِ قرآن، درود و استغفار اور دیگر عباداتِ الٰہیہ میں بسر ہوتے تھے۔

جہاں ماں اور باپ دونوں ولایت کے آفتاب و ماہتاب ہوں وہاں پھر کیوں نہ ان کی گود میں معرفت و طریقت کے کواکب تاباں چمکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دو صاحب زادے ہوئے۔

(۱) ایک حضرت شاہ غلام قادر (المعروف بہ حضرت شہزادہ جاں آغا رحمۃ اللہ علیہ)

(۲) اور دوسرے حضرت شاہ غلام محمد (المعروف بہ حضرت میاں جی جان آغا رحمۃ اللہ علیہ)

دونوں صاحبزادے حقیقت و معرفت کی اوجِ ثریا پر پہنچے اور آسمانِ ولایت کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ۷۔

(۴)

خواجہ ظہور اللہ

☆☆

حضرت خواجہ ظہور اللہ علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ ضیائے معصوم مجددی کابلی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری پشت میں ہیں یعنی آپ کے حقیقی دادا تھے، آپ حضرت قیوم جہاں حضرت خواجہ محمد صفی اللہ مجددی علیہ الرحمۃ کے چھٹے صاحبزادے ہیں، جو بچپن میں اپنے والد ماجد کے نہایت لاڈلے اور محبوب تھے...... حصول تعلیم کے بعد علم و عرفان کی تجلیوں سے خوب بہرہ ور ہوئے، ہزاروں انسان آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے، کابل میں وصال فرمایا اور چار باغ صفا جلال آباد میں مزار مبارک مرجع عام ہے۔ اولاد امجاد میں چار فرزند ہوئے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱...... میاں فدائے معصوم

۲...... میاں گدائے معصوم

۳...... میاں عطائے معصوم

۴...... میاں سید احمد ۸

(۵)

شاہ عبدالباقی

☆☆

آپ حضرت خواجہ شاہ محمد صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ صاحب زادوں میں سے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں ''انساب الانجاب'' میں حضرت خواجہ محمد حسن جان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے متعلق دومختلف روایتیں ہیں ایک روایت کے مطابق آپ کی والدہ حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھیں۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق آپ کی والدہ حضرت احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھیں۔ اسی طرح آپ کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپ کے والد گرامی کے وصال کے وقت آپ کی عمر کیا تھی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی عمر اس وقت دو سال تھی۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق آپ کی عمر چودہ سال کی تھی۔ جبکہ آپ والد کی طرف سے فاروقی اور مجددی ہیں۔ ان ہی نسبتوں کی وجہ سے آپ اپنے والد گرامی کو بچپن سے ہی بہت محبوب تھے وہ اپنے اس سب سے چھوٹے صاحبزادے پر خصوصی شفقت و مہربانی فرمایا کرتے تھے...... آپ کے تمام برادرانِ گرامی شریعت وطریقت اور علومِ ظاہری و باطنی سے آراستہ وپیراستہ اپنے والد گرامی کے صحیح خلف تھے۔ حضرت خواجہ عبدالباقی نے اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد جب ہوش سنبھالا تو اپنے ان ہی عالم وعارف برادران گرامی سے علومِ ظاہری وباطنی حاصل کیے اور ان ہی سے سلوک کے مراتب طے کر کے معرفت کا اعلیٰ مقام حاصل کیا۔

انساب الانجاب کی روایت کے مطابق آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ محمد صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے ایک خاص خلیفہ مخدوم محمد ابراہیم سے فرمایا تھا کہ ہماری خاص نسبتوں کا امین ہمارا سب سے چھوٹا بچہ میاں عبدالباقی ہوگا اور ان کے نام کی ایک مہر بھی بنوا کر مخدوم محمد ابراہیم کو دی اور فرمایا کہ تم اس کی بہار نہیں دیکھ سکو گے۔ البتہ تمہارا لڑکا مخدوم محمد ہاشم اس کی صحبت سے ضرور فیض یاب ہوگا لہٰذا ہماری یہ امانت یعنی مہر اس کے سپرد کرنا تاکہ ہمارے اس جانشین کو پہنچا دے۔ انگوٹھی میں جو مہر آپ نے اپنے اس چھوٹے صاحبزادے میاں عبدالباقی کے لیے کندہ کرائی تھی اس میں خود آپ کا کہا ہوا یہ شعر تھا......

بہار در گزر است و شتاب کن ساقی
زگلستانِ صفی ماند یک گلے باقی

حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے جو شجرہ ہائے طریقت ہیں ان میں سے بعض میں صرف حضرت خواجہ عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے جبکہ بعض شجروں میں حضرت خواجہ صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت خواجہ ظہور اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی ہے۔ حضرت خواجہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے دستِ اقدس سے لکھ کر حضرت شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ کو جو شجرہ طریقت عطا فرمایا تھا، اس میں بھی صرف حضرت خواجہ عبدالباقی کا اسم گرامی ہے جبکہ بعض شجروں میں حضرت خواجہ ظہور اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت خواجہ محمد صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ وصیت فرما کے اپنی خاص نسبتوں کا امین اور جانشین حضرت خواجہ عبدالباقی کو فرمایا تھا اور اپنے خادم کو اپنی خاص مہر بھی ان ہی کو دینے کی ہدایت کی تھی اس لیے بعض شجروں میں حضرت خواجہ صفی اللہ شاہ کے بعد حضرت عبدالباقی کا براہ راست ذکر کر دیا گیا ہے۔

جب کہ بعض روایات کے مطابق حضرت خواجہ محمد صفی اللہ کا جس وقت وصال ہوا اس وقت آپ کی عمر صرف دو سال کی تھی۔ ظاہر ہے یہ عمر نہ بیعت ہونے کی ہے اور نہ اکتسابِ فیض کی ہے تو یقیناً جب آپ بڑے ہوئے ہوں گے تو اپنے برادرانِ گرامی سے بیعت حاصل کی ہوگی اور جیسا کہ روایات سے ثابت ہے کہ آپ نے ان سے اکتساب فیض بھی کیا لہٰذا اس کو دیکھتے ہوئے بعض شجروں میں حضرت خواجہ ظہور اللہ کا اسم گرامی بھی آ گیا ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے حضرت عطائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی حضرت شاہ ظہور اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی ہو اور اپنے چچا حضرت شاہ عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی ہو اس لیے بعض شجروں میں صرف ایک نام ہے اور بعضوں میں دونوں نام ذکر کر دیے گئے۔

بہرحال حضرت خواجہ عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی کی نسبتوں کے صحیح امین تھے۔ آپ بہترین شاعر بھی تھے اور تخلص باقی رکھتے تھے۔ ربیع الاول کے آخر میں ۱۲۸۴ھ میں کابل میں آپ کا وصال ہو گیا جبکہ ''انساب الانجاب'' کی روایت کے مطابق آپ کا ۱۲۸۵ھ میں کابل میں وصال ہوا۔ آپ حضرت شور بازار کابل کے جد امجد ہیں آپ نے اپنے بعد تین صاحبزادے چھوڑے ہیں۔

۱......حضرت غلام حیدر	(م۔ ۱۳۰۵ھ)
۲......حضرت غلام صدیق	(م۔ ۱۳۰۵ھ)

۳...... حضرت غلام عمر مجددی (م۔ ۱۲۹۰ھ)

شور بازار کے مشہور بزرگ شمس المشائخ حضرت فضل محمد مجددی آپ ہی کی اولاد میں حضرت غلام قیوم بن حضرت غلام صدیق کے صاحبزادے ہیں، اور حضرت نور المشائخ حضرت فضل عمر مجددی بھی حضرت غلام قیوم بن حضرت غلام صدیق کے صاحبزادے ہیں۔ یہ دونوں حضرات اور ان کا خاندان علمی وعملی کمالات اور دینی ودنیاوی وجاہت ومرتبہ کے لحاظ سے بڑا بلند مقام اور بڑی کثیر شہرت رکھتے ہیں۔

(۶)

خواجہ عطائے معصوم

☆☆

حضرت خواجہ عطائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں ظہور اللہ کے تیسرے صاحبزادے ہیں اور حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی ہیں۔ آپ بڑے عالم وعارف اور نہایت متقی وپرہیزگار تھے، اپنے آباؤ اجداد کی علمی اور روحانی امانتوں کے صحیح امین اور وارث تھے۔

آپ نے دو شادیاں فرمائیں جن سے چار صاحبزادے تولد ہوئے۔

۱...... حضرت ضیائے معصوم

۲...... حضرت میاں محمد امین

۳...... حضرت میاں غلام جیلانی

۴...... حضرت میاں محمد سعید

حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی پہلی زوجہ محترمہ کے بطن سے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد جب حضرت خواجہ عطائے معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوسری شادی فرمائی تو حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بھی حقیقی ماں جیسا مرتبہ دیا، اور ان کے ساتھ اسی ادب واحترام کا سلوک کیا جس طرح آپ اپنی حقیقی والدہ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ اور ان کی تعظیم وتکریم میں سرِ مو فرق نہیں آنے دیا یہ بھی آپ کی روحانی عظمت اور کمال کی ایک روشن مثال ہے۔

حضرت خواجہ عطائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے میاں محمد امین لاولد فوت ہوئے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ جبکہ تیسرے صاحبزادے میاں غلام جیلانی کے دو صاحبزادے میاں غلام ربانی

اور میاں عبداللہ تولد ہوے۔ جبکہ چوتھے صاحبزادے حضرت میاں محمد سعید سلسلہ عالیہ قادریہ کے بہت کامل بزرگ ہوے اور ان کو اس زمانہ کے ایک بڑے باکمال سلسلہ قادریہ کے بزرگ حضرت اخوند صاحب صوات کے خلیفہ جناب ملا نجم الدین صاحب سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

الغرض حضرت خواجہ عطائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سارا گھرانہ اور آپ کے آباؤ اجداد اور ان کی اولاد امجاد سمیت یہ سارا خاندان مجددیہ علم و عرفان کی نکہتوں سے عنبر فشاں اور فضائلِ ظاہری اور کمالاتِ باطنی کے انوار وتجلیات سے ضوفشاں تھا۔ کیوں نہ ہو۔! حضرت خواجہ باقی باللہ نے حضرت امام ربانی کی اولاد کو اسرارِ الٰہی، اور شجرہ طیبہ قرار دیتے ہوے دعا دی تھی کہ یہ درخت خوب اچھی نشوونما پائے اور عمدہ برگ وبار لائے۔ چنانچہ اپنے ایک مکتوب میں آپ نے فرمایا:

فرزندان آں شیخ اطفال اند اسرار الٰہی اند، بالجملہ شجرہ است

انبتہ اللہ نباتا حسنا...... قرائے باب اللہ اند دلہائے عجب دارند[9]۔

ایک ولی کامل کے قلم سے نکلی ہوئی یہ دعا مقبول ہوئی اور اس مصرعہ کا مصداق ہوگئی۔

جو شاخ شجر پھوٹی پھولوں سے بھری نکلی

حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر جو آپ نے ''ساقی نامہ'' میں فرمایا تھا حضرت امام ربانی کی اولاد امجاد پر خوب صادق آتا ہے کہ ؎

ایں سلسلہ از طلائے ناب است
ایں خانہ تمام آفتاب است[10]

(۷)

غلام احمد مجددی شاہ آغا جان

☆☆

آپ کا اسم گرامی غلام احمد تھا لیکن حضرت شاہ آغا جان کے لقب سے معروف ومشہور تھے۔ حضرت پیر غلام محمد مجددی کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے جو آپ کے بعد آپ کے جانشیں ہوے۔

آپ کی ولادت باسعادت اپنے آبائی علاقہ چہار باغ صفا (افغانستان) میں ہوئی۔ بچپن سے ہی

آثارِ ولایت آپ کے چہرے سے عیاں تھے آپ کی ولادت سے قبل آپ کی آمد کی پیش گوئیاں کردی گئی تھیں۔

علمِ ظاہر:

علوم ظاہری کی ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے زمانہ کے معروف عالم حضرت مولانا محمد اسماعیل کاموی سے چہار باغ صفا میں حاصل کی جبکہ ہندوستان کے معروف عالم دین مولانا محمد یاسین سے آپ نے علومِ ظاہری کی تکمیل فرمائی۔

علمِ باطن:

اپنے والد گرامی سے بیعت ہوئے اور ان ہی کے زیر تربیت رہ کر علوم باطنی کی تکمیل کی اور معرفت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے آپ کے والد نے آپ کو تمام سلاسل میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمادیا تھا۔

مقام ومرتبہ:

علمی اور روحانی طور پر آپ کی ایسی ذات گرامی تھی جس پر نہ صرف اس آستانہ کے مریدین ومخلصین کو ناز تھا بلکہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی تمام اولاد امجاد کے لیے آپ باعثِ فخر تھے۔ آپ کی روحانی خدمات کو کبھی نہیں بھلایا جاسکتا۔

اسیری:

افغانستان کی ملحد حکومت نے ترکئی اور امین کے زمانۂ اقتدار کے دوران آپ کو گرفتار کیا اور آپ کے برادر نسبتی کے تین صاحب زادے جناب حامد شاہ غاسی، جناب ممتاز شاہ غاسی اور جناب نواز شاہ غاسی جو جناب ڈاکٹر محمد انور شاہ غاسی کے صاحبزادگان تھے ان کو بھی گرفتار کرلیا جو اس وقت آپ کے ہمراہ تھے، ان سب حضرات کے بارے میں ابھی تک کوئی یقینی خبر معلوم نہیں ہوسکی کہ کہاں ہیں[۱۱]۔

(۸)

شاہ غلام قادر

☆☆

آپ حضرت خواجہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں جو حضرت شہزادہ جان آغا

کے نام سے مشہور و معروف تھے۔ آپ نے علومِ ظاہری کی تکمیل حضرت مولانا غلام حیدر شاہ صاحب سے کی جو حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ اور اس وقت کے مقتدر علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ علومِ باطنی کی تکمیل آپ نے اپنے والد گرامی سے کی اور ان ہی سے تینوں طریقوں میں اجازت وخلافت حاصل کر کے مخلوقِ خدا کو خوب فیض پہنچایا۔ اس وقت خانقاہ شریف کی تمام خدمات اور اسکے تمام انتظامات آپ ہی کے سپرد تھے۔ اور آپ ہی زیر نگرانی انجام پاتے تھے۔ آپ نہایت خلیق اور بڑے بلند اخلاق کے مالک تھے۔ انتہائی خوش خلق اور لوگوں پر بہت شفقت ومحبت فرمانے والے فرشتہ صفت انسان تھے۔ آپ کے والد گرامی آپ سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی عبادت وریاضت اور مخلوقِ خدا کی ہدایت اور خدمت میں گزاری۔ بادشاہ، امراء، رؤساء، فقراء، غرباء، صوفیہ اور علماء الغرض ہر طبقہ میں آپ یکساں مقبول تھے۔ اور ہر ایک آپ کی عزت کرتا تھا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر روحانی فیض حاصل کرتا تھا۔ آپ سے بہت سی خرق عادات اور کرامات کا بھی ظہور ہوا۔ آپ شریعتِ مطہرہ پر سختی سے کاربند تھے اور خلقِ خدا کو بھی شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی تلقین وتاکید فرمایا کرتے تھے۔ ہزار ہا لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔

آپ اپنے والد گرامی کو بہت محبوب اور عزیز تھے۔ ایک دفعہ آپ تعلیم کی غرض سے کہیں شہر سے باہر تشریف لے جارہے تھے تو اپنے والد گرامی کی خدمت میں رخصت ہونے کے لیے آئے۔ آپ نے اپنے اس محبوب لختِ جگر کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا ”جاؤ تم کو خدا کے سپرد کیا“......وہ رخصت ہوکر سفر پر روانہ ہوگئے۔ ابھی آپ کچھ ہی دور گئے تھے کہ کسی سوار نے آکر حضرت کو خبر دی کہ آپ گھوڑے پر سے گر گئے ہیں اور آپ کا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے، حضرت نے فرمایا:

> میرے بیٹے کو یہ تکلیف میری وجہ سے پہنچی ہے کیونکہ وہ مجھ سے رخصت ہوکر جارہا تھا تو اس وقت میں نے اس کو کہا تھا کہ ”جاؤ تمہیں خدا کے سپرد کیا“......لیکن پدری محبت سے مجبور ہوکر میرا خیال بار بار اس ہی کی طرف لگا رہا تھا اور اس کو بار بار دیکھتا رہا کہ وہ خیریت سے جارہا ہے یا نہیں......خدا کو ہمارا یہ انداز پسند نہیں آیا کہ جب ہمارے سپرد کر دیا پھر اس کی طرف سے فکرمند ہونے اور تشویش میں مبتلا ہونے کی کیا ضرورت تھی۔

لیکن رب کو بھی اپنے اس محبوب ومقبول بندے حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی ابھی اور بھی آزمائش مطلوب تھی، ابھی اس سے بھی زیادہ سخت امتحان ان کا مقصود تھا چنانچہ آپ کا یہی قابل ولائق صاحب زادہ علم اور عمر کے شباب کی منزل کو پہنچا یعنی جب ان کی چالیس سال کی عمر ہوئی تو آپ اپنے نہایت شفیق اور بے حد پیار کرنے والے بوڑھے والد گرامی کو چھوڑ کر ان کی دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے، ذرا غور فرمائیے کہ جس والد گرامی کو اپنے اس چہیتے بیٹے سے اتنی محبت ہو کہ چند لمحوں کی جدائی بھی برداشت نہ ہوتی ہو اور سفر پر روانہ کرنے کے بعد مسلسل ان کی طرف توجہ فرماتے رہے، جب یہ آپ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہوئے ہوں گے اس وقت آپ کے قلب پر کیا بیتی ہوگی۔ کسی شاعر کا یہ کلام آپ کے اس وقت کے قلبی احساسات وجذبات کی عکاسی کرتا ہے...... ؎

اے وائے کہ رفت راحتِ جان و تنم
ہم طاقت و ہم صبر رمید از بدنم
یارب ز کجا رسید ایں بادِ سموم
وا سوخت تمام برگ و بارِ چمنم

لیکن آپ اس لرزہ خیز امتحاں سے بھی بڑی ثابت قدمی کے ساتھ گزر گئے۔ زبان پر کوئی شکوہ نہ آیا۔ چونکہ یہ بڑا سخت وقت تھا اور یہی کڑا امتحان تھا کسی وقت بھی پیارے اور حسین بیٹے کی یاد اور جدائی صبر کے بندھن توڑ سکتی تھی، پائے استقلال میں لغزش لا سکتی تھی اس لیے حضرت نے اور آپ کی اہلیہ یعنی صاحب زادہ والا شان کی والدہ محترمہ نے یہ احتیاط فرمائی کہ انتقال کے وقت اس کمرہ سے دور چلے گئے کہ کہیں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے اور اپنے رب کے حضور کوئی بے ادبی کا کلمہ کہیں زبان سے نہ نکل جائے......

کچھ دیر کے بعد جب آپ کو اس عظیم صاحب زادے کے انتقال کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا...... ''آوازِ کلنگ راشش ماہ پیش در قبرش شنیدہ بودم''...... یعنی چھ ماہ پیش تر ہی ہم نے اس کی قبر میں کدال کی آواز سن لی تھی یعنی اس انجام کا ہمیں چھ ماہ قبل علم ہو چکا تھا لیکن رب کی رضا میں ہم راضی ہیں۔ ؎

جفائے دوست کی لذت کو غیر کیا جانے
یہ تیرا کرم کہ چنا مجھ کو امتحاں کے لیے

۲۳ر ذی قعد ۱۳۳۳ھ بروز پیر حضرت شاہ غلام قادر رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت کے سامنے ہی وصال ہوگیا۔ انہوں نے ہی نماز جنازہ پڑھائی آج جہاں چہار باغ صفا میں حضرت کا مزار ہے اسی گنبد کے نیچے آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

اولاد:

حضرت شاہ غلام قادر عرف حضرت شہزادہ جان آغا رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ صاحب زادے اور دو صاحبزادیاں تھیں، صاحبزادگان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱..... حضرت شیریں جان آغا
۲..... حضرت میاں گل جان آغا
۳..... حضرت خواجہ جان آغا
۴..... حضرت مختار جان آغا
۵..... حضرت سلطان جان آغا

یہ پانچوں صاحبزادگان اپنے زمانہ کے بڑے صاحب بصیرت بزرگ اور بڑے صاحبِ علم اور کمال ہوے ہیں۔ ان حضرات نے اپنی زندگی میں عوام اور مخلصین کی بڑی خدمت فرمائی۔ مخلوقِ خدا کی رہبری وہدایت فرمائی اور ان کو صحیح معنوں میں خدا کا بندہ اور نبی کا سچا غلام بنادیا۔ ان حضرات نے افغانستان کی جنگِ آزادی کی تحریک میں انگریزوں کے خلاف بڑھ چڑھ کر عملی طور سے حصہ لیا۔ بالخصوص حضرت شاہ شیریں جان آغا رحمۃ اللہ علیہ جو حافظِ قرآن بھی تھے، انہوں نے اس جہاد میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں اس کے باعث تاریخ افغانستان میں آپ کا نام سرفہرست ہے۔ آپ کی یہ بھی ایک اہم خدمت تاریخ افغانستان میں ہمیشہ یادرکھی جائے گی کہ جن لوگوں کو انقلابِ افغانستان کے دوران عوام سزا دینا چاہتے تھے اور انہوں نے حضرت کے پاس آکر پناہ لی، اور آپ سے اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر معافی کے خواستگار ہوے تو آپ نے ان کو پناہ دیکر معاف فرمادیا۔ اور پھر افغانستان کے عوام نے بھی آپ کے ارشاد پر ان کی معافی کا اعلان کردیا۔ اس طرح بہت سے لوگ سزا اور قتل عام سے بچ گئے اور ایک بار پھر فتح مکہ میں "لا تثریب علیکم الیوم" فرما کے اپنے دشمنوں کو عام معافی دینے والے نبی رحمت کے عفوودرگزر کی یاد پھر سے تازہ ہوگئی۱۲۔

(۹)

پیر غلام قادر مجددی

☆☆

حضرت پیر غلام قادر مجددی پشاور کے قبائلی علاقہ سے متصل علاقہ تیرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں تمام زندگی رُشد و ہدایت میں گزار دی۔ آپ اپنے وقت کے اولیائے کرام میں ممتاز تھے۔ آپ کی خانقاہ آج بھی ''بھرواں شریف'' کے نام سے معروف ہے...... آپ حضرت خواجہ ضیائے معصوم کابلی مجددی علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ تھے...... آپ کی طرح آپ کے صاحبزادہ حضرت پیر بہاء الحق بھی اپنے وقت کے کاملین میں سے تھے جو کہ حضرت ضیائے معصوم کابلی کے فرزند حضرت خواجہ غلام محمد مجددی سے بیعت تھے اور ان ہی سے خلافت و اجازت بھی حاصل تھی۔

(۱۰)

صدر المشائخ مولانا فضل عثمان فاروقی مجددی

☆☆

صدر المشائخ حضرت مولانا پیر فضل عثمان مجددی ابن حضرت نور المشائخ مولانا فضل عمر المعروف بہ ملا شور بازار (متولد ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء، متوفی ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء) قدس سرہما ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ اگست ۱۹۰۱ء میں شور بازار کابل میں خاندانِ مجددیہ میں پیدا ہوئے آپ کے جدِ امجد سلسلۂ عالیہ مجددیہ کے برگزیدہ بزرگ حضرت مولانا غلام قیوم قدس سرہ نے آپ کی پرورش فرمائی۔ سنِ شعور کو پہنچنے پر شور بازار کابل کے مشہور مدرسہ مجددیہ میں داخل ہوئے اور اپنے دور کے ممتاز افاضل سے علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔ منازلِ سلوک طے کرنے کے لیے والدِ گرامی حضرت نور المشائخ کے دستِ اقدس پر طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ میں بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

دوسری جنگِ عظیم میں والد ماجد کے ہمراہ جنوبی افغانستان میں تل کے مقام پر انگریزوں کے خلاف عملی جہاد میں حصہ لیا۔ ان حضرات کی برکت اور فضلِ ایزدی سے انگریزوں کو شکست تسلیم کرنا پڑی اور افغانستان کو حقیقی آزادی نصیب ہوئی۔ جب بچہ سقہ نے غازی امان اللہ کے خلاف بغاوت کی تو حضرت

۱۵ر ربیع الاول ۱۳۹۳ھ ۱۸ر اپریل ۱۹۷۳ء کو دن کے ایک بجے حضرت صدر المشائخ پیر فضل عثمان مجددی قدس سرہ کا وصال ہوا۔ ۱۶ر ربیع الاول کو ایک خاص چارٹرڈ طیارے کے ذریعے آپ کے جسدِ مبارک کو کابل پہنچا دیا گیا جہاں آپ کو آپ کے والدِ ماجد کے مزارِ انور کے پہلو میں خانقاہِ عالیہ مجددیہ، قلعہ جواد میں سپردِ خاک کر دیا گیا[15]۔

مولانا سید شریف احمد شرافت نے قطعۂ تاریخِ وصال کہا ۔

شد ز دنیا چوں سوئے دارالخلد آں شہنشاہِ ذروۂ ثقلین
نسلِ پاکِ مجدد سرہند ابنِ فضلِ عمر، مہِ حسنین
آنکہ صدرِ مشائخ دیں بود محرمِ رازِ سیّدِ کونین
فیض و رشدش بہ کابل و لاہور فخرِ فاروق و مظہر سبطین
سالِ ترحیلِ وے شرافت گفت
"فضلِ عثمان، قبلۂ دارین"
۷۳ ۱۹ء

ولہٗ ایضاً

☆☆

بگو ترحیصِ آں فخر المشائخ
کہ "محبوبِ جہاں صدر المشائخ"[16]
۹۳ ۱۳ھ

دیگر مادۂ تاریخ

"حاجی ہادی غفرہ اللہ"
۹۳ ۱۳ھ

حضرت مولانا فضل عثمان مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد اُن کے فرزند ارجمند پیرِ فضل الرحمٰن

مجددی مدظلہ (متولد ۲۲؍ربیع الاول ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) کو مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابوالبرکات قادری (م۔ ۳۰؍شوال ۱۳۹۸ھ ۲۴؍دسمبر ۱۹۷۸ء) نے پاکستان اور افغانستان کے علماء و مشائخ کی متفقہ رائے سے بدر المشائخ کا خطاب دیا اور دستار بندی کرائی۔

☆......☆......☆

حواشی:

۱...... محمد اکبر اعوان: شاہ احمد رضا بریلوی افغانی، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء، ص۔ ۱۷، بحوالہ پٹھانوں کی اصلیت اور ان کی تاریخ از روشن خان

۲...... ایضاً، ص۔ ۲۲، بحوالہ حاجی محمد زردار خان ناغر، صولتِ افغانی، ص۔ ۳۱۳

۳...... ایضاً، ص۔ ۲۱

۴...... ابوالخیر محمد زبیر، ڈاکٹر: تجلیاتِ ضیائے معصوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء، ص۔ ۲۰

۵...... امیر شاہ قادری، سید: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، مطبوعہ پشاور، ص۔ ۱۰۲

۶...... ابوالخیر محمد زبیر، ڈاکٹر: تجلیاتِ ضیائے معصوم، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء

۷...... ماخوذ از، ایضاً ۸...... ایضاً، ص۔ ۲۱، ۲۲

۹...... باقی باللہ، خواجہ، مکتوباتِ خواجہ باقی باللہ، ص۔ ۶۵

۱۰...... تجلیاتِ ضیائے معصوم، ص۔ ۲۲، ۲۳

۱۱...... ایضاً، ص۔ ۱۴۲ ۱۲...... ایضاً، ص۔ ۱۳۲

۱۳...... محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہلِ سنت پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص۔ ۳۸۴، بحوالہ مولانا ممتاز الحق مجددی، تذکرۂ حیات صدر المشائخ، ص۔ ۶، ۷

۱۴...... محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء ص۔ ۴۴۸

۱۵...... تذکرۂ حیات صدر المشائخ، ص۔ ۷

۱۶...... تذکرہ اکابر اہلِ سنت پاکستان، ص۔ ۳۸۷

☆......☆......☆

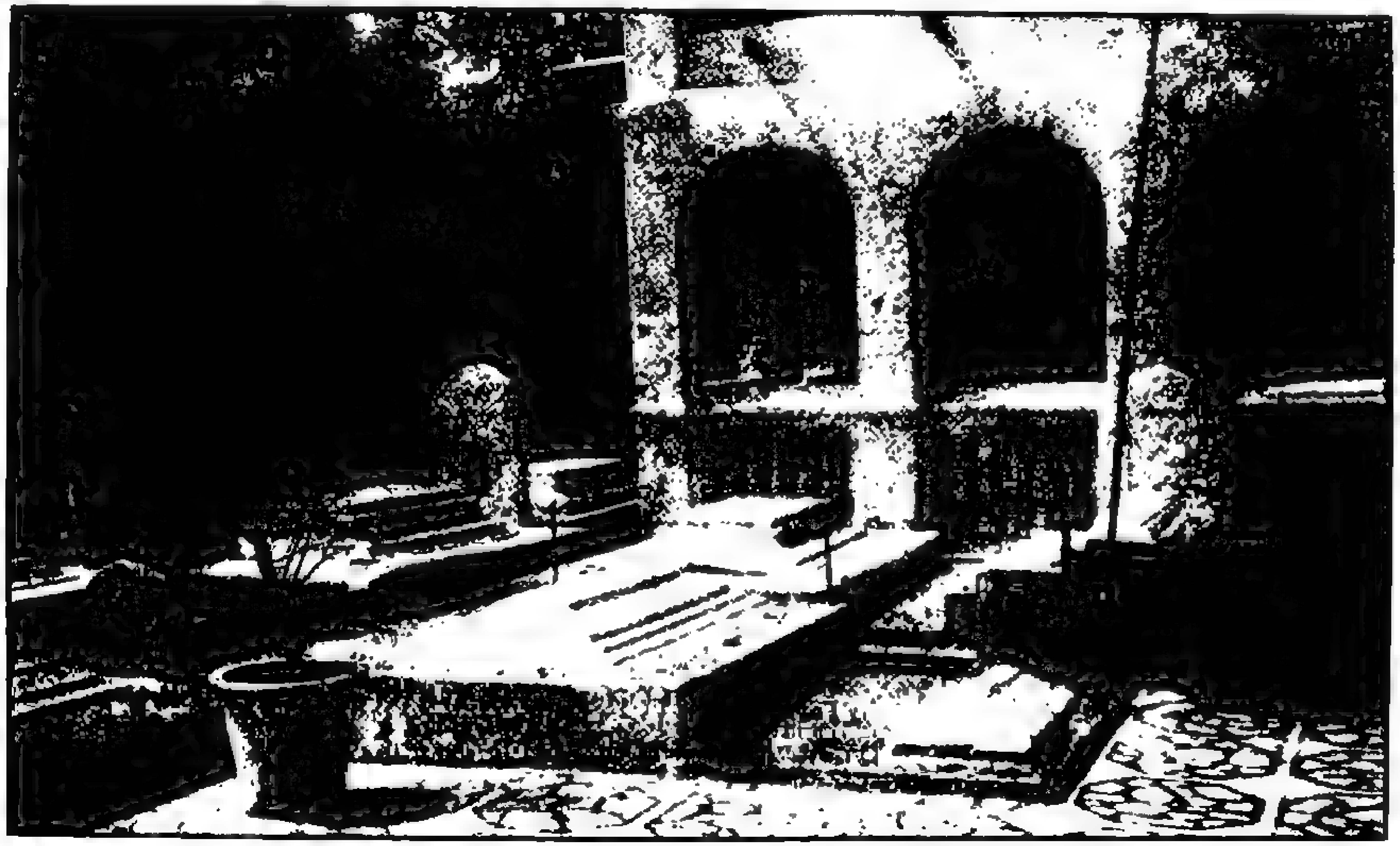

شاہانِ افغانستان کے مزارات (احاطہ روضہ شریف)

سرہند شریف۔ بھارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

شاہانِ کابل اور افغانستان سرہند میں

صاحب زادہ سید محمد عاشق حسین مجددی

☆☆

شاہان کابل کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی نسبت وارادت تھی اسی بناء پر مندرجہ ذیل بادشاہوں کے مقابر خانقاہ عالیہ مجددیہ سرہند شریف میں موجود ہیں۔

تیسرا افغان بادشاہ

۱۷۹۳ء تا ۱۸۰۰ء احمد شاہ ابدالی (درانی) ۱۷۴۷ء/۱۷۷۳ء کے پوتے شاہ زمان شاہ کا خوبصورت مقبرہ نواب محمد کلب علی خاں والی ریاست رام پور نے تعمیر کرایا جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ شریف کے جنوب کی طرف واقع ہے۔

پانچواں افغان بادشاہ

۱۸۰۳ء تا ۱۸۰۹ء شاہ شجاع جو فقیر (سید محمد عاشق حسین مجددی سرہندی) کے حقیقی جدامجد حضرت سید عبدالرحیم المعروف میر لالہ شاہ نقشبندی غازی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص ارادتمند تھا اور آپ نے شاہ شجاع کے نام کئی ایک مکتوب تحریر فرمائے، ایک مکتوب میں تحریر فرمایا

> ''باجماع کثیر از فضل الٰہی جل شانہ، چہار پنج ہزار آدم جان فدا داخل لشکر فیروزی اثر کردد''۔

آٹھواں افغان بادشاہ

۱۸۷۹ء تا ۱۸۸۰ء شاہ زمان کے پوتے امیر محمد یعقوب خاں کا مرقد سفید سنگِ مرمر کا بنا ہوا جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ شریف کے اندر مغرب کی طرف واقع ہے۔

دسواں افغان بادشاہ

۱۹۰۱ء تا ۱۹۱۹ء امیر حبیب اللہ خاں جو حضرت خواجہ ضیائے معصوم مجددی جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا[1]۔ جب خانقاہ عالیہ مجددیہ میں زیارت کے لیے حاضر ہوا تو اس وقت فقیر (سید محمد عاشق حسین مجددی سرہندی) کے والد ماجد حضرت سید امیر محمد شاہ سجادہ نشین کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا جو آپ نے قبول نہیں فرمایا، واپس کر دیا، بادشاہ نے وہ نذرانہ فقیروں میں تقسیم کر دیا۔

افغان جرنیل

جرنیل عبدالرحمٰن خاں کا مرقد سنگ مرمر کا بنا ہوا معصومی باغ میں سرہند شریف میں واقع ہے۔

تیرھواں افغان بادشاہ

۱۹۳۳ء تا ۱۹۵۸ء محمد ظاہر شاہ ۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء میں ہندوستان خانقاہ عالیہ مجددیہ سرہند شریف میں زیارت کے لیے حاضر ہوا جو حضرت شیر آغا نور المشائخ صاحبزادہ فضل عمر[2] مجددی کابلی کا مرید تھا۔

☆……☆……☆

حواشی

[1] ……حضرت قطبِ زمان ضیاء معصوم المعروف حضرت صاحب چہار باغ صفا علاقہ جلال آباد (افغانستان) کی وفات ۲۹ رجمادی الاول ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ط

[2] ……وفات بروز ہفتہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۷۶ھ بعد نماز فجر بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہوئے اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھارے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ط اور آپ کا روضہ شریف متصل مسجد و خانقاہ مجددیہ قلعہ جواد کابل میں زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

دہلی کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

مولانا جاوید اقبال مظہری
(بی۔اے، ایل۔ایل۔بی)

☆☆

دہلی صدیوں سے حضرات اولیاء اللہ کا مرکز رہی ہے، ممکن ہے یہاں حضرات انبیاء علیہم السلام بھی تشریف لائے ہوں جب کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مکتوبات شریف میں ارشاد فرمایا یہی مقدس سرزمین ہے جہاں زیرزمین نقشِ پائے مصطفٰی ﷺ پایا گیا، یہ وہ مبارک سرزمین ہے جہاں حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو باطنی فضائل وکمالات سے مشرف فرمایا، یہی وہ مقدس سرزمین ہے جہاں حضرت مجدد الف ثانی پانچ بار حاضر ہوئے، یہی وہ مبارک سرزمین ہے جہاں قافلہ سالار سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ اور آپ کے خلفاء کے مزارات ہیں، یہی وہ مقدس سرزمین ہے جہاں اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ کی درخواست پر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے پوتے خواجہ سیف الدین علیہ الرحمۃ تشریف لائے منازل سلوک طے کرائے اور برصغیر میں نظام مصطفٰی کے نفاذ کی راہ ہموار کی۔ جس مقدس سرزمین میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے کاملین وکلاء فرما رہے ہیں، یہاں ہم چند کاملین کے نہایت ہی مختصر حالاتِ زندگی پیش کریں گے۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ العزیز

حضرت خواجہ باقی باللہ کی ولادت باسعادت ۹۷۱ھ/۱۵۶۳ء یا ۹۷۲ھ/۱۵۶۴ء میں کابل (افغانستان) میں ہوئی آپ نسباً خلجی ترک تھے[۱] آپ کا نام سید رضی الدین ہے۔ آپ خواجہ محمد باقی باللہ کے نام سے مشہور ہیں، آپ کے والدِ ماجد کا اسم گرامی قاضی عبدالسلام تھا، مولانا صادق حلوائی سے علوم رسمیہ کی

تحصیل کی اور موصوف ہی کے ہمراہ کابل سے ماوراء النہر تشریف لے گئے۔ تھوڑے ہی عرصے میں اپنے عہد کے ممتاز علماء میں آپ کا شمار ہونے لگا، علوم ظاہر بے علوم باطن کی طرف متوجہ ہوئے اور تلاش مرشد شروع کردی، اسی کوشش میں ہندوستان تشریف لائے، یہاں لوگوں نے چاہا کہ شاہی ملازمت اختیار کرلیں اور اکبر بادشاہ کے دربار سے وابستہ ہوجائیں لیکن آپ نے دنیا کے جاہ وجلال کے سامنے فقیر محمدی (ﷺ) کو ترجیح دی۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ ۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰ء میں حضرت خواجہ ملنگی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت حاصل فرمایا[۲]۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ تین روز شبانہ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں رہے۔ تین روز کے بعد آپ کے پیرومرشد نے فرمایا:۔

> اللہ کی عنایت اور اس سلسلۂ عالیہ کے اکابر کی روحانیت کی برکت سے تمہاری تربیت مکمل ہوگئی۔ ہندوستان جاؤ، وہاں یہ سلسلہ عالیہ تم سے خوب پھیلے گا[۳]۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ہندوستان میں خوب خوب پھیلا چنانچہ ۱۰۰۸ھ میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنے والدِ ماجد شیخ عبدالاحد کے وصال ۱۰۰۷ھ کے دوسرے سال زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ دوران سفر جب دہلی پہنچے تو آپ کے محبِ خاص مولانا حسن کشمیری نے خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی تحریک دلائی، حضرت مجدد الف ثانی خواجہ محمد باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے حضرت مجدد الف ثانی پر بڑی شفقت فرمائی اور فرمایا۔

> مانا کہ آپ ایک مبارک سفر پر جارہے ہیں، لیکن اگر چند روز فقراء کی صحبت میں رہیں تو کیا اچھا ہو، زیادہ دن نہیں کم از کم ایک ماہ یا ایک ہفتہ، اس میں کیا مضائقہ ہے[۴]۔

حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی صحبت میں تین ماہ اور چند روز مقیم رہے، اس مختصر عرصے میں وہ کچھ پالیا جو بہت سے طالبوں نے برسوں میں بھی نہ پایا ہوگا۔ الغرض حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے ڈھائی ماہ کے اندر اندر فیوض و برکات سے مالا مال فرما کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی

اجازت فرمائی اور خرقہ شریف سے مشرف فرما کر سرہند شریف رخصت فرمایا۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ طریقت کے ارشاد کے مطابق مریدین کی تعلیم و تربیت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں طالبوں کو اپنے چشمۂ فیض سے سیراب فرمایا یہاں تک کہ حضرت مجدد الف ثانی کے ذریعہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا فیض اور انوار ساری دنیا میں پھیل گئے۔

حضرت مجدد الف ثانی کو اجازت و خلافت عطا کرنے کے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ نے مشیخت کی ساری ذمہ داریاں ترک کر دیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ نے چالیس سال کی عمر میں ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳-۴ء دہلی میں وصال فرمایا۔ مادہ تاریخ وفات "ہادی شریف بود" ۱۰۱۲ھ سے نکلتا ہے۔ قدم گاہ[5] حضرت رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن کیا گیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ خواجہ حسام الدین احمد نے مزار شریف کے اطراف کو آبشاروں اور درختوں سے سجایا تھا[6] لیکن اب یہ ظاہری رونق معدوم ہو چکی ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب تصنیف بزرگ تھے، آپ کی تصانیف میں مکاتیب اور منظومات وغیرہ یادگار ہیں، ان میں اکثر و بیشتر کو یکجا کر کے کلیات باقی کے نام سے لاہور سے شائع کر دیا گیا ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادگان تھے یعنی حضرت خواجہ عبید اللہ المعروف بہ خواجہ کلاں (م۔ ۱۰۷۳ھ) اور حضرت خواجہ عبداللہ المعروف بہ خواجہ خورد (م۔ ۱۰۷۴ھ) علیہما الرحمۃ دونوں اہل دل اور صاحب علم و فضل تھے۔ دونوں حضرات ایام شیر خوارگی اور اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے مستفیض ہوئے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلفاء میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں۔

۱۔ شیخ تاج الدین سنبھلی (م۔ ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء)
(عرب دنیا میں ان کا سلسلہ خوب پھیلا)
۲۔ خواجہ حسام الدین احمد (م۔ ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء)
۳۔ شیخ اللہ داد (م۔ ۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء)
۴۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، (م۔ ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء)
۵۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (م۔ ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴-۵ء)

چونکہ اس کتاب (جہان امام ربانی) میں حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے حالات پر جلد اول میں چند مقالات شامل ہیں اس لئے یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمد علیہ الرحمۃ

(م۔ ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء)

حضرت خواجہ حسام الدین احمد علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں، آپ کے والدِ ماجد کا اسمِ گرامی قاضی نظام الدین بدخشی تھا، جس زمانے میں آپ فقراء کی صحبت اور خدمت میں تھے، انہی ایام میں آپ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ نسبتِ نقشبندیہ کے فیوض و برکات کی برکت سے گوشہ نشینی کا شوق بڑھ گیا۔ جب حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ ماوراء النہر تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت آپ پر جذبہ الٰہی کا غلبہ ہوا۔

چونکہ بادشاہ کو آپ سے بہت محبت تھی، اسی مناسبت سے شیخ ابوالفضل رکن السلطنت کی بہن سے آپ کی شادی ہوگئی، لیکن بادشاہ اور اس وزیر کو دینِ مصطفیٰ ﷺ سے دشمنی تھی، اس لئے یہ لوگ چاہتے تھے کہ آپ فقر و فنا سے غنا کی طرف آجائیں۔ آپکو بہت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ لیکن اللہ پاک کے فضل و کرم سے آپ کے استقامت میں جنبش نہ آئی۔ آخر کار آپ نے گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ جب حضرت خواجہ باقی باللہ ماوراء النہر سے واپس تشریف لائے تو انکی خدمت میں پہنچے اور خواجگانِ نقشبندیہ کے ذکر و مراقبہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس تعلیم نے آپکو دنیا سے بے نیاز کر دیا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے برسوں آپکی تربیت فرمائی، حضرت خواجہ حسام الدین احمد نے حضرت خواجہ اور آپ کے خدام کی خدمت بہت ہی خلوص اور عاجزی کے ساتھ کی اور خصوصی توجہ اور مبارک احوال سے مشرف ہوئے۔ حتیٰ کے آپ کمال کو پہنچے اور طریقۂ طیبہ کی تعلیم کی اجازت حاصل فرمائی۔ آپ نے غلبۂ حال کی وجہ سے صرف ایک شخص کی تربیت فرمائی پھر حضرت خواجہ کی خدمت میں معذرت پیش کی جو قبول کر لی گئی' حضرت خواجہ نے آپکی معذرت قبول کرتے ہوئے فرمایا:۔

تم نے اچھا کیا اور خود کو خلاصی دے دی۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کے آخری ایام میں بڑے بڑے اصحاب میں سوائے آپ کے اور کوئی موجود نہ تھا، آپ نے رات رات جاگ کر اپنے مُرشد کریم کی خدمت کی اور فیض پایا۔ یہ سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی کہ آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی تجہیز و تکفین فرمائی۔ حضرت خواجہ کے وصال کے بعد اپنے پیرزادوں اور پیر بھائیوں کی خدمت فرمائی۔ آپ کی کوششوں سے دونوں مخدوم زادے ظاہری و باطنی کمال کو پہنچے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مخدوم زادوں کے نام ایک مکتوب میں ان خدمات کا ذکر اس طرح فرمایا ہے۔

> معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد کو اللہ پاک ہم سب کی طرف سے جزائے خیر دے کہ انہوں نے ہم قاصروں کی خدمت اپنے ذمہ لے لی اور خدمتِ عُتبہ عالیہ کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہے اور ہم دُور افتادہ لوگوں کو اس خدمت سے فارغ کر دیا[۷]۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمد علیہ الرحمۃ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز فیروز آباد کی مسجد میں ادا کرتے، پھر مراقبہ فرماتے اور اشراق کی نماز پڑھ کر اپنے پیر بزرگوار کے مزارِ مبارک پر حاضر ہوتے، وہاں دن بھر تلاوت، عبادت اور مراقبہ فرماتے اور ہر روز پندرہ پارے تلاوتِ قرآن کریم کرتے، اور مشکوٰۃ المصابیح کے (فارسی) ترجمے سے چند حدیثیں مطالعہ کرتے اور وہیں عصر کی نماز ادا کر کے اپنے اہل و عیال کے کاموں کے لئے شہر میں اپنے گھر واپس آجاتے[۹]۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمد کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے بڑی عقیدت اور محبت تھی۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو خواجہ حسام الدین احمد علیہ الرحمۃ سے جو قلبی اور باطنی تعلق تھا اس کا اندازہ ان مکاتیب سے لگایا جاسکتا ہے جو حضرت مجدد الف ثانی نے اُنکے نام تحریر فرمائے ایک مکتوب ملاحظہ فرمایئے۔

> حضرت پیر دستگیر خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی نسبت کے متعلق آپ نے دریافت فرمایا ہے، میں کیا لکھوں اور کوئی کیا سمجھے گا، ہر مقام کے لئے علم و معارف جدا ہیں، اور احوال و مواجید جدا، کسی مقام میں ذکر و توبہ مناسب ہے، کسی میں تلاوتِ قرآن، کسی میں نماز، کسی میں جذبہ،

کسی میں سلوک، کسی میں یہ دونوں دولتیں ملی ہیں، اور کوئی مقام جذبہ اور سلوک دونوں جہتوں سے الگ ہے، یہ مقام نہایت عجیب ہے، اس مقام میں حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم ممتاز ہیں، اس مقام والے کے لئے دوسرے مقام والوں سے پورا پورا امتیاز ہے، اور یہ نسبت اصحاب کرام کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام میں جلوہ گر ہوگی۔ یہ نسبت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو بہ برکت صحبت حضور نبی کریم ﷺ ملی ہے اور یہ نسبت صحابہ میں آہستہ آہستہ کمال کو پہنچتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ کسی امتی کو بھی اس سے مشرف فرمائیں لیکن بہ تبعیت اون کے[۹]۔

حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے بعد حضرت خواجہ ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ کے نام ایک تعزیت نامے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مقامات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خداوند جل شانہ آپ جیسے مجموعہ فضائل وکمالاتِ ظاہری وباطنی کو دیر تک دوستوں کے دیدۂ ودل کے لئے آرام بخش بنائے۔ حضرت غفراں پناہ ولایتِ دستگاہ مخدومی (حضرت مجدد الف ثانی) علیہ الرحمۃ کے انتقال سے متعلق کیا عرض کیا جائے۔ افسوس صد افسوس یہ سانحہ صرف مخلصین اور محبین سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ جو شخص بھی اسلام سے بہرہ مند ہے اس حادثۂ جگرسوز سے غمزدہ اور اندوہ گیں ہوگا۔ آپ جیسے علم ودانش والے محبوب القلوب کو بے حد شکر ادا کرنا چاہئے کہ آپ نے ان جیسے ابوالوقت کی خدمت کا شرف حاصل کیا اور جیسا کہ چاہئے خوب برکات وکمالات حاصل کئے۔ ہم جیسے دوستوں کی دلداری کے لئے ان (حضرت مجدد) کے قبول اور صحبت کے انوار روز بروز قاء اور افزوں ہیں[۱۱]۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمد نے ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۳ء دہلی میں وصال فرمایا آپ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے قدموں میں آرام فرما ہیں......ہاں

آستانے پہ ترے سر ہو اجل آئی ہو
اور اے جان جہاں تو بھی تماشائی ہو

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

آپ کا تعلق بخارا کے ایک معزز خاندان سے ہے، آپ کے جد امجد آغا محمد خاندانی دولت اور عظمت کے ساتھ ساتھ روحانی اور علمی دولت سے بھی سرفراز تھے، آپ کے جد امجد سلطان علاء الدین خلجی کے زمانے میں ہندوستان آئے اور گجرات میں سکونت اختیار فرمائی' کچھ عرصے کے بعد دہلی میں سکونت اختیار فرمائی۔ آپ کے والد ماجد کا نام مولانا سیف الدین ہے، آپ محدث وقت اور بڑے صاحبِ دل بزرگ تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی ولادتِ باسعادت محرم الحرام ۹۵۸ھ میں ہوئی۔ آپ کا نام عبدالحق رکھا گیا۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم و تربیت فرمائی، آپ بہت ذہین تھے، چند ماہ میں قرآن کریم ختم کر لیا، اور بہت کم مدت میں حفظ کر لیا، آپ اٹھارہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔

آپ کو حج کی سعادت حاصل ہوئی، آپ خاص خاص مقامات پر حاضر ہو کر دعا بھی کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے:۔

> یہ فقیر جب مکہ معظمہ میں تھا تو آنحضرت ﷺ کے دولت کدہ پر جسے بیت خدیجہ کہتے ہیں اور وہ مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے بعد سب مقامات سے افضل ہے حاضر ہوتا تھا، اور وہاں کھڑا ہو جاتا تھا اور فقیروں کی طرح چیختا تھا اور کہتا تھا، یارسول اللہ! کچھ مرحمت کیجئے اور یارسول اللہ! یہ فقیر آپ کا سائل آپ کے دروازے پر حاضر ہے، جو کچھ اس وقت سوجھتی تھی اور زبانِ حال گویائی دیتی تھی، طلب کرتا تھا اور دامنِ اُمید بھر کر واپس آتا تھا"۔

آپ نے سب سے پہلے اپنے والد ماجد سے بیعت فرمائی، اور انہی کے حکم کے مطابق حضرت سید موسیٰ گیلانی سے بیعت ہوئے اور خصوصی توجہ سے مستفید ہوئے[12] مکہ معظمہ میں آپ کو چشتیہ قادریہ

شاذلیہ میں شیخ عبدالوہاب متقی سے اجازت وخلافت عطا ہوئی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

> مجھے خواب میں حضرت غوث الاعظم نے حضور سرور عالم ﷺ کے اشارے پر مرید کیا، بیعت ہونے کے بعد حضور ﷺ نے فارسی زبان میں مجھے بشارت دی۔ بزرگ خواہی شد ''یعنی تو بزرگ ہوگا'' [۱۳]

حضرت شیخ عبدالوہاب متقی کا حکم پا کر آپ دہلی تشریف لائے، دہلی میں آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا، جہاں دینی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی، آپ نے دہلی میں تمام عمر درس و تدریس، رشد و ہدایت اور تصنیف وتالیف میں گزار دی۔

دہلی میں آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ کی صحبت اختیار کی اور طریقہ نقشبندیہ کے فوائد حاصل کئے، آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

آپ ایک عالم باعمل، صاحبِ حال اور متبع سنت بزرگ تھے، عبادت اور ریاضت میں بہت مشغول رہتے تھے، ہندوستان میں علم حدیث کو آپ ہی کے ذریعے فروغ حاصل ہوا۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مترجم ''فقہ وتصوف'' فرماتے ہیں:۔

> علم حدیث شمالی ہند سے تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شیخ محقق نے علومِ دینیہ خصوصاً علم حدیث کی شمع روشن کی، نیز درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کو ایک مشن کے طور پر اپنایا تو ہندوستان کی فضائیں قال اللہ قال الرسول کی دل نواز صداؤں سے گونج اُٹھیں۔
>
> (تعارف فقہ وتصوف مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مترجم علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء، ص ۴۷)

پروفیسر خلیق احمد نظامی علم حدیث کے حوالے سے مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے جس وقت مسند تدریس بچھائی اس وقت شمالی ہندوستان میں حدیث کا علم تقریباً ختم ہو چکا تھا،

> انہوں نے اس تنگ وتاریک ماحول میں علوم دینی کی ایسی شمع روشن کی کہ دور دور سے لوگ پروانوں کی طرح کھچ کر انکے گرد جمع ہونے لگے، درس حدیث کا ایک نیا سلسلہ شمالی ہندوستان میں جاری ہوگیا، علوم دینی خصوصاً حدیث کا مرکز ثقل، گجرات سے منتقل ہوکر دہلی آگیا۔
>
> (خلیق احمد نظامی، پروفیسر مصنفہ حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۴۳)

آپ نے اپنی مایہ ناز تصنیف اخبار الاخیار' جہاں گیر بادشاہ کو بھی پیش فرمائی جس کا ذکر جہاں گیر بادشاہ نے اپنی تزک میں اس طرح کیا ہے:

> اسی دن شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جو اہل علم وفضل میں سے ہیں شرف حضور حاصل کر کے اپنی ایک تصنیف میری نظر سے گزاری اس کتاب میں ہندوستان کے علماء اور مشائخ کے حالاتِ زندگی ہیں اس نے اس تصنیف پر بہت محنت وجانفشانی کی ہے۔
>
> (تزک جہانگیری' مطبوعہ ۱۹۸ء لاہور)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے بعض حاسدین اور مخالفین نے آپ کے مکتوبات میں تحریف کر کے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو دکھائی جس کی بناء پر حضرت شیخ نے حضرت مجدد الف ثانی سے چند استفسارات کئے مگر جب حقیقت حال سامنے آئی تو حضرت شیخ نے رجوع فرمالیا، جس کی تحقیق ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اپنی کتاب ''حضرت مجدد الف ثانی (ایک تحقیقی جائزہ) مطبوعہ کراچی ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء ص ۳۰۔۱۰۱ میں فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ اپنے پیر بھائی خواجہ حسام الدین احمد علیہ الرحمۃ کے نام تحریر فرماتے ہیں ان دنوں میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ سے فقیر کی صفائی حد سے زیادہ ہوچکی ہے اور پردۂ بشریت وجبلت درمیان میں نہیں رہا۔ انصاف وعقل اور رعایت طریقہ سے قطع نظر کہ جو اس قسم کے عزیزوں کے ساتھ نامناسب نہیں سمجھنا چاہئے، باطن میں ذوق ووجدان اور غلبۂ حال سے وہ چیز آئی ہے کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے، کیا ہی پاک ہے وہ ذات جو دلوں کو پھیر دیتی ہے اور احوال بدل دیتی۔ ہے، شاید ظاہر بین اس کو دور از کار کہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ حال کیسا ہے اور کس طرح ہے۔

(اخبار الاخیار' مطبوعہ دہلی' ۱۳۳۲ء ضمیمہ ص ۳۴۴)

آپ نے ۲۱ر ربیع الاول ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۲ء کو وصال فرمایا آپ کا مزار شریف مہرولی (نئی دہلی) شمسی تالاب کے داہنے کنارے زیارت گاہ خاص وعام ہے' آپ کے علمی ذوق کا اندازہ آپکی بکثرت تصانیف سے لگایا جاسکتا ہے چندایک درج ذیل ہیں:۔

اصول حدیث، مرج البحرین' رسالہ در مسئلہ سماع' رسالہ در مسئلہ وحدت وجود' اخبار الاخیار فی اسرار الابرار' لطائف الحق' اسماء الرجال' مدارج النبوۃ' جامع البرکات' تکمیل الایمان وغیرہ

حضرت سید نور محمد بدایونی علیہ الرحمۃ

حضرت سید نور محمد بدایونی علیہ الرحمۃ جلیل القدر مشائخ نقشبندیہ مجددیہ میں سے ہیں، آپ کے مرید وخلیفہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ کے خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ کے ذریعہ عرب وعجم میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ خوب پھیلا۔

آپ علوم ظاہر و باطن کے عالم، فیض کامل اور عارف مکمل تھے[۱۴]۔ اٹھارہ برس کی عمر میں اشرف الاتقیاء محمد شریف علیہ الرحمۃ (م۔۱۱۲۴) سے تحصیل وتکمیل علوم کی[۱۵] آپ نے مقامات سلوک حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے پوتے خواجہ سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمۃ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے نواسے حافظ محمد محسن علیہ الرحمۃ سے طے کئے خواجہ سیف الدین کی ذات گرامی وہ ہے جس نے اورنگزیب عالم گیر بادشاہ کو منازل سلوک طے کرائے[۱۶] حافظ محمد محسن علیہ الرحمۃ ظاہری علم میں بھی یگانۂ وقت تھے[۱۷]۔ سالہا سال ان بزرگوں کی صحبت حاصل کر کے روحانی فیض حاصل کئے اور بلند حالات ومقامات سے مشرف ہوئے۔

حضرت سید نور محمد بدایونی علیہ الرحمۃ سیرت واخلاق کی کتابیں زیر مطالعہ رکھتے اور حضورانورﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش فرماتے، سنت کی پیروی میں اتنی سادگی اختیار فرمائی کہ صرف ایک جوڑا رکھتے اور کھانا بہت ہی کم کھاتے یہاں تک کہ کھانے کی لذت سے بیگانہ ہوگئے[۱۸]۔

ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے جب اٹھنے لگے تو فوراً خیال آیا کہ حضورانورﷺ کس طرح اٹھے تھے، پہلے کونسا ہاتھ زمین پر رکھا تھا۔ کتاب کھول کر دیکھی پھر سنت کے مطابق اٹھے۔

ورع وتقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے، کھانے میں بہت احتیاط فرماتے۔ ایک بار ایک امیر کے گھر سے کھانا آیا فرمایا اس میں ظلمت معلوم ہوتی ہے مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ سے فرمایا کہ تم بھی توجہ ڈال کر

معلوم کرو، مرزا صاحب نے فرمایا کھانا تو حلال کا ہے مگر اس میں سے ریا کی عفونت آ رہی ہے۔[۱۹] سبحان اللہ! اس کا بھی اندازہ فرمالیا۔ کسی امیر سے مطالعہ کے لئے کتاب لیتے تو اس کو تین دن تک رکھنے کے بعد مطالعہ فرماتے اور فرماتے اغنیاء کی صحبت کی ظلمت اس پر غلاف کی طرح چسپاں ہوگئی ہے[۲۰]۔ آپ کی صحبت سے اسکی ظلمت زائل ہوتی تو پھر مطالعہ فرماتے۔ آپ کے پڑوس میں ایک شخص نے بھنگ کی دکان کھول لی، آپ کی طبیعت مکدر ہوگئی، یہ دیکھتے ہوئے مریدین نے دکان برباد کردی۔ آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ یہ تو شریعت کے خلاف ہوا، دکاندار کو بلایا، مریدین کی طرف سے معذرت فرمائی اور کچھ رقم بھی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ خلاف شرع پیشہ اچھا نہیں ہوتا"۔ اس بات نے اس کے دل پر ایسا اثر کیا کہ تائب ہوکر آپ کے مخلصوں میں شامل ہوگیا[۲۱]۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آپ کی شان یہ تھی کہ دیکھنے سے ایمان تازہ ہوجاتا تھا،[۲۲] ہمیشہ استغراق کے عالم میں رہتے، مراقبہ کرتے کرتے کمر شریف جھک گئی تھی۔ ۱۱/ذی قعدہ ۱۱۳۵ھ کو انتقال فرمایا اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے مزار کے جنوبی سمت بستی نظام الدین سے کچھ فاصلے پر وہ مدفون ہوئے۔ آپ کے مزار کے اردگرد احاطہ حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ نے تعمیر کرایا۔ اسکے بعد انکے صاحبزادے حضرت ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ نے ازسرِ نو تعمیر کرایا[۲۳]۔ مزار مبارک سرچشمۂ فیوض و کرامات ہے۔ حضرت سید نور محمد بدایونی علیہ الرحمۃ کے مزید حالات معلوم نہ ہوسکے۔ مختلف حضرات نے حالات لکھے ہیں مگر سب نے مقامات مظہری سے استفادہ کیا ہے جس کا ذکر پروفیسر محمد اقبال مجددی نے مقامات مظہری کے حاشیہ ص ۲۵۳ اور ۲۵۴ میں کیا ہے۔ مثلاً

۱......رافت مجددی' جواھر علویہ' ص ۱۲۷۔۱۳۰

۲......محمد مظہر' مقامات احمدیہ و مقامات سعیدیہ' ص ۴۲۔۴۴

۳......محمد یعقوب ضیاء' اکمل التاریخ' ج۔۱' ص ۴۷ (حاشیہ)

۴......عبدالحیٔ لکھنوی

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید علیہ الرحمۃ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور شیخ طریقت اور عارفِ کامل تھے۔ آپ کا لقب شمس الدین، نسب علوی، مذہب حنفی، اور مشرب مجددی تھا، آپ مرزا جان

کے صاحبزادے ہیں انکا نسب انیس واسطوں سے محمد بن حنیفہ کے توسط سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مل جاتا ہے۔ آپ کے والد ماجد مرزا جان محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کے منصب دار تھے۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کی ولادت با سعادت سے پانچ سو سال پہلے حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا[۲۴]۔

جان در اول مظہر درگاہ شد
جانِ جاناں خود مظہر اللہ شد

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمۃ صوری ومعنوی فضائل سے متصف تھے، علمائے وقت سے تحصیل علم کیا، حدیث شریف حاجی محمد افضل سیالکوٹی سے پڑھی، آپ بہت بلند پایہ شاعر تھے، آپ کا کلام عارفانہ ہے آپ مظہر تخلص فرماتے تھے۔ عارفانہ کلام اور مکتوبات آپ کے علمی آثار ہیں۔ طریقت میں آپ حضرت نور محمد بدایونی علیہ الرحمۃ سے وابستہ ہیں۔ حضرت نور محمد بدایونی علیہ الرحمۃ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ سیف الدین علیہ الرحمۃ کے وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ محمد معصوم مجددی علیہ الرحمۃ کے اور وہ مرید وخلیفہ ہیں حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے[۲۵] حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمۃ نے حضرت سید نور محمد بدایونی علیہ الرحمۃ سے اجازت وخلافت حاصل کی۔ حضرت سید نور محمد بدایونی کے وصال کے بعد حضرت شاہ سعد اللہ اور حضرت عابد سنامی سے فیوض و برکات حاصل کئے' حضرت محمد عابد سنامی نے آپ کو خرقہ اجازت طریقہ قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ عطا فرمایا۔

آپ کا یہ کلام عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہے۔

محمد از تو می خواہم خدارا
خدایا از تو عشقِ مصطفیٰ را

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں ایک بار حضرت سرور کائنات ﷺ کے جمال جہاں آرا کی زیارت ہوئی گویا میں آپ ﷺ کے پہلو مبارک میں لیٹا ہوا ہوں اور آپ ﷺ کے نفسِ مبارک کی راحت مجھے پہنچ رہی ہے۔ اسی اثناء میں مجھے پیاس لگی، پیرزاگان سرہند بھی وہاں حاضر تھے، حضور انور ﷺ نے ان میں سے ایک کو پانی لانے کا حکم دیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ تو میرے پیرزادے ہیں، فرمایا میرا حکم بجا لاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ حضرت مجدد الف ثانی

علیہ الرحمۃ کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا میری امت میں ان کی مثل کون ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ان کے مکتوبات بھی آپ کی نظر مبارک سے گزرے ہیں؟ فرمایا اگر اس میں سے تمہیں کچھ یاد ہو تو سناؤ میں نے آپ کے ایک مکتوب کی یہ عبارت پڑھی۔

> یعنی علم، فہم، عقل اور ادراک کی جہاں تک رسائی ہے اللہ کی ذات اس سے کہیں پرے ہے بلکہ اس سے بھی پرے ہے

حضور انور ﷺ نے بہت پسند فرمایا۔ محظوظ ہوتے ہوئے فرمایا پھر پڑھو میں نے دوبارہ وہی عبارت پڑھی تو اس سے بھی زیادہ تعریف کی[۲۶]۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمۃ کی استغناء اور بے تکلفی کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر کسی بادشاہ یا وزیر کے سامنے سر نیاز خم نہیں کیا۔ زندگی بھر گھر نہیں بنایا، ایک جوڑے سے زیادہ کپڑے نہیں رکھتے تھے، کھانا کسی کے گھر نوش نہ فرماتے اور متوکلانہ زندگی بسر فرماتے،

آپ صاحبِ کیف وسرور بزرگ تھے، آخری ایام میں استغراق بہت بڑھ گیا تھا، ایک مخلص ملا نعیم کو رخصت کرتے وقت آبدیدہ ہو کر فرمایا:

> اب ہماری تمہاری ملاقات ہوتی نظر نہیں آئی'' آپ نے ظاہری شہادت حاصل کی جو قرب الٰہی میں اونچا درجہ رکھتی ہے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ تجہیز و تکفین میں سنت رسول ﷺ کی پوری پابندی کی جائے۔ آپ پر بدھ کی رات ۷/محرم الحرام ۱۱۹۵ھ ایک دشمن نے قاتلانہ حملہ کیا اور ۱۰/محرم الحرام ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء جامِ شہادت نوش فرمایا۔

آپ کا مزار شریف دہلی میں خانقاہ مظہریہ میں مرجع وخلائق ہے آپ کا یہ شعر طالبینِ طریقت کے لئے مشعل راہ رہے گا۔

انفعالِ جرم بہتر از غرورِ طاعت است
مظہرا اے دور از حقیقت ' بر نماز خود مناز

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کی جو تصانیف محققین کے علم میں آئی ہیں انکی تفصیل درج ذیل ہیں۔

۱......دیوان مظہر (فارسی)

۲......خریطۂ جواہر

۳......مکاتیب کے مجموعے

۴......مجموعہ اردو اشعار

۵......ملفوظات

۶......مکتوبات وغیرہ وغیرہ

اس کے علاوہ آپ کی چند نثری تحریریں بھی ملتی ہے جن میں آپ کے خودنوشت حالات برائی ''سفینۂ خوش گو'' (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء)۔ خودنوشت احوال مشمولہ ''سروآزاد'' (۱۱۶۶ھ/۱۷۵۳ء) قابل ذکر ہیں[۲۷]۔

نوٹ: آپ کے مزید حالات اس کتاب کی جلد چہارم میں شامل ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی مجددی علیہ الرحمۃ

حضرت شاہ غلام علی مجددی علیہ الرحمۃ ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء کو بٹالہ (پنجاب) میں پیدا ہوئے[۲۸]۔
والدِ محترم نے آپ کا نام علی، والدہ ماجدہ نے عبدالقادر اور عمِ بزرگوار نے عبداللہ رکھا، تینوں نام غیبی ہدایات کے مطابق رکھے گئے چنانچہ سرسید احمد خان آثار الصنادید میں تحریر کرتے ہیں:۔

> آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ایک دفعہ آپ کے والد ماجد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تمہارے ہاں عنقریب لڑکا پیدا ہونے والا ہے اسکو میرے ہم نام کرنا اور آپ کی والدہ ماجدہ نے کسی بزرگ کو دیکھا کہ انہوں نے عبدالقادر آپ کا نام رکھا اور آپ کے عمِ بزرگوار نے حضور انور ﷺ کی اشارات سراپا بشارت سے عبداللہ آپ کا نام رکھا اور اسی سبب سے آپ کا اصلی نام عبداللہ اور عرف غلام علی تھا[۲۹]۔

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ موصوف اپنے وقت کے بزرگ، صوفی منش اور صاحب علم تھے۔ اس لئے حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمۃ کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

جب آپ کی عمر شریف اٹھارہ برس کی ہوئی تو آپ کے والدِ ماجد نے آپکو دہلی طلب فرمایا۔ وہ

اپنے فرزندِ دلبند کو اپنے مرشد برحق شاہ ناصر الدین قادری علیہ الرحمۃ سے بیعت کرانا چاہتے تھے چنانچہ والدِ ماجد کا حکم پاتے ہی دہلی روانہ ہوئے ۱۱ رجب المرجب ۱۱۷۴ھ کو دہلی پہنچے لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا کیونکہ چند ساعتوں کے بعد ہی والدِ ماجد کے پیر کامل کا وصال ہوگیا۔ والد ماجد نے اپنے پیرو مرشد کے وصال کے بعد حضرت شاہ غلام علی مجددی کو یہ اختیار دیا کہ وہ جس سے چاہیں بیعت کرلیں [۳۰]۔ حضرت شاہ غلام علی مجددی کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا مہر درخشاں بننا تھا، جب آپ کی عمر شریف بائیس سال کی ہوئی تو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ماہ تاباں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمۃ کا شہرہ سنا چنانچہ ۱۱۷۸ھ میں دوبارہ دہلی آئے اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوکر بے اختیار پکار اُٹھے۔

از برائے سجدۂ عشق آستانے یافتم
سر زمینے بود منظور آسمانے یافتم

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں نے حضرت شاہ غلام علی مجددی کو علوم ظاہری و باطنی سے مالا مال فرما کر یگانۂ روزگار بنایا حضرت شاہ غلام علی مجددی قدم قدم پر ان مدارج کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے۔

سجدہ گاہ عشق ہو، مطلوب تھا وہ آستاں
ڈھونڈتا تھا میں زمین اور مل گیا ہے آسمان

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں نے آپ کو طریقہ طیبہ نقشبندیہ کی اجازت عطا فرمائی، آپ اپنے پیرو مرشد کے سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت شاہ غلام علی مجددی کا سارا وقت ذکر الٰہی اور تربیت سالکین کے لئے وقف تھا، آپ اکابر نقشبندیہ کی طرح اتباع سنت کا کمال درجہ اہتمام فرماتے۔

آپ کے شب و روز عبادات و ریاضت میں بسر ہوتے تھے نماز صبح اول وقت ادا فرماتے اسکے بعد حلقۂ مریدین ہوتا اور تا نماز اشراق سلسلۂ توجہ اور استغراق جاری رہتا۔ نماز اشراق کے بعد تدریس حدیث اور تفسیر شروع ہوتی، بعد درس و تدریس آپ اتباع سنتِ نبوی ﷺ میں تھوڑا سا کھانا تناول فرما کر قیلولہ فرماتے، تھوڑی دیر کے بعد اول وقت نماز ظہر ادا فرماتے پھر درس و تدریس میں حدیث و تفسیر اور کتبِ تصوف میں مشغول ہوجاتے۔ نماز عصر تا مغرب حلقۂ مریدین پر توجہ فرماتے، مریدین حسب استعداد فوائد حاصل کرتے۔ آپ گھڑی دو گھڑی کے سوا رات بھر شب بیداری فرماتے [۳۱]۔

حضرت شاہ غلام علی مجددی کے ذریعے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو فروغ حاصل ہوا جو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچا۔ حضرت شاہ غلام علی مجددی نے چوراسی برس کی عمر میں ۲۲ رصفر المظفر ۱۲۴۰ھ دہلی میں وصال فرمایا اور خانقاہ مظہریہ میں اپنے پیرو مرشد حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید علیہ الرحمۃ کے قرب میں دفن ہوئے۔ حضرت شاہ غلام علی مجددی کی باقیات صالحات میں آپ کے خلفائے عظام اور تصانیف عالیہ ہیں خلفاء میں حضرت شاہ ابو سعید مجددی (۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء) حضرت شاہ احمد سعید مجددی اور حضرت شیخ خالد کردی رومی (۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء) قابل ذکر ہیں جبکہ آپ کی سترہ سے زائد تصانیف اور تالیف ہیں جو علوم و معارف کا خزینہ ہیں ان میں مقامات مظہری، مقامات مجدد الف ثانی، احوال شاہ نقشبندی، رسالہ اذکار، رسالہ مراقبات، مخالفین حضرت مجدد، سلوک راقیہ نقشبندیہ، در المعارف اور ملفوظات طیبہ قابل ذکر ہیں۔

(نوٹ: آپ کے مزید حالات اس کتاب میں دوسری جگہ میں شامل ہیں۔)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ بن حضرت شاہ عبد الرحیم علیہ الرحمۃ کا مسلک حنفی اور طریقت میں انتساب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے۔ آپ کا وطن دہلی ہے۔ آپ کی ولادتِ باسعادت بروز چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب ۴ رشوال المکرّم ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۳ء ہوئی[۳۲]۔ آپ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بیٹھے اور سات سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا۔ اسی سال ان کے والد ماجد نے ان کو نماز پڑھنے کی تاکید کی اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا، آپ نے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، گیارہ سال کی عمر میں شرح جامی شروع کی، چودہ سال کی عمر میں رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے علوم ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کئے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

> اور انہی سے علوم ظاہری اور آداب طریقت سیکھے اور ان سے اکثر فوائد طریقت سنے[۳۳]

۱۱۲۹ھ میں جبکہ آپ کی عمر پندرہ برس کی تھی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے والد ماجد شاہ عبد الرحیم دہلوی سے بیعت ہوئے اور ان کے وصال کے بعد ان کے جانشین ٹھہرے (عطاء الرحمٰن قاسمی، دہلی میں دفن خزینے، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء، ص۔ ۷۵) شاہ عبد الرحیم، حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ حضرت سید آدم بنوری کے خلیفۂ اعظم حافظ سید عبد اللہ اکبر آبادی سے بیعت تھے ان کے وصال کے بعد شیخ ابو القاسم اکبر

آبادی سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے (محمد منظور نعمانی ' تذکرہ خلفائے مجدد الف ثانی ' مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۲۳) حضرت شاہ ولی اللہ کو اپنے والد ماجد کے علاوہ دیگر مشائخ سے بھی سلاسل ثلاثہ نقشبندیہ ' قادریہ و چشتیہ میں اجازات حاصل تھیں جس کا آپ نے خود اپنے ملفوظات میں ذکر کیا ہے۔ (القول الجلی فی ذکر آثار الولی ' مطبوعہ دہلی ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء ' ص ۴۹۴)

جب علوم ظاہری سے فارغ ہو گئے تو آپ کے والد ماجد نے درس کی اجازت عطا فرمائی چنانچہ ایک تقریب منعقد کی گئی ہر خاص و عام کو ضیافت میں مدعو کیا گیا۔ سترہ سال کی عمر ہوئی تو والد ماجد وفات پا گئے۔ ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۱ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں شیخ ابو طاہر مدنی اور حرمین شریفین کے دیگر مشائخ سے فوائد حاصل کئے۔ ۱۱۴۵ھ / ۱۷۳۳ء مناسک حج کی ادائیگی کے بعد ہندوستان واپس ہوئے اور مخلوق کی رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو فروغ حاصل ہوا۔ نسبت مجددیہ آپ کی رگ رگ میں پیوست ہوئی۔ حضرت شاہ ولی اللہ ' حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

> ان کی جلالت شان یہاں تک پہنچتی ہے کہ ان کے متعلق بے خطر کہا جاسکتا ہے کہ ان سے نہیں محبت کرتا مگر مومن تقی اور نہیں بغض رکھتا مگر فاجر شقی

(شیخ محمد صالح الزواوی نقشبندی المجددی المظہری المکی: نفائس السانحات فی تذییل الباقیات الصالحات، مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۳۰۰ھ ص۔ ۳۰)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تصنیف و تالیف تھے حضرت شاہ ابو الحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ نے القول الجلی فی ذکر آثار الولی کے مقدمہ میں حیدر آباد سندھ سے شائع ہونے والے مجلہ ''الرحیم'' کی جلد ۲ شمارہ ۳ از ماہ اگست ۱۹۶۵ میں شائع ہونے والے ایک مکتوب کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

> جناب من حضرت کی ظاہری صورت آنکھوں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ آپ کی تصنیفات نوے کے قریب ہیں بلکہ اس سے زیادہ علوم ہیں تفسیر، اصول، فقہ، کلام، حدیث میں جیسے حجۃ اللہ البالغہ، اسرار فقہ،

صفور ازالۃ الخفاء اور ترجمہ قرآن کہ ان میں سے ہر ایک اسی نوے جز ہیں بڑے حجم کا ہے اور دوسرے رسائل حقائق معارف میں ہیں جیسے، الطاف القدس، ہمعات، فیوض الحرمین، انفاس العافین اور دوسری کتابیں[۳۴]۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ صاحب سخن گو تھے، آپ کا تخلص امین تھا چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:۔

من نہ دانم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام
عاشقِ شوریدہ ام یا عشق یا جانانہ ام

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا وصال ظہر کے وقت ہفتہ کے دن ۳۰ رمحرم الحرام ۱۱۷۶ھ/ ۲۱ راگست ۱۷۶۲ء دہلی میں ہوا، آپ کا مزار شریف نئی دہلی میں مہندیاں کے مقام پر ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی آپ کے حالات وافکار پر مغرب ومشرق میں بہت کام ہوا ہے شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی آپ کے صاحبزادگان ہیں۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں[۳۵]

قطب دین احمد، ولی اللہ شاہ بودے شک جزِ اکمل، دین پناہ
پاک باطن، صاحبِ کشف صحیح راست بازو نیک دل بے اشتباہ
سالِ میلادش ہمایوں بخت بود ذات پاکش بہر عالم گشت ماہ
زید بشنو ایں صدائے ہاتفی روضہ اقدس شدہ آرام گاہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء میں دہلی میں ہوئی[۳۶]۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تھا، پندرہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد سے تمام علوم عقلیہ ونقلیہ اور کمالات ظاہری وباطنی سے فراغت حاصل کر لی سترہ سال کی عمر میں والد ماجد کے انتقال کے بعد مسند درس وارشاد کو سنبھالا، آپ نے بعض کتبِ حدیث کی سند اپنے والد ماجد کے اجل تلامذہ شاہ محمد عاشق اور خواجہ امین اللہ کشمیری سے لی۔ علم فقہ اپنے خسر مولوی نور اللہ سے حاصل کیا غرض جامع علوم ظاہری وباطنی، صاحب علم وقلم اور صاحب زہد وورع وتقویٰ تھے۔ دور دور سے لوگ ان کی

خدمت میں آتے اور علم حاصل کر کے خدمت دین میں معروف ہوجاتے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے سورہ بقرہ اور قرآن کریم کے آخری دو سپاروں کی تفسیر فرمائی[۳۷] ان کی تصانیف میں عزیز الاقتباس، رسالہ بلاغت، ملفوظات شاہ عبدالعزیز، وسیلہ نجات، تحقیق الرویا، سیر الجلیل، میزان الکلام، حاشیہ میر زاہد، رسالہ حاشیہ میر زاہد ملا جلال، شرح موافق حاشیہ شرح ہدایت الحکمۃ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے ۷/ شوال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء میں انتقال فرمایا۔

حضرت شاہ محمد آفاق

حضرت شاہ محمد آفاق' حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمۃ کی دعا سے پیدا ہوئے، آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد آفاق ہے آپ حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور شرف بیعت حاصل فرمایا، جب آپ ریاضت ومجاہدات کے بعد درجہ کمال کو پہنچے تو خرقہ خلافت سے سرفراز کیے گئے۔ حضرت شاہ غلام علی ان فیوض وبرکات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> حضرت شاہ محمد آفاق از حضرت خواجہ ضیاء اللہ کہ از خلفائے حضرت محمد زبیر اند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسبتِ ایں خاندان کسب نمودہ بسرگرمی حلقہ ومراقبہ وافادۂ نسبت دریں وقت ممتاز اند''
>
> (تذکرۂ مولانا فضل رحماں گنج مرادآبادی، مطبوعہ کراچی، ص۔ ۲۰)

آپ افغانستان تشریف لے گئے، وہاں لوگوں نے آپ سے بہت فیض پایا، شاہ افغانستان زمان شاہ آپ کا مرید اور معتقد تھا۔

آپ کے بلند مدارج کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمۃ اپنے بعض مریدوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ ترقیاں حاصل کریں حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی اور حضرت نصیر الدین آپ کے ممتاز خلفاء ہیں۔ آپ کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی اویس زمانہ تھے، آپ کے والد حضرت شاہ اہل اللہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی ولادت ۱۲۰۸ھ میں ہوئی۔ نام مبارک میں لفظ رحمٰن

پر الف اور لام نہیں ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سے سنہ ولادت باسعادت نکلتا ہے یعنی تاریخ نام ہے۔

حضرت شاہ فضل رحمٰن نے شرح وقایہ مولوی نور صاحب سے اور علم حدیث شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے پڑھی، آپ کے معمولات نماز فجر سے شروع ہوتے اور نماز عشاء پر ختم ہوتے، آپ نماز تہجد پابندی سے ادا فرماتے اور کیف و سرور حاصل فرماتے۔

آخری زمانہ میں آپ کو خلوت در انجمن کی کیفیت حاصل تھی اور ہر وقت متوجہ الی اللہ رہتے، آپ کا درود سوز اور ذوق وشوق اتنا بڑھ گیا تھا اکثر یہ شعر پڑھتے تھے۔

دل ڈھونڈھنا سینہ میں مرے بوالعجمی ہے
اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہے

آپ صاحبِ جذب تھے، جامع شریعت وطریقت تھے، اسرار حقیقت سے واقف تھے، مرشد کامل تھے، فقر، توکل، قناعت، زہد وورع، عبادات، ریاضات، مجاہدات اور تقویٰ آپ کے امتیازات تھے۔

آپ روزانہ دس ہزار بار درود شریف پڑھتے تھے، اس کے علاوہ آپ کلمہ طیبہ روزانہ پچاس ہزار مرتبہ پڑھتے تھے، نماز ظہر کے بعد حزب البحر پڑھنا آپ کا معمول تھا[۳۸]۔

آپ کے ارشادات گنجینۂ علم وعرفان ہیں آپ فرماتے ہیں:۔

> ایک توجہ میں سب مقامات طے ہو سکتے ہیں، لیکن مرید میں استعداد ہونی چاہئے۔ غوث ہو یا قطب جو خلافِ شرع کرے کچھ بھی نہیں[۳۹]

آپ نے ۷ ربیع الاول محرم ۱۲۸۱ھ کو وصال فرمایا آپ کا مزار مبارک دہلی میں ہے۔

حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ نے آپ کی شان میں دو قطعات ارشاد فرمائے تھے، جس کا ذکر حضرت شاہ ابوالحسن زید علیہ الرحمۃ نے مقاماتِ خیر میں فرمایا ہے۔ ان نادر اور عارفانہ قطعات کو پیش کیا جا رہا ہے۔

تاریخ وفات حضرت شاہ حضرت محمد آفاق علیہ الرحمۃ

چوں جناب شاہِ آفاق از جہاں!
کرد رحلت سوئے جناتِ نعیم

گفت سال رحلتش خیر حزیں
خلد را ماوائے او کن اے کریم
۱ ۵ ۶ ۲ ۱

نور ملت، نور اسلام، آفتابِ اوج علم
نور افزائے جناں گردید باصد احترام
گفت رضواں از پئے ضبط سنینِ رحلتش
جنت الماویٰ شدہ ماوائے اے آں عالی مقام

(از حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ بحوالہ مقاماتِ خیر، ص ۶۶۵)

حضرت شاہ ابوسعید دہلوی

حضرت شاہ ابوسعید دہلوی کا نسب نامہ پدری حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ تک چھ واسطوں سے پہنچتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۳/ ربیع الاول ۱۲۱۷ھ مطابق ۳۱/ جولائی ۱۸۹۹ء مصطفیٰ آباد عرف رام پور میں ہوئی[۴۰] جس وقت آپ کے والد ماجد رامپور چھوڑ کر حرمین شریفین ہجرت کر کے جا رہے تھے آپ کی عمر چھ سال کی تھی، مدینہ منورہ میں آپ نے قرآن حفظ کیا، آپ کی قرأت دلکش اور شیریں تھی، علوم عقلیہ نقلیہ میں کمال حاصل کیا، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے حدیث کی سند حاصل کی۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اول اپنے والد ماجد کی صحبت میں رہے اور باطنی فیوض و برکات حاصل فرمائے پھر ان کی اجازت سے حضرت شاہ درگاہی کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت حاصل فرمائی۔ پھر آپ رام پور سے دہلی تشریف لائے، ایک خط حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی خدمت میں ارسال کیا، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے خط کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ حضرت شاہ غلام علی سے بہتر کوئی اور درویش نظر نہیں آتا۔ اس خط کے پڑھنے کے بعد آپ حضرت شاہ غلام علی مجددی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت و خلافت سے سرفراز کیے گئے۔

آپ سختی اور تلخی سے دل برداشتہ نہ ہوتے تھے، فقر و فاقہ پر فخر کرتے تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے احکامات

کی پابندی کرتے تھے، ایک بلند پایہ عالم اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ صاحب ذوق تھے، عربی اور اردو میں اشعار کہتے تھے، فارسی میں احیاناً کچھ کہتے تھے۔ حضرت شاہ ابوالحسن زید مجددی علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق آپ نے تاریخی قطعہ نو اشعار کا فارسی میں نظم کیا اور ۱۲۷۶ھ میں جب فارسی میں ''مناہج السیر ومدارج الخیر'' کی تالیف ہوئی تو آپ نے تین شعر کا تاریخی قطعہ نظم کیا۔

آپ کے مجموعۂ کلام کا نام ''فکر سعید'' ہے[۴۱]۔

آپ کا وصال عید الفطر کے روز درمیان ظہر وعصر ۱۲۵۰ھ میں ہوا۔ مزارِ مبارک دہلی میں مرجع وخلائق عام ہے۔

حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین

حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے ہیں حضرت شاہ ابوالخیر مجددی علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت یک شنبہ ۲۷/ ربیع الآخر ۱۲۷۲ھ مطابق ۶/ جنوری ۱۸۵۶ء خانقاہ شریف دلی میں ہوئی[۴۲] آپ اپنے جد امجد حضرت شاہ احمد سعید علیہ الرحمۃ کی دعا سے پیدا ہوئے، انہوں نے محی الدین نام رکھا۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا گیا تھا، اس لئے انہوں نے حضرت امیر المومنین کے فرزند جلیل کے نام پر اپنے محبوب پسر کا نام عبداللہ اور کنیت ابوالخیر رکھی[۴۳]۔ آپ کی والدہ ماجدہ نواب بیگم سلام اللہ علیہا حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے ہیں[۴۴]۔ آپ کا عہد طفلی دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ وہ ہے جو حضرت جد امجد کے سایہ عاطفت میں گزرا اور دوسرا حصہ وہ ہے جو حضرت والد ماجد کے دامنِ شفقت میں بسر ہوا۔

آپ چار سال کی عمر میں اپنے جد امجد کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے[۴۵]۔ اس وقت وہ حرم شریف میں تھے، اس زمانہ میں آپ کی مبارک تربیت حرم شریف میں ہوئی۔

آپ کے والد ماجد ''انساب الطاہرین'' میں تحریر فرماتے ہیں ''ارادت اس فرزند ارجمند کو حضرت سراج الاولیاء (حضرت شاہ احمد سعید) سے ہے، حضرت سراج الاولیاء اپنے پوتوں میں انکو بہت عزیز رکھتے تھے، اور بشارت اپنی خلافتِ خاص کی دی، الحمد للہ کہ آثار اسکے پائے جاتے ہیں، نو برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور تحصیل کتب درسیہ میں مشغول رہے، کافیہ پڑھتے ہیں[۴۶]۔''

آپ نے علوم عقلیہ اور نقلیہ کی کتابیں مندرجہ ذیل حضرات سے پڑھیں۔

۱......حافظ عبداللہ العزیز

۲......قطبِ مکہ سید احمد دہان

۳......شیخ الاسلام سید احمد دحلان مفتی شافعیہ

۴......مولانا رحمت اللہ کیرانوی مدرسہ صولتیہ

۵......سرشار بادہ عشق نبوی مولانا سید حبیب الرحمٰن رودلوی

۶......حضرت شاہ محمد مظہر

۷۔......حضرت شاہ عبدالغنی وغیرہ وغیرہ

آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبدالغنی سے جامع ترمذی پڑھی، حضرت شاہ عبدالغنی نے آپ کو سند عطا فرمائی[۴۷] حضرت شاہ ابوالخیر مجددی کو فقہ پر عبور حاصل تھا تفصیلات فتاوٰی خیریہ میں دیکھی جاسکتی ہیں (فتاوٰی خیریہ، ناشر ادارہ مسعودیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹ء)۔ آپ نے ۲۶/ جمادی الآخر ۱۳۸۳ھ میں جب کہ آپ کی عمر شریف گیارہ سال دو ماہ کی تھی۔ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ دوسری بار آپ ماہ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ پھر مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ جب آپ کے استاد حضرت شاہ عبدالغنی علیہ الرحمۃ نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران آپ کو باطنی فتوحات سے سرفراز فرمایا گیا[۴۸]۔ آپ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی شریف میں حلقہ فرما رہے تھے، آپ کے چچا حضرت شاہ محمد مظہر اس وقت روضہ مطہرہ پر حاضر تھے اور وہاں مراقبہ فرمایا۔ ان سے سردار دو جہاں حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ ہماری طرف سے اپنے بھتیجے کو چادر اڑھاؤ اور ان سے کہو کہ ہندوستان جائیں، چنانچہ حضرت شاہ محمد مظہر آپ کے پاس آئے اور فرطِ مسرت سے آبدیدہ ہو کر اپنی چادر آپ کے کندھوں پر ڈالی اور کہا کہ یہ چادر حضور انور ﷺ کے فرمان سے ڈال رہا ہوں آپ فرماتے ہیں کہ تم ہندوستان جاؤ۔

حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک ہوتے اور بے خود ہو جاتے، ایک مرتبہ آپ کے مخلص کرامت علی خان نے آگرہ سے میلاد خوانوں کو بلایا، شب جمعہ بعد عشاء یہ مبارک محفل ہوئی، آپ نہایت ادب سے دو زانو، سر جھکائے، آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے، آپ کا مبارک جسم بالکل حرکت نہیں کر رہا تھا، جب صلوٰۃ وسلام شروع ہوا آپ پر بیخودی کی کیفیت طاری ہوگئی، آپ کی آنکھوں سے سیلِ اشک جاری تھا، ہاتھ بندھے ہوئے تھے، بے اختیاری کے عالم میں آپ کے قدم حرکت

کر رہے تھے، آپ حالت وجد میں تھے، تمام اہل مجلس پر ایک کیفیت طاری تھی [۴۹]۔

حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ نے اہل اللہ کے مزارات پر حاضری دی اور باطنی فیوض و برکات حاصل فرمائے، جن حضراتِ اہل اللہ سے آپ کو سرفراز کیا گیا ان میں چند یہ ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، حضرت طاہر بندگی علیہ الرحمۃ، حضرت سید السادات نور محمد بدایونی علیہ الرحمۃ، حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ، محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ، حضرت قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ، حضرت شاہ محمد آفاق علیہ الرحمۃ، حضرت شیخ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی علیہ الرحمۃ وغیرہ وغیرہ

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ نے آپ سے گفتگو فرمائی [۵۰]۔ آپ نے حضرت بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر ایک صاحب نسبت کو بھیجا وہ صاحب نسبت مزار پر حاضر ہوئے اور حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ کے لئے ایک پیغام لائے [۵۱]۔

خود نہیں آتے اور خادموں کو بھیج دیتے ہیں

آپ نے لاہور میں حضرت مخدوم طاہر بندگی مجددی علیہ الرحمۃ کی قبر شریف پر حاضری دی جب آپ قبر شریف پر حاضری کے لئے جا رہے تھے تو آپ کی سواری ذرا آگے بڑھ گئی فوراً ہی حضرت طاہر بندگی علیہ الرحمۃ ظاہر ہوئے اور فرمایا [۵۲]

ہم ادھر ہیں، صاحبزادے تم کدھر جا رہے ہو

حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ صاحب کشف و کرامات تھے نورِ باطن سے قلوب کے حال دریافت فرما لیا کرتے تھے۔ آپ کا جمال اور جلال صرف اللہ کے لیے تھا۔

آپ کے معمولات طیبات نہایت منظم اور با قاعدہ تھے [۵۳] سفر ہو یا حضر کبھی ان میں فرق نہیں آتا تھا‘ ہر چیز اور ہر کام کا وقت مقرر تھا‘ حتیٰ کے حوائج ضروری کے بھی اوقات مقرر تھے‘ ان ہی اوقات میں آپ اپنے مکان سے حرم سرا تشریف لاتے تھے‘ پانی پینے کے بھی اوقات مقرر تھے‘ اسی وجہ سے تفریح گاہ جاتے ہوئے آپ کے ساتھ صراحی جاتی تھی‘ صبح کی چائے نو بجے نوش فرماتے تھے‘ اس دوران پانچ پارے تلاوت فرماتے تھے‘ اسی دوران حصن حصین دلائل الخیرات اور دیگر اوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔

حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ احقر کے پیر و مرشد برحق مفتیٔ اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ سے بہت محبت فرماتے تھے جو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت سید صادق علی شاہ مکی شریفی (م ۔ ۱۳۱۷ھ)

سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ حضرت مفتی اعظم اکثر آپ کے ہمراہ دہلی کے روشن آرا باغ تشریف لے جاتے اور ایک فاصلے پر مراقب ہو جاتے۔ حضرت شاہ ابو الخیر علیہ الرحمۃ اکثر فرماتے تھے۔

مولوی مظہر اب تو تم ہمارے مرید ہو ہی گئے

یہی وجہ ہے کہ خانوادہ شاہ ابو الخیر کا خانوادہ ءمظہریہ سے خصوصی تعلق ہے۔ اسی تعلق کی بناء پر سجادہ نشین خانقاہ شاہ ابو الخیر' حضرت شاہ ابو الحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ اور کوئٹہ کی خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت ابو الحفص عمر مجددی کے اور آپ کے والد ماجد حضرت ابوسعید سالم مجددی علیہ الرحمۃ کے حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے ساتھ خصوصی مراسم تھے اور ہیں۔ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے چھوٹے صاحب زادے ڈاکٹر محمد سعید احمد علیہ الرحمۃ' حضرت ابو الحسن زید فاروقی کے بیعت تھے اور خلافت اجازت اپنے برادر بزرگ حضرت مسعودِ ملت سے تھی۔ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے پوتے ڈاکٹر بشیر احمد، حضرت ابو الحسن زید فاروقی علیہ الرحمہ کے پوتے ابو النصر محمد انس فاروقی مجددی سے بیعت ہیں۔

حضرت شاہ ابو الخیر علیہ الرحمۃ نے شب جمعہ ۲ / جمادی الآخرہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۶ / فروری ۱۹۲۳ء کو رات کے دو بجکر پانچ منٹ پر وصال فرمایا[۵۴]۔ آپ کے فرزند دلبند حضرت ابو الفیض بلال علیہ الرحمۃ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو خانقاہ شریف میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں حضرت شاہ غلام علی اور حضرت شاہ ابوسعید کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت شاہ ابو الخیر علیہ الرحمۃ کو تین فرزند عطا فرمائے جو سب کے سب عالم اور عارف تھے، حضرت شاہ ابو الفیض بلال مجددی علیہ الرحمۃ کوئٹہ میں مدفون ہیں حضرت شاہ ابوسعید سالم علیہ الرحمۃ کوئٹہ میں مدفون ہیں حضرت شاہ ابو الحسن زید مجددی علیہ الرحمۃ خانقاہ شریف دہلی میں مدفون ہیں۔

یہ تینوں فرزند حضرت شیخ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کی دعا سے تولد ہوئے جسکا ذکر حضرت شاہ ابو الحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ نے مقاماتِ خیر میں فرمایا ہے[۵۵]۔

حضرت شاہ ابو النصر محمد انس (نبیرہ) حضرت ابو الحسن زید علیہ الرحمۃ دہلی میں مسند نشین ہیں جبکہ حضرت ابو الحفص عمر آغا (ابن حضرت شاہ ابوسعد سالم) کوئٹہ میں مسند نشین ہیں۔

فقیہ الہند اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی

اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت دہلی میں ہوئی[۵۶]۔ آپ نسباً

صدیقی، مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ اپ کا سلسلہ نسب متعدد واسطوں سے حضرت شیخ جلال الدین تھانسیری علیہ سے ملتا ہے حضرت جلال الدین تھانسیری سلسلہ چشتیہ میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید اور خلیفہ تھے[۵۷]۔

اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ کے والد ماجد شیخ الٰہی بخش (م۔ ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۵ء) کی حویلی سرکی والاں دہلی میں تھی۔ علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل معاصرین علماء سے کی اور ۲۲ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے چنانچہ آپ رسالہ فیوضِ محمدی میں تحریر فرماتے ہیں[۵۸]۔

> بعمر بست و دو سال از تحصیل علوم عربیہ وفنونِ ریاضیہ فراغت حاصل کردہ

آپ ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۵۵ء علوم وفنون سے فارغ ہو گئے، آپ کا سلسلۂ حدیث تین واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ تک پہنچتا ہے وہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے بالواسطہ فیض یاب تھے۔ اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمۃ بائیس سال کی عمر میں تلاشِ معاش کے سلسلہ میں ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء کے اوائل میں دہلی سے پنجاب تشریف لے گئے، ملتان میں کچھ عرصے بحیثیت تحصیل دار اپنے فرائض انجام دیتے رہے، مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو آپ کو شریعت وطریقت کا بادشاہ بنانا تھا، چنانچہ اسی زمانے میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ کامل حضرت سید امام علی شاہ علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۲۸۲ھ) کا شہرہ سنا جو اس وقت مکان شریف (موضع راتر چھتر) ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب (بھارت) میں فیض بخش خاص وعام تھے، حضرت شاہ مسعود علیہ الرحمۃ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت امام علی شاہ علیہ الرحمۃ نے آپ کو بیعت فرمایا اور بغیر ریاضت ومجاہدہ کے ایک سال کے اندر اندر خلافت سے نوازا اور سند اجازت عطا فرمائی[۵۹] اور دہلی جانے کا حکم دیا۔ اس سے قبل خانقاہ شریف میں شہزادہ سید امام علی شاہ حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمہ کہ درس حدیث دیا اور سند حدیث عنایت فرمائی شہزادہ گان دہلی بھی حاضر ہوتے رہے اور درس حدیث لیتے رہے۔

دہلی تشریف لانے کے بعد حضرت شاہ مسعود علیہ الرحمۃ نے مسجد جامع فتحپوری دہلی (۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۰ء) میں دارالحدیث، دارالارشاد، دارالافتاء کی بنیاد رکھی اور علمی اور روحانی فیض جاری فرمایا، طالبین دور ونزدیک سے آکر بیعت ہوتے تھے، دہلی میں سلسلہ رشد وہدایت جاری فرمانے کے بعد اعلیٰ حضرت، شیخ طریقت کی خدمت میں مکان شریف حاضر ہوتے رہے اور مراسلت بھی فرماتے رہے

تقریباً ایک سو پینتیس سال قبل حضرت امام علی شاہ علیہ الرحمۃ نے ایک مکتوب ارسال فرمایا تھا اس میں جن القاب سے نوازا اس سے اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ کے علمی و روحانی مقام کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے:۔

> مظہر صفاتِ ربانی، موردِ اخلاق سبحانی، صدر مسندِ ارشاد و ہدایت، جامع
> نعوتِ ولایت، فضائل و کمالات مرتبت

حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ کا وصال ۱۰/ رجب المرجب ۱۳۰۹ھ یوم چہار شنبہ صبح ہوا آپ کا مزار شریف درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ میں مرجع خلائق ہے۔

اعلیٰ حضرت کی پہلی شادی مولانا حیدر شاہ خان، امام و خطیب شاہی مسجد جامع فتحپوری، دہلی کی صاحب زادی مخدومہ عائشہ بیگم (علیہا الرحمۃ) سے ہوئی، موصوفہ سے ایک صاحب زادے تولد ہوئے۔ جن کا اسم گرامی مولانا محمد سعید (علیہ الرحمۃ) تھا، یہ حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کے والد ماجد تھے، دوسری شادی خاندان سادات میں مخدومہ افضل بیگم (علیہا الرحمۃ) سے ہوئی ان سے چار صاحب زادے اور ایک صاحب زادی تولد ہوئیں انکے اسمائے گرامی یہ ہیں، مولانا احمد سعید، مولانا عبد المجید، مولانا عبد الرشید، مولانا حبیب اللہ اور محترم سعید النساء، رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین [۶۰]

اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ کے متعدد خلفاء تھے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں [۶۱]۔

۱...... مولانا محمد حمید الدین حیدر شاہ گنوری علیہ الرحمۃ (سند خلافت ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء) [۶۲]

۲...... مولوی رحیم اللہ صاحب علیہ الرحمۃ

۳...... حضرت مولانا صاحبزادہ محمد سعید (اجازت نامہ قبل ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء)

۴...... مولانا رکن الدین شاہ علیہ الرحمۃ (سند خلافت ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء)

۵...... حافظ قمر الدین صاحب علیہ الرحمۃ (سند خلافت ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء)

۶...... حضرت امام عبد الغفور صاحب علیہ الرحمۃ (سند خلافت ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۰۱ء)

اعلیٰ حضرت کے خلفاء میں حضرت شاہ محمد رکن الدین علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے عالم و عارف فقیہ اور قطبِ وقت تھے، انکو حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اجازت و خلافت کے علاوہ حضرت ضیائے معصوم علیہ الرحمۃ سے سلاسل عالیہ قادریہ چشتیہ اویسیہ میں اجازت و خلافت حاصل

تھی۔ حضرت شاہ محمد رکن الدین الوری علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ سے بیعت کے جو واقعات بیان فرمائے ہیں ان سے اعلیٰ حضرت کے باطنی مدارج کا اندازہ ہوتا ہے ذرا ملاحظہ فرمائیے۔

اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعو محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے ایک انتہائی قوی النسبت مرید حضرت عبداللہ شاہ علیہ الرحمۃ کا وصال ہوگیا جس کا اعلیٰ حضرت کو بہت رنج تھا، آپ انکے جنازے میں الور شریف تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت شاہ رکن الدین بھی جلوس جنازہ میں شریک تھے، ابھی قبر کھودنے میں کچھ دیر باقی تھی کہ حضرت شاہ رکن الدین کی نظر ایک مجذوب پر پڑی ''ہٹوشاہ'' نامی یہ اہل نظر زمین پر کچھ کھود رہا تھا، چنانچہ حضرت شاہ رکن الدین نے اس صاحبِ کشف سے اعلیٰ حضرت سے بیعت ہونے کے بارے میں رائے لی، دومرتبہ اس مجذوب نے کوئی جواب نہ دیا تیسری مرتبہ وہ چیخ اُٹھا، ہوجا ہوجا ہوجا[۶۳]۔

حضرت شاہ رکن الدین فرماتے ہیں کہ اسی طرح ایک اور مجذوب ملا جب اس سے استفسار کیا تو اس نے یہ کہہ کر حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ کی باطنی عظمت کو آشکارا کیا کہ:۔

> یہ وہ ہیں اگر نقاب رُخ سے ہٹا دیں تو بارہ بارہ کوس تک دنیا ان کو سجدہ کرے یعنی انکے قلب اطہر پر وہ انوار جگمگا رہے ہیں کہ ان انوار دیکھ کر مخلوق خدا بے اختیار سجدہ ریز ہوجائے[۶۴]۔ ہاں ہاں
> روکیئے سر کو روکیئے ہاں یہی امتحان ہے

قطب وقت حضرت علامہ شاہ محمد محمود الوری علیہ الرحمۃ (۱۹۸۷ء)، حضرت شاہ محمد رکن الدین الوری کے فرزندِ دلبند اور سجادہ نشین تھے آپ حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کے محبوب فرزندِ نسبتی تھے آپ نے دہلی، اجمیر، بھوپال سے تمام علوم وفنون حاصل کیے، علوم باطنی اپنے والد ماجد کی صحبت میں دس سال رہ کر حاصل فرمائے، قیام پاکستان کے بعد حیدرآباد سندھ تشریف لے آئے۔ اپنے والد ماجد کے علمی وروحانی فیض سے ایک عالم مستفید فرمایا اور ۱۲ر شعبان المعظم ۱۹۸۷ء کو وصال فرمایا۔ مزار بارک حیدرآباد سندھ میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ حضرت شاہ محمد محمود الوری علیہ الرحمۃ نے بہت سی کتابیں تصنیف وتالیف فرمائیں جن میں کتاب الحج، مصباح السالکین، رکن دین، کتاب الحج، رکن دین کتاب الصوم رکن دین کتاب الزکوٰۃ اور بہار مثنوی قابل ذکر ہیں۔ آپ کے خلیفہ حضرت مولانا حکیم قاضی مشتاق احمد صاحب حیدری علیہ الرحمۃ نے اس سلسلہ کو خوب عام کیا' انہوں نے سوسال سے زیادہ عمر پائی اور ایک

طویل عرصے سلسلہ کی خدمات انجام دیں۔

حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر ازہری رکن قومی اسمبلیح ضرت شاہ محمد محمود الوری علیہ الرحمۃ کے جانشین ہیں، بکثرت کتابوں کے مصنف اور مؤلف ہیں، رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کے مہتمم ہیں، حضرت شاہ رکن الدین الوری اور حضرت شاہ محمد محمود الوری کا علمی وروحانی فیض آپ کے ذریعے جاری ہے۔ آپ نے سندھ کے مشائخ نقشبندیہ پر تحقیق فرمائی اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے اپنے جدامجد کے حالات پر ایک کتاب ''بزم جانان'' تالیف فرمائی جو اپنی نظیر آپ ہے۔ آپ کے صاحبزادگان حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز محمود ازہری جامعہ ازہر سے فارغ التحصیل ہیں رکن السلام جامعہ مجددیہ کے پرنسپل ہیں اور صاحبزادہ فائز محمود بھی فاضل ہیں اور رکن الاسلام میں معلم ہیں۔ صاحبزادہ عزیز محمود بہت ہی لائق وفائق اور ممتاز عالم دین ہیں جبکہ صاحبزادہ عاطر محمود ابھی نوعمر ہیں وہ اپنے جدامجد کے ہم شکل ہیں اور نعت شریف بڑی کیف ومستی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

حضرت شاہ مسعود دہلوی علیہ الرحمۃ کے نامور پوتے حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ نے تقریباً ستر سال جامع مسجد فتحپوری میں انکی مسند پر بیٹھ کر تشنگان علم وعرفان کو جامِ وحدت پلایا اور ان کے قلوب کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے منور کر دیا۔

الحمدللہ حضرت فقیہ الہند کے نامور پر پوتے مجدد مأۃ حاضرہ حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا علمی وروحانی فیض چاردانگ عالم میں جاری ہے' اس وقت دہلی میں حضرت مفتی اعظم کے پوتے اور جانشین حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب مسندِ مسعود مظہریہ پر رونق بخش افروز ہیں اور اپنے اجداد کا فیض جاری کیے ہوئے ہیں

حضرت مفتی اعظم شاہ محمد شاہ مظہر اللہ

☆......آسمان علم وعرفان پر، آفتاب وماہتاب بن کر درخشاں ہونے والے، عالم وفاضل، عارف کامل، مجمع کمالات صوری ومعنوی، واقف اسرار' خفی وجلی' پیر روشن ضمیر، شیخ بحروبر، سلطان العارفین، امام العاشقین، شیخ المشائخ قطب عالم حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز ۱۵/رجب المرجب ۱۳۰۳ھ/۲۱/اپریل ۱۸۸۶ھ سرزمین دہلی میں جلوہ افروز ہوئے[٦٥]۔

☆......حضرت مفتی اعظم، فقیہ الہند اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے نامور پوتے

اور حضرت مولانا مفتی محمد سعید قدس سرہ کے فرزند دلبند تھے۔

☆......حضرت مفتی اعظم کی عمر شریف جب چار سال ہوئی تو حضرت والد ماجد وصال فرما گئے جبکہ حضرت والدہ ماجدہ اسکے ایک یا دو سال کے بعد وصال فرما گئیں۔

☆......والدین کے وصال کے بعد جد امجد حضرت فقیہ الہند شاہ محمد مسعود قدس سرہ نے اپنی کفالت میں لے لیا، دو سال کے بعد حضرت ممدوح بھی وصال فرما گئے۔

☆......حضرت جد امجد کے وصال کے بعد نانی صاحبہ نے اپنی کفالت میں لیا لیکن دو تین سال کے بعد بھی وہ بھی وصال کر گئیں اس وقت حضرت مفتی اعظم کی عمر شریف تقریباً ۱۴ سال کی تھی۔ نانی صاحبہ کے وصال کے بعد حضرت مفتی اعظم کے عم محترم حضرت مولانا عبد المجید علیہ الرحمۃ نے جوانی تک حضرت مفتی اعظم کو اپنے زیر کفالت رکھا۔

☆......حضرت مفتی اعظم کی زندگی کے ابتدائی واقعات وحادثات حضور انور ﷺ کی سیرت پاک کی یاد دلا رہے ہیں۔

☆......حضرت مفتی اعظم نے حافظ حبیب اللہ علیہ الرحمۃ سے قرآن کریم حفظ فرمایا اور حفظ تجوید وقرأت میں کمال حاصل کیا۔ آپ کی قرأت انتہائی شیریں اور دلنشین تھی، جو سن لیتا وہ کبھی نہ بھولتا۔ قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد اپنے عم محترم سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل فرمائی۔

☆......حضرت مفتی اعظم کے عم محترم کا سلسلہ حدیث ۳ واسطوں سے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تک پہنچتا ہے[۶۶]۔

☆......حضرت مفتی اعظم نے ذاتی مطالعہ سے معقولات اور منقولات میں کمال حاصل کیا اور جن علوم میں مہارت حاصل فرمائی ان میں تفسیر، اصول تفسیر، فقہ اصول فقہ منطق، فلسفہ ریاضی، ادب علم توقیت، علم الفرائض، صرف ونحو، خطاطی وغیرہ شامل ہیں[۶۷]۔

☆......۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء میں قطب عالم حضرت سید امام علی شاہ علیہ الرحمۃ کے فرزند دلبند اور جانشین حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ العزیز نے حضرت فقیہ الہند شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ کے جلیل القدر خلیفہ اور شاگرد رشید حضرت شاہ محمد رکن الدین علیہ الرحمۃ کی وساطت سے حضرت مفتی اعظم کو دہلی سے مکان شریف (مشرقی پنجاب) طلب فرمایا اور اپنے مقصود ومطلوب کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت

فرما کر آسمان علم و عرفان کا آفتاب و ماہتاب بنا کر ملک ولایت کا بے تاج بادشاہ بنایا۔

☆...... حضرت مفتی اعظم کو بیعت فرمانے کے بعد حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ نے مزید تربیت کے لئے حضرت شاہ محمد رکن الدین قدس سرہ سپرد فرمایا۔ حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ کے وصال کے بعد بقول حضرت شاہ رکن الدین الوری آپ ہی کے روحانی فیض سے تربیت پائی اور حضرت شاہ رکن الدین قدس سرہ نے اپنے مخدوم زادے حضرت مفتی اعظم کو چہار سلاسل میں اجازت وخلافت عطا کر فرما کر مسند مسعودیہ پہ متمکن فرمایا۔

☆...... حضرت مفتی اعظم نے تقریباً ۶۰ ستر سال جامع مسجد فتحپوری میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیئے اور رشد و ہدایت کے ذریعے بے شمار بندگان خدا کے قلوب کو عشق مصطفیٰ ﷺ سے منور فرما کر حق تعالیٰ کا محبوب بنایا، بکثرت ہنود و نصاریٰ کو مشرف با اسلام فرمایا۔

☆...... حضرت مفتی اعظم کو فتویٰ نویسی میں بڑی مہارت حاصل تھی آپ نے جامع مسجد فتحپوری میں امامت وخطابت کے علاوہ ساٹھ سال فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے، آپ نے لاکھ سے زائد فتاوے جاری فرمائے، آپ کے فتوے اعلیٰ عدالتوں میں تسلیم کئے جاتے تھے، غیر منقسم ہندوستان میں انگریزوں کی عدالتوں میں آپ کے فتاوے ریکارڈ پر موجود ہیں۔

☆...... حضرت مفتی اعظم کے جدامجد حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے جامع فتحپوری میں دارالافتاء قائم فرمایا، الحمد للہ آج ۱۴۵ سال گزرنے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے، اس وقت حضرت مفتی اعظم کے پوتے اور جانشین حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب امامت، خطابت کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دے رہے ہیں[۶۸]۔

☆...... حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ شریعت کی برہنہ تلوار تھے، اظہار حق میں کبھی مصلحت وقت آڑے نہ آئی۔ نہ دوست کی دوستی کا لحاظ نہ دشمن کی دشمنی کا غبار، جس کے حق میں فیصلہ ہوتا صادر فرما دیتے حضرت مفتی اعظم نے اپنی حیات طیبہ میں تقریباً دو لاکھ مکتوبات تحریر فرمائے جو علوم معارف کے خزینہ اور گنجینۂ عشق ومحبت ہیں مکاتیب مظہری کی پہلی اور دوسری جلد منظر عام پر آچکی ہے۔

☆...... حضرت مفتی اعظم نے اپنی مریدین اور مخلصین کی تربیت توجہ الی اللہ اور اتباع سنت نبوی ﷺ کے ذریعے فرمائی، عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت الٰہی حضرت مفتی اعظم کی سیرت کے امتیازات ہیں۔

☆......حضرت مفتی اعظم نے ۱۹۴۵ء میں حج بیت اللہ فرمایا اور اپنے آقا و مولیٰ حضور اکرم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے[۶۹] حرمین شریفین میں حضرت مفتی اعظم کی کیفیت اس شعر کی آئینہ دار تھی۔

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

☆......حضرت مفتی اعظم ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۴ء میں پاکستان تشریف لائے اور بے شمار بندگان خدا کو نہ صرف اپنی زیارت سے مشرف فرمایا، بلکہ عرفان کی دولتیں جی بھر کر لٹائیں۔

☆......حضرت مفتی اعظم نے آخری عمر تک جب کہ سن شریف اسی ۸۰ سے متجاوز تھا، کمال درجہ ضعف کے باوجود کہ کھڑا ہونا مشکل تھا رمضان المبارک میں روزے رکھے اور کھڑے ہو کر نماز تراویح ادا فرمائی۔ یہ عجائبات روزگار میں سے ہے[۷۰] نماز میں حضوری قلب کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی سجدہ سہو نہ فرمایا...... آپ کی نماز اس حدیث و پاک کا آئینہ تھی۔

نماز اس طرح پڑھو کہ جیسے تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ (الحدیث)

☆......حضرت مفتی اعظم نے ۱۴ سال کی عمر سے وصال تک تقریباً ستر سال نماز تہجد قضا نہیں فرمائی جو صدیقوں کی آنکھ کا نور اور عاشقوں کے دل کا سرور ہے۔ آپ کے معمولات نماز تہجد سے شروع ہوتے اور نماز عشاء کے بعد کتابوں کے مطالعہ کے ساتھ ختم ہوتے...... یوں آپ کے شب و روز اللہ اور اسکے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں بسر ہوئے۔

☆......حضرت مفتی اعظم کی سیرت طیبہ میں عاجزی اور انکساری، عزیمت پسندی، طمانیت قلبی اور شان بے نیازی بدرجہ اتم موجود تھی، حضرت بچوں پر اور جانوروں پر خصوصی شفقت فرماتے تھے......

☆......حضرت مفتی اعظم ہر ایک کی دلداری فرماتے تھے، غمگین اور بے آسرا آپ کی صحبت میں سکون پاتے تھے۔

☆......حضرت مفتی اعظم نے کبھی اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لیا بلکہ فراخدلی کے ساتھ ان کو معاف فرمایا اور ان کی مدد فرمائی۔ آپ نے اہل حاجات کی دل کھول کر مدد فرمائی ان کو نہ صرف یہ کہ قرض حسنہ دیئے یہ کہ بلکہ قرضے معاف بھی فرمائے اور دوبارہ ضرورت پڑنے پر مزید مدد فرمائی۔

☆......حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ دنیا سے بالکل بے نیاز تھے اور حرص و ہوس سے پاک......اپنے مولیٰ کی یاد میں شب و روز مستغرق۔

☆......حضرت مفتی اعظم نے ہمیشہ دوسروں کے عیبوں کو چھپایا۔ آپ کی مجلس میں کوئی کسی کی غیبت نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے کبھی اپنے احسانات کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ دوسروں کے احسانات کا ہمیشہ ذکر فرمایا......

☆......حضرت مفتی اعظم، شیخ المشائخ اور شیخ الاسلام تھے اُن کا اپنے پیر و مرشد، حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمۃ کے ساتھ باطنی رابطہ انتہائی قوی تھا۔

☆......حضرت مفتی اعظم کے شب روز اپنے آقا مولیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل متابعت اور عشق و محبت میں بسر ہوتے تھے......ماہ ربیع الاول شریف میں جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر آپ کے کیف و سرور کا کچھ اور ہی عالم ہوتا تھا۔

☆......حضرت مفتی اعظم عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے جس مقام پر فائز تھے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا سکتا ہے کہ عالم برزخ میں بھی آپ کے پیش نظر صرف اور صرف جان، جاناں ایمان جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

کافی ہے بس اک نسبت سلطان مدینہ

☆......حضرت مفتی اعظم کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مظہر صفات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر مظہر صفات الٰھیہ (مظہر اللہ) بنایا......حضرت مفتی اعظم اپنے آقا و مولیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفان کی دولت سے مالا مال تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی اعظم کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مظہر صفاتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر اپنی صفات کا مظہر بنا دیا یعنی ''مظہر اللہ'' بنایا حضرت مفتی اعظم اپنے آقا و مولیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفان کی دولت سے مالا مال تھے یہی آپ نے محبت الٰہی میں کمال حاصل فرمایا اور فنا فی اللہ کے درجے پر فائز ہو کر نہ صرف عارف کامل ہوئے بلکہ مقام رضا پر فائز ہوئے۔

☆......حضرت مفتی اعظم کا سینہ گنجینۂ عشق و محبت تھا و ہر وقت اپنے مولیٰ کی یاد میں مستغرق رہتا تھا۔

☆......حضرت مفتی اعظم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک مہینہ یعنی شعبان المعظم، پیر کی مبارک شام (یعنی درمیان عصر و مغرب)، مبارک تاریخ یعنی ۱۴؍ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ/ مطابق

۲۸ر نومبر ۱۹۶۶ء میں وصال فرمایا اور مفتی اعظم کی یہ دعا قبول ہوئی [۷۱]

دردِ فرقت میں ترے، اِس زندگی کی شام ہو
موت جب آئے تو صبحِ وصل کا پیغام ہو

☆......حضرت مفتی اعظم کی نماز جنازہ جامع مسجد دہلی کے سامنے خانوادہ مجددیہ کے چشم و چراغ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی قدس سرہ العزیز نے پڑھائی اور تدفین لاکھوں مسلمانوں کی موجودگی میں جامع مسجد فتحپوری کے صحن میں ہوئی [۷۲]۔

گزاری عمر اپنی تم نے ساری فتح پوری میں
بنی تربت بھی بالآخر تمہاری فتح پوری میں

☆......حضرت مفتی اعظم کی اولاد امجاد کا تفصیلی ذکر تذکرہ مظہر مسعود میں موجود ہے۔

اس وقت حضرت مفتی اعظم کے فرزند دلبند، عالم اسلام عظیم محقق، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کے شیخ طریقت، سعادتِ لوح وقلم نبہانی العصر، مسعود ملت مجدد مأۃ حاضرہ حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ بقید حیات ہیں اور کراچی (پاکستان) میں مقیم ہیں۔ آپ کے ذریعے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کا فیض چار دانگ عالم میں جاری ہے، آپ کے فرزند دلبند اور جانشین حضرت مخدوم زادہ، صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد صاحب کی سیرت طیبہ اپنے جد امجد حضرت مفتی اعظم اور والد ماجد حضرت مسعود ملت کی مبارک سیرتوں کی آئینہ دار ہے۔ حضرت مخدوم زادہ صاحب کو اپنے والد ماجد حضرت مسعود ملت کے علاوہ حضرت مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب جانشین مفتی اعظم اور حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرت قادری سے بھی چاروں سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل ہے۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی جامع مسجد فتحپوری میں شاہی امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ کا روحانی فیض پہنچانے میں مصروف ہیں۔

☆......حضرت مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کے خلفاء وسفراء کی تفصیل تذکرہ مظہر مسعود (مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد) میں دیکھی جاسکتی ہے آپ کے خلفاء میں آپ کے صاحب زادگان حضرت مولانا حافظ قاری مفتی محمد مظفر احمد صاحب علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا حافظ قاری مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا حافظ قاری محمد احمد صاحب علیہ الرحمۃ قابل ذکر

ہیں۔ صوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی نے ''خلفائے مظہری'' کے عنوان سے کتاب لکھی ہے جو ریز طبع ہے۔ اس کے علاوہ ''خلفائے مسعود ملت'' کے عنوان سے بھی کتاب مرتب کر رہے ہیں۔

☆......حضرت مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کی تصانیف اور تالیفات کی تفصیل تذکرۂ مظہر مسعود میں دیکھی جاسکتی ہے آپ کی تصانیف اور تالیفات میں ارکانِ دین، مظہر الاخلاق، مظہر العقائد، رسالہ درعلم توقیت، شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ، مکاتیب مظہری، فتاویٰ مظہری، مواعظ مظہری قابل ذکر ہیں......

جامع مسجد فتحپوری میں حضرت مفتی اعظم کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

جو گل کھلے مدینہ میں خوشبو ہے ہند میں
ہیں مرقد مظہر پہ چڑھے والضحیٰ کے پھول

حضرت مولانا مفتی محمد سعید علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا محمد سعید علیہ الرحمۃ اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ کے فرزند اکبر تھے، علوم مروجہ کی تحصیل اپنے والد ماجد سے فرمائی[۷۳]۔ آپ اپنے والد ماجد سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے اور آپ ہی سے اجازت وخلافت حاصل فرمائی' آپ کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مفتی اعظم ہند امام اہل سنت حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ آپ کے فرزندار جمند تھے جنکا علمی روحانی فیض دور ونزدیک جاری وساری ہے۔ حضرت مولانا محمد سعید علیہ الرحمۃ صاحبِ نسبت بزرگ تھے اور طبعیت جلالی پائی تھی، ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ کے مرید مولوی نجیب اللہ پر جو غصہ آیا تو فرمایا کہ

تو چھ مہینے تک ننگے پاؤں پھرے گا[۷۴]

چنانچہ چھ ماہ کے دوران جب بھی جوتا خریدا جاتا، چوری ہو جاتا، ایک روز اعلیٰ حضرت نے فرمایا نہ معلوم ہمارے تلوے کیوں جلتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ چھ ماہ سے نجیب اللہ ننگے پیر پھر رہے ہیں، آپ نے روپیہ دیئے اور فرمایا کہ جوتا خرید کے پہنادو، جب حساب لگایا گیا تو اس روز پورے چھ مہینے ہو چکے تھے۔

ایک روز اعلیٰ حضرت کے جلیل القدر خلیفہ حضرت شاہ رکن الدین سے عالم جذب میں فرمایا۔

رکن الدین جاؤ ہم نے تم کو اپنا خلیفہ مقرر کیا

یہ ۱۳۰۷ھ سے قبل کی بات ہے، حالانکہ اس وقت تک آپ کو خلافت نہیں ملی تھی چنانچہ ۱۳۰۹ھ میں اعلیٰ حضرت فقیہ الہند نے آپ کو خلافت عطا فرمائی حضرت مولانا مفتی محمد سعید نے عین عالم جوانی میں ۲۱ر شعبان ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء دہلی میں وصال فرمایا اور درگاہ خواجہ باقی باللہ میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ آپ ہی کے فرزند دلبند ہیں اور یہی آپ کی شخصیت کا عظیم امتیاز ہے۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ خانوادۂ مجددیہ کے چشم و چراغ اور حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ کے فرزندِ دلبند اور جانشین تھے، آپ کی ولادت باسعادت ۲۵ر رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۳ر نومبر ۱۹۰۶ء کو خانقاہ شریف دہلی میں ہوئی، [۷۵] آپ کے والد ماجد نے آپ کا نام زید رکھا اور فرمایا، ہم نے اپنے تینوں بیٹوں کے نام حضرت عبداللہ بن امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں کے اسمائے گرامی پر رکھے ہیں آپ کی تربیت افغانستان کے علماء اور صلحاء نے کی۔

سات سال کی عمر میں نماز شروع کی، ملا ولی محمد نسوخیل آپ کے خدمت گزار تھے انہوں نے آپ کو وضو کرنا اور نماز پڑھنی سکھائی [۷۶] آپ نے پانچ سال تک اسکول میں ساتویں جماعت تک پڑھا، اسکے علاوہ مولانا مولوی محمد عمر صاحب اور جناب ملا امان اللہ صاحب سے ابتدائی تعلیم کافیہ تک حاصل کی [۷۷] نحو میر کافیہ اور رقعاتِ عالمگیری کا کچھ حصہ حضرت والدِ ماجد سے پڑھا آپ کے والد ماجد نے ۱۳۳۹ھ میں مدرسۂ مولوی عبدالرب میں داخل کیا، اس مدرسے میں مولانا عبدالوہاب، مولانا حکیم جی محمد مظہر اللہ، مولانا محبوب الٰہی سے علوم متفرقہ کی کتابیں پڑھیں اور حدیث شریف کا دورہ حضرت مولانا عبدالعلی و حضرت مولانا محمد شفیع کے حلقہ میں کیا، صحیح بخاری مسلم اور سنن ابن ماجہ حرفاً حرفاً از اول تا آخر مولانا عبدالعلی سے اور جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد و نسائی مولانا شفیع سے پڑھیں [۷۸] آپ ہر وقت کتابوں کے مطالعہ میں غرق رہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے سو سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ جامع الازہر مصر ۲۲ر ذی القعدہ ۱۳۴۹ھ/ ۱۱ر اپریل ۱۹۳۱ء تشریف لے گئے جہاں سے آپ نے سند حاصل فرمائی۔ ۱۳۵۰ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی، آپ کو فقہ پر عبور حاصل تھا۔ حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ نے مصر سے واپسی پر انبیاء علیہم السلام اور حضرات اہل اللہ کی قبور کی زیارت کی۔ آپ گیارہ سال

کی عمر میں اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے جس کا ذکر خود آپ نے اپنے ایک شعر میں کیا ہے۔

کرم ہے زید کچھ تجھ پر خدا کا
لڑکپن میں ملی تجھ کو یہ دولت

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ کی سیرتِ طیبہ اتباع سنت نبوی ﷺ کے نور سے معمور تھی، آپ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے، آپ کی طبیعت میں جلال تھا مگر شفقت بھی بہت فرماتے تھے، جرأت و بے باکی آپ کی سیرتِ مبارکہ کا امتیاز تھا، آپ صاحبِ کشف تھے، عاجزی وانکساری آپ کی سیرت طیبہ کا جوہر تھی ایک مرتبہ نماز عصر سے پہلے یہ احقر زیارت کے لئے حاضر ہوا تو دیکھا کہ مسجد کے صحن مین اپنے مبارک ہاتھوں سے جھاڑو دے رہے تھے، سبحان اللہ! اتنے بڑے عالم و عارف اور عاجزی وانکساری کا یہ عالم تھا' آپ صاحبِ کشف وکرامات تھے۔ ایک مرتبہ یہ راقم الحروف حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی قبر شریف کی زیارت کے بعد آپ کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا ''تم نالائق ہو''۔

راقم نے اپنی نالائقی کا اعتراف کیا اور عرض کیا کہ دعا فرمائیں کسی قابل ہو جاؤں، پھر مسکرا کر فرمایا ''تم آدمی تو بہت لائق ہو مگر وسواسی ہو'' احقر سوچ میں پڑ گیا، اسی دوران فرمایا اگر تم وسواسی نہیں ہو تو پھر درگاہ خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ میں کیا خیال آیا تھا۔ احقر کو یاد آگیا اور عرض کیا کہ میں درگاہ شریف میں حاضر ہوا، پہلے خیال آیا کہ قبر شریف کو جہاں آپ کے قدم مبارک میں بوسہ دیا جائے، اس خیال کے آتے ہی دوسرا خیال آیا کہ یہ تو محض پتھر ہے اسکو بوسہ دینے سے کیا فائدہ اصل تعلق تو صاحبِ قبر سے ہے چنانچہ احقر سلام کر کے جب مراقب ہوا تو فیوض و برکات محسوس نہیں ہوئے، فوراً ہی قبر شریف سے یہ واضح اشارہ ملا کہ بیشک یہ پتھر ہی ہے مگر اس پتھر کو ہم سے نسبت ہے، چنانچہ احقر اُٹھا اور قبر شریف کو بوسہ دیا، اسکے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے خوب خوب نوازا۔

حضرت شاہ زید صاحب نے اسی وسوسے کا اظہار فرمایا جو درگاہ خواجہ باقی باللہ میں اس احقر کو آیا۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ کا سینہ مبارک گنجینۂ علم وعرفان تھا آپ کو دو عظیم نسبتیں حاصل تھیں، ایک فاروقی نسبت اور دوسری مجددی نسبت، آپ کا سینۂ مبارک ان دونسبتوں کے نور سے معمور تھا۔

الحمدللہ احقر کو ان دونوں نسبتوں میں سے حصہ عطا ہوا، اس کی صورت یہ ہوئی کہ احقر حضرت شاہ ابو الحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ کے پاؤں دبا رہا تھا۔ آپ نیم دراز تھے، اچانک آپ نے احقر کے دنوں بازو

پکڑے اور احقر کا سر اپنے قلبِ اطہر پر رکھ دیا، احقر کے سامنے اچانک اندھیرا چھا گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ روح پرواز کر گئی، پھر اچانک ہر طرف روشنی ہی روشنی نظر آنے لگی اور قلب جاری ہو گیا یہ سارا کرم صرف چند منٹ میں ہوا۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید علیہ الرحمۃ نے نسبت فاروقی اور نسبتِ مجددی کے فیوض و برکات عطا فرمائے بے شک یہ سب کا سب فیض احقر کے پیرو مرشد برحق حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کی نسبت شریف کا مرہونِ منت ہے۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید علیہ الرحمۃ احقر کے پیرو مرشد برحق حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کے پاس تشریف لاتے حضرت مفتیِ اعظم ان کا اکرام فرماتے، حضرت مفتی اعظم کی ان پر خاص نظر تھی اور قلبی لگاؤ تھا۔ حضرت مفتی اعظم کے فرزندِ دلبند حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد علیہ الرحمۃ حضرت شاہ ابوالحسن زید علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے۔ حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ حضرت مفتی اعظم کے محبوب فرزند مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے بہت محبت اور شفقت فرماتے تھے ایک مرتبہ حضرت مسعودِ ملت سے فرمایا ''ہم آپ سے بہت خوش ہیں''۔

حضرت شاہ زید صاحب نے بچپن میں رہو مچھلی کا شکار کیا اور حضرت والد ماجد کی خدمت میں لائے آپ نے اپنے ایک خادم ہاشم جمریانی پٹھان سے فرمایا ''دیکھو ہاشم! زید نے یہ عمدہ مچھلی پکڑی ہے'' ہم کو اللہ سے اُمید ہے کہ اسکو اچھا نصیب ملے گا'' حضرت شاہ زید علیہ الرحمۃ کے بارے میں حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ نے کوئٹہ بلوچستان میں علمائے افغانستان سے فرمایا ''زید جائے گیرد'' زید میری جگہ لینے والا ہوگا آپ کا یہ ارشاد حق ثابت ہوا۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت شاہ ابوالحسن زید نے ۱۷ر جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ مطابق ۲ر دسمبر ۱۹۹۳ء بروز جمعرات وصال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت ابوالحفص عمر آغا (سجادہ نشین خانقاہ شاہ ابوالخیر کوئٹہ) نے پڑھائی اور آپ کو خانقاہ شریف میں والد ماجد کے قرب میں دفن کر دیا گیا[۷۹]۔

آپ کے فرزند صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالفضل آپ کی حیات میں ہی وصال فرما گئے تھے۔ اس وقت آپ کی مسند پر آپ کے پوتے حضرت ابونصر انس فاروقی جلوہ افروز ہیں۔

حضرت شاہ ابوالحسن زید علیہ الرحمۃ کے معاصرین میں کوئی صاحب سجادہ، خانقاہ نشین ایسا فاضل و محقق نظر نہیں آتا۔ آپ علم و فضل یکتا و یگانہ تھے۔ آپ نہ صرف ایک بلند پایہ مصنف و محقق ہیں بلکہ ایک قادر الکلام شاعر بھی ہیں جسکی تفصیل مقاماتِ خیر میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد مشرف احمد

حضرت مولانا مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمۃ حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر علیہ الرحمۃ کے فرزندِ ارجمند ہیں، آپ کی ولادت باسعادت دہلی میں ہوئی[۸۰] حفظ قرآن اور تجوید و قرأت کی تکمیل کے بعد ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء میں مدرسہ عالیہ مسجد جامع فتحپوری، دہلی سے علوم عقلیہ و نقلیہ میں سند تکمیل حاصل فرمائی، اسی کے ساتھ فنِ طب میں بھی سند حاصل فرمائی اور مہارتِ تامہ پیدا کی[۸۱]۔ ابتداء میں کچھ عرصے دہلی میں رہے اور مسجد فتحپوری میں نائب مفتی کے فرائض انجام دیتے رہے، پھر قصبہ نوح میں گورنمنٹ ہائی اسکول میں استاد دینیات مقرر ہوئے پھر چند سال گزار کر دہلی تشریف لے آئے۔ اور پھر مسجد شیخاں (بارہ ہندو راؤ) میں خطیب مقرر ہوئے، اور سالہا سال فرائض امامت و خطابت انجام دیتے رہے، آپ صاحب تقویٰ تھے آپکو تقریر کا خاص ملکہ حاصل تھا، طبیعت نکتہ رس پائی تھی، کئی کئی گھنٹے فاضلانہ اور عالمانہ تقریر فرماتے تھے' آپ کے دستِ حق پرست پر سینکڑوں غیر مسلم مشرف بِاسلام ہو چکے ہیں۔ آپ کو فنِ طب میں مہارت حاصل تھی، آپ کے مطب میں بے شمار مریض فیض یاب ہوتے تھے، طبیعت فقیرانہ پائی تھی، اس لئے علاج پُر تاثیر تھا، تعویذات و عملیات وغیرہ میں کمال حاصل تھا، آپ نے سعادت حج بیت اللہ حاصل کی، آپ کی چند نگارشات کے مطالعہ سے زبان دانی اور بے پناہ قوت اظہار کے ساتھ ساتھ تبحر علمی اور تحقیقی شان کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد مشرف احمد صاحب نے دہلی میں ۱۹۸۱ء میں وصال فرمایا آپ اپنے والد ماجد کے دائیں پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کے کئی صاحب زادے ہیں، مولانا حافظ محمد میاں ثمر دہلوی، مولانا حافظ احمد میاں، حافظ محمد احسن میاں، حافظ محمد اسلم میاں، حافظ محمد اکرم میاں۔ بڑے صاحبزادے مولانا حافظ محمد میاں آپ کے جانشین اور خلیفہ ہیں۔ مسجد شیخاں بارہ ہندو راؤ دہلی میں خطیب و امام ہیں، عالم و فاضل ہیں۔ عملیات میں یگانۂ روزگار ہیں۔ آپ کی کوئی علمی کاوش ہمارے علم میں نہیں۔ دہلی میں رونق افروز ہیں، ہماری خواہش تھی کہ ان کے حالات زندگی بھی اس کتاب کی زینت بنتے مگر ان کی گوشہ نشینی

کی وجہ سے مراسلت اور فون سے رابطہ ممکن نہ ہوسکا اس لئے حالات شامل نہ ہوسکے۔ انشاء اللہ آئندہ حالات دستیاب ہوں گے تو شامل کر دیئے جائیں گے۔

حضرت مولانا حافظ قاری مفتی ڈاکٹر محمد احمد

حضرت مولانا حافظ قاری مفتی محمد احمد علیہ الرحمۃ حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کے فرزندِ دلبند اور جانشین تھے آپ کی ولادتِ باسعادت ۱۹۱۹ء میں دہلی میں ہوئی، ابتدائی تعلیم حضرت والد ماجد سے حاصل فرمائی، برادران گرامی اور برادرِ نسبتی قاری سید محمد حفیظ الرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ سے تجوید و قرأت کی تحصیل کی اور قرآن پاک حفظ کیا اور اس میں کمال پیدا فرمایا۔ سالہا سال جامع مسجد فتحپوری میں رمضان المبارک کے مہینے میں قرآن سنایا' ہزاروں کے اجتماع میں بغیر لاؤڈ اسپیکر کے ہر شخص تلاوتِ قرآن سے محظوظ و مسرور ہوتا تھا، آپ کی آواز میں سوز و گداز تھا، آپ کے بکثرت تلامذہ ہیں[۸۲]۔

حضرت مولانا مفتی محمد احمد علیہ الرحمۃ نے قرآن کریم کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی طرف باقاعدہ توجہ دی، حضرت مفتی اعظم سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور مدرسہ نعمانیہ (دہلی) میں داخل ہو کر ایک عرصے تک تعلیم حاصل کی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں سند تکمیل حاصل کی اس سند پر ان چار حضرات کے دستخط ہیں[۸۳]۔

۱۔ مولوی عبد المجید، مہتمم مدرسہ نعمانیہ

۲۔ مولوی عبد الخالق، صدر مدرس، مدرسہ نعمانیہ دہلی

۳۔ مولوی سید محمد موسیٰ صاحب صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی

۴۔ مولوی عبد الحنان صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی

حضرت مولانا محمد احمد علیہ الرحمۃ نے علم کو ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ اس کے لئے ڈینٹل سرجری سیکھی اور کمال حاصل کیا، آپ نے نوعمری ہی سے مسجد فتحپوری میں امامت کے فرائض انجام دیئے' حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے بڑے صاحب زادے حضرت مولانا مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمۃ بھی برسوں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، جب ۱۹۴۷ء میں پاکستان تشریف لے گئے اور حضرت مفتی اعظم نحیف ہوگئے تو کلی طور پر مولانا محمد احمد صاحب نے امامت و خطابت کے فرائض انجام دیے۔ پھر

دہلی وقف بورڈ نے یکم نومبر ۱۹۶۶ء کو مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی جگہ مولانا محمد احمد علیہ الرحمۃ کو نامزد کیا اور منصب امامت وخطابت ان کے سپرد کر دیا گیا۔ آپ نے تقریباً چالیس سال امامت کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کو عملیات اور تعویذات پر بھی ملکہ حاصل تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے تاثیر عطا فرمائی تھی۔

حضرت مولانا محمد احمد علیہ الرحمۃ کی سیرت و کردار کا نمایاں پہلو انکا اخلاق حسنہ تھا۔ آپ اپنے حال کو ہمیشہ مخفی رکھا کرتے تھے، آپ ہر وقت مسکراتے رہتے تھے اور صدقات بکھیرتے رہتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

''اپنے بھائی کی طرف دیکھ کر مسکرانا صدقہ ہے''

آپ کی زندگی تقویٰ اور پرہیزگاری سے آراستہ تھی آپ اپنے مریدین کو اتباع سنت اور شریعت مطہرہ پر عمل کی تاکید فرماتے تھے۔

حضرت مولانا محمد احمد علیہ الرحمۃ جید عالم دین صوفی باصفا اور صاحب کرامت تھے جو فرما دیتے پورا ہو جاتا کبھی کبھی تقریر فرماتے، زبان نہایت شائستہ ہوتی تھی، موزوں و مناسب حال اشعار سے مرصع اور ادبی رنگ لئے ہوئے۔ ہاں ع

رنگ باتیں کریں اور باتوں سے خوشبو آئے

آپ دہلی کی ٹکسالی زبان بولتے تھے، اظہار پر بڑی قدرت تھی طبیعت میں عشق تھا گداز تھا۔

کوئی کیا بتائے کہ چیز کیا یہ گداز عشق رسول ہے
جو نہاں ہو دل میں تو آگ ہے جو نظر نہ آئے تو پھول ہے

حضرت ممدوح اپنے والد ماجد حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت تھے۔ اور انہی سے خلافت واجازت حاصل تھی۔

درگاہ مسعودیہ واقع قبرستان خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ میں آپ پابندی سے ہر جمعرات کو حاضری دیا کرتے تھے۔

۱۹۴۷ء کے فسادات کے زمانے میں ان کی استقامت قابل دید تھی، مسجد فتحپوری کے چاروں طرف کشت وخون کا بازار گرم تھا اور کرفیو لگا ہوا تھا مگر آپ امامت کے فرائض انجام دیتے رہے کیونکہ آپ عارف کامل تھے اور آپ کی نظر اللہ کی طرف تھی۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

حضرت مولانا حافظ قاری محمد احمد علیہ الرحمۃ نے برکتوں اور رحمتوں کے مبارک مہینہ میں یعنی یکم رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ/۲۱/اکتوبر ۱۹۷۱ء وصال فرمایا، آپ کی نماز جنازہ میں لاکھوں مسلمانوں کے علاوہ ہندو سکھ سرکاری و غیر سرکاری افسران عقیدت مند سب ہی تھے، نماز جنازہ جامع مسجد دہلی میں درگاہ شاہ ابوالخیر کے سجادہ نشین حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ نے پڑھائی اور تدفین جامع مسجد فتحپوری کے صحن میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے بائیں جانب ہوئی، حضرت مفتی اعظم نے اپنی حیات ظاہری میں اپنے فرزندِ دلبند کو اپنے قریب رکھا اور اب عالم برزخ میں اپنے بائیں جانب یعنی دل کے قریب رکھا۔ حضرت مولانا حافظ محمد احمد علیہ الرحمۃ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات اہل اللہ کی نظر میں بہت مقبول ہیں اسکا اندازہ اس خواب سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ کے برادرِ نسبتی ڈاکٹر فریدالدین مرزا نے دیکھا اور حضرت ممدوح کے برادرِ خورد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کو ارسال فرمایا۔ ڈاکٹر فریدالدین مرزا نے دیکھا کہ:۔

> مولانا محمد احمد ریشم کے سفید براق کپڑے پہنے ہیں اور ان پر سرخ عطر ملا ہوا ہے۔ ایک اسٹیج سجا ہوا ہے اسکے ارد گرد سرخ سبز رنگوں سے حد بندی کی ہوئی ہے۔ اسٹیج پر بہت سے بزرگانِ دین بیٹھے ہیں۔ مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ نے مولانا محمد احمد کو اس اسٹیج پر ہاتھوں ہاتھ لیا اور ایک بزرگ سے تعارف کراتے ہوئے فرمایا یہ آپ کے شاگرد رشید ہیں وہ بزرگ حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ تھے۔ انہوں نے دوسرے بزرگانِ دین سے مولانا محمد احمد کا تعارف کرایا انہیں میں حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ بھی تھے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بھی بعد میں معلوم ہوا کہ مولانا محمد احمد کے اعزاز میں یہ محفل سجائی گئی ہے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد بھی قریب ہی موجود ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور رسول مقبول ﷺ کی سواری یہاں پر آنے والی

ہے۔ اتنے میں سب بزرگ کھڑے ہوجاتے ہیں اور ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اندر چلے جاتے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ نے اعلان فرمایا:۔

سب حضرات مؤدب کھڑے ہوجائیں حضور رسول مقبول ﷺ رونق افروز ہونے والے ہیں۔

(مکتوب ڈاکٹر فریدالدین مرزا بنام پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت مولانا حافظ قاری محمد احمد علیہ الرحمۃ کو پانچ صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں عطا فرمائیں، آپ کے ایک صاحبزادے عجائبات روزگار میں سے تھے، جو اپنی ولادت کے ایک ماہ بعد وصال فرماگئے اسکا انکشاف حضرت قبلہ عالم مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کے اس مکتوب سے ہوتا ہے جو آپ نے حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کو ارسال فرمایا تھا، اس مکتوب میں تحریر تھا:۔

تمہارا خط مولوی محمد احمد کو دے دیا تھا وہ سلام کہتے ہیں، یہ بچہ عجیب ہی پیدا ہوا تھا، تقریباً ایک ماہ کی عمر ہوگی، بیماری کے ایام میں میرے پاس دم کرانے کے لئے بھیجا جب مجھے اس نے دیکھا تو سلام کیا، مجھے بڑی حیرت ہوئی اور خیال کیا کہ یہ بچہ اپنے اجداد کا نام روشن کرے گا لیکن دو تین روز کے بعد معلوم ہوا کہ وہ تو آخری سلام کرنے کے لئے آیا تھا، اسکا انداز ایسا قلب پر جم گیا ہے کہ اکثر اوقات بے چین کرتا ہے خصوصاً جب اسکا ذکر آتا ہے تو وہ سامنے آجاتا ہے۔

(مکتوب بنام پروفیسر مسعود احمد مورخہ ۲۱؍مارچ ۱۹۵۷ء، مکاتیب مظہری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹ء مرتبہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص۔ ۳۵۳)

دیگر صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مفتی اعظم کے محبوب پوتے اور جانشین حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد

۲ ڈاکٹر حافظ قاری مفتی معظم احمد مسعودی (نائب امام مسجد فتحپوری دہلی)

۳۔ حافظ قاری محمد مبشر احمد (نائب امام مسجد فتحپوری دہلی)

۴۔ ڈاکٹر محمد بشیر احمد

۵۔ ڈاکٹر حافظ قاری محمد محمود احمد مسعودی

حضرت صاحب زادہ مفتی ڈاکٹر محمد معظم احمد قرأت کا خاص ملکہ رکھتے ہیں، انکے عملیات اور تعویذات نہ صرف پاک و ہند میں بلکہ بیرون ممالک میں بھی مشہور ہیں اس سلسلہ میں بیرون ممالک کے احباب اور عقیدت مندوں کے اصرار پر آپ بیرون ممالک کا سفر کر چکے ہیں۔

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد علیہ الرحمۃ کی ولادتِ باسعادت ۱۹۳۲ء میں دہلی ہوئی۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کے محبوب فرزند ہیں، آپ بچپن سے جوانی تک حضرت مفتی اعظم کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ میں حضرت مفتی اعظم کی سیرتِ طیبہ کی بعض خوبیاں نظر آتی ہیں، قرآن کریم اور عربی و فارسی کی تعلیم حضرت مفتی اعظم سے حاصل کی، پھر کچھ عرصے مدرسہ عالیہ فتح پوری میں بھی پڑھا، مشرقی پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کی سند حاصل کی، جے پور سے فن طب میں سند حاصل کی اور کلکتہ سے ہومیوپیتھ میں ڈی۔ ایچ۔ پی کی ڈگری لی۔ آپ کو سخن فہمی اور سخن سنجی کا ذوق تھا۔ آواز میں بھی سوز ہے، اس لئے گدازِ قلب سے خالی نہیں، قرآنِ کریم اور اشعار خاص سوز و گداز سے پڑھتے تھے، حضرت مفتی اعظم آپ سے بہت محبت فرماتے تھے، اسکا پتہ ان خطوط سے ملتا ہے جو ۱۹۴۶ء میں سفرحج کے دوران کراچی سے دہلی بھیجے تھے[۸۴]۔

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب علیہ الرحمۃ کو اپنے برادرِ بزرگ حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے بہت محبت تھی، حضرت بھی آپ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ راقم الحروف دہلی حاضر ہورہا تھا، حضرت مسعود ملت نے راقم کے ہمراہ کچھ رقم حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب کے لئے بھجوائی جب راقم نے یہ امانت ان کے حوالے کی تو آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرطِ محبت سے فرمایا:۔

''میرے لئے تو انکی محبت ہی کافی ہے''

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب علیہ الرحمۃ، حضرت شاہ ابوالحسن زید علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے جبکہ اجازت و خلافت اپنے برادرِ بزرگ حضرت مسعود ملت سے حاصل تھی، آپ درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ

علیہ الرحمۃ کے سجادہ نشین تھے، اور انکی مسجد کے خطیب تھے، راقم الحروف کو ١٩٨٧ء میں آپ کی صدارت میں ہونے والی محفل مبارک، مورخہ ١٤ر شعبان المعظم کی رات حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی مسجد میں خطاب کا موقع ملا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے تقریر کو پسند فرمایا۔ آپ کو حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مزارات سے فیض حاصل ہوا، اول الذکر درگاہ میں بلا ناغہ ہر ہفتے حاضر ہوتے تھے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب علیہ الرحمۃ نے ٢٨ر رمضان المبارک مطابق ١٩٩٦ء وصال فرمایا آپ کی نماز جنازہ حضرت شاہ ابوالحسن زید علیہ الرحمۃ کے پوتے حضرت انس مجددی نے پڑھائی اور آپ کو اپنے والدِ ماجد حضرت مفتی اعظم کے قرب میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

آپ کے ہاں دو صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں تولد ہوئیں۔ صاحب زادوں کے نام یہ ہیں۔

١۔ ڈاکٹر محمد مجیب احمد سجادہ نشین خانقاہ خواجہ باقی باللہ دہلی

٢۔ حافظ محمد احمد المعروف محمد ارشد احمد (امام وخطیب مسجد خواجہ باقی باللہ، دہلی)

علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد شاہی امام وخطیب مسجد فتح پوری دہلی

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد خانوادۂ مسعودیہ مظہریہ کے چشم و چراغ ہیں جن کا تذکرہ آپ نے مشائخ کے حالات میں گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا، حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد کی ولادت با سعادت ١٩٥١ء میں دہلی میں ہوئی، اپنے جد امجد حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کی آغوش محبت میں پلے بڑھے، انکی مبارک گود میں کھیلے، انکے دوشِ مبارک پر سوار ہوئے، ان سے قرآن کریم، عربی وفارسی کے علاوہ علم التوقیت اور علم الفرائض حاصل کیئے [٨٥] ان کے ساتھ نشست و برخاست کی ان کے ساتھ سفر میں شریک رہے حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت شیخ نظام الدین اولیاء حضرت خواجہ محمد باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اور دیگر اولیائے کاملین کے مزارات پر انکو پیش کیا، گویا پندرہ سال تک شب وروز ان پر نظر کرم فرمائی۔ حضرت مولانا مفتی محمد مکرم احمد صاحب راقم الحروف کے نام اپنے مکاتیب میں اس لطف وکرم کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں:

(۱)

کیا بتاؤں؟ الفاظ نہیں ملتے جن سے ملفوظات شریفہ کی جامعیت اور خصوصیت کا بیان کروں۔ احقر کی عمر کا ایک لمبا حصہ حضرت کی خدمت میں اور آپ کی مشفقانہ تربیت میں گزرا ہے۔ سالہا سال تک حضرت نے اپنے ساتھ صبح بعد نماز فجر جائے سے لے کر عشاء کے کھانے تک توجہات اور انمول نعمتوں سے نوازا ہے۔ اور اسی کا فیض آج ہر لمحے میرے ساتھ ہے (مکتوب مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۹۰ء)[۸۶]۔

(۲)

احقر کو حضرت علیہ الرحمۃ کا مرید ہونے کا شرف حاصل ہے، اور راہِ سلوک کی منازل بھی حضرت نے خود طے کرائی تھیں اور دہلی کے سب ہی مزارات پر اور حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کے مزار پر حضرت نے خود پیش فرمایا تھا، (وصال سے پانچ سال قبل) آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارے ہاں نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ سلسلہ کی اجازت ہے، قبلہ سید عبدالغنی نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ تقریباً پچاس برس متواتر حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کے عرس مبارک پر حاضر باش تھے، جب بھی دہلی تشریف لائے تو حضرت قبلہ جد امجد سے ضرور فیض یاب ہوتے تھے، ایک روز حضرت کے وصال کے بعد مزار پر حاضر تھے، اور حالت مراقبہ میں تھے کہ حضرت نے انکو حکم دیا کہ میاں مکرم کی تربیت میں کر چکا ہوں آپ انکو خلافت دے دیں۔ وہ فرمارہے تھے میں نے اسکو بے ادبی سمجھا کہ آپ کے پوتے اور جانشین کو میں خلافت دوں تو حضرت نے تاکید فرمائی، اور حضرت نے اجازت دی کہ آپ اپنے خانقاہی سلسلۂ سہروردیہ کی اجازت بھی دے دیں، اس طرح یہ چار سلسلے ہمارے ہاں آئے اور احقر نے انہی

چار سلسلوں کی اجازت مسرور میاں سلمہٗ ابن مسعود ملت کو بحکم جد امجد دی ہے۔ (مکتوب مورخہ ۷/اگست ۱۹۹۶ء)

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد ۱۹۶۲ء میں مدرسہ دارالعلوم فتحپوری میں درجہ ثانیہ میں داخل ہوئے اور نومبر ۱۹۶۸ء میں سند فراغت حاصل کی، انہوں نے درس نظامیہ میں فرسٹ کلاس فرسٹ کامیابی حاصل کی اور پورے دارالعلوم میں اول آئے۔ انہوں نے درس نظامیہ کی تکمیل میں دورۂ حدیث کے بعد علم حدیث میں تخصص کیا اور درجہ اول حاصل کیا۔ ۱۹۷۰ء میں پنجاب یونیورسٹی (بھارت) سے مولوی فاضل کا امتحان دیا اور فرسٹ ڈویژن حاصل کی اور پوری یونیورسٹی میں اول آئے ۱۹۷۰ء میں دہلی یونیورسٹی (دہلی) سے بی اے آنرز (عربی) کا امتحان دیا بہترین طالب علم قرار دیئے جانے پر یونیورسٹی میڈل حاصل کیا۔ ۱۹۷۷ء میں دہلی یونیورسٹی (دہلی) سے فرسٹ ڈویژن میں ایم اے (عربی) کیا اور بہترین طالب علم قرار دیئے جانے پر یونیورسٹی میڈل حاصل کیا، مفتی دارالعلوم فتحپوری دہلی، مفتی عبدالدائم جلالی کی نگرانی میں ۱۹۶۸ء کو سند عنایت فرمائی۔ آپ نے جامع ملیہ یونیورسٹی' نئی دہلی سے ۹/اگست ۱۹۹۴ء میں جدید عربی ادب پر ڈاکٹریٹ کیا' اور اب عربی ادب میں ڈی لٹ کی تیاری کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب کے اساتذہ میں مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ، حضرت حافظ قاری مولانا محمد احمد، قاضی سجاد حسین، قاضی نصر اللہ خان صاحب قابل ذکر ہیں۔

حضرت مفتی اعظم نے حضرت مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب کی تربیت فرمائی اور بعض اجازتیں عطا فرمائی چنانچہ حضرت مفتی مکرم احمد صاحب احقر کے نام ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:

احقر العباد نے حضرت قبلہ جد امجد علیہ الرحمۃ کے ساتھ بچپن گزارا اور آپ ہی کی تربیت میں قرآن کریم پڑھا، حفظ کیا اردو عربی اور فارسی پڑھی، فتاوٰں کی مشق بہت بچپن سے ہی حضرت نے شروع کرادی تھی، اپنے پاس آنے والوں کو گاہے گاہے تعویذ کیلئے اس ناچیز کے پاس بھیجدیا کرتے تھے مرچوں پر پڑھ کر دم کرنے کی دعا تو بہت بچپن میں یاد کرادی تھی اور حضرت کے پاس مرچیں میں ہی پڑھتا تھا۔ جمعہ کو حضرت حجرہ شریف میں حضرت قبلہ کی موجودگی میں ختم خواجگان حضرت کے داہنے برابر میں بیٹھ کر میں ہی پڑھتا تھا، فتوی کی مہر مفتی بننے سے بہت پہلے حضرت نے ناچیز کو عطا فرمادی تھی ۱۹۶۰ء میں پاکستان کے قیام کے دوران حضرت نے نازلی ہوٹل میں، لاہور اور راولپنڈی میں احقر کو ساتھ رکھا اور

وہاں تعویذات دینے کا حکم دیا۔ ۱۹۶۶ء میں حضرت نے خود حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ میں اور حضرت امام ربانی کے آستانے پر احقر کو پیش کیا۔ آستانہ محبوب الٰہی اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی میں تو متعدد بار حضرت کے ساتھ شریک ہوا، دوران سفر میری اقتدا میں نمازیں ادا فرمائیں، گویا ہر پہلو سے تربیت فرمائی اور تربیت کے کمال کا امتحان بھی لیا، میری عمر کے بہترین چودہ سال حضرت کی خصوصی تربیت میں گزرے۔ (مکتوب مورخہ ۱۷/اکتوبر ۱۹۹۶ء)[۸۷]۔

حضرت قبلہ عالم مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ نے جس طرح حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب کی تربیت فرمائی اسکو دیکھتے ہوئے یہ بات بلاخوف وتردید کہی جاسکتی ہے کہ حضرت مفتی اعظم نے موصوف کو اپنا جانشین منتخب فرمالیا تھا اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ حضرت مفتی اعظم کی منشاء کے بغیر کوئی اسکی مسند پر جلوہ گر نہیں ہوسکتا۔

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد مسلکاً سنی، حنفی، مشرباً نقشبندی مجددی ہیں۔ آپ اپنے جد امجد مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہیں اور زبانی اجازت کا شرف بھی حاصل ہے۔ حضرت مفتی اعظم وصال کے بعد بھی مسائل کے حل کے لئے رہنمائی فرمادیتے ہیں جس طرح حیات ظاہری میں فرماتے رہے۔ الحمد للہ حضرت مفتی صاحب کو اُویسی نسبت حاصل ہے جبکہ اسی سلسلہ میں اجازت وخلافت اپنے عمِ محترم عالم اسلام کے عظیم روحانی پیشوا اور محقق مجدد مأۃ حاضرہ مسعود ملت حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے حاصل ہے علاوہ ازیں آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم پیر طریقت حضرت شاہ سید عبد الغنی سے چاروں سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل ہے جسکی تفصیل آپ ملاحظہ فرماچکے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب میں اپنے جد امجد کی خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں، انکا صبر واستقامت قابل تقلید ہے، جب انکے والد ماجد کا وصال ہوا تو انکی عمر ۲۱ سال تھی اور دس بہن بھائیوں کی کفالت انکے ذمہ داری تھی جبکہ وہ برسرِ روزگار بھی نہ تھے، یہ انکے جد امجد کی تربیت اور نظر کرم کی بین کرامت تھے کہ انہوں نے اپنے والد ماجد کے انتقال پر اپنے عمِ محترم حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے نام ایک مکتوب میں فرمایا۔

”آج سے رب حقیقی براہِ راست ہمارا نگران ہے“[۸۸]

بلا شبہ ایک عارف کامل کی آغوش محبت میں شب و روز رہنے والے کی زبانِ مبارک سے ایسے ہی کلمات جاری ہونے کی توقع تھی۔

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد اپنے جد امجد مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کی مسند جلیلیہ پر رونق افروز ہیں، وہ جامع مسجد فتحپوری میں امامت و خطابت کے علاوہ فتویٰ نویسی، اور رشد و ہدایت کے ذریعے اپنے اجداد کا فیض جاری کئے ہوئے ہیں' ان کو تعویذات و عملیات میں خاص مہارت حاصل ہے، مسلمانوں کے علاوہ ہندو سکھ سب ہی انکی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حاجات پوری کر رہے ہیں، آپ جامع مسجد فتحپوری میں علمی و روحانی خدمات کے علاوہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ حضرت مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب ۱۹۹۱ء میں حج بیت اللہ کی سعادت اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

مشائخ طریقت

حضرت مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب کو جن مشائخ طریقت سے چاروں سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اسکی تفصیل یہ ہے:

حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ نے شرفِ بیعت عطا فرمایا' ابن مفتی اعظم ہند مجدد مأہ حاضرہ مسعود ملت حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔

حضرت شاہ عبد الغنی نے حضرت قبلہ مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کے باطنی حکم پر چاروں سلاسل طریقت نقشبندیہ چشتیہ قادریہ سہروردیہ میں اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔

۲ر ستمبر ۲۰۰۱ء میں سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ اور نائب سجادہ نشین سید احمد ظفر ایم ایچ الگیلانی اور حضرت عبد الرحمٰن ظہیر الدین عبد اللہ الگیلانی نے دربارِ غوث اعظم کی چادر شریف اور تسبیح کے علاوہ سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب نے درج ذیل حضرات کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

۱۔ برادر خورد مفتی محمد معظم احمد دہلی

۲۔ برادرِ خورد ڈاکٹر محمود احمد دہلی

۳۔ ابن مسعود ملت حضرت صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد، کراچی، پاکستان

۴۔ صوفی قیام الدین۔ علی گڑھ

۵۔ نذرالاسلام صافی۔ اودے پور

۶۔ ڈاکٹر انیس الزماں۔ ڈھاکہ

۷۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نورالقادری نقشبندی مجددی۔ کشن گنج۔ بہار

۸۔ ایم اے رزاق۔ ڈھاکہ، بنگلہ دیش

۹۔ صاحبزادہ سید محمد طاہر مظہری بن قاری سید محمد حفیظ الرحمٰن علیہ الرحمۃ، اسلام آباد، پاکستان

۱۰۔ راقم الحروف جاوید اقبال مظہری۔ کراچی، پاکستان

تصانیف/تالیفات

حضرت مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب مسجد فتحپوری دہلی کے شاہی امام اور خطیب ہیں اسکے علاوہ فتویٰ نویسی اور رشد و ہدایت میں بے پناہ مصروفیات کی بناء پر تصنیف اور تالیف کی طرف زیادہ توجہ نہیں فرمائی۔ اتنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود آپ کی جو علم نگارشات منظر عام پہ آئیں وہ اگر زیادہ نہیں ہیں مگر انتہائی علمی تحقیقی اور جامع ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کی تصانیف، تالیفات اور تراجم کی تفصیل درج ذیل ہیں: [۸۹]

۱۔	فتاوی رضویہ اور فتاوی رشیدیہ کا تقابلی مطالعہ	(مطبوعہ)
۲۔	عزیز اباطہ کے منظوم ڈراموں کا تنقیدی مطالعہ (پی۔ ایچ۔ ڈی مقالہ)	(غیر مطبوعہ)
۳۔	التعظیم والتوقیر عربی میں......اردو سے ترجمہ	(مطبوعہ)
۴۔	العلم الغیب عربی میں......اردو سے ترجمہ	(مطبوعہ)
۵۔	عروس الاعیاد عربی میں......اردو سے ترجمہ	(مطبوعہ)
۶۔	نکہات عربی میں......اردو سے ترجمہ	(غیر مطبوعہ)
۷۔	الرسالہ عربی میں......اردو سے ترجمہ	(غیر مطبوعہ)
۸۔	چند مقبول دعائیں......اردو	(مطبوعہ)
۹۔	خزینت الاعمال	(مطبوعہ)

۱۰۔ فضائل اعمال (مطبوعہ)

۱۱۔ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ (دراسۃ تحلیلیۃ) (عربی غیر مطبوعہ)

۱۲۔ حیاۃ الدکتور محمد مسعود احمد (عربی غیر مطبوعہ)

۱۳۔ مجدد الالف الثانی الشیخ احمد السرہندی (حیاتہٗ و آثارہ) (عربی غیر مطبوعہ)

۱۴۔ محدثات الامور عربی میں......اردو سے ترجمہ (مطبوعہ)

۱۵۔ ترجمہ عربی آخری پیغام (غیر مطبوعہ)

آپ کی شادی ۱۹۸۳ء میں ہوئی جس میں عزیز و اقارب، عقیدت مندوں کے علاوہ صدر جمہوریہ ہند اور دیگر اعلیٰ حکام نے شرکت کی۔ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے نکاح پڑھایا۔

اولادِ امجاد

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کو تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی عطا فرمائیں، آپ کے صاحبزادے مولوی حافظ محمد انس مسعودی نے ۲۰۰۳ء درس نظامی کی تکمیل فرمالی ہے دوسرے صاحب زادے حافظ محمد سعد مسعودی ابھی زیر تعلیم ہیں اور میٹرک کا امتحان دے رہے ہیں، تیسرے صاحبزادے حافظ محمد حماد مسعودی بھی زیر تعلیم ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان تمام شہزادگان کو اپنے اجداد کے نقشِ کرم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆......☆......☆

حواشی

۱......کلیات باقی' ص ۱۱' بحوالہ سیرت حضرت مجدد الف ثانی مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد' مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء' ص ۶۲

۲......زبدۃ المقامات' مولفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی' مطبوعہ ۱۴۰۷ء سیالکوٹ' ص ۸

۳......زبدۃ المقامات' ص ۱۳

۴......زبدۃ المقامات' ص ۱۳۹

۵......سیرت مجدد الف ثانی' ص ۶۵ بحوالہ زبدۃ المقامات' ص ۱۴

۶......زبدۃ المقامات' ص ۱۲۴

۷......زبدۃ المقامات' ص ۱۲۵

۸...... زبدۃ المقامات' ص ۱۲۶۔

۹...... مکتوبات امام ربانی جلد اول' مکتوب نمبر ۳۲، ص ۱۲۶

۱۰...... زبدۃ المقامات' ص ۱۳۱

۱۱...... لطائف الحق' اردو ترجمہ نکات الحق' ص ۸

۱۲... روضۃ الاقطاب' ص ۹۵

۱۳...... زبدۃ الآثار بہجۃ الاسرار

۱۴...... شاہ غلام علی: مقامات مظہری تحقیق و ترجمہ پروفیسر محمد اقبال مجددی' لاہور ۱۹۸۳ء

۱۵...... ایضاً' ص ۲۵۳' بحوالہ محمد یعقوب ضیاء اعلی التاریخ' حصہ اوّل ص ۴۷ حاشیہ

۱۶...... محمد ساقی مستعد خان! مآثر عالم گیری' مطبوعہ کلکتہ ۱۹۷۰ء ص ۸۴

۱۷...... مفتی غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاً' حصہ اول' ص ۲۶۴/۲۶۵

۱۸...... مقامات مظہری' ص ۲۴۲

۱۹...... ایضاً' ص ۲۵۳ بحوالہ مآل الکمال' قلمی' رزق ۴۶

۲۰...... مقامات مظہری' ص ۲۴۲

۲۱...... ایضاً' ص ۲۴۳

۲۲...... ایضاً' ص ۲۴۲

۲۳...... مقامات خیر' ص ۲۱۳_۲۱۰

۲۴...... مفتاح التواریخ بحوالہ دلی کے بائیس خواجہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء، ص ۲۳۵

۲۵...... تذکرۂ علمائے ہند مولفہ مولوی رحمان علی مرتبہ محمد ایوب قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء ص ۴۹۶

۲۶...... مقامات مظہری مولفہ شاہ غلام علی مرتبہ محمد اقبال مجددی مطبوعہ لاہور' ص ۳۱۷/۳۱۸

۲۷...... مقامات مظہری ص ۱۴۲

۲۸...... دُر المعارف اردو ترجمہ ملفوظات طیبات حضرت شاہ غلام علی مترجم مولانا عبدالحلیم خان اختر شاہ جہاں پوری مظہری مطبوعہ ۱۹۸۳ء لاہور ص ۴

۲۹...... سرسید احمد خان، آثار الصنادید طبع چہارم دہلی ۱۳۸۵ء ۱۹۶۵ء ص ۱۶۲/۱۶۳

۳۰...... اقبال احمد مجددی پروفیسر مقدمہ ملفوظات شریفہ مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۸ء ۱۹۷۸ء ص ۱۵

۳۱...... ملفوظات طیبات حضرت شاہ غلام علی مجددی' ص ۱۱

۳۲......تذکرۂ علمائے ہند مولفہ مولوی رحمان علی مطبوعہ ۱۹۶۱ء کراچی، ص ۵۴۲
۳۳......قول جمیل فی بیان سوٓالسبل ص ۱۵۱، ۱۵۲
۳۴......القول الجلی مع مقدمہ از شاہ ابوالحسن زید فاروقی مطبوعہ ۱۹۸۶ء دہلی ص ۵۰۷
۳۵......القول الجلی، ص ۵۰۳
۳۶......تذکرۂ علمائے ہند مولفہ مولوی رحمان علی مرتبہ و مترجم محمد ایوب قادری مطبوعہ ۱۹۶۱ء کراچی ص ۳۰۳
۳۷......تذکرۂ علمائے ہند ص ۳۰۳
۳۸......مسالک السالکین جلد دوم، ص ۱۷۶
۳۹......مسالک السالکین جلد دوم، ص ۱۷۴
۴۰......مقاماتِ خیر مصنفہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مطبوعہ ۱۹۷۵ء دہلی ص ۱۰۱
۴۱......مقامات خیر ص، ۱۰۲
۴۲......مقامات خیر، ص ۱۴۶
۴۳......مقامات خیر، ص ۱۴۷
۴۴......مقامات خیر، ص ۱۴۷
۴۵......مقامات خیر، ص ۱۴۹
۴۶......مقامات خیر، ص ۱۴۹
۴۷......مقامات خیر، ص ۱۵۵
۴۸......مقامات خیر، ص ۱۵۶
۴۹......مقامات خیر، ص، ۳۲۳
۵۰......مقامات خیر، ص، ۴۰۶
۵۱......مقامات خیر، ص، ۴۲۰
۵۲......مقامات خیر، ص، ۳۱۰
۵۳......مقامات خیر، ص، ۳۴۹
۵۴......مقامات خیر، ص، ۶۰۴
۵۵......مقامات خیر، ص، ۴۱۷
۵۶......تذکرۂ مظہر مسعود مولفہ پروفیسر ڈاکٹر محمود مسعود احمد مطبوعہ ۱۹۶۹ء کراچی ص ۱۳

۵۷......محمد مسعود شاہ، فیوض محمدی و سلوک مسعودی مطبوعہ ۱۳۱۱ء ص ۱

۵۸......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۲۰

۵۹......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۲۷

۶۰......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۷۵

۶۱......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۷۵

۶۲......بزم جاناں مولفہ صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، مطبوعہ ۱۹۸۰ء حیدر آباد سندھ ص ۴۲

۶۳......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۱۴۹

۶۴......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۱۵۳

۶۵......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۱۵۳

۶۶......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۱۵۳

۶۷......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۵۱۷

۶۸......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۱۷۷

۶۹......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۱۷۱

۷۰......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۳۰۸

۷۱......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۳۱۰

۷۲......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۷۵

۷۳......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۷۵

۷۴......مقامات خیر، ص ۷۳۶

۷۵......مقامات خیر، ص ۷۳۷

۷۶......مقامات خیر، ص ۷۳۸

۷۷......مقامات خیر، ص ۷۳۹

۷۸......سوانح حیات حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ، ص ۲۱

۷۹......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۳۷۱

۸۰......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۳۷۱

۸۱......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۳۷۶

۸۲......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۳۷۷

۸۳......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۴۰۲

۸۴......تذکرۂ مظہر مسعود، ص ۳۸۰

۸۵......مکتوب بنام جاوید اقبال مظہری مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۹۰ء

۸۶......مکتوب بنام جاوید اقبال مظہری مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۹۶ء

۸۷......مکتوب بنام پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۸۸......مکتوب بذریعہ ای میل مورخہ ۲۲/ مارچ ۲۰۰۴ء بنام جاوید اقبال مظہری

☆......☆......☆

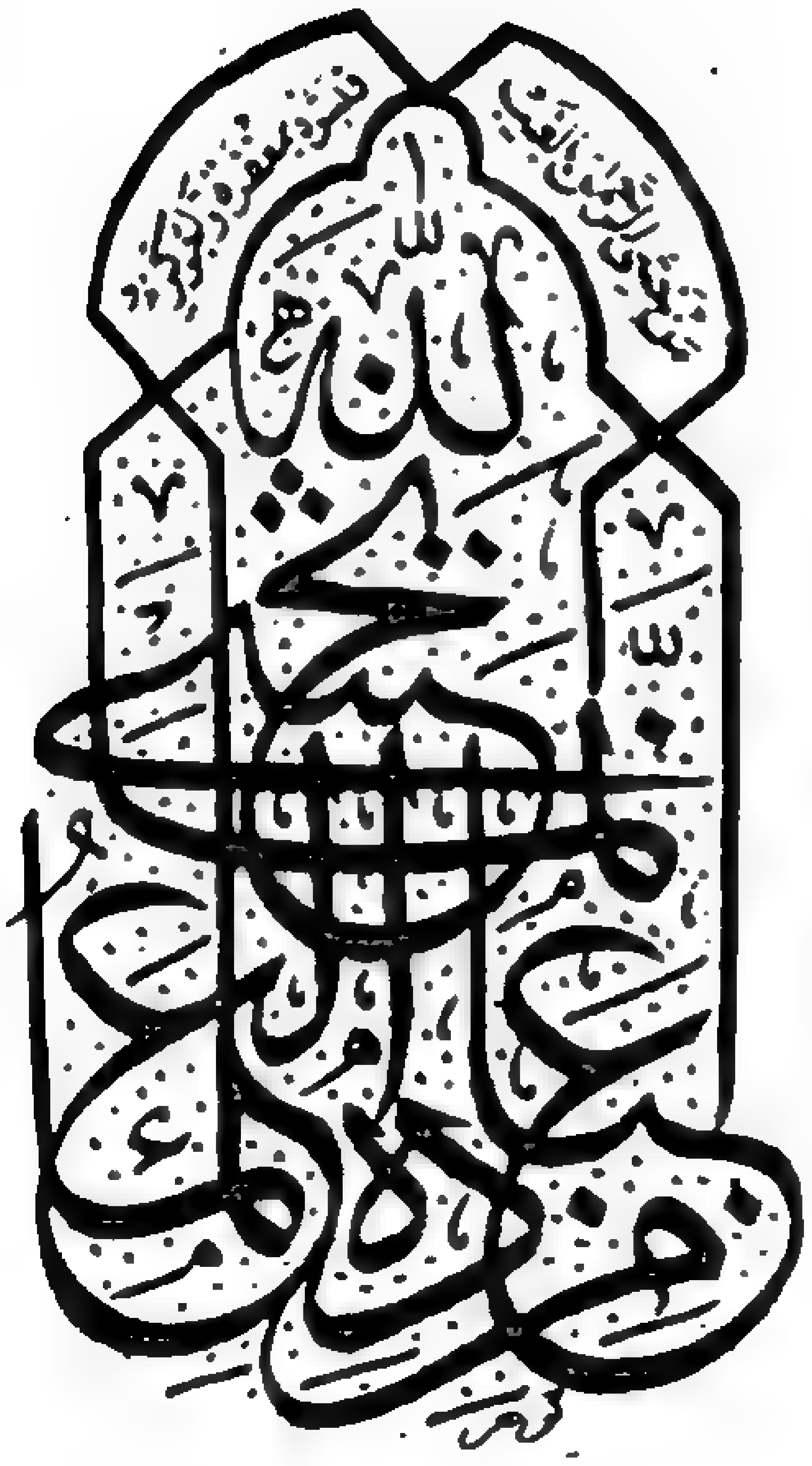

۳۳۹۷۰

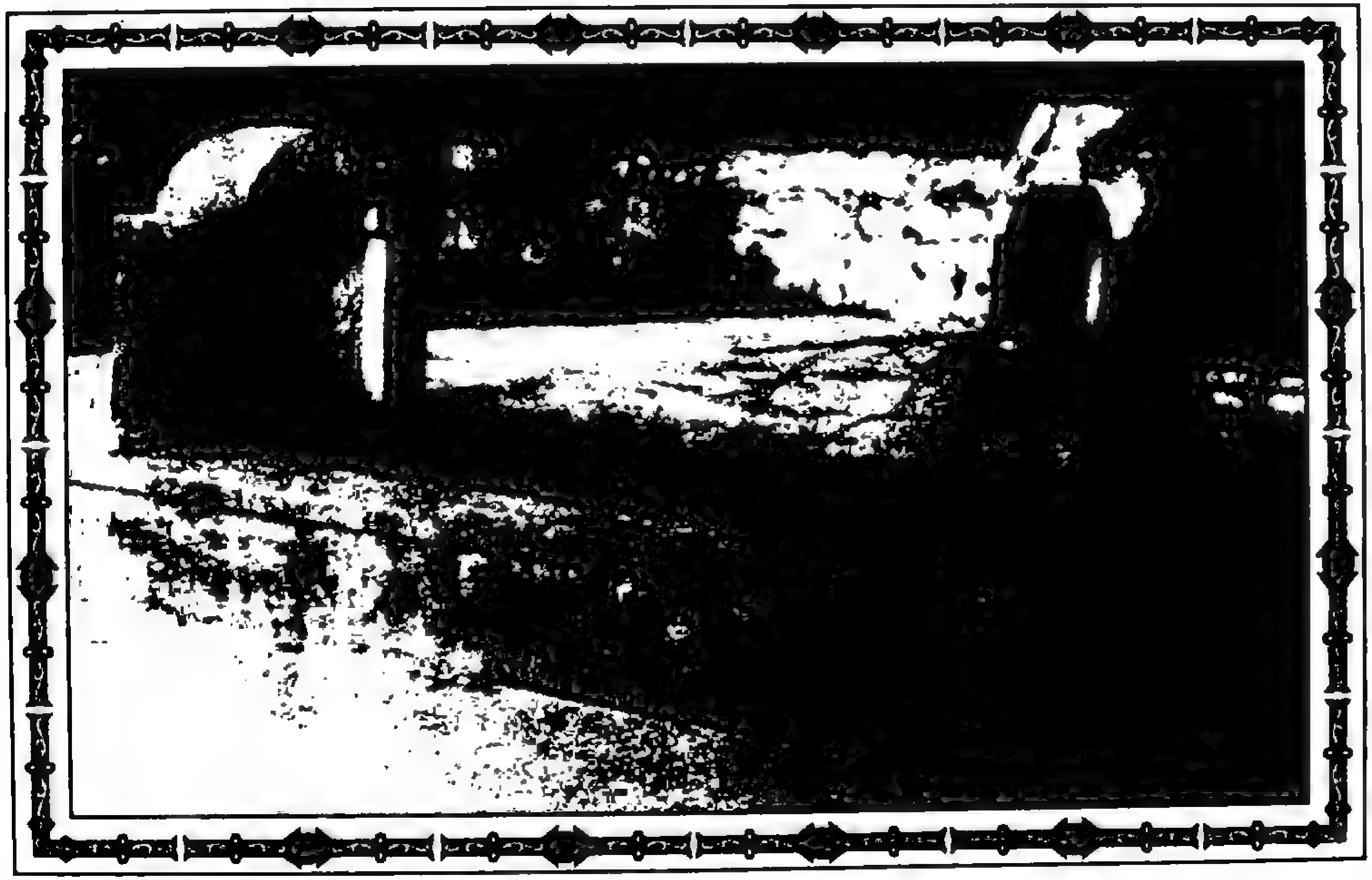

مزار پُرانوار سید نور محمد بدایونی علیہ الرحمہ

خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نئی دھلی۔ بھارت

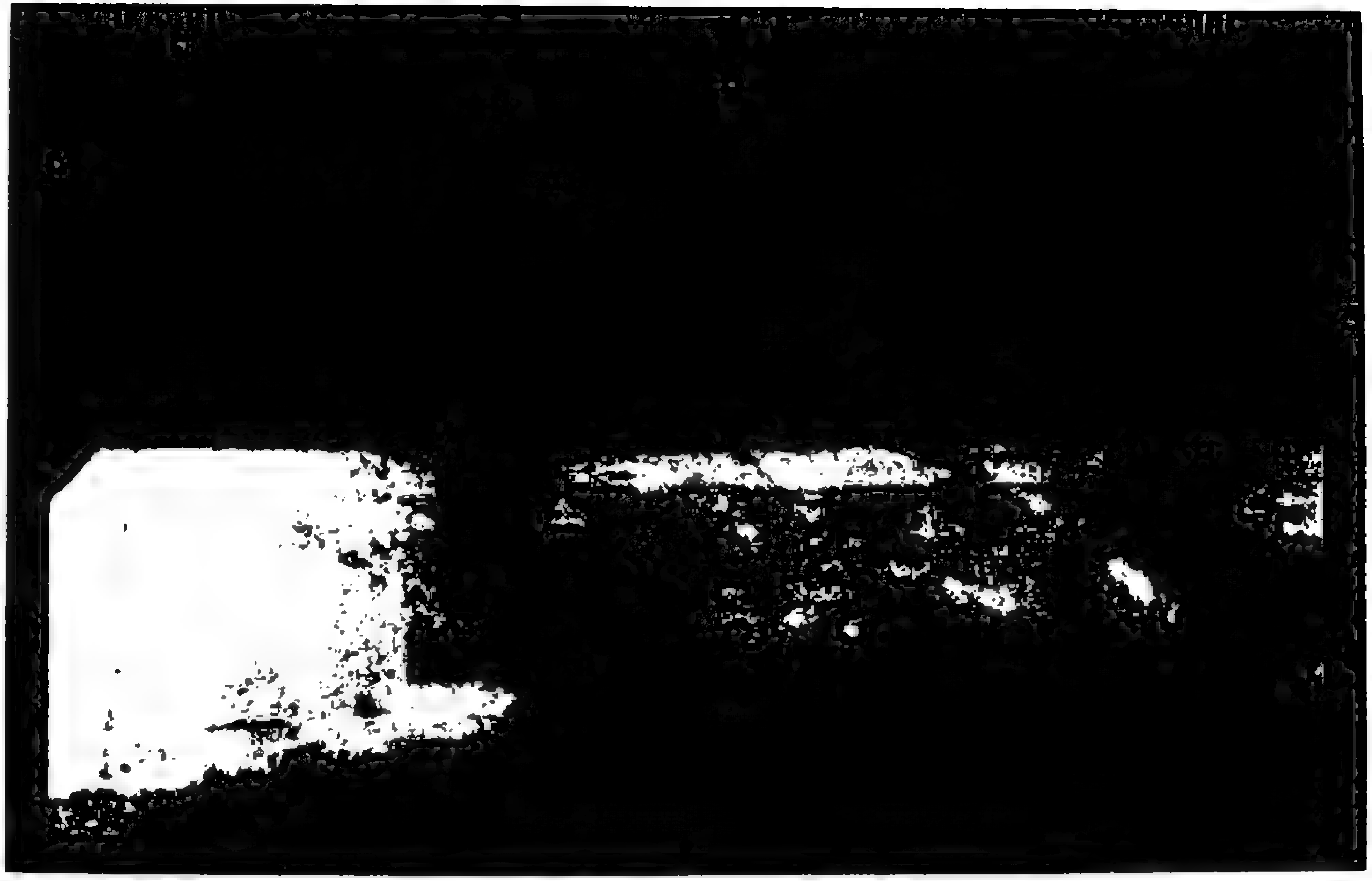

مزارِ پُر انوار سید نور محمد بدایونی علیہ الرحمہ

خلیفۂ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نئی دھلی۔ بھارت

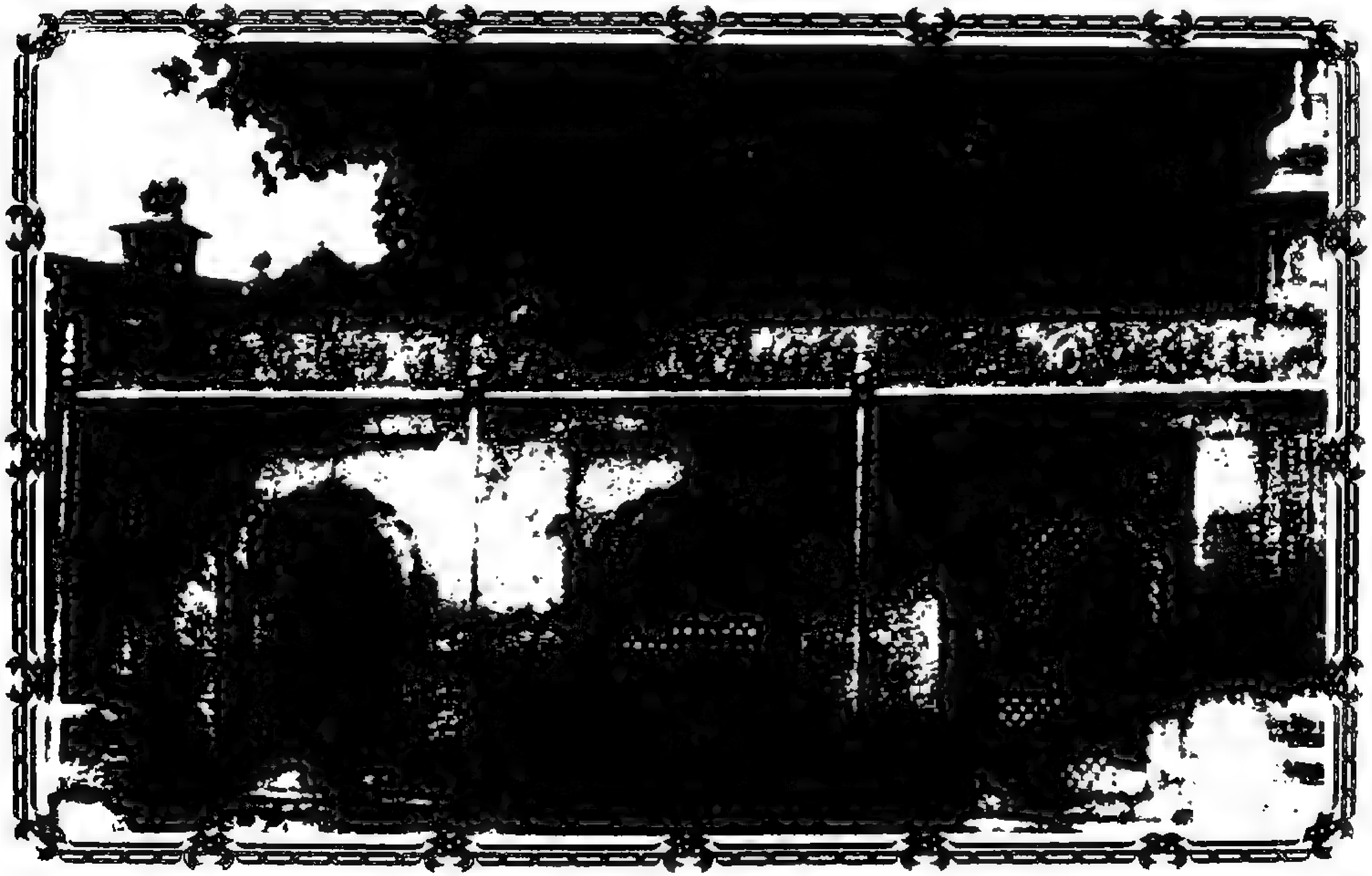

خانقاہ مظہریہ دہلی ۔ بھارت

خانقاہ مظہریہ دہلی۔ بھارت

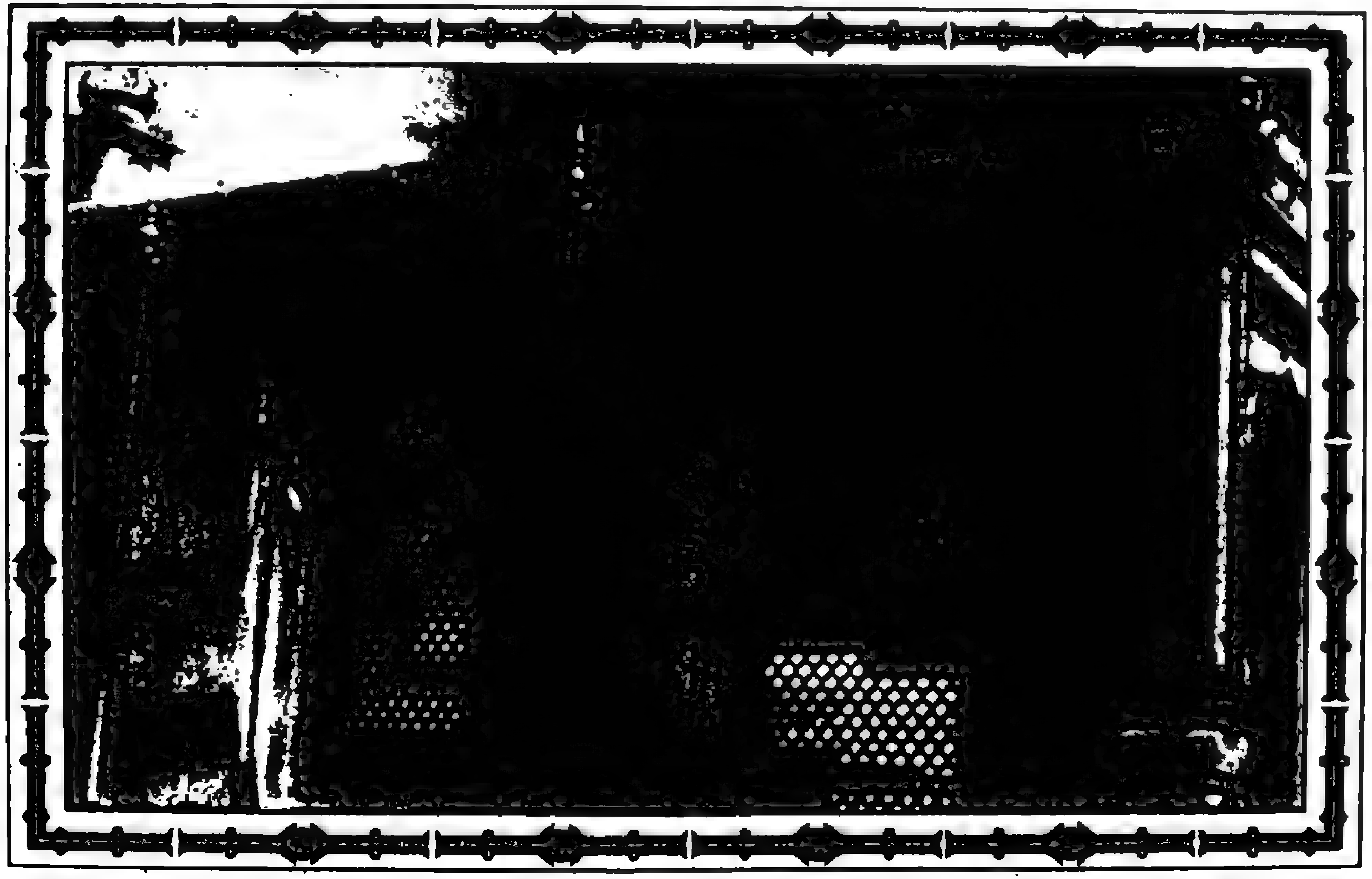

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ
دہلی۔ بھارت

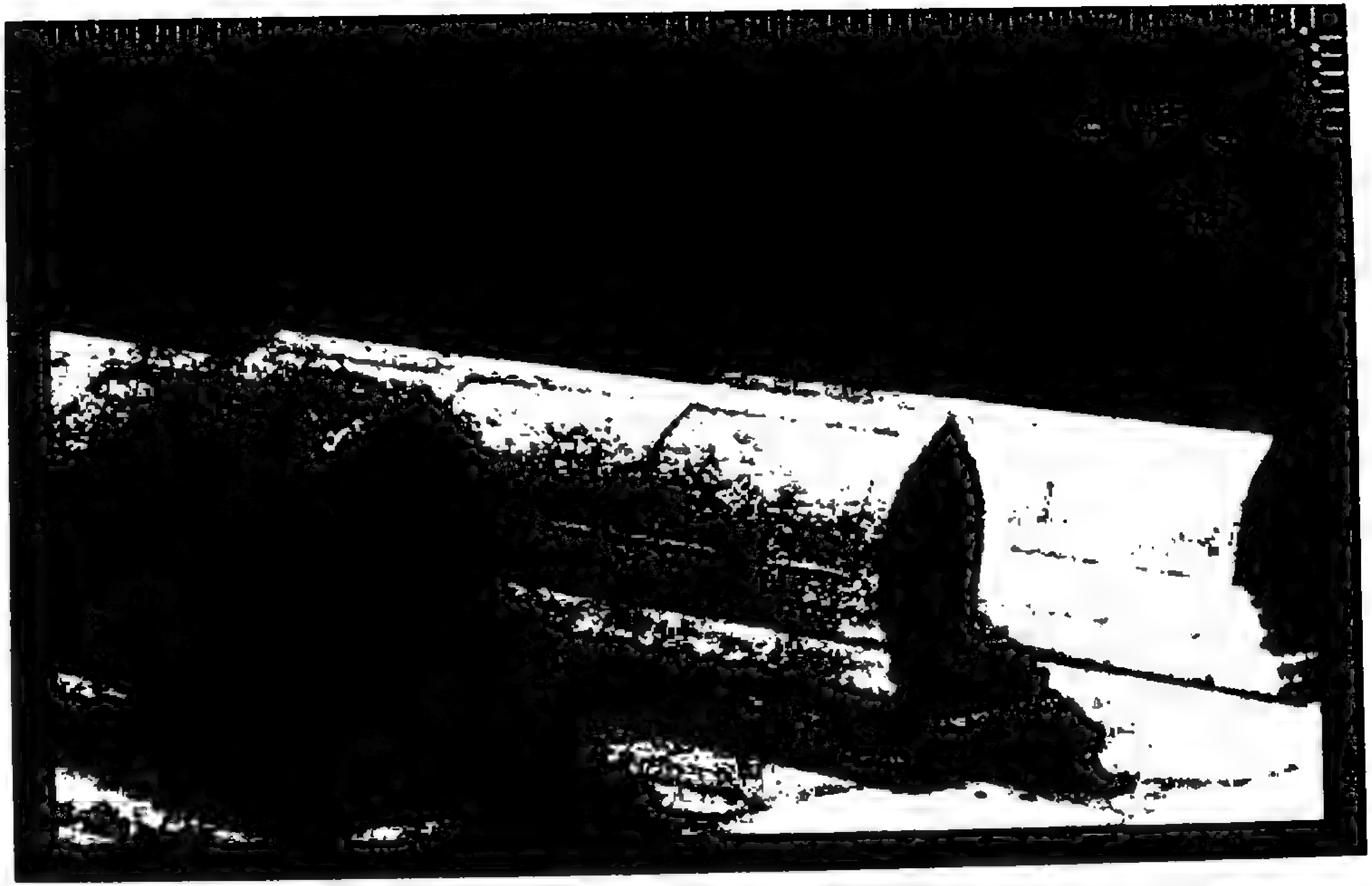

مزاراتِ مبارکہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں، حضرت شاہ غلام علی،
حضرت شاہ ابوسعید علیہم الرحمہ خانقاہ مظہریہ، دھلی ۔ بھارت

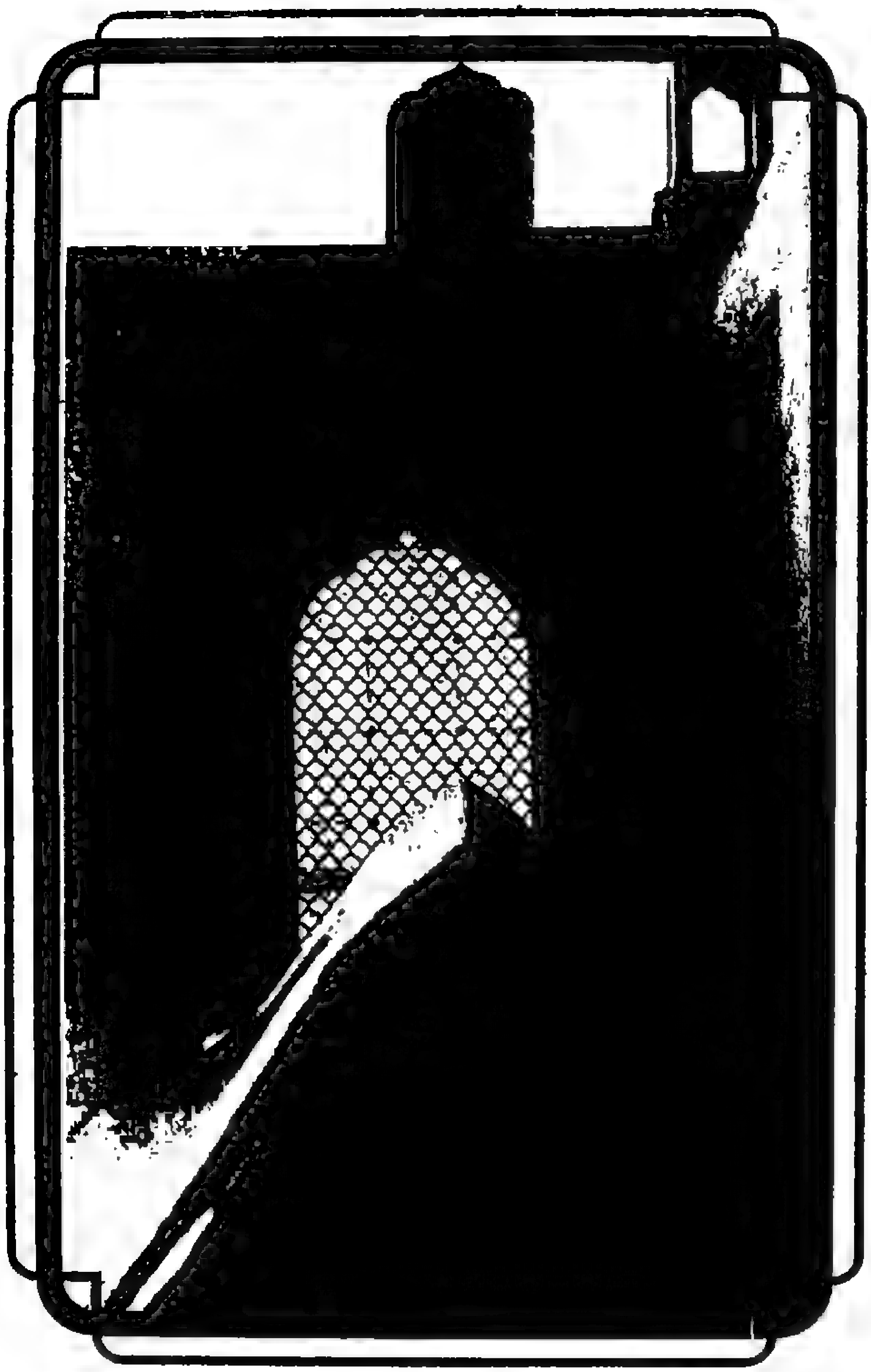

مزار مبارک حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمہ

خانقاہ مظہریہ دھلی ۔ بھارت

مسجد شریف خانقاہ مظہریہ دہلی ۔ بھارت

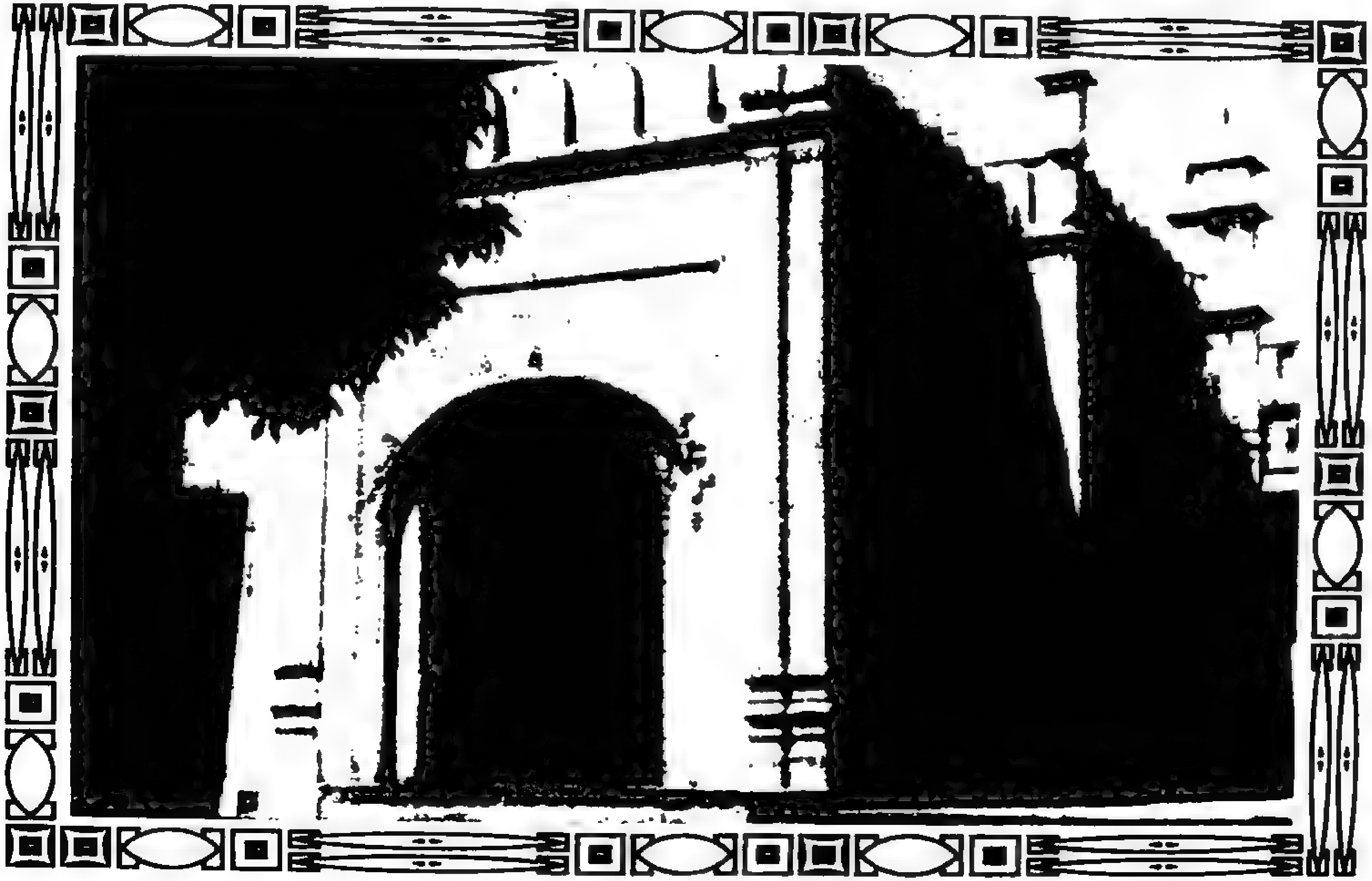

مسجد حضرت شاہ غلام علی عبد اللہ دہلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا غلام نقشبند گھوسوی

فروغ احمد اعظمی مصباحی

☆☆

حضرت مولانا غلام نقشبند گھوسوی ثم لکھنوی (ولادت ۱۰۵۱ھ وفات ۱۱۲۶ھ) گھوسی میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مفتی محمد حسین اصفہانی کے علمی وروحانی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔

آپ کے والد مولانا شیخ عطاء اللہ اور دادا شیخ قاضی حبیب اللہ دونوں صاحب علم وفضل تھے، دادا قاضی حبیب اللہ گھوسی کے قاضی اور فقیہ وادیب تھے اور میر علی عاشقاں سرائمیری متوفی ۹۵۰ھ سے بیعت وخلافت رکھتے تھے۔ والد شیخ عطاء اللہ نے جو میر محمد شفیع دہلوی متوفی ۱۱۰۹ھ کے استاذ تھے۔ آخری عمر میں لکھنو جا کر قیام کیا، ۱۰۶۳ھ میں لکھنؤ میں وصال فرمایا اور ٹیلے والی مسجد کے پاس مدفون ہیں۔ مولانا غلام نقشبند گھوسوی متوفی ۱۱۲۶ھ بڑے عالم وبزرگ گزرے ہیں۔ بعض لوگوں نے آپ کو بارہویں صدی ہجری کا مجدد بھی کہا ہے۔ گھوسی میں پیدا ہوئے، پھر لکھنؤ رہنے لگے اور وہیں سے علمی وروحانی فیض کا دریا جاری کیا۔ شیخ غلام نقشبند کے بارے میں میر غلام علی آزاد بلگرامی رقمطراز ہیں:

> شیخ غلام نقشبند عجیب وغریب قسم کے ظاہر وباطنی علوم وفنون کے منبع ومخزن ہیں۔ آپ کے والد ماجد شیخ عطاء اللہ نے حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ، کے روحانی اشارے پر آپ کا نام غلام نقشبند رکھا۔ آپ نے میر محمد شفیع قدس سرہ کے سایہ عاطفت میں رہ کر علوم متداولہ میں کمال حاصل کیا۔ میر محمد شفیع، شیخ غلام نقشبند کے والد ماجد کے شاگرد رشید تھے۔
>
> (تلخیص وترجمہ مآثر الکرام ص ۲۱۳)

اٹھارہ سال کی عمر میں اپنے استاد میر محمد شفیع کے پیر طریقت شیخ پیر محمد لکھنوی متوفی ۱۰۸۵ھ کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہر وباطن کی تکمیل اوران

سے سند فراغت حاصل کی۔ اور اپنے استاذ میر محمد شفیع کے پیر حضرت پیر محمد علیہ الرحمۃ کے سجادہ نشین ہو کر علمی و روحانی فیوض و برکات سے ایک عالم کو سیراب کیا۔ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کا خیال ہے کہ اس زمانے کے اکثر علماء و فضلاء کا سلسلہ تحصیل کمالات آپ ہی کی ذات گرامی پر منتہی ہوتا ہے۔ (مآثر الکرام ص ۲۱۴)

قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں:

> شیخ غلام نقشبند علم و عرفان اور شریعت و طریقت کی جامع شخصیت رکھتے تھے علوم دینیہ کے علاوہ علوم نقلیہ علوم ادبیہ، نحو، لغت، اشعار عرب، ایام عرب اور شعر و ادب میں اپنے دور و دیار کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے تھے، وہ بیک وقت مدرس، مرشد، مصنف اور شاعر سب کچھ تھے، ان کے اوصاف و کمالات نے ان کو طالبان علوم اور طالبان فیوض دونوں کا مرجع بنا دیا تھا۔ (دیار پورب میں علم و علماص ۴۰۷)

۱۰۸۵ھ سے وفات ۱۱۲۶ھ تک چالیس سال تک علمی اور دینی خدمات انجام دیں۔ مولانا غلام نقشبند گھوسوی کی شخصیت اس حیثیت سے بھی بے حد اہم ہو جاتی ہے کہ ان کے شاگردوں میں دو بہت اہم اور مشہور نام شامل ہیں۔

(۱) بانی درس نظامی ملا نظام الدین سہالوی متوفی ۱۱۶۱ھ بن ملا قطب الدین شہید سہالوی لکھنوی۔

(۲) میر عبدالجلیل بلگرامی متوفی ۱۱۳۸ھ بن سید احمد حسین واسطی بلگرامی۔ اول الذکر شاگرد ملا نظام الدین سہالوی بانی درس نظامی، شیخ غلام نقشبند کے ارشد تلامذہ میں سے تھے جن کی ذات سے شیخ غلام نقشبند کا سلسلہ درس پورے غیر منقسم ہندوستان میں جاری ہوا، انہوں نے شیخ غلام نقشبند سے لکھنؤ میں پڑھا اور ان ہی کی خدمت میں رہ کر سند فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد فرنگی محل لکھنؤ میں درس دیا اور پورے ملک کو اپنی تدریس اور اپنے مرتبہ نصاب درس نظامی سے فیض پہنچایا۔ یہ نصاب جزئی ترمیم کے ساتھ آج کے عربی مدارس مین بھی رائج ہے۔

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا شاہ آل محی الدین ہادی نقشبندی

اشرف خان
(ایم۔اے)

☆☆

ہمارے سماج میں اربابِ تصوف کو ہمیشہ ہی سے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ پھر ان کی قابلِ رشک علمی زندگی تقویٰ و پرہیزگاری، سادگی اور خلوت نشینی ابتداء سے عوام وخواص کی توجہ کا مرکز اور اربابِ تصوف کی قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ کی بنیادی وجہ رہی ہے۔ ان حضرات کی قناعت پسندی اور علم دوستی نے ہر زمانے میں عوام وخواص پر اپنے نقوش چھوڑے ہیں اور انہیں اپنا گرویدہ بنانے اور علم کی روشنی کو عام کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ اربابِ تصوف کا یہ سلسلہ بہت طویل ہے اور ان کی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ حضرت مولانا سید شاہ آل محی الدین ہادی نقشبندی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو علاقہ برار کے اہم صوفی بزرگ تصور کیے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا سید شاہ آل محی الدین ہادی نقشبندی ان مقدس صوفیائے برکات میں سے تھے جن کا حلقۂ درس صرف مریدین اور عقیدت مندوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ آپ کے نام لیوا آج بھی اقصائے عالم میں موجود ہیں۔ آپ بلاشبہ ایک زبردست روحانی قوت کا سرچشمہ تھے۔ جن سے ہزاروں لوگوں نے فیض پایا اور آپ کے حلقہ درس روحانی افکار اور علمی قوت سے مستفیض ہوئے۔

حضرت مولانا ہادی نقشبندی کی ولادت یکم ذی القعدہ ۱۳۳۱ھ بمطابق ۲/۱ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو مجددی تحریک کے دینی وعلمی گھر خانقاہ نقشبندیہ میں ہوئی۔ خانقاہی اصول وضوابط کے مطابق ابتداء ہی سے آپ کی پرورش ہوئی۔ اپنے قدیم دستور کے مطابق آپ کی تسمیہ خوانی ہوئی۔ اور آپ کی ابتدائی تعلیم بھی اپنے گھر ہی پر انجام پائی۔ آپ نے عربی و فارسی اور کتب متداولہ کے چند اسباق اپنے دادا

حضرت مفتی ذوالقرنین کے نائب قاضی محمد شجاع الدین تحسین سے بھی حاصل کیے۔ پھر آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے اپنے گھر سے باہر نکلے اور پہلے جاگیردار کالج حیدرآباد میں اکتسابِ علم کیا اور بعدازاں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے گریجویشن کیا۔ ساتھ ہی ادیب کامل فاضل دینیات کی تکمیل فرمائی۔

آپ کی تعلیم کا سلسلہ اس پر ختم نہیں ہوا بلکہ آپ نے اس کے بعد جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے قانون کی تعلیم مکمل کی نیز اپنے والد محترم حضرت مفتی سید شاہ امام الاسلام بہشتی نقشبندی علیہ الرحمۃ سے تجوید و قرأت اور عربی صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی۔ علوم باطنی کا اکتساب محدث دکن حضرت شاہ عبداللہ نقشبندی القادری حیدرآباد سے کیا۔ آپ نے اپنے والد محترم سے ہی چاروں سلاسل میں بیعت و خلافت کے ساتھ جواہرِ خمسہ حزب البحر اور دلائل خیرات و خاندانی وظائف کی اجازت حاصل کی۔ اس طرح آپ کی علمی شخصیت بے نظیر اور آپ کے اکتساب علم کا سلسلہ بہت طویل ہے۔

حضرت مولانا ہادی نقشبندی ایک ایسی جامع شخصیت کا نام ہے جن کی شخصیت کے متعدد رخ اور عظیم صفات ہیں۔ ایک طرف جہاں آپ ایک ذی علم شخصیت کے مالک تھے وہیں آپ ایک ساحر بیاں مقرر بھی تھے۔ آپ نے اردو شعر و ادب کی خدمت اور صحافتی خدمات میں بھی اپنے علم و ہنر کے جوہر دکھائے۔ آپ کی متعدد قلمی کاوشیں اردو ادب کے موقر جرائد اور رسائل میں مسلسل جگہ پاتی رہیں۔ اردو نقد و تبصرہ میں بھی آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ عثمانیہ سے اکتساب علم کرنے اور قانون کی تعلیم سے خصوصی شغف کے باعث آپ نے انگریزی زبان پر بھی قدرت حاصل کر لی تھی اور انگریزی صحافت میں بھی اپنے نقوش چھوڑے۔ آپ انگریزی سہ ماہی جریدہ اویکننگ (Awakening) کے چیف ایڈیٹر رہے اور دوسری طرف اردو پندرہ روزہ اخبار ''بیداری'' کے مدیر اعلیٰ کی ذمہ داریاں بھی بخوبی نبھائیں۔ اس طرح آپ نے بحیثیت ایک صاحب طرز انشاء پرداز ''نقاد'' ایک کامیاب صحافی اور ایک سحرانگیز مقرر کے علمی حلقوں میں ایک اہم مقام حاصل کیا تھا اور آپ کی شخصیت مختلف خوبیوں اور صفات کا ایک مرکز بنی رہی۔

خانوادہ عنایت الٰہی کی عظمت و فضیلت اور آپ کی خدمات کے باعث تقریباً تمام ہی مشاہیر ہند و پاک سے آپ کے ذاتی تعلقات رہے۔ اور متعدد اہم ملی و قومی انجمنوں سے وابستہ رہے۔

آپ کل ہند مسلم پرسنل لاء بورڈ، کل ہند مجلس مشاورت کی عاملہ کے رکن، کل ہند صوفی کانفرنس، کل ہند طلباء قدیم مسلم یونیورسٹی کنونشن کاؤنسل اور ایکشن کمیٹی کے نائب صدر، کل ہند مسلم ایجوکیشنل

کانفرنس اور برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی مجلس قائمہ کے رکن، ودربھ کی انجمن ترقی اردو کے صدر اور مہاراشٹرا انجمن ترقی اردو کے نائب صدر رہے۔ آپ علاقہ ودربھ کی تمام ہی علمی وسماجی تحریکات سے وابستہ رہے۔

حضرت مولانا نقشبندی کو طالب علمی کے دور ہی سے تصنیف وتالیف کا شوق تھا۔ خانقاہ نقشبندیہ بالاپور میں آپ کے اجداد کی جمع کردہ کئی قلمی اور نایاب کتابیں محفوظ ہیں۔ حضرت مولانا نے ان میں سیکڑوں کتابوں کا اضافہ کیا۔ آپ نے خانقاہ نقشبندیہ بالاپور میں علم وادب کا اتنا ذخیرہ جمع کردیا ہے کہ آج بھی ملک کے طول وعرض سے شائقین علم وادب وتشنگان شریعت وطریقت یہاں آکر ان کتابوں سے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ واقعی مولانا ہادی نقشبندی ایک متنوع صفات شخصیت کے حامل تھے۔ ان کی بے پناہ علمی خدمات اور میدان تصوف میں ان کی روحانی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

☆……☆……☆

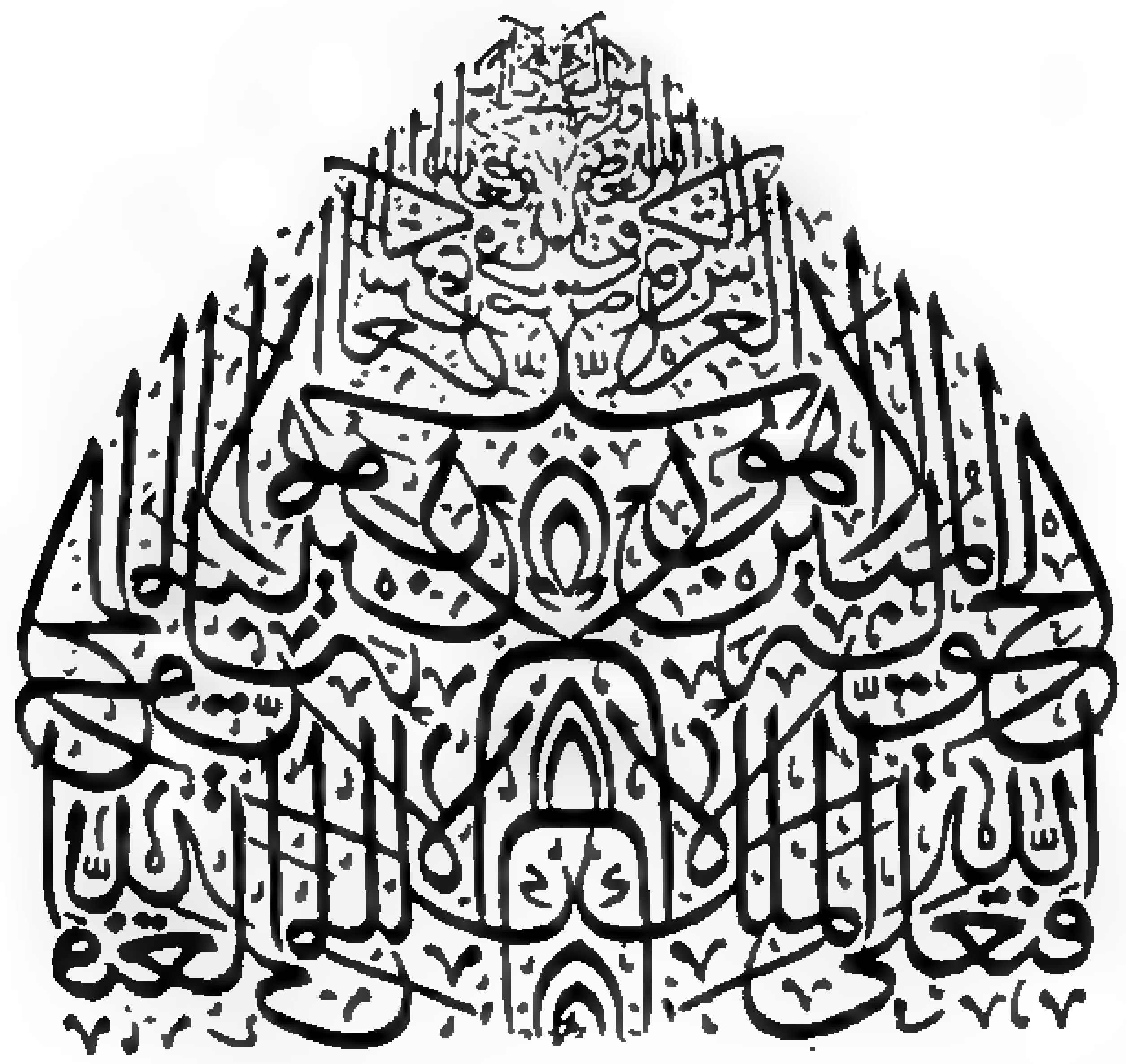

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

(چیئر مین شعبۂ دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

☆☆

حضرت مجدد الف ثانی کو اپنے زمانے اور بعد کے دور میں جو مقبولیت اور مرجعیت حاصل ہوئی اور اہلِ علم اور اہلِ حکومت پر جو حلقۂ اثر قائم ہوا اور چند سال میں نقشبندیہ مجددیہ جس طرح سواحلِ ہند سے نکل کر اطراف واکنافِ عالم تک پھیل گیا نیز انہوں نے جس طرح اپنے مکتوبات میں نئے علوم وتحقیقات کے افادہ وافاضہ کا بیڑا اٹھایا اسے دیکھتے ہوئے یہ امر حیران کن ہوتا ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اور ان کی تعلیمات کی مخالفت میں کوئی آواز نہ اٹھی ہوتی۔

(ڈاکٹر محمود الحسن عارف' لاہور' ص ۵۶۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ سوم

شہنشاہ طریقت، حجۃ اللہ ہادیِ دوراں
امام و پیشوا، رہبر مجدد الف ثانی ہیں
(ناظم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سندھ کے اولیائے نقشبند

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں
(ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی، پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ڈی لٹ)

☆☆

اسلام کی آمد سے سندھ کا موجودہ صوبہ، اسلامی تعلیمات کا گہوارہ بن گیا ہے اس کے علماء اور اولیاء سب سے پہلے مبلغین ہیں جو برصغیر پاک وہند کے لیے دینی برکات لے کر آئے۔

مسلمانوں کی آمد کا قدیم ترین ثبوت ۱۰۹ھ/ ۷۲۷ء سے ملتا ہے۔ بھنبور میں کھدائی کرنے سے ایک جامع مسجد دریافت ہوئی۔ اس کے ایک کتبے میں یہی سن درج ہے[۱]۔ تقریباً اسی زمانے میں حضرت ابوتراب یہاں تشریف لائے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بھکر کا قلعہ فتح کیا تھا۔ ٹھٹھ سے قریب دس میل مغرب کی طرف تعلقہ میرپور ساکرو میں گجو کے مقام پر آپ کا مزار ہے۔ جس کی لوح پر ۱۷۱ھ/ ۷۸۸ء درج ہے[۲]۔ پھر تو بکثرت فضلاء اس صوبے کے مختلف مقامات پر اقامت گزیں ہوے اور انہوں نے دینی علوم کے مختلف شعبوں میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔ اس طرح انہوں نے کفر و جہالت کو دور کرنے کے لیے دنیا والوں کی سرپرستی کے بغیر نہایت مخلصانہ کارنامے انجام دیے ایسے چند فضلاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱...... ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی (م ۱۷۰ھ/ ۷۸۷ء) جامع ترمذی میں انکی ایک روایت ملتی ہے۔

۲...... شیخ مسعود بن شیبہ سندھی، طبقات الحنفیہ اور کتاب التعلیم کے مصنف ہیں۔

۳...... شیخ رحمۃ اللہ سندھی (م ۹۹۳ھ/ ۱۵۸۵ء) ملا علی قاری نے آپ کی المنسک المتوسط کی شرح لکھی ہے۔

۴...... شیخ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی (۱۱۳۶ھ/۱۷۲۳ء) آپ مدینہ منورہ سے ٹھٹھہ تشریف لائے۔ مسند امام احمد کی شرح لکھی۔ شرح نُخبتہ الفکر کی تعلیقات بھی لکھیں۔

۵...... شیخ محمد حیات بن ابراہیم (م ۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء) آپ بھی مدینہ منورہ سے تشریف لائے۔ نووی کی اربعین کی شرح لکھی اور ملا علی قاری کی بھی۔

۶...... مخدوم جعفر بوبکانی جو المتانہ اور حل العقود فی طلاق السنور کے مصنف ہیں۔

۷...... ابوالحسن محمد صادق (م ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء) آپ مدینہ طیبہ سے تشریف لائے۔ آپ نے ابن حجر کی نُخبتہُ الفکر کی شرح لکھی۔

۸...... مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوری (م ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰ء) آپ کا شمار عظیم ترین علماء میں ہوتا ہے آپ نے مختلف دینی موضوعات پر تین سو کتابیں لکھیں اور بکثرت تلامذہ تیار کیے۔

۹...... شیخ ابوالحسن، آپ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے سندھی رسم الخط کو دیونگری سے عربی میں منتقل کیا، آپ نے مقدمتہ الصلوٰۃ لکھی اور اس میں متعدد مقامات پر مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوری کا حوالہ دیا ہے۔[۳]

ان علماء کے علاوہ حسب ذیل نامور صوفیہ ضرور قابل ذکر اور قابل احترام ہیں۔

سید علی مکی (چوتھی صدی ہجری) مخدوم نوح بھکری (ساتویں صدی ہجری) لعل شہباز قلندر (م۔۶۷۳ھ/۱۲۷۴ء) شیخ پتھوکو (م ۶۶۶ھ/۱۲۶۷ء) شیخ مراد (م ۵۹۳ھ/۱۴۸۸ء) شیخ عیسیٰ لنگوٹیا (م ۹۳۱ھ/۱۵۲۵ء) شیخ خضر سیوستانی (م ۹۹۴ھ/۱۵۸۶ء) اسمٰعیل سومرو (م ۹۹۸ھ/۱۵۹۰ء) مخدوم نوح ہالائی (م ۹۹۸ھ/۱۵۹۰ء)[۴] عبداللہ حسینی (م ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۲ء) عبدالکریم بُلڑی والے (م۔۱۱۳۰ھ/۱۷۱۷ء) شاہ عنایت اللہ جھوک والے (م ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۷ء) عبدالرحمٰن کھوڑا (م۔۱۱۴۵ھ/۱۷۳۳ء) عبداللطیف بھٹ شاہ والے (م ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۲ء) وغیرہ یہاں کے مشہور و معروف صوفیہ تھے۔ جبکہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ (م۔۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) اپنے غیر معمولی فیوضات و برکات لے کر برصغیر پاک و ہند میں جلوہ فرما ہوئے۔

سندھ میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کے قدیم ترین مرید شیخ موسیٰ تھے اور پھر ان کے صاحبزادے شیخ اسحٰق تھے جن کا تعلق سہون سے تھا۔[۵] شیخ موسیٰ پہلے شیخ عیسیٰ لنگوٹیا برہان پوری[۶] سے بیعت ہوئے تھے جبکہ وہ

برہان پور (سی۔ پی) سے ٹھٹھ تشریف لائے تھے بعد میں ایسا ہوا کہ جب شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مجدد قدس سرہٗ کے مرید حضرت شیخ کریم الدین (عبدالکریم) سے عثمان پورہ (حسن ابدال) میں ملنے کے لیے آئے تو متاثر ہو کر ان کے سلسلے میں داخل ہو گئے۔

ان کے صاحبزادے شیخ اسحٰق بھی اس سلسلے میں داخل ہو گئے اور اس طرح حضرت مجدد قدس سرہٗ کے سلسلۂ عالیہ میں داخل ہو گئے وہ لکھتے ہیں کہ مکاشفے میں حضرت مجدد قدس سرہٗ نے فرمایا۔

> **من احمد السرهندی الیٰ اسحٰق السندی، یا اسحٰق انت ولدی و خلیفتی فی جمیع الرموزات الحقیقی والد قیقی وانّی مغفور وانت ومن توسل بک ایضاً مغفور واقراء الحبیبی مولانا کریم الدین منی السلام"۔**

شیخ اسحٰق نے یہ واقعہ لکھ کر رحم علی کے ذریعے حضرت مجدد قدس سرہٗ کو عریضہ لکھا اور ان کے لیے بھی سفارش کی جو تو حید وجودی کے سُکر میں تھے۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ کے ایک اور مرید شیخ عبدالرحیم بھکری تھے[۷]۔ لیکن ان کے حالات معلوم نہیں۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی اولاد (کثیر تعداد میں) افغانستان میں نیز ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جن میں سندھ بھی شامل ہے آباد ہو گئی۔ آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ (م ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۱ء) کے چھ صاحبزادے تھے۔

(۱) محمد صبغت اللہ (م ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء) (۲) محمد نقشبند (۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء) (۳) محمد عبید اللہ (م ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۱ء) (۴) محمد اشرف (م ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء) (۵) خواجہ سیف الدین (م ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء) (۶) اور محمد صدیق (م ۱۱۳۱ھ/۱۷۲۳ء)

پہلے صاحبزادے محمد صبغت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے محمد اسمٰعیل (م ۱۱۳۶ھ/۱۷۲۳ء) تھے جن کے صاحبزادے غلام محمد معصوم (م ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) تھے اور ان کے (موخر الذکر کے) نو صاحبزادے تھے۔

(۱) غلام محمد (۲) احمد (۳) نور الدین (۴) عبدالقدوس (۵) شاہ عزت اللہ (۶) محمد صادق (۷) عبدالاحد (۸) بشیر اللہ (۹) اور صفی اللہ۔

چھٹے صاحبزادے محمد صادق کا وصال پشاور میں ہوا[۸]۔ لیکن ان کے صاحبزادے حاجی غلام محی الدین،

حیدر آباد (سندھ) تشریف لے آئے اور ان کے صاحبزادے نظام الدین نے شکار پور (سندھ) میں اقامت فرمائی اور وہیں ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں ان کا وصال ہوا وہ فارسی اور اردو کے شاعر تھے، مزاج میں حدردرجہ انکسار تھا۔ اسی لیے وہ خود کے متعلق فرماتے ہیں۔

زاحوالِ درونِ من بہ خوکاں عار می آید
بظاہر مبتلا ہستم میانِ مکرو تزویرے

آپ کے نو صاحبزادے تھے۔ ان میں سے ایک فضل القیوم تھے جن کے صاحبزادے ضیائے معصوم تھے۔ انکے چار صاحبزادے تھے (۱) غلام مجدد (۲) فضل احمد (۳) فدا احمد (۴) علی احمد۔

حضرت غلام محی الدین کے دوسرے صاحبزادے فدا محی الدین تھے۔ ان کے صاحبزادے حاجی محمد شریف تھے، پھر ان کے صاحبزادے بحر الدین تھے جن کی ایک صاحبزادی خدیجہ تھیں[۹]۔ ان کا انتقال ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء میں ہوا یہ سب حضرات حیدر آباد (سندھ) کے ملٹری اسپتال کے عقب میں آرام فرما ہیں۔

غلام محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے نویں صاحبزادے صفی اللہ (م ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۸ء) بہت عظیم فارسی شاعر اور جید عالم تھے عمدۃ المقامات کے مصنف خواجہ محمد فضل اللہ نے ان کے بکثرت اشعار اپنی کتاب کے آخر میں درج کیے ہیں۔ ان کے صاحبزادے عبدالباقی (م ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء) بھی بڑے شاعر تھے۔ تکملۂ مقالات الشعراء کے مؤلف نے اپنی کتاب کے صفحات ۷۷ تا ۸۹ میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں۔ یہ مؤلف اور ان کے والد (صفحہ ۷۴، ۷۵) ان سے بیعت تھے۔ عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے محمد صدیق اور پوتے فضل قیوم پھر پرپوتے نور المشائخ ''ملا شور بازار'' یعنی فضلِ عمر (م ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) افغانستان کے مشہور و معروف علماء تھے۔ ''ملا شور بازار'' (کابل میں اس نام کا بازار ہے وہیں آپ رہتے تھے) کے بڑے صاحبزادے صدر المشائخ فضل عثمان کا انتقال لاہور میں ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں ہوا لیکن وہ کابل میں اپنے والد ماجد کے قریب دفن ہیں[۱۰]۔ ان سے چھوٹے بھائی ضیاء المشائخ محمد ابراہیم صاحب ہیں۔ ان کا بہت وقار تھا۔۔۔۔۔

غلام محمد معصوم کے بڑے صاحبزادے شاہ غلام محمد (۱۱۷۷ھ/۱۷۶۳ء پشاور) کے چھ صاحبزادے تھے لیکن ان میں سے دو یعنی غلام حسین (قندھار) اور غلام حسن (م ۱۲۰۴ھ/۱۷۹۰ء) پشاور بہت مشہور

ہوے۔ موخرالذکر کے صاجزادے غلام نبی (م۔ ۱۲۲۴ھ/۱۸۱۱ء قندھار) کے جانشین ان کے صاجزادے فضل اللہ (م۔ ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۲ء قندھار) ہیں جو عمدۃ المقامات کے معروف مصنف ہیں۔

یہاں ہم انکی عمدۃ المقامات صفحہ ۱۵۷ کی عبارت سے اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے مصنف کے وقت تک کے نقشبندی بزرگوں کے حالات کی تفصیلات ملتی ہیں۔ یعنی حضرت صفی اللہ (م۔ ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۸ء) تک جو مصنف کے روحانی رہنما تھے۔

> مخفی نماند کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را در اولیائے ایں امت شانِ عظیم است و مراتبِ والا کہ خال را باآں ممتاز کردہ باشد...... تا خیرہ رفتگان ورطہ کفر رابساحلِ ایمان و اسلام ارشاد وہدایت می فرمودند۔

کتاب کے ابتدائی ابواب میں مصنف نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نیز خلفائے راشدین اور ائمہ کرام کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ ان کے بعد حضرت بہاء الدین نقشبند بخاری (م۔ ۷۹۱ھ/۱۲۸۹ء) اور ان کی روحانی اولاد کا ذکر ہے۔

حضرت فضل اللہ ایک اچھے شاعر بھی تھے، ان کی ایک غزل اس طرح ہے:۔

کردم اگر زجان تن خود را فدائے دل
افشاندہ ام نثار محقر بپائے دل
زد پشت پا بہ تخت اقالیم و سبع زن
گر یافتی گدائی دولت سرائے دل
عالم شنید پا بہ تخت لبیک عبدیش
نشیندہ تو نعرۂ یارب بنائے دل
بینی نہاں عیاں و نگوئی عیاں نہاں
واقف اگر شوی ز تہ پردہ ہائے دل
آخر چرا بشیشۂ گردوں نمے رسید
سنگِ ندا ز دامن کوہ صدائے دل

تیر یست مختفی بسویدائے دل نہ خوں
واقف ازاوست اہلِ دل و یا خدائے دل
مرآتِ دل زرنگِ حوادث مکدراست
فضل از دوام ذکر خداکن جلائے دل

ان مصنف کے صاحبزادے شاہ عبدالقیوم[۱۱] (م ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ء قندھار) کی اولاد قندھار میں تھی لیکن ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن سندھ منتقل ہوگئے اور ٹنڈو سائیں داد (نزد ٹنڈو محمد خان) میں آباد ہوئے۔ خواجہ عبدالرحمٰن (م۔ ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) کے دو صاحبزادے جید عالم تھے آقا محمد جان (م۔ ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء) اور (۲) آقا محمد حسین جان (م۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) آقا محمد حسن جان جید عالم ہیں، ان کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) شفاء الامرض ۱۳۱۴ھ (۲) انیس المریدین ۱۳۱۶ھ (۳) پنج گنج ۱۳۲۰ھ (۴) سفر نامہ عربستان ۱۳۳۶ھ (۵) تذکرۃ الصلحاء فی بیان الاتقیاء ۱۳۳۶ھ (۶) انساب الانجاب ۱۳۴۰ھ (۷) شرح حکم شیخ عطاء الٰہی سکندری، ۱۳۴۴ھ (۸) الاصول الاربع فی تردید الوہابیہ ۱۳۴۶ھ (۹) طریق النجات مع رسالہ التنویر فی اثبات التقدیر ۱۳۴۹ھ (۱۰) رسالہ در قواعد تجوید ۱۳۴۹ھ (۱۱) العقائد الصحیحہ فی بیان اہل السنۃ والجماعۃ ۱۳۶۰ھ (۱۲) الاشارہ الی البشارہ (۱۳) رسالہ فی باب صحۃ الجمعۃ فی القُریٰ (۱۴) لغات القرآن (۱۵) تہلیلیہ وغیرہ[۱۲]، رسالہ تہلیلیہ جو ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کا نمونہ مندرجہ ذیل ہے:

> حادث از قدیم چہ داند وفانی از باقی چہ توان گفت۔ ذرات ہوائیہ کہ از خدا شعاعی آفتاب جلوہ گرمی شوند از حقیقتِ آفتاب چہ دانند مخلوقِ عاجز کہ پس از ہفتاد ہزار حجاب واقع شدہ است از کیفیتِ خالق خود چہ ادراک تواند کرد؟ آن زبان کراست کہ بحق ستائش او گویا شود؟ آن قلم کراست کہ بحر معرفتِ او پویا گردو۔
>
> دور بینانِ بار گاہِ الست
> غیر ازین پے نبردہ اند کہ ھست

> ۔۔۔۔عبارتے کہ بوسیلہ آن ازذات پاکش تعبیر کردہ شود نیست الآ نکہ گوئم او موجود است نہ بوجود خارج ازذات وواحد لاشریک است فی ذاتہ وصفاتہ وسمیع است نہ بہ گوش، بصیر است نہ بہ چشم۔ متکلم است نہ بہ زبان۔ قادر است نہ بہ لشکر، عالم است نہ بہ تعلیم، حی است نہ بہ روح، مرید است نہ بہ دل، مسکون است نہ بہ اسباب بلکہ این صفات مقدسہ او تعالیٰ رابغیر احتیاج آلہ واسباب میسر است۔

انہوں نے چار صاحبزادے چھوڑے (۱) عبداللہ جان ''شاہ آغا'' (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء۔ ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۳ء) (۲) عبدالستار جان (۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء ۔ ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء) (۳) عبداللہ جان '' شاہ آغا'' نے مندرجہ ذیل کتابیں شائع کیں:

(۱) مونس المخلصین (۲) راحت القلوب (۳) مخزن العلوم

ان کے بھائی مولانا حافظ محمد حسین نے بھی دو سندھی کتابیں شائع کیں۔

(۱) فرائض الاسلام (۲) بناء الاسلام

خواجہ عبدالرحمٰن کے دوسرے صاحبزادے آقا محمد حسین جان (م۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) ممتاز رفاہی محسن اور بلند پایہ شاعر تھے۔ ان کے تخلص سرہندی کے ساتھ ان کا دیوان ان کے چھوٹے پوتے مولانا ابراہیم جان (مولانا محمد اسمٰعیل جان کے صاحبزادے) نے قصبہ سامارو ضلع تھرپارکر (سندھ) سے شائع کیا ہے۔[۱۳] ان کی فارسی غزلوں میں سے ایک غزل کے چند اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں:

رخ گلابے عجبے، زلف نقابے عجبے
آفتابے عجبے، زیرِ سحابے عجبے
بے تو چوں ماہی بے آب بگلشن مارا ست
اضطرابے عجبے، رنج و عذابے عجبے
زآتش روے تو چوں زلف پریشاں دارم
انقلابے عجبے، عقدہ و تابے عجبے

ہوے۔ موخرالذکر کے صاحبزادے غلام نبی (م۔ ۱۲۲۴ھ/۱۸۱۱ء قندھار) کے جانشین ان کے صاحبزادے فضل اللہ (م۔ ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۲ء قندھار) ہیں جو عمدۃ المقامات کے معروف مصنف ہیں۔

یہاں ہم انکی عمدۃ المقامات صفحہ ۱۵۷ کی عبارت سے اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے مصنف کے وقت تک کے نقشبندی بزرگوں کے حالات کی تفصیلات ملتی ہیں۔ یعنی حضرت صفی اللہ (م۔ ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۸ء) تک جو مصنف کے روحانی رہنما تھے۔

> مخفی نماند کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را در اولیائے ایں امت شانِ عظیم است و مراتبِ والا کہ خال را بآن ممتاز کردہ باشد...... تا خیرہ رفتگان ورطہ کفر را بساحلِ ایمان و اسلام ارشاد وہدایت می فرمودند۔

کتاب کے ابتدائی ابواب میں مصنف نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نیز خلفائے راشدین اور ائمہ کرام کے مختصر حالات لکھے ہیں۔ ان کے بعد حضرت بہاء الدین نقشبند بخاری (م۔ ۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) اور ان کی روحانی اولاد کا ذکر ہے۔

حضرت فضل اللہ ایک اچھے شاعر بھی تھے، ان کی ایک غزل اس طرح ہے:۔

کردم اگر زجان تن خود را فدائے دل
افشاندہ ام نثار محقر بپائے دل
زدپشت پا بہ تخت اقالیم و سبع زن
گر یافتی گدائی دولت سرائے دل
عالم شنید پا بہ تخت لبیک عبدیش
نشنیدہ تو نعرۂ یارب بنائے دل
بنی نہاں عیاں و نگوئی عیاں نہاں
واقف اگر شوی ز تہ پردہ ہائے دل
آخر چرا بشیشۂ گردوں نے رسید
سنگِ ندا ز دامن کوہ صدائے دل

تیر یست مختفی بسویدائے دل نہ خوں
واقف ازاوست اہلِ دل و یا خدائے دل
مرآتِ دل ززنگِ حوادث مکدراست
فضل از دوام ذکر خداکن جلائے دل

ان مصنف کے صاحبزادے شاہ عبدالقیوم[11] (م ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۵ء قندھار) کی اولاد قندھار میں تھی لیکن ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن سندھ منتقل ہو گئے اور ٹنڈو سائیں داد (نزد ٹنڈو محمد خان) میں آباد ہوے۔ خواجہ عبدالرحمٰن (م ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) کے دو صاحبزادے جید عالم تھے آقا محمد جان (م۔ ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء) اور (۲) آقا محمد حسین جان (م۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) آقا محمد حسن جان جید عالم ہیں، ان کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) شفاء الامرض ۱۳۱۴ھ (۲) انیس المریدین ۱۳۱۶ھ (۳) پنج گنج ۱۳۲۰ھ (۴) سفر نامہ عربستان ۱۳۳۶ھ (۵) تذکرۃ الصلحاء فی بیان الاتقیاء ۱۳۳۶ھ (۶) انساب الانجاب ۱۳۴۰ھ (۷) شرح حکم شیخ عطاء الٰہی سکندری، ۱۳۴۴ھ (۸) الاصول الاربع فی تردید الوہابیہ ۱۳۴۶ھ (۹) طریق النجات مع رسالہ التنویر فی اثبات التقدیر ۱۳۴۹ھ (۱۰) رسالہ در قواعد تجوید ۱۳۴۹ھ (۱۱) العقائد الصحیحہ فی بیان اہل السنتہ والجماعتہ ۱۳۶۰ھ (۱۲) الاشارہ الی البشارہ (۱۳) رسالہ فی باب صحۃ الجمعۃ فی القُریٰ (۱۴) لغات القرآن (۱۵) تہلیلیہ وغیرہ[12]، رسالہ تہلیلیہ جو ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کا نمونہ مندرجہ ذیل ہے:

حادث از قدیم چہ داند و فانی از باقی چہ توان گفت۔ ذرات ہوائیہ کہ از خدا شعاعی آفتاب جلوہ گری شوند از حقیقتِ آفتاب چہ دانند مخلوقِ عاجز کہ پس از ہفتاد ہزار حجاب واقع شدہ است از کیفیتِ خالق خود چہ ادراک تو انند کرد؟ آن زبان کراست کہ بحق ستائش او گویا شود؟ آن قلم کراست کہ بحر معرفتِ او پویا گردد۔

دور بینانِ بار گاہِ الست
غیر ازین پے نبردہ اندکہ ہست

> ۔۔۔۔۔عبارتے کہ بوسیلہ آن از ذات پاکش تعبیر کردہ شود نیست الاّ آنکہ گوئم او موجود است نہ بوجود خارج از ذات و واحد لاشریک است فی ذاتہٖ و صفاتہٖ و سمیع است نہ بہ گوش٬ بصیر است نہ بہ چشم۔ متکلم است نہ بہ زبان۔ قادر است نہ بہ لشکر، عالم است نہ بہ تعلیم، حی است نہ بہ روح٬ مرید است نہ بہ دل٬ مسکون است نہ بہ اسباب بلکہ این صفات مقدسہ او تعالیٰ را بغیر احتیاج آلہ و اسباب میسر است۔

انہوں نے چار صاحبزادے چھوڑے (۱) عبداللہ جان "شاہ آغا" (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء-۱۳۹۹ھ/۱۹۷۳ء) (۲) عبدالستار جان (۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء - ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء) (۳) عبداللہ جان "شاہ آغا" نے مندرجہ ذیل کتابیں شائع کیں:

(۱) مونس المخلصین (۲) راحت القلوب (۳) مخزن العلوم

ان کے بھائی مولانا حافظ محمد حسین نے بھی دو سندھی کتابیں شائع کیں۔

(۱) فرائض الاسلام (۲) بناء الاسلام

خواجہ عبدالرحمٰن کے دوسرے صاحبزادے آقا محمد حسین جان (م۔ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) ممتاز رفاہی محسن اور بلند پایہ شاعر تھے۔ ان کے تخلص سرہندی کے ساتھ ان کا دیوان ان کے چھوٹے پوتے مولانا ابراہیم جان (مولانا محمد اسمٰعیل جان کے صاحبزادے) نے قصبہ سامارو ضلع تھرپارکر (سندھ) سے شائع کیا ہے۔[۱۳] ان کی فارسی غزلوں میں سے ایک غزل کے چند اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں:

رخ گلابے عجبے، زلف نقابے عجبے
آفتابے عجبے، زیرِ سحابے عجبے
بے تو چوں ماہی بے آب بگلشن مارا است
اضطرابے عجبے، رنج و عذابے عجبے
ز آتش روے تو چوں زلف پریشاں دارم
انقلابے عجبے، عقدہ و تابے عجبے

بیت ابروئے تو کلکِ ازل از نقطۂ خال
انتخابے عجبے، کردہ زبابے عجبے
دل دیوانۂ ما ازنگہِ مست تو شد
از شرابے عجبے مست و خرابے عجبے
خوش فتاد است خطِ سبز تو بردفترِ حسن
گشتہ بابے عجبے زیب کتابے عجبے
نام کوثر نبرد ہرکہ خورد ازلب تو
می نابے عجبے شہد و شرابے عجبے

آقا محمد حسین جان کے صاحبزادے محمد اسمٰعیل جان بھی سندھ کے ممتاز سیاستدان تھے۔ حجاز مقدس کے سلطان ابن سعود نے ان کو سید سلیمان ندوی اور علی برادران کے ساتھ اسلامی کانفرنس منعقدہ ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء میں شرکت کے لیے مدعو کیا تھا۔ ان کا تخلص روشن تھا۔ ان کی دیگر تصنیفات ان کے بڑے صاحبزادے مولانا اسحٰق جان میرپورخاص (سندھ) والوں نے ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء میں شائع کردی ہیں۔ ان کے دیوان میں سے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں:

بیاسوے مدینہ تابیابی صد قرار این جا
گل این جا، سبزہ این جا، گلشن این جا، جوئبار این جا
چہ خوش باشد کہ سازم فرش راہِ سید الکونین
دل این جا، دیدہ این جا، سینہ این جا، جسمِ زار این جا
نماید بے نیاز از باغِ جنت نُزہتِ طیبہ
گل این جا، سنبل این جا، سوسن این جا، لالہ زار این جا
چو نقشِ پا برد بر آستانش ہر سر افرازے
سر این جا، گردن این جا، افسر این جا، افتخار این جا

ان کی غزلوں میں شستگی ہے اور استعارے بہت دلکش ہوتے ہیں۔

فگندہ برقع بہ رخ گذشت یار بباغ
مگر زطفل گل این رسمِ چادری آموخت

خامہ را سازند زیں رو رو سیاہ
زدانستم کہ داری نوش نیش را

عرق یک قطرہ از رویش چکدرہ
کہ گوئی کز مہ افتادہ ستارہ

بیاد گل رخت اے گل بستم
چو نکہت آشیان بر دامنِ گل

ان کے دونوں صاحبزادے (۱) مولانا اسحٰق جان اور (۲) ابراہیم جان اعلےٰ تعلیم یافتہ تھے اور بلند پایہ شاعر بھی۔ وہ (روزمرہ کی زندگی میں) عام بول چال اور تقریروں میں عربی اور فارسی کے اشعار بلا تکلف بولتے تھے۔ اول الذکر نے اپنا سفرنامہ ایران اور سفرنامہ بلادِ اسلامیہ اردو میں شائع کیا تھا۔ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور دختران کی سوانح حیات پر بھی کتابچے شائع کیے تھے۔

خواجہ عبدالرحمٰن کے دادا فضل اللہ کے ایک بھائی ضیاء الحق تھے[14]۔ ان کے چھ صاحبزادے تھے۔ پہلے صاحبزادے عبدالکریم (م۔ ۱۲۵۹ھ/ ۱۸۵۳ء) کے دو صاحبزادے تھے (۱) عبدالعزیز[15] (م۔ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء) اور (۲) ابوالقاسم جن کی اولاد سندھ کے کئی علاقوں میں آباد ہے۔ ضیاء الحق کے دوسرے صاحبزادے عبدالکریم (آقا صاحب) ٹنڈو ٹیاری (حیدرآباد) تشریف لائے اور وہاں نوے سال کی عمر میں ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء میں وفات پائی۔ ان کے آٹھ صاحبزادے تھے، پہلے صاحبزادے عبدالحلیم (م۔ ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء) کے چھ صاحبزادے تھے۔ ان میں سب سے بڑے غلام مجدد (م۔ ۱۹۶۲ء) تھے جن کے اکلوتے صاحبزادے غلام رسول ٹیاری میں رہتے ہیں اور جید عالم ہیں۔

مخدوم آدم (المعروف ''آدو'' یعنی رونق) ٹھٹھہ والے

ان کے ہم عصر ایک اور آدم بن محمد اسحٰق صدیقی (م۔ ۱۰۶۶ھ/ ۱۶۵۶ء) تھے۔ اس لیے آدو (یعنی رونق یا ضیاء) کہلانا پسند کیا۔ وہ اور ان کے دوست میاں کبیر محمد دونوں پہلے خواجہ محمد معصوم سرہندی[16]

(م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے مرید ہوے۔ ان کے انتقال کے بعد انہوں نے روحانی اسباق سرہند میں حاصل کیے۔ (غالباً خواجہ سیف الدین (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء سے) میاں کبیر محمد کے جان نشین ان کے صاجزادے (۱) میاں محمود اور (۲) میاں محمد زماں ہوے اور موخر الذکر نے قبیلہ درس کے عبدالرحیم کی رہنمائی کی۔[۱۷]

مکتوبات خواجہ محمد معصوم (جلد ۱۱) میں عربی میں تین خطوط (نمبر ۵۹۔۶۳۔۷۷) اور ایک فارسی خط (نمبر ۷۶) مخدوم آدم کے نام ہیں، خط اس طرح ہے:

حامد اللہ العظیم و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم، اللہ تعالیٰ ابوابِ فیوض راہموارہ مفتوح دارد صحائف گرامی بتعاقب یکدیگر رسیدہ سبب مسرت گردید، نوشتہ بوند کہ مقتدی عقبِ امام بذکر نفی واثبات مشتغل شود یانہ، مخدوما مقتدی وغیر مقتدی را باید کہ باداۓ ارکانِ نماز مقید باشد و در رعایت آداب وسنن آن کوشد اوقات ازبراے ذکر نفی واثبات بسیار است در نماز بتکمیل نماز پردازد کہ افضل اعمال واکمل مقربات ست آری اگر در حضورِ دل وقوف قلبی کوشد مستحسن می نماید لا صلوٰۃ الا بحضور القلب وارد شدہ است و نیز نوشتہ بودند کہ در بعضے عبارات وارد شدہ است کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قطب ارشاد وقت خود بودہ اند آیا دران وقت نسبتِ قیومیت کہ داشت اگر آنسرور داشت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پس چرا ایشان را باوجود قیوم قطب ارشاد گویند و کدام فائدہ دارلنست باوجود کہ نسبت قطبیت دون نسبت قیوم است، بدانند کہ لفظِ قطب ارشاد و مدار و جز آن درلسان اہل شرع وارد نیست واز مصطلحات و مکشوفات صوفیہ کرام است و نسبت قیومیت مکشوف حضرت ایشان است معلوم نیست کہ پیش از آنحضرت از اولیاء کسے بآن تکلم نمودہ باشد باسرار آن متحقق گشتہ کمالِ الکمال بطور صوفیہ در اطوار ولایت قطبیت ارشاد است کہ بآنسرور نسبت کردہ اند نسبتِ قیومیت کہ درآن وقت جلوہ نفرمودہ بود از کجا اطلاق کنند اکنوں کہ جلوہ گر گشتہ است گویم کہ ایں نسبت علیہ درزمانِ آنسرور بہ آن سرور مفوض بودہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ونشاید کہ دران وقت غیراو را بود و نسبت قیومیت بدیگرے منسوب گردد و نیز نوشتہ بودند کہ مراقب نشتہ بودم این عبارت ظاہر شد کہ تجلیِ ذاتی عبارت از آنست کہ متجلی راز بیچونی یک نصیبی بدہند، مخدوما آنچہ ظاہر شدہ است بس عالی ست از نقدِ وقت شما آن بلندی می نماید بشارت ست، امیدوار باشند۔ بیت

اگر ایں لحظہ ممکن کارِ شب نیست
زبختِ مُقبلان ایں ہم عجب نیست

والسلام

بعد میں جب مخدوم آدم خواجہ سیف الدین کے مرید ہوئے تو ان کو اس طرح مخاطب کیا گیا:

مکتوب یک صد و شصت و ششم

باسمہ سبحانہ امابعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

مخدوما استماع اخبار استقامت شما بریں طریقہ علیہ سرگرمیٔ ہنگام طلبہ سبب لذات معنویہ می گردد زادکم اللہ سبحانہ ترقیاً واستقامتاً بعضے یاران رشید شما کہ ملاقات کردند از مطالعہ احوال القائے محفوظ شدیم، علی الخصوص شیخ انس و سید فتح محمد ابوالحسن و تازکی توفیق آثار شیخ عنایت اللہ ملاقات نمود، از احوال پسندیدہ او نیز محفوظ شدیم، یقین کہ بیش از بیش بحال موی الیہ متوجہ خواہند بود[۱۸]

اس خط سے ظاہر ہے کہ مخدوم آدم کے کئی احباب (مرید) خواجہ سیف الدین سے ملنے ان کے والد خواجہ محمد معصوم کی وفات کے بعد یعنی سنہ ۱۰۷۹ھ/۱۶۸۸ء کے بعد سرہند گئے تھے اور یہ کہ خواجہ سیف الدین نے (۱) شیخ انس (۲) سید فتح محمد (۳) ابوالحسن (۴) تازکی (۵) شیخ عنایت اللہ کو خصوصیت کے ساتھ سراہا۔[۱۹] یہ حقیقت مزید تصدیق کرتی ہے کہ مخدوم آدم کی وفات لازمی طور پر خواجہ محمد معصوم کے بعد ہوئی ہوگی یعنی اغلب یہ ہے کہ سنہ ۱۰۸۰ھ/۱۶۶۹ء کے بعد۔

حضرت عبدالرؤف کو اس طرح روحانی رہنمائی کی اجازت ملی (مکتوب نمبر ۱۷۸)

امابعد نمودہ می آید کہ چون فضائل و کمالات دستگاہ جامع علومِ ظاہری و باطنی شیخ عبدالرؤف مدار الارشاد حضرت سرہند رسیدہ بزیارت روضہا منورہ استسعاد یافت و بصحت خادمان و مجاوران این بقعہاء متبرکہ چندگاہے بسر بردہ اخذ فیوض و برکات نمودہ واز مزایا و خواص ایں طریقہ علیہ حظ وافر یافت و درمدتِ قلیلہ فوائدِ کثیرہ نصیبِ اوگشت و محبت شیوخ او استقامت عزاز

> اطوار و اوضاع اولائح و ہویدا گشت بنا براین عاصی دوراز کار باوجود عدم لیاقت محض برائے ترویج طریقہ احمدیہ معصومیہ و اماتت بدعتِ نامرضیہ واحیاءِ سنت سنیہ اجازت تعلیم ایں طریقہ وہبیہ بمشارٌ الیہ دادو شرط الاجازت الاستقامت علی الشریعۃ المصطفویہ علی صاجہا الصلوٰۃ و السلام والتحیۃ والثبات علیٰ محبۃ الشیوخ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

یہ عبدالرؤف مکہ معظّمہ تشریف لے گئے اور وہیں انتقال ہوا۔ یہ مولانا محمد مراد کے روحانی شیوخ میں سے ایک تھے حضرت مجدد کے مکتوبات کا مکہ معظّمہ میں عربی میں ترجمہ کیا اور ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء میں شائع کیا۔

مخدوم آدم کے پسماندگان میں دو صاحبزادے تھے (۱) فیض اللہ اور (۲) محمد اشرف جو اپنے والد کے بعد تقریباً ۵ سال میں انتقال فرماگئے، مخدوم ابوالقاسم، شیخ ابراہیم روہڑی والے اور سید فتح محمد، شیخ صابران کے اجل خلفاء تھے جنہوں نے عوام الناس کی بھلائی کی لیے اور روحانی تزکیے کے لیے نقشبندی طریقے سے کام لیا۔

مخدوم ابوالقاسم

حضرت مخدوم ابوالقاسم کے والد ابراہیم کا درس قبیلے سے تعلق تھا اور وہ سہروردی سلسلے کے تھے وہ ٹھٹھہ آئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ حضرت ابوالقاسم نے پہلے دینی تعلیم مکمل کی پھر مخدوم آدم سے روحانی رہنمائی کے لیے رجوع کیا۔ جنہوں نے انہیں سرہند جانے کا مشورہ دیا۔ ابوالقاسم سرہند تشریف لے گئے اور خواجہ سیف الدین (م ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء) کے مرید بن گئے۔ خواجہ انہیں ''نورحق'' کہتے تھے۔ یہ خطاب ان کی قبر پر قطعہ میں شامل ہے اور یہ مندرجہ ذیل ہے:

بسال وصلِ او ہاتف بفرمود
''ابوالقاسم سراسر نورِ حق بود''

آپ کا ایک شعر بعض تذکروں میں یہ ہے:۔

برلوحِ دل چو تختۂ تعلیمِ کودکان
ہر حرفِ آرزو کہ نوشتم خراب شد

ان کے جانشین ان کے صاحبزادے ابراہیم اور پوتے احمد ہوئے۔ چونکہ ان کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے سلسلہ نقشبندیہ پورے سندھ میں بہت ہردلعزیز ہوگیا۔

ان کے خلفاء میں مخدوم محمد معین اپنے وقت کی سب سے ہردلعزیز ہستی بن گئے، وہ جید عالم، فقہ کی خداداد قابلیت کے مالک، بلند پایہ شاعر تھے، لیکن توحیدِ وجودی کے قائل تھے، وہ جذبی کیفیت میں ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء میں وصال پا گئے اور مخدوم ابوالقاسم کے قریب دفن کیے گئے۔

قطرہ در بحر واصل شد

انہوں نے بہت کتابیں تصنیف کیں اور جب مناسب سمجھا اپنے اعتقادات میں تبدیلی کی۔ ان کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

علی ولی چو امامِ مبین ما شدہ بود
بروں ز توسنِ افلاک زمین ما شدہ بود
بشہرِ عشق زفتوائے بربط و طنبور
سجود کوئے خرابات دینِ ما شدہ بود

……………

زپیچ و تابِ کفر زلف ترسا بچہ شوخ
پریشان قبلہ گاہم کیش درہم برہمے دارم
کیست روباہ کہ از شیر ژیان صرفہ برد
عقل از چقلشِ عشق زبوں می گردد

……………

سکت راخونِ دل دادم کہ بامن آشنا گردد
ندانستم زبختِ بدکہ او دیوانہ خواہد شد

انہوں نے تصوف، فقہ اور دیگر دینی علوم پر تقریباً دو درجن کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کے سوانح نگاروں نے ان کے عقائد کی تبدیلی پر بحث کی ہے تاہم ان کے نقادوں نے انہیں سراہا ہے۔[۲۰]

شاہ صدرالدین علیہ الرحمۃ

آپ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، آپ کے دادا سید علی مکی پہلے سید ہیں جو دادو کے قریب آباد ہوئے، اور وہاں کے راجہ ارور کی نومسلم بیٹی سے شادی کی، ان کی اولاد میں شاہ صدرالدین ثانی گیارہویں صدی ہجری میں تھے۔ ان کا مقبرہ ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۲ء میں تعمیر ہوا جیسا کہ قطعۂ تاریخ میں ہے۔

سالِ تاریخش بجستم از خرد
ہاتفم گفتا ”بہشت اہل بیت“

آپ کے نواسوں میں سید محمد شجاع نقشبندی تھے۔ ان کے نرینہ اولاد میں سید محمد بقا (بن محمد امام بن فتح محمد) رسول پور (ضلع خیر پور) میں ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۳ء میں پیدا ہوئے ۱۱۹۸ھ/۱۷۹۴ء میں ظالموں نے ان کو شہید کردیا دیہہ طیب (خیر پور) میں تدفین ہوئی۔ انہوں نے چشتیہ اور قادریہ سلسلوں میں بھی فیض حاصل کیا۔ پھر مخدوم محمد اسمٰعیل پیراں لوئی۔ (روہڑی) سے نقشبندی سلسلے میں فیضیاب ہوئے۔ ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰ء میں وفات پائی۔

سید محمد بقا کے صاحبزادے سید محمد راشد ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) نیز مخدوم احمدی (م ۱۲۰۳ھ/۱۷۸۹ء) اور موخر الذکر کے صاحبزادے محمد عاقل (م ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء) سے تعلیم حاصل کی۔ سید محمد راشد نے ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں وفات پائی۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے صبغت اللہ (م ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) سجادہ نشین ہوئے انہوں نے حُر جماعت قائم کی جو سید احمد بریلوی (م ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کی جماعت کی طرح تھی۔ سید صاحب خود بھی ان کے پاس تشریف لائے تھے۔

حضرت صبغت اللہ کے جانشین ان کے صاحبزادے سید علی گوہر (م ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء) ہوئے پھر ان کے صاحبزادے حزب اللہ (م ۱۳۰۸ھ/۱۸۰۹ء) ہوئے پھر ان کے صاحبزادے صبغت اللہ ثانی[۲۱] (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کے خلاف انگریزوں نے بڑی سازشیں کیں اور الزامات لگا کر دار و رسن تک پہنچا دیا ان کے متعلق مولانا دین محمد ادیب لکھتے ہیں:

پئے جنگ انگریز سرکش نمود
دوم صبغتہ اللہ نشو و نما!
فرنگی بگردید زور منتقم
زدارشِ رسانده به دارالبقا
زمیں دوز حسنِ حسینش نمود
ابودنده مالش به جور و جفا
چو آبا و اجداد فیاض بود
شده دائما پیروِ مصطفیٰ
میاں مخالف بریده بگو
ادیبا سنِ او رضی بالقضا

۱-۱۹۴۴......۱۹۴۳ء[۲۲]

حضرت سید محمد راشد (م ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) کے کئی خلفاء تھے (۱) محمد حسین مہیسر (۲) خلیفہ مسوئی (جن کے سلسلے میں بھرچونڈی اور پھرامروٹ والے بزرگ ہوئے (۳) خلیفہ محمود قریہ گنور خان (۴) میرپور ماتھیلو کے خلیفہ (۵) نبی بخش لغاری مٹھی والے (جن کے سلسلے میں کچھ اور کاٹھیاواڑ والے بزرگ ہوئے۔ (۶) گل محمد ہالائی (مصنف دیوان گل)[۲۳]

سید محمد راشد نے اپنے مکتوبات کا ایک مجموعہ یادگار چھوڑا ہے یہ مکتوبات ان کے اٹھارہ شاگردوں اور دوستوں کے نام ہیں، ان کے ملفوظات خلیفہ محمود اور خلیفہ محمد حسین نے جمع کیے تھے[۲۴] اور ان کی تعلیمات خلیفہ محمود نے الحجوبیہ المحمودیہ کے نام سے جمع کی تھیں اسی کے آخر میں خلیفہ صاحب نے ان کے حالات بھی شامل کردیے ہیں۔[۲۵]

الحجوبیہ المحمودیہ میں ایک مقدمہ ہے، اس کے بعد چھ اشغال کا ذکر ہے۔ یعنی (۱) لا الہ الا اللہ (۲) یارسول اللہ (۳) اللہ ھو (۴) لطائف ستہ (۵) سلطان الاذکار (۶) نفی اثبات پھر بیس ابواب ہیں جن کے ذیل میں معرفت پر بحث ہے ان ابواب کو "حضور" کہا گیا ہے شغل چہارم کے ذیل میں فرماتے ہیں:

در تکمیل ہریک لطیفہ، مریدان و مستفیضان اوشاں راسالہائے کثیرمی گذرد ومشکلہائے خطیر بلکہ اکثر رادر ضبط اول و دوم وسوم تمامی رسد وبعضے راکہ مستعدان باستعداد قوی و ہمت عالی اندر انجذ اب جذبات علیہ وکمالات کلیہ برہمہ لطائف قرب زمان حاصل می شود بیت،

صوفی نہ شود صافی تا در کشد جامے
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

پھر خلیفہ محمود کے ملفوظات کو محمد ملوک چانڈیو نے سراج العاشقین کے نام سے ۱۲۲۲ھ/ ۱۸۰۷ء میں مرتب کیا۔ اس میں پہلے شجرہ قادریہ اس طرح درج ہے۔

سید عبدالقادر جیلانی، سید عبدالوہاب، سید نصر اللہ، سید صوفی، سید احمد، سید مسعود، سید علی، سید شاہ میر، سید شمس الدین، سید محمد غوث، سید عبدالقادر، سید عبدالرزاق، سید حامد، سید عبدالقادر، سید شمس الدین محمد، سید عبدالقادر، سید شمس الدین، سید حامد (شاہ گنج بخش) سید شمس الدین، سید محمد صالح، سید عبدالقادر حسنی، سید محمد بقا حسینی، سید محمد راشد، شیخ محمود (رحمۃ اللہ علیہم)

پھر سلسلہ نقشبندیہ اس طرح درج ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی، سید آدم بنوری، شیخ سعدی لاہوری، حاجی ایوب جمال اللہ، اسمٰعیل پریاں لوئی، سید محمد بقاء شیخ محمود (رحمۃ اللہ علیہم)

اس کتاب میں ایک سو اکیس اوراق ہیں، ہر صفحے میں تیرہ سطریں ہیں اور ہر سطر میں عموماً تیرہ الفاظ ہیں ورق ۸۳ (الف) میں آپ نے وحدۃ الوجود والشہود کو ترجیح دی ہے اور یہی تعلیم انہوں نے اپنے شیخ سے پائی تھی۔ ورق ۴۳۔۴۴ کی ایک عبارت اس طرح ہے:

می فرمودند کہ حقیقت نماز جز بہ بصیرتِ دل میسر نمی شود وہائے ہائے می کردند وگریستند و می فرمودند کہ ہیہات ہیہات بہر حالِ ماست ہمہ عمر برحرفہائے کاغذ صرف ساختم بلکہ آن ہم بدست نیامدہ واگر بیامد تا ہم

چه سود دارد و این هم فرمودند که از قلم و سیاہی، کاغذ سیاه می شود و دلهاے سیاه مارا چه طور روشنائی دہد۔ و این بیت می فرمودند:

حرف که کاغذ سیاه کند
کے دل تیره را چو ماه کند

اے عزیز حضرت شیخ ما ادام اللہ تعالیٰ برکاتہ علینا را بدونِ گریہ بجز آہ ہیچ سرمایہ نبود و در آن زمان اکثر از لسانِ گوہر نشان خود این الفاظ تکرار می فرمودند کہ اے یاران واے برادران بگریز سوے صاحبدلے کہ از صحبتِ او حلاوتِ ایمان بدست آید و می فرمودند کہ امروز احوالِ خلق و قوت ایشان خرچ در خفتن و خوردن و آشامیدن و پوشیدن است، بیچارہ در آن حیران و پریشان می ماند تا ہمسر انجامی این کار میسر نمی شود چرا کہ این امدادِ خالق است، از دستِ مخلوق راست نیاید و ایشان را باید کہ ازین معاملہ روے مسعود بگردانند و رجوع بسوے خالق آرند تا نظر ایشان از اسباب گزشتہ بر مسبب افتد راست من لہ المولیٰ فلہٗ الکل برسند و ہم در قرآن کریم نگرند کہ ''نحن نرزقکم و ایاھم'' برائے چہ آمدہ است و این کہ مسبب را گذاشتہ بہ اسباب معیشت می بیندند، این کار از خردمندی دور است، و این بیت ہا را نیز می خواندند:

ہر چہ با تو برنیاید زیرِ خاک
این ہمہ دنیا بود، نہ دین پاک
ہرچہ جز حق بسوزد غارت کن
ہرچہ جز دین، از و طہارت کن

شاہ فقیر اللہ علوی

آپ علاء الدین جلال آبادی (افغانستان) کے صاحبزادے تھے اور وہ شیخ محمد مسعود دائم پشاوری کے مرید تھے جو شیخ محمد سعید لاہوری (مرید اسد اللہ وزیر آبادی، خلیفہ، حضرت آدم بنوری) کے دامن سے وابستہ تھے۔[۲۶]

شاہ فقیر اللہ قندھار میں تھے۔ پھر ۱۱۵۰ھ میں آپ شکار پور (سندھ) تشریف لے آئے اور نقشبندی سلوک کی تبلیغ فرمانے لگے آپ کے ۳۹۰ مکتوبات کا مجموعہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ امراء اور صاحب اقتدار لوگوں کو بھی نصیحت و ہدایت فرماتے تھے، مثلاً احمد شاہِ ابدالی، اس کا وزیر شاہ ولی خان، نصیر خان والی قلات، محمد سرفراز خان کلہوڑا، محمد خان (مکران) وغیرہ ان کے علاوہ اپنے وقت کے اکابر علماء کو بھی آپ نے مکتوبات لکھے ہیں۔ مثلاً مخدوم محمد ہاشم تتوی' ملا محمد معین تتوی، عبدالرؤف (ہالا کندی) اور سید محمد راشد بن سید محمد بقا وغیرہ، (ایک مکتوب نمبر ۲۷) کا نمونہ یہ ہے۔

> بنام زبدۂ مشائخ میاں عبدالرؤف ساکن ہالا کندی صدور یافتہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علیٰ خاتم فص الرسالۃ و آلہٖ واصحابہ الکرام الیٰ یوم القیام، بخدمت سدۂ منیف، عنصرِ لطیف، مظہرِ وجود حقانی، مرآتِ نعوتِ سبحانی، میاں عبدالرؤف جیو سلمہ ربہ سلام سنت الاسلام علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات من اللہ الملک العلام واصل باد، خلیفہ محمد پناہ جیو رقم زدہ کلکہ بیان ساختہ بودند کہ حضرت عالی فطرت، تحیات و دعوات می رساند، احقر۔ بمطالعۂ مکتوبِ مرغوبِ فائض السرور مسرور گشت۔ حضرت حق جل جلالہ در مرتبہ ذات بحت معرّا از صفات فانی ساختہ بود حقانی رجوع دادہ در مرتبۂ قلب داعی ساکنانِ سفل بجنابِ قدس گرداناد، دریافتِ ملاقات مربوط بہ ارادۂ ازلی است نظر بہ الامور مرہونۃ باوقاہا داشتہ بنمائقِ انائق فرحت افزا گردیدہ باشند والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کی حسب ذیل کتابیں مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں:

(۱) فتح العجیل فی مدارج التکمیل (۲) براہین النجات من مصائب الدنیا و العرصات (۳) فیوضات اللہ، (۴) طریق الارشاد فی تکمیل المومنین والاولاد (۵) منتخب الاصول (۶) وثیقۃ الاکابر (۷) قطب الارشاد (۸) فتوحات الغیبیہ فی شرح عقائد الصوفیہ (۹) جواہر الاوراد (۱۰) قصیدہ مُبرورہ (۱۱) کتاب الاہار فی ثبوت الآثار (۱۲) فوائد فقیر اللہ (۱۳) شرح قصیدہ بانت سعاد (۱۴) ملفوظات (۱۵) مکتوبات (۱۶) ملفوظات وعملیات (۱۷) شرح ابیاتِ مشکل مثنوی۔

آپ کی چند ابیات جن میں مختلف صوفیانہ خصوصیات ہیں عرض کی جاتی ہیں۔

مصدر فیضے کہ عالم راترو تازہ
فی الحقیقت ہست چوں مرآت در جسمِ شہود
لب اگر ترسازد آن رند ------
جامہ و جان رانثارِ جام مے خواہد نمود
مست باعقل آنچنان گردد کہ در روزِ اجزا
چوں رخِ دلبر نیا شد دیگر ش گفت و شنود
درد می یابد شفا از صدقِ دل گرمی خورد
درد مندے گرچہ در امراض بس مرہون بود
روبہ خمار آورد آں کو کہ از روزِ ازل!
از نقوشِ این و آں لوحِ دلِ اوسادہ بود

آپ کی وفات شکار پور میں ۳ صفر ۱۱۹۵ھ (دوشنبہ ۲۹ دسمبر ۱۷۸۱ء) کو واقع ہوئی اور وہیں مزار ہے۔

ابوالحسن داہری نقشبندی (م ۱۱۸۱ھ/ ۱۷۶۷ء)

آپ میاں بادل بن عبدالرشید کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے ابوبکر ہالانی اور نورالدین احمد آبادی (م ۔۱۷۴۳ھ/۱۱۵۵ء) اور محمد خلیل بدخشانی سے تعلیم حاصل کی اور مولانا عبدالرسول احمد آبادی (۱۱۴۸ھ/۱۱۳۵ء) سے نقشبندی سلسلے میں مستفیض ہوے۔

آپ نے کئی کتابیں لکھیں لیکن سب سے زیادہ اہم کتاب ینابیع الحیوٰۃ الابدیہ، تصوف سے

متعلق ہے، غالباً اس قدر ضخیم کتاب ''تصوف'' پر اور کوئی نہیں، اس میں ۱۹ ابواب ہیں جن کے ذیل میں ۱۰۸ ذیلی ابواب ہیں۔ اس طرح شروع ہوتی ہے:

> بہترین سخنے کہ عندلیبانِ چمن انوارِ طریقت بدان ترنم نمایند وخوش ترین کلامے کہ بلبلانِ گلشنِ اسرارِ حقیقت بہ آن نغمہ آرائی کشایند جزیل وثنائے جمیل مرآن حکیمے راکہ بمقتضائے حکمتِ بالغہ اش حقیقت وروح وشج حبیب صلی اللہ علیہ وسلم خود را بزر شجر حقائق ارواح واشباح عوالم گردانیدہ دہر آنچہ در آن بزر مجمل داشتہ در شجر عوالم متصل کردہ باز در ثمر باجمال رسانید، پس غرض از غرس شجر عوالم کہ متحر لولاک وخاتیم شجراست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم الیٰ یوم الدین۔

اولیائے لواری شریف

لواری شریف کے سب سے پہلے بزرگ مخدوم محمد زمان اول تھے جو حاجی عبداللطیف سہروردی کے صاحبزادے تھے موخرالذکر مخدوم محمد آدم تتوی کے صاحبزادے فیض اللہ سے مستفیض ہوگئے تھے۔

مخدوم محمد زمان لواری شریف میں ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء میں پیدا ہوے اور وہیں ۱۱۸۸ھ/۱۷۷۵ء میں وفات پائی آپ نے ٹھٹھہ میں مخدوم محمد معین (م۔ ۱۱۶۱ھ) کے شاگرد محمد صادق سے تعلیم پائی تھی اور وہیں ابوالمساکین حاجی محمد تتوی سے بیعت ہوے جو مخدوم محمد آدم کے صاحبزادے محمد اشرف کے بیٹے تھے، بعد میں مخدوم محمد زمان کے صاحبزادے گل محمد (م ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء) پوتے محمد زمان ثانی (م ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء) اور پڑپوتے محمد حسن (م ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء) کی بڑی شہرت ہوئی۔ پھر محمد حسن کے صاحبزادے محمد سعید (م ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) نے نقشبندی سلسلے کی بہت خدمت کی ان کی حسب ذیل کتابیں یادگار ہیں:

(۱) صقال الضمائر (۲) تحقیقات اللواری (۳) شرح تکملته الورد الحمدی

صقال الضمائر، حضرت مخدوم محمد حسن کی سوانح عمری ہے جو مدینہ منورہ میں فوت ہوے تھے اس کتاب میں دیباچے کے چار ابواب یہ ہیں۔ (۱) بشارات (۲) عبادات (۳) اسفارِ وفات (۴) ملفوظات۔

تیسرے باب میں مخدوم محمد حسن کے چھ حج بیان کیے گئے ہیں اور ان کے ایک مکتوب کا ذکر ہے جو اس طرح ہے:

برخوردار سعادت یار محمد سعید مدظلہ، مراسلہ مشتمل بر رسیدن اشیائے مرسولہ این طرف و اظہار دید و قصور و خرابیِ حال خویش نوشتہ بودند رسید، برخوردار تنگ دل نہ شوند، بقبض و تنگی دل پریشان و از دست نہ روند و صبر فرمایند۔ صبوری مایہ آرد تنگیِ دل و سیہ روی و خرابی خود خوب افتادہ است، شکر ایں معنی را بجا آرند، این صبر تلخ برائے مریضِ قلبی دہند، کیست دریں جہان کہ از ہوائے و ہوس بر آمدہ خرابی و ضلالت خود نصب العین و حدِ نظر خود دارد، صاحبان روضہ مقدسہ (قدس اسرارہم) فرمودہ اند، ”ہر چہ ظاہر حال مردود تر و پریشان تر در باطن مقبول تر و ہر چند مجہول تر در قرب حق نزدیک تر“ جامی گوید:۔ ع

سیاہی را بود رو در سپیدی

قال اللہ تعالیٰ۔ ”وآیۃ لھم الیل نسلخ منہ النھار“۔ از تاریکی نتیجہ سپیدی بر آید۔ ہر چند تاریکی غالب تر بود نتیجہ سپیدی آن روشن تر آید، در مکتوبات است کہ قبض و بسط ہر دو جناحِ ایں راہ اند، در قبض سر اجمالی سریع تر ست کہ از غایت سرعت و تنگی مفہوم نیست۔ لہٰذا تنگ دلی پیدا می کند و در بسط بہ تفصیل است کہ مفہوم طالب گردد و خوش دلی پیدا کند۔“

یہاں مخدوم محمد سعید کی بھی ایک عبارت عرض ہے وہ اپنے روحانی بزرگوں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

سلسلہ طریقہ الٰہی این مسکین بے تسکین، جامعِ این کلماتِ سعید، محمد سعید را بحرمت شہبازِ لاہوت، عنقائے جبروت، ملاذ ملکوت، قایدِ ناسوت،

زرامش چو بلبل شوم نغمہ زن
بہ باغ زماں گل محمد حسن

قدس سرہٗ بحرمت مہر سپہر دیانت، مرکز دائرۂ امانت خواجہ محمد زمان ثانی قدس سرہٗ و بحرمت بحر علم وحیاء، معدنِ جود وسخا خواجہ گل محمد قدس سرہٗ و بحرمت جامع اسرارِ قطبیت، حاوی انوارِ غوثیت، واقف اسرارِ نہان خواجہ محمد زمان کلان، صاحب الارشاد فی اللواری حرسہ الباری قدس سرہٗ و بحرمت قطب سماء ولایت، ماہِ برج ہدایت خواجہ ابو المساکین حاجی محمد التتوی مسکناً والملکی مدفناً قدس سرہٗ و بحرمت حضرت مرد متقی خواجہ محمد ذکی قدس سرہٗ و بحرمت حضرت منیف خواجہ محمد حنیف قدس سرہٗ و بحرمت حضرت قطب امجد ارشد خواجہ عبدالاحد قدس سرہٗ و بحرمت قطب الاقطاب مزید خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ و بحرمتہ مجمع البحرین ممکن النورین مرجع الخافقین غوث الثقلین، ملاذ الافراد والاقطاب، ملجاء الاصفیاء والاحباب حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ السامی۔

مخدوم محمد سعید کا ایک فارسی دیوان بھی ہے جو ان کے پوتے پیر سعید حسن بن محمد اشرف نے ۱۹۶۵ء میں کراچی سے شائع کیا ہے۔[۲۷]

مخدوم محمد زمان (اول) کے کئی خلفاء تھے لیکن ان میں سے دو نے بڑی مقبولیت حاصل کی یعنی (۱) قاضی احمد (م ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء) اور عبدالرحیم گرہوڑی شہید (م۔ ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء) قاضی احمد نے ایک مجموعہ ''تصوف'' سے متعلق یادگار چھوڑا ہے جو ان کی خانقاہ میں موجود ہے مولانا عبدالرحیم گرہوڑی بہت بڑے عالم تھے ان کی کتابیں یہ ہیں۔

(۱)......فتح الفضل۔ یہ ان کے شیخ کی نصائح ہیں جو انہوں نے سندھی سے عربی میں منتقل کی ہیں، شرح بھی ہے۔

(۲)......ان کے شیخ کے سندھی اشعار کی عربی شرح ہے۔

(۳)......ایک مثنوی گل نامہ (فارسی) ہے جس میں شیخ زادہ گل محمد کی تعریف ہے۔

(۴)......حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات کا ایک انتخاب ہے۔

(۵)......خود ان کے سندھی اشعار کا ایک انتخاب ہے۔

مثنوی گل نامہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

گل محمد در منازلہا تمام
غیر بلبل ایں چہ داند خاص و عام
دستِ مشرک کے رسد گل پاک را
خاک را ایں نور ایماں خاک را
خاک مسحور است بہرِ بوے گل
جز خراباتے نہ باشد جوے گل
عارف آں باشد کہ باشد گل شناس
کل بہیند جملہ بیند بے قیاس
جان مرجانِ ولی را دوست نیست
رابطہ شاں آنچہ آن را پوست نیست
خلق پندارد ولی را شہوتے
روے خود بیند او را رحمتے!
تا قیامت آزمائش دائم است
پس بہ ہر دو ولی قائم است[۲۸]

اب سندھ کے دوسرے نقشبندی بزرگوں کے متعلق مختصراً عرض کیا جاتا ہے۔

(۱)......مخدوم عبدالواحد سہونی (م۔ ۱۲۲۴ھ) آپ قاضی بھی تھے کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ حضرت غلام محمد معصوم (م۔ ۱۱۶۱ھ) کے صاحبزادے حضرت صفی اللہ (م۔ ۱۲۱۲ھ) کے خلیفہ تھے۔

(۲)......شیخ محمد عابد سہونی (م۔ ۱۲۵۷ھ) آپ بھی بڑے عالم اور کئی کتابوں کے مصنف تھے، آپ مخدوم محمد زمان ثانی (م۔ ۱۲۴۷ھ) کے خلیفہ اور مخدوم محمد ہاشم تتوی کے شاگرد تھے آپ مدینہ منتقل ہوگئے تھے۔

(۳)...... مخدوم محمد ابراہیم تتوی (م ۱۲۲۵ھ) آپ مخدوم محمد ہاشم تتوی کے صاحبزادے عبداللطیف کے صاحبزادے تھے کئی کتابوں کے مصنف تھے اور حضرت صفی اللہ (م ۱۲۱۲ھ) کے خلیفہ تھے۔ آپ کے لاکھوں مرید تھے۔ منڈل (کچھ) میں آپ کی وفات ہوئی، آپ کے چار خلفاء بہت مشہور ہوے (۱) احمد خان نظامانی (۲) محمد امین چھترالی (۳) محمد اسمٰعیل (پیر لاشاری، بدین کے قریب وسین میں تھے) اور (۴) خود آپ کے صاحبزادے عبداللطیف پھر محمد یوسف کھیاری (نواب شاہ) اور ان کے خلیفہ فضل اللہ (پاٹ والے) بہت مشہور ہوے۔

(۴)...... مخدوم محمد عاقل (ابن مخدوم احمدی) جو مخدوم محمد اسمٰعیل (پریان لو) کے داماد تھے اور پھر مخدوم محمد عاقل کے صاحبزادے عبدالخالق بھی نقشبندی سلسلے کے مشہور بزرگ ہوے) ہیں۔

(۵)...... محمد صالح (لکھی۔ شکارپور) غلام محی الدین کے خلیفہ تھے جو غلام محمد معصوم (م ۱۱۶۱ء) کے پوتے تھے۔

(۶)...... قاضی احمد (م ۱۲۲۳ھ) جو مخدوم محمد زمان اول کے خلیفہ تھے بہت مشہور ہوے ان کے تین خلفاء کا فیض عام ہوا یعنی عبدالولی نوشیرو فیروز میاں نور شاہ (کھاہی، کنڈھا، نوشیرو فیروز) اور میاں عبدالکریم (پنگرو، سکرنڈ) قاضی احمد کے ایک خلیفہ شاہ حسین تھے جو رتڑ چھترو (امرتسر) میں تھے اور ان کے سلسلے کو بہت فروغ ہوا۔

(۷)...... قاضی محمد شکارپوری (م ۱۲۳۰ھ) حضرت صفی اللہ (م ۱۲۱۲ھ) کے خلیفہ تھے۔

(۸)...... مخدوم امید علی سہائے (ہالا) آپ خواجہ عبدلقیوم (م ۱۲۷۱ھ) کے خلیفہ تھے اور تالپوروں کے دربار میں تھے انگریزوں نے آپ کو کلکتہ میں قید کردیا تھا آپ نے سفر نامہ کلکتہ لکھا تھا۔ وہیں ۱۲۹۸ھ میں آپ نے وفات پائی۔[۲۹]

(۹)...... محمد بلال (تلسی۔ دادو) آپ مخدوم دانیال کے شاگرد اور مخدوم شہاب الدین کے خلیفہ تھے، پیر محمد بخاری تکتی نہر[۳۰] سے بھی فیضیاب ہوے تھے جو حضرت بہاء الدین نقشبندیہ بخاری قدس سرہٗ کی اولاد میں تھے۔ آپ کی ایک رباعی مشہور ہے:

در راہِ خدا ز سر قدم باید ساخت
سرمایہ ز اختیار خود باید باخت
کفر است بخود نمائی برون بجہاں
از خویش بروں شدہ سویش می باید تاخت

آپ کے خلیفہ مخدوم سہار بھی بہت مشہور ہوے، ان کے علاوہ مولانا عبدالغفار (لاڑکانہ) حاجی عبدالغفار مجددی (ٹنڈو محمد خان) محمد عمر جان، غلام مجدد (ماتلی) محمد یوسف میمن، غلام مصطفی (دادو) پیر صبغت اللہ ایرانی وغیرہ مشہور بزرگ تھے۔

اس سلسلے میں جو حضرات مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کی سہولت کے لیے اس موضوع پر قلمی نسخوں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے جو سندھ کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں:

۱...... سندھ یونیورسٹی (کتب خانہ، جز الشرقیہ)
مجمع الفیوضات از خلیفہ محمود (فارسی)

۲...... سندھی ادبی بورڈ۔
۱۔ حالات وملفوظات پیر محمد راشد (سندھی)
۲۔ ملفوظات پیر محمد راشد (سندھی ترجمہ از عبدالقادر)
۳۔ مکتوبات منظوم بنام سید صبغت اللہ (فارسی)
۴۔ مکتوبات پیر محمد راشد (فارسی)
۵۔ ملفوظات سید صبغت اللہ (فارسی)

۳...... شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد، اسناد الطریقۃ النقشبندیہ از محمد ابراہیم تتوی (عربی)

۴...... پیر وہاب اللہ شاہ، گوٹھ پیر جھنڈو۔
۱۔ کشف الکامن فی علم الباطن از مخدوم عبدالواحد سیوستانی (عربی)
۲۔ بسط المقال فی حل الاشغال از مخدوم عبدالواحد سیوستانی (فارسی)
۳۔ انوار الفیوضات الباطنیہ از مخدوم عبدالواحد سیوستانی (عربی)
۴۔ ورد المحمدیہ (شرح فتح الفضل) از مخدوم عبدالواحد سیوستانی (فارسی)

۵...... پیر محب اللہ شاہ، گوٹھ پیر جھنڈو (درگاہ شریف)

مجاہدہ مع مدعی مشاہدہ ومکاشفہ از پیر رشد اللہ (فارسی)

۶...... حاجی شیر محمد نظامانی۔ ٹنڈو قیصر۔ (اسی کا سندھی ترجمہ)

۷...... خیر پور پبلک لائبریری

۱۔ الرسالتین (رسالہ عالیہ از خواجہ محمد پارسا مع شرح رباعیات ابو سعید ابو الخیر

۲۔ رسالہ تصوف طریقہ نقشبندیہ از شاہ غلام علی

۳۔ رسالہ طریق نقشبندیہ از ابو عبد الرحمٰن

۸...... مولانا حافظ ہاشم جان صاحب ٹنڈو سائیں داد

۱۔ شرح قصیدہ بردہ (غالباً) از مولانا جامی

۲۔ مجموعہ منظومات جامی (سلسلۃ الذہب، مخزن الاسرار سبحۃ الابرار)

۳۔ مونس المخلصین (اسوۂ حسنہ) از خواجہ عبد اللہ مجددی

۴۔ مکتوبات از خواجہ محمد حسن مجددی

۵۔ مجموعہ رسائل (ہدایت نامہ از حضرت مجدد الف ثانی ونسخہ ارشادات از حضرت مجدد وغیرہ)

۶۔ رسالہ تہلیلیہ از خواجہ محمد حسن مجددی (مطبوعہ لاہور ۱۳۵۴ھ)

۷۔ رسالہ تہلیلیہ از خواجہ محمد حسن مجددی (مطبوعہ لاہور ۱۳۵۴ھ)

۸۔ مجموعہ رسائل (رسالہ سلوک از میر محمد نعمان رسالہ چہار چمن از خواجہ عبد الاحد وحدت)

۹۔ ینابیع الحیوۃ الابدیہ از ابو الحسن داہری نقشبندی

۱۰۔ حضرات القدس از حضرت بدر الدین سرہندی

۱۱۔ مجموعہ رسائل (مبدا ومعاد، تحقیق، النبوۃ، مقصود الصالحین، التعین اللہ تعین، شرح رباعیات، تہلیلیہ، مکاشفات عینیہ، معارف لدنیہ، تجلیات، رد روافض از حضرت مجدد)

۱۲۔ نادر الفوائد از محمد فقیر بن عبد الحفیظ متوطن قریہ بھیرہ

۱۳۔ شرح حلیۃ النور

۱۴۔ جنۃ النعیم فی فضائل القرآن العظیم از مخدوم محمد ہاشم تتوی

۱۵۔ وظائف معصوی (سندھی ترجمہ از مولانا محمد ہاشم جان)

۱۶۔ یواقیت الحرمین از حضرت مروج الشریعۃ

۱۷۔ مکتوبات الحرمین از حضرت مروج الشریعۃ

۱۸۔ شفاء الامراض از حضرت خواجہ باقی باللہ

۱۹۔ حالات خواجہ صبغت اللہ

۲۰۔ کشف الغطا از خواجہ محمد فرخ سرہندی

۲۱۔ بہجۃ الانظار فی برأت الابرار از محمد معین تتوی

۲۲۔ عمدۃ المقامات از حضرت فضل اللہ مجددی

۲۳۔ البہجۃ السنیہ فی آداب الطریقۃ النقشبندیہ

۲۴۔ انساب الانجاب از خواجہ محمد حسن جان

۲۵۔ ہدیہ احمدیہ

۲۶۔ ہدایۃ الطالبین از شاہ ابو سعید

۲۷۔ تفسیر یعقوب چرخی

۲۸۔ اوج مورد (اسرار نقشبند) از حضرت نظام الدین شکارپوری

۲۹۔ مجموعہ مفتاح اللطائف از اسلم نقشبندی مع جواہر مجددیہ سبع اسرار وکحل الجواہر

۳۰۔ ردشبہات حضرت امام ربانی از شاہ غلام علی

۳۱۔ مجموعہ رسائل (حیات باقی، جواہر معصومیہ در احوال حضرت عروۃ الوثقیٰ ومکتوبات
خواجہ باقی باللہ از محمد صادق کابلی)

۳۲۔ رشحات از علی بن حسین واعظ کاشفی

۳۳۔ مکتوبات معصومیہ از خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

۳۴۔ انیس المریدین از محمد حسن جان مجددی

۳۵ مجموعۃ الطریقۃ المحمدیہ وخزانۃ الفقہ واربعین فی اصول الدین از محمد حسن جان مجددی

۳۶۔ چہل حدیث از مولانا جامی

۳۷۔ رسالہ تاجیہ از شیخ تاج الدین سنبھلی (اصل نسخہ در ملک مولوی عطا محمد صاحب خطیب قصبہ چودھوان ڈیرہ اسمٰعیل خان)

۳۸۔ ترجمہ کتاب سرور المحزون از مولانا محمد ہاشم جان (سندھی)

۳۹۔ الطاف رحمانی فی مناقب امام ربانی از مخدوم سلام اللہ (سندھی)

ان کے علاوہ سندھ کے مختلف مقامات پر دوسرے ذاتی کتب خانوں میں مزید قلمی نسخے پڑھنے والوں کو مل سکتے ہیں۔

☆......☆......☆

حواشی

۱......بھنبھور کی اس مسجد کے ایک کتبے میں ۲۹۴ھ درج ہے۔

۲......سندھ گزیٹیر (کراچی ۱۹۰۷ء) کے صفحہ ۹۱ میں اسی طرح لکھا ہوا ہے لیکن ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم نے صنادید سندھ (لاہور ۱۹۷۰ء) کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے کہ صحیح سن عیسوی والا ہے یعنی ۷۸۸ھ میں وہ بزرگ فوت ہو گئے ہوں گے۔

۳......مخدوم امیر احمد مرحوم نے شعبۂ تقابلِ ادیان علومِ اسلامیہ (سندھ یونیورسٹی) کے مجلّہ ارمغان (۱۹۶۳ء صفحہ ۲۲۔۲۶) میں ان علماء کا ذکر کیا ہے ان کا خیال ہے کہ شیخ ابوالحسن گیارہویں صدی ہجری کے عالم تھے۔

۴......مخدوم نوح ہالائی نے برصغیر میں سب سے پہلے قرآن پاک کا فارسی ترجمہ مرتب کیا تھا۔ راقم الحروف نے اس ترجمے کا پہلا پارہ ۱۹۶۲ء میں شائع کیا تھا۔ اب سندھی ادبی بورڈ نے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب کی تصحیح سے مکمل ترجمہ شائع کیا ہے۔

۵......مکتوباتِ امام ربانی (۶۹/۳) میں شیخ موسیٰ اور ان کے صاحبزادے شیخ اسحٰق کے نام کے ساتھ شوحین لکھا ہوا ملتا ہے۔ یہ سیوِن (سہون) تھا۔ غزنوی عہد میں جب مسلمان برصغیر میں آئے تو انہوں نے دریائے گنگا کو جیحون اور دریائے سندھ کو سیحون کہنا شروع کیا۔ حضرت سنائی م ۵۴۵ھ/۱۱۵۰ء نے اپنے حدیقہ میں فرمایا ہے...... تا بدید آتشِ سنان سیحون، ہم بر آن آب نیست آب اکنوں زبدۃ الاخبار (قزوینی ایڈیشن، صفحہ ۶۹۔۷۰) اور مؤید الفضلاء (لکھنؤ، جلد اول، صفحہ ۴۹۹) میں بھی سندھ کو سیحون کہا گیا ہے، یہ بات تعجب کے ساتھ پڑھی جائیگی، کہ سہوان میں (جو یوپی کا شہر ہے) محلّہ شہباز ہے اور بعض خاندان جو سہون سے وہاں منتقل ہوئے تھے ان کی زبان میں سندھی الفاظ شامل ہیں۔

۶......حضرات القدس (صفحہ ۳۲۹۔۳۳۰) میں کتابت کی غلطی سے سوتی (لنگوتیا) کو بلوتی لکھا گیا ہے اس بزرگ کے شیخ موسیٰ اور شیخ اسحٰق کے حالات کے لیے دیکھیں زبدة المقامات (لکھنؤ، صفحہ ۲۸۶۔۳۸۷) اور تحفة الطاہرین (صفحہ ۲۳) اور مقالات الشعراء (صفحہ ۴۵۷)

۷......روضۃ القیومیہ۔ جلد اول، صفحہ ۳۴۰

۸......یہ تفصیل خواجہ محمد فضل اللہ کی عمدة المقامات (لاہور ۱۳۵۵ھ، ۱۹۳۶ء) کے صفحات ۴۴۲۔۴۴۵ میں ملتی ہے۔ یہ تمام صاحبزادے پشاور یا کابل کو منتقل ہو گئے۔ پانچویں صاحبزادے حضرت عزت اللہ کا سجع یہ ہے: ع ''یا مجدد عزت اللہ از تو عزت یافتہ'' آپ کا مزار کابل کے محلّہ سیاہ رنگ میں موجود ہے۔

۹......راقم الحروف (پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان) نے ان کے انتقال پر یہ قطعۂ تاریخ لکھا تھا:

دخترِ شاہ پیر بحر الدین   بدہ مثلِ رابعہ بصری
بے مثالے بہ عفت وعصمت   باکمالے بہ شوکتِ دینی
در توکل بشانِ استغنا   در صفا و رضا نشانِ شبی
بہر او صد ہزار رحمت باد   گویمش ایں دعائے تاریخی
درسرائے شگرفِ خلدِ بریں   ساکنہ شد خدیجہ سرہندی
''۱ ۷ ۹ ۱''   ''۱ ۹ ۳ ۱''

۱۰......راقم الحروف نے آپ کے وصال پر یہ قطعہ لکھا تھا جو آپکے مزار کی لوح پر کندہ ہے اس کا ہر مصرع تاریخی ہے:

۱۳۹۳ھ شمسِ علماء امیرِ متقیاں   رہبرِ دین، نصرتِ عقبیٰ ۱۳۹۳ھ
۱۹۷۳ء فضلِ عثمان قبلۂ دارین   صدر و بدرِ مشائخِ تقوٰی ۱۳۹۳ھ
۱۳۹۳ھ حاج وحافظ، فقیہ نیک سگال   فاضلِ دودمانِ راہِ صفا ۱۳۹۳ھ
۱۳۹۳ھ گشت جمع بروج وقطب مدار   عارفِ زندہ دل زفضلِ خدا ۱۹۷۳ء
۱۳۹۳ھ آہ ازواسطۂ حقیقت رفت۔   ہم طریقت شود زقدر جدا ۱۳۹۳ھ

۱۱......ان کے مریدوں میں سے ایک ملا کتیار کے محمد یوسف اور موخرالذکر کے بھتیجے ولی محمد پہلے شاہ عبدالقیوم نے صاحبزادے عبدالرحمٰن کے مرید ہوے۔ بعد میں محمد مظہر بن شاہ احمد سعید مجددی کے مدینہ منورہ میں مرید ہوے ولی محمد کے جانشین انکے صاحبزادے عبدالرحیم ہوے۔ پھر ان کے پوتے محمد اسحٰق ہوے۔

۱۲ ..... پروفیسر علی نواز جتوئی صاحب نے خواجہ حسن جان کی ابتدائی سلوک کا سندھی ترجمہ شائع کر دیا ہے۔

۱۳......ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے سرہندی کی شاعری پر ”قومی زبان“ ۱۹۶۷ء میں ایک مضمون شائع کیا ہے راقم الحروف نے ان کے انتقال پر مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ لکھا ہے:

پژمردہ شد گلِ سرسبد مجددی　　یعنی گذشت آہ چون آن فخر انس وجاں
بردہ ست آہ حکمت وفضل وکمال را　　جان آفریں زجانِ محمد حسین جاں
بے جان گشتہ ست ہمہ شعر وہم ادب　　حکمت زشعر رفت چوسحرے ہم از بیاں
سرہندی ازتلمذ رحمٰن شد شمیر　　آمد بسرسر آمد شعرائے این زماں
حاجیِ پاکباز نہ دیدیم مِثل او　　صوفیِ پاک دل نہ شنیدیم ہمچو آں
فخرِ دہور، قطب زماں شاعرِ جلیل　　درخلد آرمید محمد حسین جاں
”۸ ۴ ۹ ۱ء“　　”۷ ۶ ۳ ۱ ھ“

۱۴......انکی تفصیلات کے لیے خواجہ جان کی انساب الانجاب صفحہ ۳۷۔۲۷ دیکھیے

۱۵......عبدالعزیز کے صاحبزادے ضیائے احمد کے تین صاحبزادے تھے ما(۱) غلام اللہ (۲) حجتہ اللہ اور (۳) عبداللطیف، غلام اللہ کے پسماندگان میں دو صاحبزادے تھے۔ (۱) غلام مصطفیٰ اور (۲) عبدالکریم جبکہ حجتہ اللہ کے پسماندگان میں (۱) غلام مرتضیٰ (۲) عبدالفتح اور (۳) حزب اللہ بمقام ملیر کراچی تھے

۱۶......روضتہ القیومیہ (۲/۲۴۰) کے مصنف نے مخدوم ٹھٹھوی کو محمد معصوم کا خلیفہ لکھا ہے۔

۱۷......ان کی تفصیلات کے لیے میر علی شیر قانع کی تحفتہ الکرام اردو ترجمہ کراچی ۱۹۵۹ء صفحہ ۱۰۷۔۱۵۷ دیکھیے۔

۱۸......مکتوباتِ سیفیہ حیدرآباد (سندھ) ص ۱۹۱ (مکتوبات نمبر ۱۶۶)

۱۹......میہڑ (سندھ) کے مولانا غلام محمد عارفی کے پاس ان کے آباؤ اجداد کی زبانی یہ بات سینہ بہ سینہ محفوظ تھی کہ شیخ انس کا تعلق شکارپور سے تھا اور وہ ٹھٹھہ کے قاضی تھے۔ فتح محمد اور ابوالحسن کا تعلق نصرپور سے تھا اور تازکی کی قبر اور مدرسہ مکلی میں سڑک کے عین کنارے پر ہیں۔ اغلب یہ ہے کہ عنایت اللہ کا تعلق جھوک سے تھا اور ان کا انتقال ۱۱۳۰ھ / ۱۷۱۸ء میں ہوا۔ مولانا قدوسی نے بھی فتح محمد اور شیخ انس کا ذکر کیا ہے ان کی سوانح حیات صفحہ ۵۰ پر دیکھیے۔ خواجہ سیف الدین کے ایک اور مخاطب ٹھٹھے کے محافظ تھے (۲) مکتوبات سیفیہ ص ۲۰۰، ۲۰۱ (مکتوبات نمبر ۷۸، ۳۱) مولانا قدوس ص ۴۹۔۵۰ (۴) مولانا قدوسی (ص ۵۱۔۶۲) نے یہ تفصیلات دی ہیں۔ (۵۱) ایضاً (ص ۵۷۔۵۸) مولانا قدوسی نے ابوالقاسم کے بیس خلفاء کے نام لکھے ہیں جنہوں نے پورے سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دینے کے لیے کام کیا۔

۲۰......تفصیلات کیلیے دیکھیں تحفتہ الکرام، دراسات اللبیب کا دیباچہ صفحہ ۵۵۸۔۵۶۸ اور تکملہ مقالات الشعراء صفحہ ۲۴۱۔۲۴۵۔

۲۱......آپ کے بھائی علی اصغر شاہ (م ۱۳۵۴ھ) نے فارسی اشعار میں اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کیا ہے۔ دیکھیں تکملۂ مقالات الشعراء صفحہ ۷۹۷۔

۲۲......کلیاتِ ادیب، (حیدرآباد ۱۹۶۵ء) صفحہ ۷۷ درازہ، ٹمیاری وغیرہ کے سیدوں کے متعلق رسالہ صحیفہ (لاہور، جولائی ۱۹۷۲ء، اکتوبر ۱۹۷۲ء) دیکھیں۔

۲۳......قدوسی صفحہ ۲۷۱۔۲۷۲

۲۴......مولانا مشوری صاحب نے سندھی زبان میں ترجمہ کر کے ان ملفوظات کو شائع کیا ہے۔

۲۵......ان کے متعلق دیکھیں رسالہ صحیفہ (لاہور، جنوری ۱۹۷۳ء)

۲۶......آقائی حبیبی کا مقالہ، فارسی رسالہ سروش (۱۵) مارچ، ۱۹۸۵ء) دیکھیں، اسی سے قدوسی صاحب نے (صفحہ ۱۸۹۔۱۹۶) استفادہ کیا ہے۔

۲۷......محمد اشرف صاحب، مخدوم احمد زمان کے چھوٹے بھائی تھے اور احمد زمان صاحب، جناب محمد سعید کے بڑے صاحبزادے تھے۔

۲۸......کلام گرہوڑی (مرتبہ ڈاکٹر داؤد پوتہ، کراچی ۱۹۵۶ء) صفحہ ۶۵

۲۹......رسالہ الرحیم (حیدرآباد ۱۹۶۷ء) کے مشاہیر نمبر میں یہ واقعات ہیں تحفۃ الکرام (اردو ترجمہ ۱۹۶۹ء) کے صفحہ ۷۱۰۔۷۱۴) بھی دیکھیں۔

۳۰......مولانا غلام محمد عارفی صاحب نے اسطرح زبانی طور پر بتایا تھا۔ قدسی صاحب (صفحہ ۷۶) نے غلطی سے ان کے ہم نام کے متعلق حالات کو ان کے ذیل میں لکھ دیا تھا۔ موخر الذکر بے شک ٹھٹھہ میں دفن ہیں۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سندھ کے ممتاز صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ

تحقیق: ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

ترتیب وانتخاب: صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد

☆☆

اشاریہ :

☆۔ سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت

۱۔ آدم ٹھٹھوی، مخدوم
۲۔ ابراہیم جان سرہندی، پیر
۳۔ ابوالقاسم ٹھٹھوی، مخدوم
۴۔ احمد دمائی، قاضی
۵۔ اسماعیل جان سرہندی، پیر
۶۔ صبغۃ اللہ شاہ، پیر ایرانی
۷۔ عبدالرحمٰن مجددی سرہندی، خواجہ
۸۔ عبدالرحیم گرھوڑی، شیخ
۹۔ عبدالستار جان سرہندی، پیر
۱۰۔ عبدالواحد سیوستانی، مخدوم
۱۱۔ عبداللہ جان سرہندی، آغا
۱۲۔ غلام مجدد سرہندی، پیر
۱۳۔ غلام علی جان سرہندی، پیر
۱۴۔ غلام محمد مجددی، پیر
۱۵۔ فقیر اللہ علوی، شاہ
۱۶۔ محمد راشد شاہ، سید، روضہ دھنی
۱۷۔ محمد زمان، خواجہ
۱۸ محمد شفیع اوکاڑوی، مولانا
۱۹۔ محمد حسن جان مجددی، خواجہ
۲۰۔ محمد حسین جان مجددی، خواجہ
۲۱۔ محمد عابد سندھی، شیخ
۲۲۔ محمد محمود الوری، مفتی
۲۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر
۲۴۔ محمد مظفر احمد، مفتی
۲۵۔ محمد ہاشم ٹھٹھوی، مخدوم
۲۶۔ محمد ہاشم جان سرہندی، حافظ

۲۷۔ محمد عبداللہ نعیمی، مفتی
۲۸۔ مشتاق احمد حیدری، حکیم
۲۹۔ مقصود علی، پروفیسر سید

ضمیمہ :

۳۰۔ محمد زبیر، ڈاکٹر ابوالخیر
۳۱۔ غلام مصطفیٰ خاں، پروفیسر ڈاکٹر
۳۲۔ دیگر
۳۳۔ حواشی

سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت

☆☆

سندھ کی تاریخ میں ابتداءً سلسلۂ عالیہ قادریہ اور سہروردیہ کے صوفیہ ملتے ہیں۔ سندھ میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ابتداء کب سے ہوئی؟ اس کے متعلق بعض سندھ کے مورخین مثلاً جناب اعجاز الحق قدوسی مصنف صوفیائے سندھ نے تکملہ مقالات الشعراء کی بعض عبارات سے نتیجہ نکالتے ہوئے یہ رائے قائم کی ہے کہ حضرت مخدوم آدم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ سندھ میں سب سے پہلے نقشبندی بزرگ ہیں اور ان سے سندھ میں نقشبندی سلسلے کی ابتداء ہوئی، لیکن ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی ایک تحقیق یہ ہے کہ حضرت مخدوم بلال تلہٹی (۹۲۹ھ یا ۹۳۱ھ) کو بھی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت چند واسطوں سے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے حاصل تھی۔ اگر ان کی یہ تحقیق درست ہے تو اس لحاظ سے سندھ کے سب سے پہلے نقشبندی بزرگ حضرت مخدوم بلال تلہٹی ہوئے۔

اور یہ بھی بات تحقیق شدہ ہے کہ سہون ہی کے دو بزرگ شیخ موسیٰ سہوانی اور شیخ اسحاق براہ راست حضرت امام ربانی کے تربیت یافتہ اور ان کے خلفاء میں سے ہیں۔ جب کہ مخدوم آدم ٹھٹوی حضرت امام ربانی کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ ہیں اس لحاظ سے بھی مخدوم آدم پہلے نقشبندی بزرگ نہیں ہوے بلکہ ان سے پہلے سندھ کے نقشبندی بزرگ حضرت شیخ موسیٰ اور حضرت شیخ اسحاق ہوے۔

ہاں البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مخدوم آدم اور ان کے مخدوم ابوالقاسم اور ابوالمساکین شیخ محمد جیسے خلفاء سے سلسلہ نقشبندیہ کو سندھ بھر میں بڑا فروغ حاصل ہوا۔ اور ان کے زمانے میں سلسلہ خوب

مشہور اور مروج ہو گیا۔

اس کے علاوہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں خواجہ عبدالرحمٰن مجددی وہ پہلے بزرگ ہیں جو افغانستان سے ہجرت فرما کے سندھ تشریف لائے آپ اور آپ کی اولاد امجاد اور آپ کے خلفاء نے اس خطہ کو نقشبندی فیضان سے خوب روشن و مستنیر کیا۔

اسی طرح لواری شریف کے اولیاء اور ان کے خلفاء کے نقشبندی فیوضات و برکات سے نہ صرف یہ خطہ بلکہ دور دراز تک کے علاقے فیضیاب ہوئے۔

(۱)

مخدوم آدم ٹھٹوی

☆☆

آپ اپنے زمانے میں سندھ کے وہ واحد نقشبندی بزرگ تھے جنکے ذریعہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا ورنہ اس وقت سندھ میں سہروردیہ اور قادریہ صرف دو ہی سلسلے آباد اور متعارف تھے۔ چنانچہ صاحب تکملہ مقالات الشعراء آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

> آرے در تمام سندھ یک نفس نفیس مخدوم الخادیم نور الاقالیم مخدوم آدم قدس طریقہ نقشبندیہ داشتند وبسکہ دو طریقہ موصوفہ غلبہ داشتند کسے بایں طریق نمیشد[۱]۔

اس عبارت سے آپ کے بعض سوانح نگاروں نے یہ نتیجہ اخذ کرلیا ہے کہ ''آپ سندھ کے سلسلۂ نقشبندیہ میں سب سے پہلے بزرگ تھے''[۲] یہ ہرگز درست نہیں کیونکہ آپ سے قبل بھی نقشبندی سلسلے کے سندھ میں کئی صوفیائے کرام گزرے ہیں۔ جن میں سے ایک مخدوم بلال تلہٹی ہیں (سہون کے) جنکا سنہ وفات ۹۲۹ھ یا ۹۳۱ھ، یا ایک روایت کے مطابق ۹۳۵ھ ہے ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان صاحب کی تحقیق کے مطابق آپ بھی سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں میں سے ہیں اور آپ کا سلسلۂ طریقت براہ راست حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اسکے علاوہ سہون ہی کے ایک بزرگ شیخ موسیٰ سہوانی اور ان کے فرزند شیخ اسحاق یہ دونوں سندھ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے پہلے خلفاء ہیں جبکہ مخدوم آدم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ربانی کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے خلیفہ ہیں اور شیخ موسیٰ اور شیخ اسحاق کے بعد کے دور کے ہیں۔

اسم گرامی ونسب:

آپ کا اسم گرامی مخدوم آدم تھا اور مشہور ''مخدوم آدو'' کے نام سے تھے۔ آپ اصلاً ''ٹھٹوی'' (ٹھٹہ کی طرف منسوب) اور نسلاً صدیقی تھے۔ والد گرامی کا نام ''عبدالاحد'' تھا۔ آپ کے آباء واجداد میں ''عبدالباری'' اور ''عبدالخالق'' کے نام سے دو بھائی تھے۔ جن میں سے بڑے بھائی عبدالباری ۴۷۱ھ[۳] میں ٹھٹہ سے ''کچھ'' ہجرت کر آئے تھے۔ اور یہیں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ جبکہ چھوٹے بھائی عبدالخالق نے جب سلطان محمود غزنوی کے سندھ پر قبضہ اور یہاں اس ملک میں ان کی آمد کی خبر سنی تو ان کے استقبال اور ان سے ملاقات کی غرض سے انہوں نے ٹھٹھہ کو نہیں چھوڑا بلکہ یہیں اقامت پذیر رہے۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی نے حضرت مولانا عبدالخالق کے علم وفضل اور زہد وورع سے متاثر ہو کر آپ کو شاہی اعزازات اور اکرامات سے نوازا۔ اسی باکمال شخصیت کی اولاد میں ''مخدوم آدم'' ہیں۔

آپ کا سلسلۂ نسب آپ کے جدامجد حضرت عبدالباری تک اسطرح سے ہے:

مخدوم آدم بن مخدوم عبدالاحد بن عبدالرحمان بن عبدالباقی بن محمد بن احمد بن آدم بن عبدالہادی بن محسن بن علی بن محمد بن عبدالخالق بن محمد بن عبدالہادی۔

سرہند میں آمد:

حضرت مخدوم آدم رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان اورنگزیب عالمگیر[۴] کے متعلق جب یہ معلوم ہوا کہ وہ اہلِ علم اور اہلِ ہنر حضرات کے بڑے قدرداں ہیں اور ان کے پاس علماء اور حفاظ کا ایک اجتماع ہے جو مختلف ملکوں سے ان کے پاس آئے ہوئے ہیں اور ان کا روزینہ یا یومیہ انہوں نے مقرر کر رکھا ہے تو اسی خیال سے آپ نے بھی دارالسلطنت ''دہلی'' کے سفر کا ارادہ فرمایا اور گھر سے روانہ ہو گئے۔ لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا اور آپ کو چند سکوں کی دولت عطا کرنے کے بجائے وہ عظیم ازلی وابدی دولت عطا کرنی مقصود تھی جس کے سامنے دنیا ومافیہا کی تمام عزت ودولت ہیچ ہے۔ چنانچہ جب آپ براستہ ملتان اور لاہور ہوتے ہوئے سرہند شریف پہنچے تو وہاں آپ کو خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ[۵] سے شرف ملاقات حاصل ہو گیا حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نور فراست سے آپ کے حسنِ استعداد کا اندازہ فرما لیا، اور اس جوہرِ قابل کو

ولایت کے اوجِ ثریا پر پہنچانے کے لیے اپنے پاس رکھ کر تربیت کا تہیہ فرما لیا اور آپ کو اپنے پاس ٹھہرانے کے لیے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ اپنے پاس مدرس رکھ کر اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کا کام آپ کے سپرد فرما دیا چونکہ آپ عالم تھے۔ اور یہ کام آپ کی طبیعت کے مطابق تھا، اور جس مقصد کے لیے آپ سندھ سے چلے تھے، یعنی روزگار اور معیشت کا مسئلہ وہ بھی یہاں حل ہو رہا تھا۔ اس لیے حضرت مخدوم آدم علیہ الرحمۃ نے اس پیشکش کو قبول فرما لیا، اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے بچوں کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہو گئے۔

بیعت:

ایک عرصے تک آپ بچوں کی تعلیم وتدریس میں مصروف رہے۔ لیکن اس اثناء میں آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی کیونکہ یہ علمائے ظاہر کا طریقہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی انا اور خودی اور اپنے علم کے نشہ میں کسی پیر، فقیر کو نہیں گردانتے تو چونکہ حضرت مخدوم آدم رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے وقت کے ایسے متبحر عالم وفاضل تھے کہ دیارِ سندھ میں دور دور تک آپ کا شہرہ تھا اور اس زمانہ میں ٹھٹھہ سے لے کر ملتان تک علم وفضل میں آپ کا ہم پایہ کوئی نہ تھا لہٰذا ایسے زبردست عالم کا کسی فقیر بوریا نشین کے حلقۂ ارادت میں آجانا کوئی آسان کام نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ بقول شیخ عبدالرحیم گرہوڑی، ابتداء میں حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی ارادت وعقیدت نہیں تھی بلکہ ''فردوس العارفین'' میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے فقراء اور اولیاء کی عظمت واہمیت کا انکار کر دیا، کسی نے یہ خبر حضرت خواجہ کو پہنچا دی، حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مخدوم کے اس انکار کو سن کر مسکرا دیے اور فرمایا:

اول بار در انکار است چوں در ارادت می آید صادق و راسخ می شود

یعنی یہ پہل پہل انکار ہے جب ارادت ہو جائے گی تو یہ اپنی
ارادت وعقیدت میں بڑا صادق اور راسخ ہوگا۔

اس کے بعد ایک روز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے اس آیت کے متعلق دریافت فرمایا۔

''وَالطُّورِ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ فِىْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ''

حضرت مخدوم نے اپنے علم کی بنیاد پر اس کی عالمانہ اور محققانہ تفسیر بیان کرنی شروع کی، عین اسی دوران حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے قلب کی طرف توجہ فرمائی اور اپنی باطنی قوت سے آپ کے دل کی دنیا بدل کر رکھ دی، اور چند لمحے قبل جو دل معرفت وحقیقت اور ارادت وعقیدت سے عاری اور خالی تھا

وہ اب عرفانِ مولیٰ اور ارادتِ اولیاء کی جلوہ گاہ بن چکا تھا، اس کے بعد حضرت مخدوم نے حضرت خواجہ سے درخواست کی کہ وہ ان کو اپنے ارادتمندوں میں شامل کر کے روحانی فیوضیات و برکات سے مستفیض فرمائیں اور سلوک کی راہیں طے کرا کے واصل بخدا کر دیں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی یہ درخواست منظور فرمائی، آپ کو بیعت فرمایا اور آپ کی روحانی تربیت فرما کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا۔

باطنی تربیت:

تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تربیت کا آغاز فرمایا تو اس وقت آپ کی یہ کیفیت تھی کہ ''ماسوا اللہ'' سے آپ کا دل بالکل پھر چکا تھا، حتیٰ کہ آپ کا محبوب مشغلہ مطالعۂ کتب، درس و تدریس یہ سب چھوٹ گیا تھا اور تمام علائق اور تعلقات سے منقطع ہو کر آپ ''مراقبہ'' کے اندر مشاہدۂ الٰہی میں سات سال تک مستغرق و منہمک رہے۔ اس عرصہ میں آپ کے استغراق اور روحانی ترقیات سے دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ اگر گھر سے کوئی خط آتا تھا تو آپ اس کو پڑھتے نہ تھے، اس خیال سے کہ کہیں اس میں کوئی ایسی خبر نہ ہو جس کو پڑھ کر میری طبیعت خاطر پراگندہ ہو جائے اور میری باطنی تربیت ادھوری رہ جائے۔

مخدوم آدم اپنے پیر کی نظر میں:

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کا کیا مرتبہ اور کیا شان تھی اس کا اندازہ ان مکاتیب سے ہوتا ہے جو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تحریر فرمائے، جس میں سے ایک مکتوب کا وہ اقتباس جس میں حضرت مخدوم کی علوِ مرتبت کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ درج ذیل ہے:

> نوشتہ بودند در مراقبہ نشستہ بودم ایں عبارت ظاہر شد کہ تجلی ذاتی عبارت از آن است کہ متجلی ء از بیچونی یک نصیبے بدہد، مخدوما! آنچہ ظاہر شدہ است بس عالی است از نقد وقت بلندی می نماید بشارت است امیدوار باشد۔

گرچہ ایں لحظہ ممکن کار تو نیست
زمکتب مقبلاں ہستم عجب نیست

یعنی اپنے اس مکتوب میں حضرت مخدوم کے خط کا جواب دیتے ہوے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم نے لکھا ہے کہ میں مراقبہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ مجھ پر یہ عبارت ظاہر ہوئی کہ ”تجلی ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ (متجلی) یعنی تجلی کرنے والی خدا کی ذات اپنی بے چونی اور بے رنگی سے کچھ عطا کرے۔“

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم فرماتے ہیں کہ!

”مخدوما! جو کچھ آپ پر ظاہر ہوا ہے وہ بہت بلند اور اعلیٰ چیز ہے اس میں تمہاری ترقیات اور مدارج کی بلندی کی بشارت اور خوشخبری ہے اس مقام کے امیدوار رہو“۔ اور اپنے مکتوب کے آخر میں ایک شعر تحریر فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ ”یہ وہ اعلیٰ مقام ہے جو کسی مقبول بارگاہ خداوندی کی صحبت اور تربیت کے بغیر حاصل ہونا ناممکن ہے۔“

گویا اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ ہماری صحبتِ کیمیا اثر تھی جس نے تمہیں روحانیت کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر فائز کر دیا ورنہ بغیر اس کے اس مرتبے تک رسائی ممکن نہ تھی۔

رشد و ہدایت:

جب حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تمام روحانی مدارج و کمالات طے کرا دیے اور آپ کی باطنی تکمیل کرا دی تو اب دوسروں کی تکمیل کرنے اور مخلوقِ خدا کی رُشد و ہدایت اور رہبری کرنے کا آپ کو حکم دیا۔ اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر سندھ واپس جانے اور اس طریقہ کو عام کرنے کے لیے رخصت فرما دیا، اور ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ جب اپنے ملک پہنچو تو ایک خانقاہ بنانا اور اس میں باقاعدہ لوگوں کی تربیت کرنا اس پر حضرت مخدوم نے عرض کی کہ حضور! ملک سندھ اس سے قبل مشائخ اور صوفیہ سے پُر ہے، ایسی صورت میں میری طرف کون رجوع کرے گا۔ اس پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

”گو پُر باشد بارے بایں طریقِ عالی کسے برابری نخواہد کرد“ (فردوس العارفین)

”گو پُر باشد نسبت ما از ہمہ طرق اعلیٰ است“ (مرغوب الاحباب)

یعنی اگرچہ ملک سندھ تمام دیگر سلاسل کے بزرگوں اور مشائخ سے بھرا ہوا کیوں نہ سہی لیکن تم اس کی پروا نہ کرنا کیونکہ ہمارے طریقہ اور سلسلہ کی کوئی برابری نہیں کر سکتا، تم ہماری نسبت لے کر جا رہے ہو جو سب سے اعلیٰ اور سب پر فائق ہے۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ آپ کے مرشد کی پیش گوئی حرف بحرف صادق آئی اور جب آپ اپنے وطنِ مالوف لوٹے تو دور دور سے مخلوقِ خدا آپ کے آستانہ پر آ کے جبہہ سائی کرنے لگی، ارادتمندوں اور عقیدت کیشوں کا ایک مجمع تھا جو ہر وقت آپ کے در پر لگا رہتا تھا۔ جس میں امراء ورؤسا بھی ہوتے تھے اور علماء وفضلاء بھی۔ لوگوں کی آپ سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جہاں آپ تشریف لے جاتے لوگ آپ کو دیکھ کر کھڑے ہوتے چلے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ برکت کے طور پر اپنی چادریں اور کپڑے آپ کے لیے فرشِ راہ کر دیا کرتے تھے تاکہ آپ کے قدموں کی برکت سے یہ بھی متبرک ہو جائیں۔

معاصرین کا حسد:

آپ کی اس شان وشوکت، عظمت ومقبولیت نے ہمعصر علماء اور صوفیہ کو حسد ورشک میں مبتلا کر دیا، چنانچہ اس زمانہ میں ایک صاحب کشف وکرامات سادات میں سے ایک بزرگ ٹھٹھہ میں رہتے تھے جن کی خلقِ خدا بڑی مطیع اور فرماں بردار اور ارادتمند تھی۔ لیکن مخدوم آدم رحمۃ اللہ علیہ کے آنے کے بعد ان کی اس آن اور شان میں فرق آنے لگا ان کے آستانہ پر وہ رونقیں نہ رہیں جو حضرت مخدوم کے آنے سے قبل تھیں، جس نے ان کی رشک وحسد کی آگ کو بھڑکا دیا اولاً وہ حسد صرف حضرت مخدوم کی برائی اور ان کے انکار تک محدود تھا بعد میں اتنا بڑھا کہ انہوں نے حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا۔

ایک روز وہ حضرت مخدوم کو ہلاک کرنے کی غرض سے آپ کے راستہ میں ایک کوچہ کے اندر چھپ کے بیٹھ گئے۔ فردوس العارفین میں لکھا ہے کہ جب حضرت مخدوم ان کے پاس سے گذرے اور ان کی نگاہ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی تو ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور اسی کیفیت میں ان کے ہاتھ سے خنجر وتیر گر پڑا اور وہ خود بھی حضرت کے قدموں میں گر کر اپنی اس لغزش اور تقصیر کی معافی طلب کرنے لگے، بعد میں جب ان سے پوچھا گیا کہ تم تو حضرت کو ہلاک کرنے کے لیے گئے تھے۔ وہاں جا کر ان کے قدموں میں گر پڑے۔ یہ کیا ماجرا ہے تو انہوں بتایا کہ جب میں نے حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ پر نظر ڈالی تو مجھے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ آپ نے حضرت مخدوم کا ہاتھ پکڑا اور انکے آگے آ گئے اور مجھے دیکھ کر ملامت فرمانے لگے۔ بس یہ دیکھ کر میں شرم سے پانی پانی ہوگیا، میری حالت بدل گئی اور اس وقت سے مخدوم آدم کی عظمت کا قائل ہوگیا[۲]۔

کرامت: حضرت مخدوم آدم جس مسجد میں نماز پڑھتے تھے اس مسجد کے امام ''اخوند یوسف''

آپ کے معتقد تھے اور ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب تک حضرت مخدوم تشریف نہیں لے آتے تھے وہ جماعت نہیں کراتے تھے، یہ امتیازی سلوک معاصر علماء پر بڑا شاق گذرتا تھا چنانچہ ایک دن مخدوم آدم رحمۃ اللہ علیہ بن اسحاق کے صاحبزادے میاں ابوبکر جب مسجد میں نماز کے لیے آئے تو جماعت ہو چکی تھی انہیں بڑا غصہ آیا اور امام مسجد کو ڈانٹ کر کہا کہ تم سوائے مخدوم آدم کے اور کسی کا خیال نہیں کرتے اگر تم نے یہ اپنا طرزِ عمل نہ بدلا تو ہم تمہیں امامت سے ہٹا دیں گے، یہ سن کر امام مسجد بڑے رنجیدہ ہوئے اور اسی افسردگی میں حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے سبب افسردگی معلوم کیا اور پھر ارشاد فرمایا! کہ فکر نہ کرو اپنے گھر جا کر تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہو جاؤ دیکھنا ابوبکر خود ہی تمہارے پاس آئیگا اور تم سے معافی کا خواستگار ہوگا۔ لیکن یہ یاد رکھو جب تک ان سے کوئی معاملہ طے نہ کر لینا صلح نہ کرنا۔ امام صاحب حضرت مخدوم کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہو گئے، ادھر میاں ابوبکر کے پیٹ میں سخت درد شروع ہو گیا اور انہیں فوراً احساس ہو گیا کہ یہ امام صاحب کو ڈانٹنے کا نتیجہ ہے، وہ فوراً دوڑے ہوئے امام صاحب کے پاس آئے معافی کے طلبگار ہوئے جب وہ بہت روئے اور گڑگڑائے تو انہوں اس شرط پر معافی دینے کا وعدہ کیا کہ وہ ان کو چھ مہینہ کی پیشگی تنخواہ اور خلعت وسند عطا کریں گے جب انہوں نے یہ شرائط منظور کر لیں تو امام صاحب نے پانی پر دم کر کے دیا جس کو پیتے ہی ان کو شفا حاصل ہو گئی [8]۔

نواب ٹھٹھہ کی گرفت:

ایک دفعہ ٹھٹھہ کے نواب اور قاضی نے مل کر غلہ کا نرخ اور بھاؤ گراں کر دیا اور غلہ کے گودام بند کر کے مصنوعی قحط پیدا کر دیا لوگ پریشان ہو کر نواب صاحب کے پاس گئے لیکن چونکہ وہ خود اس سازش میں شریک تھا اس لیے وہاں کوئی شنوائی نہ ہوئی آخر میں لوگوں کو ایک ہی راستہ نظر آیا اور وہ حضرت مخدوم کا آستانہ تھا سب نے یہاں حاضر ہو کر آپ سے فریاد کی۔ آپ نے اتمامِ حجت کے لیے نواب کے پاس پیغام بھجوایا لیکن اس نے حضرت کے پیغام کو سنی ان سنی کر دیا اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا، اس پر حضرت مخدوم نے لوگوں سے فرمایا! کہ ”صرف اس رات صبر اور کر لو ان شاء اللہ کل تک وہ خود بخود گودام کے دروازے کھول دے گا“ لوگ حیران وپریشان تھے مگر آپ کے ارشاد پر کامل الایقان تھے، اور انہیں یقین تھا کہ کل تک سب معاملہ درست ہو جائے گا، چنانچہ اسی رات قاضی اور نواب دونوں کو ”حبس بول وبراز“ کا شدید مرض لاحق ہو گیا اور دونوں پیشاب پاخانہ بند ہونے کے باعث تڑپنے لگے، تمام اطباء کو دکھایا لیکن

کوئی فائدہ نہ ہوا آخر کار خدمت مخدوم میں حاضر ہو کر نواب قدم بوس ہوا اور اس درد اور تکلیف سے نجات دلانے کی درخواست کی جس پر آپ نے فرمایا کہ تم نے خلقِ خدا کی روزی کے دروازے بند کیے تھے اس لیے اس مصیبت میں گرفتار ہوئے ہو جاؤ وہ روزی اور غلہ کے دروازے کھولو خدا تمہیں خود شفا عطا کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسے ہی اس نے گودام کے دروازے عام مخلوق کے لیے کھول دیے اور غلہ کے بھاؤ کو کم کیا اس ہی وقت اس کو صحت یابی ہوتی چلی گئی ۹۔

مقام ولایت:

ولایت کے مدارج اور مراتب میں سے ''مقامِ فنا'' بہت اعلیٰ اور ارفع درجہ ہے ولایت کے اس اعلیٰ و ارفع درجہ پر حضرت مخدوم آدم رحمۃ اللہ علیہ ''ٹھٹوی'' کس حد تک فائز تھے۔؟ یہ تو وہی لوگ بتا سکتے ہیں جو اس مقام کے آشنا اور اس کی رفعتوں کے شناسا ہیں، ایک ایسی ہی ذات یعنی سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد زمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (لواری شریف) حضرت مخدوم آدم رحمۃ اللہ علیہ کے اس مرتبہ کو یوں بیان فرماتے ہیں:

> حضرت مخدوم صاحب در حالتِ فنا اتم بودند و در صحبت ایشاں نیز ہماں حالت فنا نیستی بر سالکاں واردمی بود ۱۰۔
>
> یعنی حضرت مخدوم صاحب کو فنائے اتم حاصل تھی حتیٰ کہ جو آپ کی صحبت میں بیٹھتا تھا اس پر بھی یہ حالت اور کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

چنانچہ حضرت خواجہ محمد زمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی طلبِ حق لے کر آپ کے پاس آتا تھا تو حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مبتدی طالب علم کو بجائے خود توجہ دینے کے اپنی خانقاہ کے کسی ذی استعداد طالب علم (جو کہ مبتدی ہوتا تھا) کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ اور شروع میں وہ اس کی تربیت کرتا تھا۔

اس کی وجہ حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان فرماتے تھے کہ اگر ہم اس مبتدی کو توجہ دیں گے تو اسے کوئی ذوق حاصل نہیں ہوگا کیونکہ ہماری توجہ اس کو مقامِ فنا کی طرف لیجائے گی، جبکہ اکثر مبتدی روحانی ذوق اور لذت کے طلبگار بن کر آتے ہیں۔ ایسے میں ہم اس کو 'مقامِ فنا' جو کہ محض نیستی کا نام ہے اس کی تلقین کریں تو وہ بے ذوق اور بد دل ہو کر بھاگ جائے گا۔ لہٰذا ہم مبتدیوں کے حوالہ اس کی تربیت کر دیتے

ہیں تاکہ شروع میں ذوق حاصل ہو کر اس کی طبیعت لگ جائے[11]۔

ہم عصروں کی تعظیم:

حضرت مخدوم آدم رحمۃ اللہ علیہ کی علوِ مرتبت اور معرفت وحقیقت کے سمندر میں آپ کی شناوری کو دیکھ کر آپ کے ہمعصروں کو بھی آپ کا قائل ہونا پڑا، چنانچہ حضرت مخدوم آدم بن اسحاق جن کا شمار اس وقت کے اکابر علماء اور جلیل القدر صوفیہ اور اولیاء میں ہوتا تھا وہ آپ کی ولایت اور معرفت کے معترف تھے۔ اور ہمعصر ہونے کے باوجود آپ کا بڑا احترام اور تعظیم کیا کرتے تھے[12]۔

وفات:

آپ کی وفات ٹھٹھہ میں ہوئی آپ کا مزار پرانوار ''مکلی'' کے مشہور قبرستان میں عیدگاہ کے شمال میں ''حویلی'' کے درمیان واقع ہے۔

مزار گہر بار:

حضرت مخدوم آدم رحمۃ اللہ نے اپنی زندگی میں اپنے مدفن اور مزار کے متعلق فرمایا تھا کہ:

مدفنِ ما از طبقاتِ جنت است[13]

یعنی ہمارا مزار جنت کے طبقات میں سے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کا مزارِ پُر انوار پریشان حالوں اور دکھ درد کے ماروں کے لیے جنت نشان ہے۔ اسی لیے حضرت مخدوم محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ آف لواری فرماتے ہیں کہ ''مکلی'' میں بہت سے اولیاء اللہ کے مزارات اور مقامات ہیں جن میں سے شیخ جیہ ''چراغ مکلی'' کا مزار بھی ہے۔ لیکن یمن وبرکت اور نجات وعافیت کے لحاظ سے مخدوم آدم رحمۃ اللہ علیہ کے مقام اور مزار کا کوئی مثل نہیں۔

اسی لیے جب حضرت مخدوم محمد زمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے جانے لگے تو اپنے مخلصین اور مریدین کو آپ نے نصیحت فرمائی کہ اگر تمہیں ظاہری اور باطنی کسی قسم کی کوئی بھی مشکل پیش آئے تو حضرت مخدوم آدم کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہو کر مراقب ہو جانا اور ان سے عرض کرنا، اِن شاء اللہ تمہاری تمام مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔

بلکہ حرمین شریفین پہنچنے کے بعد وہاں سے اپنے احباء، اصدقا کو جو خطوط آپ نے لکھے اس میں بھی ایک مکتوب میں آپ نے حضرت مخدوم آدم اور اُن کے نامور خلیفہ حضرت مخدوم ابوالقاسم کے مزارات کی

حاضری اور زیارت کی تاکید فرمائی، اور خود آپ کا یہ دستور تھا کہ جب آپ شہر ٹھٹھہ میں ہوتے تھے تو ہمیشہ پابندی کے ساتھ ان دونوں مزارات پر حاضری دینے کے لیے مکلی آتے تھے، اور یہاں مزارات پر مراقب ہو کر ان دونوں اولیائے کاملین کے روحانی فیض سے مستفیض ہوتے تھے اور راہ سلوک میں کوئی مشکل آپ کو درپیش ہوتی تھی تو انہیں صاحبان مزارات کے فیض اور مدد سے ان کو حل فرماتے تھے۔

آپ کے مزار مبارک کے قریب ہی آپ کا حجرہ مبارک بھی ہے جہاں اکثر اوقات حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ کر خدا کی عبادت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اسی برکت کی وجہ سے بہت سے اس سلسلہ کے بزرگوں نے اسی مقام پر چلے کیے ہیں اور یہیں حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے اپنی تربیت پائی اور ترقیاں حاصل کی ہیں۔

حضرت مخدوم محمد زمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی مقام کی عظمت اور برکت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اس خانقاہ کی خاکِ پاک پر قیامت تک انوارِ الٰہی کی بارش ہوتی رہے گی اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

آسماں سجدہ کند پیشِ زمین کہ درو
یک دو کس یک دو نفس بہرِ خدا بنشیند

اولاد:

حضرت مخدوم آدم رحمۃ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے تھے جن میں سے دو مشہور اور علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ صاحبزادے یہ تھے[۱۴]۔

۱...... حضرت شیخ فیض اللہ نقشبندی ٹھٹوی ۲...... حضرت شیخ محمد اشرف نقشبندی ٹھٹوی

فردوس العارفین قلمی کے مصنف کے مطابق حضرت مخدوم آدم رحمۃ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے تھے۔ لیکن جو بڑے ہو کر مشہور ہوئے وہ صرف یہ دو ہی تھے اس سے بعض تذکرہ نگاروں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ کے دو ہی صاحبزادے ہیں۔

خلفاء و مریدین:

یوں تو ایک دنیا آپ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئی لیکن وہ خاص خاص اور معروف و مشہور ہستیاں جنہوں نے آپ سے اکتسابِ فیض کر کے ایک مخلوقِ خدا کی رہبری اور رشد و ہدایت کا کام انجام دیا

وہ یہ ہیں۔

۱...... مخدوم شیخ ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ۲...... مخدوم شیخ ابراہیم روہڑی رحمۃ اللہ علیہ
۳...... شیخ سید فتح محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ۴...... شیخ انس نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
۵...... مخدوم صابر ولھاری رحمۃ اللہ علیہ ۶...... ابوالمساکین خواجہ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے

بھی آپ سے استفادہ کیا ہے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کی اس خانقاہ پر قیامت تک انوارِ الٰہی کی بارش ہوتی رہے گی۔

(۲)

محمد ابراہیم جان خلیل

☆☆

حضرت پیر محمد اسماعیل (روشن) کے روشن گھرانے کی ایک روشن شمع علوم ظاہری و باطنی کے جامع، عالم باعمل، عارف کامل، عابد و زاہد حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندی مجددی دامت برکاتہم العالیہ۔ جو آج بھی سامارو ضلع تھرپارکر (سندھ) میں مجددی اور سرہندی مسندِ رُشد و ہدایت پر جلوہ ساماں ہیں اور مخلوقِ خدا کی رہبری و ہدایت فرما رہے ہیں۔

ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت ۸؍رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء کو ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی محمد ابراہیم جان تخلص خلیل اور کنیت ابوالعلاء ہے، آپ کے والد گرامی محمد اسماعیل روشن نے آپ کی تاریخ ولادت کہی جو درج ذیل ہے۔

باز از لطفِ کردگار کریم به من از رحمتش وزید نسیم
رست در بوستانِ امیدم نونہالے مدار فضلِ جسیم
برسرِ طور فضل عالم را یدِ بیضا نمود ہمچو کلیم
جملہ اسباب بہجت و شادی شد ز فضلِ خدا بہ من تسلیم

تاجہاں باد در جہاں باشد خرم و شاد بہرہ مند سلیم
چوں خلیل اللہ ز آتش آفات بہ امانے بماند ابراہیم
علم وفضلش جہاں نصیب شود کہ نیاید بہ حیطۂ ترقیم
روشنا ہست نور دیدہ تو
باسر دل غلام ابراہیم
۱۳۳۴ھ

تعلیم وتربیت:

فارسی اور عربی کی تعلیم آپ نے اپنے والد بزرگوار محمد اسماعیل روشن اور جد بزرگوار خواجہ محمد حسین سرہندی سے حاصل کی اس کے بعد آپ کو سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں داخل کردیا گیا تاکہ آپ انگریزی کی مروجہ تعلیم حاصل کرسکیں لیکن یہ وہ زمانہ تھا جب انگریزی تعلیم کو برا سمجھا جاتا تھا، چنانچہ آپ کو وہاں سے اٹھالیا گیا اور طبیہ کالج دہلی میں داخل کردیا گیا جہاں آپ نے طب کی تعلیم حاصل کی۔ الغرض آپ نے علومِ دینیہ اور فنونِ عربیہ میں کامل دسترس حاصل کرلی۔

دینی وعلمی خدمات:

ساماروکے ''گوٹھ گلزار خلیل'' میں آپ ایک طرف رُشد وہدایت اور طب وحکمت کے ذریعہ مخلوقِ خدا کی خدمت میں مصروف ہیں تو دوسری طرف اسی گاؤں میں آپ نے ایک دارالعلوم قائم کیا ہے جس میں قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر کی تعلیم دی جاتی ہے اب تک ہزاروں طلباء اس سے اکتسابِ فیض کرکے جاچکے ہیں۔ اس کے علاوہ قرب وجوار اور دور ونزدیک کے لوگ اپنے جھگڑے اور تنازعے آپ کی خدمت میں لے کرآتے ہیں اور آپ فریقین کی موجودگی میں شریعت کے مطابق ان کے فیصلے کراتے ہیں، بعض دفعہ علماء کے درمیان کسی مسئلہ پر اختلاف ہوجائے تو حیدرآباد میں میرے والد گرامی کے ''دارالعلوم'' رکن الاسلام جامعہ مجددیہ میں خصوصی طور سے ایک آدمی بھیج کر شرعی فتوٰی حاصل کرتے ہیں اور اس کی روشنی میں فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔

بعض دفعہ اپنے دارالعلوم کے لیے قابل استاذ اور مدرس کی ضرورت ہوتی ہے تو اس سلسلہ میں بھی اس ہی دارالعلوم کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔

خدمت دین کا بڑا جذبہ رکھتے ہیں، لادینیت کیخلاف تحریک ہو یا سوشلزم' بدعقیدگی کے خلاف جہاد ہو یا وہابیت کے خلاف ملتان کی سنی کانفرنس ہو یا رائے ونڈ کی الغرض ہر تحریک میں آپ آگے آگے نظر آتے ہیں۔ آجکل زکوٰۃ وعُشر کمیٹی صوبہ سندھ کی مجلس عاملہ کے ممبر بھی ہیں۔ دیوبندی اور وہابی مذہب کے سخت خلاف ہیں اور اس کے خلاف اپنے مریدوں کو تلقین فرماتے رہتے ہیں۔

نثر نگاری:

فارسی، اردو، سندھی، تینوں زبانوں پر کامل عبور ہے۔ اور تینوں زبانوں میں تحریر و تقریر فرماتے ہیں۔ فارسی میں لکھا ہوا آپ کا ایک مکتوب گرامی جو راقم الحروف کو آپ نے ارسال فرمایا اس سے اقتباس بطور نمونہ تحریر کیا جاتا ہے:

> جناب فضائل مآب حضرت ابوالخیر صاحبزادہ محمد زبیر دام الطافہ وعنایتہ
>
> السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
>
> مرسلہ روئداد مدرسہ رکن الاسلام برسید از حالاتِ مدرسہ وکوائفِ ترقیات بسیار خوشنود گردیدم حضرت حق جل مجدہ مدرسہ ایشاں را تا بہ منتہائے کمال برساند وایشاں را نیز چنانچہ بہ علومِ ظاہری فائز فرمودست بہ علومِ باطنی (تصوف وسلوک) بہ کمال برساند۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہٗ را حضرت حق جل مجدہ عمر دراز بمعہ صحت وتندرستی وتوانائی بدن عنایت کند اما قانونِ قدرت چنیں واقع شدہ است کہ مسند اب بہ ابن صالح آراستہ می شود۔ دوام واستمرار ذاتِ خداوندی را سزاوار ست انسان فانی است چنیں نشود کہ قدر نعمت خانگی را نہ شناسد وبعد از زوالِ نعمت کفِ حسرت سائید!"

راقم الحروف پر آپ کی خصوصی نظر کرم ہے، کئی مرتبہ میرے والد گرامی حضرت مفتی محمد محمود صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے گھر پر تشریف لاتے رہے ہیں جب کبھی یہ فقیر خود آپ کے دولت

خانہ پر حاضر ہوتا ہے تو خصوصی الطاف و کرم سے سرفراز فرماتے ہیں۔

والد گرامی نے ''حج'' کے موضوع پر ایک کتاب تصنیف فرمائی وہ کتاب جب راقم الحروف نے حضرت پیر ابراہیم جان کو ارسال فرمائی تو آپ نے اس کے مطالعہ کے بعد ایک والا نامہ ارسال فرمایا، جس کے کچھ اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔ اس سے آپ کی اردو میں نثر نگاری کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

> مسائل فقہیہ ایسے دلکش اور دلنشیں انداز میں لکھے گئے ہیں کہ پڑھنے پر دل خوش ہو جاتا ہے، علماء پر جو یہ اتہام لگایا جاتا ہے اور نہ فقط اتہام ہے بلکہ حقیقت بھی کچھ اس طرح کی ہے کہ علماء کے مضامین ادب کی رنگینیوں ادبی نزاکتوں سے یکسر خالی ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی صاحب مدظلہ العالی نے جو اندازِ نگارش اختیار فرمایا ہے وہ ایسا مروح الارواح اور مفرح القلوب اور منور الابصار ہے کہ کتاب ہاتھ میں اٹھانے کے بعد چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ہے، ہم نے بھی بکریاں نہیں چرائی ہیں عمر کتابوں میں گزاری ہے حج کے متعلق بھی کئی کتابیں حتیٰ کہ المناسک (ملا علی قاری) وغیرہ دیکھی اور پڑھی ہیں لیکن ایسی کتاب نہیں دیکھی ہے اس کتاب کو ''جواہر اسرار'' درشہوار، اور ادبی شاہکار کہنا چاہیے[۲]۔

جب آپ زکوٰۃ اور عشر کمیٹی صوبہ سندھ کے اہم عہدہ پر فائز ہوئے تو زکوٰۃ سے متعلق مسائل کی تحقیق اور تدقیق کے لیے راقم الحروف کے والد گرامی کے ذاتی کتب خانے سے کچھ کتابیں مطالعہ کے لیے لیکر گئے جس میں ایک فتاوٰی رضویہ بھی تھی اس کے مطالعہ کے بعد آپ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں اس فقیر کو تحریر فرمایا:

> دونوں کتابیں فقہ الزکوٰۃ (دو جلدیں) فتاوٰی رضویہ ایک جلد ارسال خدمت ہے فتاوٰی رضویہ سے پتا چلا کہ علامہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بے مثال اور وحید الدہر عالم تھے۔ میں نے فتاوٰی رضویہ منگالی ہے چار جلدیں ملی ہیں پانچواں فی الحال نہیں ملا ہے۔ کتب خانہ والوں نے لکھا ہے کہ وہ بھی جلد بھیجیں گے[۳]۔

شعروشاعری:

شعروشاعری کا ملکہ آپ کو ورثہ میں ملا ہے، کیونکہ آپ کے والد گرامی محمد اسماعیل روشن ٹنڈو سائنداد کے سرہندیوں کے واحد صاحب دیوان شاعر تھے اور شعروشاعری میں بڑا بلند مقام رکھتے تھے۔ اسی لیے پیر ابراہیم جان خلیل بھی شروع ہی سے شعر کا ذوق رکھتے ہیں، فارسی اور سندھی دونوں زبانوں میں بہت عمدہ اشعار کہتے ہیں۔ سلاست، برجستگی، شگفتگی، رنگین بیانی آپ کے کلام کی بنیادی خوبیاں ہیں، بطور نمونہ آپ کے چند اشعار تحریر کیے جاتے ہیں جو آپ نے اپنے ماموں پیر عبدالستار جان کے صاحبزادے کی ولادت پر کہے تھے:-

ایں چہ خوش آمد پیکر دواں   رقص کناں و نعرہ زناں
شکر خدایش وردِ زباں   گفت کہ بعد از طولِ زماں
باز عطاء شد از رحمان   پور بہ حضرت خالد جان

آنکہ بفضل و علم و عمل   نام نکویش گشت مثل
ہرکہ بذاتش داشت امل   یافت مراد خود بہ عجل
عبدالستار آں شیخِ اجل   ہادی برحق پیر جہاں

آنکہ بورع و زُہد و تقا   آنکہ بفہم و فکر رسا
آنکہ بلطف وجود و عطا   آنکہ بوصف مہرِ و وفا
نیست نظیرش زیرِ سما   نیست مثالش در دوراں

مطلعِ مہر و کرم   مخزنِ گنج علم و حکم
منبع عین فیض و اعم   بدرِ منیر لیل ظلم
احسن خلق و خلق و شیم   صاحب حسن بے پایاں

پور عطایش شد از رب   قرۃ عینِ ام و اب

آنکہ بہ اصل و نسل و نسب   ہست نجیب او بل انجب
شاد شد اہل ہند و عرب   شاد شد اھل پاکستان

جملہ جہاں شد چوں گلشن   روئے زمین شد صحنِ چمن
شد چوں عروس دیں دیر کہن   خرم و شاداں مرد و زن
رفت ز عالم رنج و محن   عیش بہ عالم شد ارزاں

شکرِ خدا بے حد و عدد   آنکہ بہ شیرے داد رسد
احسن و اجمل و ہم اسعد   باد بہ ذاتش تا بہ ابد
روشن نامِ اب و جد   باد بہ عالم فیض رساں

فکر خلیل خرد جہاں   جست چوں سال مولد آں
صاحب مجد و عزو نشاں   صدر نشینِ بزم جہاں
ہاتف غیبش گفت چناں   گوھر تاباں نورفشاں
(۱۳۷۲ھ)

حضرت پیر عبدالسلام کے انتقال پر آپ نے قطعۂ تاریخ ولادت ووفات یوں فرمایا۔

چشمۂ فیض جہانے بسن میلادش   سالِ ترحیل بگو رفت تجلی نور
۱۳۰۷ھ   ۱۳۷۹ھ

گفت ہاتف سالِ وصل آں شہ عالی مقام   دیدہ باید عاشق و معشوق حق عبدالسلام
۱۳۷۹ھ

آپ مزاحیہ شاعری بھی فرمایا کرتے ہیں، آپ کے ایک سفید ریش مظہر صاحب نامی دوست تھے جنھوں نے اپنی سفید داڑھی میں کالا خضاب لگایا تو اس پر آپ نے طویل مزاحیہ نظم لکھی جس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے۔

راہ میرفت حضرتِ مظہر   دید ناگاہ یک عجب منظر
در ہجومِ زناں کہ میر فتنہ   می خرامد بہ ناز یک دختر

اوراس کا آخری شعر ہے۔

شاعر ایں خضاب مظہر ست   اثر عشق آں پری پیکر

(۳)

مخدوم ابوالقاسم نقشبندی

☆☆

آپ سندھ کے ایک علمی اور صوفیانہ گھرانہ سے تعلق رکھتے ہیں آپ کے اسلافِ کرام سلسلۂ سہروردیہ کے مشائخ میں سے تھے اور ملتان سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے خاندان کے فیوضات وبرکات حاصل کرنے کے بعد خاندان میں سب سے پہلے آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کا فیض حاصل کیا اور سندھ میں اس کی اس قدر ترویج اور اشاعت کی کہ یہاں آپ ''حضرت نقشبندی صاحب'' کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

حضرت مخدوم آدم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ دوسری شخصیت ہیں جنہوں نے سندھ میں اس سلسلے کو پھیلایا اور خوب معروف ومشہور کیا۔

نام اور لقب:

آپ کا اسم گرامی حافظ مخدوم ابوالقاسم ہے۔ والد کا نام درس ابراہیم ہے آپ کے پیرومرشد حضرت شاہ سیف الدین (م ۱۰۹۸ھ) نے آپ کی روحانی استعداد اور آپ کے نورِ بصیرت کو دیکھتے ہوے ''نورالحق'' کے لقب سے آپ کو سرفراز فرمایا اور سندھ والوں نے آپ کو حضرت نقشبندی صاحب کے لقب سے یاد کیا۔

تعلیم وتربیت:

سب سے پہلے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا، اور ظاہری علوم کی تکمیل کی جو علوم باطنی کا پہلا زینہ اور اس کی ترقی کے لیے پہلی شرط ہوتا ہے جب آپ علومِ ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوگئے تو پھر آپ نے

علومِ باطنی کی طرف توجہ کی اور اس کی تحصیل کے لیے اس وقت کے معروف و مشہور سندھ کے عظیم نقشبندی بزرگ مخدوم آدم ٹھٹوی کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان کی صحبت میں روحانی تربیت لینی شروع کر دی۔ حضرت مخدوم آدم نے مقاماتِ تصوف کے ابتدائی مدارج طے کرانے کے بعد ان سے فرمایا کہ تمہاری استعداد بہت بلند ہے اگر تم سرہند شریف جو کہ نسبت نقشبندیہ کا مرکز اور مخزن ہے وہاں جا کر اپنے باطن کی تکمیل کرو اور وہاں کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو تو یہ تمہارے لیے بہت زیادہ فوائد اور ترقیات کا باعث ہوگا۔ حضرت مخدوم کے اس فرمان سے حضرت ابوالقاسم کو سرہند شریف کا شوق دامنگیر ہو گیا اور آپ فوراً اس کی طرف روانہ ہو گئے۔

تکمیل علم باطنی:

سرہند شریف جب آپ پہنچے تو اس وقت حضرت سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ [1] اپنے دادا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار پر جانے کے لیے پالکی میں سوار ہونے والے تھے، مخدوم ابوالقاسم کو دور سے دیکھ کر اردو میں یہ الفاظ فرمائے۔ ''حضرت دادا صاحب تمہاری سفارش فرماتے ہیں۔'' یہ سنکر حضرت ابوالقاسم قدم بوس ہو گئے۔

الغرض! حضرت خواجہ نے حضرت امام ربانی کی سفارش اور حضرت ابوالقاسم کی خود اعلیٰ استعداد کو دیکھتے ہوئے آپ کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائی، اور پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ آپ کی اعلیٰ تربیت فرمائی۔

حضرت ابوالقاسم کی طرف آپ کے خصوصی التفات اور خصوصی نظرِ کرم کا اظہار اس سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ سیف الدین کی طرف سے آپ کو یہ ہدایت تھی کہ وہ ہر روز حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر ان کے ہمراہ چلا کریں۔ چنانچہ مخدوم ابوالقاسم کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے مرشد کے ہمراہ حضرت کے مزار پر حاضر ہو کر ان کے صدقہ میں بٹنے والے فیضان سے اپنے قلب کو منور فرماتے تھے۔

خلافت:

بہر حال مرشد کی طرف سے بھی خصوصی توجہ تھی اور آپ بھی خصوصی لگن اور انتہائی محنت سے اپنے کمالات کی منزلیں طے کر رہے تھے اس سلسلے میں آپ نے بڑی مشقتیں برداشت کیں، کئی بار گھر گئے اور پھر وہاں سے

واپس سرہند شریف آئے۔ جب تیسری بار سندھ جانے کی اجازت طلب کی تو آپ کے مرشد نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور حکم دیا کہ اب جا کر سندھ میں اس سلسلہ کو زندہ کرنا اور یاد رکھنا کہ ہمارا اور تمہارا معاملہ ایک ہے۔ اس پر حضرت ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا حضور! وہاں کے لوگ اس آیت کے مصداق ہیں۔ وَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (یعنی ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں) میری ہمت نہیں کہ میں ان کی اصلاح کرسکوں۔ مرشد نے فرمایا! کوئی پروا نہیں، تم ان پتھروں پر توجہ ڈالنا، تمہاری ایک توجہ کی طاقت سے وہ پتھر پانی ہو کر جاری ہو جائیں گے۔ اور اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو آزمایش کے طور پر یہاں سے کسی شخص پر توجہ ڈال کر دیکھو، اتفاق سے اس روز جمعہ تھا اور قاضی شہر منبر پر کھڑا ہوا پورے زور وشور سے وعظ کہہ رہا تھا کہ آپ نے اسی کی طرف توجہ مبذول کر دی توجہ کا مبذول کرنا تھا قاضی تڑپتا ہوا منبر پر سے نیچے گر گیا[۲]۔

فیضانِ نظر:

یہ بھی حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کا اثر اور آپ کا فیضان نظر تھا کہ جب خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے ملک روانہ ہوئے تو ہر جگہ آپ کی پذیرائی ہوئی، بڑے بڑے سرکشوں اور متکبروں کی گردنیں آپ کے آگے خم ہوتی چلی گئیں۔

چنانچہ راستہ میں آپ نے قصبہ متعلوی میں ایک رات قیام فرمایا وہاں ایک بڑے مشہور ومعروف عالم اور واعظ عبد الباقی نام کے رہتے تھے جن کے وعظ اور شعلہ بیانی کی شہرت دور دور تک تھی، وہ اپنی شہرت کے نشہ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے لیکن جب شیخ ابو القاسم صاحب وہاں تشریف لائے تو وہ بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بیعت ہوئے اور آپ کی ارادت وعقیدت کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال کر فخر محسوس کرنے لگے اور کہتے تھے کہ میرا دل بہت چاہتا ہے کہ میں سفر میں آپ کے ہمراہ رہوں لیکن میرے نامساعد حالات مجھے اس کی اجازت نہیں دیتے۔ لہٰذا میرا جو روحانی حصہ ہے وہ آپ مجھے یہیں عنایت فرما دیجیے[۳]۔

عملِ قرطاس:

جب آپ کے مرشد نے آپ سے فرمایا کہ سندھ کا خطہ ہم نے رُشد وہدایت کے لیے تمہارے سپرد کیا

تم وہاں جاؤ اور اس سلسلہ کے احیاء اور اشاعت کا کام انجام دو۔

تو اس پر حضرت ابوالقاسم نے ایک یہ بھی عرض پیش کی تھی کہ آپ نے یہ اہم کام میرے سپرد کر دیا ہے لیکن جب میں وہاں رشد وہدایت کا کام شروع کروں گا اور سیکڑوں طلبہ میرے پاس سیکھنے کے لیے آئیں گے تو ان کے طعام ولباس وخوراک کا ایک عظیم خرچہ میں کہاں سے برداشت کروں گا جبکہ میں تو بہت غریب اور مسکین آدمی ہوں۔

یہ سنکر آپ کے مرشد نے آپکی تسلی اور جمعیتِ قلب کی خاطر آپ کو ''عملِ قرطاس'' بخشش فرمایا اور کہا کہ جب تمہیں رقم کی ضرورت ہو تو ایک کاغذ اپنے ہاتھ میں لے کر قینچی سے اس کے ٹکڑے کر کے اپنی مٹھی میں بند کر لیا کرو پھر ذہن میں اشرفی، درہم، دینار، روپیہ کسی کا بھی خیال لاؤ۔ جیسا بھی تم خیال لاؤ گے اور جو تم نے چاہا ہو گا وہی تمہارے سامنے ہو گا۔

تسخیرِ ہَوا:

کہتے ہیں کہ شروع میں حضرت کا یہی معمول رہا۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہوا کو آپ کے لیے مسخر کر دیا تھا جب آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو آپ ہاتھ ہوا میں لیجاتے اور جس چیز کی آپ کو خواہش ہوتی تھی وہ چیز آپ کے ہاتھ میں ہوتی تھی[۴]۔

صحبت خواجہ صبغت اللہ:

صاحب فردوس العارفین لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کو سرہند شریف میں حضرت خواجہ شیخ محمد صبغتہ اللہ ؒ کی صحبت اور معیت بھی حاصل رہی ہے اور آپ نے خانوادہ مجددیہ کے اس آفتاب وماہتاب سے بھی اکتسابِ فیض کیا ہے۔

منتہی طلبا کی آمد:

جب حضرت ابوالقاسم نقشبندی علیہ الرحمۃ سرہند شریف سے نسبت واجازت لے کر واپس اپنے وطن تشریف لائے تو یہاں آپ نے اپنی علیحدہ خانقاہ بنائی جسمیں روحانی تربیت اور رُشد وہدایت کا کام شروع کر دیا۔ آپ کی شہرت سن کر بڑے بڑے ذی استعداد طالب علم آنے شروع ہو گئے جس میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ جو طریقت کی ابتدائی منزلیں طے کر چکے تھے۔ اور اب انہیں اعلیٰ وارفع منزلیں طے کرنی

تھیں جن کا طے کرانیوالا دور دور تک کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ ایسے لوگوں کی پیاس بھی اسی در پر آ کے بُجھی چنانچہ آپ کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک شخص نے تصوف کے ایک اعلیٰ مقام کو حاصل کرنے کی غرض سے سندھ کے مشہور بزرگ پیر پٹھا۶ کے مزار پر حاضر ہو کر چالیس روز تک چلہ کاٹا لیکن چلے کی آخری رات کو اسے پیر پٹھا کی زیارت ہوئی اور آپ نے اس سے فرمایا کہ ''بابا دریں زماں آن طلب رفت و آں طلاب رفتند ایں قسم از کجا حاصل شود؟''۔

یعنی میاں! جس چیز کی طلب تم لے کر یہاں آئے ہو نہ اس جیسی طلب اس زمانہ میں رہی اور نہ ایسے طلب کرنے والے رہے اب اس زمانہ میں تمہیں یہ کہاں ملے گی؟

یہ سن کر وہ بہت افسردہ ہوا، اسی زمانہ میں ''حضرت نقشبندی صاحب'' کی آمد کی شہرت اس کے کانوں تک پہنچی وہ دوڑتا ہوا آنحضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور قدم بوس ہو کر آپ کی صحبت میں اپنے مدارج طے کرنے میں لگ گیا کچھ ہی دنوں میں اس نے وہ مقام طے کر لیا۔ ایک روز اس نے حضرت کی خدمت میں پیر پٹھا کی وہ بات بیان کی جس کو سن کر حضرت نے فرمایا کہ شیخ پٹھا نے بالکل درست فرمایا تھا اس لیے کہ یہ تصوف اور طریقت کا وہ مقام ہے جو بہت سخت ریاضت اور انتہائی مشکل مجاہدات کے بعد حاصل ہوتا ہے ایسے شوقین اس زمانہ میں کہاں ہیں جو ایسی سخت ریاضت کو اٹھا کر اس مقام کو حاصل کریں ہاں مگر ہم پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے اور ہماری بارگاہ میں خدا کی وہ بے پایاں رحمتیں موجزن ہوتی ہیں کہ طالبانِ حق کے دامن گوہرِ مقصود سے پُر ہو جاتے ہیں۔ اور بلا مشقت ان کو یہ اعلیٰ مقامات حاصل ہوتے چلے جاتے ہیں وہب اور کسب میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں وہب ہے (یعنی خدا کی عطا) وہب سے وہ وہ چیزیں مل جاتی ہیں جن کا کسب سے حاصل کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے آپ نے فرمایا کہ وہب اور کسب کی مثال ایسی ہے جیسے کسی محنت کر کے کمانے والے درزی سے کوئی پوچھے کہ تو ایک لاکھ روپیہ جمع کر سکتا ہے تو وہ یہی کہے گا کہ ناممکن ہے لیکن اگر کسی ایسے شخص سے پوچھا جائے جس کو بادشاہ وقت نے خوش ہو کر ایک ہی دفعہ ایک لاکھ روپیہ دے دیا ہو تو وہ یہ کہے گا کہ یہ کوئی مشکل بات نہیں اگر خدا چاہے تو ایک ہی لمحہ میں مل سکتا ہے۷ ------

حجرۂ حضوری:

آپ جس حجرہ مبارکہ میں عبادات و ریاضات فرمایا کرتے تھے وہ حجرہ ''حجرہ حضوری'' کے نام سے

مشہور ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک روز عشاء کی نماز کے لیے دیر ہوگئی آپ اپنے حجرہ سے باہر تشریف نہیں لائے، جب کافی دیر ہوگئی تو لوگ حجرہ کی طرف گئے تو اندر سے دو آدمیوں کی آپس میں سرگوشی کرنے کی آواز آرہی تھی لوگ یہ سمجھ کر کہ شاید کوئی خاص بزرگ حضرت سے ملاقات کے لیے آئے ہوئے ہوں گے اور حضرت ان سے گفتگو میں مصروف ہیں باہر ٹھہر گئے اور حضرت کا انتظار کرنے لگے تھوڑی دیر بعد حضرت تنہا باہر تشریف لائے اور تازہ وضو کرنے کیلیے تشریف لے گئے جب وضو فرما چکے تو خادم کو حکم دیا کہ اندر حجرہ سے میری دستار اٹھا لاؤ، خادم جب حجرہ کے اندر دستار لینے کی غرض سے داخل ہوا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اندر کوئی شخص موجود نہیں تھا لوگ حیران تھے کہ حضرت اتنی دیر سے کس سے گفتگو فرماتے رہے، جب لوگوں نے حضرت سے اپنی حیرانگی و پریشانی کا ذکر کر کے اس معمہ کو حل کرنے کی التجا کی تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت آنحضرت ختمی مرتبت روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حجرہ میں تشریف فرما تھے، اور میں ان سے ہم کلام تھا۔ اس وقت سے اس حجرہ کا نام حجرۂ حضوری پڑ گیا۔

خورشید مکلی:

سندھ کے مشہور روحانی اور سرہندی بزرگ حضرت شاہ ضیاء الدین صاحب علیہ الرحمۃ المعروف بہ صحفہ والے فرماتے ہیں میں نے سنا ہے کہ ”شیخ جیو“ مکلی جو دیو یعنی شیخ جیو ”چراغ مکلی“ ہیں لہٰذا ان کے مزار کی زیارت کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ ان کے مزار پر حاضر ہوے اور مراقبہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمانے لگے کہ بیشک یہ ”چراغ مکلی“ ہیں۔ لیکن جب آپ حضرت مخدوم ابو القاسم کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہوے اور وہاں کے انوار و تجلیات جو آپ نے مشاہدہ فرمائے تو بے اختیار آپ نے فرمایا کہ:

> این بزرگوار خورشیدِ مکلی است۔ و پیشِ خورشید چراغ را چہ ضیاء
>
> یعنی حضرت نقشبندی خورشید مکلی ہیں، (مکلی کے آفتاب) اور انکی روشنی کے سامنے چراغ کی کیا روشنی؟

پھر دوبارہ جب آپ سندھ تشریف لائے تو حضرت کے مزار پر بہت دیر تک مراقب رہے اور بعد میں فرمایا کہ ”سرہند مبارک کی یہ ایک خانقاہ ہے۔“

اس کے علاوہ بہت سے علماء اور صلحاء نے سرہند شریف خطوط ارسال کیے کہ ہمیں فیض پہنچایا جائے اور ہمارے مقامات طے کرائے جائیں، ان سب کے جواب میں وہاں سے یہ لکھ کر بھیج دیا گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ

کی طرف سے سندھ کے خطہ کو شیخ ابوالقاسم کے سپرد کردیا گیا ہے، اب اس خطہ کے تمام معاملات انہی کے ذمہ ہیں لہٰذا جو کچھ حاصل کرنا ہے انہی سے حاصل کرو۔

غضبِ اولیاء:

اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے قہر اور غضب سے بچائے کہ ان کا قہر و غضب دراصل خدا تعالیٰ کا قہر و غضب ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید خاص مخدوم محمد معین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شخص مخالف ہوگیا اور ہر وقت آپ کے درپئے آزار رہنے لگا چونکہ وہ نواب سیف اللہ خاں[۸] کا مقرب خاص تھا اس لیے اس نے کسی طرح نواب صاحب کو راضی کرکے ''علاقہ جاچکان'' کی فوجداری کے احکامات نواب صاحب سے اپنے لیے جاری کروالیے، چونکہ اس علاقہ میں مخدوم معین رحمۃ اللہ علیہ کی جاگیر تھی اس لیے اس کا یہ مقصد تھا کہ وہاں کا حاکم بن کر حضرت کی جاگیر کو نقصان پہنچاؤں گا اور حضرت کو پریشان کروں گا، حضرت مخدوم معین رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ سیدھے اپنے مرشد حضرت ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بیان کیا اس وقت آپ وضو فرمارہے تھے۔ واقعہ سنتے ہی آپ کے دستِ مبارک سے لوٹا چھوٹ کر زمین پر گر پڑا اور ریزہ ریزہ ہوگیا، آپ نے مخدوم معین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ فکر نہ کرو اس بداندیش کا انجام بھی ایسا ہی ہوگا، چنانچہ وہ جیسے ہی فوجداری جاچکان[۹] کے احکامات لے کر روانہ ہوا اور گھوڑے پر سوار ہوکے شہر سے نکلا تو ابھی دریا کا گھاٹ (پتن) عبور کرنے بھی نہ پایا تھا کہ اچانک گھوڑا ابدک گیا اور مشتعل ہوکر بے قابو ہوگیا۔ جس سے وہ شخص گھوڑے سے گر پڑا۔ اور اس طرح گرا کہ اس کا ایک پاؤں رکاب میں الجھ گیا تھا اور گھوڑا اسے اسی حالت میں گھسیٹتا ہوا دوڑ رہا تھا جس سے نہ صرف وہ ہلاک ہوگیا بلکہ اس کی ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہوگئیں اور اس کے گوشت پوست کا نام و نشان تک نہ رہا[۱۰]۔

کرامت:

ایک شخص آپ کی اور آپ کے رفقاء و مخلصین کی بہت گستاخیاں کرتا تھا اور بہت مذاق اڑایا کرتا تھا، اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے محبوبوں کی توہین اور اہانت پسند نہ آئی اور غیب سے اس کو تھوڑے ہی دنوں بعد اس طرح سزا دی گئی کہ نواب صاحب دہلی سے آئے اور اس کی خلاف شرع حرکتوں پر اس کو گرفتار کرواکے اسے دارالسلطنت بھیج دیا[۱۱]۔

حضرت مخدوم ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سے کرامتیں اور خرق عادات ہیں جن کا بیان طوالت سے خالی نہیں، آپ کی تمام کرامات کو آپ کے مرید خاص مخدوم محمد معین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتابی شکل میں جمع کر دیا ہے۔

وفات:

۷؍شعبان المعظم ۱۱۳۸ھ کو یہ علم وعرفان کا ماہتاب اور مکلی کا آفتاب ہمیشہ کے لیے چھپ گیا۔ آپ کا سنہ وفات اس شعر کے دوسرے مصرعہ سے نکلتا ہے۔

بسالِ وصل او ہاتف بفرمود
ابوالقاسم سراسر نورِ حق بود

یوں تو آپ کے سنہ وفات میں بہت اختلاف ہے لیکن مذکورہ سنہ وفات وہ ہے جو آپ کے مقبرہ شریفہ پر ابھی تک منقوش ہے۔

طریقۂ تربیت:

جب آپ سرہند سے ٹھٹھہ تشریف لائے اور سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت وترویج کا آغاز فرمایا تو بہت کم لوگوں نے اس طرف توجہ دی کیونکہ آپ سے قبل زیادہ تر دو ہی سلسلوں کا زور تھا یعنی سلسلہ سُہروردیہ اور سلسلہ قادریہ، حتیٰ کہ سلسلہ چشتیہ بھی متعارف نہیں تھا تو آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج واشاعت کے لیے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ آپ مزدوروں، سبزی فروشوں، دکانداروں اور معماروں کو بلا بلا کر ایک پورے دن اپنی صحبت میں بٹھا کر طریقہ تصوف کی تلقین کرتے (ان کو طریقت کا سبق پڑھاتے) اور جب دن ختم ہوتا تو جو مزدوری ان کی بنتی تھی یا جو دن بھر میں وہ کماتے تھے وہ ان کو دے کر آپ رخصت فرما دیتے۔

یہ بات جب شُہرت پا گئی تو بہت لوگ اسی نسبت سے آنے لگے کہ چلو بیکاری سے تو اچھا ہے وہاں جا کر پیسے ہی کما لیں، لیکن جب یہاں آ بیٹھتے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا لطف اٹھاتے تو ان کی دنیا ہی بدل جاتی تھی اسی طرح یہ فیض عام ہوتا چلا گیا، اور لوگ جوق در جوق اس سلسلہ میں داخل ہونے لگے۔

خلفاء ومریدین:

یہ آپ کے طریقہ تربیت اور آپ کے روحانی کمالات اور تصرفاتِ باطنی کا ظہور اور اثر تھا کہ بے شمار لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور سیکڑوں اجازت وخلافت سے سرفراز ہو کر منزل مقصود سے

ہمکنار ہوئے۔

ان فائز المرام ہونے والوں میں جید علماء بھی تھے اور فاضل فقہاء، رؤسا و امراء بھی حکماء بھی تھے اور شعراء بھی، اندرون ملک کے بھی تھے اور بیرون ملک کے بھی، چنانچہ سید گل شاہ ہندی رحمۃ اللہ علیہ جن کا تعلق دہلی سے تھا اور امیر محمد صادق صاحب جو بادشاہ دہلی کے وزیر خاص تھے وہ بھی حضرت کے ارادتمندوں میں سے تھے، اور یہاں آ کر حضرت کی صحبت میں رہ کر انہوں نے بہت سے مقامات طے کیے۔ اور اس رخِ جاناں کو دیکھ کر ایسے فدا ہوئے کہ پھر اپنے وطن واپس نہ گئے اور اسی جاناں پر جاں فدا کر دی۔

فروغِ روئے جاناں دیدِ جاں داد

اسی طرح ’’بندر سورت‘‘ میں بھی آپ کے دو تین خلفاء تھے، جنہوں نے وہاں اس سلسلہ نقشبندیہ کو کافی ترقی دی ان کے نام ’’معیار السالکین‘‘ میں درج ہیں۔

اس کے علاوہ اس وقت کی جن معروف و مشہور ہستیوں نے آپ کے نورِ باطن سے فیض حاصل کیا ان کے ناموں کی ایک فہرست تکملہ مقالات الشعراء کے ’’فٹ نوٹس‘‘ میں سید حسام الدین راشدی نے ’’طومار سلاسل‘‘ کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔

وہ اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ مخدوم محمد معین ٹھٹوی
۲۔ محمد مقیم ولد سعد اللہ ساکن قریہ جھیجہ
۳۔ میاں یعقوب سمہ ساکن قریہ کیہر
۴۔ شیخ یحیٰ عرب کہ در مدینہ منورہ احیائے طریقہ کردند
۵۔ سید سلطان شاہ ہندی
۶۔ میاں حبیب، المشہور بمیت پوترہ
۷۔ میاں عبدالولی، برادر مولینا
۸۔ حاجی کمال اوبچہ عبدالباقی واعظ اگہی
۹۔ مخدوم ضیاء الدین دانشمند، معروف
۱۰۔ میاں نور محمد سمہار ٹھٹوی

۱۱۔ سید ناصر ولد سید نعمت اللہ شاہ شکر اللٰہی شیرازی
۱۲۔ سید عبداللہ ولد سید نعمت اللہ شاہ شکر اللٰہی شیرازی
۱۳ مخدوم عنایت اللہ بصیر واعظ ٹھٹوی
۱۴۔ میر مرتضٰی ولد میر کمال الدین خاں رضوی
۱۵۔ سید رحمت اللہ عرف سید مٹھو شکر اللٰہی شیرازی
۱۶۔ میاں عبدالباقی واعظ ساکن اگھم وتعلوی
۱۷۔ عبدالرحیم سومرہ
۱۸ مخدوم میدنہ، نصر پوری
۱۹۔ درس بلال، ساکن پراں
۲۰۔ میاں محمد، نواسہ مخدوم آدم ٹھٹوی
۲۱۔ مخدوم عبداللہ ولد مخدوم میدنہ
۲۲۔ درس شرف الدین ولد درس بلال
۲۳۔ میاں محمد زماں، لواری شریف
۲۴۔ سید عزت اللہ شکر اللٰہی شیرازی والد میر قانع
۲۵۔ میاں ابوالحسن خشت والہ

شاعری:

آپ کو شعر و شاعری سے بھی مناسبت تھی۔ کبھی کبھی آپ خود شعر کہا کرتے تھے اس کا اندازہ آپ کے اس شعر سے ہوتا ہے جس کو مرغوب الاحباب نے نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔

ہر لوحِ دل چو تختۂ تعلیمِ کورکاں
ہر حرفِ آرزو کہ نوشتم خراب شد

اولاد:

آپ کے دو صاحبزادے تھے ایک کا نام میاں ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بن مخدوم ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ اور

دوسرے کا نام فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ بن مخدوم ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ۔

دونوں صاحبزادے اپنے والد کے مزار کے دائیں بائیں دونوں پہلوؤں میں مدفون ہیں۔ یعنی حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں طرف مخدوم میاں فیض احمد کا مزار ہے اور حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے بائیں شرقی جانب حضرت مخدوم میاں ابراہیم کا مزار پُر انوار ہے[۱۲]۔

(۴)

قاضی احمد دمائی

☆☆

مخدوم خواجہ محمد زماں لواری شریف والوں کے خاص مرید اور خلیفہ حضرت خواجہ ''قاضی احمد'' جن کے ذریعہ سلسلۂ نقشبندیہ کو برصغیر پاک و ہند میں بڑا فروغ اور ارتقاء حاصل ہوا۔ ہندوستان اور پاکستان کے معروف نقشبندی آستانے اور خانقاہیں آپ ہی کے فیض سے جلوہ گر ہیں۔

نام:

آپ کا اسم گرامی ''احمد'' ہے اور آپ کے والد گرامی کا نام محمد صدیق ہے تحصیل سکرنڈ (سندھ) کا ایک شہر ''قاضی احمد'' جس میں آپ کا مزار مبارک بھی ہے وہ آپ ہی کے نام کی طرف منسوب ہے۔

نسب:

آپ نے اپنی بعض تحریروں میں اپنا نام اس طرح رقم فرمایا ہے۔ ''احمد بن محمد صدیق'' آپ سندھ کے ایک قبیلہ کوریج سے تعلق رکھتے تھے، آپ کا سلسلۂ نسب خاندانِ قریش (مکہ) میں حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف تک جا ملتا ہے۔ شیخ المشائخ حضرت سندو رحمۃ اللہ علیہ تک آپ کا سلسلۂ نسب اسطرح سے ہے:

> قاضی احمد بن محمد صدیق بن عبدالسلام بن حاجی بن محمد صالح بن صابر بن حاجی بن احمد بن محمد بن سلطان بن علاء الدین بن حاجی بن احمد بن شیخ المشائخ حضرت سندو۔

آبا وَ اجداد: آپ کے آبا وَ اجداد کی اصل سکونت ''ٹلٹی'' نامی سندھ کے ایک شہر میں تھی، جہاں آپ کے

جد امجد حضرت شیخ المشائخ حضرت سندو آج بھی مدفون ہیں، جن کا غالباً دسویں صدی ہجری کے بزرگوں میں شمار ہوتا ہے۔ ان کی اولاد میں کچھ بزرگ علمی مشاغل کی بنیاد پر سہون میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ کے والد محمد صدیق اور آپ کی بارہویں پشت کے بزرگ حضرت حاجی بن احمد سہون میں ہی مدفون ہیں۔

ولادت:

آپ کی ولادت ۱۱۱۷ھ، ۱۷۰۵ء میں ٹھٹی کے مقام پر ہوئی۔ اس زمانہ میں یار محمد کلھوڑا کا دور حکومت تھا۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد سے حاصل کی جو غالباً اس وقت سہون میں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے اسلامیات اور علومِ دینیہ کی اعلیٰ تعلیم آپ نے اس وقت کے مشہور محقق عالم اور عارف حضرت مخدوم عبدالواحد سیوستانی سے حاصل کی اور انہی سے اس کی تکمیل کی۔ فارغ ہونے کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور علومِ دینیہ سے بندگانِ خدا کے قلوب کو منور فرمانے لگے۔

ہجرت:

اس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی کہ آپ نے اپنے آبائی مقام ٹھٹی اور سہون کو کیوں چھوڑا، ہو سکتا ہے کہ کسی نئی جگہ کی قضا کا منصب آپ کو سونپا گیا ہے اور اس کی وجہ سے آپ کو ترکِ سکونت کرنی پڑی ہو بہر حال آپ اپنے آبائی مقام سے ہجرت فرما کے تعلقہ مورو کے ایک علاقہ ''دیھ دم'' میں آ کر آباد ہو گئے جو قاضی احمد سے دس میل دور شمال مشرق میں واقع ہے اور یہاں تقریباً پچاس سال آپ نے قیام فرمایا۔ یہاں آپ کی مسجد ''میاں صاحب کی مسجد'' کے نام سے آج بھی معروف و مشہور ہے۔ اسی شہر کی نسبت کی وجہ سے آپ کو ''قاضی احمد دمائی'' بھی کہا جاتا ہے۔

''دیھ دم'' میں آپ کافی عرصہ رہے لیکن زندگی کے آخری ایام میں آپ ''دیھ دم'' کو چھوڑ کر موجودہ ''قاضی احمد'' کے شہر میں منتقل ہو گئے اور آخر تک یہیں سکونت پذیر رہے یہ مقام اس وقت ''میل'' کے نام سے پہچانا جاتا تھا، اور آپ نے اپنی بعض تحریروں میں خود اس کو ''موضع میل'' کے نام سے یاد فرمایا ہے۔

بیعت:

جس زمانہ میں آپ ''دیھ دم'' میں مقیم تھے آپ نے حج کا ارادہ فرمایا، جب آپ روانہ ہوئے تو راستہ

میں آپ لواری شریف میں حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور حج کا ارادہ ہے۔ حج کر کے جب واپس آؤنگا تو آپ سے بیعت ہونگا، آپ نے فرمایا کہ حج کا ارادہ بھی نیک ہے۔ اور مرید ہونے کا ارادہ بھی نیک ہے لیکن ''انسان وہاں اس طرح تو جائے کہ پہچانا جائے'' اس بات نے آپ کے دل میں بڑا گہرا اثر کیا اور آپ وہیں رہ پڑے اور طالب رُشد وہدایت ہوئے، حضرت خواجہ مخدوم محمد زماں رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بیعت فرمایا اور باطنی دولت سے مالا مال فرما کے تیسرے دن ارشاد فرمایا کہ ''اب تم جانے کے قابل ہو گئے ہو'' اور ان کو حج کے لیے اجازت عطا فرما دی۔

اجازت وخلافت:

خزینۂ معرفت کی روایت کے مطابق جب علومِ باطنی کے حصول کا شوق آپ کے دل میں پیدا ہوا تو آپ اس زمانہ کے ایک کامل درویش کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی خواہش ظاہر کی۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہارا فیض اور حصہ خاندان نقشبندیہ سے متعلق ہے اور لواری شریف جانے کا حکم دیا، چنانچہ آپ لواری شریف حاضر ہوئے۔ اور خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت حاصل کر کے ریاضات ومجاہدات میں مصروف ہو گئے اور کئی سال کی صحبت میں کمال حاصل کر کے خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔

زیارتِ حرمین شریفین:

زیارت حرمین شریف کا شوق آپ پر اس قدر غالب ہوا کہ بغیر زادِ راہ کے آپ حج کے لیے روانہ ہو گئے، جب آپ تشریف لیجانے لگے تو اپنے مرشد سے آپ نے عرض کیا کہ اگر اس سفر میں کوئی صاحبِ کمال مجھے ملے تو آیا میں اس کی صحبت اختیار کروں یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ان علاقوں میں تمہاری صحبت کے لائق کوئی نہیں ہے، ہاں البتہ یمن میں ایک بڑی بلند پایہ روحانی شخصیت ہے مگر وہ بھی تم سے خود ہی ملاقات کرے گی۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں یمن پہنچا تو میں نے سنا کہ یہاں شہر میں ایک شیخ المشائخ ہیں جو خلوت نشیں رہتے ہیں، جمعہ کے دن جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ شور ہوا کہ شیخ مسجد میں تشریف لا رہے ہیں ایک مجمع ان سے مصافحہ کے لیے ٹوٹ پڑا، لیکن اتنے بڑے مجمع میں ان کی نظر مجھ پر پڑی وہ میری طرف متوجہ

ہوئے مجھے اپنے سینہ سے لگایا میری بڑی تعظیم کی اور میری قیام گاہ کا پتا معلوم کر کے فرمایا کہ کل آپ کے گھر پر ملاقات کے لیے آؤں گا۔

چنانچہ دوسرے روز وہ مجھ سے ملاقات کے لیے میری قیام گاہ پر تشریف لائے اور بہت دیر تک تصوف وحکمت کے اسرار ورموز بیان فرماتے رہے، جب آپ تشریف لیجانے لگے اور میں ان کو باہر چھوڑنے کے لیے نکلا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ اندر تشریف رکھیں کیونکہ آپ کے ہوتے ہوئے میں سواری پر نہیں بیٹھ سکتا۔

مقام ولایت:

آپ ولایت کے کس اعلیٰ مقام پر فائز تھے؟ اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو صاحب خزینۂ معرفت نے نقل کیا ہے کہ جب سفرِ حج کے لیے روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک بزرگ جن کا نام نامی ''شیخ محمد علی دستار'' تھا ان سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ شیخ محمد علی دستار سلسلۂ قادریہ کے اعاظم شیوخ اور اکابر اولیاء اللہ میں شمار کیے جاتے تھے، لوگ ان کی شہرت اور ان کی کرامات کے متعلق سنکر دور دراز سے ان کی خدمت میں ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے تھے، وہ بزرگ تقریباً بارہ سال اپنے حجرہ کا دروازہ بند کر کے بالکل مخلوق سے الگ خلوت میں رہے، اور اس عرصہ میں نہ کسی سے ملے اور نہ اپنے حجرہ کا دروازہ انہوں نے کھولا، جب حضرت حاجی احمد آپ کی زیارت کے لیے آپ کی خدمت میں پہنچے تو شیخ کو اپنے نورِ ولایت سے آپ کی آمد کی اطلاع ہوگئی اور آپ نے اپنے شہر سے ایک میل باہر تک جا کے حضرت شیخ احمد کی آمد پر ان کا استقبال کیا اور ان کو اپنی خانقاہ تک لائے اور آپ کی بہت تعظیم وتکریم کی حتیٰ کہ آخر میں آپ کے کمالات ولایت سے متاثر ہو کر حضرت حاجی قاضی احمد سے سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کی التجا کی جس کو حضرت نے قبول فرمایا اور شیخ کو سلسلہ میں داخل کر کے توجہات اور فیوضات باطنی سے سرفراز فرمایا اور ان سے رخصت ہوتے وقت فرمایا ''ھذا فراق بینی وبینک اب ہماری آپ سے دوسری ملاقات یوم آخرت میں ہوگی'' چنانچہ ایسا ہی ہوا جب آپ مدینہ منورہ سے واپس تشریف لائے تو اس وقت تک شیخ وصال فرما چکے تھے۔

صاحب خزینۂ معرفت لکھتے ہیں کہ آپ کا تصرف اس قدر کامل تھا کہ اکثر طالبانِ حق آپ کی پہلی توجہ میں بے خود ومدہوش ہو جایا کرتے تھے۔

معاصرین کا حسد:

آپ کے کمالاتِ ظاہری و باطنی نے جب ایک عالم کو روشن کیا اور آپ کی شہرت دور دراز تک پہنچنے لگی تو معاصرین کو آپ سے حسد ہونے لگا، اور بعض ہم عصر علماء آپ سے دل میں رنجش رکھ کر خواہ مخواہ آپ پر اعتراضات کرنے لگے حتی کہ اس وقت کے ایک بہت بڑے عالم نے آپ کو مباحثہ اور مناظرہ کا چیلنج دیا لیکن جنگ وجدال اور لڑائی سے طبعاً نفرت کے باعث آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس عالم نے اس کو آپ کی کمزوری پر محمول کیا اور ایک روز خود ہی آپ سے مناظرہ کرنے کے لیے آپ کے درِ دولت پر پہنچ گیا اس وقت آپ بالائی منزل پر تشریف فرما تھے جب آپ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے بالائی منزل کی کھڑکی سے نیچے ان مولوی صاحب پر ایک نسبت سے پُر نظر ڈالی اور اتنا فرمایا کہ، اچھا یہ وہ ہی مولوی صاحب ہیں جو مناظرہ کے لیے پیغام بھیجتے تھے۔ آپ کی نظر کا پڑنا تھا ان مولوی صاحب پر وہ کیفیت طاری ہوئی کہ اپنے ہوش میں نہ رہے اور اللہ کے نعرے لگاتے ہوئے جنگل کی طرف نکل گئے۔

عبدالرحیم گرھوڑی سے محبت:

مخدوم محمد زماں علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں، مخدوم عبدالرحیم گرھوڑی اور حضرت قاضی احمد اور سید محمد لاہوری یہ تینوں عارف وزاہد ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بلند پایہ عالم اور محقق بھی تھے یہی وجہ ہے کہ ان تینوں کی آپس میں بڑی محبت اور انسیت تھی اور ایک دوسرے کا بڑا ادب اور احترام کیا کرتے تھے۔ اس کا اندازہ حضرت قاضی احمد کے ایک عربی مکتوب سے ہوتا ہے جو آپ نے اپنے پیر بھائی حضرت مخدوم عبدالرحیم گرھوڑی کو تحریر فرمایا مخدوم عبدالرحیم کے لیے آپ نے جو القابات تحریر فرمائے ہیں وہ خاص طور پر قابل غور ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

> مِنَ الْمِسْكِيْنِ الْمُشْتَاقُ الْمُقِيْمُ اَحْمَدُ اِلٰى عَارِفِ الْعَالِمِ الْعَامِلِ وَالْفَاضِلِ الْكَامِلِ وَاَفْضَلِ الْعِبَادِ وَقُدْوَةِ الزُّهَّادِ ، اَعْنِىْ بِهٖ الْمَخْدُوْمُ عَبْدَالرَّحِيْمُ اَدَامَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَبَرَكَاتُهٗ وَجَعَلَهٗ مِنَ الَّذِيْنَ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ لَا فِى الدُّنْيَا وَلَا فِى الْآخِرَةِ. آمِيْنْ

طب وحکمت: آپ کے مکاتیب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فنِ طب وحکمت سے بھی واقف

تھے، اور مریضوں کے لیے نسخے تجویز فرماتے تھے چنانچہ اپنے ایک خاص مرید میاں پیر محمد جیوا کو ایک مکتوب گرامی میں ان کے اہلِ خانہ کے لیے ایک نسخہ تجویز کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> وامید کہ برائے ناچاکی اھل خانہ قدر پوست ھلیلہ کلاں و پوست بلیلہ وآملہ ہر سہ مساوی کوفتہ بیختہ ومساوی ہمہ شکر بار کردہ ہر روز بعد خوردن طعام یک کف ازاں بخورند امید تندرستی خواہد بود۔

روحانی علاج:

دواؤں کے علاوہ دعاؤں اور تعویذ وغیرہ کے ذریعہ بھی آپ مریضوں اور پریشان حالوں کا علاج فرمایا کرتے تھے، چنانچہ پیر محمد جیوا ہی کو اپنے ایک اور مکتوب گرامی میں ان کے اہل خانہ کی بیماری پر صحت یابی اور شفاء کے لیے دعا کرتے ہوئے ایک تعویذ بھی ارسال فرماتے ہیں اور اس کو پانی میں ملا کر پلانے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

> فضائل وکمالات دستگاہ مصدر الحسنات مظہر الکرامات نور بصر میاں پیر محمد جیو۔ بعد اسلمہ فراواں وادعیہ بیکراں مکشوف آنکہ از شنیدن خبر کلفت اثر ناچاکی وبے جمعیتی اہل خانہ آں گرامی تردد و سواس ونگرانی بغایت گردیدہ حق سبحانہ وتعالیٰ بفضل وکرم خویش شفاءِ عاجل وصحتِ کامل نصیب شاں گرداناد وجمعیت ورفاہیت من کل الوجوہ محصل کناد بحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الامجاد۔ آمین آمین والسلام والاکرام مکرر آنکہ دو تعویذ از آیات شفا نوشتہ فرستادہ شد امید کہ دوبار بآبِ تازہ شستہ بنوشانند امید کہ شفاء کامل نصیبِ شاں گردد آمین آمین۔

شوق نامہ:

حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ جب زیارت حرمین شریفین کے لیے پاپیادہ روانہ ہوئے تو اثناء سفر اللہ اور اس کے رسول کی شدید محبت اور شوقِ لقا میں جو کیفیات آپ پر طاری ہوئیں اور ہجر و فراق کی گھڑیاں آپ نے جس اضطراب اور بے چینی میں گزاریں ان حالات اور کیفیات کو نظم اور نثر میں آپ نے اپنی ایک تحریر میں بیان فرمایا، جس کو شوق نامہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی شوق نامہ کی شرح آپ کے لائق وفائق فرزند

خواجہ محمد صالح کوریجہ نے فرمائی ہے۔ اس شوق نامہ کی ابتداء اس طرح آپ فرماتے ہیں :

سپاس وستائش مرقادرے را کہ تصریف دلہائی ایمانیاں بسمتِ اکمال واجلال واجمال قدرت خویش نمودہ است وابرِ رحمت ایزدی بصفات سرمدی برذات سرور کائنات تا ابد اقطار بارندہ فرمودہ است۔ امابعد! می گوید بندۂ جاں پراگندہ مفتقر الیٰ رحمۃ ربہ الغفار احمد بن محمد صدیق السندی چوں خاطر ناچشیدہ رنجِ غربت برکنجِ عشرت بساط افزا بود ودر اشتغال علوم اجناس واوضاع جہاں جلوہ نما بود از جمیع حوادث زماں وفتنۂ دوراں افاہ حال کشادہ مگر از مفارقتِ جوار آن ذی سلم ومھجوری پیہم وو دادی، حسرت تشنہ زلال جاناں مستعد انکہ تاجاں از رائحہ گلشن روحانی کہ بین نخرتین یثرب کہ از مستقر محبوباں است وزید۔

مرا بود سوزِ ز ھجرانِ یار
تنم پیچ برپیچ رگہا چومار
نہ پیچی کہ گردد بہ داروئی بِہ
مگر یار گر باشدم وصل دہ

بایں ہمہ حال انواع تعب ومحنت ومھجوری برخود اختیار کردہ رعایت مشغل علوم نمودہ نشستہ بودم تا وقتی در اثنائے مشغل باد صبا رائحہ از دشت یاراں جوار ذی سلم بفواد مجروح ھجراں ومفتوں برمفارقت ایناں رسانید پس بمجر درسیدن رائحہ یاراں از حال قدیم تبدیل نمودہ از ہمہ علاقہا دست افشاں شدہ مستعد برترکِ وطن شد۔

ز نورِ تجلی ہماں یار من
دلم شد بجوشش ز امکانِ من
مرا نیست یارا کہ دست آورم

کہ - - - - - جانم زمن دلبرم
زسوز ہوائے دلارامِ من
تپیدہ دلم آہ برحال من
زسوزِ ہوائش چناں مست دل
کہ ایں کار دیگر ہمہ درخجل

آگے چل کر چند اور اشعار کہتے ہیں جس میں حضور نبی کریم سے فریاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

تذکر حبیب است مونس بمن
بجز یار کس نیست درخانۂ من
ازانگہ کہ خورتاب شددر تنم
ز احراقش از غیر فارغ تنم
بزنجیرؑ شوق مرا در کشیدہ
ز وطن و اقارب بخود در کشید
برائے خدائے شہِ ہر دو کون
بمقصود اصلی رسانم بعون
یکے درد غربت دگر دلفگار
ترحم بضعفم شہے تاجدار
بزوری بزودی رسانم بخود
کہ جزقوتت کے توانم بخود

ان فارسی اشعار کی طرح آپ نے چند عربی میں فراقیہ اشعار فرمائے ہیں:

اِذا حَالَ الْحُبُّ لِلْمَرْاءِ فِیْ فُوَادِہٖ
مَاذَا عَلَیْہِ الْحُقُوْقُ فِیَ اَمْضَائِہٖ
وَاللہ اَخْبَرَنِیْ سَادَاتَنَا

هَلْ تُكَلِّفُ الْمُحِبُّ فِیْ کَتْمِ اَسْرَارِہٖ
اِذَا وَصَلْتُ بِطِیْبَتِ اَرْضِ حَبِیْبِنَا
نَفَخْتُ عَبِیْراوَ اَصْلَحْتُ شَأْنَنَا
لَاُ اُطِیْقُ الْبُعْدَ بَیْنِیَ وَبَیْنَ مَنْ اُحِبَّ
مِثْلَ بُعْدِ حَاجِبٍ وَعَیْنِنَاَ
مَرَافِیْ مِنَ الْوِصَالِ بِحَبِیْبِیْ
اَنْ یَکُوْنَ قَرِیْبَاً کَخَافِقَیْنَا
لَعَلِّیِ سَابِقِیْ عَیَاناً لِحَبِیْبِیُ
وَاَشْرِبُ بَعْدَ الْمَرَامِ کَأسَ الْوِصَالِ عسُولاً

فراقِ محبوب کی کیفیت میں لکھے ہوے آپ کے چنداور فارسی اشعار۔

مرا کرد مجنوں بیکبارگی
ہمہ ہوش بستہ بیک تارگی
چناں آتشِ عشق در من فتاد
کہ یکدم زسوزِ رہائی نداد
دوائی ندیدم ازیں سوز من
بجز وصلِ یاری دلارامِ من
ہمہ روز و شب در طلب می روم
رجائی کہ روزے بوصلش رسم

خلفاء:

یوں تو آپ سے بے شمار مخلوقِ خدا نے فیض حاصل کیا، اور بہت سے درجہ کمال پر فائز ہوے لیکن جن بزرگوں نے آپ سے اکتسابِ فیض کر کے اجازت وخلافت سے اپنے دامن کو معمور کیا، اور مخلوقِ خدا کی رُشد وھدایت کر کے جہاں میں نام پیدا کیا، وہ چار ہیں جنکے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔؟

(ا) سیدنور محمد شاہ کنڈائی، (سندھ کے ایک شہر شہر فیروز کے قریب ''کاھی کنڈ'' کے رہنے والے تھے)

(۲) مخدوم عبدالوالی (دربیلی کے رہنے والے تھے)۔

(۳) سید حسین شاہ (ہندوستان میں ضلع گرداسپور کے ایک شہر (رتڑ چھتر کے رہنے والے تھے)۔

(۴) میاں عبدالکریم (ھالہ کے ایک علاقہ پنیگھاری کے رہنے والے تھے)۔

یوں تو آپ کے تمام خلفاء عظیم مرتبہ پر فائز تھے لیکن سید حسین شاہ صاحب کا یہ مرتبہ اور مقام تھا کہ جب آپ حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت سن کر پنجاب سے آپ کی خدمت میں بیعت ہونے کے لیے چلے تو ابھی سندھ پہنچے نہیں تھے کہ حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے فرمایا کہ ایک طالب بڑی بلند استعداد والا پنجاب کی طرف سے آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی بڑی عزت و منزلت اور قادر و قیوم کی اس پر بڑی عنایت ہے، جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے مریدوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جس کا میں ذکر کیا کرتا تھا وہ یہی طالبِ صادق ہے، مرید ہونے کے بعد جب کبھی آپ پیر خانہ کی طرف آتے تھے تو آپ کے مرشد پہلے سے ان الفاظ میں مریدوں کو آپ کے آنے کی خبر دے دیا کرتے تھے کہ ''شہباز توحید شاہ حسین آ رہا ہے'' حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ ''شہباز'' تھا جس نے ہندوستان پاکستان میں اس سلسلہ کو بڑا فروغ دیا۔ آج جامع مسجد فتح پوری دہلی، آستانہ الور، آستانہ شرق پور، آستانہ ساہیوال جیسے لاتعداد نامور نقشبندی سلسلہ کے معروف آستانے اور خانقاہیں انہی کے فیضِ کرم کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہیں۔

آپ کے ان چار خلفاء کے علاوہ آپ کے ایک معتقد خاص اور مرید خاص میاں پیر محمد بھی تھے جو آپ کے بھانجے تھے اور آپ کو بہت محبوب تھے اور بڑے صاحبِ دل بزرگ تھے۔

نشانیاں:

حضرت حاجی قاضی احمد نے اپنے بعد اپنی جو اہم نشانیاں چھوڑیں اس میں آپ کے فرزند اور آپ کے سجادہ نشین میاں محمد صالح کی ذات گرامی تھی، اس کے علاوہ آپ کے خاص خاص خلفاء تھے۔ آپ کے خطوط تھے جو آپ نے میاں پیر محمد وغیرہ کو تحریر فرمائے تھے، راقم الحروف کے پاس ان کی نقل موجود ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی دو مُہریں بھی تھیں ایک مُہر پر ''احمد اللہ علیٰ نعمائہٖ'' اور اس کے درمیان میں ۱۲۰۲ کندہ ہے دوسری مہر میں فقط آپ کا اسم گرامی ''احمد'' اور اس کے نیچے ۱۲۰۷ھ کندہ ہے آپ کی یہ دونوں مُہریں، آج بھی اس خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشیں اور آپ کی اولاد میں سے، حضرت میاں فیض محمد

صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔

وفات:

آپ نے ۱۲۲۳ھ، ۱۸۰۸ء میں وفات پائی اور موضع میل جو آپ ہی کے نام سے معروف و مشہور ہے یعنی قاضی احمد میں ہی مدفون ہوئے۔ آج بھی آپ کا مزار ''قاضی احمد'' میں مرجع خلائق ہے اور پریشان حالوں کے لیے سکون قلب کا مرکز ہے۔

تاریخ وفات:

آپ کی وفات پر بڑے بڑے شعراء نے اور صوفیہ نے آپ کی تاریخ وفات لکھی، پنجاب سے آپ کے سلسلہ سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ نے آپ کی تاریخ وصال لکھتے ہوئے کہا۔

جنیدِ وقتِ خود مخدوم مرحوم
بجنت رفت رب اغفرہ وارحم
چو در علمِ طریقت پیشوا بود
شد تاریخ وصلش ''پیر اعظم''
۱۲۲۳ھ

(۵)

محمد اسماعیل جان مجددی روشن

☆☆

سرہندی خاندان کے ایک گوہرِ آبدار، جید عالم، قادر الکلام شاعر، منصف مزاج، صوفی، محقق اور عارف حاجی محمد اسماعیل جان مجددی، خواجہ محمد حسین مجددی کے صاحبزادہ اور خواجہ عبدالرحمٰن کے پوتے تھے۔

ولادت:

آپ کی ولادت ۵ ذیقعد ۱۳۰۷ھ کو ٹکھڑ (تحصیل ٹنڈو محمد خاں ضلع حیدرآباد سندھ) میں ہوئی۔ آپ نے خود اپنی تاریخ ولادت اس طرح کہی ہے۔

چوں جست روشن سالِ ولادتش الحال

بہ فکرِ فاترش آور ہزار باغ کمال
۱۳۰۷ھ

ایک اور شعر میں اپنی تاریخ ولادت اس طرح نکالی ہے:

دادست سروشِ غیب ایں مژدہ بمن
مختار اللہ است نام و تاریخ روشن
۱۳۰۷ھ

تعلیم وتربیت:

سعادت کے آثار بچپن ہی سے نمایاں تھے، آپ نے اپنے جد بزرگوار خواجہ عبدالرحمٰن مجددی کے پاس تعلیم کا آغاز کیا اس کے بعد حافظ یوسف اور ان کے صاحبزادے حافظ ہارون (تخلص دلگیر) جو اپنے وقت کے مشہور اور مقتدر علماء میں شمار ہوتے تھے ان سے تحصیل علم کیا۔ چنانچہ آپ کے والد گرامی خواجہ محمد حسین مجددی نے آپ کے آغاز تعلیم کی تاریخ یوں کہی ہے:

تاریخ شروع تعلیم محمد اسماعیل جان طول عمرہٗ وکان ذالک فی ۱۳۱۲ھ شہر شوال یوم اربعہ۔

علومِ باطنی:

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علومِ باطنی کی طرف متوجہ ہوئے بچپن میں اپنے جد بزرگوار حضرت خواجہ عبدالرحمٰن سے شرف بیعت حاصل کیا اور انہی سے علوم باطنی کے مدارج کمال طے کیے، اور کچھ ہی عرصہ میں منزلیں طے کرتے ہوئے اس فن کی بلندیوں کو چھونے لگے مگر آپ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ عام طور پر بیعت نہیں فرمایا کرتے تھے ہاں اگر کوئی طالبِ صادق اصرار کرتا تو بیعت فرما کر اس کو فیوضات وبرکات سے مستفیض فرما دیا کرتے تھے۔

مذہبی وسیاسی خدمات:

مذہبی اور سیاسی فرائض نے جب بھی پکارا آپ ہمیشہ آگے آگے رہے، چنانچہ سکھر کے ''جہاد مسجد منزل گاہ'' میں بھی آپ پیش پیش تھے، تحریکِ خلافت سے وابستہ رہے، چنانچہ ۱۹۲۱ء میں جب برطانیہ کا شہزادہ ''ولز''

ہندوستان آیا اور تحریک کے لیڈروں نے اس کے خلاف اور مسلمانانِ ہند کے متعلق اس کی پالیسیوں کے خلاف احتجاج کیا تو اس وقت آپ نے یہ نظم تحریر فرمائی:

شعلۂ جور ستمگر جو بایقاد آمد   حرفِ جاں بازی پروانہ مرا یاد آمد
آں چناں درسرم افتاد جنونِ اسلام   گررود سر نہ ردو آنچہ بایجاد آمد
آتشِ ہمت چوں تیز کند صرصرِ جور   چہ شود ظالم اگر بر سرِ بیداد آمد
بے گناہی است دریں وقت گناہ ویلز   ہست افسانہ کہ دیلز زپئے داد آمد
لارو نوہست پہ پندارم سرکش ز قدیم   رفت نمرود کنوں نوبتِ شداد آمد
اے عروس ستم برتش اینک وقت است   حجلۂ حبس بیمار اے کہ داماد آمد
حبس اگر نیست کنوں منزلِ مقصود خواص   چوں پئے نزہت آں شوکت آزاد آمد
گرچہ بنیاد گورنمنت قوی است ولے   حبس سیلے است کہ آں برسر بنیاد آمد

۱۳۴۵ھ ، ۱۹۲۶ء میں جب سعودی عرب میں مزارات مقدسہ کو منہدم کیا جانے لگا، اس کے خلاف آواز اٹھانے اور امتِ مسلمہ کے جذبات سے آگاہ کرنے کے لیے جب موتمر عالمِ اسلامی کے تعاون سے ایک وفد سلطان ابن سعود سے ملنے کے لیے گیا تو اس وفد میں آپ بھی شریک تھے۔ جبکہ آپ کے علاوہ اس دورہ میں محمد علی، شوکت علی اور علامہ سید سلیمان ندوی بھی شامل تھے۔

تحریک پاکستان میں آپ نے بھرپور طریقہ سے حصہ لیا اور مسلم لیگ کا ہر طرح سے ساتھ دیا حتیٰ کہ ۱۳۶۱ھ، ۱۹۴۲ء میں آپ سندھ میں مسلم لیگ کے صدر رہے اس کے علاوہ جمعیت العلماء ضلع تھرپارکر کی صدارت پر بھی آپ سالہا سال فائز رہے اور اس طرح ملک وملت کی بھرپور خدمت انجام دیتے رہے۔

اوصاف وشمائل:

آپ بیحد متقی و پرہیز گار اور شب زندہ دار تھے تقوے کا یہ عالم تھا کہ لکھنؤ سے نکلنے والے ایک اخبار ''سچ'' میں یہ فتویٰ شائع ہوا کہ ولایتی چینی میں ہڈیوں اور کچھ ناپاک اجزا کی ملاوٹ ہوتی ہے یہ سن کر آپ نے اس چینی کا استعمال ترک فرمادیا حتیٰ کہ تین سال کے بعد جب دوبارہ اخبار میں وضاحت آئی کہ پاک چیزیں اس چینی میں استعمال کی جاتی ہیں تب آپ نے اس کا استعمال شروع کیا پرہیز گاری کی اس سے بڑی

اور کیا مثال ہوگی کہ اپنے والد گرامی کے باغ سے کبھی آپ نے ان کی اجازت کے بغیر کوئی پھل نہیں لیا۔ عبادت گزاری کا یہ عالم تھا کہ آپ خود آخری عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ سات سال کی عمر سے لیکر آج تک الحمدللہ میری نماز کبھی قضا نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ تہجد کی نماز بھی آپ نے کبھی نہیں چھوڑی۔ لوگ اکثر آپکو اپنے مقدمات کے فیصلے کے لیے ثالث مقرر کرتے تھے، اس وقت آپ اتنی احتیاط کرتے تھے کہ کسی فریق کا نہ کھانا کھاتے تھے اور نہ ان سے کوئی ہدیہ اور تحفہ قبول کرتے تھے زور خطابت کا یہ عالم تھا کہ جس موضوع پر آپ تقریر فرماتے تھے وہ لوگوں کے دلوں میں گھر کرتی چلی جاتی تھی۔

ارادت مجدد الف ثانی:

اپنے مورث اعلیٰ اور نقشبندی سلسلہ کے امام حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کو والہانہ ارادت اور محبت تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ ایک دفعہ آپ حضرت امام ربانی کے روضہ پر حاضری کے لیے سرہند شریف گئے، ایک روز وہاں کے آستانہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد صادق آپ کے پاس ایک طشت لیکر آئے جس میں بہت سے تبرکات کے علاوہ حضرت امام ربانی کے مزار پر انوار کی چادر بھی تھی اور انہوں نے فرمایا کہ کئی روز سے مسلسل حضرت امام ربانی مجھے خواب میں نظر آرہے ہیں اور مجھے حکم فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں تبرک محمد اسماعیل جان سرہندی کو جا کر دیدو۔ لیکن مجھے ہر بار سستی آجاتی تھی آج رات حضرت امام ربانی نے بہت تاکید فرمائی ہے لہٰذا آپ کی امانت آپ کے سپرد کررہا ہوں، خواجہ محمد اسماعیل جان نے وہ تبرکات اور وہ چادر لیکر اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا اور وصیت فرمائی کہ اس چادر مبارک کو میرے جنازہ پر رکھنا تاکہ اس کے صدقہ میں خدا کی رحمت مجھ پر نازل ہوجائے۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق وہ چادر آپ کے جنازہ پر رکھی گئی۔

عشقِ رسول:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت سے آپ سرشار تھے یہی وجہ ہے کہ مرض الموت میں آپ کو دو تین مرتبہ آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، اس سے پہلے بھی کئی بار آپ کو یہ سعادت حاصل ہوچکی تھی آپ کے دیوان روشن کا اکثر کلام نعتیہ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کا ایک ایک شعر ایسا ہے جس سے عشق ومحبت کی خوشبوئیں مہکتی ہیں۔ بطور نمونہ آپ کا کچھ نعتیہ کلام تحریر کیا جاتا ہے۔

کے بود آں دم کہ آیَم سوئے تو یا مصطفیٰ

ہمچو خاک افتم بخاک کوئے تو یا مصطفیٰ

ہمچو شبنم خیزم از ملک وجودِ خود زشوق
گر بتابہ آفتاب روئے تو یا مصطفیٰ

مہر روشن بہتر از کحل الجواہر آن بود
گر رسد گردے ز خاکِ کوئے تو یا مصطفیٰ

اے بادشاہِ ملک رسالت کہ مثلِ تو
یک کس ندیدہ ام بہ جہاں درخورِ ثناء

یا سیدالخلائق تذکیر روضتک
قلبی یہیم و یحزن فی الصبح والمساء

یا لیت فی مدینتک کنت ساکناً
مازال کان فی بصری بابک العلیٰ

مالی سواک مستند فی جمیع حال
عندالملیک اشفع لی شافع الوریٰ

از راہِ لطف روشنِ ناچیز ہمچو خس
کن جذب سوئے خویش مانند کہربا

باسوئے مدینہ تابیابی صد قراراِیں جا
ظل اینجا سبزہ اینجا گلشن اینجا جوئبار اینجا

چہ خوش باشد کہ سازم فرش راہِ سیدالکونین
دل ایں جادیدہ ایں جاسینہ ایں جا جسمِ زاراِیں جا

زفرطِ حب سردارِ جہاں دانم چویک لمحہ
مہ ایں جاسال ایں جا مدت ایں جا روزگارایں جا

بصبح و شام روشن از خدائے ذوالمنن خواھد
مکان اینجا وطن اینجا جوار اینجا مزارایں جا

نرگس سیراب بکشا یا نبی اللہ ز خواب
کمترین امتانت بین بہ احوالِ خراب

روئے تو بدرالدجٰی کوئے تو کہف الورٰی
نطقِ توآبِ حیات و دست جود تو سحاب

انبیاء راضیت باذات شریفت نسبتے
زانکہ اوشاں چوں نجومند و توئی چوں آفتاب

یا شفیع المذنبین یا رحمۃ للعالمین
من سگ کوئے تو ام رو از سگِ کویت متاب از

از حریمت حلقہ در گونہ ام بیرون مکش
زانکہ ملجائے ندارم در جہاں جز ایں خراب

گر امید مغفرت دارم بلطفت آرزو است
ورنہ فعل قابل غفران نکردم اکتساب

می مزد آں دم کہ روشن فرق خود سایہ بچرخ
یابد ار جا بردرت اے خسروِ گردوں رکاب

تصانیف:

آپ کے علمی اورادبی شہ پارے مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)	دیوانِ روشن	(فارسی) مطبوعہ آپ کے فارسی کلام کا مجموعہ۔
(۲)	انشائے روشن	(فارسی)۔
(۳)	نسیمِ چمن	نفحتہ الیمن، کی طرز پر فارسی میں آپ نے یہ کتاب تحریر فرمائی ہے۔ دوسو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں حکایات اور ضرب االامثال تحریر فرمائی ہیں۔
(۴)	جواھر نفیسہ	تین سو صفحات کی اس کتاب میں فارسی کے اندر مسائلِ تصوف بیان کیے گئے ہیں۔
(۵)	دیوان روشن	(سندھی) آپ کے کہے ہوئے سندھی اشعار مناجات اور غزلیات کا مجموعہ۔
(۶)	خطباتِ سندھی	جمعہ اور عیدین کے خطبات سندھی زبان میں۔

شاعری:

آپ نہ صرف یہ کہ فارسی میں اشعار کہتے تھے بلکہ عربی، اردو، پشتو، ملتانی، سرائیکی اور سندھی زبانوں میں بھی فی البدیہہ اشعار کہا کرتے تھے۔ چنانچہ ہاشم مخلص (مدیر اخبار مسلمان) کے جواب میں آپ نے برداشتہ قلم دوسو اشعار سندھی زبان میں تحریر فرمائے۔ اور اس میں سے چند اشعار بعد میں اپنے صاحبزادے محمد اسحاق جان کے نام سے ''اخبار حنیف'' میں بھی شائع کرائے۔ آپ کے اشعار ندرت اسلوب تشبیہات، استعارات سے بھرے پڑے ہیں۔

وفات:

باون سال کی عمر میں ۱۳۶۱ھ کے اندر کراچی میں آپ نے وصال فرمایا اس وقت آپ کے والد بھی حیات تھے۔ آپ کی میت کراچی سے بذریعہ ریل گاڑی آپ کے آبائی قبرستان لائی گئی اور ''کوہ گنجہ'' (ٹنڈو سائیں داد کے قریب) آپ کو دفن کر دیا گیا۔

خلفاء:

آپ چونکہ عام طور پر بیعت نہیں فرماتے تھے اس لیے بہت کم آپ کے مریدین ہیں۔ آپ کے

صرف ایک خلیفہ تھے، ''ماسٹر محمد اسماعیل قریشی''۔

اولاد:

آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں، صاحبزادوں کے اسمِ گرامی یہ ہیں۔

۱۔ محمد اسحاق جان۔ ۲۔ محمد ابراہیم جان ۳۔ عبد المجید۔

(۶)

مصطفیٰ صبغۃ اللہ شاہ

☆☆

حیدرآباد شہر کے ایک روحانی بزرگ جن کا اسم گرامی مصطفیٰ صبغۃ اللہ شاہ تھا اور آپ معروف ''پیرایرانی'' کے نام سے تھے۔

ولادت:

آپ کی ولادت ایران کے شہر تہران میں ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں ہوئی اسی مناسبت سے آپ پیرایرانی کے نام سے مشہور ہوئے۔

ابتدائی حالات:

آپ کے والد گرامی کا نام حاجی علی آقا سرہنگ تھا۔ جب ان کی وفات ۱۳۲۴ھ میں ہوئی تو آپ کے ماموں نے آپ کو اپنے پاس رکھا اور آپ کی تربیت کی لیکن ان کی زندگی نے بھی وفا نہ کی اور ۱۳۳۵ھ میں جب وہ وفات پا گئے تو آپ اپنی والدہ کے ہمراہ رہنے لگے۔

آپ کے والد گرامی تہران میں شاہی فوج کے بڑے آفیسر تھے اور ناصر الدین قاچار کے امین اور خزانہ دار تھے۔ جب رضا شاہ پہلوی ۱۳۳۸ھ میں برسر اقتدار آئے تو انہوں نے آپ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کو دفتر محاسبات کا نائب اول بنا دیا۔

فوج میں خدمات: اپنے والد کی طرح آپ بھی شاہی فوج میں ایک اعلیٰ افسر بنا دیے گئے تھے چنانچہ

۱۳۵۴ھ میں آپ ہی کی سرکردگی میں بختیاریوں کی سرکوبی کی گئی تھی۔ ۱۳۵۷ھ میں جب حضرت کا کا صاحب میں آپ کے بہنوئی کا انتقال ہوا تو آپ شاہی فوج کی نوکری چھوڑ کر اپنی بہن کے پاس رہنے کے لیے آ گئے اور یہاں کچھ عرصہ ان کے پاس قیام فرمایا۔

اجازت وخلافت:

معرفت وحقیقت کی طلب اور جستجو نے جب آپ کو بے چین کیا تو آپ کوہ مری کے قریب موہڑہ شریف کے مشہور آستانہ پر حاضر ہوئے اور یہاں چار سال موہڑہ شریف کے بزرگ خواجہ محمد قاسم سے علوم باطنیہ کی تکمیل کی، اور نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، اور سہروردیہ چاروں سلاسل میں اجازت وخلافت سے سرفرازی حاصل کی۔

شادی :

۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء کے اواخر میں آپ نوشہرہ، جہلم ہوتے ہوئے جب سکھر پہنچے تو یہاں آپ سردار محمد علی خان مرحوم کی صاحبزادی سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

حیدر آباد کا قیام:

حیدر آباد سندھ میں آپ کا قیام دو مختلف ادوار میں منقسم ہے قیام پاکستان سے قبل جب آپ کی شادی ہوئی تو آپ یہیں حیدر آباد میں آ کر آباد ہو گئے تھے لیکن جب ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو آپ پر اس وقت کے انگریز حکمرانوں کو جاسوسی کا شبہہ ہونے لگا۔ چنانچہ آپ حیدر آباد چھوڑ کر فیض آباد (یو۔ پی) چلے گئے۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۸ء میں آپ پھر حیدر آباد تشریف لے آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار فرمائی جو آپ کی وفات تک جاری رہی۔

سلسلہ طریقت: آپ کا سلسلہ طریقت حضرت امام ربانی تک اس طرح پہنچتا ہے:

خواجہ محمد قاسم (موہڑہ شریف) خواجہ نظام الدین، خواجہ عبدالعزیز، خواجہ عبدالمجید، خواجہ گل محمد، خواجہ عبدا لصبور، حافظ احمد، سید عنایت اللہ شاہ، سید عبداللہ شاہ، خواجہ محمود، خواجہ عبدالقادر، خواجہ عبدالباسط، شاہ حسین، امام ربانی شیخ احمد سرہندی۔

خدمات:

رُشدوہدایت اور وعظ ونصیحت کے ذریعے جہاں ایک طرف آپ کی روحانی خدمات ہیں وہاں ''المصطفیٰ'' رسالہ کا اجراء فرما کے آپ نے علمی، دینی اور ادبی خدمات بھی انجام دیں اور بعض دفعہ آنکھوں کے علاج کے لیے کیمپ وغیرہ لگا کر غریبوں کو مفت علاج کی سہولتیں فراہم کر کے آپ نے بہترین سماجی خدمات بھی انجام دیں۔ آپ فارسی اور اردو میں عارفانہ کلام خوب تحریر فرماتے تھے۔

ملفوظات:

تصوف کے نکات اور مباحث پر مشتمل آپ کے ملفوظات ''مینائے مصطفائی'' کے نام سے حیدرآباد میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس کا پہلا حصہ ۱۳۸۰ھ میں اور دوسرا حصہ ۱۳۸۴ھ میں شائع ہوا۔

اس کے علاوہ آپ کے ملفوظات کا ایک مختصر سا مجموعہ بھی ''مراتب ذکر اور انکے نتائج'' کے نام سے پروفیسر علی نواز جتوئی صاحب نے حیدرآباد سے ۱۹۸۵ء میں شائع کرایا۔ ان ملفوظات کو پڑھ کر آپ کی علمی، دینی اور روحانی بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

وصال: ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ/ ۲۷/دسمبر ۱۹۸۶ء کو حیدرآباد میں آپ کا وصال ہوا اور آپ کو خیر پور کے قریب دفن کیا گیا۔

(۷)

خواجہ عبدالرحمٰن مجددی

☆☆

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والی وہ پہلی شخصیت جو سندھ آ کر رہائش پذیر ہوئی اور جس سے سرہندی مجددی سلسلہ کو سندھ میں فروغ حاصل ہوا وہ حضرت خواجہ عبدالرحمٰن مجددی کی ذات گرامی ہے۔

نام ونسب:

آپ کا اسم گرامی عبدالرحمٰن تھا، آپ کے والد گرامی کا نام شیخ عبدالقیوم مجدّدی تھا آپ کا سلسلۂ نسب صرف نو واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اکتالیس

واسطوں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۸ء میں احمد شاہی شہر میں ہوئی جو قندھار کے نام سے مشہور ہے۔

تکمیل علوم ظاہری و باطنی:

آپ نے اپنے علاقہ کے مقتدر علماء بالخصوص ملا حبیب اللہ قندھاری مؤلف کتاب مغتنم سے علوم ظاہری کی تحصیل کی اور سترہ سال کی عمر تک تمام علوم متداولہ میں کامل دسترس حاصل کر لی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد کمالات باطنی کی تحصیل اپنے والد گرامی اور وقت کے قطب حضرت شیخ عبدالقیوم سرہندی مجددی سے کی اور اس میں بھی کمال حاصل کیا اور ۱۲۷۰ھ میں جب آپ کے والد گرامی انتقال فرما گئے تو آپ ان کی جگہ پر مسند نشین ہو گئے اور مخلوق کی رہبری کا عظیم کام آپ کے سپرد ہو گیا۔

اخلاق و شمائل:

آپ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل کی جیتی جاگتی تصویر تھے، صاحب مونس المخلصین آپ کے شمائل و اوصاف کا چند الفاظ میں جامع نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> بخلعت اخلاقِ محمدی مفتخر گردیدند تواضع و مسکنت واستقامت شریعت
> وتوکل وصبر و رضا وخدمتِ فقراء ترحم بر خلق اللہ وفور تقوٰی وجود وسخا خاصہ
> حضرت ایشاں بود [۱]

باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر دولت سے سرفراز فرمایا تھا آپ کے اندر غرور و تکبر کا شائبہ تک نہ تھا، آپ کا طرز بود و باش انتہائی سادہ تھا، مریدین جو نذرانے پیش کرتے تھے وہ آپ اکثر فقراء میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے دنیاوی ساز و سامان میں اگر کسی چیز کی طرف آپ کو رغبت تھی تو وہ عمدہ عمدہ دینی کتابیں تھیں۔ اگر کسی اچھی کتاب کا نام سن لیتے تھے تو اس کو حاصل کیے بغیر نہ رہتے تھے۔ اس طرح آپ نے کتابوں کا ایک نایاب اور نادر ذخیرہ جمع کیا جس سے خود بھی استفادہ فرمایا اور آنے والی نسلیں بھی اس سے خوب مستفیض ہوئیں۔

محبت رسول:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو عشق کی حد تک محبت تھی جس کا ثبوت آپ کا وہ پیکر تھا جو اخلاق

اور اوصافِ مصطفیٰ ﷺ کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ زیارتِ حرمین شریفین سات مرتبہ کرنے کے باوجود یہ شوق ہمہ وقت آپ کے سینہ میں موجزن رہتا تھا اور فراقِ محبوب آپ کو ہمیشہ بے چین و بے قرار رکھتا تھا۔

تعظیمِ رسول:

محبت خود آداب سکھا دیتی ہے۔ آپ نے اپنے محبوب نبی کا کس طرح ادب کیا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک روز محمد یوسف صاحب نے حضرت سے دریافت کیا کہ بعض لوگ کہیں سے آئے ہیں اور اپنے آپ کو سید بتلاتے ہیں اب نہ معلوم وہ حقیقت میں سید بھی ہیں یا نہیں لہٰذا ان کی کیا تعظیم کریں۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور اسم گرامی درمیان میں آ گیا ہے لہٰذا اب ان کی تعظیم فرض ہوگئی اگر بالفرض وہ شخص سید ہوا تو وہ تعظیم کا حقدار ہے اس کی تعظیم ہوگی اور اگر سید نہ ہوا تو کم از کم نام کا ادب تو ہوگیا۔

اسی طرح ایک روز سید اسماعیل شاہ کے صاحبزادے سید حیدر شاہ نے اپنے گھر آپ کی دعوت کی جو آپ نے منظور فرمائی، جب دعوت کا دن آیا تو اس روز آپ کی طبیعت کافی ناساز ہوگئی، مخلصین نے عرض کیا کہ آج طبیعت بھی ناساز ہے، گرمی بھی بہت سخت ہے اور مسافت بھی کافی ہے، لہٰذا آپ انکار فرمادیں تو بہتر ہوگا، آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی عام آدمی دعوت کرے تو اتباعِ سنت میں اس کی دعوت قبول کرنا ضروری ہے چہ جائیکہ یہ تو سید زادہ ہیں یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کی باعث بڑے اعلیٰ مرتبہ کے حامل ہیں بھلا ان کی دعوت کیسے رد کرسکتا ہوں کچھ بھی حال ہوجائے ان کے گھر ضرور جاؤں گا۔

آپ کے سیرت نگار اسی قسم کا ایک اور واقعہ نقل کرتے ہیں کہ، ایک صاحب کچھ احادیث کا انتخاب لکھ کر لائے اور حضرت کی خدمت میں اس کو پیش کردیا، اس تحریر میں لکھنے والے نے جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک آیا وہاں ”صلی اللہ علیہ وسلم“ لکھنے کے بجائے جلدی میں مخفف ”صلعم“ لکھ دیا۔ آپ نے جب دیکھا تو سخت تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور کے نام کے ساتھ پورا درود لکھا کرو کیونکہ ایک شخص ایسا ہی کیا کرتا تھا ایک رات کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ نے اس شخص کو مخاطب کرکے فرمایا کہ دوسری باتیں تو خوب لکھتے ہو لیکن جب ہمارا نام آتا ہے تو درود و سلام لکھتے وقت تمہارا ہاتھ نہیں چلتا، یہ خواب دیکھ کر جونہی اس شخص کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اس کے ناخن اس کی

انگلیوں سے جدا ہو چکے تھے۔ حضرت کی زبانی یہ روایت سنکر وہ لکھنے والا لرزہ براندام ہوگیا، اور رو رو کے عرض کرنے لگا کہ حضور اپنی پچھلی غلطی پر انتہائی نادم ہوں آپ اللہ کی بارگاہ میں میرے لیے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ میری اس خطا سے درگزر فرمادے اور مجھے بخش دے، آپ کچھ دیر مراقبہ میں مصروف ہوئے اور سر اٹھا کے فرمایا کہ خوش ہوجاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہاری خطاء معاف فرمادی ہے لیکن آئندہ اس معاملہ میں بے حد احتیاط رکھنا۔

حاضری مزاراتِ اولیاء :

اولیاء کرام اور صوفیائے عظام کے مزارات پر اکثر حاضری دیا کرتے تھے، اور اس کے لیے دور دراز کی مسافتیں طے کیا کرتے تھے۔ جب کسی ولی کے مزار پر حاضر ہوتے تو وہاں کچھ عرصہ قیام فرما کر اچھی طرح اکتسابِ فیض فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ صاحب مونس المخلصین لکھتے ہیں۔

> وبرائے مزارات اولیاء از راہ ہائے دور دراز سفر می کردند و بر مزارات اولیاء قدس اسرارھم مدتے اقامت می کردند'' ۲

سرھند سے ہجرت:

آپ کے آباؤ اجداد کا وطن اصلی تو سرہند شریف تھا لیکن جب سلطنتِ اسلامیہ کو زوال آیا اور سکھوں نے پنجاب پر غلبہ حاصل کیا تو مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا اور شہر کے شہر ویران ہوگئے۔ چنانچہ سرہند شریف سے بھی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی اولاد امجاد نے مختلف ممالک کی طرف ہجرت کرنی شروع کر دی، بعض رامپور چلے گئے تو کچھ عرب شریف چلے گئے اور کچھ خراساں کی طرف ہجرت کر گئے خراساں کی طرف ہجرت کرنے والوں میں آپ کی پانچویں پشت کے آباؤ اجداد، حضرت شاہ غلام حسن اور شاہ غلام حسین بھی تھے یہ دونوں بھائی وہاں کے حکمران احمد شاہ درانی کی استدعا اور اپنے مخلصین کے اصرار پر پشاور ہجرت فرما کے تشریف لے آئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار فرمالی۔ آپ کے جد امجد حضرت شاہ غلام حسن نے آخر تک یہیں اقامت رکھی اور یہیں آپ کا انتقال ہوا۔ مزار بھی آپ کا پشاور شہر سے باہر چھاؤنی کے قریب واقع ہے لیکن شاہ غلام حسن کے فرزند حضرت غلام نبی پشاور سے ترک سکونت کر کے قندھار میں اقامت گزیں ہوگئے یہیں آپ کا وصال ہوا اور اسی شہر میں آپ کا مزار واقع ہے۔ شاہ غلام نبی کے بعد ان کے فرزند خواجہ فضل اللہ انکے فرزند شاہ عبدالقیوم بھی قندھار میں ہی رہے اور یہیں آپ کے

مزارات ہیں۔ خواجہ عبدالرحمٰن کی ولادت اور تربیت بھی یہیں قندھار میں ہوئی وہ مکان اور مسجد جہاں آپ نے اور آپ کے آباؤاجداد نے زندگی بسر کی آج بھی قندھار کے محلّہ ''بردرانی'' میں موجود ہے۔ اپنے والد گرامی شیخ عبدالقیوم کے انتقال کے بعد آپ نے قندھار کے مشرقی جانب ''ازغستان'' کے مقام پر ایک زمین خرید لی تھی مسجد وغیرہ بنا کر وہیں آپ منتقل ہو گئے تھے۔

قندھار سے ہجرت:

۱۲۸۱ھ میں امرائے کابل اور سرداران محمد زئی کے درمیان نااتفاقی کے باعث قندھار طوائف الملوکی کا شکار ہو گیا، انگریزوں کے ایجنٹ امیر عبدالرحمٰن نے ایوب خان کے خلاف قندھار پر لشکر کشی کی اور وقت کے تمام علماء اور مشائخ نے امیر عبدالرحمٰن کی حکومت کو نصرانیوں کی حکومت قرار دیا اور ایوب خاں کی حمایت کرتے ہوئے اس سے جہاد کا فتویٰ دے دیا لیکن امیر عبدالرحمٰن نے قندھار پر غلبہ حاصل کر لیا، اور اپنے مخالفین سے انتقام لینا شروع کر دیا، اور چن چن کر ان کو تہِ تیغ کرنے لگا، چنانچہ عبدالرحیم آخوندزادہ، آغا عمر جان ان کے نوجوان صاحبزادے آغا عبدالباقی جان کو قتل کر دیا یہ صورتحال دیکھ کر حضرت خواجہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تقریباً پچاس ساٹھ افراد خانہ کے ہمراہ عرب شریف کی طرف ہجرت کا ارادہ فرما لیا۔ چنانچہ ۱۲۹۷ھ میں اپنے کچھ مال واسباب اور کتابوں کو لیکر آپ قندھار سے چل پڑے۔ راستہ میں ''قلات بلوچی'' ''بھاگ ناڑی'' گڑھی یسین (شکار پور) میں قیام فرماتے ہوئے کشتی کے ذریعہ معلوی پہنچ گئے، جو آجکل ٹمیاری کے نام سے مشہور ہے۔ ابھی چند روز ہی یہاں قیام فرمایا تھا کہ آپ کے والد کا ایک مرید سید میراں محمد شاہ جو ٹکھڑ کا بہت بڑا زمیندار تھا آپ کو اصرار کر کے ٹکھڑ لے آیا، جہاں آپ نے تقریباً ایک سال قیام فرمایا۔

حجازِ مقدس کی روانگی اور واپسی:

ٹکھڑ سے آپ اپنے تمام اہل خانہ اور دیگر مخلصین کے ہمراہ حجاز مقدس کی طرف روانہ ہو گئے، کراچی اور بمبئی کی بندرگاہوں کو عبور کرتے ہوئے حجاز مقدس پہنچ گئے یہاں ۱۳۰۰ھ سے لیکر ۱۳۰۲ھ تک یعنی تین سال آپ نے طائف شریف اور مکہ معظمہ میں شیخ عبداللہ سندھی (والد شیخ محمد حسین سندھی) کے پاس گزارے اور ایک سال چار ماہ کا عرصہ مدینہ منورہ میں گزارا اس کے بعد دوستوں کے مشورہ اور بعض بزرگوں کے ارشادات پر بالخصوص مولانا مہاجر مکی بانی مدرسہ صولتیہ کے مشورہ پر آپ نے خراساں واپسی کا

ارادہ فرما لیا لیکن جب مراجعت فرما ہوئے اور سندھ سے گزر ہوا تو مخلصین نے عرض کیا کہ حضور! وہاں کے حالات درست نہیں ہیں آپ یہیں سندھ میں قیام فرمائیں اور مخلوقِ خدا کو فیضیاب فرمائیں، چنانچہ آپ نے سید میراں محمد شاہ اور اللہ بخش شاہ کے یہاں ٹکھڑ میں سکونت اختیار فرمالی اور کچھ ہی دنوں میں آپ کا آستانہ مرجع خاص وعام بن گیا۔ بے شمار لوگ آپ کے سلسلہ میں داخل ہو کر راہِ ہدایت پا گئے۔

ٹنڈو سائیں داد میں سکونت:

وصال سے دو تین سال قبل یہ واقعہ رونما ہوا کہ دریائے سندھ کا رخ تبدیل ہو کے ٹکھڑ کی جانب ہو گیا جس سے اس گاؤں کی تباہی کے آثار پیدا ہو گئے لوگوں نے یہ گاؤں چھوڑ کر مختلف مقامات پر منتقل ہونا شروع کر دیا۔ آپ کا ایک مرید میر غلام علی تالپور تھا جو ٹنڈو غلام علی میں رہتا تھا اس نے آپ سے درخواست کی کہ ٹنڈو محمد خاں کے قریب ٹنڈو سائیں داد میں نہر کے کنارے میری زمین اور باغات ہیں اور وہ بڑا پر فضا مقام ہے اور دریا کا وہاں خطرہ بھی نہیں ہے آپ وہاں سکونت اختیار کر لیں تو میرے لیے انتہائی باعث سعادت ہوگا۔ میں وہاں کی زمین درگاہ کے لیے نذر کرتا ہوں آپ قبول فرمالیں تو میری خوش نصیبی ہوگی آپ نے اس کی درخواست کو شرفِ قبولیت عطاء کیا اور یہاں مستقل سکونت اختیار فرمالی۔

وفات:

۲ ذیقعد ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء بروز جمعۃ المبارک ضحوہ کبریٰ کے وقت اکہتر سال کی عمر پا کر جاں بحق ہو گئے۔ آپ کا مزار مبارک ٹنڈو سائیں داد سے چند میل کے فاصلہ پر اور ٹکھڑ کے جانب شمال ایک میل کی مسافت پر ''کوہ گنجہ کے دامن میں واقع ہے۔ زائرین کی سہولت اور آسانی کے لیے وہاں مسقف کمرے اور دالان ہیں لیکن آپ کی وصیت کے باعث قبر مبارک کے محاذی چھت میں سوراخ کر دیا گیا ہے تاکہ قبر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے۔

منقبت:

ٹکھڑ کے ایک جید عالم فاضل اور عظیم شاعر حکیم سید حاجی حافظ قاضی اسد اللہ شاہ فدا نے آپ کی شان میں ایک منقبت لکھی تھی جس کے ہر مصرعہ کے پہلے لفظ سے آپ کی عمر مبارک۔ (۷۱) اور پہلے مصرعہ سے آپ کا سنہ وفات ۱۳۱۵ھ نکلتا ہے۔

اس منقبت کے چند اشعار بطور نمونہ تحریر کیے جاتے ہیں۔

مطلع

حاحزن آں سر ولا رفت از جہاں
اے ۱۲۴۴ھ
واء ویلا ھائی رحلت کرد آں عین الیقین
اے ۱۳۱۵ھ
پاک بازی زیب دہ آں خازن اسرار گنج
اے ۱۲۴۴ھ
بوئے احمد سرو ناز مرشد ہر انس و جاں
اے ۱۳۱۵ھ
بدر دین بدر سماء رشد صاحب عقل فہم
اے ۱۳۱۵ھ
مہبط انوار ارحم خواجہ سرہندیاں
اے ۱۳۱۵ھ
با ادب ایں آمدہ رحلت ولادت سنہ
اے ۱۲۴۴ھ
تویاب از جاں فدا ہر مصرع اے ہر کارواں
اے ۱۳۱۵ھ

تصنیفات:

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن مجددی علوم عقلیہ ونقلیہ میں یگانہ روزگار تھے فارسی اور عربی میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے، نظم سے آپ کو کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن نثر بہت سلیس اور مسجع تحریر فرماتے تھے۔ آپ کی تصنیفات حدیث، فقہ، سلوک اور تصوف کے موضوع پر پائی جاتی ہیں، فارسی زبان میں آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات ہیں۔

۱...... شیخ یحیٰی منیری کے اعتراضات کے جواب میں ایک رسالہ
۲...... مسائل فقہیہ

۳...... فتاویٰ

۴...... ملاحسین واعظ کاشفی کی کتاب ''الرشحات'' پر ہونے والے اعتراضات کے جواب میں ایک رسالہ

۵...... آغاز سلوک

۶...... دعائے ختم القرآن (عربی)

مندرجہ بالا کتابوں میں سے کچھ طبع ہو چکی ہیں جبکہ بقیہ غیر مطبوعہ حالت میں ٹنڈو سائیں داد کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

اولاد امجاد:

آپ نے چار شادیاں فرمائیں، ہر ایک سے اولاد ہوئی لیکن وہ آپ کے سامنے ہی میں فوت ہو گئیں۔ سوائے آخری زوجہ محترمہ کے کہ ان سے دو فرزند اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں۔

ایک صاحبزادے کا نام خواجہ محمد حسن جان جو کہ آپ کے بعد جانشین ہوئے اور دوسرے خواجہ محمد حسین جان مجددی تھے۔

(۸)

شیخ عبدالرحیم گرہوڑی

☆☆

سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ (لواری شریف) کے چار مشہور خلفاء میں سے ایک بلند پایہ خلیفہ شیخ عبدالرحیم گرہوڑی ہیں جو اپنے وقت کے مشہور اور متبحر عالم وفاضل اور صاحبِ تصانیف بزرگ تھے آپ کے والد کا نام سعد اللہ تھا۔

صاحب فردوس العارفین کی رائے:

چنانچہ حضرت مخدوم محمد زمان کا اولین سوانح نگار میر بلوچ خان تالپور اپنی کتاب ''فردوس العارفین'' میں آپ کا مقام ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

> طراز طریق ولایت اندراج نہایت فی البدایت صاحب الولایۃ شیخ
> عبدالرحیم گرہوڑی از جملہ خلفاء اربعہ آنحضرت است فضیلت وشخصیتِ

ایشاں محتاجِ بیاں نیست عالم بود بعلم فروع و اصول!۔

وطن:

آپ اصل میں گرہوڑ نامی قصبہ کے رہنے والے ہیں اسی وجہ سے ''گرہوڑی'' کہلاتے ہیں۔ گرہوڑ، ضلع تھرپارکر کا ایک گاؤں ہے۔

علوم ظاہر:

کشور علم ظاہر کے آپ بادشاہ تھے۔ تمام علوم ظاہری پر آپ کامل دسترس رکھتے تھے۔ بچپن ہی سے آپ کی ذہانت اور لیاقت کا یہ عالم تھا کہ علمی مناظرہ اور مباحثہ میں کوئی آپ سے جیت نہیں سکتا تھا جو سامنے آجاتا شکست سے دوچار ہو کے جاتا آپ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ حدیث، فقہ، تصوف، اور دیگر علومِ اسلامیہ پر آپ کی بے شمار تصانیف تھیں جو آپ کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت تھیں، لیکن افسوس مدد خان افغانی کے دور میں جب ہنگامے اور بدامنی پھیلی تو ان میں سے اکثر کتابیں ضائع ہوگئیں، چنانچہ صاحب فردوس العارفین رقمطراز ہیں کہ ''تصانیف ایشاں درتفرقہ مدد خاں افغان گمشدہ''۔

اس وقت آپ کی مشہور کتابوں میں یہ چند تصانیف دستیاب ہیں۔

۱۔ فتح الفضل:۔ اپنے پیر و مرشد حضرت محمد زماں کے ملفوظات اور ان کی تشریح (یہ کتاب راقم الحروف کے پاس بھی قلمی موجود ہے)

۲۔ شرح ابیات سند:۔ مخدوم محمد زماں کے سندھی عارفانہ کلام کی عربی شرح

۳۔ ابیات مثنوی:۔ اپنے پیرزادہ یعنی مخدوم محمد زماں کے صاحبزادے اور جانشین مخدوم میاں گل محمد کی تعریف میں فارسی کے اشعار۔

۴۔ بعض کتبِ معتبرہ کے حواشی:۔ یہ تمام قلمی کتابیں لواری شریف کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

علم باطن:

علم ظاہر کے نشہ میں آپ فقراء اور صوفیہ کو خیال میں ہی نہیں لاتے تھے چنانچہ ابتداء میں آپ حضرت سلطان الاولیاء کا مذاق اڑایا کرتے تھے ایک دفعہ ایک شخص جو حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں کا مرید تھا وہ اپنے مرشد سے ملنے کے لیے لواری شریف جارہا تھا راستے میں شیخ عبدالرحیم گرہوڑی مل گئے۔ اس مرید

سے مذاق کرتے ہوئے کہا کہ میری طرف سے اپنے پیر سے پوچھنا کہ معراج خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھی یا کسی دوسرے کو بھی حاصل ہو سکتی ہے؟

یہ مرید جب لواری پہنچا تو وہاں حضرت سلطان الاولیاء کی معیت اور صحبت میں ایسا محو ہوا کہ اسے شیخ عبدالرحیم گرہوڑی کا پیغام دینا یاد ہی نہیں رہا جب وہاں سے رخصت ہونے لگا تو حضرت سلطان الاولیاء نے خود ہی اس سے فرمایا کہ ”فلاں شخص نے ہمارے لیے کیا پیغام دیا تھا“۔؟

مرید بڑا حیران ہوا اور پورا واقعہ اور عبدالرحیم گرہوڑی کا پیغام حضرت کو پہنچایا آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ”عبدالرحیم سے کہہ دینا کہ بغداد کے ایک خلیفہ نے خاص اپنے لیے ایک پل تعمیر کرایا تھا جس پر سے وہ گزرا کرتا تھا، وہ پل آج بھی موجود ہے اور ہر شخص اس پل سے گزر سکتا ہے اسی طرح معراج کے ذریعے حضور نے اس جہاں اور اِس جہاں کے درمیان ایک پل قائم فرمایا تھا جو آج بھی قائم ہے۔ اگرچہ وہ پل بنایا حضور ہی کے لیے گیا تھا لیکن یہ سلطان کے فخر کی بات ہے کہ اس کے پیچھے پیچھے اس کے صدقہ میں اس کا لشکر بھی گزر جائے وہ مرید واپس آیا اور جب حضرت کا یہ پیغام شیخ عبدالرحیم کو دیا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور حضرت سلطان الاولیاء کی عظمت اور محبت ان کے دل میں پیوست ہوتی چلی گئی، آخر حاضر خدمت ہو کر مرید ہوئے، سلوک کی منزلیں طے کیں اور اس میدان میں بھی اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوتے چلے گئے۔

سلطان الاولیاء سے عقیدت:

پھر تو سلطان الاولیاء کی عظمت عقیدت اور محبت نے ایسی دل میں جگہ کی کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

> پہلے مجھے فخر تھا کہ مجھ جیسا دنیا میں کوئی عالم نہیں، لیکن جب میں حضرت کے سامنے گیا تو یہ نشہ اتر گیا اور اب تو حضرت کے سامنے خود کو ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے کسی بہت بڑے فاضل کے سامنے ایک جاہل بیٹھا ہے۔

اور کبھی آپ کی عظمت کو ان الفاظ میں بیان فرماتے تھے:

> جس نے ایک مرتبہ حضرت کی توجہ حاصل کر لی وہ سارے سندھ کے مشائخ کا امام اور سردار ہو گیا۔

حضرت کی شان میں آپ کا یہ شعر بڑا مشہور ہے۔

اے وجودِ ہر دو عالم شمسِ گیتی بے گماں
گاہ آدمؑ گاہ احمدؐ گہ بود محمد زماں

آستانہ کا ادب:

آپ کی نگاہ میں مرشد کے آستانہ کا اتنا ادب تھا کہ جب تک آپ لواری شریف میں رہے کبھی جوتی نہیں پہنی اور ہمیشہ باوضو رہے۔ کبھی ناک یا بلغم وغیرہ آتا تو اس سرزمین میں کبھی نہیں تھوکتے بلکہ اس کو اپنے کپڑوں کے ایک پلو میں تھوک لیا کرتے تھے یہی ادب تھا جس نے آپ کو اس مرتبہ پر پہنچا دیا۔

خواجہ گل محمد کا دور:

سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں کے بعد جب آپ کے فرزند خواجہ گل محمد گیارہ سال کی عمر میں مسند آرائے رُشد و ہدایت ہوئے تو بہت سے لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ ابھی کمسن ہیں اس منصب کے اہل نہیں، لیکن شیخ عبدالرحیم گرہوڑی نے اپنے علم کے زور پر اور عقلی دلائل سے ثابت کر دیا کہ لیاقت اور قابلیت یہ خدا کی دین ہوتی ہے جس کے لیے کم عمری اور کم سنی حائل یا رکاوٹ نہیں، اور سب سے پہلے آپ نے ان سے بیعت کی اور پھر دیگر مریدین نے حضرت خواجہ گل محمد کے ہاتھ پر بیعت کی۔

بعض بزرگوں سے ایک روایت یہ بھی سننے میں آئی ہے کہ حضرت سلطان الاولیاء کے وصال کے بعد حضرت خواجہ گل محمد کے ماموں اس سجادہ پر متمکن ہوگئے اور تمام مریدین کو بہکا دیا کہ ابھی گل محمد بہت بچہ ہے، اس منصب کو ابھی سنبھال نہیں سکتا جب شیخ عبدالرحیم گرہوڑی کو پتا چلا تو انہوں نے خواجہ گل محمد کے ماموں کو کھینچ کر مسند سے ہٹا دیا اور اپنے مرشد کے حکم کے مطابق خواجہ گل محمد کو مسند پر بٹھا دیا اور جب لوگ آتے تو آپ خواجہ گل محمد کو اپنی گود میں لیکر بیٹھ جاتے اور لوگوں سے کہتے آؤ اور توجہ لو اور دیکھو سلطان الاولیاء کی نسبت آرہی ہے یا نہیں، کہتے ہیں کہ جب تک خواجہ گل محمد ہوشیار اور بالغ نہ ہوگئے اس وقت تک آپ لواری شریف ہی میں رہے اور اسی طرح اپنے پیرزادہ اور پیر خانہ کی خدمت انجام دیتے رہے اور دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیتے رہے۔

ویسے آپ کو خواجہ گل محمد سے بڑی عقیدت اور محبت تھی اور پیرزادہ ہونے کے باعث آپ انکا بہت احترام کرتے تھے انہی جذباتِ عقیدت و محبت کی جھلک ان اشعار میں نظر آتی ہے جو آپ نے خواجہ گل محمد

کی مدح وتعریف میں تحریر فرمائے تھے، ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔

گل محمد دل منازلہا تمام
غیر بلبل ایں چہ داند خاص عام

خاک مسجود است سہر بوئے گل
جز خراباتے بنا شد جائے حل

عارف آں باشد کہ باشد گل شناس
گل ببیند حملہ بیند بے قیاس

جان مر جانِ ولی را دوست نیست
رابطہ شاں انچہ انرا پوست نیست

خلق پندارد ولی را شہدتے
روئے خود دیدند او را زحمتے

تا قیامت آزمائش دائم است
بس بہر دورے ولی قائم است

خلوت وجلوت:

لواری شریف سے جانے کے بعد آپ اپنے گاؤں گرھوڑ میں آ کر خلوت گزیں ہو گئے۔ دن رات عبادت میں مصروف رہتے تھے کھانا بہت تھوڑا تناول فرماتے تھے اور اس پر بھی کبھی کبھی مسہل لیکر معدہ بالکل صاف کرلیا کرتے تھے جس کی وجہ سے انتہائی ضعف آپ کو لاحق ہوگیا تھا۔ دن اور رات ایک چھوٹی سی چٹائی اور ایک چادر میں گزارتے تھے۔

ایک روز خلوت سے جلوت میں تشریف لے آئے اور اس شان سے آئے کہ پہلے غسل فرمایا صاف ستھرے کپڑے پہنے اور ایک ڈھنڈورچی کو بلا کر سب جگہ اعلان کرادیا کہ۔

آج جو شخص بھی ہماری بیعت کریگا کل قیامت کے دن ہم اس کے

ذمہ دار ہونگے اس کو آفتوں اور مصیبتوں سے بچانا ہمارے ذمہ ہوگا۔

مشہور ہے کہ دوسرے روز ایک آدمی دور دراز سے آپ کا یہ اعلان سن کر آیا لیکن آپ نے فرمایا کہ یہ اعلان صرف کل کے لیے ہوا تھا اور یہ حکم بھی ہمیں صرف کل کے لیے ہوا تھا آج کے لیے نہیں۔

آپ اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:

> مجھے پیری مریدی کا کوئی شوق یا تمنا نہیں بلکہ صرف اللہ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے لوگوں کو اپنے مرشد کے طریقہ میں داخل کرتا ہوں۔

میر بجار خان تالپور کی عقیدت:

میر بجار خان تالپور جب کلہوڑوں کے ظلم وستم سے تنگ آ گیا تو آخر کار اس نے کلہوڑوں سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا، چنانچہ وہ حضرت شیخ عبدالرحیم گرہوڑی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور دعا کے لیے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ تمہاری کامیابی اور فتح اس شرط پر موقوف ہے کہ یہ عہد کرو کہ دیندار لوگوں کی حمایت اور حفاظت کیا کرو گے اور بے دین لوگوں کو رسوا اور پائمال کرو گے، اگر اس شرط پر تم نے عمل کیا تو خوشخبری سن لو کہ تمہاری حکومت اور سلطنت پشت در پشت چلے گی میر بجار خان نے آپ کی یہ شرط قبول کر لی آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور اللہ نے آپ کی دعا کے صدقے میں تالپوروں کو فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا۔

تعمیر مسجد:

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے ایک خلیفہ شیخ طاہر مجذوب گذرے ہیں جو اڈیرو لال کے نام سے مشہور تھے ان کی خدمت میں مسلمان کافر سب حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد کافروں نے مسلمانوں کو بھگا کر اپنا تسلط جما لیا۔ جب شیخ عبدالرحیم گرہوڑی کو پتا چلا تو آپ اپنے مریدین کی ایک جماعت کے ہمراہ تشریف لے گئے اور وہاں ایک مسجد تعمیر کرائی اور مسلمانوں کا دوبارہ تسلط قائم کرایا۔

بت خانہ کا انہدام:

آپ کے گاؤں گرہوڑ سے تیس کوس کے فاصلے پر تھر کے علاقے میں ایک بت خانہ تھا جہاں رات دن بتوں کی پوجا ہوتی تھی آپ کی شروع سے یہ خواہش تھی کہ اس مندر کو گرا دیا جائے ایک روز آپ لواری سے

واپس آرہے تھے کہ راستہ میں کسی نے خبر دی کہ کچھ پجاریوں نے مسلمانوں کو ہندو بنالیا ہے یہ سن کر آپ کو جلال آگیا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ”آؤ اس بت خانہ کو اب تباہ کر کے رہیں گے اور ایک دوست کو آپ نے خواجہ گل محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شعر کی زبان میں یہ پیغام بھیج دیا کہ۔

جہ کن ثو پایا کوڑ مان تہ کی کجاڑو
ماٹس ستاڑو پٹس نالو کین کی ۲

حضرت خواجہ گل محمد نے جب یہ پیغام سنا تو بہت افسوس کیا اور فرمایا کہ ”عبدالرحیم کا آخری وقت آگیا ہے“۔ الغرض شیخ عبدالرحیم اپنے مرید غازیوں کی ایک جماعت لیکر اس مندر کو ڈھانے کے لیے چل پڑے، کسی نے عرض کیا کہ حضور! مندر کے پجاری وہاں کے ہندو بہت طاقت والے اور کثیر تعداد میں ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ کوئی پروانہیں۔ ”اگر وہ بت خانہ تباہ ہوا تب بھی ہماری فتح ہے اور اگر یہ بت خانہ تباہ ہوا تب بھی ہماری ہی فتح ہے“ (اور انگلی سے اپنے نفس کی طرف اشارہ فرمایا)۔

گرو سے گفتگو:

بہر حال آپ غازیوں کے ایک لشکر کے ساتھ مندر تک پہنچ کر اس کی چھت پر چڑھ گئے۔ اور سب سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی جس کو انہوں نے قبول نہیں کیا، اور ایک روایت کے مطابق اس مندر کے پجاریوں کے گرو نے آپ سے کہا کہ آیئے صلح صفائی کر لیتے ہیں آپ بھی فقیر ہم بھی فقیر لڑائی جھگڑے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے اس گرو سے فرمایا جو کہ بہت موٹا تھا اور آپ بہت کمزور اور دبلے پتلے تھے کہ اگر صلح صفائی چاہتے ہو تو آؤ مجھ سے کشتی کر لو جو ہار جائے گا وہ اپنا مذہب چھوڑ کر جیتنے والے کا مذہب قبول کریگا۔ جب اس بات کو اس گرو نے قبول نہیں کیا تو آپ نے دوسری ترکیب پیش کی کہ پھر ایسا کرو کہ ایک بڑی ترازو لیکر آؤ اس کے ایک پلے میں تم بیٹھ جاؤ اور دوسرے پلے میں میں بیٹھ جاتا ہوں جو پلہ بھاری ہو کر جھک جائے اس ہی کی فتح لیکن باوجود اس کے کہ وہ گرو لحیم شحیم اور موٹا تھا اور آپ اس کے مقابلہ میں نہایت ہی کمزور اور لاغر تھے مگر آپ کے مذہب کی حقانیت کے ڈر سے یہ بات بھی قبول نہیں کی۔ پھر آپ نے تیسری چیز پیش کی کہ ایسا کرو ایک کمرہ میں صرف تم اور میں بیٹھ کر ایک دوسرے پر تصرف کرتے ہیں جو اپنا مذہب منوالے اور قبول کرانے میں کامیاب ہو جائے وہی کامیاب اور فاتح ہے۔ لیکن جب اس گرو نے یہ بات بھی ماننے سے انکار کر دیا تو آپ نے اپنے غازیوں کو اس مندر پر حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ حکم پاتے ہی

تمام غازی اس مندر پر پل پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ مندر کھنڈر بن گیا اور ان کا گرو مارا گیا۔ اس اثناء میں آپ زور زور سے "ایاک نعبد" اور "ایاک نستعین" کا نعرہ بلند فرماتے رہے یہ اسی کی برکت تھی کہ غیبی مدد شامل حال رہی اور آپ کو خدا نے فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔

شہادت:

لیکن اس کے تھوڑی دیر بعد پھر ان پجاریوں نے منظم اور مسلح ہو کر تلواروں اور بھالوں سے آپ پر اچانک حملہ کیا اور ایک روایت کے مطابق کچھ منافق مسلمان جو ان کا دھرم قبول کر چکے تھے وہ بڑی عقیدت سے آپ کی خدمت میں آئے اور دھوکے سے حملہ کر کے آپ کو زخمی کر دیا یہاں تک کہ آپ زخموں کی تاب نہ لا کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے آپ کا جسدِ مبارک وہاں سے آپ کے اصلی وطن گرھوڑ لایا گیا اور یہیں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ یہ المناک واقعہ سنہ ۱۱۹۲ھ/ ۱۷۷۸ء میں پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس برس کی تھی۔

کرامت:

یوں تو آپ کی بے شمار کرامتیں ہیں لیکن ایک مشہور کرامت جو آپ کی شہادت کے وقت لوگوں نے دیکھی اور مورخین نے اس کو نقل کیا وہ یہ ہے کہ جب کفار اور منافقین نے آپ پر تلواروں اور بھالوں سے حملہ کیا تو آپ زخموں سے چور ہو گئے لیکن بدن سے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرا۔

(۹)

عبدالستار جان

☆☆

حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی کے دوسرے صاحبزادے عبدالستار جان سرہندی جو فضائل علمی سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے عالی ہمت اور بلند حوصلہ کے مالک تھے۔

ولادت:

سنہ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء کو ماہ رجب المرجب میں ٹکھڑ گاؤں میں آپ کی ولادت ہوئی، جب آپ کی ولادت ہوئی تو اس وقت آپ کے جد بزرگوار خواجہ عبدالرحمٰن بقیدِ حیات تھے، اور وہ آپ پر بڑی شفقت

فرمایا کرتے تھے انہوں نے اپنے کندھوں پر آپ کو کھلایا ہے۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے اپنے وقت کے متبحر عالم علامہ حافظ محمد یوسف سے ابتدائی عربی، فارسی کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد اپنے والد گرامی کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور انہی سے اپنی تعلیم کی تکمیل کی۔

اوصاف وخصائل:

اچھی سیرت عمدہ اخلاق، علوم، فنون، بزرگی، عبادت گزاری یہ سب آپ کو اپنے خاندان سے ورثہ میں ملی تھی۔ آپ نے بہت سے ممالک کے سفر کیے اور دنیا کے عجائب وغرائب کو دیکھا اور علوم ومعلومات کے خزانے حاصل کیے۔ آپ بڑے خوش مزاج عالم باعمل، شریعت کے پابند حق گو اور بڑے بے باک مقرر تھے۔ عالی ہمتی اور بلند حوصلگی آپ کا وصفِ خاص تھا اور اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب حرمین شریفین میں قحط پڑا تو آپ نے سندھ کے علاقہ میں گندم اور بہت سا فنڈ تن تنہا جمع کیا اور حکومت کی مزاحمت اور ممانعت کے باوجود اس کو حرمین شریفین پہنچا کر دم لیا۔ اور اس کو فقراء حرمین شریفین میں تقسیم فرما کر سکون واطمینان حاصل کیا۔

اسی طرح اپنے والد گرامی کی ان کے آخری ایام میں آپ نے بڑی جانفشانی کیساتھ خدمت کی۔ آپ کی تیمارداری، علاج معالجہ اور ہر قسم کا آرام پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے دیا۔

شاعری:

شعر وشاعری سے بڑا ذوق رکھتے تھے، اور عمدہ کلام کہتے تھے۔ ٹنڈو سائنداد میں ''انجمن شعراء'' کی بنیاد بھی آپ ہی نے رکھی اور اس انجمن کے تحت بہت سے مشاعرے بھی کرائے۔ فارسی اور سندھی دونوں زبانوں میں آپ شعر کہتے تھے۔ آپ کی شاعری کا اپنا ایک الگ رنگ تھا۔ بطور نمونہ چند اشعار لکھے جاتے ہیں۔

سر نہ پیچم ز تو تاتاب و توانم باقی است
دل نہ گیرم ز تو تا روح و روانم باقی است

مایۂ زندگی و حاصلِ عمرِ خود را
صرف کردیم مگر مہرِ بُتانم باقی است

رفعت آرام و سکون در رہ عشق تو مگر
سوزِ دل دردِ جگر آہ و فغانم باقی است

گرچہ در چشم زدن رفت نگارم ز من
مزۂ بوسے آں لعل لبانم باقی است

سطر با باز سرا نغمۂ داؤدی را
پیر گشتیم چہ شد عشق جوانم باقی است

اولاد:

آپ نے چار شادیاں کیں۔ پہلی شادی آغا غلام دستگیر جان (ولد غلام جان) کی صاحبزادی سے کی جس سے دو صاحبزادے غلام فاروق (ولادت ۱۳۳۱ھ) اور غلام عثمان (ولادت ۱۳۳۳ھ) پیدا ہوئے۔

دوسری شادی آپ نے آقا محمد حسین کی صاحبزادی سے کی جو وفات پا گئیں اور ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

تیسری آپ نے آغا عبدالحلیم کی صاحبزادی سے کی جن کے بطن سے ایک لڑکا غلام صدیق (ولادت ۱۳۴۶ھ) پیدا ہوا۔ یہ زوجہ بھی جب انتقال کر گئیں تو آپ نے آغا غلام اسماعیل کی صاحبزادی سے چوتھا نکاح کیا جن کے بطن سے چار صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

(۱۰)

مخدوم عبدالواحد سیوستانی

☆☆

آپ سندھ کے عظیم فقیہ، عالمِ باعمل، محقق و مدقق، مفتی و صوفی اور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے۔

نام ونسب:

آپ کا پورا اسم گرامی ''مخدوم عبدالواحد قاضی محمد احسان'' تھا، لیکن مشہور صرف ''عبدالواحد سیوستانی'' کے نام سے تھے، آپ کے والد گرامی کا نام مخدوم دین محمد تھا اور آپ کے جد امجد کا نام بھی ''عبدالواحد پاٹائی'' تھا۔

والد ماجد:

آپ کے والد مخدوم دین محمد اصل ''پاٹ'' کے رہنے والے تھے لیکن وہاں سے منتقل ہو کر آپ سہون میں آ کر آباد ہو گئے۔ اور یہیں انہوں نے شادی کی جس سے ان کے دو صاحبزادے ہوئے ایک مخدوم عبدالواحد اور دوسرے محمد حسن۔ مخدوم دین محمد بھی اپنے وقت کے بلند پایہ عالم اور صوفی بزرگ تھے اور سندھ کے مشہور صوفی بزرگ شاہ عبداللطیف بھٹائی سے بڑے گہرے دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ سندھ کا اس وقت کا حاکم میاں نور محمد کلھوڑا آپ پر بڑا اعتماد اور بھروسا کرتا تھا۔

ولادت:

مخدوم عبدالواحد سیوستانی کی ولادت اسی شہر سہون میں ۱۱۵۰ھ میں ہوئی۔ ''فرخ سیر'' کے لفظ سے آپ کا سنہ ولادت نکلتا ہے۔

تعلیم وتربیت:

جس وقت حضرت مخدوم کی ولادت ہوئی اس وقت سہون علم وفضل کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ بڑے بڑے علماء وفضلاء اس شہر میں جلوہ گر تھے اور خود آپ کا خاندان بھی علماء اور صوفیہ سے بھرا ہوا تھا، چنانچہ ایسے علمی ماحول میں اپنے فاضل ومحقق علم وعمل میں یگانہ والد ماجد کی زیرِ نگرانی آپ کی تعلیم کی ابتداء ہوئی اور انہیں کے زیرِ سایہ آپ نے علم کی تکمیل کی۔

علمی وفقہی مقام:

علومِ ظاہری کو اپنے کمال پر پہنچایا اور فقہ حنفی میں وہ درک اور مقام حاصل کیا کہ ''نعمان ثانی'' کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔ دور دور سے آپ کی خدمت میں فتوے آتے تھے اور آپ اس کے محققانہ جوابات تحریر فرما کر ارسال فرماتے تھے۔ آپ کے لکھے ہوئے ان فتوؤں کا یہ مقام تھا کہ اس زمانے کے

بڑے بڑے علماء آپ کے قول پر خاموش ہو جاتے تھے اور آپ کے ارشاد کو بغیر کسی حیل وحجت کے تسلیم کر لیتے تھے۔

آپ جو بھی فتوی تحریر فرماتے تھے اس کو آپ کے ایک شاگرد مولوی محمد افضل نقل کر لیا کرتے تھے۔ وہ فتاوی جمع ہوتے ہوتے تین ضخیم جلدوں کی صورت اختیار کر گئے اور اس بیش بہا علمی خزانہ کا نام ''جمع المسائل علیٰ حسب النوازل'' رکھا گیا جو آج کل ''بیاض واحدی'' کے نام سے مشہور ہے آپ کے فتاوی کا یہ قیمتی مجموعہ سندھ کے مختلف قدیم علمی کتب خانوں میں موجود ہے!۔

تینوں جلدوں کی فوٹو اسٹیٹ کاپی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مکرانی کے ملیر کے کتب خانہ کے اندر موجود ہے جس کی اس حقیر نے بھی زیارت کی ہے اس کو پڑھ کر حقیقت یہ ہے کہ آپ کی فصاحت، علمیت اور فقہ کی جزئیات پر آپ کی گہری بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

عقائد ونظریات:

آپ کی نظر میں کھانے وغیرہ پکوا کر مردہ کو ثواب پہنچانا جائز ہے، بلکہ اس کھانے وغیرہ کی اضافت مردہ کی طرف کر کے اگر یہ بھی کہد یا جائے کہ یہ فلاں مردہ کے لیے ہے تب بھی وہ جائز رہے گا۔

آپ کے عقیدہ اور مسلک میں خوش الحانی کیساتھ میلاد شریف کا پڑھنا اور سننا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن تھا، اور اس پر دلیل آپ نے عشق کے رنگ میں ڈوب کر دی، کہ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کے ذکر سے انسان لطف اندوز ہو، لہٰذا ایک عاشق کے سامنے اس کے محبوب آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب ذکر کیا جائیگا اور وہ بھی لحن داؤدی کے اندر اور اچھی آواز کے ساتھ تو لطف ولذت دوگنی ہو جائیگی اور کیف وسرور دوبالا ہو جائیگا۔

اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے مزارات کی حاضری اور انکی زیارت آپ کے خیال میں نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

بیعت وخلافت:

علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنیہ میں بھی آپ بلند مقام رکھتے تھے اور علم باطن کی تکمیل آپ نے خانوادہ مجددیہ کے چشم وچراغ، حضرت خواجہ صفی اللہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۲ھ) سے کی، انہیں سے آپ بیعت ہوئے اور انہیں سے اجازت وخلافت حاصل کی۔

آپ کی بیعت کا واقعہ اس طرح سے ہے کہ حضرت خواجہ صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا، راستہ میں آپ کا گذر سہون سے ہوا، یہاں جب آپ نے قیام فرمایا تو رات کو خواب میں آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت ہوئی جو آپ سے فرما رہے تھے کہ ہمارے فرزند عبدالواحد[3] کو اپنے سلسلۂ طریقت میں داخل کرو۔ چنانچہ جب صبح مخدوم عبدالواحد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کی تعمیل ارشاد کرتے ہوئے ان کو بیعت فرما کر روحانی اور باطنی دولتوں سے ان کو مالا مال کر دیا۔ اور خرقہ خلافت عطاء فرما کر تحریری اجازت نامہ سے سرفراز فرمایا۔

کمال باطنی:

راہِ سلوک میں آپ کے کمال اور ارفع واعلیٰ مقام کا اندازہ آپ کے مرشد کے اجازت نامہ سے ہوتا ہے، جس میں انہوں نے آپ کے لیے فرمایا کہ اس عظیم امانت کو ہم اسکے اہل کے سپرد کر رہے ہیں۔

پھر خود حضرت خواجہ صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم خلیفہ خواجہ فضل اللہ سرہندی مجددی قندھاری اپنی تصنیف لطیف عمدۃ المقامات میں آپ کی رفعت ومنزلت کا یوں اعتراف کرتے ہیں:

> مخدوم عبدالواحد احمد سیوستانی مشہور بہ مخدوم محمد احسان صاحب فضائل وکمالات صوری ومعنوی از خدمت ایشاں اجازت داشت[4]۔

اس کے علاوہ آپ کے کمالِ باطن کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹوی جو حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کے پوتے اور حضرت خواجہ صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے وہ عظیم خلیفہ تھے جن کے ذریعہ سندھ میں آپ کے سلسلہ کو بڑا عروج حاصل ہوا جب حضرت خواجہ صفی اللہ حرمین شریفین کی زیارت کے لیے جا رہے تھے اور راستہ میں حدیدہ (یمن) کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی تو اس وقت حضرت مخدوم ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہی ہمراہ تھے۔ اور سفر ختم کر کے آپ سندھ واپس پہنچے اور حضرت مخدوم عبدالواحد سیوستانی کو پیغام بھجوایا کہ سلوک کی منزلیں اور اس کے کچھ مقامات اگر رہ گئے ہیں تو وہ ہمارے پاس آ کر طے کر لو، لیکن آپ کو اپنے مرشد خواجہ صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہی نظر میں سب کچھ مل گیا تھا اب آپ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ لہٰذا آپ نے انکار میں جواب بھجوا دیا[5]۔

میر کرم علی خان کا انجام:

صاحب تذکرہ مشاہیرِ سندھ نے آپ کا ایک واقعہ ''مسودات میاں حبیب اللہ'' سے نقل کیا ہے جس

سے آپ کی زندگی کے بہت سے گوشوں مثلاً عقائد، کرامات، شعروشاعری وغیرہ پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

لکھا ہے کہ آپ کے زمانے میں حیدرآباد کے تالپوروں میں سے میر کرم علی خاں اپنے عروج پر تھا سہون سے باہر اس کی ایک شکارگاہ تھی جہاں وہ شکار کھیلنے کے لیے آتا تھا۔ اسی کے قریب ”کریم پور“ نام کا ایک قصبہ تھا جہاں وہ ایک علمی مجلس جماتا تھا جس میں مخدوم عبدالواحد اور دیگر سہون کے بہت سے بڑے بڑے علماء کو مدعو کرتا تھا اور اس میں علمی اور اختلافی مذہبی موضوعات زیرِ بحث لایا کرتا تھا، ایک روز اسی محفل میں میر کرم علی نے خلافتِ راشدہ کا مسئلہ چھیڑ دیا اور چونکہ وہ شیعیت کی طرف مائل تھا اس لیے اس نے کہا کہ دراصل حضور اکرم ﷺ کے بعد خلیفۂ برحق تو حضرت علی تھے اور یہ حق بھی انہی کا تھا لیکن دوسرے خلفاء نے زبردستی اس منصب خلافت پر قبضہ جمالیا۔ اس پر محفل میں حاضر ایک صاحب جنکا نام ”میر محمد عباسی“ تھا انہوں نے اسکے جواب میں ایک صحیح مسلم کی حدیث پیش کی اور اس کے ذریعہ حضرت ابوبکر کی بلافصل خلافت کو ثابت کیا جسے سن کر میر کرم علی لاجواب ہوگیا۔ بڑا پریشان ہوا اور منہ بنا کر کہنے لگا کہ کچھ بھی ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے ہر حال میں افضل تھے۔ اس پر ایک عالم نے جو اسی مجلس میں حاضر تھے۔ یہ حدیث پیش کی کہ:

مَاطَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَاغَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ اَفْضَلَ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیّاً۔

یعنی پیغمبروں کے علاوہ ابوبکر سے زیادہ کوئی ایسا افضل اور اعلیٰ شخص نہیں جس پر سورج نکلا ہو اور غروب ہوا ہو۔

یہ سن کر میر کرم علی کو غصہ آ گیا اور اس نے ایک ایسا نازیبا لفظ استعمال کیا جس سے محفل میں بدمزگی پیدا ہوگئی اور محفل اسی وقت برخاست ہوگئی۔

اس کے بعد میر کرم علی خاں نے جو شاعر بھی تھا ایک غزل فارسی میں لکھ کر مخدوم عبدالواحد سیوستانی کو بھیجی، غزل یہ تھی۔

عاقبت یار، یار خواہد شد
دلِ دشمن، فگار خواہد شد

می خروشی چرا ، تو اے بلبل
موسم نوبہار خواہد شد

گرچہ بلبل بہ باغ می نازد
بستۂ زلفِ یار خواہد شد

جانِ من در قیامتِ صغریٰ
پیشِ مھدی نثار خواہد شد

نام مشکل کشا علی ولی
روزِ محشر ، حصار خواہد شد

کرم ، از مہرِ مرتضیٰ بہ نجف
زائر آں دیار خواہد شد

جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اس نے کچھ طنز کیا اور اخیر میں کہا کہ "علی ولی" کا نام مشکل کشا ہے روزِ محشر میرے کام آئے گا۔

اس کے جواب میں آپ نے بھی ایک پوری غزل لکھ کر اس کو ارسال فرمائی آپ کی غزل یہ تھی۔

عاقبت یار، یار خواہد شد
دشمنم بے قرار خواہد شد

چونکہ دلدار در کنار آید
ہجر ھم برکنار خواہد شد

چوں بروں آید از نقاب رخش
عاشق آں دم نثار خواہد شد

رانۂ اشک درغمش آخر
گوھرِ شاھوار خواہد شد

کشتۂ عشق را مگو مردہ
زندہ و پائیدار خواہد شد

ھر کہ دارد سعادتِ ازلی
دوستدارِ چہار خواہد شد

خاتمِ چاریار، صاحبِ نجف
از حوادثِ، حصار خواہد شد

ہمہ اصحاب، یار یکدگراند
دشمنِ شاں، خوار خواہد شد

روزِ محشر کہ چوں حساب شود
رافضی شرمسار خواہد شد

میرِ من گر براہ راست رود
بے گماں رستگار خواہد شد

واحدی گرچہ شعر مخفی گفت
عاقبت آشکار خواہد شد

یعنی اشعار کی زبان میں آپ نے اس پر واضح کر دیا کہ اگر سعادتِ ازلی چاہتا ہے تو چاروں اصحاب کا

دوست بن جا، اسی میں تیری بخشش اور نجات ہے کیونکہ چاروں اصحاب آپس میں ایک دوسرے کے گہرے دوست اور یار ہیں ان میں سے کسی سے بھی اگر کسی نے عداوت اور بغض رکھا تو وہ کسی کا بھی محبوب نہیں ہوسکتا حتٰی کہ حضرت علی بھی اس سے خوش نہیں ہوں گے۔ اسی لیے وہ محشر میں رسوا اور ذلیل ہوگا کہ اس کا بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اور آخر میں فرمایا کہ اس ہمارے سیدھے راستے پر اے میر اگر تو چلے گا تو تجھے عذاب سے خلاصی اور نجات ملے گی ورنہ نہیں۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ "میر کرم علی" کے مرنے کے بعد آپ کے ان اشعار کی حقانیت اور آپ کے ان ارشادات کی صداقت کا ظہور ہوا اور میر کرم علی کی قبر سے کئی دنوں تک دھواں نکلتا رہا، اسی اثناء میں حضرت پیر غلام محی الدین مجددی قندھاری حج کے لیے تشریف لیجا رہے تھے آپ کا جب اس طرف سے گزر ہوا تو لوگوں نے یہ ماجرا آپ سے عرض کیا، آپ نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی تب وہ دھواں نکلنا بند ہوا۔

شعروشاعری:

اگرچہ شعروشاعری آپ کا مشغلہ نہیں تھا لیکن چونکہ یہ کمالات علمی میں سے ایک کمال تھا اس لیے اس کمال کے ساتھ بھی آپ کو اللہ نے متصف کیا تھا چنانچہ ایک غزل ابھی آپ کی گزری جو آپ نے میر کرم علی کی غزل کے جواب میں لکھی تھی۔ اس کے علاوہ مولوی محمد افضل جنہوں نے آپ کے فتاوٰی جمع کیے ہیں اور جو اکثر آپ کی صحبت میں رہتے تھے وہ بیاض واحدی کے ایک حاشیہ پر اپنے دستخط سے یہ واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک رات میں سویا تو خواب میں آپ کی ایک غزل میری نگاہوں کے سامنے آئی جس کا پہلا اور آخری شعر یہ تھا۔ جس میں آپ کا تخلص بھی تھا۔

عمرِ عزیز تو، کہ بہ نقش و نگار رفت
نیکو نگاہ کن، کہ ز دستت چہ کار رفت

بر واحدیؔ دریں غم، رحمے فکرد کس
گویا کہ، اہلِ رحم ہمہ، زیں دیار رفت

سندھی میں بھی آپ شعر کہا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز قاضی محمد شکارپوری[6] جنکار جحان وہابیت کی

طرف تھا اور وہ مزارات اولیاء اللہ کی حاضری اور زیارت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے مخدوم عبدالواحد پر اعتراض کیا کیونکہ آپ ہمیشہ قلندر بادشاہ کے مزار پر حاضر ہوتے رہتے تھے، چنانچہ انہوں نے آپ کو خط لکھا جس میں آپ کو بطورِ طعن اس لقب کے ساتھ یاد کیا ''عابد الاوثان میاں محمد احسان''[۷] جب یہ خط آپ کے پاس پہنچا اور آپ نے اس کو پڑھا تو اسکے جواب میں ایک سندھی ہی میں شعر لکھ کر ان کو ارسال فرمایا، شعر یہ تھا۔

نہ تو سر کی پیتی، نہ تو آئی چت
کھیں پیو انھن ساں، جنھیں پتیامت

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شرابِ معرفت کا ابھی تک تم نے ایک قطرہ بھی نہیں چکھا اور مقابلہ کرنے چلے ہو اس سے جس نے اس کے مٹکے کے مٹکے پیے ہوئے ہیں۔ تمہیں اس کی لذت ہی نہیں معلوم تو پھر اعتراض کیوں کرتے ہو۔

تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ جب یہ شعر قاضی محمد صاحب تک پہنچا اور انہوں نے اس کو پڑھا تو ان کے بدن میں لرزہ طاری ہو گیا اور اس کے بعد انہوں نے اپنی اس گستاخی پر حضرت سے معافی طلب کی۔

خلفاء وتلامذہ:

یوں تو آپ سے بے شمار دنیا فیضیاب ہوئی لیکن جو لوگ بیعت ہو کر سلوک کے اعلیٰ مقام پر پہنچے اور آپ نے ان کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

۱......محمد حسین سیوستانی
۲......آخوند رزاق ڈنو
۳......رئیس محمد حسین کھاوڑ
۴......میاں محمد امین خیر پوری
۵......غلام رسول افغان خاموش
۶......خلیفہ عبدالحکیم سیوستانی

اس کے علاوہ مخدوم محمد عابد انصاری سہوانی (۱۱۹۳ھ۔ ۱۲۵۸ھ) اور مولانا محمد افضل بھی آپ کے

نامور ہونہار اور لائق شاگردوں میں سے تھے۔

تصانیف:

ساری زندگی آپ نے لوگوں کے اصلاحِ حال ان کو رشد و ہدایت درس و تدریس، اور عقائدِ باطلہ کے خلاف برسرِ پیکار رہ کر گزاری اور زندگی کا ایک بڑا حصہ آپ نے گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر تصنیف و تالیف میں صرف کیا، حتیٰ کے ساری زندگی آپ سہون سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔ اس کنجِ عزلت میں بیٹھ کر آپ نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ کس قدر مخلوق کو فیض پہنچایا اس کا اندازہ آپ کی ان عمدہ اعلیٰ اور تحقیقی تصنیفات سے ہوتا ہے جو آپ نے اپنے پیچھے چھوڑی ہیں۔ ان میں سے جو معلوم ہو سکیں ان کی فہرست یہ ہے۔

۱...... تَحْرِیْرُ الْمَسَائِلُ عَلٰی حَسْبِ النَّوَازِلُ۔ (مشہور بہ بیاض واحدی) تین ضخیم جلدوں میں ہے۔ اس عظیم کتاب کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی لَه فِیْ كُلِّ قَضْیة حُكْمُ مَنِ اهْتَدٰیٰ فَقَدْ اَصَابَ وَعِنْدَه، والْحَقُّ وَاِنْ اخْتَلَفَ اٰرَاءُ اُولِي الْاَلْبَابِ۔

وَالصَّلوٰ ةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ مَنْ اَجَابَ فِی الْقَضَایَا بِفَصْلِ الْخِطَابُ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ وَآلِهٖ وَصَحْبِهِ الْمُتقین بِالْحَقّ وَالصَّوَابُ وَبَعْدُ۔

اور انتہا اسکی تیسری جلد کے ان الفاظ کے ساتھ ہوتی ہے۔:

وَادْعُوْهُ یَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالَی اَعْلٰی وَاَوْلٰیٰ وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَتَمّ وَاَكْبَرُ وَاللّٰهُ یَعلَمُ مَاتَصْنَعُوْنَ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدُ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلیَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

۲...... حاشیه اشباه والنظائر

۳...... رش الانوار حاشیه الدر المختار

۴...... كشف الكامن فی علم الباطن۔ (پیر حسام الدین کے کتب خانے میں ہے)

۵...... تهديد الغافر فی تعذیب الكافر۔ (پیر حسام الدین کے کتب خانے میں ہے)

۶......تيسير القدير فى اضحية الفقير (فقیر کی قربانی کا مسئلہ)

۷......القول الجلى فى تذكير البغى

۸......رساله در کسب وتوکل

۹......جبر السكين فى تسليمة المسكين

۱۰......تسهيل الصعب فى ابيات الكعب

۱۱......ارشادالصواب لمن وقع فى بعض الاصحاب (کتب خانہ حُسام الدین)

۱۲......لطف اللطيف فى اعطاء الرغيب (پیر حُسام الدین کے کتب خانے میں)

۱۳......اربعين فى رشد الطا لبين

۱۴......اليسر المطلوب

۱۵......ايضاح العاقبة فى طلب العافية

۱۶......نص السارب فى قطع الشارب

۱۷......رساله در عدالت امير معاوية (پیر حُسام الدین کے کتب خانہ میں)

۱۸......رساله در حرمت دخان

۱۹......ديوان واحدى

۲۰......انشاء واحدى

۲۱......اصدق التصديق بافضلية الصديق

۲۲......الازهار المستاثره فى الاخبار المتواترة

۲۳......مراة الحليله

۲۴......اربعين فى فضل المجاهدين

۲۵......طريق السداد فى وجوب الاعتداد

۲۶......انوار الفيوضات الباطنيه فى امتياز اهل الباطن من الباطنية

۲۷...... ..ازالة الاشتباه فى قطع همزة ياالله

۲۸......القول الجلى

۲۹......جبر التسكين فی كسرِ التنوين

۳۰......سبط المقال فی حل الاشكال

۳۱......غاية الصراحة فی تحريم النياحة

۳۲......حسن الفهم والتعقل فی جمع الكسب والتوكل

۳۳......فضائل ربيع

۳۴......اربعين بروايت سواج المسلمين

۳۵......مجموعه رسائل سيوستانی (پیرجھنڈے کے کتب خانہ میں ہے)

۳۶......الاستدراک للدوراک

۳۷......البراهين الغرفی منع بيع المحر

۳۸......جودة الطبع فی كثرة السبع

۳۹......السبيل الواسطين

وفات:

۷۴ سال کی عمر کو جب آپ پہنچے تو بدن میں آپ کے ایک بڑی پھنسی ہوئی جس کے آپریشن میں آپ جاں بحق ہو گئے۔ گویا اس طرح ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۲۴ھ کو یہ علم و معرفت کا آفتاب غروب ہو گیا۔

”آفتاب دین بود و باد بار رحمت“ سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔

تاریخ وفات:

خلیفہ غلام محی الدین سیوستانی نے آپکے وصال پر ایک قطعۂ تاریخ کہا جس میں آپ کو ”نعمانِ ثانی“ کے لقب سے یاد کیا۔ وہ قطعہ تاریخ یہ ہے۔

پیر عبدالواحد ثانی نعمان در جہاں
جنت الفردوس بادا جائے او اندر بہشت
چوں جنید اندر طریقت ھمچوں نعمان در شرع
چار دہم ماہ رمضان دارِ دنیا را بہ ہشت

او مجدد مأۃ ثانیہ، این بود ثانی عشر
فقہ را تعمیر کردہ چوں دُر در سلک سُفت

جستم از ہاتف کہ ہاں تاریخِ وصلش را بگو
"آفتابِ دین بود و باد ما رحمت" بگفت
۱۲۲۴ھ

اولاد:

آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، صرف تین صاحبزادیاں تھیں جو سب دینی علوم سے آراستہ اور پیراستہ تھیں۔ حکیم فتح محمد سہوانی کی نانی صاحبہ جن کا نام "ماہ بی بی" تھا وہ آپ کی سگی نواسی تھیں۔

جانشین:

چونکہ آپ کے کوئی صاحبزادہ نہیں تھا اس لیے آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بھتیجے یعنی اپنے بھائی مخدوم محمد حسن کے صاحبزادے مخدوم محمد عارف کو علم و معرفت سے آراستہ کر کے زیب سجادہ کر دیا تھا اور ان کو اپنا جانشین مقرر کر کے تصوف، فتویٰ رشد و ہدایت، درس و تدریس، سب انہی کے سپرد کر دیا تھا[۸]۔

(۱۱)

عبداللہ جان عرف شاہ آغا

☆☆

حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی مجددی کے بڑے صاحبزادے عبداللہ جان سرہندی جو شاہ آغا کے نام سے مشہور اور معروف تھے، بڑے عابد و زاہد، دیندار، عالم و عارف بہترین فقیہ اور فقیر تھے۔

ولادت:

آپ کی ولادت ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء کو "ٹکھڑ" میں ہوئی۔ سیف الدین کشمیری نے اپنے ایک لمبے قصیدہ میں آپ کی ولادت کا مادۂ تاریخ "نجم برج فضل و کمال" سے نکالا ہے۔

تعلیم و تربیت:

آپ اپنے دادا خواجہ عبدالرحمٰن کے نواسوں اور پوتوں میں کیونکہ پہلی نرینہ اولاد تھے اس لیے آپ

اپنے دادا کو بہت محبوب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء میں آپ نے اپنے جد بزرگوار کے آغوش رحمت میں تربیت پائی آپ کے دادا کو آپ سے اتنی محبت تھی کہ رات کو اپنے برابر میں آپ کی چارپائی بچھواتے تھے اور سونے سے پہلے دعائیں پڑھ کر آپ پر دم کرتے اسی طرح صبح اٹھ کر سب سے پہلے آپ پر دم فرماتے تھے۔ دادا کے انتقال کے بعد آپ کے والد گرامی وقت کے متبحر عالم اور عارف خواجہ محمد حسن کی زیرِ عاطفت آپ کی تربیت ہونے لگی اور اس عارفِ وقت نے آپ کو علومِ ظاہری و باطنی سے جگمگا دیا چنانچہ آپ خود اپنی کتاب مونس المخلصین میں فرماتے ہیں۔

> چونکہ او ہم پدرِ من بود و ہم پیرِ من و ہم استادِ من نعمت ہائے حضرت باری تعالیٰ و تقدس بواسطۂ او بر من باریدہ اند واز دست او رسیدہ۔

شکر لطفِ تو چمن چوں کندا ے ابر بہاری
کہ اگر خار و اگر گل ہمہ آوردۂ تست

اپنے والد گرامی سے آپ نے قرآن کریم فارسی اور عربی کی کتابوں کے علاوہ خوش خطی بھی سیکھی، جب والد گرامی سفر حج کے لیے روانہ ہوئے تو مولوی حاجی عبدالقیوم بختیارپوری کو آپ کی تعلیم کے لیے مقرر فرمایا اس کے علاوہ سندھ کے چیدہ چیدہ علماء مولوی لعل محمد متعلوی، حاجی حسن اللہ پاٹائی، مولانا خیر محمد مگسی سے بھی آپ نے کتابیں پڑھیں۔ جبکہ دورۂ حدیث خود آپ کے والد گرامی نے آپ کو کرایا۔

شادی:

جب آپ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو آپ کے والد گرامی نے اپنی بھانجی یعنی حضرت عبدالقدوس عرف شیریں جان کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح کردیا۔ شادی کی دعوت اتنی عظیم الشان تھی اور اس کثرت سے دوست احباب اور مخلصین نے اس میں شرکت کی کہ اس سے قبل اس جگہ پر کبھی ایسی تقریب نہیں ہوئی تھی۔

بیرون ملک سفر:

ان اہلیہ سے آپ کے یہاں ایک صاحبزادہ غلام صدیق جان تولد ہوا جو بہت خوبصورت اور بہت ذہین تھا لیکن بقضائے الٰہی پانچ سال کی عمر میں ہی فوت ہوگیا جس کا آپ کو اتنا صدمہ ہوا کہ دنیا کی ہر شئے سے آپ کا دل اٹھ گیا اور ہر شئے آپ کو بری لگنے لگی، چنانچہ آپ کے والد نے آپ کو مرغابی کے شکار کے

لیے ''کولاب پنجہر'' بھیجا تا کہ آپ کا دل بہل جائے اور وہاں سے آپ کو ہندوستان اور سرہند شریف کی زیارت اور سیر وسیاحت کے لیے بھیجدیا وہاں سے واپسی پر آپ کا دوسرا نکاح حضرت ضیاء احمد (ملیر والے) کی صاحبزادی سے کردیا، ۱۳۳۲ھ میں آپ نے اپنے والد کے ہمراہ، عراق، شام، بیت المقدس ہوتے ہوئے حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج کی سعادت حاصل کی۔

رُشد وہدایت:

۱۳۵۹ھ میں آپ کے والد گرامی نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرما کے مریدوں کو رشد وہدایت کرنے کی غرض سے شمالی علاقہ میں جانے کا حکم فرمایا، لیکن آپ نے کسرِ نفسی کے طور پر اور اپنے آپ کو اسکا اہل نہ سمجھتے ہوئے وہاں جا کر رشد وہدایت کرنے اور مرید وغیرہ کرنے سے پہلوتہی کی اور والد صاحب کو ایک معذرت نامہ لکھ کر بھیج دیا، آپ کے والد نے اس کے جواب میں آپ کو یہ والا نامہ تحریر فرمایا جس سے آپ کے مقام اور مرتبہ کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے:

> برخوردار وقتِ روانگی ایشاں گفتہ بودیم کہ ہر کہ طالبِ طریقت باشد اور المحروم نکند، تلقین طریقت ونصیحت استقامت شریعت شریف کردہ باشید۔ باز مکرر تحریر میشود کہ درعینِ ظلمات زمانہ ہمیں راہ باریک مجددیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار اھالیھا بانور اتباع سلف صالح ماندہ اگرچہ رائے نام است تاہم نشان اصالت وبوئے محبت دراں باقی است عمرِ فقیر باخیر رسیدہ امانتی کہ ازحضرت قبلہ واجازت عام کہ باین نا قابل عطاء فرمودہ بودند فقیر بایشان می سپارد والحمدللہ کہ بارِامانت باہلِ آں سپردہ شد۔ اوتعالیٰ توفیق نیک رفیق گرداند ومخلصاں راازتوجہ شما فیض یاب گرداند۔
>
> وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه‘

تصانیف:

نظم ونثر دونوں کے آپ بادشاہ تھے۔ فقہ تاریخ اور تصوف پر آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

۱......راحت القلوب	(فارسی)
۲......برگ سبز	(فارسی)
۳......مونس المخلصین	(فارسی)
۴......راحت القلوب	(سندھی)
۵......ھدایت الحج	(سندھی)
۶......راحۃ المخلصین	(سندھی)

نثر نگاری:

نثر نگاری کی تمام اقسام اور فنون پر آپ کو کامل قدرت حاصل تھی چنانچہ حافظ ہارون ٹکھڑائی کے خط کے جواب میں آپ نے ایک بے نقطہ خط تحریر فرمایا جو یہاں بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے:

> سالک مسالک سداد، صاعد مصاعد و داد موسس اساس آمال سرکردہ اہلِ کمال مکرم کامگارا کرم اللہ حالہ وحصل امالہ۔
>
> اولاً سلام مالا کلام مع دعائے حصول کام و وصول مرام مطالعہ کردہ معلوم دارد کہ الحمد للہ الودود محرر درد آلودہ محامد کردگار عائد حال سراسر ملال دارد وصلاح حال محمود المال اہل کمال راہموارہ مسئول و مامول ماھوا مرام کہ مراسلۂ مرسلہ در عمل مہملہ مسطورہ کلک درد سلک دردم محمود وطالع مسعود ورود سرور آمود آورد مطالعۂ اودلم را معمور کرد وروحم را مسرور کرد۔ اللہ اعلم کہ ہمسر علامہ ھمام محرر ''سواطع الالہام'' کار کردہ و داد عالم کمال دادہ مگر عمل طور مسطور سلوک طرح مسلوک اصلا در اسا سہل و معمولِ اہل علم وکمال آمدہ ام اگر در دورہ دگر طرح عدم اصدار کلمہ ہائے کلام اللہ و کلام الرسول در مراسلہائے مہملہ مسلوک گردد لعلا کہ در و سر آرد و اہلعلم محال گردد۔ انتہی۔

شاعری: شاعری سے بھی آپ کو بڑا شغف تھا آپ کے کلام میں بڑی سلاست اور سادگی نظر آتی ہے،

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی شان میں آپ کی لکھی ہوئی منقبت کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

یا مجدد الف ثانی اے شہِ عالی جناب
مقتدائے شرق و غرب و ملجائے شیخ و شاب

پیش قدر رفعتِ تو آسمان سر بر زمین
پائے بوس درگہِ تو خسروِ گردوں رکاب

شمع جمع اہلِ عرفاں نور چشمِ کاملاں
انجم چرخ ولایت ز تو روشن آفتاب

عرض عبداللہ بشنو کن توجہ از کرم
جلوہ فرما تاکہ دل روشن شود چوں ماہتاب

نسبتے دارم بتو شاہا وسیلہ سوئے تو
حبذا تلک الوسیلہ نعم ذاک الانتساب

رد مکن از در گہت ایں سائلِ در ماندہ را
کز کریماں عار باشد بر غریباں سدِ باب

دوستاں ہر کس کہ استدعا زمن کردہ دعا
حاجتِ او شاں روا کن ہم دعائم مستجاب

صد سلام از ما نثارِ روضہ ات ہر صبح و شام
کلما سجعت حمام فی ریاض المستجاب

پہلے آپ تخلص بھی عبداللہ ہی رکھتے تھے لیکن بعد میں شائق تحریر فرمانے لگے آپ کی قلمی بیاض جو آپ کے صاحبزادے پیر سعید جان کے پاس ٹنڈو سائینداد میں ہے اس میں بہت سی آپ کی غزلیں ہیں ان میں

سے چند اشعار بطور نمونہ درج کیے ہیں۔

بعد از وفات نعشِ مرا بر درش برید
سازید خاکِ کویش عبیرِ کفن مرا

شائق بدورِ چشمِ تو محمود گشتہ است
یارب تو عفو کن بہ حسین و حسن مرا

ایک اور تصوف کے رنگ میں آپ کی غزل یہ ہے۔

از سرو ناز من تو چہ قامت کشیدۂ
از بوستاں صِنع الٰہی دمیدۂ

نازم بہ بختِ خود کہ بس از مدتے دراز
در عینِ انتظار بوصلم رسیدۂ

ایک اور خوبصورت غزل کے چند اشعار یہ ہیں۔

ہر کس کہ رفت باز زلفش بدر نشد
اے دل ترا کہ گفت کہ آنجا مقام گیر

مغرور چاپلوسی یاران خود مشو
در ہر قوم نہادہ برائے تو دام گیر

بے غم کسے بدولتِ سلطان نمی رسد
چوں جم تو نیز بادہ غمہا بجام گیر

شائق بکوئے رہبر خود خاکِ راہ شو
ز انجا ہدایت رہ بیت الحرام گیر

وفات: حضرت شاہ آغا نے ۳۰ مارچ ۱۹۷۳ء کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی آپ کا مزار مبارک بھی

''کوہ گنجہ'' میں آپ کے آبائی قبرستان میں ہے۔

اولاد:

آپ نے اپنے پیچھے تین صاحبزادے۔ (۱) غلام علی جان ان کی ولادت ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ ٹنڈوسائینداد میں ہوئی، انہوں نے فارسی کی اور عربی کی ابتدائی کتابیں مولوی لعل محمد سے پڑھیں ان کے ایک صاحبزادے عبدالحمید اور ایک صاحبزادی ہے۔ (۲) حضرت شاہ آغا کے دوسرے صاحبزادے ''غلام نبی جان'' ہیں جو ۲۲ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ کو ملیر میں پیدا ہوئے اور مدرسہ امینائی میں انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ (۳) محمد سعید جان۔ حضرت شاہ آغا کے تیسرے صاحبزادے ہیں جو ۱۳۴۳ھ کو عین عید کے روز پیدا ہوئے، لہٰذا ''عید'' پر ایک سین کا اضافہ کر کے ان کا نام اسی مناسبت سے ''سعید'' رکھا گیا۔

آپ کی ولادت پر محمد اسماعیل سرہندی روشن نے ایک طویل تاریخ لکھی ہے جس کے آخری چند شعر یہ ہیں۔

متولد چو شد بہ عیدِ سعید　　بنہاد ازاں سعیدش نام
علم و فضل و ہدایت و عرفان　　یابد از طالعِ نکو فرجام
فازہ اللہ بدرجۃ الکمال　　صانہ ربہ عن الآلام
ارخہ اذ طلبت من روشن　　قال فی الفور ''ظفر الاسلام''
۱۳۴۳ھ

(۱۲)

پیر غلام مجدد

☆☆

ٹیاری کے سرہندی مجددی بزرگ پیر غلام مجدد سرہندی جنہوں نے اپنے مجاہدانہ کردار کے ذریعہ اس سرزمین سندھ میں بے شمار روحانی، مذہبی، سماجی، علمی اور سیاسی خدمات انجام دیں۔

ولادت:

آپ کی ولادت ۶ رجب المرجب ۱۳۰۰ھ بروز سوموار علی الصباح ضلع حیدرآباد کے ایک علاقہ ٹیاری میں ہوئی۔

سلسلۂ نسب:

آپ کے والد گرامی کا نام پیر عبدالحلیم مجددی تھا، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طرح سے ہے:

غلام مجدد بن عبدالحلیم بن عبدالرحیم بن خواجہ محمد ضیاء الحق بن خواجہ غلام نبی
بن خواجہ غلام حسن بن خواجہ غلام محمد بن خواجہ غلام معصوم بن خواجہ محمد اسماعیل
بن خواجہ محمد بن خواجہ محمد معصوم بن امام ربانی شیخ احمد سرہندی۔

تعلیم:

چار سال کی عمر میں آپ کی بسم اللہ آپ کے جدِ امجد شاہ عبدالرحیم نے پڑھائی قرآن پاک آپ نے قاری عبدالرحمٰن متعلوی سے پڑھا فارسی کی تعلیم جناب عزیز اللہ خان سلیمان خیل قندھاری سے اور عربی کی تعلیم الحاج محمد حسن اللہ پاٹائی سے ٹیاری کی درگاہ شریف میں ہی حاصل کی سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ آپ کے والد گرامی نے تین سو علماء کی موجودگی میں آپ کو دستارِ فضیلت عطاء فرمائی۔ اسی علماء کے اجتماع میں آپ نے پہلی بار تقریر فرمائی جس کو سن کر علماء بھی عش عش کر اُٹھے۔

سلسلۂ طریقت:

آپ کو اپنے جد امجد خواجہ عبدالرحیم سے شرف بیعت حاصل تھا، اور اجازت وخلافت اپنے والد گرامی خواجہ عبدالحلیم سے حاصل تھی آپ کا سلسلۂ طریقت اور سلسلۂ نسب ایک ہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

حاضری حرمین شریف:

اکیس سال کی عمر میں آپ کو حرمین شریف کی حاضری نصیب ہوئی یہاں بیشمار روحانی فیوضات وبرکات کے علاوہ آپ نے وہاں کے بلند پایہ محدثین مثلاً سید علی وتری اور حضرت مولانا عبدالحق مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کتب حدیث پڑھیں اور سند حاصل کی۔

شوق کتب بینی:

عمدہ عمدہ کتابوں کے مطالعہ کا آپ کو بہت شوق تھا، یہی شوق تھا جس کے باعث آپ نے مدینہ منورہ سے اسی ہزار روپے کی نایاب کتابیں خرید فرمائیں۔

آج بھی آپ کے صاحبزادے پیر غلام رسول مجددی کے کتب خانے میں آپ کی خریدی ہوئی نایاب کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے۔

فرنگیوں سے نفرت:

آپ کو فرنگیوں اور انگریزوں سے اور ان کی حکومت سے سخت نفرت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کسی اہم مجبوری کے علاوہ آپ کبھی کسی انگریز افسر سے نہیں ملے جبکہ انگریزوں نے آپ کو رام کرنے کے لیے بڑی کوششیں کیں کہیں آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا کہیں کوئی عہدہ دینے کی پیشکش کی، کہیں ٹنڈو ریلوے اسٹیشن کو آپ کے خاندان کے نام پر سرہندی آباد رکھنے کے لیے کہا لیکن آپ نے سب پیشکشوں کو ٹھکرا دیا۔

تحریکِ خلافت کے دوران آپ بذریعہ ریل دورے پر جا رہے تھے کہ راستہ میں انگریز کلکٹر مسٹر گبس نے آپ کو دیکھ کر آپ کے لیے شربت منگوایا لیکن آپ نے اس کا منگایا ہوا شربت پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اگر اس گلاس میں شربت کی جگہ تمہارا خون ہوتا تو میں ضرور پیتا اس لیے کہ تم ”ہمارے ترک بھائیوں کا خون پی رہے ہو“ یہ سن کر انگریز کلکٹر کھسیانا سا ہو کر کہنے لگا کہ ”شاید ان پر مذہبی جنون غالب آ گیا ہے“۔

اسی نفرت کی بناء پر آپ نے وہ تمام زمینیں واپس کر دیں جو لنڈو (ضلع نوابشاہ) اور سدادہ نہر پر لنگر خانہ کے لیے آپ کو ملی تھیں۔ اسی طرح بیس بندوقوں کا آل انڈیا لائسنس بھی واپس کر دیا۔ مگر بندوقیں انگریز حکومت کو نہیں دیں بلکہ انکو زیرِ زمین دفن کر دیا۔

قید و بند:

ترکِ موالات کی تحریک میں آپ نے بھرپور حصہ لیا اور سندھ کے چپہ چپہ پر جلسے کر کے انگریزوں کے مکر و فریب سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ کراچی کی عظیم کانفرنس میں انگریزوں کے خلاف جو فتوٰی صادر کیا گیا تھا اس میں علی برادران، مولانا نثار احمد کانپوری کے علاوہ چھٹے نمبر پر آپ کے دستخط بھی تھے۔ اس جرم کی پاداش میں خالق دینا ہال کراچی میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا اور آپ کو دو سال قید کی سزا سنائی گئی سزا سننے کے بعد آپ نے فرمایا کہ قید تو میرا ورثہ ہے کیونکہ میں غلام مجدد ہوں اور اولادِ مجدد سے ہوں جن کو جہانگیر بادشاہ نے قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا تھا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ:

کاش آج مجھ پر یہ مقدمہ ہوتا کہ میں نے وقت کے انگریز بادشاہ جارج

پنجم کو قتل کیا ہے۔ اور اس کے خون سے میرے ہاتھ رنگے ہوتے۔

آپ نے بڑے تحمل سے یہ دو سال کا عرصہ جیل میں گزارا اور اس عرصہ میں قرآن پاک پورا حفظ کیا۔

صعوبتیں:

آپ نے جیل میں بڑی بڑی صعوبتیں برداشت کیں، سردی کی راتوں میں آپ کی کوٹھڑی کے اندر ٹھنڈا پانی چھوڑ دیا جاتا تھا۔ تاکہ آپ ساری رات کھڑے ہو کر گزاریں اور نماز نہ پڑھ سکیں، بتیاں بند کر دی جاتی تھیں تاکہ آپ تلاوت قرآن پاک نہ کر سکیں۔ ایک روز انگریز جیل دار نے آپ کے اس تھیلے کو ٹھوکر ماردی جس میں آپ کا قرآن شریف رکھا ہوا تھا یہ دیکھ کر رگِ فاروقی پھڑک اٹھی اور آپ نے ایک زوردار تھپڑ اس جیلر کے رسید کر دیا جس پر جیل میں ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا آخر کار گورنر بمبئی خود آیا اور اس نے آپ کی تمام تکالیف اور روئے داد سننے کے بعد جیل کے عملے کو حکم دیا کہ آئندہ ایسی حرکتیں نہ کی جائیں اور آپ کو نماز پڑھنے' تلاوت کرنے اور لوگوں سے ملنے کی پوری سہولتیں دیجائیں۔

سیاسی خدمات:

تحریکِ ہجرت ہو یا تحریکِ خلافت، تحریکِ انجمن ہلال احمر ہو یا تحریکِ مسجد منزل گاہ، تحریک ترکِ موالات ہو یا تحریکِ پاکستان آپ نے ہر سیاسی اور مذہبی تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا۔ انجمن ہلال احمر کے لیے صرف ٹیاری سے بارہ ہزار روپے چندہ جمع کروایا۔ انجمن خدامِ کعبہ کی تحریک کے لیے تمام سندھ سے ہزاروں روپے جمع کر کے بمبئی علی برادران کو بھجوایا آپ ایک عرصہ تک جمعیت علمائے ہند کے سرکردہ رہنما رہے لیکن جب علمائے اہل سنت نے جمعیت سے استعفادیا تو آپ بھی مستعفی ہو گئے تھے۔ آپ نے ہندوؤں کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ ہندوؤں کے کچھ قرض آپ کے ذمہ تھے انہوں نے کہا کہ اگر آپ کانگریس میں شامل ہو جائیں تو ہم تمام قرضہ معاف کر دینگے ورنہ ڈگری جاری کروا دینگے اس کے جواب میں آپ نے اپنی زمین فروخت کر کے ان کے قرضے اتار دیے مگر اپنے ایمان کا سودا نہ کیا۔

تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کی آپ نے ہر طرح سے بھرپور مدد کی اور اس کی ترقی کے لیے بھرچونڈی کے پیر میاں عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم شہید کے ہمراہ آپ نے پورے سندھ کا دورہ کیا۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ "مسٹر جناح کے پیچھے کیوں لگ گئے ہیں تو آپ نے فرمایا ہمارے مقصد کو بروئے کار لانے والا یہی شخص ہوا ہے اگر کوئی اور ہوتا تو ہم اس کے پیچھے لگ جاتے جناح تو ایک مسلمان

وکیل ہے جو بغیر پیسے اور فیس کے مسلمانوں کی وکالت کر رہا ہے کیا کافر کو وکیل نہیں بنایا جا سکتا۔ بلکہ فیس بھی دی جاتی ہے؟''

جب مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی نے جمعیت علمائے ہند کے مقابلہ میں جمعیت علمائے اسلام قائم کی تو آپ نے حیدر آباد میں اس کی شاخ قائم کی اور اس کے زیر اہتمام متعدد جلسے منعقد کیے۔

مذہبی خدمات:

آپ نے اپنی ساری زندگی رُشد و ہدایت اور تبلیغ میں گذاری ہر مذہبی تحریک میں آپ پیش پیش نظر آتے تھے۔ مسجد کانپور کا جھگڑا ہوا تو مولانا محمد علی جوہر نے تار دیکر آپ کو بلایا آپ فوراً کانپور پہنچے اور فیصلہ ہونے تک وہیں رہے اور ڈٹ کر حکومت وقت کا مقابلہ کیا۔ اسی طرح جب بھریا روڈ (سندھ) میں نہر کی کھدائی کے وقت مسجد کو شہید کیا جانے لگا تو آپ تن تنہا چارپائی ڈال کر مسجد میں بیٹھ کر تلاوت قرآن میں مصروف ہو گئے اور فرمایا کہ مسجد کو شہید کرنے کے لیے ہماری لاش پر سے گزرنا ہوگا پہلے ہمیں ختم کر و اس کے بعد مسجد شہید کرنا۔ آخر انگریز کی حکومت نے مجبور ہو کر مسجد کو شہید کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور نہر کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔

مسجد منزل گاہ کا تنازعہ ہوا تو وہاں بھی آپ اپنی مجاہدانہ شان کے ساتھ سب سے آگے نظر آئے تین سو تیرہ مجاہدین کے لشکر کے ساتھ جھنڈے تھامے ہوئے جب آپ وہاں پہنچے تو حکومت وقت کو وہاں بھی آپ کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے اور مسلمانوں کو وہ مسجد حوالے کرنے کا حکومت نے وعدہ کیا تب آپ واپس حیدر آباد آئے۔

حکومت نے آپ پر پابندیاں عائد کیں۔ پولیس کے پہرے بٹھائے لیکن یہ اللہ کا شیر تمام راستہ کی حائل رکاوٹوں کو گراتا ہوا کراچی کی عیدگاہ اور سلاوٹ محلہ پہنچ گیا عظیم جلسوں سے خطاب کیا اور ایس۔ پی سے زبان بندی کا نوٹس لینے سے انکار کر دیا۔ وہابیوں اور دیو بندیوں کے آپ سخت مخالف تھے۔ ان کے خلاف سخت تقریر فرمایا کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ آپ کے مخالف ہو گئے۔

راقم الحروف کے والد گرامی جناب حضرت مفتی شاہ محمد محمود الوری جو پیر صاحب کے گہرے دوست تھے وہ مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ ایک جلسہ میں وہابیوں کی طرف سے آپ پر سخت پتھراؤ کیا گیا تمام جلسہ درہم برہم ہو گیا سب بھاگ گئے لیکن آپ کی استقامت اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ تن تنہا اسٹیج پر بیٹھے رہے

اور ذرا سی بھی گھبراہٹ یا پریشانی کا اظہار نہیں فرمایا۔ آخر آپ کو دیکھ کر پھر سب جمع ہو گئے اور جلسہ آخر تک چلا۔ حیدرآباد میں سب سے پہلے سلاوٹ پاڑے سے عید میلاد النبی کے جلوس کی ابتدا آپ ہی نے فرمائی۔ حیدرآباد شہر کی سب سے بڑی جامع مسجد آزاد میدان کی بنیاد بھی حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری کے ساتھ مل کر آپ ہی نے رکھی اور اس کی پہلی کمیٹی کے سب سے پہلے صدر بھی آپ ہی تھے۔

تقویٰ:

دعوت مشترک مال میں سے قبول نہیں فرماتے تھے حتیٰ کے بیواؤں اور یتیموں کی دعوت قبول نہیں کرتے تھے تاکہ ان پر کوئی بوجھ نہ پڑے۔

بے نیازی:

نواب حیدرآباد دکن نے آپ کے لیے =/۱۵۰۰ روپے کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر کے بذریعہ منی آرڈر بھجوایا لیکن آپ نے واپس کر دیا اور فرمایا مجھ سے زیادہ اور غریب مستحق موجود ہیں یہ رقم ان کو دی جائے۔

اسی طرح مریدین آپ کو اپنی جائیدادیں پیش کرتے تھے آپ کو بطور ہدیہ دیتے تھے لیکن آپ لینے سے انکار کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح حاجی سلیمان ہالیپوٹہ، حاجی رحیم داد، فقیر محمد عثمان بلالانی وغیرہ نے اپنی اولاد نہ ہونے کے باعث اپنی کئی سو ایکڑ زمین اور جائیدادیں آپ کے نام کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ آپ کے اولاد نہیں لیکن عصبات اور ذوی الارحام، رشتہ دار آپ کے موجود ہیں جو آپ کے بعد آپ کی جائیداد کے وارث ہونگے میں ان کا حق نہیں مارنا چاہتا۔ اسی طرح میر محمد بخش ولد میر امام بخش نے دو ہزار روپے سالانہ اور کچھ گندم وغیرہ آپ کے لیے وظیفہ مقرر کرنا چاہا لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا اور فرمایا کہ دوسروں کے دروازہ کی طرف نگاہ رکھنا مجھے گوارا نہیں۔

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

تحریکِ خلافت:

تحریک خلافت کے دوران آپ نے انگریزوں کے خلاف بھرپور عملی جہاد فرمایا انگریزوں کے دیے ہوئے القاب اور اعزازات حتیٰ کہ انکی طرف سے کلکٹر حامد علی خاں نے جو جائیدادیں اور زمینیں آپ کے

نام کی تھیں وہ بھی آپ نے ان کو واپس کر دیں اور خط لکھا کہ ہمیں تمہاری ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ انگریزوں کے خلاف پورے سندھ اور ہندوستان میں آپ نے تحریک چلائی اور اس کی پاداش میں آپ پر بغاوت کا مقدمہ قائم کیا گیا۔ آپ فرماتے تھے کہ بمبئی میں اگر ایک مسلمان کے سر میں درد ہو تو ہمیں یہاں درد ہوگا۔ اسی طرح قندھار میں اگر کسی مسلمان کو ایذاء پہنچے تو یہاں ہم سب کو اس کی تکلیف محسوس ہوگی۔

قائداعظم:

قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت کے مسئلہ میں آپ نے فرمایا ہم اس کی امامت میں نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک وکیل کر رہے ہیں جو انگریزوں اور ہندوؤں کا مقابلہ کر رہا ہے بات کرنے کی طاقت رکھتا ہے ہمیں ایسا لیڈر نہیں ملے گا سندھ کے مشہور ڈیل مل وکیل نے آپ کو دھمکی دی کہ اگر کانگریس کی مخالفت آپ نے نہ چھوڑی تو آپ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینگے۔ اور آپ کو تباہ کر دینگے۔ مگر آپ نے اس کی دھمکی پر کوئی کان نہ دھرا حتیٰ کہ جب مسلمانوں نے ہندوؤں سے جو قرض لیا ہوا تھا سود پر اور جس کی بناء پر وہ مسلمانوں کو دھمکی دے رہے تھے اس کا بھی آپ نے علاج یہ کیا کہ اپنی زمین بیچ کر ان مسلمانوں کا قرض ادا کر دیا اور ہندوؤں کی غلامی سے ان کو نجات دلا دی۔

کانگریس کی حمایت:

سندھ کے اس وقت بہت سے علماء کانگریس کی حمایت کر رہے تھے۔ جس میں سے مولانا محمد صادق، مولوی دین محمد وفائی، مولوی عبدالکریم چشتی، حکیم فتح محمد سیوہانی، حکیم محمد مآذ اور دیگر ان کے ساتھی علماء کانگریس کا بھرپور ساتھ دے رہے تھے اور آپ کے کانگریس سے عداوت کے باعث آپ کے سخت مخالف تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اخبارات میں بھی آپ کے خلاف مہم چلائی۔ اصلاح اخبار آپ کے خلاف سخت پروپیگنڈا کرتا رہا لیکن آپ کے پایۂ استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ آپ نے میدان میں نکل کر پاکستان کی حمایت کی تحریک چلائی۔ مسلم لیگ کے جلسوں اور جلوسوں کی آپ قیادت فرماتے تھے۔ آپ کی زندگی اقبال کے اس مصرع کے مصداق تھی۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

چنانچہ آپ نے جہاد باللسان کے ساتھ ساتھ جہاد بالسیف بھی فرمایا۔ جب آپ مخالفین اسلام اور

مخالفین مسلک حقہ اہلِ سنت و جماعت کے خلاف کسی تحریک میں جاتے تو اس طرح روانہ ہوتے کہ مریدین مجاہدین کی ایک فوج آپ کے پیچھے پیچھے ہوتی تھی جس سے ایک گھوڑا سوار آگے آگے ہوتا تھا اور ہاتھ میں ایک جھنڈا ہوتا تھا اور اس جھنڈے میں ایک طرف کلمہ شہادت اور یہ آیت مبارکہ لکھی ہوئی ہوتی تھی **ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ** ۔ اور جھنڈے کے دوسری طرف یہ عربی شعر لکھا ہوا ہوتا تھا۔

نحن الذی بایعوا محمدا
علے الجہاد ما بقینا ابدا

حافظہ:

آپ کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ عربی کتابوں کے صفحے صفحے آپ کو از بر یاد تھے۔ آپ خود فرماتے تھے کہ مخدوم حسن اللہ پاٹائی کے پاس دورانِ تعلیم جب تمام طلبہ سو جاتے تھے میں اس وقت بھی مطالعہ میں مصروف رہتا تھا یہاں تک کہ صبح کی اذان ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ رات کو آپ کے استاد مخدوم حسن اللہ پاٹائی آپ کے پاس آ کے کھڑے ہو گئے اور آپ کے اس بحرِ علم کو دیکھ کر فرمایا کہ تمہیں تو کسی کی شاگردی کی ضرورت ہی نہیں لیکن چونکہ دنیا کا سلسلہ اسی طرح جاری ہے اس لیے ہم تمہیں پڑھا رہے ہیں۔

مہاجرین کی آمد:

ہندوستان سے مہاجرین کی آمد پر آپ نے اپنا گھر خالی کر دیا اور اس میں ان کو بسایا حتیٰ کہ سونے کے لیے بستر اور کھانے پینے کے برتن تک انکے استعمال کے لیے دے دیے۔ ان کے لیے مکانوں کا بندوبست فرمایا انکو رہائش کے لیے سہولتیں مہیا کیں۔

وصال:

آخری وقت میں اپنے محبوب حضور سرور کون و مکاں ﷺ کو یاد کرتے ہوئے اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے اپنے محبوب کے پاس پہنچ گئے :

یارسول اللہ بر احوال خرابِ ما ببیں
روبخاک افتادہ ام از شرمِ عصیاں برزمیں

- - - - من نباشد در تمامی امت
شافعم شو از عنایت یا شفیع المذنبین

یا بوصلِ خود رسانم یا بکویت جاں دہم
زیں دو نومیدم مگر داں یاچناں کن یا چنیں

گر خدا پرسد چو محشر گویمش
سوئے داغِ سینہ ام ہجرِ پیغمبر را ببیں

من بچشمِ خویش می دیدم کہ دربانے السلام
خاکروبِ آستانت بود زلفِ حورِ عین

ماگنہگاراں ہم امیدوار از رحمتت
رحم کن برحال ما یا رحمۃ للعالمین

واعظِ بے چارہ از جاں می رود دستش بگیر
زانکہ دارد نفسِ سرکش ہمچو شیطاں در کمیں

عشق رسول:

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر آپ میں بھرا ہوا تھا۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنے جدامجد شاہ ضیاء الحق کے یہ اشعار اکثر آپ کے ورد زبان رہتے تھے۔

بصدیقیت خرید ارم عمر را دوست میں دارم
فدا سازم دل و جاں را بعثمان یا رسول اللہ

چہارم حیدر صفدر کہ باشد ساقی کوثر
اما ماں را شوم چاکر بایقاں یا رسول اللہ

وفات:

آپ نے ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ بمطابق ۸ جنوری ۱۹۵۸ء بروز منگل صبح نو بجے حیدر آباد میں وفات پائی آپ کی نماز جنازہ آپ کی وصیت کے بمطابق حیدر آباد میں مفتی شاہ محمد محمود الوری نے پڑھائی۔ دوسری نماز جنازہ ٹمیاری میں ہوئی۔

آپ کو ٹمیاری میں حسبِ وصیت گنبد کے مشرقی دروازہ کے باہر جنوبی جانب سپرد خاک کیا گیا۔

جانشین:

آپ کے بعد آپ کے جانشین پیر غلام رسول سرہندی ہوے جو علمی اور روحانی لحاظ سے اپنے والد کے مظہر اتم ہیں اس فقیر سے بیحد محبت رکھتے ہیں۔ اس مقالہ کے لیے اپنی تصنیف کردہ قلمی کتاب تحفۃ الطالبین بھی اس فقیر کو عنایت فرمائی اور اکثر فتوی تصدیق کے لیے راقم الحروف کے پاس ہی بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تادیر سلامت رکھے۔

(۱۳)

غلام علی جان سرہندی

☆☆

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تیرھویں پشت کے اندر غلام علی جان سرہندی وادی سندھ کی ایک برگزیدہ ہستی گزری ہیں۔ جو سندھ کے معروف روحانی بزرگ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی کے پوتے، اور حضرت آغا عبداللہ جان کے صاحبزادے تھے۔

بشارت:

مولانا نظر محمد دیہاتی کہتے ہیں کہ میں آپ کی ولادت کے دن سرہند شریف میں حضرت امام ربانی کے روضہ پر مراقب تھا کہ اچانک میرے کانوں میں تین مرتبہ ایک غیبی آواز آئی کہ:

> آج ٹنڈو سائیں داد میں سرہندی خاندان کے اندر وقت کے ایک قطب کی ولادت ہوئی ہے۔

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے وہ وقت، دن اور تاریخ یادداشت کے طور پر نوٹ کرلیا۔ جب سندھ

واپس آیا اور معلومات کی تو پتا چلا کہ عین اسی دن اسی وقت پر آپ کی ولادت ہوئی ہے۔

ولادت: ۱۳۳۴ھ میں ٹنڈو سائیندا د نامی گاؤں میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

تربیت:

وقت کے قطب اور محقق عالم اور آپ کے دادا حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی نے ابتداء میں خود آپ کی تربیت فرمائی پھر جب آپ نو سال کے ہوئے تو آپ نے ان کو ان کے والد آغا عبداللہ جان کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

> ہم نے صاحبزادے کی تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، اب آپ بھی اس کا خیال رکھیں اور اس کے ظاہری علم کی کوشش کریں۔

تعلیم:

آپ نے ابتدائی درسی کتب اپنے دادا خواجہ محمد حسن جان سے پڑھنے کے بعد باقی علوم کی تعلیم وقت کے بڑے بڑے علماء اور فضلاء سے حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں یہ نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (۱) مولانا عبدالقیوم بختیار پوری۔ (۲) مولانا لعل محمد مٹیاروی (جنہیں حضرت صاحب کے دادا اور والد کے پڑھانے کا بھی شرف حاصل ہے)۔ (۳) مولانا مفتی محمد حسن ٹھٹوی (خطیب شاہجہان مسجد ٹھٹھ)۔

آثارِ ولایت:

آثار ولایت بچپن سے ہی آپ میں ظاہر تھے، چنانچہ مولوی نظر محمد جمالی جنہیں آپ کے ساتھ تعلیم کے دوران رہنے کا شرف حاصل ہوا وہ فرماتے ہیں کہ آپ دن میں تعلیم حاصل کرتے تھے اور رات کو جاگ کر عبادتیں کیا کرتے تھے۔

یہ یقیناً آپ کے دادا کی صحبت اور تربیت کا اثر تھا کہ آپ کی کم سنی کے روز و شب بھی عبادت اور یادِ خدا میں گزرتے تھے۔

بچپن:

آپ بچپن ہی سے صبر و شکر اور سادگی و قناعت کے پیکر تھے اسی لیے عام بچوں سے منفرد اور مختلف نظر آتے تھے۔ اور آپ کے والد گرامی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کاش کبھی آغا غلام علی جان بھی دوسرے

صاحبزادوں کی طرح مجھ سے کسی چیز کی فرمائش کرے یا کہیں سے اس کی شرارت کی کوئی شکایت آئے۔

رہن سہن:

آپ کے رہن سہن کا طریقہ اور طرزِ بود و باش انتہائی سادہ اور فقیرانہ تھا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی عبادت و ریاضت اور فقر و فاقہ میں گزاری آپ کی بیٹھک ایک چھوٹی سی کچی کوٹھڑی تھی۔ جس میں ایک چارپائی ایک چٹائی دو تین پیالے اور چائے کی کیتلی مہمانوں کی تواضع کے لیے ہوتی تھی۔ آپ اپنے لباس اور خوراک میں بھی سنتِ رسول کے مطابق انتہائی سادگی کو اپناتے تھے۔ اور ہمیشہ اپنے حال پر صابر و شاکر رہتے تھے۔

طبابت:

اپنے آباؤ اجداد کی طرح آپ اعلیٰ درجہ کے حکیم اور طبیبِ حاذق بھی تھے اکثر صبح کو ایک دو گھنٹے کے لیے درگاہ شریف سے متصل نہر ''گونی'' کے کنارے بنے ہوئے ایک کمرہ میں دوائیں تیار کر کے غریب اور مسکین مریضوں کو مفت عطا فرمایا کرتے تھے۔

روضہ پر حاضری:

آپ اپنے آباؤ اجداد کے مزارات پر حاضر ہو کر بہت خوش ہوتے تھے۔ اور اکثر کئی کئی دن وہاں قیام کر کے صاحبانِ مزارات کے فیوضات و برکات سے مستفیض ہوا کرتے تھے۔

اجازت و خلافت:

آپ اپنے والدِ گرامی حضرت آغا عبداللہ جان سرہندی کے وصال کے بعد ۱۳۹۳ھ میں ان کی جگہ پر مسند نشین ہوئے اور رُشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ اکثر مراقب اور مستغرق رہا کرتے تھے، مسند نشینی کے مختصر سے عرصہ میں ہزاروں بندگانِ خدا نے آپ کے ہاتھ پر شرفِ بیعت حاصل کیا اور باطنی فیوضات سے مستفیض ہوئے۔

کرامات:

آپ سے زندگی میں بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں بالخصوص ماہ رجب ۱۳۹۷ھ کو جب آپ عمرہ پر روانہ ہوئے تو آپ سے بڑی بڑی عجیب و غریب کرامات ظاہر ہوئیں لیکن ان کرامات کے افشاء اور بیان

کرنے سے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو آپ نے منع فرما دیا، کیونکہ آپ کشف وکرامات کے اظہار کو عیب جانتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ ولی کی ولایت کو شریعتِ محمدی پر پرکھو جو جتنا شریعت کا پابند ہے اتنا بڑا ولی ہے۔

وصال:

ماہ رجب میں آپ روضۂ رسول پر حاضری کے لیے حرمین شریفین گئے اور ایک ماہ کے بعد شعبان کے مہینہ میں وطن واپس لوٹے، واپسی پر اپنے صاحبزادے آغا عبدالحمید جان سے زیادہ سے زیادہ مریدوں اور مخلصوں سے ملاقات کی خواہش کا اظہار فرمایا، اور دوران ملاقات اپنے خاص خاص مریدوں اور سفر حرمین شریفین کے ساتھیوں کو درگاہ پر رکنے کا اصرار کرتے ہوئے فرمایا:

> زندگی کا کچھ بھروسا نہیں آپ رک جائیں، ویسے بھی اس مرتبہ رمضان المبارک ''مقبرہ شریف'' پر گزارنے کا ارادہ ہے۔

اس ارادہ کے دو روز بعد یعنی ۲۵ شعبان ۱۹۷۷ء کو تریسٹھ برس کی عمر میں آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ کا مزار مبارک آپ کے آبائی قبرستان ''مقبرہ شریف'' ''گنجوٹکر'' میں حیدرآباد سے بیس میل کے فاصلہ پر ہے۔

اولاد:

آپ نے اپنے پیچھے تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے حضرت آغا عبدالحمید جان مجددی فاروقی چھوڑے۔ جو آپ کے سجادہ نشین اور اپنی آبائی خانقاہ ٹنڈو سائیں داد میں سلسلۂ رشد وہدایت جاری رکھے ہوئے ہیں۔

(۱۴)

پیر غلام محمد مجددی

☆☆

آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے ایک چمکتے ہوئے آفتاب اور خانوادۂ مجددیہ کے ایک دمکتے ہوئے ماہتاب ہیں جنھوں نے آخر میں ''ملیر'' کو اپنی جائے سکونت بنایا اور ہندوستان پاکستان اور افغانستان

سمیت اس پورے خطہ کو اپنے روحانی فیوضات سے روشن و مستنیر کر دیا۔

آباؤاجداد:

آپ کے والد گرامی کا نام حضرت شاہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا، آپ کے دادا کا نام حضرت شاہ عطائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ اول تھا۔

والد گرامی:

آپ کے والد گرامی حضرت شاہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے کاملین اہل اللہ میں سے تھے کابل کا بادشاہ امیر حبیب اللہ آپ کے در کی غلامی کو اپنے لیے باعثِ صد افتخار سمجھتا تھا۔ الحمد للہ راقم الحروف کے آباؤاجداد کو بھی اقلیم معرفت کے اسی شہنشاہ سے اکتسابِ فیض کا شرف حاصل ہے اور اس کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ راقم الحروف کے جدامجد پاک و ہند کے عظیم روحانی بزرگ رسالہ رکن دین کے مصنف حضرت خواجہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ جب حج بیت اللہ کے لیے گئے تو حرم شریف میں حضرت ضیائے معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی پہلی ملاقات ہوئی اس پہلی ملاقات میں حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے قلبِ انور پر برستی ہوئی نقشبندی اور مجددی نسبتوں کا آپ نے مشاہدہ کرتے ہوئے فرمایا ''از شما معرفتِ سابقہ است کہ تم سے تو بہت پرانی شناسائی ہے''۔ پھر فرمایا ہمیں خانہ کعبہ سے اشارہ ہوا ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ سب آپ کو عطا کر دیں۔ یہ فرما کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور اویسیہ کی خصوصی نسبتوں اور اجازتوں سے مالا مال فرما دیا۔

آپ کے تفصیلی حالات اور آپ کی علمی، دینی اور روحانی خدمات کے ذکر کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ اگلے صفحات میں آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ غلام محمد رضی اللہ عنہ کے مختصر ترین حالات کو دیکھ کر آپ کی عظمتوں اور رفعتوں کا بھی کچھ نہ کچھ اندازہ ہو سکتا ہے جبکہ آپ کے حقیقی روحانی مقام اور مرتبہ کو بیان کرنے کا کسی کو یارا نہیں۔

آپ کی وفات ۲۹ رجمادی الثانی ۱۳۳۷ھ کو ہوئی آپ کا مزار مبارک کابل سے ۳۰ میل دور چہار باغ صفا میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

ولادت:

ایسے عظیم باپ کے ایسے ہونہار سپوت حضرت شاہ غلام محمد مجددی کی امیر حبیب اللہ خان کے

دور حکومت میں چہار باغ صفا (کابل) میں ولادت ہوئی۔

بشارتِ عظمیٰ:

آپ کے والد گرامی حضرت شاہ ضیائے معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی ولادت کے بعد حضور سرور کائنات روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لڑکا عطا فرمایا ہے میں نے اس کا نام غلام محمد رکھا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے غلام محمد کو اپنی غلامی میں قبول کرلیا ہے۔ آپ کے شجرہ شریف میں آپ کی اسی نسبتِ غلامی محمد کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

مشتغل ہے جو غلامیِ محمد میں مدام
اس غلام با محمد حق نما کے واسطے

اسی طرح ایک سید زادہ کی مشکل کے وقت بھاری رقم دیکر جب آپ نے ان کی مالی مدد فرمائی تو انہوں نے شکریہ کے طور پر آپ کو جو اشعار لکھ کر بھیجے اس کے آخری مصرعہ میں اسی غلامیِ محمد کے تمغۂ امتیاز کا انہوں نے یوں ذکر فرمایا۔

فخرت ہمیں بس است کہ غلام محمد است

حضرت مولانا خورشید الحسن چشتی صاحب نے اس کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا۔

آنکس کہ جُرعہ یاب زجامِ محمد است
فخرش ہمیں بس است کہ غلامِ محمد است

تعلیم:

چہار باغ صفا کے مدرسہ میں ہی آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور درس نظامیہ کی مکمل تعلیم حاصل کی۔ اس زمانہ میں آپ کا آستانہ بخارا، سمرقند، ماوراء النھر اور ہندوستان کے علماء کا مرکز بنا ہوا تھا۔ سیکڑوں علماء روحانی تربیت اور سلوک کے مدارج طے کرنے کے لیے آپ کے والد گرامی کی خدمت میں شب و روز حاضر رہتے تھے لہٰذا آپ کو اس طرح وقت کے بڑے بڑے علماء سے علمِ ظاہری کی تحصیل کے مواقع خوب میسر آئے۔ اور آپ نے علومِ ظاہریہ میں کمال حاصل کیا۔

بیعت:

آپ نے کم سنی میں ہی اپنے والد گرامی سے شرف بیعت حاصل کیا آپ مادر زاد ولی تھے۔ شروع سے ہی استغراق میں رہتے تھے۔

خلافت:

باطنی طور پر براہِ راست آپ کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پایاں فیوضات وبرکات اور دارین کی نعمتیں عطاء ہوئیں اور ظاہری طور پر اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ ضیائے معصوم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے اجازت وخلافت کے ذریعہ وہ نعمتیں آپ کو پہنچیں۔

اس کا واقعہ کچھ اس طرح سے ہے کہ ایک روز آپ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے دیکھا حضور سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار گہر بار سجا ہوا ہے اور آپ حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہیں وہاں ایک جانماز اور ایک دستار رکھی ہوئی تھی حضور نے آپ کو حکم دیا کہ اس جانماز پر کھڑے ہو جاؤ اور حضور نے وہ دستار خود اپنے دستِ مبارک سے آپ کے سر پر رکھی۔ حضور کے سامنے ایک ڈھیر لگا ہوا تھا حضور نے اس ڈھیر میں سے اٹھایا تو آپ نے اپنی جھولی آگے کردی حضور نے آپ کی جھولی میں ڈالا اور ایک آیت تلاوت فرمائی جس میں علم کی زیادتی اور مراتب کی طرف اشارہ تھا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیر میں سے دوسری مرتبہ اٹھایا اور ایک دوسری آیت پڑھتے ہوئے آپ کی جھولی میں ڈالدیا اسی طرح حضور نے تیسری مرتبہ اس ڈھیر میں سے اٹھایا اور آپ کی جھولی میں ڈال دیا۔ آپ نے حضور سے یہ حاصل کرکے اپنی جھولی کو سمیٹ لیا۔ صبح جب آپ اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ضیائے معصوم رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا:

> بیٹا تم نے جو آج دیکھا ہے اس کو ہم بہت پہلے دیکھ چکے ہیں۔

فاروق اعظم کی نگاہِ کرم:

علمی اور روحانی دولت کے ساتھ ظاہری دولت بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی فراوانی کے ساتھ عطاء فرمائی تھی اور دل اس سے بھی بڑا عطا فرمایا تھا۔ جب آپ حج بیت اللہ کے لیے گئے تو وہاں بھی آپ نے خوب صدقہ وخیرات کیا۔ ایک روز آپ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے عبادت میں مصروف تھے کہ مسجد شریف

میں وہاں کے ایک برگزیدہ عالم اور مدرس نے آواز لگانی شروع کردی کہ اھہنا فاروقی، اھہنا فاروقی، کیا یہاں کوئی فاروقی ہے۔

اس وقت مسجد نبوی میں آپ کے علاوہ اور کوئی فاروقی (حضرت عمر فاروق کی اولاد میں) موجود نہیں تھا۔ آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت شاہ آغا جان کو بھیجا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ یہ عالم صاحب کیا فرما رہے ہیں حضرت شاہ آغا انکے پاس گئے اور انکو آپ کے پاس بلا کر لے آئے۔ انہوں نے آپ سے وہی سوال کیا کہ اھہنا فاروقی آپ نے فرمایا ہاں ہم فاروقی ہیں ہمارے جد امجد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اپنے آپ کو فاروقی لکھا کرتے تھے۔ یہ سنکر مدینہ شریف کے وہ بزرگ عالم اور درویش آپ سے لپٹ گئے اور کہنے لگے کہ آپ ہی ہیں وہ جن کے پاس جانے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ پھر انہوں نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں نے یہاں مدینہ شریف میں ایک مدرسہ قائم کیا ہوا ہے خود مزدوری کر کے اس کے اخراجات پورے کرتا ہوں لیکن اب بڈھا ہو گیا ہوں، طلبہ زیادہ ہو گئے ہیں مدرسہ کے اخراجات بڑھ گئے ہیں اور زیادہ مزدوری اب مجھ سے نہیں ہوتی اس صورت حال میں اب مدرسہ کا چلانا مشکل ہو گیا تھا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سارا ماجرا عرض کیا آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا عمر تم ان کا مسئلہ حل کرو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پھر مجھ سے مخاطب ہو کے فرمایا حرم شریف کے اندر ایک میری اولاد میں سے موجود ہیں جاؤ ان سے جا کر مدرسہ کا خرچہ لے لو۔ لہٰذا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔ یہ سن کر خوشی و مسرت سے آپ نہال ہو گئے اور جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ سب مدرسہ کے خرچہ کے لیے دے دیا جو مدرسہ کے اخراجات کے کئی سالوں کے لیے کافی ہو گیا۔

آپ اکثر اس واقعہ کو سنا کر بڑی فرحت و مسرت کا اظہار فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے اس پر بڑا ناز ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ کو اپنی اولاد میں فرمایا اور مجھ سے یہ خدمت لی۔

معمولات:

آپ شب بیداری فرماتے تھے، حافظ قرآن تھے ساری رات تلاوت قرآن میں مصروف رہا کرتے تھے۔ ہر روز پندرہ پارے رات کو اور پندرہ پارے دن میں تلاوت فرمایا کرتے تھے کسی روز ۱۸ ر پارے رات کو تو ۱۲ ر پارے دن کو تلاوت فرماتے تھے الغرض دن اور رات میں روزانہ ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اوراد و وظائف، حزب البحر، درود شریف اور اللہ الصمد کا ورد ہر

روز فرمایا کرتے تھے۔

آمدنی کی تقسیم:

آپ کی بے شمار ذاتی جائیدادیں اور جاگیریں تھیں اور آپ اس میں سے غرباء مساکین اور طلبہ کے لیے خوب اخراجات فرمایا کرتے تھے، لیکن جب سے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی اور تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطاؤں سے اپنی جھولی کو بھرا تھا اس وقت سے آپ نے اپنی تمام آمدنی کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا ایک حصہ کتابوں کی خرید اور علماء وطلبہ کی خدمت میں خرچ ہوتا تھا تو دوسرا حصہ یتیموں مسکینوں اور ناداروں کے لیے خرچ ہوتا تھا اور تیسرا حصہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات کے لیے مقرر تھا۔

جب آپ کی زمینوں سے غلہ آتا تھا تو باقاعدہ نقارہ بجایا جاتا تھا تاکہ تمام غرباء ومساکین کو اطلاع ہو جائے اور کوئی حقدار محروم نہ رہ جائے۔ لوگ نقارہ کی آواز سنکر دور دراز تک کے علاقوں سے آتے تھے اور مالا مال ہو کر جاتے تھے۔

آپ کے صاحبزادگان نے راقم الحروف سے فرمایا کہ روس سے جہاد کے بعد اب افغانستان میں دوبارہ ہماری جائیدادیں بحال ہو رہی ہیں تو ہم نے وہاں نصیحت کر دی ہے کہ ہمارے والد کے زمانہ میں ان جاگیروں سے جن جن لوگوں یا مدارس یا دینی اداروں کی مدد کی جاتی تھی وہ سب دوبارہ جاری کر دیجائے۔

مدرسہ:

آپ نے چہار باغ صفا میں ایک دینی درسگاہ بھی قائم فرمائی تھی جس سے آج تک ہزار ہا لوگ فیضیاب ہو کے جا چکے ہیں اس کے تمام اخراجات آپ ہی اٹھایا کرتے تھے۔ اس مدرسہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں زیادہ تر ان نابینا طالب علموں کو داخلہ دیا جاتا تھا جنہیں کوئی مدرسہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا تھا۔

ہیبتِ حق:

عبادات وریاضات کے باعث آپ کے جلال اور ہیبتِ حق کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے رؤسا، امراء حکمران، خان، نواب، چودھری حتیٰ کہ وزراء اور بادشاہوں کو بھی آپ کے دربار میں لب کشائی کی ہمت

نہیں ہوتی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو انہی متکبرین کی اصلاح اور تربیت کے لیے بھیجا ہے۔

جہادِ آزادی:

آجکل کے نام نہاد پیروں کی طرح آپ نے خانقاہوں کی چار دیواری میں صرف ذکر واذکار تک اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا بلکہ بقول علامہ اقبال۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

آپ نے افغانستان کی جنگِ آزادی جو اس وقت جنگ استقلال کے نام سے مشہور تھی اس میں بھرپور طریقہ سے حصہ لیا اور اپنے تمام مریدین کو انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا۔ خود آپ کے چچا نے بھی اس جہاد میں بنفس نفیس شرکت کی آپ نے اس جہاد کے لیے اس وقت کی حکومت کو ایک لاکھ بیس ہزار روپے دیے۔ اور اس وقت کے فوج کے جرنیل محمد خان اور نائب سالار ناظم دوست محمد کو اپنی بھرپور حمایت کا یقین دلایا۔

ہجرت:

افغانستان کے سیاسی حالات کے باعث آپ ۱۹۳۰ء میں افغانستان سے ہجرت فرما کر حرمین شریفین چلے گئے یہاں کچھ سال آپ نے قیام فرمایا اس سفر میں آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ آغا بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ یہاں سے آپ ہندوستان تشریف لائے اور یہاں، بمبئی، اسکے بعد سورت نوساری میں تقریباً ۱۴ سال تک مقیم رہے اور اس خطہ کو اپنے فیوضات سے مستفیض فرمایا۔

پھر جب پاکستان بن گیا تو زعمائے پاکستان بالخصوص لیاقت علی خان کی گزارش اور دعوت پر آپ ۱۹۴۸ء میں پاکستان تشریف لے آئے ابتداً آپ نے ۹ مہینہ کراچی میں قیام فرمایا پھر کوہ مری تشریف لے گئے وہاں سے لاہور تشریف لائے یہاں تین سال قیام فرمایا اسی قیام کے دوران آپ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا پیر فضل الرحمٰن کی ولادت ہوئی اس کے بعد مستقل ملیر کراچی میں تشریف لے آئے اور آخری ایام یہیں گزارے اور یہیں وصال فرمایا۔

والد کا ارشاد:

پاک وہند کے مختلف علاقوں میں آپ کے سفر اور مختلف عرصوں کے لیے آپ کے قیام کے باعث یہ

پورا خطہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے انوار وتجلیات سے روشن ومنور ہوگیا۔ اور اس طرح آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ ضیائے معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ پیش گوئی بھی پوری ہوگئی جو آپ نے فرمائی تھی کہ میں نے اپنے ایک صاحبزادے شاہ غلام قادر کے افغانستان سپرد کردیا اور دوسرے صاحبزادے ''میاں جیو'' کے ہندوستان سپرد کردیا۔

ہم عصر علماء ومفکرین:

پاک وہند کے نامور علماء محدثین اور مفکرین آپ کی علمی اور روحانی عظمتوں کے معترف تھے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ تمام فرقوں کے علماء اور ہر مسلک کے مقتدر رہنما اور علماء آپ کی یکساں عزت کرتے تھے۔ انمیں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

- ☆......حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی
- ☆......حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی
- ☆......محمد یوسف بنوری (نیوٹاؤن)
- ☆......احتشام الحق تھانوی
- ☆......حضرت علامہ مفتی محمد محمود الوری
- ☆......بدر عالم میرٹھی
- ☆......عبدالغفور مدنی
- ☆......مفتی محمد شفیع (دارالعلوم کورنگی)
- ☆......محمد سلیمان ندوی (مصنف سیرۃ النبی)
- ☆......حضرت علامہ مفتی محمد مظفر احمد دہلوی

مفتی محمد شفیع کی شہادت:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کے مقام اور مرتبہ کا اظہار اس واقعہ سے ہوتا ہے جو دارالعلوم کورنگی کے بانی اور شیخ الحدیث اور دیوبندی مکتبِ فکر کے بہت بڑے عالم مفتی محمد شفیع نے آپ کے متعلق اپنی کتاب ''ذکر اللہ'' میں لکھا ہے۔ وہ آپ کا نام لیے بغیر آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ افغانستان سے ہجرت کرکے آئے ہوئے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور کے

روضۂ انور پر حاضر ہوتا تھا تو بعض لوگ ایسے بھی آتے تھے کہ جو حضور کو سلام پیش کرتے تھے تو حضور خود ان کو وعلیکم السلام کہہ کے جواب عنایت فرمایا کرتے تھے اور میں اس جواب کو سنا کرتا تھا۔

حضرت مجدد کی نگاہ کرم:

آپ کے تمام امور پر آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصی نگاہ رہتی تھی۔ آپ کے تمام معاملات ان کی مرضی اور منشاء کے مطابق طے پاتے تھے۔ حتیٰ کہ کوئی نامناسب کام ہونے لگتا تو حضرت امام ربانی کی روحانیت آپ کی دستگیری فرماتی اور آپ اس کام سے کنارہ کش ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس قسم کا ایک واقعہ آپ کے ساتھ پیش آیا کہ قبائلی علاقہ سے دو بڑے عالم وفاضل بھائی آپ کی خدمت میں روحانی تربیت کے لیے آئے۔ آپ نے دونوں کی تربیت فرمائی اور دونوں کو بلند مقام پر فائز کر دیا۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! ان میں سے بڑے بھائی کو خلافت بھی عطا فرما دیجیے آپ نے فرمایا اچھا کل دونگا۔ صبح جب آپ بیدار ہوئے تو اپنے خاص خلیفہ مولانا غلام نبی صاحب سے فرمایا مولانا! رات کو عجب معاملہ پیش آیا۔ رات کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت ہوئی اور آپ نے مجھ سے فرمایا۔ ''میاں جیو! از خدا نمی ترسی۔ از ناقص ناقص پیدا میشود واز کامل کامل''۔

لہٰذا حضرت امام ربانی کا یہ ارشاد سن کر میں نے بڑے کو خلافت دینے کا ارادہ ترک کر دیا ہے اب چھوٹے کو دونگا حضرت امام ربانی کے ارشاد کی رو سے وہی اس کے لائق ہے۔

سیاستدانوں کی عقیدت:

پاک وہند کے نامور سیاسی زعماء قائد اعظم محمد علی جناح، جواہر لال نہرو، لیاقت علی خان، سردار عبدالرب نشتر، خواجہ ناظم الدین، نواب صدیق علی خان آپ سے بڑی ارادت اور عقیدت رکھتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اور مختلف مواقع پر آپ سے دعائیں کرایا کرتے تھے۔

پاکستان کا مژدہ:

قائد اعظم اور جواہر لال نہرو پہلے انگریزوں کے خلاف مشترکہ جدوجہد کر رہے تھے لیکن جب قائد اعظم نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ خطۂ زمین کا نعرہ لگایا تو جواہر لال نہرو کو بڑا ناگوار گزرا اور وہ قائد اعظم سے ناراض ہو گیا اور ایک روز حضرت قبلہ پیر غلام محمد مجددی کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ

آپ دعا کریں کہ قائداعظم پاکستان کے مطالبہ سے باز آ جائیں اور یہ نیا راستہ چھوڑ دیں آپ نے فرمایا تم جس چیز کو چھوڑنے کے لیے مجھ سے سفارش کرنا چاہتے ہو اس کو اللہ نے منظور کرلیا ہے یہ ملک ہر حال میں بنکر رہے گا۔ اب بھلا میں قائداعظم سے اسکے خلاف کیسے کہہ سکتا ہوں۔

قائداعظم کی پگڑی:

قائداعظم نے اپنے خاص رفقاء موسیٰ قلعہ دار اور محمد علی مینار کے ذریعے آپ کو یہ پیغام بھجوایا کہ میری رہبری اور رہنمائی فرمائیں کہ پاکستان کے حصول کے لیے جو میں جدوجہد کر رہا ہوں اس میں مجھے کامیابی حاصل ہوگی یا نہیں۔ آپ نے قائداعظم کو کہلوایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہارے سر پر پگڑی بگڑ رہی تھی حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو درست فرما دیا ہے لہٰذا مطمئن رہو اِن شاء اللہ پاکستان ضرور بنے گا اور اس کا سہرا تمہارے سر ہوگا۔

پاکستان آمد:

پاکستان بننے کے بعد جواہر لال نہرو نے آپ سے عرض کیا کہ آپ یہیں قیام فرمائیں ہم آپ کی حفاظت میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے ادھر متعدد زعمائے پاکستان بالخصوص نواب زادہ لیاقت علی خان نے آپ کو پاکستان تشریف لانے اور قیام فرمانے کی خصوصی دعوتیں دیں آپ نے جواہر لال نہرو کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور لیاقت علی کی دعوت کو قبول فرماتے ہوئے پاکستان تشریف لے آئے۔ آپ کو لیاقت علی خان سے بڑی محبت تھی اسی لیے جب آپ کو اس کے قتل کی اطلاع ہوئی تو آپ کو بہت ملال ہوا اور آپ بہت خفا ہوئے۔

پاکستان کی مدد:

نہ صرف یہ کہ آپ خود پاکستان تشریف لائے بلکہ ہندوستان کے بڑے بڑے نامور سرمایہ داروں کو جو آپ سے ارادت وعقیدت رکھتے تھے ان کو بھی پاکستان آنے اور یہاں کاروبار کرنے کا حکم دیا۔ ان سرمایہ دار خاندانوں میں خاص طور پر آدم جی، باوانی، پاکولا والے، سورت کی بڑی بڑی میمن فیملیز شامل ہیں جو آپ کے حکم سے پاکستان آئیں اور یہاں اپنے سرمایہ سے انہوں نے پاکستان کو مستحکم کیا۔

غلام محمد کی عقیدت: بڑے بڑے امراء، رؤسا اور حکمران آپ سے ارادت وعقیدت رکھتے تھے انہی میں

پاکستان کے گورنر جنرل غلام محمد بھی تھے جو آپ کے بڑے عقیدت مند تھے۔ اور انکی آپ سے عقیدت اس طرح شروع ہوئی کہ کرنل ضیاء اللہ، جو غلام محمد کا معالج خاص تھا، وہی آپ کا علاج کرتا تھا ایک دفعہ آپ کے لیے کسی دوا کی ضرورت پیش آئی جو ملک میں نہیں ملتی تھی تو اس نے کہا کہ غلام محمد کی دواؤں کے ساتھ باہر سے آپکی دوا بھی آ جائے گی۔ اس وقت آپ نے فرمایا:

''غلام محمد برباد تھا اگر داتا کی اس پر نگاہ نہ ہوتی''

کرنل ضیاء اللہ نے آپ کے یہ الفاظ جب غلام محمد کو بتائے تو وہ تڑپ گیا اور آپ کی عظمت کا قائل ہو گیا۔ کہنے لگا جب میں پیدا ہوا تھا اس وقت میری ماں نے مجھے داتا کے دربار پہ لا کر ڈال دیا تھا اور عرض کیا تھا کہ میرا یہ بچہ آپ کے سپرد ہے۔ یہ وہ راز تھا جو سوائے میرے اور میری ماں کے کسی کو پتا نہیں تھا جس ذات کو میرا یہ راز بھی پتا ہے وہ یقیناً خدا کا مقرب بندہ ہے۔ اس وقت سے وہ آپکا معتقد ہو گیا۔

ایک دفعہ غلام محمد بیمار ہوا تو آپ سے کہلوایا کہ سخت بیمار ہوں اٹھ نہیں سکتا آپ یہاں تشریف لا کر مجھ پر دم فرما جائیں۔ آپ نے فرمایا اس شرط پر آؤنگا کہ میرا نام وغیرہ اخبارات میں نہ آئے اور میرے آنے کی کوئی تشہیر نہ ہو۔ اس نے یہ شرط منظور کر لی اور آپ نے اس کو جا کر دم فرمایا اور اللہ نے اس کو صحت عطاء فرما دی۔

اسلامی نظام کے لیے دعا:

ایک روز گورنر جنرل غلام محمد نے آپ سے عرض کیا کہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ یہ سن کر ناراض ہو گئے اور جلال میں فرمایا ''جس کو تم خود نہیں چاہتے اس کی دعا کے لیے کیوں کہتے ہو''۔

والدگرامی کی نگاہ:

- والدگرامی کے وصال کے بعد بھی ان کی روحانیت آپ کی ہمیشہ پاسداری فرماتی تھی اور ہر معاملہ میں آپ کی نگہبان رہتی تھی۔ چنانچہ گورنر جنرل غلام محمد کی دواؤں کے ساتھ جب آپ کی دوا باہر سے آئی تو آپ نے اس کو الماری میں رکھ دیا کہ صبح اس کو استعمال کرونگا۔ لیکن اسی رات حضرت شاہ ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی آپ کو زیارت ہوئی انہوں نے اس شیشی کا انگلی سے نشانہ بنا کر اس کو دور پھینک دیا اور فرمایا بیٹا اس دوا کو استعمال نہ کرنا، صبح آپ اٹھے تو آپ نے اس دوا کو استعمال کرنے سے انکار فرما دیا جب اس دوا کو واپس

کرنے کے لیے الماری میں دیکھا تو اس کی شیشی چورہ چورہ ہوئی پڑی تھی۔

اسی طرح بہاولپور جب آپ وہاں کے نواب کی دعوت پر تشریف لے گئے تو اس نے آپ کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور رخصت کرتے وقت پچاس ایکڑ زمین آپ کو بطورِ نذرانہ پیش کی اور عرض کیا کہ صبح منشی آپ کی خدمت میں رجسٹر وغیرہ لیکر حاضر ہوگا اور یہ تمام زمین آپ کے نام کر دیگا۔ رات کو خواب میں آپ کو اپنے والد حضرت شاہ ضیائے معصوم رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا بیٹا! ان زمینوں کو مت لینا صبح آپ نے ان زمینوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور خادم کو اپنی جیب سے پیسے دیکر ٹکٹ منگائے اور اسی وقت وہاں سے رخصت ہو گئے۔

وصال:

۲۴ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۲ء کو علم ومعرفت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ کراچی میں ماڈل کالونی ملیر میں آپ کو دفن کیا گیا جہاں آج بھی آپ کا مزار منبع انوار بنا ہوا ہے۔

خلفاء:

آپ کے چند خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱......	مولانا حبیب النبی صاحب	(بھکی شریف صوبہ سرحد)
۲......	مولانا ولی النبی صاحب	(بھکی شریف صوبہ سرحد)
۳......	مولانا مطیع النبی صاحب	(بھکی شریف صوبہ سرحد)
۴......	صاحبزادہ بہاء الحق صاحب	(تیرہ۔ قبائل)
۵......	مفتی مظفر احمد صاحب	(کراچی)
۶......	مولانا مقبول احمد صاحب	(سورت)
۷......	مولانا حافظ علی صاحب	(سورت)
۸......	حضرت مولانا عبد السلام مجددی	(افغانستان)

اولاد:

آپ کے سات صاحبزادے تھے۔

۱......	حضرت غلام احمد مجددی المعروف بہ شاہ آغا جان	(افغانستان)

۲......	حضرت نور احمد مجددی عرف نور آغا☆	(کراچی)
۳......	حضرت عبداللہ آغا مجددی	(کراچی)
۴......	حضرت فضل محمود مجددی	(افغانستان)
۵......	حضرت فضل ربی آغا	(کراچی)
۶......	حضرت فضل غفار مجددی	(مدفون کراچی)
۷......	حضرت فضل الرحمٰن مجددی	(کراچی)

جانشین:

آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت غلام احمد مجددی عرف شاہ آغا جان آپ کے جانشین تھے لیکن افغانستان میں روس اور کمیونزم کے خلاف جو جہاد ہوا اس میں آپ لاپتہ ہو گئے اور ابھی تک کہیں سے آپکا سراغ نہیں مل سکا ہے۔

آپ کے بعد حضرت قبلہ پیر غلام محمد صاحب کے کراچی میں رہائش پذیر تمام صاحبزادے رُشد و ہدایت کے فرائض انجام دے رہے ہیں بالخصوص حضرت نور آغا اور پیر فضل الرحمٰن مجددی کی مساعی جمیلہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

(۱۵)

شاہ فقیر اللہ علوی

☆☆

آپ اٹھارویں صدی عیسوی کے ایک جلیل القدر عالم اور ایک عظیم المرتبت ولی اللہ تھے۔

ابتدائی حالات:

آپ کا نام شاہ فقیر اللہ علوی، والد گرامی کا نام شاہ عبدالرحمٰن اور جد امجد کا نام شمس الدین تھا۔ آپ کی ولادت گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں افغانستان کے ایک علاقہ ''روتاس'' میں ہوئی۔ آپ کا اصلی وطن حصارک، جلال آباد (افغانستان) ہے لیکن آپ وہاں سے ہجرت فرما کر شکارپور آ گئے تھے۔ ان

☆......آپ ۱۱ر صفر المظفر ۱۴۲۵ھ/۲ر اپریل ۲۰۰۴ء کو کراچی میں وصال فرما گئے (مرتبین)

علاقوں کے علاوہ آپ نے قندھار میں بھی قیام فرمایا اور وہاں تعلیم بھی حاصل کی اور تعلیم دی بھی۔ وہاں ایک مسجد آپ ہی کے نام سے موجود ہے۔

علم ظاہر:

علوم ظاہریہ کی تکمیل آپ نے افغانستان اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں وقت کے جیّد علماء اور فقہاء اور محدثین سے کی۔

علم باطن:

علم ظاہر کی تکمیل کے بعد آپ علم باطن کی طرف متوجہ ہوئے، ایک طویل عرصہ تک دور دراز کا سفر کرتے رہے۔ زیارت حرمین شریفین سے بھی مستفیض ہوئے اور اسی اثناء میں آپ کی ملاقات پشاور کے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک کامل بزرگ حضرت شیخ محمد مسعود دائم سے ہوئی جو حضرت شیخ محمد سعید لاہوری کے خلیفہ تھے، آپ ان کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور اپنی باطنی تکمیل کر کے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے، نقشبندیہ خاندان میں آپ کا سلسلۂ طریقت اس طرح سے ہے۔

شاہ فقیر اللہ علوی، شیخ محمد مسعود دائم، شیخ محمد سعید لاہوری شیخ آدم بنوری،
شیخ مجدد الف ثانی فاروقی نقشبندی سرہندی۔

ہجرت:

سلسلہ نقشبندیہ کے علاوہ سلسلہ قادریہ کی بھی آپ کو اجازت حاصل ہے مختلف ممالک کی سیاحت کے بعد ۱۷۳۷ء/ ۱۱۵۰ھ میں آپ افغانستان سے ہجرت فرما کر سندھ تشریف لے آئے اور یہاں اپنے قیام کے لیے سندھ کے ایک مشہور علاقہ ''شکار پور'' کو منتخب فرمایا، اسی شہر کو اپنا وطن بنا کر یہاں اپنی خانقاہ قائم کی اور سلسلہ نقشبندیہ کا اس کو مرکز بنایا۔

آپ کی اس خانقاہ میں سندھ، پشاور، لاہور، ہرات اور قندھار تک علم وعرفاں کے پیاسے کھنچ کھنچ کے آتے تھے اور آپ کے فیوضات سے سیراب ہو کے جاتے تھے۔

عقیدتِ سلاطین:

بزرگی اور ولایت میں آپ کا یہ مقام تھا کہ وقت کے امراء وسلاطین، حکمراں اور شہنشاہ بھی آپ کے

در کی گدائی پر فخر محسوس کرتے تھے اور آپ کے دربار کی حاضری کو سرمایۂ افتخار سمجھتے تھے۔ چنانچہ افغانستان کا حکمران احمد شاہ ابدالی قلات کا حکمران نصیر خان بلوچ اور سندھ کا حکمران میاں سرفراز خاں کلھوڑا اور مکران کا حکمران محبت خان بلوچ، آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کے فیض صحبت سے اپنے اخلاق وعادات کی اصلاح کرتے تھے اور اپنے ملکی اور سیاسی نظریات کے لیے روشنی حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے مکاتیب کا جو مجموعہ لاہور سے شائع ہوا ہے، اس کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے سلاطین وقت کی کس طرح ہدایت اور رہبری کا کام انجام دیا ہے۔

آپ نے جو خطوط احمد شاہ ابدالی کے نام لکھے ہیں ان میں اس بادشاہ کو حسنِ خلق، خداترسی، اعلائے کلمۃ الحق اور صبر کی نصیحتیں کی ہیں۔ اسی طرح احمد شاہ ابدالی کے وزیر اعظم شاہ ولی خاں، اور ابدالی کے ولی عہد شہزادہ سلیمان کے نام جو مکاتیب ارسال فرمائے ہیں ان میں ان دونوں کو متعدد نصائح اور اخلاق درس دیے ہیں، اس کے علاوہ والیٔ قلات نصیر خاں، اور والیٔ سندھ، سرفراز خاں کلھوڑا اور والیٔ مکران محمد خاں بلوچ کے نام جو مکاتیب ارسال فرمائے ہیں ان میں انکو حق شناسی، مردم پروری، عرفاں اور نکوکاری کی تلقین فرمائی ہے اور بعض تصوف وحقیقت کے نہایت اہم اور ادق مسائل کو خوبصورتی سے حل فرمایا ہے۔

تحائف کا تبادلہ:

سرفراز خاں کلھوڑا (والیٔ سندھ) کی آپ سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ اس نے آپ کو نذرانے کے طور پر ایک مرتبہ پانچ سو روپے، ایک مرتبہ ایک ہزار روپے، دو مرتبہ سو سو روپے ارسال کیے، اس سے اس کی ارادت اور صوفیہ وعلماء کی قدردانی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

لیکن حضرت شاہ فقیر اللہ صاحب علوی رحمۃ اللہ علیہ آجکل کے پیروں کی طرح صرف مریدوں سے لینے والے ہی نہیں تھے بلکہ ان کو اپنی عطاء وبخشش سے نوازتے بھی تھے چنانچہ آپ نے بھی بہت عمدہ نسل کے دو گھوڑے سرفراز خاں کلھوڑا کو اپنی طرف سے تحفہ کے طور پر ارسال فرمائے۔ جیسا کہ آپ کے ایک مکتوب گرامی سے معلوم ہوتا ہے۔

سرفراز خاں کلھوڑا سے محبت:

والیٔ سندھ میاں سرفراز خاں کلھوڑا نے اپنی لیاقت اور قابلیت، محبتِ فقراء اور عقیدت اہل اللہ کے

باعث حضرت کے دل میں بہت جگہ پیدا کر لی تھی وہ بڑے علمی اور عارفانہ سوالات حضرت سے دریافت کیا کرتا تھا۔ جس سے حضرت کو بہت خوشی ہوتی تھی، عقیدتِ اولیاء اور قدر دانی فقراء کی بدولت حضرت کو اس سے جو قلبی لگاؤ اور انس تھا۔ اور آپ کے دل میں اس کی جو قدر و منزلت تھی اس کا اندازہ ان القاب سے ہوتا ہے جو آپ نے اس کو اپنے مکاتیب میں تحریر فرمائے، مثلاً ایک مکتوب میں ان القاب سے اس کو یاد کیا:

> زبدۂ محبانِ اہل اللہ، خلاصۂ مخلصانِ فقراء عاکف باب اللہ، عالی جاہ، رفیع جائیگاہ، محبِ صادق میاں محمد سرفراز خاں سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ۔

ایک مکتوب گرامی میں اس کو یوں مخاطب کیا ہے:

> زبدہ محبانِ خاص ونقادہ ارادتمندان خاص الخواص عزیز دلہائے درویشاں دعا گو، انیس قلوب دعا گویان یک دل و یک روے، مہبطِ انوارِ عظمت، محور فلک حشمت، عالی جاہ، رفیع جائے گاہ محبِّ صادق الارادہ میاں محمد سرفراز خاں۔

سرفراز خاں اکثر آپ سے علمی سوالات پوچھتا رہتا تھا۔ حتی کہ تصوف کے بعض مسائل کے بارے میں بھی آپ سے استفسار کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ اس نے آپ سے ”دعوات اور تصوفات“ کے بارے میں سوال کیا اس کے جواب میں آپ نے اس کو ایک مکتوب ارسال کیا جس میں تحریر فرمایا کہ اھل اللہ تجلیاتِ جمالیہ اور جلالیہ دونوں سے لذت حاصل کرتے ہیں، اسی لیے خوشی اور رنج دونوں میں وہ ایک ہی حال پر رہتے ہیں۔

آنچہ او ریخت بہ پیمانہ ما نوشیدیم
وگر از خمرِ بہشت است وگر بادۂ جام

معاصرین:

خودی اور تکبر بالکل نہ تھا، اپنے ہم عصر علماء سے ملاقات کرتے تھے اور ان کی تعظیم واحترام کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ سب بھی آپ سے بیحد محبت رکھتے تھے، دل میں آپ کی وقعت رکھتے تھے اور ظاہر میں آپ کا احترام کرتے تھے۔ اس وقت کے جن علماء وصوفیہ سے آپ کی راہ ورسم اور مراسلت تھی ان میں سے چند حضرات کے نام یہ ہیں۔

۱...... ملا فیض اللہ کاکر قندھاری
۲...... ملا عبدالحکیم کاکر عرف ناناجی، (قندھار کے مشہور مشائخ میں سے تھے)
۳...... ملا عبداللہ کاکر
۴...... ملا عبداللہ خرقہ پوش
۵...... ملا صاحب داد
۶...... ملا وارث پشاوری
۷...... ملا صلاح پتی کوٹی
۸...... حاجی مولاداد قندھاری
۹...... ملا رحیم داد سنجر خیل ژوب

سندھ کے علماء اور صوفیہ میں جن حضرات کو حضرت شاہ علوی سے خاص ربط اور تعلق تھا۔ اور انکے درمیان سلسلۂ مراسلت بھی تھا، ان میں سے یہ حضرات مشہور ہیں۔

۱...... مخدوم محمد معین ٹھٹوی
۲...... مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی
۳...... سید مرتضائی سیوستانی
۴...... سید شکر اللہ ٹھٹوی
۵...... میاں عبدالرؤف ہالہ کندی
۶...... تاج محمد خوش نویس، ٹھٹھہ
۷...... محمد میر داد قاری عرب
۸...... قبول محمد
۹...... حاجی اسماعیل
۱۰...... پیر سید محمد راشد ابن سید محمد بقاء

حضرت کے ایک مخلصِ خاص، ''ملا رحیم داد'' بھی تھے۔ جن کو آپ نے کفر والحاد کی بیخ کنی اور اس کی تردید کے لیے ''قبائل کاکری ژوب'' بھیجا آپ نے رشد و ہدایت کا بہت اہم کام بہت عمدہ طریقہ سے انجام دیا اور حضرت کے ایک اور مخلص مرید اور خلیفہ محمد بن محمد جامی کے صاحبزادے ''محمد'' سے ملحدوں کے رد میں ایک رسالہ تحریر کروایا جس کا ایک قلمی نسخہ مولوی محمد شفیع لاہوری کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

کتب خانہ:

حضرت شاہ فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شکار پور قیام کے دوران ایک عظیم الشان کتب خانہ کی بنیاد رکھی تھی جس میں بڑی محنت اور کاوشوں سے نادر و نایاب کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ جمع کیا تھا لیکن افسوس اخلاف نے اسلاف کے اس گنجہائے گراں مایہ کو تلف کر دیا، اسی کتب خانے کے نسخے اب بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں، مثلاً پیر سید حسام الدین راشدی کے پاس اسی کتب خانہ کا ایک نادر نسخہ قلمی ''جامع ترمذی'' موجود ہے۔ جو حرم کعبہ میں لکھا گیا اور اس پر شاہ فقیر اللہ علوی نے چند سطریں تحریر فرما کے اپنی مُہر ثبت فرمائی۔

تصانیف: آپ کی علمی اور تحقیقی تصانیف درج ذیل ہیں۔

(۱)...... **فتح العجیل فی المدارج التکمیل** (تصوف اور سلوک میں عربی زبان کے اندر ہے)۔

(۲)...... **براهین النجات من مصائب الدنیا والعرصات۔**

(۳)...... **فیوضات الهیه۔**

(۴)...... **طریق الارشاد فی تکمیل المومنین والاولاد۔**

(۵)...... **منتخب الاصول۔** (اصولِ فقہ میں)

(۶)...... **وثیقة الاکابر** (۱۱۶۰) (عربی میں اسناد علم حدیث پر) قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور میں ہے۔

(۷)...... **قطب الارشاد۔** (تصوف میں، قلمی نسخہ پشاور لائبریری میں) قاہرہ سے طبع بھی ہوئی۔

(۸)...... **فتوحات الغیبیه فی شرح عقائد الصوفیه** ۔ عربی میں تصوف پر قلمی نسخہ پیر حسام الدین کے پاس ہے۔ اس کتاب کو یا اس کے مقدمہ کو ڈاکٹر سعید اللہ جان نے سندھ یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کے لیے ایڈٹ کیا ہے۔

(۹)...... **جواهر الاوراد۔**

(۱۰)...... **قصیدہ مبرورہ** ۔ وہ قصیدہ جو شاہ صاحب نے ۱۲ جمادی الاول ۱۱۶۲ھ کو روضۂ رسول کے سامنے نظم کیا۔

(۱۱)...... **کتاب الازهار فی ثبوت الآثار** ۔ عربی میں۔

(۱۲)...... **فوائد فقیر اللہ** ۔ پشتو زبان میں طب اور وظائف پر۔

(۱۳)...... **شرح قصیدہ بانت السعاد** ۔ ۸۰ صفحات پر مشتمل فارسی میں شرح۔

(۱۴)...... **ملفوظات وعملیات۔**

(۱۵)...... **شرح ابیات مشکل مثنوی** (۶۰۰ صفحے کی کتاب،)

(۱۶)...... **ملفوظات** (۳۳۲ صفحے کی کتاب، قلمی نسخہ حافظ خان محمد کے پاس کوئٹہ میں ہے۔)

مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی:

آپ کے مکتوبات کا وہ مجموعہ جو ۳۹۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور علم و ادب، تصوف و اخلاق کا ایک گنجِ گراں مایہ ہے ان میں آپ کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے وقت کے جلیل القدر علماء، صوفیہ، سیاسی

مفکرین، اور فرمانروایانِ وقت کے نام تحریر فرمائے تھے، چونکہ زیادہ تر لوگ آپ سے علمی سوالات پوچھتے تھے اس لیے یہ مکتوبات تصوف، اخلاق، فقہ اور دوسرے مسائل اور ان کے اسرار پر مشتمل ہیں۔ ضمناً کہیں تاریخی واقعات بھی آ گئے ہیں۔ سلاطین اور امراء کو جو مکاتیب تحریر فرمائے ہیں وہ حسنِ خلق، خدا ترسی، عدل و انصاف، صبر، اعلائے کلمۃ الحق اور اس جیسی دیگر بادشاہوں کے مناسب نصیحتوں پر مشتمل ہیں۔

بہر حال ان خطوط کے ذریعہ حضرت کی تبحر علمی آپ کی معرفت میں بلند پروازی اور رشد و ہدایت میں اعلیٰ کارکردگی کی صحیح عکاسی ہوتی ہے۔ ان خطوط کو آپ کے ایک ممتاز اور ہونہار شاگرد محمد فاضل نے جمع کیا ہے جنہیں حضرت نے خطوط جمع کرنے پر مامور فرمایا تھا۔

آخر میں حضرت کے پیر و مرشد حضرت مسعود صاحب دائم پشاوری کے چند مکتوبات بھی اس میں درج ہیں جو انہوں نے شاہ فقیر اللہ علوی کو ارسال فرمائے تھے۔ یہ مکتوب لاہور سے کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔

ان مکتوبات میں بعض اکابرین کے نام جو مکاتیب ارسال کیے گئے ہیں ان کی کیفیت اس طرح سے ہے:-

مکتوب الیہم	تعداد
۱۔ احمد شاہ ابدالی	۴
۲۔ میاں سرفراز خاں کلھوڑا	۳
۳۔ میر نصیر خان والیٔ قلات	۲
۴۔ شاہزادہ سلیمان شاہ بن احمد شاہ ابدالی	۳
۵۔ شاہ ولی خان وزیر اعظم احمد شاہ ابدالی	۲
۶۔ مخدوم محمد معین ٹھٹوی	۵

ان مکاتیب میں چونکہ تیمور شاہ کے نام حضرت کا کوئی مکتوب نہیں ہے اس لیے اس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ آپ شہزادہ سلیمان اور شاہ ولی خاں کی طرف تھے اور ان کی حمایت کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی کے انتقال پر آپ نے تعزیتی مکتوب بھی شہزادہ سلیمان ہی کے نام بھیجا ہے جسے ولی خاں نے تخت پر بٹھایا تھا، لیکن اس نے تیمور خاں کے مقابلے میں شکست کھائی تھی اور ولی خاں مارا گیا تھا۔

مکتوب گرامی:

مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی میں سے ایک مکتوب تبرکاً نمونہ کے طور پر یہاں نقل کیا جاتا ہے جو آپ نے

سندھ کے ایک درویش ''شیخ عبدالرؤف ہالا کندی کے نام ارسال فرمایا تھا مکتوب یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علیٰ خاتم فص الرسالہ وآلہ واصحابہ الکرام الیٰ یوم القیام بخدمت سدہ منیف عنصر لطیف مظہر وجود حقانی مرآت نعوت سبحانی، میاں عبدالرؤف جیو سلمہ ربہ، سلام سنت سید الانام علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات من اللہ الملک العلام۔ واصل یاد خلیفہ محمد پناہ جیو رقم کلکہ بیان ساختہ بودند کہ حضرت عالی فطرت تحیات ودعوات می رساند احقر بمطالعہ مکتوب مرغوب فائز السرور مسرور گشت، حضرت حق جل جلالہ در مرتبہ ذات بحت معرا از صفات فانی ساختہ بوجود حقانی رجوع دادہ در مرتبہ قلب دائی ساکنان سفل بجناب قدس گردانا دریافت ملاقات مربوط بہ ارادہ ازلی است نظر برالامور مرھونتہ باوقاتہا داشتہ بنمائق رنائق فرحت افزا گردیدہ۔ باشند، والسلام۔

شعروسخن:

حضرت فقیر اللہ علوی کو شعروسخن سے بھی لگاؤ تھا، آپ تخلص فقیر رکھتے تھے۔ اور تین زبان یعنی عربی، فارسی اور پشتو میں اشعار کہتے تھے آپ کے چند اشعار یہ ہیں۔

مصور فیضے کہ عالم را تروتازہ نمود
فی الحقیقت ہست چوں مرآت در جسم شہود

سرمۂ چشم عزیزاں است خاکِ میکدہ
یاوری بخت فیروز است کو ایں کردہ سود

لب اگر تر سازدآں رندے خراباتی ہے

جامہ و جاں را نثارِ جام مے خواہد نمود

مست باعقل آنچناں گردد کہ در روزِ جزا
چوں رخِ دلبر بنا شد دیگرش گفت و شنود

درد می یابد شفا از صدقِ دل گر مے خورد
درد مندے گرچہ در امراض بس مرہون بود

وفات:

آپ شکار پور میں ۳ صفر المظفر ۱۱۹۵ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۷۸۱ء بروز پیر مخلوق کو چھوڑ کر اپنے خالق سے واصل ہو گئے۔ آپ کا مزار شکار پور (سندھ) میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

(۱۶)

سید محمد راشد شاہ (روضے دھنی)

☆☆

سادات لکیاری میں سید علی مکی لکیاری کی اولاد میں حضرت سید محمد بقا شہید کے سب سے چھوٹے فرزند، سید محمد راشد شاہ (روضہ دھنی)۔ جنہوں نے اپنی زندگی میں اپنے علم و عرفان کے ذریعہ اور اپنے بعد اپنی اولاد و احفاد (یعنی پیران پگارا) اور اپنے خلفاء (پیر جھنڈا) خلیفہ سوئی خلیفہ دین پور، خلیفہ بھر چونڈی، خلیفہ امروٹ وغیرہم، کے ذریعہ علم و حکمت، شریعت و طریقت اور معرفت و حقیقت کے دُرہائے بے بہا سے اس سرزمین سندھ کو مالا مال کر دیا بلکہ صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی آپ کی اولاد میں پیر صاحب پگارا شریف، اور آپ کے دیگر خلفاء اس مادی دور میں اپنے اسلاف کے روشن کیے ہوئے ان علمی اور روحانی چراغوں کو جلائے ہوئے ہیں اور مخلوق خدا کے تاریک قلوب کو اپنے فیوضات سے منور و مستنیر کر رہے ہیں۔

ولادت:

پیران پگارہ کے مورث اعلیٰ اور سندھ کے اس نامور روحانی پیشوا کی ولادت، سید محمد بقاء کے یہاں

یکم شعبان المعظم ۱۱۷۰ھ کو گوٹھ رحیم ڈنہ کلھوڑا میں ہوئی اس زمانہ میں آپ کا سارا خاندان اسی گاؤں میں آباد تھا آج کل اس گوٹھ کو ''پرانی درگاہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بعد میں حضرت پیر علی گوہر شاہ (الملقب بہ بنگلے دھنی) کے زمانہ کے اندر جب اس گاؤں کو دریا کی طغیانی کے باعث شدید خطرہ لاحق ہوگیا تو آپ وہاں سے نقل مکانی کر کے نئے گوٹھ میں اقامت پذیر ہوگئے جسے ''نئی درگاہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ ریاست خیر پور میں کنگری نام کا ایک قصبہ ہے۔ جس کو بادشاہ پور بھی کہتے ہیں اس کو باقاعدہ آباد سید علی گوہر شاہ کے صاحبزادے سید حزب اللہ شاہ نے کیا تھا (جو پیر پگارو نمبر ۳ ہیں) ان کے آباد ہونے کے بعد ہی یہ مقام ''پیر جو گوٹھ'' کے نام سے معروف و مشہور ہوا۔

روضہ دھنی (روضہ والے):

بچپن سے اس لقب کے ساتھ آپ کی شہرت کی دو وجہ معلوم ہوئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنی پیدائش کے بعد جب پہلا رمضان المبارک آیا تو آپ نے اپنی والدہ کا دودھ پینا چھوڑ دیا، شاید اسی وجہ سے آپ بچپن میں ''روزے دھنی'' سے مشہور ہوئے اور وفات کے بعد آپ کو پہلے گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑا میں دفن کر دیا گیا تھا پھر سید علی گوہر شاہ نے دریا کی طغیانی کے پیشِ نظر جب آپ کا تابوت وہاں سے نکلوا کر ''پیر جو گوٹھ'' میں دفن کیا اور آپ کے مزار پر ''روضہ'' تعمیر کرایا تو آپ روضے دھنی کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔

طفولیت:

بچپن ہی سے آپ کی پیشانی پر آثارِ سعادت ہویدا تھے۔ عزلت پسندی، غور و فکر کی عادت، لہو و لعب سے اجتناب، حتیٰ کہ عالمِ شیر خوارگی میں رمضان کے اندر ماں کا دودھ چھوڑ دینا، یہ سب امور اس امر پر دلالت کرتے تھے کہ یہ بچہ اپنے وقت کا ولی کامل ہوگا، اور مخلوق خدا کی رہبری و ہدایت کا کام سرانجام دے گا۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ بچپن میں ہمارے دل کے اندر یہ خیال آتا تھا کہ ہم عارف بنیں گے اور صاحب ارشاد ہو کر دوسروں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کیا کریں گے۔ اور خود تجلیات اور انوارِ الٰہی کے کیف و سرور میں مست اور سرشار رہا کریں گے۔ یہ خیال گویا ایک الہامی کیفیت، اور آپ کے قلب کی پاکیزگی کا آئینہ دار تھا۔

مخدوم اسماعیل کی پیش گوئی:

بچپن میں آپ کے والد ماجد سید محمد بقاء شہید نے ایک روز آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت

مخدوم محمد اسماعیل پریاں لوئی کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا جبکہ آپ ان کے گاؤں میں تشریف لائے ہوئے تھے، سید محمد بقا شہید نے حضرت مخدوم سے آپ کیلیے دعا کی درخواست کی، حضرت مخدوم نے آپ کو دیکھ کر بڑی خوشی کا اظہار کیا، آپ کا نام پوچھا اور پھر فرمایا:

> بہت اچھے ہونگے'' (واضح رہے کہ ''راشد'' کے معنی بھی یہی ہیں) پھر آپ کو گود میں لیکر پیار کیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ وہ مبارک روح ہے جس سے دنیا کا بہت بڑا حصہ فیضیاب ہوگا۔

مستقبل نے حضرت مخدوم کی اس پیش گوئی کو حرف بحرف درست ثابت کر دیا اور ایک ولی کامل کی زبان سے نکلی ہوئی بات کی سچائی آج ہمارے سامنے روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

علمِ ظاہر:

آپ نے ابتدائی قرآنی تعلیم ''حافظ زین'' کے پاس حاصل کی اس کے بعد آپ کو حضرت فقیر اللہ شاہ علوی (م ۱۱۹۵ھ) کی خدمت میں شکار پور بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ کچھ عرصہ ان کے مکتب کے خوشہ چین رہے، ایک روز جب آپ کے والد آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے یہاں مکتب میں آئے تو دیکھا کہ آپ کو بڑا پر تکلف کھانا دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عزت واحترام اور تعظیم وتکریم کا سلوک آپ سے کیا جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا جس مدرسے میں پر تکلف کھانا ملتا ہو وہاں تحصیل علم مشکل ہے (کیونکہ نفس پرور اور شکم سیر طالب علم، عالم اور عارف ہونے کے بجائے غافل اور کاہل ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ کے والد آپ کو وہاں سے لے آئے اور ''کوٹری کبیر'' میں مخدوم میاں یار محمد کے پاس تحصیل علم کے لیے چھوڑ دیا۔

کچھ آخری کتابیں آپ نے ''مولانا محمد عاریجو'' کے پاس بھی پڑھیں۔ اس کے علاوہ سندھ کے ایک کامل عالم وعارف بزرگ حضرت مخدوم احمدی ¹ سے بھی آپ کو شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ چنانچہ صاحب تذکرہ مخادیم کھڑہ لکھتے ہیں۔

> دوراں حین پیر صاحب پیر میاں محمد راشد لکعلوی بتدریس مخدوم صاحب میخواندند و در حجرہا شمالی مسجد مبارک متوقف بودند ہنوز عمرِ ایشاں بایام دوازدہ سیزدہ سالگی بود، پسر مخدوم صاحب مخدوم محمد عاقل در عنفوانِ

> جوانی صاحبِ کمال و جمال بودند۔

> یعنی جس وقت سید محمد راشد صاحب مخدوم احمدی کے پاس پڑھ رہے تھے اور آپ کا قیام مسجد کے شمالی حجرہ میں تھا، اس وقت آپ کی عمر بارہ تیرہ سال کی تھی جبکہ آپ کے صاحبزادے مخدوم محمد عاقل پورے جوان اور صاحبِ جمال و کمال تھے۔

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ابتدائی کتابیں مخدوم احمدی سے پڑھیں اور ان کے انتقال کے بعد بقیہ کتابیں ان کے صاحبزادے مخدوم محمد عاقل[۲] سے پڑھیں۔ چنانچہ سید محمد عاقل سے سید محمد راشد کی نسبت تلمذ رکھنے کا ذکر صاحب تذکرہ مخادیم کھڑہ، حضرت مخدوم عاقل کے حالات کے ضمن میں یوں بیان فرماتے ہیں:

> پیر صاحب پیر محمد راشد کہ طریقہ شاگردی داشتند وسالہا پیش مخدوم صاحب بدرس خواندہ بودند۔ الخ

آگے ایک واقعہ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ آپ نے حضرت مخدوم عاقل کے سامنے ہمیشہ آدابِ شاگردی کا پاس رکھا، اور آپ نے نیاز تلمذانہ میں کبھی فروگزاشت نہیں ہونے دی۔

> باوجود کہ طریقہ ادب و نیاز تلمذانہ پیر صاحب ہرگز نمی گذاشت۔

علمِ باطن:

علمِ ظاہر کے ساتھ ساتھ علمِ باطن کی تحصیل کا سلسلہ بھی جاری رہا چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ جب میں اور بھائی مرتضیٰ، کوٹری کبیر میں مخدوم یار محمد کے پاس علوم ظاہری کی تکمیل کے سلسلہ میں مقیم تھے تو ایک روز ہمارے والد محترم سید محمد بقا شہید وہاں تشریف لائے اور ہم سے فرمایا کہ ”اے ہمارے بیٹو! مجھ سے حضرت مخدوم عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا ہے کہ تم نے اپنے بیٹوں کو طریقت کے کس سلسلہ میں بیعت کیا ہے میں نے ان سے عرض کیا کہ ابھی تک تو کسی میں نہیں کیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ انہیں کسی نہ کسی سلسلہ میں ضرورت بیعت کرلو، لہٰذا میں اس مقصد کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تمہیں بیعت کروں“ اس کے بعد آپ نے ہم دونوں بھائیوں کو ”نقشبندی“ سلسلہ میں بیعت فرمایا اور واپس اپنے گاؤں روانہ ہوگئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں بھائی دینی علوم کے ساتھ ساتھ طریقت کی اس راہ پر بھی گامزن ہو گئے اور سلوک کی منزلیں طے کرنی شروع کر دیں، میرے بھائی علی مرتضیٰ کو اس سلسلہ نقشبندیہ میں محویت ہونے لگی لیکن میری طبیعت پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا، دوسری مرتبہ ہمارے والد محترم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہماری باطنی کیفیت کے متعلق استفسار کیا تو میں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی خبر اثر یا کیفیت کا پتا نہیں چلتا، یہ سن کر آپ نے مجھے ''قادری'' سلسلہ میں بیعت فرمایا اور قادری نسبتوں سے میرے سینے کو روشن فرمایا۔ میں نے ذکر جہر کی مشق شروع کر دی جس کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں میری یہ کیفیت ہو گئی کہ میرے روئیں روئیں سے ذکر جاری ہو گیا اور تھوڑے ہی دنوں میں انوار و تجلیات کی بارشیں ہونے لگیں۔

حلقہء ارادت:

اپنے والد کی شہادت کے بعد آپ ان کی جگہ پر مسند آرائے رُشد و ہدایت ہوئے، اور مخلوقِ خدا کو علوم و عرفان کی کوثر و سلسبیل سے آپ نے خوب فیض پہنچایا، آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی تھی حلقہ ارادت لاڑ، سندھ، جیسلمیر، بلوچستان کے علاوہ جودھ پور' گجرات' کاٹھیاوار تک پھیلا ہوا تھا۔

شجرہ نقشبندیہ:

آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ اور قادریہ دونوں میں بیعت ہوئے جبکہ آپ کے بعد سے صرف سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کیا گیا اور نقشبندی سلسلہ ختم ہو گیا آپ کا سلسلہ نقشبندیہ تیرہ واسطوں سے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ شجرہ اس طرح سے ہے۔

> سید محمد راشد، عن سید محمد بقا، عن مخدوم محمد اسماعیل، عن خواجہ جمال الدین
> عن خواجہ ایوب، عن خواجہ سعدی لاہوری، عن خواجہ سید آدم بنوری، عن شیخ
> احمد سرہندی، عن خواجہ باقی باللہ، عن خواجہ امکنگی، عن خواجہ درویش محمد عن
> خواجہ محمد زاہد عن خواجہ عبیداللہ عن خواجہ یعقوب چرخی عن خواجہ بہاء الدین
> نقشبند۔

شجرہ قادریہ:

آپ کا سلسلہ قادریہ بیس واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تک پہنچتا ہے۔ سلسلہ قادریہ کا

شجرہ اس طرح سے ہے۔

سید محمد راشد عن سید محمد بقا عن سید عبدالقادر عن صالح شاہ عن شمس الدین عن حامد شاہ عن شمس الدین محمد عن عبدالقادر عن شمس الدین عن عبدالقادر عن حامد شاہ عن عبدالرزاق عن عبدالقادر عن محمد غوث عن شمس الدین عن شاہ میر عن سید علی عن مسعود عن احمد عن صوفی عبدالوہاب عن شیخ عبدالقادر جیلانی۔

اساتذہ کا ادب:

حضرت پیر محمد راشد اپنے اساتذہ کا بڑا ادب واحترام فرماتے تھے چنانچہ حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری سے بھی آپ نے چونکہ اکتسابِ فیض کیا تھا اس لیے آپ ان کا احترام کرتے تھے اور شاہ صاحب بھی آپ کا ایک بزرگ زادہ اور ایک سید زادے کی حیثیت سے بڑا خیال رکھتے تھے اور غیر معمولی شفقت ومحبت کا سلوک رکھتے تھے جیسا کہ پچھلے اوراق میں گذرا کہ آپ کو بڑا پرتکلف کھانا دیا جاتا تھا۔ حضرت شاہ فقیر اللہ علوی کے مکتوبات میں حضرت میاں صاحب کے نام سے جو تذکرہ ملتا ہے اس سے مراد حضرت پیر محمد راشدی ہیں۔

پیر محمد راشد کی اولاد امجاد نے بھی اپنے والد کے استاذ ہونے کی وجہ سے حضرت فقیر اللہ شاہ علوی کو بڑی عزت وتکریم دی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ پیر محمد راشد کے صاحبزادے اور جانشین پیر سید صبغتہ اللہ شاہ نے شاہ فقیر اللہ علوی کی وفات کے بعد ان کے کتب خانہ سے صحیح بخاری کا ایک نسخہ تبرکاً منگوایا، جب لوگ اس نسخہ کو لیکر آئے تو پیر صبغتہ اللہ شاہ نے ہزارہا آدمیوں کے ساتھ اپنے والد کے استاذ کے اس نسخے کا استقبال کیا، اور اس نسخہ کے حصول کو اپنے لیے بڑی خوش قسمتی سمجھا۔

رسولِ خدا سے عقیدت: (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی روحانی عقیدت محبت اور قلبی وابستگی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کو کوئی مشکل درپیش ہوتی تھی تو آپ درود شریف کثرت سے پڑھ کر حضور کی بارگاہ میں عرض کیا کرتے تھے۔ تو وہ مشکل اسی وقت آسان ہوجاتی تھی چنانچہ جس زمانہ میں کوٹڑی کبیر کے اندر آپ مخدوم میاں یار محمد کے پاس تحصیل علم فرما رہے تھے ایک روز آپ کی طبیعت میں انقباض پیدا ہوگیا، اس کے حل

کے لیے آپ نے رات کو ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استمداد اور استغاثہ کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی وقت قبض کی کیفیت دور ہوگئی اور بسط کا دروازہ کھل گیا۔ اور طبیعت میں نشاط وانبساط اور کیف وسرور کی لہریں دوڑنے لگیں۔

اتباع سنتِ رسول: (صلی اللہ علیہ وسلم)

اتباع رسول اور متابعت سنت نبوی کا آپ کو کس قدر خیال تھا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک روز آپ اپنے مریدین کے ہمراہ دریا کی طرف تشریف لے جارہے تھے تاکہ مسجد کی چھت کے لیے سرکنڈے کٹوا کر لائیں، راستہ میں آپ نے مریدوں کے سامنے اپنی عزت یا مشیخت کی پروا کیے بغیر سید مرتضٰی شاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا اور فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنے صحابہ کرام کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر سفر کیا کرتے تھے، لہٰذا آؤ آج ہم بھی اس سنت کی متابعت کرتے ہیں یہ فرما کر آپ نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے تقریباً آدھے کوس تک سفر فرمایا۔ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے اپنے قلب کو منور ومستنیر فرمایا۔

خدمتِ اساتذہ:

آپ نے اپنے اساتذہ کی خدمت میں اپنی صاحبزادگی اور خاندانی وجاہت کو آڑے نہیں آنے دیا، چنانچہ ‘‘ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد’’ کے مصداق اسی خدمت نے آپ کو مخدومِ جہاں بنادیا۔ اسی سے متعلق ایک واقعہ صاحب تذکرہ مخادیم کھڑہ نے ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں آپ مخدوم احمدی کے پاس علوم ظاہری کی تکمیل کررہے تھے۔ ایک دن کوئی خادم موجود نہیں تھا جو مخدوم احمدی کی بھینسوں کا دودھ نکال کر لاتا جب آپ نے یہ صورت حال دیکھی تو خود پیر عیسیٰ کے مکان کی طرف تشریف لے گئے یہاں بھینسیں بندھی ہوتی تھیں آپ نے خود دودھ نکالا اور دودھ کا بھرا ہوا گھڑا اپنے استاذ کی حویلی میں لیکر حاضر ہوگئے۔ وہاں حضرت مخدوم احمدی کی والدہ تشریف فرما تھیں جو اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں، ان کی ریاضت وعبادت کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ایک کروڑ مرتبہ (سولاکھ) کھڑے ہوکر ‘‘درود قدسی’’ پڑھ کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔ بہر حال جب اس کاملہ ولیہ کی نگاہ آپ پر پڑی تو آپ کے دل میں پیر محمد راشد کی طرف سے ترحم ورافت اور شفقت ومحبت کے جذبات امنڈ آئے اور آپ نے پیر صاحب موصوف کے سر پر مشفقانہ ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! میرے ہاتھ

کے نیچے تمہارے سر کے جتنے بال آئے ہیں اتنی تعداد میں لوگ تیرے ارادتمند ہوکر تجھ سے مرید ہوں گے اور اپنا لعابِ دہن پیر صاحب موصوف کے منہ میں لگاتے ہوئے فرمایا کہ اب خدا تمہاری زبان میں وہ تاثیر دے گا کہ جس کو بھی تم ہدایت کرو گے تمہاری بات اس کے دل میں تیر کی طرح اترتی چلی جائے گی اور وہ مرغِ بسمل کی طرح تڑپتا ہوا تمہارے قدموں میں ہوگا۔ صاحب تذکرہ مخادیم کھڑہ فرماتے ہیں کہ یہ انہی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ پیر صاحب سے ظاہری و باطنی فیض خوب پھیلا اور ہزارہا لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر آپ سے مستفیض ہوئے۔

مخدوم عاقل کا احترام:

آپ کے دل میں اپنے استاذ مخدوم محمد عاقل کا [۲] کتنا ادب واحترام تھا اور اس کا آپ نے کس طرح پاس کیا ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ کسی نے حضرت مخدوم عاقل کو آ کر یہ خبر دی کہ پیر محمد راشد شریعت کے قوانین کی پابندی نہیں کر رہے ہیں ان کا جو مرید ان کو لڑکی دیتا ہے اسی سے شادی کر لیتے ہیں تقریباً بیس آزاد عورتوں سے شادی کر چکے ہیں جبکہ شریعت میں صرف چار عورتوں سے شادی کی اجازت ہے یہ سنکر آپ نے بغیر کسی رو رعایت کے اس وقت کے سندھ کے حاکم میر سہراب خاں کو کہا کہ تمہاری حکومت میں یہ شریعت کے خلاف کام ہو رہا ہے تمہارا فرض ہے کہ اس کو روکو اور پیر صاحب کا احتساب کرو، لیکن چونکہ اس زمانے میں تمام بلوچ پیر صاحب سے بیعت وارادت رکھتے تھے اور آپ کے مریدین کا ایک وسیع حلقہ تھا اس لیے فساد اور ہنگامہ کے پیش نظر میر سہراب خان نے پیر صاحب کے خلاف کسی بھی قسم کا قدم اٹھانے سے گریز کیا، اس پر مخدوم صاحب نے اس کو فرمادیا کہ اگر تم کچھ نہیں کرو گے تو پھر یہ معاملہ سلطان وقت شاہ شجاع الملک کی خدمت میں پیش کیا جائے گا، بلکہ وہ یہ جانتے تھے کہ سلطانِ وقت حضرت مخدوم کا بڑا عقیدت مند ہے، اور آپ کو اس کے دربار میں بڑا اثر رسوخ حاصل ہے یہ سن کر سندھ کے حکمران گھبرا گئے، لیکن قبل اس کے کہ معاملہ بڑھتا پیر محمد راشد یہ بات سن کر خود اپنے استاذ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور بڑے ادب سے آپ نے صفائی پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ میں شریعت کے خلاف کبھی نہیں جا سکتا، یہ جو خبر آپ نے سنی ہے اس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جب میرے مرید ارادت اور عقیدت کے طور پر اپنی لڑکیاں میرے عقد میں دیتے ہیں تو میں ان سے نکاح کر لیتا ہوں لیکن ''پانچویں'' عورت سے اس وقت تک نکاح نہیں کرتا جب تک کہ چوتھی کو طلاق نہیں دیدیتا۔ اس پر پیر محمد راشد صاحب

نے شریعت کے مطابق دو معتبر گواہ بھی پیش کیے۔ اس وضاحت سے آپ کے استاذ حضرت مخدوم محمد عاقل مطمئن ہو گئے اور آپ کو اپنے سینے سے لگالیا اور مصافحہ کیا۔

تصانیف:

پیر محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ بیحد وسیع تھا۔ چنانچہ رشد و ہدایت سے جو وقت بچتا تھا اس میں آپ تصنیف و تالیف کا اہم کام سرانجام دیا کرتے تھے، آپ کی تصانیف میں شرح اسماء الحسنٰی، جمع الجوامع، اور آپ کے مکاتیب ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے ملفوظات بھی آپ کے دو ممتاز خلفاء یعنی خلیفہ محمد حسین مہیر اور خلیفہ محمود نظامانی گٹریہ والہ نے علیحدہ علیحدہ جمع کیے ہیں، بہرحال ان تمام تالیفات سے آپ کے علمی اور روحانی بلند مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔

خلفاء:

آپ کے متعدد خلفاء تھے جنہوں نے سلسلہ قادریہ میں آپ سے بیعت کی اور اس روحانی فیض کو خوب عام کیا ان میں سے بعض مشہور خلفاء کے اسماء یہ ہیں۔

(۱)......خلیفہ محمد حسین مہیر
(۲)......خلیفہ سوئی والے

جن سے بھر چونڈی کے بزرگوں نے اکتسابِ فیض کیا اور ان سے امروٹ شریف کے بزرگوں نے روحانی فیوضات حاصل کیے۔ اور امروٹ شریف ہی کے بزرگوں کے ارشد تلامذہ میں مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا احمد علی لاہوری کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۳)......خلیفہ خانگڑہ، تعلقہ میر پور ماتھیلہ، ضلع سکھر
(۴)......خلیفہ سارنگ کلہوڑو، تعلقہ ٹنڈو باگو
(۵)......خلیفہ آمری والا، ٹنڈو باگو
(۶)......خلیفہ محمود کرایائی
(۷)......خلیفہ محمد پناہ کیہر، رتو ڈیرو
(۸)......خلیفہ محمد لقمان کوری کوٹڑی ضلع دادو
(۹)......خلیفہ مابان والا، تعلقہ ٹنڈو باگو
(۱۰)......خلیفہ گل محمد ھالائی (صاحب دیوان گل)
(۱۱)......خلیفہ نبی بخش لغاری لٹھی والے، ان کے ذریعہ یہ سلسلہ کچھ اور کاٹھیاواڑ میں پھیلا۔

وفات:

یکم شعبان ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء کو ۶۳ سال کی عمر میں آپ اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اور پرانی

درگاہ یعنی گوٹھ رحیم ڈنہ کلہوڑا میں مدفون ہوئے لیکن کچھ عرصہ کے بعد آپ کے پوتے حضرت سید علی گوہر شاہ نے دریا کی طغیانی کے خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے آپ کا تابوت وہاں سے نکال لیا اور ۶ ربیع الاول ۱۲۵۰ھ کو نئی درگاہ پیر جو گوٹھ میں دفن کیا۔

اولاد:

قدیم سندھ کے مصنف مرزا قلیچ بیگ کہتے ہیں کہ آپ کے تیرہ بیٹے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد ان کے درمیان ”دستار خلافت“ پر نزاع پیدا ہو گیا، لیکن چونکہ آپ نے اپنے ایک صاحبزادہ سید صبغت اللہ شاہ کو اپنا وارث بنایا تھا اس لیے دستار سجادگی ان کے سر پر باندھی گئی، اس خاندان کے یہ پہلے پیر ہیں جو پیر پگارا (یعنی صاحب دستار) کے لقب سے مشہور ہوئے، ان کے دوسرے بھائی پیر محمد یٰسین ان سے اختلاف کرتے ہوئے جھنڈا یا علم لیکر دوسری جگہ چلے گئے، اس لیے انہوں نے پیر جھنڈا کے نام سے شہرت پائی۔ اور آج تک یہ دونوں گدیاں اسی نام سے چلی آ رہی ہیں۔ پیر راشد کے بعد سے لیکر موجودہ پیر پگارا تک آپ کی جو اولاد اس مسند رشد و ہدایت پر یکے بعد دیگرے متمکن ہوتی رہی ان کے ناموں کا سلسلہ مع القاب کچھ اس طرح سے ہے۔

۱...... پیر سید محمد راشد (لقب روضے دھنی)، وفات یکم شعبان ۱۲۳۳ھ/ ۴ جون ۱۸۱۸ء
۲...... سید صبغت اللہ شاہ (لقب پیر پگارا) وفات ۵ رمضان ۱۲۴۶ھ/ ۸ فروری ۱۸۳۱ء
۳...... سید علی گوہر شاہ (لقب بنگلے دھنی) وفات ۱۱ جمادی الاول ۱۲۶۳ھ/ ۲۸ اپریل ۱۸۴۷ء
۴...... سید حزب اللہ شاہ (لقب تخت دھنی) وفات ۶ محرم ۱۳۰۸ھ/ ۲۱ اگست ۱۸۹۰ء
۵...... سید علی گوہر شاہ ثانی (لقب مخفہ دھنی) وفات محرم ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء
۶...... سید شاہ مردان شاہ اول (لقب کوٹ دھنی) وفات ۷ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ/ ۹ نومبر ۱۹۲۱ء
۷...... سید صبغت اللہ شاہ ثانی (لقب پگ دھنی) وفات ۲۰ مارچ ۱۹۴۳ء
۸...... پیر سکندر شاہ مردان شاہ ثانی (لقب پیر پگارا) موجودہ پیر صاحب پیدائش ۲۲ نومبر ۱۹۲۸ء

پیر محمد راشد کے بعد انکی اولاد کا جو سلسلہ پھیلا وہ راشدی خاندان کے نام سے مشہور ہوا یہ خاندان اپنی شرافت وجاہت، علمی اور روحانی عظمت کی وجہ سے سندھ کے ممتاز خاندانوں میں شمار کیا جاتا ہے، سندھ کے مشہور مورخ سید حسام الدین راشدی اور سندھ کے مشہور صحافی پیر علی محمد راشدی یہ دونوں بھائی اسی خاندان

کے چشم و چراغ ہیں۔

حُرتحریک:

حروں کے آغاز کی تاریخ بتاتے ہوئے سندھ کے مشہور مورخ مرزا قلیچ بیگ اپنی کتاب ''قدیم سندھ'' میں لکھتے ہیں:

> پیر محمد راشدی کی وفات کے وقت دستارِ خلافت پر جھگڑا ہوا لیکن انہوں نے اپنے لیے صبغتہ اللہ کو وارث بنایا، جنہوں نے دریائے نارہ (مہران اصغر) کے آس پاس بہت سے مرید کیے دوسرے بھائیوں نے ان کو (پیر صبغت اللہ شاہ) مارنے کی کوشش کی لیکن ان کے مریدوں نے باہم اتفاق کر کے یہ طے کرلیا کہ اپنے پیر صاحب (پیر صبغت اللہ شاہ) کے علاوہ ان کے کسی رشتہ دار یا بھائی کی یعنی کسی کی بھی فرمانبرداری نہیں کریں گے اس نمک حلالی اور جاں نثاری کی وجہ سے پیر صبغت اللہ نے ان کو ''حُر'' کا نام دیا۔ یہ مناسبت اس حضرت حر رضی اللہ عنہ سے تھی جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاطر کربلا میں سر قربان کیا تھا۔

ہوسکتا ہے یہ تاریخی حقیقت درست نہ ہو لیکن اس امر سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ جس زمانہ میں پیر صبغت اللہ شاہ اس مسند پر متمکن ہوئے وہ زمانہ سلطنت اسلامیہ کے انحطاط کا تھا، غیر مسلموں میں مہاراشٹر کے مرہٹوں اور سکھوں نے اپنی اپنی حکومتیں قائم کرلی تھیں بلکہ انیسویں صدی تک سکھوں نے سارے پنجاب پر قبضہ کرلیا تھا، اور اب سندھ کی طرف سکھوں اور انگریزوں کی نظریں جمی ہوئی تھیں، اس پر آشوب دور میں پیر صبغت اللہ شاہ نے جہاد کا عزم کیا اپنے مریدین میں تحریر و تقریر کے ذریعہ جذبۂ جہاد موجزن کیا ان کی روحانی اور ظاہری تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی فوجی تربیت کا آغاز بھی کیا، درزیوں کو بلا کر ان کے لیے جنگی لباس تیار کرائے انکو اسلحہ سے لیس کیا اس طرح آپ کے لاکھوں جان نثار مریدوں میں ''حریت اور آزادی'' کے متوالوں کی ''حروں'' کے نام سے ایک عسکری جماعت تیار ہوگئی جنہوں نے ہر دور میں انگریزی تسلط، برطانوی استعمار اور سکھوں کے خلاف بھرپور جہاد کیا حتیٰ کہ انہوں

نے ۹۶۔۱۸۹۵ء میں سندھ کے اندر انگریزوں کیخلاف عام بغاوت کردی جس کی پاداش میں انگریزوں کی جابر حکومت کی طرف سے مختلف صعوبتیں اور اذیتیں برداشت کرنی پڑیں چونکہ بظاہر سید احمد اور سید اسماعیل کا بھی یہی مشن تھا، اس لیے جب وہ راجپوتانہ کے راستے سندھ ہوتے ہوئے شمال مغربی کہساروں کی طرف نکلے تو سندھ میں حضرت پیر صبغت اللہ شاہ صاحب نے ہی آپ کی مدد کی اور اپنی اسی ''حر فوج'' کے ذریعہ ان کو ہر محاذ پر عسکری اخلاقی اور معاشی تعاون سے سرشار کیا۔ دوسری جنگ عظیم کے آغاز میں جبکہ یورپ شمالی افریقہ اور مشرق بعید میں پے در پے شکست کھاتے ہوئے برطانوی استعمار کے لیے آخری پناہ گاہ برطانوی ہندوستان رہ گیا تھا اس وقت موجودہ پیر پگارا کے والد سید صبغت اللہ شاہ ثانی نے (پیر پگارا ششم) نے اس برطانوی استعمار پر یہاں بھی کاری ضرب لگانے کے لیے مسلح جدوجہد کا مجاہدانہ منصوبہ بنایا۔ لیکن آزادی کا یہ عظیم منصوبہ قبل از وقت انگریزوں کے علم میں آ گیا اور اس طرح برطانوی سامراجیوں نے پیر صاحب پگارا کی تحریک کو نہایت بیدردی کے ساتھ کچل دیا آزادی کے متوالے مردان آزاد ان کے حر مرید حریت کی اس بے مثال تحریک میں داستانِ شجاعت کے ایک نئے باب کا اضافہ کر رہے تھے گولیوں سے بھون دیا گیا لیکن انہوں نے انگریزوں کے خلاف گوریلا جنگ لڑی اس پر قابو پانے کے لیے پورے سندھ پر فوجی آپریشن ہوا تو پخانہ اور فضائیہ تک استعمال کی گئی، پیر صاحب پگارا سید صبغت اللہ شاہ کو گرفتار کر لیا گیا، ان کے مرکز پیر جو گوٹھ پر بمباری کی گئی پھر اسے ڈائنا میٹ بم لگا کر اڑا دیا گیا۔ پیر صاحب پگارا کو انگریز کی فوجی عدالت نے سزائے موت دی جس کی اطلاع ان کو صرف چند گھنٹے پیشتر دی گئی، لیکن اس عظیم مجاہد نے اس خبر کو سن کر کسی اضطراب کا اظہار نہیں کیا، نوافل ادا کیے، بلکہ جیل سپرنٹنڈنٹ بتاتا ہے کہ آپ کے اعصاب کی مضبوطی اور طمانینت کا یہ عالم تھا کہ میری فرمائش پر آپ نے آخری بار شطرنج کی بازی کھیلی اور اس میں مجھے تین بار شکست دی اور نوافل پڑھنے میں مصروف ہو گئے، پھانسی کے مقررہ وقت سے ذرا پہلے عبادت ختم کی اور جب وقت ہو گیا تو خود سپرنٹنڈنٹ سے کہا کہ وقت ہو گیا ہے چلو وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے موت کو دیکھ کر اس استقامت کا مظاہرہ کیا ہو۔

بہر حال پیر صبغت اللہ شاہ کو شہید کر دیا گیا، اور آپ کی لاش بھی کسی نا معلوم مقام پر دفن کر دی گئی، جس کا آج تک پتا نہ چل سکا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس گدی کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ سجادہ نشینی کو ممنوع قرار دیکر پیر صاحب پگارا کے دونوں صاحبزادوں (موجودہ پیر پگارا شاہ سکندر شاہ مردان شاہ اور ان کے

بھائی پیر نادر شاہ) کو جلاوطن کر کے انگلستان بھیج دیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں لیاقت علی خاں کے دور میں حکومت پاکستان نے پیر صاحب پگارا کی گدی بحال کی اور انہیں عزت واحترام سے وطن واپس بلالیا گیا یہاں آ کر موجودہ پیر پگارا صاحب نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی اور اس ملک کی بقاء اور سالمیت اور اس میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے اپنے حر مریدوں کے ہمراہ بھرپور کوششیں کیں چنانچہ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں آپ کی اسی حر فوج نے تھرپارکر کے محاذ پر جنگ میں حصہ لیا اور دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اس کے علاوہ اس حر جماعت کا دوسرا پہلو بھی قابل ستائش ہے کہ جب صوبہ سندھ میں لسانی فسادات ہوئے تو انہوں نے اپنے پیر کے حکم سے ان کو ختم کرانے کی بھرپور کوششیں کیں، اپنے مہاجر بھائیوں کی حفاظت کی اور انہیں کسی نقصان سے دوچار نہیں ہونے دیا امن اور جنگ دونوں میں ان حروں کی مساعی اور کوششیں قابلِ قدر اور لائقِ صد ستائش ہیں۔

(۱۷)

سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان (کلاں)

☆☆

نقشبندی سلسلہ کے وہ جگمگاتے ہوئے آفتاب وماہتاب جنکے فیوضات کی ضوریز کرنوں نے نہ صرف سرزمینِ سندھ کو بلکہ پورے ہندوستان اور اس کے علاوہ دیگر بہت سے ممالک کو ایسا مستنیر کیا کہ وہاں آج تک ان کی جلائی ہوئی شمعوں سے بدعقیدگی اور بداعمالیوں کی ظلمتیں چھٹ رہی ہیں اور قلوب کی دنیا میں اجالا ہو رہا ہے۔

خواہ وہ پنجاب میں سید امام علی شاہ صاحب (رتڑ چھتر) میاں شیر محمد صاحب شرقپوری (شرقپور شریف) مولانا منظور صاحب (ساہیوال)، بہادر شاہ طیب اللہ (سیالکوٹ) کے آستانے ہوں۔

خواہ وہ سندھ میں حضرت حاجی احمد متقی، شیخ عبدالرحیم گرھوڑی، شیخ ابوطالب (ٹھٹھی)، حاجی محمد صالح کھڑائی شیخ حافظ ہدایت اللہ کے میخانے ہوں۔

خواہ وہ ہندوستان میں خواجہ محمد مسعود دہلوی، مفتی اعظم ہند مفتی محمد مظہر اللہ شاہ (شاہی امام شاہی مسجد فتحپوری دہلی)، شاہ محمد رکن الدین الوری (ریاست الور) شاہ ہدایت اللہ جیپوری (ریاست جیپور) مولانا حمید الدین حیدر شاہ ناگوری کے مشہور پیرخانے ہوں۔ خواہ کابل، بدخشاں، اور کشمیر میں شیر محمد کابلی، محمد

شریف بدخشانی، انور شاہ کشمیری کے دولت خانے ہوں۔

یہ سب اسی ''میکدہ، لواری'' کا فیض کرم ہے، اسی ساقی میخانہ مخدوم زمانہ خواجہ محمد زمان کی کرم گستری ہے، انہی کے ہاتھوں لٹائے ہوئے مئے معرفت کے وہ جام مہائے شیریں ہیں جس سے بے شمار مخلوق خدا فیضیاب اور سرشار ہو رہی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک ہوتی رہے گی۔

نام ونسب:

آپ کا اسم گرامی ''محمد زماں'' ہے، لقب ''سلطان الاولیاء'' ہے، آپ کے والد گرامی کا نام نامی ''شیخ حاجی عبداللطیف'' ہے، آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

آباؤاجداد:

پشت در پشت آپ کے آباؤاجداد سہروردی سلسلہ کے کامل اولیاء ہوئے ہیں۔ نقشبندی سلسلہ آپ کے والد ماجد شیخ حاجی عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوا ہے۔

قبل ولادت پیش گوئیاں:

ولادت سے قبل بڑے بڑے مشائخ اور صوفیہ نے آپ کی تشریف آوری کی خوشخبریاں دی تھیں، چنانچہ مخدوم آدم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میرے اس ٹھٹھہ کی خانقاہ میں ایک دن ایسا آئے گا کہ یہاں ایک دیہاتی آکر تعلیم وتربیت حاصل کرے گا۔ جس میں سلسلہ نقشبندیہ کی تمام لیاقتیں کمال کو پہنچی ہوئی ہوں گی۔

اسی طرح شیخ فیض اللہ (مخدوم آدم کے صاحبزادے) جب سرہند سے واپس آئے تو مخدوم محمد زمان کے والد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے آپ کی سفارش جب خواجہ سرہند حضرت امام ربانی سے کی تو وہاں سے آواز آئی کہ ہم ان کو بشارت دیتے ہیں کہ ان کی پشت سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جس میں ہمارے سلسلہ کی تمام لیاقتیں اور نور موجود ہوگا۔

شیخ بہاءالدین ملتانی کا ارشاد:

صاحب لطیفۃ التحقیق لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ ثقہ راویوں سے منقول ہے کہ جب قطب زماں حضرت خواجہ بہاءالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا قدیم لواری کی طرف سے گذر ہوا تو شمال کی جانب ایک

پست اور نشیبی علاقہ جب آیا تو آپ اپنی سواری سے اتر گئے۔ اور ادب کے باعث پیدل چلنے لگے جب آپ کے مریدین نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ اس جگہ پر آسمان سے انوارِ الٰہی برس رہے ہیں، اس کی وجہ سے میں ادباً اتر گیا ہوں۔ بعد میں زمین کا یہی نشیبی علاقہ جو عبدالسلام درس کی ملکیت تھا، ان کے وصال کے بعد وراثت میں انکی صاحبزادی کو ملا جو حاجی عبداللطیف کے عقد میں تھیں اور مخدوم محمد زماں کی والدہ محترمہ تھیں۔

ولادت:

آپ کے والد کو مشائخ اور اولیاء کی ان پیش گوئیوں پر مکمل یقین تھا چنانچہ ان کے یہاں جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کے چہرہ پر آثارِ ولایت کو تلاش کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ''یہ بچہ وہ نہیں ہے''۔ اس طرح آپ کے یہاں تین لڑکے ہوئے جو حضرت حاجی عبداللطیف کے اس شوق و وارفتگی کو دیکھ کر حسد کرنے لگے اور مذاق کرتے ہوئے اپنے والد سے کہا کرتے تھے کہ ''کہاں ہے وہ کامل انسان جس کے انتظار میں ہو''؟ لیکن بہرحال اولیاء کی زبان سے نکلی ہوئی بات پوری ہونی تھی اخیر ۲۱؍ رمضان المبارک ۱۱۲۵ھ/ ۱۷۱۳ء کو حضرت مخدوم محمد زماں کی ولادت ہوگئی۔

تعلیم و تربیت:

بچپن میں اپنے والد گرامی کے پاس ہی قرآن پاک ختم کیا اب ارادہ تھا کہ مزید تعلیم بھی اپنے والد کے پاس ہی حاصل کریں لیکن والد کی خصوصی توجہ کو دیکھ کر سوتیلے بھائیوں کو آپ سے اس قدر حسد اور جلن ہوگئی کہ وہ ایک روز جبکہ آپ کے والد کہیں سفر پہ گئے ہوئے تھے آپ کی جان کے درپے ہوگئے، لیکن آپ کو ان کے مذموم ارادوں کا علم ہوگیا آپ گھر چھوڑ کر ''ننگر ٹھٹے'' آگئے اور یہاں مولوی محمد صادق کے مدرسہ میں داخل ہو کر دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کردی، اپنی ذکاوت اور ذہانت کے باعث اپنے ساتھیوں سے سبقت لیجاتے ہوئے آپ نے بہت جلد عربی زبان اور دیگر علومِ دینیہ پر عبور حاصل کرلیا۔

علمِ باطن:

روزانہ مدرسہ جاتے ہوئے آپ کا گذر حضرت ابوالمساکین خواجہ محمد کی خانقاہ سے ہوتا تھا، ایک مرتبہ جب آپ ادھر گزر رہے تو اس ولی کامل (ابوالمساکین خواجہ محمد) کی نگاہ آپ پر پڑ گئی ایک ہی نظر میں پہچان

لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس کے لیے میرے مرشد شیخ ابوالقاسم نقشبندی نے پیش گوئی فرمائی تھی، چنانچہ خواجہ ابوالمساکین رحمۃ اللہ علیہ آپ کو اپنے ساتھ لیکر اپنی خانقاہ میں آگئے آپ پر بڑی محبت اور شفقت فرمائی اور پھر روز کا یہی معمول بن گیا کہ جب آپ کو دیکھتے تھے اپنے ہمراہ لیکر خانقاہ میں آجاتے تھے، چنانچہ صحبت نے اپنا اثر دکھایا اور آپ خواجہ ابوالمساکین سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر آپ کے ارادتمندوں میں داخل ہو گئے۔

معرفتِ الٰہی میں انہماک:

آپ خود فرماتے ہیں کہ بیعت ہونے سے قبل میرا یہ حال تھا کہ علمِ ظاہری کی طرف مجھے اسقدر رغبت تھی کہ اگر کبھی خواجہ ابوالمساکین مجھے اپنے ہمراہ لیکر خانقاہ میں آتے تھے تو میں کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر وہاں سے نکل جایا کرتا تھا، لیکن جب اس ولی کامل کی نگاہ پڑی اور دل میں ''معرفتِ الٰہی'' کا ایک شعلہ فروزاں ہوا تو پھر عالم یہ ہو گیا کہ ''کتابوں سے مجھے نفرت ہو گئی ہر وقت خانقاہ میں بیٹھا مراقبہ میں مصروف رہ کر معرفتِ الٰہی کے مزے لوٹتا تھا اور تجلیاتِ خداوندی سے لطف اندوز ہوتا تھا۔

خلافت واجازت:

راہ سلوک میں شب وروز محنت اور لگن نے آپ کو بہت جلد منزل سے ہمکنار کر دیا۔ چنانچہ ایک روز خواجہ ابوالمساکین اپنے جد امجد مخدوم آدم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کی مرمت کے لیے مکلی کی طرف پالکی میں سوار ہو کے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں پالکی کو رکوا کر آپ کو آواز دی اور فرمایا کہ یہاں پالکی میں ہمارے پاس آ کر بیٹھو، ہر چند آپ نے عذر کیا لیکن خواجہ ابوالمساکین نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو زبردستی اپنے ساتھ بیٹھا لیا۔ جب مکلی پہنچے تو دوسرے تمام مریدین کو حکم فرما دیا کہ جاؤ اور مزار شریف کی مرمت کرو لیکن آپ کو اپنے ساتھ ایک علیحدہ جگہ پر لے گئے اور اسرار و معرفت سے آشنا کرنے لگے، کسی مرید نے آپ کو بھی چلنے کے لیے کہا تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ انہیں لیجانے کی ضرورت نہیں، حضرت خواجہ مخدوم نے ہمیں الہام فرمایا ہے کہ ہم انہیں یہاں ہی بٹھائیں کیونکہ ان کے ذمہ ایک اور کام سونپا جا رہا ہے۔

اعلانِ خلافت:

اپنے مریدین و متوسلین اور عوام و خواص میں اس کا اعلان اس طرح فرمایا کہ حضرت مخدوم زماں

رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مسند پر بٹھا کے اپنی دستار ان کے سر پر رکھ کے ان کی جوتیاں اپنے ہاتھ سے درست کر کے سب کو حکم دیا کہ ان کے قدموں پر جھک کے ان سے بیعت کرو کیونکہ آج کے بعد سے یہی تمہارے مرشد ہیں، جو کوئی ہمارا ہے ان کا ہو کر رہے اور جو ان سے انحراف کرے گا وہ ہمارا نہیں ہے پھر فرمایا کہ واللہ! یہ قطب وقت قطب ارشاد ہیں اس وقت روئے زمین پر ان جیسا کوئی ولی نہیں۔ پھر حضرت خواجہ نے آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر آپ سے دعا کروائی۔ الغرض سب آپ کا یہ مقام اور مرتبہ دیکھ کر آپ کے قدموں پہ گر پڑے اور آپ سے بیعت ہوگئے، اس دن کے بعد سے حضرت خواجہ ابو المساکین نے تمام امور رشد و ہدایت آپ کے سپرد کر دیے، حتیٰ کہ پیری مریدی بھی چھوڑ کر عزلت نشیں ہوگئے۔ صرف جمعہ کے دن یا کبھی مکلی میں مزارات کی زیارت کے لیے باہر نکلتے تھے ورنہ ہر وقت ایک حجرہ میں عبادات و ریاضات اور مشاہدۂ الٰہی کے اندر مستغرق رہتے تھے۔

مرشد کی حج پر روانگی:

کچھ عرصہ بعد خواجہ ابوالمساکین حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے وہاں سے جو خطوط حضرت خواجہ محمد زماں کو ارسال فرمائے اس میں آپ کو ”فضیلت پناہ، وکمالات دستگاہ، صاحب کمال فضیلت مآب برادرِ طریق، رفیقِ راہ، رفیق اخوی، برادر دینی جیسے القاب سے آپ کو یاد کرتے ہوئے مخلوق کی رہبری کے لیے آپ کو ہدایات جاری فرمائی ہیں اور ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو ہماری خانقاہ کے حجرہ کے دروازہ کے سامنے بیٹھ کر دعا کرنا اِن شاءاللہ مشکل آسان ہو جائے گی اور کبھی کبھی حجرہ کے اندر بیٹھ کر دعا کرنا اور مراقبہ میں مصروف رہنا۔

مرشد کی حج سے واپسی:

دو سال کے بعد حضرت خواجہ ابوالمساکین جب حج کر کے واپس سندھ تشریف لائے تو نماز ظہر کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز سے فارغ ہو کے سیدھے اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے، لوگ اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ آپ باہر تشریف رکھیں گے اور مخلوق کو فیض پہنچائیں گے۔ لیکن جب خواجہ حضرت محمد زماں نے آپ سے عرض کیا کہ ”حضور! اصحاب آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اس کام کے لیے ہم نے آپ کو مقرر کیا ہے اگر آپ کو ہمارے ہوتے ہوئے حجاب آتا ہے تو ہم یہاں رہیں گے ہی نہیں“ ایک دفعہ حضرت خواجہ نے حضرت محمد زمان کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا

کہ لوگ سمجھتے ہیں ہم حرمین شریفین سے اپنے خاندان والوں کی خاطر یہاں آئے ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ہم تو صرف آپ کی تعلیم و تربیت کے لیے یہاں آئے ہیں۔ کیونکہ ایک روز ہم خانہ کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے آپ کی طرف توجہ کی تو معلوم ہوا کہ طریقت کی کوئی پیچیدہ راہ آپ کو درپیش ہے، اگرچہ ہم ہر دم آپ کی طرف متوجہ رہتے تھے اور یہ مشکل بھی ایک توجہ سے حل کر سکتے تھے لیکن ہمیں غیب سے اشارہ ہوا کہ ہم واپس سندھ جا کر آپ کے مزید مدارج طے کرا آئیں اور پھر واپس مکہ مکرمہ آ جائیں۔ اس لیے ہم یہاں آئے ہیں۔

اوجِ کمال:

الغرض حضرت خواجہ ابوالمساکین آپ کی ترقی مراتب اور سلوک کے اعلیٰ اور انتہائی درجات طے کرانے کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ ہی عرصہ میں آپ کو طریقت و حقیقت کی ''اوجِ کمال'' پر پہنچا دیا۔ جس بلند اور اعلیٰ مقام پر آپ فائز ہوئے اس کا اندازہ حضرت خواجہ ابوالمساکین کے اس ارشاد مبارک سے ہوتا ہے جو آپ نے مخدوم محمد زماں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ فرماتے ہیں تمہیں مبارک ہو! اس لمحہ تم پر وہ حالت وارد ہو رہی ہے جو اس سے قبل صرف جنید بغدادی اور بایزید بسطامی کو حاصل ہوئی تھی، لیکن دونوں بزرگ بھی اس حال کو کمال تک پہنچانے سے پہلے ہی وصال فرما گئے تھے جب کہ مجھے یقین ہے کہ تم اس حال کو درجہ کمال تک پہنچاؤ گے۔ حضرت خواجہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

> سرہائے مشائخ ملک درزیر پائے تو دادہ اند تر ابر تمامی خاندان ہائے ملک سرداری بخشید ند تو سرتاجِ مشائخ ہستی۔
>
> یعنی مشائخ جہاں کے سر تمہارے قدموں میں دے دیے ہیں، اور تم کو طریقت کے تمام خاندانوں کی سرداری بخش کر ''سرتاجِ مشائخ'' بنا دیا گیا ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ تمہارے پاس وہ ہی آئے گا جو سعید ہوگا، اور اہلِ نجات سے ہوگا، اور جو بدبخت ہوں گے ان کو تمہارے پاس بھیجا ہی نہیں جائے گا۔ لہٰذا تمہارے پاس جو آئے اس کو ''حق'' کا پتا بتانا اپنے دل کو ہمیشہ خوش اور حق کی طرف متوجہ رکھنا، اپنے تمام کام رب کریم کے حوالے کر دینا رزق کمانے کے لیے کبھی پریشان نہ ہونا، کیونکہ ہم نے آپ کا رزق اللہ پاک سے مانگ لیا ہے جو تم چاہو گے خدا کی بارگاہ سے وہی تم

کومل جائے گا، تمہارا آستاں ہمیشہ آباد رہیگا تمہارے بعد تمہارے فرزند اس مسند کو رونق بخشیں گے، تمہارا مکان فقر کے فیض سے قیامت تک معمور رہے گا، اخیر میں فرمایا:

> واگر مشکلے در امر ظاہر و باطن پیش آید از من ہمت طلب کرو ہر حال باتو مدو معاون ھستم۔
>
> یعنی ظاہری و باطنی کوئی سی بھی مشکل اگر تمہیں کبھی در پیش ہو تو ہماری طرف اپنی ہمت متوجہ کر کے ہم سے طلب کرنا، یاد رکھنا! ہر حال میں تم ہم کو اپنا معین و مددگار پاؤ گے۔

یہ چند وصیتیں فرمانے کے بعد آپ کے مرشد واپس حرمین شریفین چلے گئے۔

مرشد کی مریدین کو وصیت:

آپ کے مرشد حضرت خواجہ ابوالمساکین نے مکہ مکرمہ روانگی سے قبل اپنے تمام مریدوں کو بلا کر نصیحت اور وصیت فرمائی کہ خواجہ محمد زماں کو بہت راضی اور خوش رکھنے کی کوشش کرنا، ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرنا، کیونکہ یہ جب تک خوش رہیں گے اس شہر کو کوئی خطرہ نہیں خدانخواستہ اگر یہ ناراض ہو کے چلے گئے تو یاد رکھنا ٹھٹھہ شہر تباہ ہو جائے گا اور اس پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہو جائیں گی۔ اور جب تک آپ یہاں رہیں گے یہ شاد اور آباد رہے گا۔

ٹھٹھہ سے روانگی:

مرشد کے واپس حرمین شریفین جانے کے بعد آپ کئی سال تک ٹھٹھہ میں رُشد و ہدایت کا کام سرانجام دیتے رہے، اور بے شمار لوگ آپ سے مرید ہو کر واصل بحق ہوتے رہے لیکن حاسدوں سے آپ کی یہ شان وشوکت یہ عظمت و مرتبت دیکھی نہ گئی، اور وہ آپ کی تکلیف کے درپے ہو گئے اور طرح طرح کی ایذاء رسانی میں مصروف رہنے لگے، بالخصوص وہاں کا ایک ''محمد ہاشم'' نام کا مولوی حسد اور بغض کے باعث آپ کو بہت پریشان کرنے لگا اخیر تنگ آ کر خواجہ محمد زماں رحمۃ اللہ علیہ ٹھٹھہ کو خیر باد کہہ کے اپنے وطن ''لواری'' تشریف لے آئے۔

آپ کے مرشد کی پیش گوئی کے عین مطابق آپ کے یہاں سے تشریف لے جانے کے بعد ٹھٹھہ شہر پر ''نادر شاہ'' نے حملہ کر کے اس کو تاخت و تاراج کر دیا ہر طرف فتنہ وفساد اور لوٹ مار سے سارا شہر تباہ و برباد

ہو گیا اور آپ کا دشمن ''محمد ہاشم'' جذام کی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

لواری شریف میں آمد:

جب آپ لواری شریف تشریف لائے اس وقت آپ کے والد گرامی بقیدِ حیات تھے، انہوں نے آپ کے آنے کے بعد پیری مریدی چھوڑ دی، اگر کوئی طالب آتا تو اس کو حضرت مخدوم محمد زماں کے پاس بھیج دیتے تھے۔ اس زمانہ میں ''پرانی لواری'' سیم کی وجہ سے تباہ ہو رہی تھی اور لوگ بڑی تعداد میں وہاں سے ترکِ سکونت کر رہے تھے، لیکن جب تک آپ کے والد بقیدِ حیات رہے (یعنی ۱۱۴۹ھ تک) اس وقت تک آپ نے وہیں قیام فرمایا والد کی وفات کے ایک سال بعد (یعنی ۱۱۵۰ھ میں) آپ نے قدیم لواری کے قریب ایک نئی بستی آباد کر کے وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی اور اس کا نام بھی ''لواری'' ہی رکھا۔

اسی سال آپ نے یہاں باقاعدہ رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا، ورنہ اس سے قبل آپ نے خلوت گزینی اور عزلت نشینی کو اپنا رکھا تھا۔ دن رات مسجد کے اندر مراقبہ میں مصروف رہا کرتے تھے تمام رات عبادت میں گزار کر عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ شام کو گھر آتے تھوڑا سا کھانا اگر تیار ہوتا تو تناول فرما کر پھر مسجد میں تشریف لے جاتے۔ لیکن جب باقاعدہ خلقِ خدا کی رہبری اور ہدایت کے کارِ عظیم کی طرف آپ نے توجہ دی تو یہ عالم تھا کہ روز پانچ سو طالبانِ حق کا آپ کی خانقاہ میں ہجوم رہتا تھا بلکہ بعض دفعہ تو چار چار ہزار آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتسابِ فیض کیا کرتے تھے۔ اور لنگر سے بھی فیضیاب ہوتے تھے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی کی عقیدت:

سندھ کے مشہور صوفی شاعر بزرگ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک روز وہ آپ سے اکتسابِ فیض کے لیے اپنے گاؤں ''بھٹ'' سے چل کر لواری حاضر ہوئے جب حجرہ کے دروازے کے پاس پہنچے تو اپنے خادم کو اندر بھیج کر کہا کہ جاؤ حضرت خواجہ سے میرے لیے اندر آنے کی اجازت طلب کرو خادم نے جب اندر جا کر حضرت سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ سید صاحب سے جا کر کہو کہ آپ وہیں ٹھہریں ہم خود آپ کے استقبال کے لیے آتے ہیں۔ خادم نے جب شاہ صاحب کو یہ پیغام پہنچایا تو انہوں نے خادم سے دریافت کیا کہ ''جب تم اندر گئے تو حضرت خواجہ کس کام میں مصروف تھے''؟ اس نے کہا کہ وہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے، تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ پھر اس مصروفیت اور مشغولیت

سے انہیں کب فرصت ملے گی، آؤ ہم خود ہی اندر چلتے ہیں۔ چنانچہ جب شاہ صاحب اندر حضرت خواجہ محمد زماں رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پہنچے تو آپ کی شان میں یہ شعر پڑھتے ہوئے آپ سے ملاقات کی کہ:

سامي سفر هليا، ڪو پر وڙي پنڌ
حسن هيتا هان ڪنڌ آون نه جيندي ان ري

ترجمہ:

راہی سفر کو چل دیے منزل کہاں کس کو پتا
گردن ہے جنکی خم، جیوں میں کس طرح ان کے سوا

اس کا جواب شعر ہی کی زبان میں دیتے ہوئے حضرت مخدوم محمد زماں نے فرمایا:

فرمود ند ڪين آهن ٿئون ڀ وسجي ڪي ڪهاء
لاگا پالوڪ جالاس سڀ لهزاء سامي
پوءَ سلنداء ڳالهه ڀره پان جئي گڇهه جيئي ده

ترجمہ:

کچھ نہیں ہو کچھ نہیں، کچھ نہیں کا ورد کر
خنجرِ لا سے تعلقاتِ جہاں کو قطع کر
پھر تجھے سمجائیں گے وہ رازِ دلبر سر بسر

اس پر شاہ صاحب نے فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے:

زہے نصیب قلم نے جو لوح پر لکھا
سکھی! یہ میرے مقدر میں ہوگیا اچھا
نوشتہ ہے وہ میرے اختیار سے بالا
کروں میں یہ کس سے فریاد کس پہ ہے دعوٰی
کہ جو ہوا میرے محبوب ہی نے مجھ سے کیا

اس کے جواب میں جو آپ نے فرمایا اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

بیٹھ ان کی بزم میں جو کاتبِ تقدیر ہیں
چاہیں تو پہلا لکھا ، بدلا کے دیگر لکھ سکیں
ہو سکے دیدار جاناں کس طرح تجھ کو نصیب
عین ممکن ہے کہ کوئی ایسی ہی تعلیم دیں

اس شعری مکالمہ کے بعد شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ فنا کے بعد کیا ہے؟

آپ نے سوالیہ جواب دیتے ہوئے فرمایا پہلے یہ تو معلوم کرو کہ فنا سے پہلے کیا ہے؟

یہ نکتہ سنکر شاہ لطیف بھٹائی کی عقیدت آپ سے اور بڑھ گئی، اور انہوں نے حضرت سے عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ میں آپ سے مرید ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا ہمارے طریقہ میں بعض شرعی اوقات کے علاوہ سماع اور گانا بالکل منع ہے اور قطعاً حرام ہے۔ اس پر شاہ صاحب نے عذر کرتے ہوئے فرمایا کہ میری تو پوری زندگی سماع میں گذری ہے اب اس کا چھوڑنا میرے لیے بہت مشکل ہے۔ اس کے بعد بہت دیر تک معرفت کے اسرار و رموز کی باتیں ہوتی رہیں، جب شاہ صاحب نے جانے کیلیے اجازت طلب کی تو آپ نے ”خلافت کی چادر“ ان کو پہنائی اور ان کو رخصت کر دیا۔

کہتے ہیں کہ شاہ لطیف بھٹائی کو وہ چادر اس قدر محبوب تھی کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ جب میں مروں تو یہ چادر میرے کفن پہ رکھ دینا۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ چادر آپ کے جنازہ پر ڈالی گئی اور دفن کے بعد آپ کے مزار کے اوپر ڈالدی گئی۔

جب شاہ صاحب رخصت ہو کے روانہ ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ انہوں نے ہماری صحبت تو اختیار کی لیکن اتنی ہمت نہ کر سکے کہ ہمارے ”سلسلۂ طریقت“ میں داخل ہو جاتے۔ اگر یہ ایسا کر لیتے تو ہم ان کو بحرِ توحید میں ایسے غوطے دلواتے کہ ان کی ہستی مٹ جاتی یعنی ”فنا“ کا اعلیٰ مقام ان کو نصیب ہو جاتا۔ اس پر ایک مرید نے آپ سے شاہ صاحب کے مقام اور مرتبہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا، صاحب قلب بود مثل شما“ یعنی تمہاری طرح صاحب دل ہے“۔ ”صاحب دل ہونا“ تصوف کا بڑا اعلیٰ مقام ہے۔ یہ فرما کر آپ نے حضرت شاہ صاحب کے مقام کو بھی بیان فرمادیا اور اسی کے ضمن میں اپنے ذی استعداد مریدین کے مقام کو بھی آشکار فرمادیا۔ حضرت شاہ صاحب ہمیشہ حضرت خواجہ کی شان میں یہ شعر پڑھتے

رہتے تھے۔ جس کا کسی اردو کے شاعر نے یوں ترجمہ کیا ہے۔

ان کو دیکھا ہے میں نے اے مادر
ہے میسر جنہیں وصالِ حبیب
نہیں میری زبان میں تابِ سخن
کرسکوں جو بیاں ذکرِ عجیب

حلیہ:

درمیانہ قد، گندمی رنگ، دبلا پتلا جسم، گول سر، کشادہ جبیں، ژولیدہ اور پیچیدہ ابرو، ریش مبارک لمبی اور سفید، چہرا بڑا نورانی۔

اوصاف وشمائل:

شریعت وطریقت کے تمام فضائل وکمالات سے آپ کی ذات سجی ہوئی تھی۔ آپ کی زبان سے کبھی کوئی ناشائستہ لفظ نہیں نکلا، دنیا والوں سے کبھی آپ نے اپنی غرض وابستہ نہیں کی۔ بلکہ آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہم ان پیروں میں سے نہیں جو مریدوں کے دروازوں سے خیرات مانگتے ہیں۔ استغنا اور بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کیا حتیٰ کہ وقت کے حکمراں میاں غلام شاہ کلھوڑا نے بڑی منت سماجت کر کے جاگیریں خانقاہ کے لیے پیش کیں تو وہ بھی قبول فرمانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ:

> اگر کوئی شخص کسی دنیا کے حاکم سے دوستی رکھے تو اس کو رزق کی کمی نہیں ہوتی تو پھر جس شخص کی احکم الحاکمین سے دوستی ہو بھلا وہ کب محتاج اور مسکین وفقیر رہ سکتا ہے، بلکہ وہ تو ایسا شہنشاہ ہوتا ہے کہ غلام شاہ جیسے سیکڑوں حاکم اس کے غلام ہوتے ہیں۔

توکل:

توکل اور خدا پر آپ کے بھروسا کا یہ عالم تھا کہ لنگر میں ہر روز سیکڑوں آدمیوں کا کھانا پکتا تھا بلکہ بعض دفعہ تو ہزار ہا آدمی اس سے فیضیاب ہوتے تھے لیکن آپ نے کبھی اکٹھا اناج لنگر کے لیے خرید کر نہیں رکھا خواہ ارزانی کا زمانہ ہو یا فراوانی کا، بلکہ روزانہ جتنے سامان کی ضرورت پڑتی تھی نقد پیسے دیکر دکان سے

منگوالیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم دونوں جہان سے فارغ ہیں۔ ہمیں کسی چیز کی احتیاج نہیں، ہمارا رب نہ صرف ہمیں بلکہ ہمارے مریدین کو رزق پہنچا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کے خزانوں کی چابیاں ہمارے ہاتھ میں دیدی ہیں، اس لیے اگر ہم چاہیں تو روزانہ لاکھوں روپے خرچ کر کے دونوں وقت لنگر میں عمدہ پلاؤ پکوا کر مریدین کو کھلائیں، لیکن چونکہ اس میں دکھلاوا اور تصنع ہے اس لیے ہم اس سے اجتناب کرتے ہوئے لنگر میں ایک وقت سوکھی روٹی اور دوسرے وقت کسی اور معمولی چیز سے کام چلا لیتے ہیں۔

تحمل و بردباری:

آپ کے تحمل، بردباری اور رحمدلی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی کہ آپ کا حجام جو آپ کے بال بنایا کرتا تھا بڑا دیہاتی اور اُجڈ قسم کا آدمی تھا، آپ کے ناخن تراشتے وقت آپ کی انگلیوں سے خون تک نکالدیا کرتا تھا، جب بال کاٹتا پورے سر کو زخمی کر دیا کرتا تھا، مریدین نے عرض کیا کہ اس ظالم حجام کو نکال کر کسی اور حجام کو بلالیں، لیکن آپ منع کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ”یہ بیچارہ برس ہا برس سے ہماری خدمت کر رہا ہے اب اس کو نکال کر کسی اور حجام کو رکھنا بے مروتی ہوگی، اور یہ آیت تلاوت فرماتے تھے کہ **والسابقو ن السابقون اولئک ھم المقربون**، یعنی جنہوں نے پہل کی ہے وہ ہی مقرب ہیں۔

عفو و درگزر:

عفو و درگزر کرنا آپ کی طبیعت اور طینت سے تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ محرم کی دسویں تاریخ کو شیعوں کا ایک بڑا جلوس تعزیہ لیکر آپ کی مسجد کے دروازے کے پاس سے ماتم کرتا ہوا گزر رہا تھا جس سے بڑا شور وغل ہو رہا تھا جبکہ آپ اس وقت عبادت اور مریدین کو توجہ دینے میں مصروف تھے، ان کے شور سے جب خلل واقع ہوا تو جان نثار مریدین کی ایک کثیر جماعت جو ہر وقت خدمتِ اقدس میں حاضر رہتی تھی، اس نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو ان ماتم کرنے والوں کو مار کر ادھر سے بھگا دیں۔ آپ نے فرمایا وہ اپنے آپ کو خود پیٹ رہے ہیں۔ ہمیں کیا نقصان پہنچا رہے ہیں۔

کرامت:

شہرت اور دکھلاوے کے لیے ”اظہارِ کرامت“ کو آپ بہت برا سمجھتے تھے، ایک دن ایک شخص نے آپ سے ذکر کیا کہ شاہ کریم بلہٹری والا ایک دفعہ درویشوں کو لیکر دریا کے اوپر سے چلتا ہوا دوسرے کنارے

پر پہنچ گیا اور کسی کا کوئی کپڑا پانی میں بھیگا تک نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ”کرامت کا دن ابھی آگے ہے، مردوں کی مردانگی کا کل قیامت کے دن پتا چلے گا دیکھتے ہیں کون اپنی جماعت کو سلامتی کے ساتھ دار السلام (جنت) تک پہنچاتا ہے۔

بہرحال اس کے باوجود بے اختیاری طور پر بے شمار کرامات کا آپ سے ظہور ہوا۔ مثلاً ایک کرامت آپ کی اس وقت ظاہر ہوئی جب آپ کی والدہ کا انتقال ہوا، تو ان کی فاتحہ کے لیے جس دن کھانا پکایا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ ان تمام گاؤں والوں کو خوب سیر ہو کر کھانا کھلایا جائے۔ مریدین نے عرض کی کہ حضور ہم نے جتنا کھانا تیار کیا ہے اس میں بمشکل صرف وہ لوگ کھا سکیں گے جو قبرستان تک گئے تھے، یہ سن کر آپ خود باورچی خانہ میں تشریف لے گئے اور دو دیگوں میں سے ایک دیگ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، پہلے اس دیگ سے کھانا کھلانا شروع کرو، چنانچہ آپ کے حکم پر عمل کیا گیا اور اللہ نے اس ایک دیگ میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ صرف اس ایک دیگ سے سارے گاؤں والوں نے سیر ہو کر کھانا کھالیا اور دوسری دیگ کی نوبت ہی نہیں آئی۔

اسی طرح آپ کا ایک مرید جس کا نام ”تھانیرا“ تھا، اپنے گاؤں سے حضرت کی خدمت میں ”لواری شریف“ آ رہا تھا، راستہ میں اس نے کسی اپنے جاننے والی کو دیوار میں سے ایک ناریل چھپا کر دیا، جب آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا ”بعض لوگ دیواروں کے اندر سے ناریل چھپا کر دیتے ہیں۔“ یہ سن کر ”تھانیرا“ گھبرا گیا اور عرض کرنے لگا قبلہ! آپ کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا ”حق تعالیٰ ہمیں ہر ایک انسان کے مخفی رازوں سے مطلع فرما دیتا ہے۔“

غلام شاہ کلہوڑا کی عقیدت:

اس وقت سندھ میں کلہوڑا خاندان کی حکومت تھی اس وقت کا حکمران غلام شاہ کلہوڑا کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا، لیکن آپ کا بڑا احترام کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے آپ کو لکھا کہ ”قبلہ! ہم حاکم لوگ دنیا کے کاروبار میں ایسے گرفتار رہتے ہیں کہ فرصت ہی نہیں ملتی کہ آپ کا آ کر دیدار کر سکیں اور آپ سے دعائیں کروائیں۔ ایسی صورت میں اگر آپ یہاں آ کر قدم رنجہ فرما دیں اور اپنے دیدار سے مشرف فرما دیں تو تادمِ زیست آپ کا احسان مند رہوں گا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ ”ہم فقیروں کے لیے سفر کی تکلیفیں برداشت کرنا بہت مشکل ہے ہم آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے لیے دعا گو ہیں۔“ دوسری بار

پھراس نے آپ سے استدعا کی کہ اگر آپ خود تشریف نہیں لا سکتے تو اپنے کسی درویش کو ہی بھیج دیجیے تا کہ اس سے آپ کا روحانی فیض حاصل کر سکیں، اس کے جواب میں آپ نے اپنے ایک مرید ''حاجی محمد کلھوڑا'' کو روانہ کیا اور جاتے وقت آپ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ ہر حال میں ہماری صورت کا دھیان رکھ کر میاں غلام شاہ سے گفتگو کرنا، وہ تم سے کچھ سوالات کرے گا، ہم وہ سوالات مع جوابات کے تمہیں بتائے دیتے ہیں، اس کو یہی جوابات دینا۔

☆......اس کی آرزو ہے کہ ''کچھ ریاست'' میں جاڑیجا قوم میں شادی کرے، اور اس ارادے سے وہ وہاں جانے والا ہے. اس کا پہلا سوال اسی کے متعلق ہوگا کہ آیا وہ اس ارادے میں کامیاب ہوگا یا نہیں؟ تو اس کو جواب دینا کہ ہم نہ تو برہمن ہیں اور نہ کاہن جو حساب کتاب لگا کر تمہارے سوال کا جواب دیں۔

☆......دوسری بات تم سے یہ کہے گا کہ ''ہماری خواہش ہے کہ ہم حضرت خواجہ کو کچھ جاگیریں عطاء کریں۔'' تم اس کو جواب دینا کہ اللہ کے فضل سے فقیروں کے پاس کھانے پینے کا بہت سامان پڑا ہوا ہے اگر کبھی ضرورت پڑی تو سرکاری نوکری کرنے یا جاگیریں لینے سے اجتناب نہیں کریں گے۔

☆......واپس آنے کے وقت وہ تمہیں کپڑے اور پیسے دیگا، اس کو قبول کر لینا، ورنہ وہ سمجھے گا کہ یہ درویش بھی مالداروں اور مغروروں کی طرح انعام واکرام رد کر دیتے ہیں اور خواہ مخواہ شک میں پڑ جائے گا۔

آپ کی ہدایت لیکر حاجی محمد صاحب جب اس کے پاس پہنچے تو اس نے ان کی بڑی تعظیم کی اور بعینہٖ وہ سوالات کیے جو آپ نے حاجی محمد صاحب کو پہلے ہی بتا دیے تھے۔ پھر کہنے لگا کہ ہماری دلی آرزو ہے کہ ہم کسی طرح حضرت خواجہ محمد زماں کی زیارت کریں مہربانی کر کے اس کی کوئی تدبیر بتائیں۔ حاجی محمد صاحب نے فرمایا فکر نہ کریں ان شاء اللہ آج ہی رات آپ کی آرزو پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس رات خواب میں حضرت کی اس کو زیارت نصیب ہوگئی، اور اس زیارت سے بہت خوش اور مسرور ہوا اور آپ کا مرید بن گیا۔

دیوان خانچند کی مایوسی:

میاں غلام شاہ کلھوڑا نے ایک دفعہ اپنے مشہور وزیر گدومل کے بھائی دیوان خانچند کو لواری کی خانقاہ

کے لیے جاگیروں کا پروانہ لیکر آپ کی خدمت میں بھیجا، لیکن آپ نے لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ اتنی ساری زمین کی آبادی کے لیے بیج اور ہل وغیرہ کا خرچہ کا کیا ہوگا؟۔ دیوان خانچند نے عرض کیا کہ حضور! یہ تمام اخراجات اس غلام کے ذمہ ہیں آپ صرف اس کو قبول فرمالیں۔ لیکن آپ نے فرمایا ہم فقیر آدمی ان معاملات میں پھنسنا نہیں چاہتے آخر وہ بالکل مایوس اور ناامید ہوکر واپس چلا گیا۔

سرفراز شاہ کلھوڑا کی عقیدت:

میاں غلام شاہ کلھوڑا نے جب اپنا ولی عہد اور جانشین مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو بعض اس کے مشیروں نے اس کو مشورہ دیا کہ اپنے بڑے لڑکے میاں سرفراز شاہ کی بجائے وہ اپنے چھوٹے لڑکے کو ولی عہد مقرر کردے، یہ خبر جب سرفراز شاہ کو پہنچی تو اس کی راتوں کی نیندیں اڑگئیں ایک رات وہ مخفی طور سے حضرت خواجہ محمد زماں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے فریاد کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا ''فکر مت کرو تم ہی تخت کے والی و وارث ہوگے''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب وہ سندھ کا حکمراں بن گیا تو اظہار عقیدت کے طور پر اپنے آپ کو حضرت خواجہ کا مرید کہلوانے لگا۔ نئے سرے سے لواری کے لیے جاگیریں پیش کیں لیکن آپ نے قبول فرمانے سے انکار کردیا۔ تین چار سال بعد جب وہ اپنے عزیز و اقارب کے ہمراہ آپ کی زیارت کے لیے لواری پہنچا تو بعض خوشامند پسند اس کے مشیروں نے اس کو مشورہ دیا کہ آپ سندھ کے حاکم ہیں آپ کی شان کے خلاف ہے کہ آپ کسی فقیر کے پاس چل کر جائیں بلکہ ان کو اپنے پاس بلائیں، سرفراز شاہ نے ان کے کہنے میں آکر گدومل اور مرزا نبی بیگ کو حضرت کی خدمت میں بھیجا کہ ان کی خدمت میں عرض کرو کہ وقت کا حاکم آپ سے ملاقات کا اشتیاق رکھتا ہے وہ دور دراز کا سفر کرکے آیا ہے اگر آپ قدم رنجہ فرمائیں تو ہماری عزت افزائی ہوگی، آپ نے کہا کہ فقیروں کا در ہمیشہ کھلا ہوا ہے جو چاہے وہ آئے جو چاہے وہ نہ آئے۔ اگر یہاں سرفراز کو ہماری ملاقات کی ضرورت ہے تو ہمارے پاس آجائے، ہمیں اس کی ضرورت نہیں جو ہم اس کے پاس جائیں۔'' دیوان اور مرزا نے بڑی منتیں کیں لیکن سب بے سود رہیں۔

حافظ ہدایت اللہ حضرت کے خاص مرید اور خلیفہ اس وقت وہاں موجود تھے انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ! حاکمِ وقت کو ناامید کرنا اچھی بات نہیں مبادا کہیں وہ ناراض ہوجائیں تو خواہ مخواہ ہمیں پریشانی میں ڈال دیگا۔ اس پر آپ کو جوش آگیا اور تخت و تاج کو اپنے قدموں سے روندنے والے اس اقلیمِ ولایت کے

بے تاج بادشاہ نے فرمایا کہ ''اگر ایسا ہوا تو ہم بھی وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی'' والی آیت پر عمل کر کے دکھائیں گے۔ پھر جب آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، تو اپنی خوشی سے اپنے صاحبزادوں کو چند درویشوں کے ہمراہ سرفراز شاہ کے پاس بھیج دیا جو کچھ دیر اس کے پاس اس کی دلجوئی کے لیے بیٹھ کر واپس تشریف لے آئے۔

شادیاں:

آپ نے دو شادیاں فرمائیں، پہلی زوجہ سے ایک لڑکا ہوا مگر فوت ہو گیا اور اس کے بعد زوجہ محترمہ بھی وفات پا گئیں، دشمن خوش ہو کر کہنے لگے کہ اب یہ خاندان ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا یہ جھونپڑے اور مٹی کے برتن اب ٹوٹ کر نیست و نابود ہو جائیں گے جب آپ نے سنا تو فرمایا ''حق تعالیٰ سے ہمیں الہام ہوا ہے کہ یہ مسند قیامت تک قائم رہے گی جھونپڑیوں کے عوض یہاں محلات بنیں گے۔ اور مٹی کے برتنوں کی جگہ تانبے کی دیگیں ہونگی چنانچہ اس کے بعد پیر ایوب کی اولاد کے ایک شریف شخص کی صاحبزادی سے آپ کا عقد ہوا۔ اور ان سے ''خواجہ گل محمد'' کی ولادت ہوئی جو آپ کے بعد اس مسند کی رونق بنے اور آپ کے ارشاد کے مطابق آج تک یہ مسند پُر بہار و لالہ زار ہے۔

آخری ایام:

آخری ایام میں آپ جوڑوں کے درد، بخار اور کھانسی میں مبتلا رہنے لگے تھے وصال سے ایک سال قبل یعنی ۱۱۸۷ھ میں اپنے ایک دوست کو فرمایا اب ہمارے آخری دن آ گئے ہیں اس لیے جس شخص کو ہماری صحبت سے فائدہ اٹھانا ہے وہ بغیر کسی دیر کے آ جائے ان دنوں آپ کا سارا وقت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی معیت اور صحبت میں گذرتا تھا، اپنے مریدین سے فرماتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر جمعرات کو سو مرتبہ درود شریف پڑھا کرو۔

وفات:

۴ ذیقعد ۱۱۸۸ھ/۱۷۷۴ء کو صبح دستور کے مطابق لنگر کے لیے ناشتا تیار ہوتا تھا۔ لیکن نقد پیسے تو تھے نہیں۔ جب حضرت سے ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ شیخ بہاء الحق زکریا ملتانی نے جب وفات فرمائی تو اس وقت ان کے پاس دو لاکھ سونے کی اشرفیاں موجود تھیں لیکن آج ہمارے پاس ''دو کروں'' کے علاوہ اور کچھ نہیں

پھر فرمایا باورچی خانے کے چاقو بیچکر ناشتے کے لیے سامان لیکر آؤ، تعمیل حکم کی گئی، جب ناشتا تیار ہو گیا تو سب کو کھانا کھلانے کا حکم دیا، لوگ کھانا کھانے میں مصروف ہوئے اس اثناء میں آپ بار بار دریافت کرتے رہے کہ ناشتا سب نے کرلیا یا نہیں؟ جب سب کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تو آپ نے چادر اوڑھ کر آنکھیں بند فرمالیں۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کردی آپ کا جسد مبارک اسی حجرہ میں دفن کردیا گیا۔

بشارت:

جس حجرہ مبارک میں آپ مدفون ہیں اس کے متعلق بشارت دیتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ اس حجرہ کے اردگرد جو بھی مدفون ہیں وہ سب مرحوم و مغفور ہیں۔ اور اس حجرہ کا یہ مقام ہے کہ اس کی خاک اگر کسی کی قبر میں رکھ دی جائے تو اس کی بھی نجات کی امید رکھنا، پھر فرمایا کہ یہاں اسی کو بھیجا جائے گا جس کی قسمت میں نجات اور سعادت لکھی ہوگی۔ جو ایک بار ہمارے پاس یہاں آجائے گا پھر ہم اس کا ہاتھ نہیں چھوڑیں گے۔

شاعری:

بعض دفعہ سندھی اشعار کی زبان میں معرفت کے دُرہائے بے بہا آپ کی زبان سے جھڑتے تھے۔

کلام:

آپ کا کلام دو حصوں پر مشتمل ہے، ایک ملفوظات اور دوسرے ابیات۔

ا......ملفوظات:

یعنی آپ کے وہ اقوال اور ارشادات جو آپ اپنے مریدین کی رشد و ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً فرماتے رہتے تھے، ان میں سے کچھ تو ''فردوس العارفین'' (قلمی) میں میر بلوچ خان تالپور نے اور ''مرغوب الاحباب'' (قلمی) میں میر نظر علی خان تالپور نے جمع کردیے ہیں اور کچھ ملفوظات آپ کے ایک نامور خلیفہ شیخ عبدالرحیم گرھوڑی نے اپنی عربی کتاب ''فتح الفضل'' میں درج کیے ہیں، اور کچھ ملفوظات ''مقولات تصوف'' نامی کتاب میں شیخ میاں ابراہیم نے فارسی میں تحریر کردیے ہیں اور اس کا سندھی ترجمہ غلام حسین دیہ نے کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے، آپ کے اقوال کی تعداد تقریباً ''۴۴۶'' ہے جس میں سے ''۲۴۳'' اقوال کا ترجمہ اور شرح حضرت خواجہ گل محمد صاحب قدس سرہ نے ''الورد المحمدی'' کے نام سے

فرمائی ہے جبکہ بقیہ ''۲۰۳'' اقوال کی تشریح میں ایک کتاب آپ کے خاص مرید سید نور علی شاہ نے ''تکملہ الورد المحمدی'' کے نام سے مرتب کی ہے۔

۲......ابیات:

آپ کے سندھی زبان میں کہے ہوئے عارفانہ اشعار ایک اندازہ کے مطابق ''۸۴'' کے قریب ہیں۔ ان ابیات کی شرح آپ کے خاص خلیفہ شیخ عبدالرحیم گرھوڑی نے عربی میں فرمائی ہے، اور اس کا سندھی ترجمہ ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ مرحوم نے کر کے ''سندھی ابیات'' کے نام سے ۱۹۳۹ء میں شائع کرایا ہے۔

(۱۸)

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی

☆☆

ولادت:

آپ کے والد گرامی کا نام حاجی شیخ اکرم الٰہی تھا جو پنجاب کی ایک شیخ تاجر برادری سے تعلق رکھتے تھے اور نقشبندی سلسلہ میں حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ اور ہجرت سے قبل کھیم کرن مشرقی پنجاب (بھارت) میں رہائش پذیر تھے۔ ان کے یہاں ۱۹۳۰ء کو علامہ محمد شفیع اوکاڑوی کی ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم:

آپ نے اسکول میں مڈل تک تعلیم حاصل کی اور ہجرت کے بعد جب اوکاڑہ منتقل ہو گئے تو یہاں دارالعلوم اشرف المدارس میں حضرت شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی صاحب سے اور مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں غزالی زماں رازی دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی سے علوم دینیہ اور حدیث کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔

بیعت:

چونکہ آپ کے والد گرامی شرقپور شریف میں حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت رکھتے تھے اس لیے وہ آپ کو بھی کچھ بڑے ہونے پر اپنے مرشد خانہ لے گئے اور وہاں کے اس وقت کے

سجادہ نشین حضرت میاں غلام اللہ صاحب (المعروف حضرت ثانی صاحب) کی خدمت میں آپ کو پیش کیا اور آپ کو بیعت کرنے کی درخواست کی جس کو آپ نے قبول فرماتے ہوئے آپ کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کر کے روحانی فیوضات سے مستفیض فرمایا۔

حضرت کرماں والوں کی شفقت:

آپ کی روحانی تربیت اگرچہ آپ کے مرشد حضرت میاں غلام اللہ صاحب المعروف حضرت ثانی شرقپوری نے فرمائی آپ کو اپنے ساتھ رکھ کر روحانی مقامات طے کرائے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک کامل خلیفہ اور اپنے وقت کے صاحب کرامت بزرگ حضرت شیخ پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری (کرماں والا شریف) کی صحبت سے بھی آپ نے بہت سے فیوضات و برکات حاصل کیے۔

ابتدائی حالات:

۱۹۴۷ء میں آپ اپنے والد کے ہمراہ کھیم کرن سے ہجرت کر کے اوکاڑہ آ کر آباد ہو گئے یہاں آنے کے بعد جامع مسجد مہاجرین منٹگمری میں آپ نے نماز جمعہ کی خطابت شروع کر دی اور ساتھ ہی ساتھ برلد ہائی اسکول اوکاڑہ میں دینیات کے معلم کی حیثیت سے تدریس کا کام بھی شروع کیا۔ ۱۹۵۵ء میں کراچی کے مذہبی حلقوں کے اسرار پر آپ کراچی تشریف لے آئے اور یہاں کی سب سے بڑی مرکزی میمن مسجد (بولٹن مارکیٹ) میں ایک عرصہ تک بحیثیت خطیب و امام کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد تقریباً تین سال جامع مسجد عیدگاہ میدان میں سوا دو سال جامع مسجد آرام باغ میں اور بارہ سال جامع مسجد نور (نزد جوبلی سینما) میں آپ نے بلا معاوضہ اپنی خطابت سے مخلوق خدا کو فیضیاب کیا ان مساجد میں آپ نے تفسیر قرآن کے درس دیے اور تقریباً ۲۱ ربرس میں قرآن کریم کے نو پاروں کی تفسیر بیان فرمائی۔

قیام مدارس:

آپ نے علوم مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نشر و اشاعت کے لیے کراچی میں مختلف مقامات پر مدارس دینیہ قائم فرمائے۔ جس میں ۱۹۶۴ء میں پی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی میں مسجد غوثیہ ٹرسٹ سے ملحق

جن کے آپ چیئرمین بھی تھے دارالعلوم حنفیہ غوثیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم فرمایا۔ اس کے علاوہ ۱۹۷۲ء میں ڈولی کھاتہ (سولجر بازار جواب گلستان شفیع اوکاڑوی کے نام سے موسوم ہے) یہاں ایک قطعہ زمین پر جو گذشتہ سو برس سے مسجد کے لیے وقف تھا آپ نے اس میں تعمیر مسجد کا آغاز فرمایا اور اسی مقام پر بلا معاوضہ ہر جمعہ خطاب فرمانا شروع کر دیا۔

آپ نے وہاں ایک ٹرسٹ قائم فرمایا جس کا نام گلزار حبیب ٹرسٹ رکھا جس کے آپ بانی اور سربراہ تھے اس ٹرسٹ کے زیر اہتمام آپ نے جامع مسجد گلزار حبیب اور اس سے متصل ایک عظیم الشان دارالعلوم جامعہ اسلامیہ گلزار حبیب کے نام سے بنانے کا آغاز فرمایا اور اپنی زندگی میں ہی اس کی تعمیر کے کافی مراحل طے کر لیے، ہنوز دونوں منصوبے زیر تکمیل ہیں۔

خطابت:

پر مغز مضامین پر اثر طرز استدلال دلکش انداز بیان خوش الحانی اور لحن داودی اور رب کی طرف سے عطاء کردہ مقبولیت عام حضرت علامہ اوکاڑوی علیہ الرحمۃ کی خطابت کی یہ وہ امتیازی خصوصیات تھیں جنہوں نے ان کو خطیب پاکستان کے لقب سے ساری دنیا میں معروف و مشہور کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انکا نام سنتے ہی لوگ گھروں سے نکل آتے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے انسانوں کا ایک سمندر موجزن ہو جاتا تھا اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس مجمع میں عوام بھی ہوتے تھے اور خواص بھی اور سب یکساں ان کی تقریر سے لطف اندوز ہوتے اور اپنے دامن کو حسن عقیدہ اور حسن عمل کے مہکتے پھولوں سے بھر کے جاتے تھے۔ بے شمار گمراہ راہ راست پر آئے اور بے شمار عمل صالح کی دولت سے مالا مال ہو کر گئے۔ اس راقم الحروف نے جہاں عوام کو آپ کی تقریر کا شیدا دیکھا وہاں بڑے بڑے علماء، فقہاو خطباء اور مناظرین کو آپ کے کیسٹوں سے اکتساب فیض کرتے ہوئے دیکھا اور ان کی زبان سے اس برملا اعتراف کو بھی سنا کہ ”خطیب پاکستان“ کی تقریروں سے ہمیں اپنی تقریروں اور مناظروں کے لیے وہ مواد ملتا ہے جو ہماری کامیابیوں کا ضامن ہوتا ہے۔

میلاد، معراج، گیارھویں، سیرت، اعراس اور دیگر مذہبی جلسوں کے علاوہ ماہ محرم میں مجالس ذکر شہادت بالخصوص شب عاشور ملک کا سب سے بڑا مذہبی اجتماع سمیت آپ نے چالیس سال کے عرصہ میں تقریباً اٹھارہ ہزار سے زائد اجتماعات سے خطاب کیا جو ایک عالمی رکارڈ ہے۔ پاکستان کا کوئی علاقہ ایسا نہ تھا جو

آپ کی خطابت کی سحر انگیزیوں سے مسحور نہ ہوا ہو حتٰی کہ شرق اوسط اور خلیج کی ریاستوں بھارت، فلسطین، جنوبی افریقہ اور یورپ کے دیگر بہت سے ممالک میں بھی آپ کی تقاریر بہت مقبول تھیں۔ مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف جنوبی افریقہ میں ۱۹۸۰ء تک آپ کی تقاریر کی ساٹھ ہزار کیسٹس فروخت ہوئیں۔ الغرض اس بلبل چمنستان رسالت نے ساری دنیا کو عشق رسول کے ترانوں سے چہکا دیا۔ اور آج بھی سیکڑوں علمی موضوعات پر ان کی آڈیو اور وڈیو کیسٹس ایک عالم کو اپنا گرویدہ بنائے ہوئے ہیں اور ایک جہاں کو فیضیاب کر رہی ہیں۔ تقریباً تین ہزار لوگ آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے اور ہزار ہا لوگ اپنے عقیدہ واعمال کی اصلاح کر کے فائز امرام ہوئے اور آج بھی آپ کی کیسٹوں کے ذریعہ آپ کا یہ فیض جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

خلافت:

حضرت خطیب پاکستان کو بیعت کا شرف تو حضرت میاں غلام اللہ صاحب (معروف حضرت ثانی صاحب) سجادہ نشین شرقپور شریف سے حاصل تھا سید محمد اسماعیل کرمانوالے سے بھی آپ نے روحانی فیوضات وبرکات حاصل کیۓ اور اپنی روحانی تکمیل کی۔ آپ کے اس روحانی مقام اور دینی وعلمی خدمات کو دیکھتے ہوئے دنیا بھر کے بڑے بڑے مشائخ اور صوفیہ نے آپ کو مختلف سلاسل میں اجازت اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔ جن مشائخ کے نام معلوم ہو سکے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)...... **حضرت پیر ابراہیم سیف الدین گیلانی:** ۔ نقیب اشرف دربار غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (بغداد شریف) نے قادریہ سلسلہ میں اجازت عطا فرمائی۔

(۲)...... **حضرت مفتی اعظم ہند محمد مصطفٰی رضا خان صاحب:** شہزادہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ (بریلی شریف) نے بھی قادری سلسلہ میں آپ کو اجازت عطا فرمائی۔

(۳)...... **حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب:** (مدینہ منورہ) نے آپ کو نقشبندیہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ شاذلیہ اشرفیہ سمیت آٹھ سلسلوں میں اجازت عطا فرمائی۔

(۴)...... **غزالی زماں رازیء دوران علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب:** نے آپ کو نقشبندیہ چشتیہ صابریہ سمیت دیگر سلاسل کی اجازت بھی عطا فرمائی۔

(۵)......دمشق کے ایک بزرگ نے بھی آپ کو قادریہ شاذلیہ سلسلہ کی اجازت دی۔

(۶)......شیخ محمد علی جو مدینہ منورہ میں رہتے تھے انہوں نے بھی آپ کو بہت سے سلاسل کی اجازت دی۔

(۷)...... مدینہ منورہ کے ایک اور بزرگ جو شیخ الدلائل کے نام سے معروف تھے انہوں نے بھی آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

(۸)...... مدینہ منورہ کی ایک روحانی شخصیت شیخ علاء الدین نے بھی آپ کو روحانی نسبتوں سے اور اجازتوں سے نوازا۔

(۹)......سندھ میں نقشبندیوں کے ایک معروف آستانہ لواری شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ گل حسن صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو نقشبندی سلسلہ کی نسبتوں اور اجازت سے سرفراز فرمایا۔

(۱۰)......آپ کے استاذ حضرت شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی سے بھی آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی۔

امتحان عشق:

خود بھی عشق مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ڈوبے ہوئے تھے اور دوسروں کو بھی عشق حبیب کبریا سے خوب سرشار کیا۔ اور جب اس راہ عشق میں امتحان آئے تو اس میں بھی کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ ۵۲،۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے دوران دس مہینہ منٹگمری جیل میں ناموس رسالت کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں حتی کہ اس اسیری کے دوران آپ کے دو صاحبزادے تنویر احمد اور منیر احمد کا بھی انتقال ہوگیا لیکن آپ کے پایۂ استقلال میں لغزش نہ آئی۔

سماجی وسیاسی خدمات:

مذہبی اور دینی خدمات کے علاوہ سماجی اور سیاسی خدمات میں بھی آپ پیچھے نہیں رہے۔ چنانچہ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں آپ نے جہاں اپنی تقاریر کے ذریعہ پورے ملک میں جذبہ جہاد پیدا کیا وہاں قومی دفاعی فنڈ میں لاکھوں روپے کا چندہ اور سامان بھی جمع کر کے دیا۔ اسی طرح علمائے کرام کا ایک وفد لیکر آزاد کشمیر گئے جہاں مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مہاجرین کے کیمپوں میں فنڈ اور سامان اپنے ہاتھوں سے تقسیم کیا۔ آزاد کشمیر کے بائیس مقامات کے علاوہ سیالکوٹ، چھمب جوڑیاں، لاہور، واگہ، کھیم کرن کے مشہور محاذوں پر اپنی ولولہ انگیز تقریروں کے ذریعے مجاہدین اسلام کے حوصلے بڑھائے۔ ۱۹۷۰ء میں

جمعیت علمائے پاکستان کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا اور اس میں کامیابی حاصل کی۔ تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے دور حکومت میں آپ کو مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کیا۔ اس کے علاوہ وزارت مذہبی امور کی قائم کردہ کمیٹیوں کے آپ رکن رہے۔ محکمہ اوقاف پاکستان کے نگرانِ اعلیٰ اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے بھی رکن مقرر ہوئے۔ قومی سیرت کمیٹی کے بنیادی رکن رہے۔

وفات:

۲۰/اپریل ۱۹۸۴ء کو آپ نے اپنی جامع مسجد گلزار حبیب میں جماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا اس رات آپ پر تیسری مرتبہ دل کا دورہ پڑا اور قومی ادارہ برائے امراض قلب میں آپ کو داخل کر دیا گیا جہاں منگل کے دن ۲۱/رجب المرجب ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۴/اپریل ۱۹۸۴ء کو بوقت صبح ۵۵/برس کی عمر میں اذان فجر کے بعد بآواز بلند درود سلام پڑھتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

۲۵/اپریل کو آپ کی نماز جنازہ علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ نے پڑھائی اور سہ پہر آپ کو جامع مسجد گلزار حبیب کے احاطہ میں دفن کر دیا گیا۔

اولاد: آپ نے اپنے بعد تین صاحبزادے چھوڑے۔

(۱)......مولانا کوکب نورانی: سب سے بڑے صاحبزادے ہیں جو ماشاء اللہ تحریر و تقریر میں اپنے والد کے صحیح جانشین ہیں۔ بہترین خطابت اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ اپنے والد گرامی کے مشن کو خوب زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

(۲)......ڈاکٹر محمد سبحانی: آپ منجھلے صاحبزادے ہیں۔

(۳)......حامد ربانی: سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں جو نہایت حلیم اور بہت اچھے ادیب ہیں۔

تصانیف:

آپ کی مندرجہ ذیل محققانہ تصانیف ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر قبولیت عام پا چکی ہیں۔

(۱)......ذکر جمیل
(۲)......ذکر حسین
(۳)......راہ حق
(۴)......درس توحید
(۵)......شام کربلا
(۶)......راہ عقیدت

(۷)......امام پاک اور یزید پلید
(۸)......برکات میلاد شریف
(۹)......ثواب العبادت
(۱۰)......نماز مترجم
(۱۱)......سفینۂ نوح
(۱۲)......مسلمان خاتون
(۱۳)......انوار رسالت
(۱۴)......مسئلہ طلاق ثلٰثہ
(۱۵)......نغمۂ حبیب
(۱۶)......مسئلہ سیاہ خضاب
(۱۷)......انگوٹھے چومنے کا مسئلہ
(۱۸)......اخلاق واعمال
(۱۹)......تعارف علمائے دیوبند
(۲۰)......میلاد شفیع
(۲۱)......جہاد وقتال
(۲۲)......آئینۂ حقیقت
(۲۳)......نجوم الہدایت
(۲۴)......مسئلہ بیس تراویح
(۲۵)......مقالات اوکاڑوی وغیرہ

(۱۹)

خواجہ محمد حسن جان مجددی

☆☆

حضرت خواجہ عبدالرحمٰن مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور سجادہ نشین اور ٹنڈو سائیں داد میں سرہندی مجددی آستانہ کے خورشید ضیاءٔ بار، علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر علم ظاہری و باطنی کے شاہ سوار حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔

ولادت:

۶ شوال المکرم ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء کو افغانستان کے شہر قندھار میں آپ کی ولادت ہوئی۔ جب آپ کے والد گرامی نے قندھار سے حرمین شریفین کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ بھی اس سفرِ ہجرت میں ان کے ہمراہ تھے اس سے قبل ۱۸۸۰ء میں جب افغانستان میں فرنگی استعمار کے خلاف علماء اور مشائخ نے جہاد کا اعلان فرمایا تو آپ نے بھی اپنے والد کے ہمراہ اس جہاد میں بھرپور طریقہ سے عملی طور پر حصہ لیا اور انگریزوں کے ایجنٹوں کا اپنے مریدوں کے ساتھ بھرپور مردانہ وار مقابلہ کیا۔

تعلیم وتربیت: اپنی تعلیم کے متعلق خود آپ نے اپنی تصنیف ''تذکرۃ الصلحاء'' میں جو لکھا ہے اس کے

مطابق ''سورۃ انا انزلنا'' آپ نے حضرت ملا میر اعظم افغان علی زئی معرونی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اس کے بعد چند فارسی کتب ان کے صاحبزادے حضرت ملا باز محمد سے پڑھیں اس کے علاوہ جب سندھ کے ایک گاؤں ٹکھڑ میں آپ نے ۱۲۹۷ھ میں ہجرت کے بعد قیام فرمایا تو یہاں کے مشہور عالم حاجی لعل محمد متعلوی (ٹمیاری والے) سے بھی کچھ عربی فارسی کی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد جب آپ اپنے والد کے ہمراہ گئے تو وہاں مکہ معظمہ کی مشہور دینی درسگاہ ''مدرسہ صولتیہ'' تھا جس کے بانی حضرت مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جن کی آپ پر خصوصی نظرِ کرم تھی، ضعفِ پیری کے باعث وہ خود نہیں پڑھاتے تھے، بلکہ شہر کے معروف اور مشہور علماء وہاں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے چنانچہ اس مدرسہ میں مولانا نور محمد صاحب سے آپ نے کچھ اسباق پڑھے۔ اس کے علاوہ مکہ معظمہ میں عرب شریف کی ایک بڑی اہم اور برگزیدہ شخصیت اور عالمِ اسلام کے ایک نامور عالم اور محقق حضرت علامہ سید شیخ احمد زینی دحلان کی خدمت میں اپنے والد گرامی کے حکم سے حاضر ہو کر احادیث کا سماع کیا اور علمِ حدیث کا ان سے اکتساب کیا۔

سندِ حدیث:

آپ نے حدیث کی سب سے اہم کتاب صحیح بخاری کا درس سبقاً سبقاً اپنے والد گرامی سے لیا اور انہی سے اس کی سند حاصل کی آپ کے والد گرامی کو سند حدیث حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی، اس کے علاوہ ۱۳۲۰ھ میں آپ کے والد ماجد کی ملاقات حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ایک تبحر عالم حدیث شیخ محمد ابونصر شامی دمشقی سے ہوئی ان سے بھی آپ نے حدیث مسلسل بالروایہ کی اجازت حاصل کی۔

حفظ قرآن:

آپ کو بچپن سے حفظ قرآن کا شوق دامن گیر تھا، ایک روز اپنے اس شوق کا اظہار اپنے والد گرامی سے کردیا، انہوں نے جواب میں حافظ شیرازی کا یہ مصرعہ پڑھا کہ ''عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا'' اور فرمایا کہ یہ آسان کام نہیں تم اپنی تمام توجہ تحصیلِ علومِ دینیہ کی طرف رکھو۔ لیکن اس ممانعت کے باوجود آپ کا یہ شوق کم نہ ہوا بلکہ بڑھتا ہی چلا گیا اور آپ نے خاموشی سے قرآن کو یاد کرنا شروع کردیا۔ باوجود اس کے کہ عربستان میں گھر کے کام کاج، سودا سلف لانے کی ذمہ داری، مدرسہ میں دینی تعلیم کے

حصول اور بقیہ اوقات میں طواف اور عمرہ جیسی عبادات کی ادائیگی میں بے پناہ مصروفیت تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب تھوڑا سا وقت ملتا آپ حفظ میں مصروف ہو جاتے اور حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ایک نشست میں تین تین چار چار رکوع بعض دفعہ آدھا آدھا سپارہ یاد کر کے اٹھتے، لیکن اس ڈر سے کہ کہیں والد گرامی کو خبر نہ ہو جائے آپ نے کسی کو نہیں بتایا کہ میں نے حفظ شروع کر دیا ہے، جب بائیس پارے آپ نے حفظ کر لیے تو اس وقت لوگوں کو خبر ہوئی جب یہ اطلاع آپ کے والد گرامی کو پہنچی تو انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور آپ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور جب آپ نے مکمل حفظ کر لیا تو انہوں نے اس خوشی میں ایک عظیم الشان دعوت کا اہتمام کیا اور احباب کو کھانا کھلایا۔

درسِ مکتوبات:

آپ نے علومِ باطنیہ کی تکمیل اپنے والد گرامی سے کی، چنانچہ اس سلسلہ میں مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کا درس سبقاً سبقاً اپنے والد ماجد سے لیا، آپ کے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد حسین فرماتے تھے کہ ٹکھڑ کے قیام کے زمانے میں ہم دو بھائی اور حضرت عبدالقدوس (المعروف بشیریں جاں) تھے۔ اور چوتھے سید حاجی اسداللہ شاہ حضرت سے ایک ساتھ مکتوبات پڑھا کرتے تھے۔

مذہبی و علمی خدمات:

آپ علم و معرفت کے ایک بحرِ ناپیدا کنار تھے۔ اپنے اس علم و حکمت سے آپ نے مخلوق کو وعظ و ارشاد کے ذریعہ بھی فائدہ پہنچایا اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی۔ آپ قلم برداشتہ بڑی فصیح اور سلیس فارسی اور عربی تحریر فرماتے تھے آپ کی بہت سی تصانیف کے علاوہ وہ بے شمار خطوط بھی ہیں جو آپ نے احباب کے خطوط کے جواب میں وقتاً فوقتاً ارسال فرمائے اس میں بہت سے آپ کے صاحبزادے پیر ہاشم جان سرہندی نے جمع فرمائے تھے۔ یہاں آپ کی چند تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے آپ کی علمی، سماجی، سیاسی اور مذہبی خدمات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۱)...... شِفَاءُ الْاَمْرَاضُ:

عربی زبان میں لکھی گئی اس تصنیف میں آپ نے ابتداء سر سے لیکر پاؤں تک تمام امراض بدنیہ کا روحانی علاج یعنی تعویذات، وظائف اور اُدعیہ ماثورہ کا ذکر کیا ہے اس کے بعد دیگر مشکلات اور قضائے حاجات کے لیے دعاؤں اور وظائف کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں بعض ایسے وظائف اور عملیات بھی

ہیں جو آپ کو اپنے آباؤ اجداد اور مشائخ سے حاصل ہوئے تھے۔ یہ کتاب غیر مطبوعہ ابھی تک ٹنڈو سائیں داد کے تاریخی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کتاب کی تصنیف سے فراغت آپ نے ۲۳/ جمادی الاُخریٰ ۱۳۱۴ھ میں حاصل کی۔

(۲)...... اَنِیۡسُ الۡمُرِیۡدِیۡنَ:

آپ کی یہ کتاب فارسی میں ہے اس میں سلوک طریقۂ نقشبندیہ کے متعلق بڑی نفیس ابحاث کے علاوہ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ عبدالرحمٰن مجددی کے حالات، واقعات، معتقدات، کرامات، اخلاق وعادات، ملفوظات وغیرہ کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۶ھ میں آپ نے تصنیف فرمائی اور ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء میں مطبع مجددی امرتسر سے یہ شائع ہوئی۔

(۳)...... اَنۡسَابُ الۡاَنۡجَابُ:

یہ علمِ تاریخ کی کتاب ہے۔ جس میں آپ نے حضرت امام ربانی سے لیکر اپنے زمانہ تک کے تمام خاندانِ مجددیہ کے افراد کے شجرہ نسب ذکر فرمائے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ ہر ایک کے مختصر سے حالات اور ''سنہ وفات'' وغیرہ بھی تحریر فرمائے ہیں۔ ۲۶/رجب ۱۳۴۰ھ بروز اتوار اس کتاب کی تصنیف سے آپ فارغ ہوئے۔

(۴)...... اَلۡاُصُوۡلُ الۡاَرۡبَعَۃ:

مونس المخلصین کے مصنف حضرت عبداللہ جان عرف حضرت شاہ آغا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحریک خلافت کے زمانہ میں جب وہابی، نجدی اور دیوبندی عقائد یہاں سندھ میں آنے لگے اور سندھ کے بعض علماء مثلاً دین محمد وفائی نے تقویت الایمان کا سندھی ترجمہ کرکے توحید الایمان کے نام سے شائع کرکے اس فرقہ کے عقائد کو پھیلانا شروع کیا تو آپ اس کے خلاف کھڑے ہوگئے اور آپ نے اس فرقہ کے عقائد کے رد میں ''الاصول الاربعہ فی تردید الوھابیہ'' کے نام سے یہ کتاب تصنیف فرمائی، جسے اپنے خرچ پر آپ نے چھپوا کے لوگوں میں مفت تقسیم کرایا۔ اس زمانہ میں امرتسر سے ''الفقیہ'' اخبار نکلتا تھا۔ اس میں بھی اس کتاب کا اشتہار شائع ہوا۔ یہ کتاب نہ صرف سندھ بلکہ پنجاب اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے بہت سے ممالک میں مشہور ومقبول ہوئی اس کتاب کے دیباچہ میں اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے اور وہابی عقائد پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں۔

مخفی مبادکہ دریں زماں فرقہ از اہل ہوا در اسلام پیدا شدہ است کہ خود اہلِ حدیث می نامند و در مقابلۂ اہل سنت والجماعت خصوصاً مقلدین مذہب حنفیہ کارروائی ہائے مخالفانہ بہ پیمانۂ اعلیٰ بعمل می آرند و در پیش اطفائے نور ملت و مذہب بجاں کوشاں اند بسا عوام را در دامِ فریب خود آوردہ ہم مشرب خود نمودہ اند” الحاصل اصول ما بہ النزاع درمیانِ مقلدین وغیر مقلدین چہار چیز است التعظیم لغیر اللہ تعالیٰ، التوسل بارواح الصلحاء والاستمداد منھا، الندا للغائب وسماع الموتیٰ الاتباع والتقلید لارباب المذھب الاربعۃ، این چہار چیز را وہابیہ شرک وکفر بدعت میدانند چنانچہ درعقائد آنہا بحوالہ کتب آنہا ذکر یافت واہل السنۃ والجماعت مقلدین مذاہب اربعہ ایں ہر چہار چیز را مباح ومسنون وواجب میدانند الحال برما مقلدان لازم است کہ دلائلِ اباحت وتسنن ووجوبِ امور معلومہ از روئے کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقوال وافعال سلف صالح وجمہور علمائے امت مرحومہ ثابت کنیم۔

یہ تصنیف ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ بروز پیر اختتام کو پہنچی۔

(۵)...... طَرِیْقُ النِّجَاتْ:

اس زمانہ میں آزاد خیال لوگوں کا ایک فرقہ پیدا ہو گیا تھا جو اپنے آپ کو ”نیچریہ“ کہتے تھے، اور یونانی فلاسفر کی طرح ہر اسلامی بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے تھے، اور اگر ان کی ناقص عقل میں کوئی چیز نہ آتی تو اس سے انکار کر دیتے تھے چنانچہ انہوں نے حضور کی جسمانی معراج، عذابِ قبر، میزانِ اعمال اور دیگر بہت سے عقائدِ شرعیہ کا انکار کر دیا، اس فرقہ کے سربراہ ہندوستان میں سر سید احمد خاں تھے آپ نے اس فرقہ کے عقائدِ باطلہ کے رد میں یہ کتاب عربی زبان میں تصنیف فرمائی اور معقولی دلائل اور واضح مثالوں سے اس قسم کے عقائد عوام کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کی بعد میں اس کے فائدہ کو مزید عام کرنے کے لیے آپ کے صاحبزادے پیر محمد ہاشم جان نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا جو سیالکوٹ سے چھپ چکا ہے اس کتاب کے کئی سال مدرسہ الاسلام کراچی کے نصاب میں بھی شامل رہی ہے۔ اس کتاب کا سنہ تالیف ۱۳۴۹ھ ہے۔

(۶)...... اَلۡعَقَائِدُ الصَّحِيۡحَهُ :

اس زمانہ میں دیوبندی اور بریلوی حضرات کے درمیان چند مسائل پر اختلاف اتنا بڑھ گیا کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگنے لگے۔ ان متنازعہ مسائل میں سے چند یہ تھے مسئلہ علم غیب، مسئلہ ایصالِ ثواب، مسئلہ بشریت، مسئلہ تعظیم غیر اللہ، مسئلہ سماع موتی، مسئلہ توسل، مسئلہ ندائے غائب، مسئلہ زیارت قبور مسئلہ شفاعت، مسئلہ عرس، مسئلہ امکانِ کذب، وغیرہ آپ نے "اَلۡعَقَائِدُ الصَّحِيۡحَه فِيۡ بَيَانِ مَذَاهِبِ اَهۡلِ السنة وَالۡجَمَاعَةُ" کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں ان مسائل کا قرآن وسنت اور اجماع کی روشنی میں جائزہ لیا اور اس سلسلہ میں اسلاف کے صحیح عقائد کو بھرپور دلائل سے بیان فرمایا۔ اس کتاب کا سنہ تالیف ۴ رمحرم الحرام ۱۳۶۷ھ ہے۔ یہ کتاب مطبع فقیہ امرتسر سے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

(۷)...... رِسَالَه تَهۡلِيۡلِيَّة :

اس کتاب میں آپ نے کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ کلمہ کے پہلے جز کی تشریح کرتے ہوئے توحید اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق اعتقادات کا ذکر فرمایا ہے اور کلمہ کے دوسرے جز کی تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات کے متعلق آپ کی نبوت ورسالت کے متعلق کیا کیا عقائد رکھنے چاہییں ان کا ذکر فرمایا ہے۔ اور آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ، آپ کا ذکر ولادت، آپ کا ذکر بعثت، آپ کی ازواج مطہرات اور اولاد امجاد، اصحاب وخلفاء اور آپ کے معجزات خصائص وشمائل وعادات کا ذکر فرمایا ہے۔

۳۰ رصفحات کا یہ رسالہ مطبع رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور سے چھپ چکا ہے اس رسالہ کا سنہ تالیف، ۵ رربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ہے۔

(۸)...... تَذۡكِرَةُ الصُّلۡحَاءُ فِيۡ بَيَانِ الۡاَتۡقِيَاءُ:

خراسان، عربستان، سندھ، ہندوستان میں آپ جس جس عالم یا ولی اللہ سے ملے اور ان کی صحبت سے لذت یاب ہوئے، ان کے حالات اس کتاب میں آپ نے درج فرمائے ہیں۔ اس کتاب میں آپ نے تقریباً تیس اولیاء اللہ کا ذکر کیا ہے، سندھ سے تعلق رکھنے والے جن اصحاب کا ذکر فرمایا ہے اس میں یہ نام قابل ذکر ہیں۔

مولوی عبدالرحمٰن سکھر والے، مخدوم محمد مجذوب سہون والے، حاجی محمد عثمان شاہ میر پوری، آخوند سجد نہ بختیار پوری، حاجی محمد اسماعیل خان نظامانی خلیفہ احمد خان نظامانی، درس محمد ہاشم کڑلی والے، حاجی میاں عبدالواحد بوبکائی، میاں تاج الدین چوٹیاری والے، حاجی محمد احسان جرداؤ حافظ ابوبکر سید ہانی' حاجی سلیمان ٹکھڑائی مولوی عطاء اللہ سکھر والے، حاجی طیب میمن۔ فارسی زبان میں لکھی گئی یہ تالیف ۱۳۳۶ھ کی ہے۔ جو ۱۳۴۸ھ میں مطبع رئیس المطابع کانپور سے چھپ چکی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مولوی صاحبداد صاحب سلطان کوٹی نے کیا ہے۔

(۹)......شَرحُ حِکَمُ شَیخُ عَطَاءُ اللہُ سِکَندَرِیُ :

شیخ العارفین ابوالفضل تاج الدین احمد بن عطاء اللہ سکندری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب ''حکم'' کے نام سے علم توحید پر عربی میں تصنیف فرمائی، آپ نے فارسی زبان میں اس کی مبسوط دو سو صفحات پر مشتمل شرح تحریر فرمائی، اس تالیف کی ابتداء آپ نے یکم ربیع الاول ۱۳۴۲ھ میں کی اور اختتام ۲۹ رصفر المظفر ۱۳۴۴ھ کو فرمایا۔

(۱۰)......پَنج گَنج :

جب آپ ۱۳۲۰ھ میں حرمین شریفین سے واپس تشریف لارہے تھے تو دوران سفر آپ نے یہ پانچ رسالے تحریر فرمائے، پہلے رسالہ میں آپ نے ۱۳۲۰ھ میں اپنے سفرِ حجاز کے حالات تحریر فرمائے ہیں۔ اور دوسرے رسالہ میں حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور قصیدہ چہل کاف کی فارسی میں شرح کی ہے تیسرے میں حج کے مسائل دعائیں اور وہاں کے خاص خاص مقاماتِ مقدسہ اور مزاراتِ متبرکہ کا ذکر کیا ہے۔ اور چوتھے رسالہ میں وہ احادیث مسلسل جو آپ کو حضرت شیخ سید محمد ابونصر دمشقی سے ملی ان کو نقل فرمایا اور پانچویں رسالہ میں کچھ سبق آموز نصائح اور دینی دنیوی فلاح دینے والے امور کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱۱)......سَفرُ نَامَہ عَرُبِستَانُ :

۲۲ر شعبان سے آپ نے حجازِ مقدس، عراق اور شام کا سفر شروع فرمایا اور ۷ اربیع الاول ۱۳۳۳ھ کو وہ سفر اپنے اختتام کو پہنچا اس سفر کے حالات اور اس میں مشاہدہ کیے گئے عجیب وغریب حالات ومشاہدات کا آپ نے اس سفر نامہ میں ذکر فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ انبیاء واولیاء کے مزارات اور ان پر حاضری اور وہاں حاصل ہونے والے فیوضات وبرکات کا بھی اس میں تذکرہ کیا ہے۔

(۱۲)...... اَلْاِشَارَۃُ اِلَی الْبَشَارَۃُ:

نماز کے اندر حالت تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا، علماء کے درمیان ایک اختلافی مسئلہ رہا ہے، بعض اس کے قائل ہیں حکیم علی نواز شکار پوری نے ایک رسالہ ''بشارت'' کے نام سے لکھا جس میں اس کو ثابت کیا گیا۔ لیکن ساتھ ساتھ حضرت امام ربانی کا اس میں اس انداز سے رد کیا گیا جس سے آپ کی بے ادبی اور گستاخی ہوتی تھی لہٰذا آپ نے اس کے جواب میں "**الاشارہ الی البشارہ**" کے نام سے یہ کتاب تحریر فرمائی جس میں اپنے جد امجد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی پر کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات دیے۔ یہ کتاب قلمی ہے اور ابھی تک طبع نہیں ہوئی ہے۔

(۱۳)...... رِسَالَہ فِیْ بَابِ صِحَتِ الْجُمُعَۃِ فِی الْقُرٰی :

''تابستان'' کے زمانہ قیام میں آپ کوئٹہ کے مضافات میں ''ملک شابو'' نامی ایک گاؤں میں سکونت پذیر تھے، وہاں کے لوگ آپ کی آمد سے قبل یہاں جمعہ ادا نہیں کرتے تھے، جب آپ نے تشریف لاکر جمعہ کی نماز کی ابتداء فرمائی تو بہت سے علماء نے اعتراض کیا جس کے جواب میں آپ نے کتبِ فقہ کی مختلف عبارت سے ''مصر کی یہ تعریف ثابت کی کہ'' **مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا**'' اور اس کے مطابق ''ملک شابو'' میں نماز جمعہ کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اور اس کی تفصیل اپنے اس رسالہ میں تحریر فرمائی۔ یہ قلمی نسخہ ہے جو ناپید ہے۔

(۱۴)......لُغَاتُ الْقُرْآنْ :

اس کتاب میں آپ نے قرآن کے مشکل الفاظ کی آسان عربی الفاظ میں شرح فرمائی ہے۔

(۱۵)......رسالہ در قواعدِ تجوید :

اس رسالہ میں آپ نے فن تجوید وقرأت کے قواعد اور اصول قلمبند فرمائے ہیں یہ بھی قلمی رسالہ ہے۔ اس رسالہ کے آخر میں آپ نے ''ضاد'' کے مخرج کی بڑی محققانہ تحقیق بھی فرمائی ہے اور ان لوگوں کا رد کیا ہے جو ضاد کے مخرج کو ''ظا'' کے مشابہہ قرار دیتے ہیں چنانچہ آپ اس کے متعلق یہاں تک تحریر فرماتے ہیں کہ:

> بعضے متشددان صریحاً ''زا'' یا ''ظا'' می خوانند ایں غلط صریح است

گناہِ عظیم است وتحریفِ قرآن است ------ الخ

اس رسالہ کا سنہ تالیف ۴/ جمادی الاول ۱۳۴۹ھ اس کے آخر میں تحریر ہے۔

(۱۶)...... رِسَالَهُ دَرْ سُلُوْکِ نَقْشَبَنْدِیَه:

اس رسالہ میں آپ نے طریقہ نقشبندیہ کے لطائفِ خمسہ اور مراقبے وغیرہ کی تفصیلات ذکر فرمائی ہیں۔

(۱۷)...... رِسَالَه دَرْ تَحْقِیْقِ وَحْدَتِ الْوُجُوْدُ وَالشُّهُوْدُ:

اس رسالہ میں تصوف کے ایک مشہور اختلافی مسئلہ وحدت الوجود والشہود کے متعلق فریقین کے دلائل اور آخر میں حضرت امام ربانی کے مسلک اور مشرب کی تائید میں دلائل وبراہین تحریر فرمائے ہیں۔

نادر کتب خانہ:

آپ کو بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح کتابوں سے والہانہ شغف تھا، بلکہ عشق کی حد تک کتابوں سے اُنسیت تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے کتب خانہ میں وہ وہ نادر اور نایاب قلمی اور مطبوعہ کتابیں جمع فرمائیں جن کی مثال کسی اور کتب خانہ میں ملنی مشکل ہے۔ اس کتب خانہ میں تفسیر حدیث، فقہ، ادب اور دیگر علومِ دینیہ کے بڑے نادر اور نایاب قلمی نسخے موجود ہیں۔ بالخصوص سندھ کے نامور علماء اور فقہاء اور صوفیہ مثلاً مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، مخدوم محمد معین ٹھٹوی، ابراہیم ٹھٹوی خلیفہ احمد خاں نظامانی، محمد امین سندھی، مخدوم عبدالواحد سیوستانی، مخدوم محمد جعفر بوبکائی، میاں فقیر اللہ شکارپوری اور بہت سے سندھ کے محققین کے علاوہ سرہندی اور مجددی خاندان کے صوفیہ کی قلمی تصنیفات کا ایک لاجواب ذخیرہ ہے جو پہلے آپ نے ٹنڈو سائیں داد میں رکھا تھا لیکن جب ان کتابوں میں کیڑا لگنے لگا تو آب وہوا کی مناسبت سے آپ نے قلمی رسالے اپنے کوئٹہ والے مکان میں منتقل فرمادیے تھے جو آج تک وہاں موجود ہیں۔ ان نادر قلمی نسخوں میں سے چند نسخوں کی فہرست حضرت شاہ آغا نے اپنی تصنیف مونس المخلصین میں درج کی ہے۔

شعروشاعری:

شعروشاعری کی طرف آپ کا طبعی میلان تھا، یہی وجہ ہے کہ ایک مخصوص بیاض میں آپ نے خیام، سعدی، جامی، صائب اور حافظ جیسے اساتذۂ وقت کی اپنی پسندیدہ غزلیں نوٹ فرما رکھی تھیں اور کبھی کبھی ان اشعار کو آپ ایسے ذوق سے پڑھتے تھے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجایا کرتے تھے، کبھی کبھی آپ اشعار ترنم سے ذوق لیکر پڑھا کرتے تھے اور کبھی تحت اللفظ پڑھتے تھے۔

اگر چہ شعروشاعری میں آپ نے کبھی انہاک نہیں رکھا البتہ کبھی قلب پر کوئی کیفیت طاری ہوئی تو وہ خود بخود اشعار کا روپ دھار کر آپ کی زبان پر آ گئی۔ چنانچہ کوئٹہ میں جب زلزلہ آیا تو اس میں آپ کے صاحبزادے محمد شریف انتقال فرما گئے جن کے فراق میں سوز و گداز سے بھرا ہوا یہ مرثیہ فارسی میں آپ نے کہا:

بے تو اے دل راحتِ دنیا چہ کنم
جان شیریں چہ کنم دیدۂ بینا چہ کنم

زندگی بہرِ تو خوش داشتم اے راحتِ جاں
چوں تو رفتی منِ غمدیدہ تنہا چہ کنم

فرقتِ روئے تو اے جانِ پدر زخمِ دل است
زخمِ ناصور بگردید مداوا چہ کنم

گر بے رسیدنِ من رفتت اے جاں بودی
جان و مالم بعوض دادمی اما چہ کنم

صبر و توفیق و رضا بخش بمن اے مولیٰ
یا با ایمان ببرم غیر ایں غیر تمنا چہ کنم

ایک دفعہ آپ اسقدر شدید بیمار ہوے کہ بچنے کی امید نہ رہی۔ لیکن جب کچھ افاقہ محسوس ہوا اور بیماری ختم ہونے لگی تو اس وقت آپ نے عربی میں یہ اشعار کہے۔

لست ادری ما اخرر فی کمال العافیة
نعمة مغبونة عندالرجال العافیة

لیس یدری کل شخص مایقاسیها المریض
لا و لا یعرف لهاقدر بحال لعافیة

صرت محموما بامر الله فانحلت قوی
ذکرتنی مانسیت العهدها للعافية

قل هذا کل هذا مل هذا حل ذا۲
كيف لا اشكو الى المولى زوال العافية

ربنا اجمعنا بفضلک یا کریم المستعان
حرمة الطٰهٰ المرجیٰ فی وصال العافية

حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ ولادت ووفات ایک شعر میں اس طرح کہی ہے۔

سنینش کامل و عاشق تولد
۹۱ ۴۷۱
وفاتش داں تو مشعوقِ الٰہی
۵۴۲ھ

حضرت شیریں جاں آغا کی تاریخِ وفات آپ نے لکھی جو آج تک آپ کے لوحِ مزار پر کندہ ہے۔

شیخ عبدالقدوس حق آگاہ
کرد زیں دارِ بے بقا رحلت

شب پنج شنبہ چارم عاشور
روحِ شاں شد رواں سوئے جنت

سالِ ترحیلِ او بگفت حسن
لفظِ مغفور باسرِ حسرت
۱۳۲۶ھ

عشق رسول:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت میں آپ فنا تھے صاحب مونس المخلصین نے آپ کے

بہت سے خوابوں کا ذکر کیا ہے جس میں سے اکثر ایسے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ پر آنحضرت کی شفقت وعنایت کا ذکر ہے۔

یہ محبت کا تقاضا تھا کہ "دلائل الخیرات" آپ ہر روز پابندی سے پڑھا کرتے تھے۔ اکثر آپ کی زبان پر درود شریف ہوتا تھا۔ آٹھ بار آپ کو روضہ رسول کی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

دیارِ رسول مدینہ منورہ کی اپنے اشعار میں تعریف کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

ز اوصاف مدینہ ہر چہ گویم قطرہ از دریا است
عفاف آنجا' کفاف آنجا' صلوٰۃ آنجا' زکوٰۃ آنجا

خداوندا عطاء کن بندۂ خود را بفضلِ خود
قیام آنجا' مقام آنجا' حیات آنجا' ممات آنجا

اگر خواہی کہ بینی جنت الماویٰ دریں عالم
نشیں در روضہ اطہر بخواہ از حق نجات آنجا

سیاسی خدمات:

۱۲۹۶ھ میں جب انگریزوں نے افغانستان پر قبضہ کیا تو وہاں کے تمام علماء اور مشائخ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا، اس وقت قندھار کے قریب "غزوۂ میوند" کے نام سے جو مشہور جنگ ہوئی اس میں آپ کے والد گرامی نے بھی بھرپور حصہ لیا، اس وقت آپ کی عمر صرف ۱۷سال تھی اس کم عمری کے باوجود آپ بھی اپنے والد کے شانہ بشانہ اس جہاد میں شریک تھے۔ صاحب مونس المخلصین لکھتے ہیں کہ آخری معرکہ میں، میں بھی آپ کے ہمراہ تھا اور میں نے دیکھا کہ میدانِ جنگ میں تیروں اور گولیوں کی بارش میں جہاں بڑے بڑے سورما ہمت ہار گئے وہاں آپ خود بھی کمال استقامت کے ساتھ دشمن سے برسرپیکار رہے اور مجاہدین میں بھی جوش وجذبہ پیدا فرماتے رہے ترکوں کی حکومت کے آپ زبردست حمایتی تھے۔ اس وقت کے خادم الحرمین شریفین سلطان عبدالحمید خان کو آپ خلیفۃ المسلمین تسلیم کرتے تھے۔ جب انگریزوں نے سلطان عبدالحمید خاں کا تختہ الٹا تو آپ کو اس کا بڑا صدمہ ہوا اس کے بعد جب اس کی جگہ محمد شاہ خاں

تختِ سلطنت پر متمکن ہوا تو آپ نے اس کو بھی خلیفۃ المسلمین تسلیم کیا اور ہر طرح سے اس کی اعانت فرمائی حتیٰ کہ جب جنگِ بلقان ہوئی تو مجاہدین کی مالی مدد کے لیے آپ نے اپنے مخلصین اور اہالیانِ سندھ سے فنڈ جمع کر کے ''ہلال احمر'' کو مجاہدین کی مدد کے لیے ارسال فرمایا۔

تحریکِ خلافت:

جب تحریکِ خلافت چلی اور ہندو مسلم اتحاد اس عروج پر پہنچ گیا کہ بعض مسلمان لیڈروں نے گاندھی کو اپنا مقتدا اور پیشوا حتیٰ کہ مہدی کہنا شروع کر دیا تو آپ نے اس کی سخت ممانعت کی اور فرمایا کہ۔ ''تعجب ہے لوگ نصاریٰ سے ترکِ موالات کرتے ہیں اور جو نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں'' یعنی مشرکین ان سے بھائی چارہ قائم کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ جب حیدرآباد میں آل انڈیا خلافت کانفرنس منعقد ہوئی تو آپ کے دونوں صاحبزادوں نے اس میں شرکت کی آپ سے اجازت طلب کی آپ نے بادلِ ناخواستہ ان کو شرکت کی اجازت دیدی، جب کانفرنس سے واپسی پر آپ کے صاحبزادگان نے کانفرنس کا حال سناتے ہوئے آپ کو بتایا کہ اس کانفرنس میں سندھ کے نامور علماء اور مشائخ مثلاً پیر صاحب جھنڈا والے، سید اسد اللہ شاہ ٹھکرائی، مولانا عبدالکریم درس، مولانا محمد صادق کھڈہ والہ نیچے بیٹھے ہوئے تھے، اور ان سب کے درمیان ایک بلند چبوترہ پر تخت بچھایا ہوا تھا جس پر گاندھی بیٹھا ہوا تھا تو یہ سن کر آپ کو اس قدر حزن وملال ہوا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ کیا اتنے سارے علماء اور مشائخ میں ان کو کوئی بھی ایسا نظر نہیں آیا جو صدارت کرتا، ایک ہندو کافر کو مشائخ کے مقابلہ میں یہ عزت دیکر انہوں نے قومِ مسلم کو ذلیل وخوار کر دیا۔ اس طرح جب انہی لیڈروں نے یہ تحریک چلائی کہ سندھ، پنجاب اور ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان میں جا کر آباد ہو جاؤ تو آپ نے اس کی بھی ممانعت فرمائی، نہ آپ نے خود ہجرت فرمائی اور نہ اپنے متعلقین کو اس کی اجازت دی، آپ نے فرمایا کہ نہ وہاں اس ملک میں اتنے لوگوں کی گنجائش ہے اور نہ ہی وہاں کی سختیوں کو یہ سندھ اور ہندوستان کے لوگ سہ سکیں گے اور ایسا ہی ہوا کہ بہت سے قافلے جو کچھ اپنا ہندوؤں کے ہاتھوں بیچ کر وہاں گئے ان کو جب وہاں جگہ نہ ملی تو واپس اس حال میں آئے کہ یہ اپنا ملک بھی ان کے لیے اجنبی بن گیا تھا۔

اسی طرح جب کانگریسی علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ انگریزوں کا بنایا ہوا کپڑا پہننا حرام ہے اور اس کو پہنکر نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ تو آپ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا اور شرعی دلائل سے ثابت کیا کہ اس قسم کا کپڑا

پہننے میں شرعی لحاظ سے کوئی حرمت نہیں ہے۔ اگرچہ اپنا بنایا ہوا کپڑا پہننا مستحب اور مستحسن ہے لیکن انگریز کے بنائے ہوئے کپڑے کو شرعی لحاظ سے حرام قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ محض کسی کی مخالفت میں شرعی احکام کو بدل دینا جائز نہیں، حتی کہ یہ مسئلہ اتنا بڑھا کہ حیدرآباد میں اس کے لیے ایک مناظرہ کی تاریخ طے ہوئی جس میں آپ کے ہمراہ مولانا عبدالقیوم بختیار پوری، حاجی لعل محمد متعلوی مولانا محمد عثمان تھے، اور تحریکِ خلافت والوں کی طرف سے حاجی اسداللہ شاہ ٹکھڑائی، مولوی محمد صادق، حکیم شمس الدین نوشہرہ والے تھے جبکہ اس مناظرہ کے منصف اور ثالث مولانا معین الدین اجمیری تھے جو خلافت کمیٹی راجپوتانہ کے صدر تھے جب مناظرہ ہوا تو آپ کے دلائل کو وزنی قرار دیتے ہوئے آپ کے حق میں مولانا معین الدین اجمیری نے فیصلہ دیا اور اس مناظرہ کی تمام روئداد ایک کتاب میں تحریر فرما کر اس کو شائع فرمایا اس کتاب کا نام "**القول الفیصل فی جواز الثیاب من الحربی المقاتل**" رکھا۔ آپ کے سوانح نگار آغا عبداللہ جان لکھتے ہیں کہ تحریکِ خلافت کے زمانہ میں جب ہندوستان سے علماء کی سندھ میں آمدورفت ہوئی تو وہابی اور نجدی عقائد بھی سندھ میں آنے شروع ہوگئے۔ حتی کہ دین محمد وفائی نے "تقویۃ الایمان" کا سندھی ترجمہ، "تَوحِیدُ الْاِسْلَامُ" کے نام سے لکھ کر چھپوایا تو آپ ان عقائد کے خلاف جہاد کے لیے کھڑے ہوگئے اور سب سے پہلے آپ نے بھرپور کوشش کر کے شکارپور سے "الحنیف" کے نام سے ایک اخبار جاری کرایا اس کے علاوہ "اصول اربعہ" اور اس جیسی بہت سی کتابیں تصنیف فرما کے شائع کروائیں جس میں دلائل اور براہین سے ان کے عقائد کا رد کیا گیا، اسی طرح جب سعودی حکومت کی طرف سے گنبدِ خضراء کو منہدم کرنے کی خبر آپ تک پہنچی تو آپ بے چین و بے قرار ہوگئے۔ چنانچہ صاحب مونس المخلصین رقمطراز ہیں کہ:

> وایں میاں باز فتنۂ نجدیت وتوہب در سندھ سر بالا کرد و مخفی نماند کہ در ملک سندھ تمام علماء و مشائخ و سلف صالحین از زمانۂ قدیم ہمہ سنی مقلد و حنفی المذہب بودند و چوں نجدیہ بر بلادِ حجاز مسلط شدند و مظالم آنہا از سفک دما و قتلِ نفوس و نہبِ اموال مسلمین و تکفیر مسلماناں و تخریب مقاماتِ مقدسہ و ہدمِ قبور و قباب شنیدند خیلے حسرت و افسوس خوردند و تمام مسلمانانِ عالم را دل سوختہ و جگر کباب گردید گو کہ بعضے ہم مشرباں او خوشاں خوش شدند

> وشادمانی ہا کردند وتار مبارکباد ہا فرستادند وبر مظالمِ آنہا پردہ انداختند
> تا آنکہ خبر ہدمِ گنبد خضرائے سرکار مدینہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام التحیۃ
> بسمع ایشاں رسید پس بے قرار و بے آرام شدند[۳]۔

اس مسئلہ کے حل کے لیے سندھ کے تمام معززین اور علماء دین کو آپ نے شکار پور میں جمع فرمایا اور اس اجلاس میں روضہ نبی کی حفاظت کی تدابیر سوچی گئیں۔

سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا گیا کہ سندھ کے عاشقان رسول کی طرف سے ابن سعود کو ایک تار روانہ کیا گیا جو خاں بہادر علی بخش خاں محمد حسین جو ممبر کونسل تھے ان کے ذریعہ وائسرائے تک پہنچایا گیا اور وائسرائے کے توسط سے سعودی فرمانروا کو پہنچایا گیا، دوسرے ہی روز بادشاہ کی طرف سے اس کا جواب موصول ہو گیا کہ آپ لوگ پریشان نہ ہوں روضہ اطہر کی بے حرمتی کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں۔

تحریکِ پاکستان:

جب تحریکِ پاکستان کا آغاز ہوا اور ہندوستان کے اکثر مسلمان اپنی ایک جداگانہ حکومت حاصل کرنے کے لیے تُل گئے تو بعض مسلمان کانگریس کے ساتھ مل کر ایک جداگانہ اسلامی مملکت کی مخالفت کرنے لگے لیکن سندھ کے مشائخ اور علماء اہل سنت نے حصولِ پاکستان کے لیے مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی جس کی وجہ سے مسلم لیگ کو سندھ میں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل ہوئی، اس کامیابی کا سہرا جہاں سندھ کے اور مشائخ کے سر ہے وہاں سرہندی مجددی خانوادہ کے اس چشم و چراغ حضرت خواجہ حسن جان رحمۃ اللہ علیہ کے سر بھی ہے جنہوں نے سندھ میں کانگریسیوں کی بھرپور مخالفت کی اور مسلم لیگ کی بھرپور اعانت اور مدد فرمائی اور اس سلسلہ میں اپنے مریدوں کو اس کے لیے خصوصی ہدایت نامے جاری فرمائے چنانچہ آپ کا ایک مکتوب گرامی یہاں نقل کیا جاتا ہے جس سے اچھی طرح اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنے مریدوں کو مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کرنے کی کس طرح ہدایت فرمائی:

> مخلصین مکرمین وڈیرہ محمد قاسم وڈیرہ عبداللہ وقاضی جان محمد سلمہم ربہم بعد
> از دعائے خیر شمایاں مخلصاں رابطریقِ نصیحت تحریر میشود کہ در قصہ خاص
> مقابلہ ہندواں است با مسلماناں وسید علی اکبر شاہ را ٹکٹ مسلم لیگ دادہ
> شدہ است بنابراں بر شمایاں لازم کہ از مخالفتِ اودستبردار شوید و ہر قدر کہ

بتوانید امداد بکنید والسلام۔

۶/ماہ صفر ۵۶ھ ،فقیر محمد حسن عفی عنہ"

یہ آپ کا آخری خط تھا جس میں آپ نے اپنے مریدوں کو مسلم لیگ کی مخالفت سے منع کیا اور اس کی ہر طرح سے مدد کرنے کا حکم دیا۔ اس خط کے پانچ ماہ بعد تقسیمِ پاکستان سے قبل آپ انتقال فرما گئے، لیکن آپ کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں اور اسی سال پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔

وصال:

۶/رجب المرجب ۱۳۶۵ھ بروز پیر ظہر اور عصر کے درمیان آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ٹنڈو سائیں داد سے چند میل کے فاصلہ پر ''کوہ گنجہ'' نامی آپ کے آبائی قبرستان میں آپ کے والد ماجد کے پہلو میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

قطعۂ تاریخ: مولانا رشید احمد مجددی رامپوری نے آپ کی وفات پر اردو میں یہ قطعہ تاریخ لکھا۔

عارف کامل اٹھا دنیا سے کیسا ہائے ہائے
طالبانِ دیں کا غم سے دل ہوا جاتا ہے شق

جس کے ایک ادنیٰ اشارے سے ہوا کرتے تھے حل
مسئلے علمِ طریقت کے ادق سے بھی ادق

ہو رہی ہے اہلِ عرفاں میں یہ باہم گفتگو
ہوگیا کم اب کتابِ معرفت سے اک ورق

فکر ہے تاریخِ رحلت کی تو کہدو اے رشید
مرشدِ کامل امیرِ ملکِ معنیٰ قطبِ حق
۱۳۶۵ھ

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد ابراہیم (گھڑی والے) نے فارسی زبان میں یہ قطعہ تاریخ رقم کیا۔

آہ از رحلتِ ولی جہاں　قطبِ عالی مقام وغوثِ زماں
مقتداء و مجددِ ملت　پیشوائے سبیل راہِ رواں
غازی و ہم ماجر و خوش خُلق　ہم سخی وکریم و ذواحساں
در شریعتِ نظیرِ نعماں بود　در طریقت جو عارف خرقاں
در عرب در عجم مریدانش　ہم بہ پنجاب وسندھ و ہندوستان
تاجِ آلِ امام ربانی　فانیِ ذات ایزدِ سبحاں
کرد رحلت بروزِ دو شنبہ　بعد ادائے نمازِ ظہر عیاں
یومِ روزِ دوم و ماہ رجب　کہ نمود انتقال آں ذیشان
چوں تفحص نمودم از تاریخ　ہاتفم چنیں بگفت رواں

ناظما حینِ نزع جاں پاک
کلمۂ پاک داشت وردِ زباں

۱۳۶۵ھ

اولادِ امجاد:

آپ نے تین شادیاں فرمائیں، پہلی زوجہ محترمہ سے پانچ لڑکے اور نو لڑکیاں پیدا ہوئیں جن میں سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں شروع میں فوت ہوئیں بقیہ تین لڑکے اور سات لڑکیاں بقیدِ حیات رہیں۔ دوسری شادی آپ نے کراچی میں حضرت محمد فاروق ؒ کی صاحبزادی سے کی، جنکے بطن سے تین لڑکیاں تین لڑکے پیدا ہوے جن میں سوائے ایک صاحبزادے محمد حنیف کے باقی تمام ۱۳۵۴ھ میں کوئٹہ کے زلزلہ میں شہید ہوگئے۔ تیسرا نکاح آپ نے سادات کلی گل محمد کے علی جان آغا کی صاحبزادی سے کیا جن کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، پہلی بیوی سے جو صاحبزادے بقیدِ حیات رہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱)......عبداللہ جان عرف شاہ آغا۔ (۲)......عبدالستار جان۔ (۳)......محمد ہاشم جان۔

شاہ رکن دین سے تعلق:

آپ جب سرہند شریف عرس کے موقع پر تشریف لیجاتے تھے تو وہاں دنیا بھر کے علماء اور مشائخ سے آپ

کی ملاقاتیں ہوتی تھیں جو بعض دفعہ گہری محبت اور دوستی میں تبدیل ہو جاتی تھیں راقم الحروف کے جدِ امجد اور ہندوستان کی معروف روحانی شخصیت شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ (مصنف رسالہ رکن دین) سے بھی آپ کا تعلق عرس کے موقع پر سرہند میں ہوا جو دوستی کا روپ دھار گیا آپ کی اکثر فارسی زبان میں حضرت شاہ رکن دین رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کے بڑے ادق اور اعلیٰ اعلیٰ مسائل پر خط و کتابت ہوتی تھی، چنانچہ آپ کے ایک والا نامہ کا تذکرہ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف توضیح العقائد میں اس طرح کیا ہے۔

> ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق مئی ۱۹۲۱ء کو بمقام ٹنڈو سائیں داد خاں ضلع حیدر آباد سندھ، دروازہ مکان عالیشان حضرت ولایت مآب قطبِ وقت مولانا و مخدومنا جناب مولوی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم صاحبزادہ حضرت امام الاولیاء مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک درخت پیلو کا ہے اس سال اس درخت کے اندر بعد موسمِ خزاں جس قدر پتے آئے ان کے اوپر جناب روحی فداہ رحمتِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک نہایت نورانی قدرتی قلم سے لکھا ہوا تھا اسی طرح دیگر اضلاعِ سندھ میں درختوں کے پتوں پر نام نامی جناب سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی سنہ کے اندر قدرتی خط سے لکھا ہوا ظاہر ہوا چنانچہ حضرت مولانا ممدوح الصدر نے دو برگِ سبز ذریعہ ڈاک فقیر کے پاس بھی روانہ کیے حضرت مولانا موصوف الصدر کے دو مکتوبوں کی عبارت جو خاص اس بارہ میں فقیر کو تحریر کی ہے نقل کر کے درج کرتا ہے۔

اسی طرح جب الور میں حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو آپ نے جو مفصل تعزیت نامہ ارسال فرمایا تھا اس کا ایک جملہ یہ تھا۔ ''افسوس شمع محفل نقشبندیاں از میاں برخواست'' اس جملہ سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے قلب میں حضرت شاہ رکن دین کے لیے کیا مقام تھا اور آپ نقشبندی صوفیہ سے کس قدر محبت رکھتے تھے۔

(۲۰)

خواجہ محمد حسین مجددی

☆☆

سندھ میں سرہندی مجددی خاندان کے مورثِ اعلیٰ، حضرت خواجہ عبدالرحمٰن مجددی کے دوسرے چھوٹے صاحبزادے خواجہ محمد حسین، جو علمِ شریعت و طریقت کے مجمع البحرین تھے۔

ولادت:

۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں قندھار کے ایک ’’پربساں ازغستان‘‘ نامی ایک علاقہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ جب آپ ۹/ سال کے تھے تو آپ نے اپنے والد کے ہمراہ سندھ کی طرف ہجرت فرمائی۔

تعلیم و تربیت:

آپ نے علومِ عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم اپنے والدِ گرامی کے علاوہ دیگر فضلائے وقت سے حاصل کی اور بہت کم عمری میں تمام علوم کی تحصیل سے فراغت حاصل کرلی۔ یوں تو آپ تمام علومِ دینیہ میں دسترس رکھتے تھے، لیکن علومِ ادب، علم تاریخ اور فارسی و عربی زبان کے اندر شعرگوئی میں آپ کو یدِطولیٰ حاصل تھا، اس کے علاوہ طب و حکمت سے بھی آپ شغل رکھتے تھے، اور یہ کام آپ خدمتِ خلق کے جذبہ سے کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی غریب مریض سے آپ نے کبھی دوا کے پیسے نہیں لیے، طریقت میں حضرت عبدالرحیم سے شرفِ بیعت رکھتے تھے۔

اگرچہ آپ کے رعب کے باعث کسی کو آپ کے سامنے بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود آپ کی محفل علمی مباحث سے ہمیشہ گرم رہتی تھی اور کسی علمی مسئلہ پر خواہ کتنا ہی سوال و جواب کیا جائے آپ اس سے کبھی ناراض نہیں ہوتے تھے۔

شاعری:

آپ ایک بلند پایہ اور کہنہ مشق شاعر، ادیب اور انشاء پرداز تھے ’’خیابانِ سرہندی‘‘ کے نام سے آپ کے فارسی کلام کا مجموعہ چھپ چکا ہے، جس کے ۱۶۵/ صفحات پر غزلیات، مثنوی، قصائد، تاریخی قطعات اور رباعیات اور دیگر شعری صنائع و بدائع کا ایک گلشن آباد ہے۔ آپ کا تخلص ’’سرھندی‘‘ تھا۔ آپ کے چند

اشعار بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں جس سے آپ کے کلام کی نُدرت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ عربی زبان میں آپ کی ایک نعت ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں:

اِلٰهِیْ سَیِّدِیْ بَلِّغْ سَلَامِیْ   اِلَیٰ بَدْرِ الدُّجیٰ شَمْس الظَّلَام
مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْکَوْنَیْنِ حَقًّا   نَبِیِّ الْهَاشِمِیْ اَعْلَی الْاَنَام
اِمَامِ الْاَنْبِیَاءِ خَیْرِ الْبَرَایَا   شَفِیْعِ الْخَلْقِ فِیْ یَوْمِ الْقَیَام
اَشَارَ اِلَیٰ الْقَمْرِ فَانْشَقَّ مِنْهُ   فَیَا عَجَبَا لِهٰذَا الْاِحْتِشَام
وَصَلّٰی اللّٰهُ عَلیٰ خَاتَمِ النَّبِیّنَ   صَلَواةً مُسْتَمِرًّا مُسْتَدَام
عَلٰی خَیْرِ الْوَرٰی بَرَکَاتُ رَبِّهٖ   اِلٰی یَوْمِ الْفَنَا وَالْاِ نْعِدَام
اِذَامَا النَّاسُ فِیْ الْعَرَصَاتِ قَامُوْا   تَشْفَعُ لِلْفَقِیْرِ الْمُسْتَهَام
اِلٰی سَرْهِنْدِیْ الْمَکْرُوْبِ اُنْظُرْ   بِلُطْفِکَ فِی الشَّدَائِدِ وَالْمَهَام

خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں آپ نے قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

از الف آمد امام و اکرم واکبر عمر
اعظم و اعلی الانام و عدل و فضل آور عمر

ح حمید حسبک اللہ حبر حق محمود کل
حامی دین خرب را در حرب چوں محور عمر

ز ذات و ذو صفاتش ذاکر و مذکور حق
ذونجابت ذوالکرم ذو رحمت او فر عمر

ر ریاحین ریاض رحمت رب رحیم
راح روح القدس راہ روح را رہبر عمر

ظ ظفر برظالماں ظلیلِ ذوالجلال
ظلمت ظلم ظلوماں را مہ اظہر عمر

ع عین النور و نور العین اعان وعظام
عزت الاسلام شد بر قول پیغمبر عمر

ل لائق ایں لوا را گشتہ از لطف لطیف
"لو نبی کان من بعدی لکان عمر" عمر

ھست سرہندی زجان و دل محبّ چار یار
حضرت صدیق و عثمان و علی انور عمر

آپ کی ایک خوبصورت غزل یہ ہے:۔

چو بادی بہ سرِ مویت وزیدی   سرِخود را فدا دانستہ بودم
بصد امید گلقند بست را   برائے دل دوا دانستہ بودم
دلِ بیمار خود را دانہء خال   بہ از حب الشفاء دانستہ بودم
بطاقِ ابروانت اے بتِ من   سجودِ خود ادا دانستہ بودم
دریغ و درد باسرھندی از چہ
چہ ہا کردی چہ ہا دانستہ بودم

سندھ کے نامور عالم اور بلند پایہ شاعر شمس الدین بلبل (میہڑ والے) گزرے ہیں انہوں نے ایک غزل لکھی جس کا پہلا شعر ہے۔

ماھتاب عجبی حسن شبابی عجبی
لب عنابی عجبی رو چوں گلابی عجبی

اس غزل کے جواب میں آپ نے جو غزل لکھی اس کے چند شعر یہ ہیں۔

رخ گلابی عجبی زلف نقابی عجبی
آفتابی عجبی زیر سحابی عجبی

بے تو چوں ماہئ بے آب بگلشن ماراست
اضطرابی عجبی ، رنج و عذابی عجبی

ز آتش روئے تو چوں زلف پریشاں دارم
انقلابی عجبی عقدہ تابی عجبی

غنچۂ طبع من از گفتۂ بلبل بشگفت
از خطابی عجبی داد جوابی عجبی

از رخِ خوب تو سرہندی عاجز دارد
صبر و تابی عجبی نقش بر آبی عجبی

اپنی زندگی کے آخری ایام میں آپ نے یہ اشعار تحریر فرمائے۔

عزیزِ من خبر داری کہ ما راست
بزودی رفتن از اینجا بجائی

بداں جائی کز او باز آمدن نیست
نہ عہد غُربتش را انتہائی

بخواری جاوداں تنہا فتادہ
بتاریکی میانِ تنگ نائی

زمین سر سبز ما در خاکِ تیرہ
جہاں اندر غنا ما در عنائی

بہ تضمیں آورم سرہندی اکنوں
زسعدی قطعۂ درد آشنائی

بماند سالہا ایں نظم و ترتیب
زما ہر ذرہ خاک افتادہ جائی

غرض نقشی ست کز ما یاد ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائی

مگر صاحب دلے روزی برحمت
کند برحالِ ایں مسکیں دعائی

وفات:

صفر ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۵۰ء کو ۸۰ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی، آپ کا مزار اپنے والد گرامی کے پہلو میں کوہِ گنجہ میں ہے۔

اولاد:

آپ نے چار شادیاں کیں جن سے کثیر اولاد ہوئی لیکن آپ کی تمام زوجات اور تمام اولاد آپ کی زندگی میں ہی فوت ہوگئیں صرف ایک صاحبزادی بقیدِ حیات رہیں، جن کی صاحبزادہ غلام مرتضیٰ (ابن حجۃ اللہ ابن حضرت ضیاء احمد ملیر والے) سے شادی ہوگئی۔ اس کے علاوہ آپ کے ایک صاحبزادہ آغا محمد اسماعیل جان (روشن) جو آپ کی حیات میں ہی داغ مفارقت دے گئے تھے ان کے تین لڑے اور چار لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کے نام ہیں۔ محمد اسحاق جان، محمد ابراہیم جان، عبدالمجید جان۔

(۲۱)

شیخ محمد عابد سندھی مدنی

☆☆

آپ سندھ کے ان نامور علماء محدثین اور صوفیہ میں سے ہیں جن کے علم وعرفان سے عرب وعجم مستفیض ہوئے۔

آباؤاجداد: آپ کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے۔

شیخ محمد عابد بن احمد علی بن مراد بن یعقوب الحافظ بن محمود قاری انصاری۔

آپ کے آباؤاجداد اصل میں سہون کے رہنے والے تھے۔ چنانچہ آپ کی ولادت بھی سہون میں ہی ہوئی تھی۔ آپ کا گھرانہ اس زمانہ میں بڑا علمی گھرانہ شمار ہوتا تھا، آپ کے دادا شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کے دادا کا روحانیت میں یہ مقام تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام سے انکی اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں بلکہ ایک دفعہ حضرت خضر علیہ السلام نے ان کو خرقہ خلافت بھی پہنایا جب شیخ مراد کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے صاحبزادے (شیخ محمد عابد کے چچا) کو اپنے پاس بلا کے فرمایا میں نے حضرت خضر سے تمہارے لیے سفارش کر دی ہے۔ وہ ہر مشکل وقت میں تمہاری مدد کریں گے اور آج جدہ میں امام شافعی والی مسجد میں عصر کی نماز کے وقت تم سے وہ ملاقات بھی کرینگے ان کی نشانی یہ ہوگی کہ انکی چھنگلی انگلی ساتھ والی انگلی سے ملی ہوئی ہوگی۔ شیخ محمد حسین فرماتے ہیں کہ اس روز میں نے اسی مسجد میں عصر کی نماز ادا کی جب واپس گھر آنے لگا تو میرے والد نے جو نشانی بتائی تھی اسی نشانی والے ایک قد آور بزرگ میرے سامنے آگئے اور مجھ سے یہ فرمانے لگے کہ ''تمہارے والد نے تمہاری سفارش کر دی ہے'' آپ فرماتے ہیں میں یہ سن کر آگے بڑھا اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اس سے مجھے بڑی برکت محسوس ہوئی، اس کے بعد بھی کبھی کبھی حضرت خضر سے آپ کی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ الغرض یہ سارا خاندان علمی اور روحانی لحاظ سے بڑا بلند مقام رکھتا تھا۔

تعلیم:

شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر اپنی تعلیم انہی اپنے چچا شیخ محمد حسین سے حاصل کی۔ بلکہ طب وحکمت بھی انہی سے پڑھی۔ ان کی وفات کے بعد آپ سندھ سے ہجرت کر کے مع اپنے اہل وعیال سمیت یمن کے

مشہور شہر ’’زبید‘‘ میں چلے گئے جہاں آپ نے اس وقت کے بڑے، بڑے علماء سے فن حدیث کی تحصیل کی اس کے بعد آپ مدینہ شریف میں آ کر قیام پذیر ہو گئے اور یہاں بھی کاملینِ وقت سے اکتسابِ فیض کیا لیکن اس کے بعد پھر آپ واپس ’’زبید‘‘ تشریف لے گئے اور وہیں رہائش پذیر ہو گئے۔

عزت ومقام:

کچھ عرصہ کے لیے آپ یمن کے دارالخلافہ صنعاء میں آ کر مقیم ہو گئے یہاں کے بادشاہ ’’امام یمنی‘‘ نے آپ کی بڑی قدر ومنزلت کی اور آپ کو اپنا خاص طبیب مقرر کیا صنعاء میں ہی ’’امام یمنی‘‘ کے وزیر نے آپ کے مرتبہ ومقام سے متاثر ہو کر اپنی لڑکی کی شادی بھی آپ سے کر دی تھی۔ ایک دفعہ بادشاہِ یمن نے آپ کو مصر کی طرف اپنا سفیر خاص بھی بنا کر بھیجا تھا۔ اس وقت سے بادشاہِ مصر سے بھی آپ کے بڑے اچھے تعلقات ہو گئے تھے اور وہ بھی بڑی عزت کیا کرتا تھا۔ یمن میں اس قدر عزت ومنزلت کے باوجود حرمین شریفین کی یاد آپ کو بے قرار کرتی رہی اور آپ کا دل یہاں نہیں لگا تو سب کچھ چھوڑ کر آپ مدینہ شریف میں جا کر رہائش پذیر ہو گئے۔

حاسدین:

مدینہ شریف قیام کے دوران آپ نے یہاں درس وتدریس اور وعظ ونصیحت کا سلسلہ شروع کر دیا آپ کی بڑھتی ہوئی عزت حاسدوں کو گوارا نہ ہوئی اور ان سب نے آپ کی مخالفت میں مل کر ایک محاذ کھول لیا جس کی بناء پر آپ کو مجبوراً مدینہ معظمہ سے ترک سکونت کرنی پڑی اور آپ واپس یمن میں آ کر قیام پذیر ہو گئے۔

قید وبند:

یمن آ کر بھی آپ کو حاسدوں سے چھٹکارا نہیں ملا اور یہاں بھی کچھ اور حاسدوں نے آپ کو سخت تکالیف سے دوچار کیا۔ جن میں سرِ فہرست قاضی سید حسین بن علی تھا جو ایک ’’زندی مذہب کا داعی تھا‘‘۔ اس نے یہ حکم جاری کیا کہ صبح کی اذان میں ’’الصلواۃ خیر من النوم‘‘ کہنا بدعت ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایجاد ہوئی تھی۔ لہٰذا اس کے بجائے ’’حی علی الخیر‘‘ کہا جائے۔ لیکن عام لوگوں نے قاضی حسین کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی جس پر اسے یہ گمان ہوا کہ یہ حنفی علماء میری مخالفت کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے چالیس علماء کو جس میں شیخ عابد بھی تھے جیل میں ڈلوا دیا بعد میں دوسرے علماء تو چھوڑ دیے گئے لیکن شیخ عابد کو

نہیں چھوڑا بلکہ ان کے کوڑے لگوائے اور انکو شہر بدر کرنے کا حکم دیدیا۔

بیعت:

جس زمانہ میں شیخ عابد کا یمن کی بندرگاہ ''حدیدہ'' میں قیام تھا اس وقت خواجہ محمد زمان ثانی (لواری شریف) کا حج کے ارادے سے اس طرف سے گزر ہوا تو آپ نے وہیں ان سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور روحانی ترقیات حاصل کیں اس کے بعد آپ نے ایک مرتبہ اپنے مرشد سے ملاقات کے لیے لواری شریف بھی حاضری دی اور کافی دن اپنے مرشد کی صحبت میں گزارے۔

مدینہ کا قیام:

لواری شریف سے واپسی پر آپ پھر مدینہ شریف میں آ کر رہائش پذیر ہوگئے۔ اس دفعہ بھی آپ کو بڑی عزت ملی اور حاکمِ مصر سے واقفیت کی بناء پر آپ کو مدینہ کے علماء کا رئیس اور سربراہ مقرر کردیا گیا آخری وقت تک آپ یہاں بڑے اطمینان وسکون کے ساتھ علمِ حدیث کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے اور بے شمار لوگوں کو آپ نے فیض پہنچایا۔

علمِ حدیث:

حدیث سے آپ کے شغف اور قلبی لگاؤ کا یہ عالم تھا کہ ایک طرف علمِ حدیث کا درس دیا کرتے تھے اور دوسری طرف احادیث کو اپنے ہاتھ سے تحریر بھی فرمایا کرتے تھے چنانچہ صحاح ستہ (حدیث کی چھ مشہور کتابیں ہیں) کو بڑی باریک قلم سے صرف ایک جلد میں آپ نے اپنے ہاتھ سے تحریر کرکے اپنے مرشد کے آستانہ پر پیش کیا اور وہاں کے کتب خانہ میں داخل کردیا۔

اسی طرح فتح الباری شرح بخاری ایک جلد میں مسند ابی حنیفہ دو جلدوں میں شرح بلوغ المرام، لابن حجر، شرح تیسیر الوصول، طوالع الانوار علی الدر المختار وغیرہ آپ نے تحریر فرمائیں۔ آپ نے اس کے علاوہ نجدی عقائد کے رد میں ایک رسالہ ''رسالہ رد عقائد نجدیہ'' بھی تصنیف فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت سے چھوٹے موٹے رسالے تصنیف فرمائے۔

وفات:

ربیع الاول ۱۲۵۷ھ کو مدینہ شریف میں آپ کی وفات ہوئی۔ وہیں جنت البقیع کے قبرستان میں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آپ کو دفن کیا گیا۔

اولاد:

آپ نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی آپ کی کتابیں آپ کے شاگرد اور آپ کی علمی خدمات ہی آپ کے پیچھے آپ کی یادگار ہیں۔

(۲۲)

شاہ مفتی محمد محمود الوری

☆☆

سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں رحمۃ اللہ علیہ (لواری شریف) کا فیضانِ رحمت مشرقی پنجاب اور دہلی سے ہوتا ہوا الور حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا اور ان کے ذریعہ انکے صاحبزادے شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا، جنہوں نے ۱۹۴۷ء میں الور سے ہجرت فرما کے حیدر آباد میں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور تقریباً چالیس سال تک اس خطہ کو اسی فیضانِ علم و عرفان سے منور رکھا۔

ولادت:

آپ کی ولادت ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء کو راجستھان کے ایک بڑے شہر ''الور'' میں ہوئی۔

والد گرامی:

آپ ہندوستان کے نامور بزرگ حضرت شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ ''رسالہ رکن دین'' جیسی مقبول عام اور شہرت دوام رکھنے والی کتاب کے مصنف ہیں وہ اپنے وقت کے ولی کامل گزرے ہیں۔ ان کی ولادت کی خوشخبری تونسہ شریف کے باکمال بزرگ خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دی تھی۔ ان کو جامع مسجد فتحپوری دہلی کے محدث اور عارفِ وقت شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں شرفِ بیعت اور اجازت وخلافت حاصل تھی اور آپ حضرت شاہ صاحب کے لاڈلے خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔ جب حضرت خواجہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے حرمین شریفین گئے تو وہاں کابل کے مشہور بزرگ خواجہ محمد ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا کہ مولانا ہمیں خانہ کعبہ سے اشارہ ہوا ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ ہم آپ کو عطاء کردیں لہٰذا چشتیہ، قادریہ اور نقشبندیہ کی نسبتوں کے علاوہ نسبت اویسیہ بھی ہم آپ کو عطاء کرتے ہیں۔ آپ

ہی کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی تعمیر کے سلسلہ میں اس وقت وہاں کے سجادہ نشین نے آپ ہی کے ہاتھ سے اس کا سنگِ بنیاد رکھوایا اور اس کی تعمیر کی تمام ذمہ داری آپ ہی کو سونپی چنانچہ آپ نے ماہرین تعمیرات کے ذریعہ اپنی زیرِ نگرانی روضہ شریف کی تعمیر کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچایا آپ نے سیکڑوں کافروں کو مشرف باسلام کیا کراچی کے مفتی اعظم مفتی مظفر احمد رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ جب بھی آپ شہر میں تشریف لیجاتے تھے تو کافر مشرک ہندو آپ کو دیکھ کر چھپ جایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس کی نگاہ سے بچنا' نہ معلوم اس کی نگاہ میں کیا جادو ہے۔ جس پر پڑ جاتی ہے وہ ہی اپنا دھرم کھو بیٹھتا ہے اور اس کی زبان پر کلمہ جاری ہو جاتا ہے جامع مسجد فتح پوری دہلی کے شاہی امام اور ہندوستان کے مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ آپ ہی کے تربیت یافتہ خلیفہ تھے۔ آپ نے ۲۰ رشوال المکرم ۱۳۵۵ھ کو رات کے پچھلے پہر الور میں وصال فرمایا آپ کا مزار شریف آج بھی الور میں مرجع خلائق ہے آپ کی وفات پر سندھ کے مشہور سرہندی مجددی بزرگ حضرت خواجہ محمد حسن جان مجددی نے اپنے ایک تعزیتی مکتوب میں فرمایا کہ ''افسوس شمع محفلِ نقشبندیاں از میاں برخواست ومقتدائے اہل سنت والجماعت ناگہاں برخواست'' آپ کی تصنیف میں ''رکن دین'' جیسی مشہور ومقبول کتاب کے علاوہ، روح الصلوٰۃ، توضیح العقائد، مولود محمود۔ دافع طاعون، اربعین اور ضمیمہ آدابِ سالک جیسی معرکہ آراء کتابیں شامل ہیں۔

سلسلہ نسب:

شاہ مفتی محمد محمود صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب متعدد واسطوں سے صحابی رسول اور میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تعلیم:

آپ نے عربی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ہی الور میں حاصل کی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے نانا فرید الدین سے حاصل کی۔ درسِ نظامیہ کی منتہی کتابیں آپ نے اجمیر شریف کے مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں اور مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی اور مدرسہ احمدیہ بھوپال میں اس وقت کے نامور علماء اور محدثین سے پڑھیں۔ علم الفرائض اور علم التوقیت آپ نے اپنے خسر اور مفتی اعظم ہند مفتی محمد مظہر اللہ شاہ صاحب سے حاصل کیا۔ اور دہلی میں ہی حکیم جمیل الدین اور حکیم محمد ظفر خان جیسے کامل

اساتذہ سے علمِ طب وحکمت میں کمال حاصل کیا۔

علمِ باطن:

علمِ ظاہر میں کمال حاصل کرنے کے بعد جب آپ الور پہنچے تو علمِ ظاہر کا ایسا نشہ دماغ پہ چھایا ہوا تھا کہ آپ ہر وقت اسی میں مصروف ومشغول رہنے لگے اور کبھی آپ کو اپنے ہی گھر میں بہتے ہوئے دریائے معرفت سے فیضیاب ہونے کا خیال نہیں آیا۔ آخر ایک روز آپ کے والد گرامی نے آپ سے فرمایا کہ:

> میاں! علم دو قسم کے ہوتے ہیں ایک علمِ سفینہ اور دوسرا علمِ سینہ۔ تم نے علمِ سفینہ تو حاصل کر لیا مگر یاد رکھو علمِ سینہ کتابوں سے نہیں ملتا بلکہ یہ صحبتِ اولیاء اللہ سے ملتا ہے۔

ان الفاظ کا آپ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ آپ سب کچھ چھوڑ کر اپنے والد گرامی حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں ہمہ وقت حاضر رہ کر اکتسابِ فیض کرنے لگے۔ اور تصوف کی اعلیٰ کتابیں مثلاً مکتوبات امام ربانی اور رشحات سبقاً حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور خوب ریاضات ومجاہدات کر کے اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ اور تینوں سلسلوں میں اجازت وخلافت سے سرفرازی حاصل کی۔

اجازت وخلافت:

آپ کے والد اور مرشد حضرت شاہ رکن الدین الوری کے وصال کا وقت جب قریب آیا تو اس وقت تک آپ نے شاہ محمد محمود کو خلافت عطاء نہیں فرمائی تھی احباب کے اصرار کے باوجود آپ نے خلافت نامہ تحریر نہیں فرمایا حتیٰ کہ اخیر میں مراقبہ اور استغراق کی کیفیت میں آپ کے مرشد نے تین مرتبہ فرمایا ہاں ابھی دیتا ہوں بعد میں جب احباب نے دریافت کیا کہ آپ استغراق کی کیفیت میں کیا فرما رہے تھے تو آپ نے فرمایا ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر میرے مرشد تک تمام اولیائے کرام کی ارواح طیبہ یہاں موجود تھیں اور وہ سب مجھ سے فرما رہے تھے کہ آپ مولوی محمود کو اجازت دینے میں دیر نہ کریں تو ان کے جواب میں، میں عرض کر رہا تھا کہ ابھی دیتا ہوں۔ اس واقعہ سے حضرت شاہ مفتی محمد محمود کے علمی اور روحانی مقام کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

سلسلۂ طریقت: آپ کا مسعودی نقشبندی سلسلہ طریقت گیارہ واسطوں سے حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ

تک اس طرح پہنچتا ہے۔

(۱)...... حضرت شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ (۲)......شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ
(۳)......سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (۴)......حاجی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ
(۵)......قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ (۶)......خواجہ محمد زماں رحمۃ اللہ علیہ
(۷)......خواجہ محمد مظہری سندھی رحمۃ اللہ علیہ (۸)......خواجہ محمد ذکی رازدان رحمۃ اللہ علیہ
(۹)......خواجہ محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ (۱۰)......خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ
(۱۱)......خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۲)......امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ جو نقشبندی سلسلہ کی اجازت ملی ہے اس کے مطابق آپ کا سلسلۂ طریقت صرف آٹھ واسطوں سے اس طرح حضرت امام ربانی تک پہنچتا ہے۔

(۱)......محمد رکن الدین (۲)......خواجہ ضیاء معصوم (۳)......خواجہ عطاء معصوم
(۴)......شاہ عبدالباقی (۵)......شاہ صفی اللہ (۶)......حاجی غلام محمد معصوم
(۷)......خواجہ محمد اسماعیل (۸)......خواجہ محمد معصوم (۹)......حضرت مجدد الف ثانی

اخلاق وعادات:

آپ اخلاق وعادات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلقِ عظیم کا مظہرِ اتم تھے۔ متانت، سادگی صبر وشکر، قناعت پسندی، امانت داری، تواضع وانکساری، مہمان نوازی، نفاست پسندی، غرباء پروری، شگفتہ مزاجی، راست گفتاری، عفو اور رحم دلی، الغرض آپ کے کریمانہ اخلاق جمالِ مصطفوی کے آئینہ دار تھے۔

بالخصوص استغناء وبے نیازی تو آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ پاکستان کی عدالت عالیہ کے عظیم جج جسٹس خیسانی جو آپ کے بہت ہی ارادتمند اور معتقد تھے۔ انہوں نے ایک دن آپ سے گزارش کی کہ حضرت میری ایک خواہش ہے کہ اگر اجازت ہو تو آپ کے کمرہ کی پیمائش کر کے اس کے ناپ کا ایک قالین بنوا کر پیش کروں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ہم تو اپنے اس پھٹے پرانے بوریا میں خوش ہیں دنیاوی زیبائش خدا آپ کو مبارک کرے ملک کی معروف ومشہور سندھ ٹنیریز لمیٹڈ کے مالک حاجی محبوب الٰہی نے کئی بار کار، فریج،

ایئر کنڈیشن وغیرہ آپ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کرنے کی آرزو ظاہر کی لیکن آپ نے ان کو ہر بار منع فرمایا۔ آپ کے ایک اور مریدِ صادق اور فتح ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ کے مالک اور راجپوتانہ ہسپتال کے بانی سیٹھ ولی اکبر جی اکثر آپ کے متعلق کہا کرتے تھے کہ میں نے آج تک ایسا پیر و مرشد نہیں دیکھا جس نے کبھی میرے گھر کا بھی رخ نہیں کیا۔

مذہبی خدمات:

آپ کی مذہبی اور دینی خدمات کی ایک طویل فہرست ہے جس میں تبلیغ رشد و ہدایت، وعظ و نصیحت، تصنیف و تالیف، مدینہ مسجد اور مائی خیری مسجد میں ایک عرصہ تک درسِ قرآن، حیدر آباد میں ایک عظیم الشان رُکْنُ الْاِسْلَامْ جَامِعَہ مُجَدِّدِیَّۃ کے نام سے ایک دینی ادارہ کا قیام، جہاں طلبہ کو دینی اور دنیاوی علوم سے بہرہ ور کیا جاتا ہے۔ آپ کے سیکڑوں شاگرد اور اس درسگاہ سے نکلے ہوئے ہزار ہا طلبہ دنیا کے کونے کونے میں پھیل کر علمِ مصطفٰی اور عشقِ مصطفٰی کی خوشبوئیں بکھیر رہے ہیں۔

تفسیر، حدیث، فقہ، منطق اور دیگر علومِ عربیہ کی تدریس فتاوٰی نویسی جیسی اہم خدمات سرِفہرست ہیں۔

خلفاء وسفراء:

آپ نے جن حضرات کی روحانی تربیت کرکے ان کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)......حکیم مشتاق احمد تلمیذِ رشید حکیم اجمل خان،	حیدری دواخانہ، کراچی
(۲)......حکیم احمد حسین نقشبندی (مرحوم) تلمیذ رشید حکیم محمد ظفر خان	حیدر آباد
(۳)......ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد ابن مفتی محمد مظہر اللہ،	پرنسپل ٹھٹھ گورنمنٹ کالج
(۴)......پروفیسر حافظ محمد مقصود احمد،	وائس پرنسپل گورنمنٹ خیر پور کالج
(۵)......مولانا احمد خان، ڈبل ایم۔ اے	حیدر آباد
(۶)......قاری سید اشتیاق علی، ناظم اعلیٰ انوار العلوم	ملتان
(۷)......مولانا محمد اشرف مجددی، مہتمم جامعہ مجددیہ	سیالکوٹ
(۸)......راقم الحروف، ابوالخیر محمد زبیر	حیدر آباد
(۹)......حاجی چھٹمل (سفیر)	قصور

تصانیف:

آپ کے والد گرامی حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے عقائد پر توضیح العقائد اور نماز کے موضوع پر رکن دین تصنیف فرمائی اور آخر میں آپ کو وصیت فرمائی کہ ہمارے بعد باقی تین ارکان یعنی روزہ، حج اور زکوٰۃ پر مفصل کتابیں لکھ کر پانچوں ارکان پورے کرلینا، چنانچہ والد گرامی کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے آپ نے ان موضوعات پر بڑا تحقیقی قلم اٹھایا اور کتاب الصیام، کتاب الحج اور کتاب الزکوٰۃ تالیف فرمائیں جو زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منصۂ شہود پر آچکی ہیں اس کے علاوہ ایک کتاب آپ نے الور میں ہجرت سے قبل اپنے والد گرامی کے حالات میں تصنیف فرمائی تھی جو وہیں چھپی تھی اور اب ناپید ہے۔ اس کا نام مصباح السالکین فی احوال رکن الملتہ والدین” ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی بہت سی تصانیف مثلاً حکایاتِ مثنوی مولانا روم، مواعظ خطبات‘ چند پاروں کی تفسیر، وظائف اور اُدعیہ ماثورہ جیسی اہم تصنیفات کے قلمی مسودے موجود ہیں۔ راقم الحروف اس کے ترتیب وتدوین میں مصروف ہے اِن شاء اللہ وہ بھی جلد زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منظرِ عام پر آجائیں گی۔

محبوبِ رحمۃ للعالمین (ﷺ):

آپ محبوب رحمۃ للعالمین تھے بارگاہِ خیر الانام میں آپ کو کس قدر قُرب حاصل تھا اس کا اندازہ ان دو واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

(ا)...... ایک روز نواب شاہ سے ایک حاجی صاحب حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آتے ہی آپ کی داڑھی مبارک اور پیشانی کو چومنے لگے آپ نے فرمایا یہ کیا کرتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ میں اس سال حج کے لیے گیا تھا جب مدینہ منورہ میں پہنچا تو میرے ساتھی کی طبیعت خراب ہوگئی اور اتنی بگڑی کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ میں بہت پریشان ہوا اور میں نے حضور سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنی پریشانی عرض کی اس اثناء میں میری آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہوں کہ حضور سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار گہر بار سجا ہوا ہے آپ کے سامنے کھجوروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے میں بھی حاضر ہوں حضور نے مجھ سے پوچھا تم کیوں پریشان ہو میں نے عرض کیا کہ اپنے ساتھی کی بیماری کی وجہ سے پریشان ہوں آپ نے اپنی نورانی محفل میں سے ایک بزرگ کو حکم دیا کہ ان کھجوروں میں سے ان کو بھی دے دو چنانچہ ایک بزرگ نے مجھے کچھ کھجوریں دیں حضور نے فرمایا کہ یہ

کھجور خود بھی کھاؤ اور اپنے دوست کو بھی کھلاؤ اِن شاء اللہ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بزرگ جنہوں نے آپ کے فرمان پر مجھے یہ کھجوریں دی ہیں یہ کون ہیں حضور نے فرمایا تم انہیں نہیں جانتے یہ تمہارے ملک سندھ کے ایک شہر حیدر آباد کے رہنے والے ہیں اتنے میں میری آنکھ کھل گئی کھجوریں میرے سامنے تھیں ان میں سے خود بھی کھائیں اور اپنے دوست کو بھی کھلائیں تو وہ اسی وقت صحت یاب ہو گیا اور اب حج سے فارغ ہو کر واپس آیا ہوں تو سب سے پہلے حیدر آباد پہنچا ہوں یہاں لوگوں سے معلوم کیا کہ کوئی اللہ کا ولی اس شہر میں ہے کسی نے فقیر کے گھر کا پتا بتایا وہاں گیا ایک بزرگ کو دیکھا لیکن ان کی صورت وہ نہ تھی جو حضور کی محفل میں میں نے دیکھی تھی وہاں سے واپس آیا تو پھر کسی نے کسی اور محلے میں کسی اور بزرگ کا پتا بتایا لیکن ان کی صورت بھی وہ نہ تھی آخر کسی نے آپ کا پتا بتایا جب یہاں آیا تو آپ کو دیکھا تو بعینہٖ وہی صورت تھی جو مجھے حضور کی محفل میں نظر آئی تھی اسی لیے آپ کی داڑھی اور پیشانی کو چوم رہا ہوں۔

(۲)...... چیمبر آف کامرس حیدر آباد کے سابق نائب صدر جناب عماد الدین صدیقی صاحب نے اپنے ایک دوست کا واقعہ بیان کیا کہ میرے ایک دوست غلام حسین صاحب تھے جو حیدر آباد میں چشمے کا کام کرتے تھے ان کو خواب میں حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے ایک بزرگ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم ان سے بیعت ہو جاؤ جو صورت ان کو خواب میں دکھائی گئی وہ اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے لاہور، پاک پتن، الغرض پنجاب اور سندھ کے ہر آستانے پر گئے اور بڑے بڑے پیرانِ کرام کی زیارت کی لیکن ان کو وہ شکل، کہیں نہیں ملی جو خواب میں دکھائی گئی تھی آخرکار ایک مرتبہ پھر ان کو خواب میں بشارت دی گئی اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا کہ جس بزرگ ہستی سے فیض حاصل کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ حیدر آباد شہر کے اندر ہیر آباد میں رہتے ہیں۔ غلام حسین صاحب صبح اٹھتے ہی ہیر آباد پہنچے اور یہاں لوگوں سے پوچھا کہ اس علاقے میں کوئی بزرگ رہتے ہیں لوگوں نے حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری کا نام نامی اسم گرامی بتایا یہ آپ کی خدمت میں فوراً حاضر ہوئے اور جوں ہی آپ کے نورانی چہرے پر ان کی نگاہ پڑی تو بے اختیار پکار اٹھے کہ یہ وہی نورانی پیکر ہے جس کی مجھے خواب میں زیارت کرائی گئی تھی اور اسی وقت آپ سے بیعت ہو گئے۔

قبل وصال: احمد آباد میں اپنے ایک خادم جناب عثمان بھائی کو وصال سے چند روز قبل خواب میں اپنے

وصال کا اشارہ فرمایا چنانچہ اس واقعہ کو درگاہ خواجہ باقی باللہ کے سجادہ نشین ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب اپنے مکتوب میں یوں نقل فرماتے ہیں۔

حضرت قبلہ برادرم محترم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ انتقال مکانی ہوا ہے چونکہ عثمان بھائی صاحب کا احمد آباد سے فون آیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت خواب میں تشریف لائے اور فرما رہے ہیں کہ میں ناظم آباد جا رہا ہوں انہوں نے تعبیر پوچھی تو میں نے عرض کی کہ تعبیر صاف ہے وہ ایسے ناظم آباد تشریف لے گئے ہیں جس کا آباد کرنے والا ایسا ناظم حقیقی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی ناظم نہیں۔

وصال کی خبر:

محمد عارف میمن جو حضرت سے بہت محبت کرتے تھے وہ وصال سے چند روز قبل ملاقات کے لیے آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اب ہم سے دل نہ لگانا بلکہ صرف اللہ سے دل لگانا اور مراقبہ پابندی سے کیا کرو۔ اسی طرح وصال سے چند روز پیشتر آپ کی زبان سے یہ مصرعہ جاری تھا جسے آپ بار بار دہرا کر اپنے وصال کی خبر دے رہے تھے۔

ہو چکی نماز مصلیٰ اٹھائیے

مژدۂ وصال:

وصال سے چند گھنٹے قبل آپ کے خادم جناب محمد سرور خان ایڈووکیٹ قصور میں اپنے آفس جانے کے لیے جب آپ کے پاس اجازت لینے کی غرض سے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا آج آپ قصور جا کر بہت بڑا قصور کریں گے وہ اس اشارے کو نہ سمجھ سکے اور حضرت کی دست بوسی کر کے روانہ ہو گئے جیسے ہی وہ اپنے آفس قصور پہنچے، پیچھے سے خبر آئی کہ حضرت وصال فرما گئے۔ اس وقت ان کی سمجھ میں آیا کہ آپ کا اشارہ کس طرف تھا کاش میں آج قصور آنے کا قصور نہ کرتا۔ تو حضرت کی آخری لمحوں کی صحبت سے ضرور فیض یاب ہو جاتا۔

وفات:

آپ نے ۱۲ر شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۸۷ء ضلع قصور میں پریم نگر اسٹیشن کے قریب گھینا کی کے مقام پر رحلت فرمائی۔ جہاں آپ ہر سال قوم میوات سے تعلق رکھنے والے اپنے ہزار ہا مریدین کو فیضیاب کرنے کے لیے تشریف لیجایا کرتے تھے۔ لیکن آپ کی تدفین دوسرے روز حیدر آباد

میں ہوئی۔

مزار مبارک:

آپ کے ایک مرید سیٹھ ولی محمد اکبر جی نے جامشورو روڈ پر ایک وسیع قطعۂ اراضی حاصل کیا تھا جس پر راجپوتانہ ہسپتال تعمیر کرایا اور اسی کے متصل ایک میڈیکل کالج ایک پولی ٹیکنک کالج اور ایک جامعہ اسلامیہ تعمیر کرانے کا پروگرام تھا۔ راجپوتانہ ہسپتال اور جامعہ اسلامیہ کا سنگِ بنیاد ولی بھائی نے اپنے انہی مرشد کے ہاتھ سے رکھوایا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اسی زمین پر مسجد سے متصل واقع ہے۔ مزار سے متصل جامعہ اسلامیہ کی تعمیر جلد شروع کی جانے والی ہے۔

خراجِ تحسین:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ہر طبقۂ فکر سے تعلق رکھنے والی ملک کی نامور شخصیات نے راقم الحروف سے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے آپ کی دینی اور علمی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ان میں سے چند ایک کے اقتباسات تحریر کیے جاتے ہیں۔

(۱)......اس وقت کے وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے راقم الحروف کو ٹیلی گرام میں لکھا کہ مجھے آپ کے ذیشان عالی مرتبت والد گرامی کے افسوسناک انتقال کی خبر پڑھ کر گہرا رنج ہوا مرحوم علامہ مفتی محمد محمود رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مشہور و معروف روحانی شخصیت کے مالک تھے جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دی تھی۔

(۲)......امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد نے لکھا کہ حضرت استاذ العلماء قبلہ مفتی محمد محمود الوری (مرحوم) کی وفات حسرت آیات علمی دنیا اور افتاء کے منصب خالی ہونے سے بڑا دینی اور ملی خسارہ ہے ان کی علمی کاوشیں اور تصوف کے ذریعہ اصلاحِ خلق کا کام یاد رکھا جائے گا۔

(۳)......سابق وفاقی وزیر مولانا وصی مظہر ندوی نے لکھا کہ ''آپ علم و فضل، تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے بزرگانِ سلف کی یادگار تھے۔

(۴)......پیر ابراہیم جان سرہندی نے فرمایا کہ ''آپ ایک بہترین اور عبقری زمان عالمِ دین اور ولی کامل اور طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے فی زمانہ بہترین پیرِ طریقت اور صاحب نسبت عالیہ بزرگ اور ہمارے مرجع آمال واماں تھے۔ ہماری کتنی امیدیں ان کی ذات والا صفات سے وابستہ تھیں حیدر آباد سے

ایک شمس شریعت وطریقت غروب ہو چکا ہے۔

(۵)......علامہ شاہ احمد نورانی نے فرمایا کہ ’’آپ رحمۃ اللہ علیہ وقت کے متبحر عالم، فقیہِ عصر، عالمِ باعمل اور شیخِ طریقت تھے۔

(۶)......پروفیسر شاہ فرید الحق نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت کا چہرہ پُر انوار دیکھ کر یہ احساس ہوا کہ حضرت مفتی صاحب ایک اعلیٰ مقام پر فائز ہیں ان کے فیوضات و برکات اور علم و عمل سے ہزاروں افراد نے استفادہ کیا۔

(۷)......شریعت کورٹ کے چیف جسٹس پیر کرم شاہ ازہری نے فرمایا حضرت کی وفات صرف آپ کے لیے ہی نہیں ساری ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک جانکاہ صدمہ ہے ایسی ہستیاں اب کہاں نظر آتی ہیں جو علوم وفنون، تقوٰی و پارسائی اور عشق ومحبت کی صفات سے بیک وقت متصف ہوں۔

اس کے علاوہ ملک کے تقریباً تمام قومی اخبارات، رسائل اور مذہبی جرائد نے آپ کی وفات کی خبریں انتہائی غم کے ساتھ شائع کیں۔ اور بے شمار افراد نے تعزیتی پیغامات ارسال کیے۔

شعراء نے قطعہ ہائے تاریخ وفات لکھے۔ ان سب کو اگر ذکر کیا جائے تو اس کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

اولاد:

یوں تو آپ کے یہاں کافی بچے تولد ہوئے لیکن بچپن ہی میں انتقال کر گئے اور آپ نے اپنے بعد دو لڑکیاں چھوڑیں اور ایک اس ننگِ اسلاف راقم الحروف کو چھوڑا جو حضرت کی دعاؤں کے سہارے حضرت کے مشن کو آگے بڑھانے میں مصروف ہے۔

قطعۂ وفات:

سابق رکنِ مجلس شوریٰ جناب کمال الدین سالار پوری جن کو الور میں حضرت سے چند عربی کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ انہوں نے آپ کی وفات پر یہ تعزیتی اشعار لکھ کر ارسال فرمائے:

جُنیدِ وقت و شبلیِ دوراں چلے گئے ۔۔۔ شب زندہ دار عالمِ عرفاں چلے گئے
دھندلا گئے ہیں فقر وتصوف کے شب روز ۔۔۔ فکر و نظر کے نیّرِ تاباں چلے گئے

تھا جن کے دم سے سنتِ اسلاف کو فروغ — تھی جن کے دم سے عظمتِ انساں چلے گئے
اس گلشنِ حیاتِ تصوف میں خلق کو — دیتے تھے جو پیامِ بہاراں چلے گئے
وہ جن کی تربیت نے دیا جذبۂ جنوں — جن سے ملا تصورِ جاناں چلے گئے
وہ اپنے بعد چھوڑ گئے شبِ الم — جو لے کے ساتھ صبحِ درخشاں چلے گئے
اب ہم ہیں اور کمالِ خزاں کا طویل دور — جانِ بہار و جانِ گلستاں چلے گئے

(۲۳)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

☆☆

آپ پاک و ہند میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ایک عظیم خانقاہ، خانقاہِ مسعودیہ مظہریہ کے ایک ایسے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے ایک طرف مسندِ رُشد وہدایت کو آباد رکھا تو دوسری طرف میدانِ تحریر و تحقیق میں اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑ دیے۔ جنہوں نے اپنے ''قلب اور قلم'' دونوں کے ذریعہ اپنے علمی اور روحانی فیوضات سے ایک جہاں کو فیضیاب کر کے اس عظیم نقشبندی خانقاہ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا آپ نے علمی تاریخی اور تحقیقی میدان میں جو بڑے بڑے محیّر العقول کارنامے انجام دیے ہیں اگرچہ دنیا والوں کی طرف سے آپ کو اس پر کئی گولڈ میڈلز اور ستارۂ امتیاز وغیرہ مل چکے ہیں لیکن فقیر کی نظر میں آپ کے لیے سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے پیاروں نے آپ کو اپنا پیارا بنا کر اپنے دین کی اشاعت اور اپنے عشق کے فروغ کے لیے آپ کو چن لیا ہے۔ کیونکہ انکی نگاہِ کرم کے بغیر اتنے بڑے بڑے کام ڈاکٹر صاحب کے بس کے نہ تھے، یہ سب انکا کرم ہے اس اعزاز و کرام پر ڈاکٹر صاحب جتنا ناز کریں کم ہے۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

آباء واجداد: آپ کے والد گرامی جامع مسجد فتحپوری کے امام اور مفتی، پاک و ہند کی عظیم علمی اور روحانی

شخصیت حضرت مفتیِ اعظم ہند مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جن کی ۱۴ر شعبان ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۸ر نومبر ۱۹۶۶ء کو وفات ہوئی آپ کے وصال کی خبر ہندوستان اور پاکستان کے قومی اخبارات اور رسائل نے ان الفاظ میں شائع کی۔ دنیائے تصوف کا شہنشاہ اور آسمانِ علم وعمل کا آفتاب غروب ہوگیا۔ کسی نے لکھا۔ شریعت وطریقت کے ایوانوں میں اداسی چھا گئی۔ کسی نے لکھا آسمانِ سلوک وطریقت کا آفتاب غروب ہوگیا۔ کسی نے لکھا علومِ شریعت ومعرفت کے اس بے بہا خزینہ کو ہمیشہ کے لیے سپرد خاک کردیا گیا۔ کسی نے لکھا عالم با عمل فاضلِ بے بدل' فقیہ یگانہ' شریعت وطریقت کا یہ خورشید تاباں' غروبِ آفتاب کے وقت نگاہوں سے ہمیشہ کے لیے اوجھل ہوگیا۔ کسی نے لکھا۔ دہلی کی بزم صوفیہ، اتقیاء، علماء سونی ہوگئی۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی مسلمانانِ عالم کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت تھی ڈاکٹر صاحب نے اس مفتیِ اعظم اور اسی ولیِ کامل اور یگانہ زمانہ کی آغوشِ رحمت میں پرورش پائی ہے پھر کیوں نہ آپ بھی یگانہ ہوں گے۔

ڈاکٹر صاحب کے جدامجد فقیہ الہند حضرت خواجہ شاہ محمد مسعود دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے بعد جامع مسجد فتحپوری میں باقاعدہ درس وتدریس اور فتویٰ نویسی کا اس وقت آغاز کیا جب ہندوستان میں دیوبند، بریلی، ندوہ وغیرہ کا کوئی مدرسہ معرضِ وجود میں نہیں آیا تھا اور آپ کی تدریس کا انداز ہی ایسا نرالا تھا کہ درسِ حدیث نبوی کے وقت طلبہ کو روحانی طور پر دربار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری نصیب ہوجایا کرتی تھی۔ آپ کی علمی اور روحانی عظمتوں کو کون بیان کرسکتا ہے آپ کے متعلق ایک معروف نقشبندی بزرگ حضرت مولانا ہدایت علی جیپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس جامع تبصرہ پر اکتفا کرتا ہوں کہ :

> حضرت مولوی مسعود صاحب کی تعریف کیا کی جائے جن کے مرشد سید صاحب (سید امام علی شاہ صاحب) جیسے ہوں اور انکے خلیفہ اور طالب مولوی رکن الدین جیسے ہوں۔

حضرت خواجہ مفتی رحیم بخش الملقب بشاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۰ر رجب المرجب ۱۳۰۹ھ ۱۸۹۲ء دہلی میں وفات پائی اور درگاہِ حضرت خواجہ باقی باللہ کے احاطے میں مدفون ہوئے۔ آپ کے وصال پر غالباً حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قطعۂ تاریخ لکھا۔

مسعودِ شہ فردِ جہاں ہم شمعِ بزمِ عارفاں محبوبِ ربِ لم یزل صلوا علیہ وآلہٖ
شانِ نبی جاہِ علی ہم نورِ حق سرتا بہ پا برہانِ ایمان و ملل حسنت جمیع خصالہٖ
صیتِ نوالش چار سو من فیضہ لا تقنطوا بدرالدجےٰ صدر الاجل کشف الدجیٰ بجمالہٖ
برداشت از عالم قدم پئے سالِ وصلش از عدم سعدیؔ بگفتا از ازل بلغ العلیٰ بکمالہٖ
۱۳۰۹ھ

حضرت فقیہ الہند شاہ محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتووں کے مجموعے فتاویٰ مسعودی، فتاویٰ مظہری کے نام سے ڈاکٹر صاحب نے شائع کیے ہیں اس کے علاوہ ان دونوں حضرات کے حالات میں تذکرہ مظہر مسعود کے نام سے ایک ضخیم کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے۔ تفصیلی حالات کے لیے ان مذکورہ کتابوں سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

ولادت:

ڈاکٹر صاحب قبلہ کے نانا سید واحد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ان کی بیٹی سیدہ عائشہ کے یہاں ایک ایسا ہونہار بچہ پیدا ہوگا جو عالمِ اسلام میں نام پیدا کریگا۔ چنانچہ ان کی پیش گوئی کے مطابق ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۳۰ء کو جامع مسجد فتحپوری دہلی کے قریبی محلہ میں ڈاکٹر صاحب کی ولادت ہوئی۔

تعلیم:

قرآن پاک کی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی کی زیر نگرانی حاصل کی اس کے بعد ۱۹۴۰/۱۳۵۹ھ میں مدرسہ عالیہ عربیہ مسجد جامع فتحپوری دہلی میں داخل ہوکر پانچ سال علوم عربیہ کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۵ء میں اورنٹیل کالج دہلی سے فارسی علوم کی تحصیل کر کے مشرقی پنجاب یونیورسٹی شملہ سے فاضل فارسی کا امتحان پاس کیا ۱۹۴۸ء میں ہجرت کر کے پاکستان آگئے اور حیدر آباد میں اپنی عمہ محترمہ کے یہاں ۵۸ء تک قیام کیا۔ یہاں آپ نے اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک، انٹر، بی اے اور فاضل اردو کے اور سندھ یونیورسٹی سے ایم اے (اردو) ایم ایڈ اور علومِ شرقیہ کے امتحانات پاس کیے اور سندھ یونیورسٹی سے گولڈ میڈل اور سلور میڈل حاصل کیے۔ ۷۱ء میں اسی یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ملازمت:

آپ نے تعلیم سے فراغت کے بعد تعلیم ہی کا مقدس پیشہ اپنایا اور ۱۹۵۸ء میں بحیثیت لیکچرار شاہ عبداللطیف گورنمنٹ کالج میر پور خاص میں آپ کی تقرری ہوئی ۱۹۶۸ء میں آپ کو گورنمنٹ کالج لورالائی (بلوچستان) کا پرنسپل مقرر کیا گیا اس کے بعد ٹنڈو محمد خان، کھپرو، مٹھی، سکرنڈ، ٹھٹھہ کے کالجوں میں پرنسپل رہے اور اخیر میں سندھ سکریٹریٹ میں اڈیشنل سکریٹری تعلیمات کی حیثیت سے اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دیے اور ریٹائر ہو گئے۔

بیعت وخلافت:

۱۹۵۶ء میں آپ نے اپنے والد گرامی مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور اپنے آباؤ اجداد کے روحانی فیوضات وبرکات سے اپنے قلب کو منور کیا۔ ادھر حیدرآباد میں اپنے والد گرامی کی بے حد محبوب اور سب سے زیادہ منظورِ نظر ذات اپنے وقت کے قطب اور عارف باللہ حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے خوب فیضیاب ہوئے اور اپنے قلب وروح کو تسکین وطمانینت کی دولت سے مالا مال کر لیا۔ چنانچہ راقم الحروف کے نام اپنے ایک مکتوب میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق جو اس وقت بقیدِ حیات تھے ڈاکٹر صاحب نے تحریر فرمایا:

> حضرت مدظلہ العالی کی زیارت کو دل چاہتا ہے خلوت میں اپنے علمی کاموں میں مصروف رہتا ہوں مگر جب یاد آتی ہے، خلوت میں جلوت کا لطف اٹھاتا ہوں مولیٰ تعالیٰ حضرت کا مباک سایہ قائم ودائم رکھے، کیا بتاؤں کہ ان کی ذاتِ گرامی سے کتنی تسکین ملتی ہے۔

حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کو ڈاکٹر صاحب سے اور ڈاکٹر صاحب کو حضرت قبلہ سے بے پناہ محبت تھی۔ جب کبھی کوئی پریشانی یا غم لاحق ہوتا تو فوراً حضرت قبلہ کو آپ عریضہ ارسال کرتے اور حضرت قبلہ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب کو تصوف کے وہ وہ اسباق لکھ کر ارسال فرماتے کہ جو آپ کی قلبی طمانینت اور تسکین کا باعث بنتے چلے جاتے تھے۔ چنانچہ اپنے چھوٹے بھائی مولانا منظور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ان کی جدائی کے غم سے مضطرب ہو کر جب ڈاکٹر صاحب نے حضرت قبلہ کو خط ارسال فرمایا تو اس کے جواب میں حضرت نے آپ کو معرفت سے بھرے ہوئے جام ارسال کر کے آپ

کے لیے یوں تسلی و تشفی کا ساماں مہیا کیا تحریر فرمایا:۔

> بیشک مولانا منظور صاحب کی یاد نے آپ کو ضرور بے چین کیا ہوگا وہ یاد ہی کے قابل تھے اس دنیا کی ناپائیداری ظاہر ہو کر اس سے بے زاری اور آخرت کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے جس کے باعث شوقِ عقبیٰ حاصل ہوتا ہے۔ طاعات میں چستی پیدا ہوتی ہے جو منشاء تخلیق ہے۔ پھر قاری صاحب کی ماشاء اللہ صوفیانہ زندگی ضرور معاون ہوتی ہوگی۔ تسکین حق تعالیٰ کے حکیمانہ فعل پر نظر رکھنے میں ہے کہ حکیم تلخ دوا بھی دیتا ہے تو نفع ہوتا ہے حکیمِ مطلق کے افعال کی حکمتوں پر نظر کیجیے کہ مصائب کے تلخ اور رنج و الم کی کڑی جرعوں میں نہ معلوم کیا کیا روحانی منافع آپ کے لیے ہیں جو اس نے تجویز فرمائے ہیں۔ اس سے اِن شاء اللہ تسکین ہوگی۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر صاحب سے قلبی محبت کے باعث ان کے دکھ اور غم پر بے قرار ہو جاتے اور ان کی خوشی پر اپنی قلبی فرحت و مسرت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ڈاکٹر صاحب نے آپ کو اپنی کسی تقریب میں مدعو کیا تو آپ نے اپنے مکتوب گرامی میں ارشاد فرمایا:

> بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جناب کی تقریب مسرت میں یہ حقیر شریک نہ ہو اِن شاء اللہ ہفتہ کے روز بعد نمازِ مغرب احباب کے ساتھ شریکِ طعام ہونگا۔

اور خط کے اختتام پر دعائیں دیتے ہوئے فرمایا مزید دعائے ترقی دارین پر یہ تحریر ختم کرتا ہوں۔ یقیناً یہ ایک ولی کامل کی قلم سے نکلی ہوئی دعا تھی جو بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت پا کر ڈاکٹر صاحب کی ترقی دارین کا سبب بنتی چلی گئی۔

ایک روز مٹھی کے زمانۂ قیام کے دوران ڈاکٹر صاحب کا ایک مکتوبِ گرامی راقم الحروف کے نام آیا جس میں وہاں کے مذہبی حالات کا ذکر تھا اسی ضمن میں وہاں کی مسجد کے امام صاحب کا تذکرہ بھی آ گیا کہ:

> امام صاحب جامع مسجد بہت مہربان ہیں بلکہ عاشقِ زار ہیں ایک ہفتہ

سے مُصر ہیں کہ مرید کرلیں۔ بوڑھے ہیں مگر اظہارِ آرزو میں بے باک۔
اس سیہ کار سے یہ حسنِ ظن نہ صاحب اجازت نہ اجازت کے لائق۔ پیچھا
چھڑانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

جب فقیر نے یہ مکتوب حضرت قبلہ والد گرامی شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا تو آپ نے بے اختیار اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ مولانا کو لکھ دو کہ انکار کرنے کی ضرورت نہیں ماشاء اللہ یہ جوہرِ قابل اس لائق ہے کہ اس عظیم منصب کو سنبھال سکے لہٰذا ہماری طرف سے ان کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت ہے، ط بانِ حق کو بیعت کر کے خوب فیض پہنچائیں اور ان کے قلوب کو اللہ اور اللہ کے رسول اور اس کے دینِ متین کی محبت سے روشن اور منور کر کے ان کو عامل بالسنہ بنائیں۔ فقیر نے ۲۷ نومبر ۱۹۷۴ء کو ڈاکٹر صاحب کے نام اپنے ایک مکتوب میں یہ مژدۂ جانفزا تحریر کیا اور ساتھ ہی اپنی طرف سے قلبی تبریکات بھی پیش کیں۔

اس طرح ڈاکٹر صاحب کے جدِ امجد حضرت خواجہ محمد مسعود شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی جو روحانی میراث تھی وہ حضرت شاہ مفتی محمد محمود رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ ان تک پہنچ بھی گئی اور ان کے والد گرامی حضرت مفتی اعظم مفتی محمد مظہر اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی سنت بھی اداء ہوگئی کہ انکے والد کو ان کے آباؤ اجداد کی روحانی امانت اور وراثت حضرت خواجہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پہنچائی اور ان کے صاحبزادے کو خواجہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے نے یہ امانت ان کے سپرد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس آستانۂ مسعودی کو ہمیشہ آباد رکھے اور اس فیض سے عالم کو منور و مستنیر رکھے۔

اس کے بعد لواری شریف کے سجادہ نشین حضرت شاہ زین العابدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ڈاکٹر صاحب کو سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت سے سرفراز فرمایا۔

ڈاکٹر صاحب نے ۳/ ذیقعد ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء سے بیعت کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور چونکہ آپ کے آباؤ اجداد سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت فرماتے آئے ہیں اس لیے آپ کو بھی یہی سلسلہ زیادہ محبوب ہے اور اسی سلسلہ میں آپ بیعت فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے ایک سوانح نگار ایک اچھے ادیب جناب محمد عبدالستار طاہر صاحب نے آپ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہونے کی آرزو ظاہر کی تو آپ نے فرمایا میں تو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ میں بیعت کرتا ہوں۔

علمی اور تحقیقی کام:

ڈاکٹر صاحب نے تحریری طور پر اب تک جو علمی اور تحقیقی کام کیا ہے وہ بڑی وسعت کا حامل ہے، مختلف موضوعات پر آپ کے سیکڑوں مضامین، مقالات اور کتابیں شائع ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں جس میں بعض آپ کے مقالات تو دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر اہلِ علم سے دادِ تحسین وصول کر چکے ہیں۔ پاک و ہند کا شائد ہی کوئی ایسا دینی معیاری رسالہ یا مجلّہ ہوگا جس میں آپ کی تحقیقی تحریر شامل اشاعت نہ ہوئی ہو۔ آپ کے بہت سے مقالات کے فارسی، عربی، انگریزی، فرانسیسی، ڈچ، ہندی، گجراتی وغیرہ میں ترجمے ہو کر دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل چکے ہیں اور ان علاقوں کے باشندوں کی اصلاح اور ہدایت کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ چونکہ آپ کی تحریر میں دلائل کا وزن اور محبت کی حلاوت ہوتی ہے اس لیے اپنوں اور بے گانوں سب کے لیے وہ یکساں قابل قبول اور روح پرور ہوتی ہے۔

اور بعض اہم نزاعی مسائل پر ڈاکٹر صاحب کی تحریر چونکہ قرآن و حدیث اور اقوالِ فقہاء سے مزّین ہونے کے ساتھ ساتھ ادبی اور پیار بھرا رنگ لیے ہوئے ہوتی ہے اس لیے آپ کی وہ تحریر علماء میں جتنی مقبول ہوتی ہے اسی طرح وہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ آپ کا سب سے بڑا اہم کارنامہ یہ ہے کہ بعض مذہبی دینی اور سیاسی تحریکیں اور ان کے بعض اہم کردار اور قائدین جن پر دجل و فریب کے پردے ڈال کر حقائق کو بالکل مسخ کر دیا گیا تھا آپ نے مستند تاریخ کی روشنی میں ان حقیقتوں کو عالم آشکارا کر دیا، جن میں تحریک نجدیت، وہابیت، تحریک بالا کوٹ، تحریک ترک موالات، تحریک خلافت، تحریک پاکستان کے سلسلہ میں بعض اہم انکشافات پر مشتمل آپ کے تحقیقی مقالات انتہائی اہمیت اور افادیت کے حامل ہیں یوں تو بہت سے موضوعات پر سیکڑوں مضامین، مقالے اور کتابیں آپ نے تحریر کی ہیں لیکن آپ کی بعض اہم تحریریں خاص طور پر قابل ذکر ہیں مثلاً

(۱)......اردو میں قرآنی تراجم و تفاسیر کا ایک تاریخی جائزہ:۔ اس موضوع پر آپ کا یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے جس پر آپ کو سندھ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی ہے۔

(۲)......عجائب القرآن:۔ کے نام سے مشہور خطاط خورشید عالم گوہر نے ایک ایسا نادر قرآن پاک کا نسخہ تحریر کیا ہے جس میں گزشتہ چودہ صدیوں سے رائج سیکڑوں رسم الخطوں کے ذریعہ قرآن کو لکھا گیا ہے اس نایاب نسخہ کے لیے مقدمہ ڈاکٹر صاحب نے قلمبند فرمایا جو ۱۹۸۲ء میں آخری پیغام کے

نام سے کراچی میں شائع ہوا جس کے لیے مولانا منتخب الحق صاحب نے فرمایا کہ ''یہ قرآنیات پر بہترین کتاب ہے۔''

(۳)...... میلاد اور سیرت:۔ کے موضوع پر بہت سے مضامین ومقالات کے علاوہ جان جاں، جانِ ایمان، جشن بہاراں، دعائے خلیل، علمِ غیب، تعظیم وتوقیر جیسی کتابیں تصنیف فرمائیں جس میں آپ کی ایک تصنیف عیدوں کی عید کو اللہ تعالیٰ نے وہ شرفِ قبولیت عطا فرمایا کہ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوکر لاکھوں کی تعداد میں تقسیم ہوچکی ہے۔ عربی زبان میں اس کے ترجمہ کی مدینہ شریف میں تقسیم حضور کی بارگاہ میں اس کی مقبولیت کا بیّن ثبوت ہے۔

(۴)...... سیرت مجدد الف ثانی:۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کے تحقیقی مضامین معارف (اعظم گڑھ) اور الفرقان میں شائع ہوئے اور انہوں نے وقت کے بڑے بڑے محققین سے دادِ تحسین وصول کی۔ چنانچہ مولانا محمد منظور نعمانی نے لکھا۔ آپ نے اس موضوع پر بہت سا ایسا مواد بھی فراہم کیا ہے جو ہم جیسوں کی دسترس سے باہر تھا۔ ہم جیسوں پر آپ نے بڑا احسان فرمایا۔

مولانا غلام رسول مہر نے لکھا کہ حضرت مجدد پر جو مقالہ پروفیسر مسعود احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ ہر لحاظ سے قابل قدر ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے لکھا۔ مضمون سرسری طور پر معارف میں پڑھا اور پڑھتے وقت پسند بھی کیا بلکہ جا بجا اس سے مستفید بھی ہوا تھا کتابی صورت سے اسے چھپوانے کا مشتاق رہونگا۔ الغرض ایسا تحقیقی مقالہ سیرت مجدد الف ثانی کے نام سے کراچی سے ۸۴ء میں شائع ہوا۔

(۵)...... حضرت سید صادق علی شاہ:۔ حضرت شاہ مفتی محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کی تفصیلی سوانح' ان کے فتاوے' ان کے مکاتیب' ان کے مضامین' ان کے خطبات پر آپ نے بہت سا تحقیقی کام کیا ہے جس میں سے بہت سا چھپ کر منظر عام پر آ بھی چکا ہے۔

ماہرِ رضویات:

آپ کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ عالم اسلام کی ایک اہم شخصیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی

رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اور خدمات سے نہ صرف یہ کہ جدید علمی دنیا کو متعارف کرایا بلکہ تعصبات کے دبیز پردوں کو ہٹا کر ان کے حقیقی انوار اور فیوضات سے ایک عالم کو منور کر دیا۔ یہ آپ ہی کی محنتِ شاقہ کا ثمرہ ہے کہ آج پاکستان اور بیرون ممالک میں امام احمد رضا کے نام سے کئی ادارے قائم ہو گئے ہیں جو آپ کی سرپرستی میں ان کی تصانیف کی اشاعت کا کام انجام دے رہے ہیں، ان کی شخصیت پر عالمی سیمینار اور کانفرنس منعقد کرا رہے ہیں۔ ان کے علمی اور تاریخی کاموں پر تحقیق کر رہے ہیں۔ دنیا بھر کی بہت سی یونیورسٹیوں میں اعلیٰ حضرت پر کچھ کام ہو چکا ہے اور پانچ فضلاء ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں اور دس ایم۔ فل کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں جبکہ اس وقت دس یونیورسٹیوں میں اس موضوع پر اعلیٰ تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ ایک دفعہ راقم الحروف ٹھٹھہ میں ڈاکٹر صاحب کے یہاں گیا تو دیکھا ایک غیر ملکی خاتون جو باہر کسی یونیورسٹی میں اعلیٰ حضرت پر تحقیقی کام کر رہی ہیں وہ معلومات کے لیے ڈاکٹر صاحب کے پاس آئی ہوئیں تھیں اور اپنے مقالہ کے لیے مفید اور قیمتی تاریخی مواد حاصل کر رہی تھیں۔

اسی طرح اردن، ایران، فرانس اور پاکستان کے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اعلیٰ حضرت پر اہم تحقیقی مقالات کی شمولیت میں بھی ڈاکٹر صاحب ہی کا کارنامہ ہے اعلیٰ حضرت کی شخصیت کے بعض اہم گوشوں پر لکھی گئی ڈاکٹر صاحب کی مطبوعات اور مقالات بعض تو اس قدر مقبول ہوئے ہیں کہ ساری دنیا میں ایک سال کے اندر اندر کئی کئی ایڈیشن اس کے شائع ہو چکے ہیں اور کئی کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔ الغرض امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے آپ کے تحقیقی کاموں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ اس کی تفصیلات میں اب تک کئی کتابیں چھپ کر منظرِ عام پر آ چکی ہیں لیکن اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کا کام جاری ہے اور ان تمام کاموں کے ذکر کے لیے بھی کئی مجلدات درکار ہیں۔

جناب عبدالستار طاہر نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے حضرت مسعود ملت اور رضویات ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں اعلیحضرت پر بات ہوتی ہے وہاں حضرت مسعودِ ملت کا بھی تذکرہ ہوتا ہے۔ اور سچ کہا سید وجاہت رسول قادری صاحب نے کہ۔ سچ تو یہ ہے کہ مسعودِ ملت کا دنیائے رضویت ہی پر نہیں، تمام دنیائے اہلِ سنت ہی پر نہیں بلکہ تمام دنیائے اسلام پر احسان ہے اس لیے کہ مسعود ملت نے کمال عبدالمصطفیٰ یعنی کمال الاولیاء سے لوگوں کو روشناس کرایا جو صحیح معنوں میں اللہ رب العزت کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ڈاکٹر صاحب دورہ ہندوستان کے دوران

بریلی گئے تو وہاں جامعہ نوریہ رضویہ میں بھی آپ کو استقبالیہ دیا گیا۔ یہ وہ ادارہ ہے جس کے سرپرستوں اور منتظمین اور مدرسین میں علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری، علامہ تحسین رضا خاں، مولانا محمد منان رضا خان، مولانا تطہیر احمد اور مولانا محمد حنیف خاں رضوی صاحب جیسے حضرات شامل ہیں وہاں ۲/ دسمبر ۱۹۹۲ء کو تمام علماء، اساتذہ اور طلبہ کی موجودگی میں ڈاکٹر صاحب کو سپاسنامہ پیش کیا گیا اس میں آپ کی خدمات کا برملا اعتراف کرتے ہوئے کہا گیا۔

تقریباً بائیس سال سے جس نے علمی دنیا میں امام احمد رضا کے نام کا سکہ اپنوں اور غیروں کے قلوب واذہان پر جما رکھا ہے جن کی بدولت امام احمد رضا کا اسم گرامی پاک وہند کی حدود سے نکل کر امریکہ، افریقہ، برطانیہ، سعودیہ عرب، ہالینڈ، مصر اور افغانستان کی یونیورسٹیوں میں پہنچ چکا ہے جہاں کثیر تعداد میں ریسرچ اسکالر، پروفیسر، ڈاکٹر، امام وقت کی جلیل القدر شخصیت پر تحقیقی مقالے لکھنے میں مصروف ہیں جسے آج دنیا ماہرِ رضویات کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ انہوں نے امام اہل سنت پر اتنا لکھا کہ پوری ایک جماعت مل کر بھی نہ لکھ سکی۔ امام ہمام کی حیاتِ طیبہ اور ان کے کارناموں کے ان گوشوں کو عیاں کر دیا جو حیزِ خفا میں تھے اور امتدادِ زمانہ کی دبیز تہوں میں چھپ چکے تھے جس پر اپنوں کی بے توجہی سے پردے پڑ چکے تھے اور اغیار کی چابک دستی بے بنیاد الزامات کے ذریعہ جن کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر ہمیشہ کے لیے دفن کر دینا چاہتی تھی خداوند قدوس کا ان پر یہ خاص فضل وکرم ہے کہ اس نے اس عظیم کام کے لیے خاص طور پر ان کا انتخاب فرمایا اور یہ سعادت ان کے حصہ میں آئی۔

بریلی سے شائع ہونے والے ''سنی دنیا'' کے مدیر مولانا عبدالنعیم عزیزی نے ڈاکٹر صاحب کی ان خدمات کو سراہتے ہوئے لکھا۔ مسعود ملت، وہ مبارک ومسعود وجود ہے جس کے دنیائے رضویت میں ورودِ مسعود سے تازہ بہار آ گئی۔ اور جس کا وجود ملت اسلامیہ یعنی جماعتِ اہل سنت کے لیے ایک نعمت عظمیٰ ہے ایک روشنی ہے۔

عادات وفضائل:

آپ بیحد متقی اور پرہیزگار ہیں۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم ہے کہ بقول پروفیسر ڈاکٹر خلیل الرحمٰن صاحب کہ جب ٹھٹھہ کے ایک ڈپٹی کمشنر نے یوم اقبال کے موقع پر آپ کو دعوت دی تو اس کھانے کو آپ نے اس خیال سے نہیں کھایا کہ کہیں کسی غریب پر ظلم کر کے یہ پیسہ حاصل نہ کیا گیا ہو۔ محبت اور اخلاص اتنی

کہ آپ کا ہر طالب علم آپ کو اپنے والد کی طرح عزیز رکھے اور آپ کا ادب کرے حتیٰ کہ اس نفرت اور عصبیت کے دور میں راقم الحروف نے دیکھا کہ سندھ کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جو تنظیمیں عصبیت پر چل رہی تھیں ان کے طلبہ ایک دوسرے کو قتل کیے ڈال رہے تھے ایک دوسرے کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کر رہے تھے لیکن ڈاکٹر صاحب کے سامنے آ کر مؤدب کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور آپ کی بات غور سے سنا کرتے تھے۔ عصبیت کے باوجود آپ سے بے پناہ محبت اور پیار کرتے تھے۔ حتیٰ کہ زمانہ مٹھی کے قیام کے دوران ہندو بھی آپ کی زلفِ محبت کے اسیر ہو گئے۔ اور کہا کرتے تھے کہ مسلمان تو ایک ہی دیکھا ہے مولانا مسعود صاحب۔ جب آپ کا مٹھی سے تبادلہ ہوا تو آپ کی جدائی پر مسلمان تو مسلمان کافر اور ہندو بھی رو رہے تھے۔

آپ بے شمار علمی کاموں کے باوجود اپنے چاہنے والوں کو بڑی پابندی سے خطوط کے جواب عنایت فرماتے ہیں حالانکہ آپ کا حلقۂ احباب بہت وسیع ہے اندرونِ ملک کے علاوہ بیرونِ ممالک سے سیکڑوں خطوط آتے ہیں لیکن آج تک کسی کو جواب میں تاخیر تک کی کبھی شکایت نہیں ہوئی۔ ہر ماہ بزمِ اربابِ طریقت کے تحت ایک روحانی محفل منعقد کرتے ہیں جس میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے وظائف کے علاوہ نعت اور آپ کا خصوصی خطاب ہوتا ہے جس میں اپنے محبین کی روحانی تربیت فرماتے ہیں اس کے علاوہ ہر ہفتہ مکتوبات امام ربانی کا درس بھی دیتے ہیں۔ الغرض صورت وسیرت اور علم وعمل میں اپنے آباؤ اجداد اور اسلاف کا نمونہ ہیں اور علمی روحانی فیوضات سے ایک عالم کو بہرہ ور کر رہے ہیں۔ ان تمام علمی عظمتوں اور شہرتوں کے باوجود تواضع اور انکساری کا یہ عالم ہے کہ اپنے ایک مکتوب میں فقیر راقم الحروف کو تحریر فرمایا:

> یہ ساری باتیں تحدیثِ نعمت کے طور پر لکھی گئیں۔ ورنہ فقیر تو سیہ کار و گنہ گار ہے شاید اتنا سیہ کار کوئی نہ ہو گا اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آخرت میں سرخرو فرمائے آمین۔

اولاد:

۲۳ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء کو کراچی میں آپ کی شادی ہوئی جس میں ہندوستان سے آپ کے والد گرامی اور راقم الحروف کے نانا حضرت مفتی اعظم ہند مفتی شاہ محمد مظہر اللہ شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پاکستان تشریف لائے اور شادی میں شرکت فرمائی۔ آپ کی تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے

ابوالسرور محمد مسرور احمد ہیں۔ صاحبزادے صورت وسیرت میں ماشاء اللہ اپنے والد کے مظہر اتم ہیں یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کررہے ہیں اور ڈاکٹر صاحب ہی کی زیر نگرانی روحانی تربیت بھی حاصل کررہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے حج کے موقع پر حرم شریف میں ان کو بیعت بھی فرمایا اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں اجازت وخلافت بھی عطاء فرمادی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے آباؤ اجداد کی وراثت کا صحیح امین بنائے اور اس مسند کو تاقیامت آباد رکھے۔

خلفاء :

ڈاکٹر صاحب نے اب تک جن حضرات کی تربیت فرماکے ان کو اجازت وخلافت عطاء فرمائی ہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱)......صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد	(جانشین)
(۲)......مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد	(سجادہ نشین درگاہ، خواجہ باقی باللہ دہلی)
(۳)......علامہ مفتی محمد مکرم احمد	(خطیب وامام شاہی مسجد فتحپوری)
(۴)......علامہ مولانا محمد عبدالحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری	(لاہور)
(۵)......حکیم محمد عاقل چشتی مظہری	(دھام پور بجنور۔ بھارت)
(۶)......الحاج غلام قادر خان	(راولپنڈی)
(۷)......صوبیدار نبی شاہ	(صوبہ سرحد)
(۸)......مولانا جاوید اقبال مظہری ایڈووکیٹ	(کراچی)
(۹)......مفتی محمد جان نعیمی	(کراچی)
(۱۰)......ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری	(کراچی)
(۱۱)......سید محمد طاہر	(اسلام آباد)
(۱۲)......علامہ عبدالحکیم شرف قادری	(لاہور)

(۲۴)

مفتی محمد مظفر احمد

☆☆

آپ مفتی اعظم ہند حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے صاحبزادے

تھے جو پاکستان بننے کے بعد کراچی منتقل ہو گئے اور اہالیانِ پاکستان کو اپنے آباؤ اجداد کے علمی اور روحانی فیوضات سے ایک عرصہ تک فیضیاب فرماتے رہے۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت دہلی میں ہوئی۔

تعلیم:

مدرسہ عالیہ فتحپوریہ میں قاری فضل الدین سے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور تجوید وقرأت کی تعلیم حاصل کی۔ پھر اسی مدرسہ میں نامور علماء سے علومِ عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی اور ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء میں اسی مدرسہ سے سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

فن طب:

اس کے بعد آپ فن طب وحکمت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس وقت کے نامور طبیب حکیم جمیل الدین خان سے آپ نے فن طب حاصل کیا اور اس میں مرتبۂ کمال پر پہنچے۔ بہت سے آزمودہ نسخے آپ نے تیار کر کے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے جب کوئی پریشان حال آتا تھا تو آپ نسخہ بھی لکھ دیا کرتے تھے اور اپنے پاس سے بھی بعض خاص دوائیں دیا کرتے تھے۔

فتح پوری کی امامت:

جامع مسجد فتحپوری دہلی کی شاہی امامت آپ کے جدامجد حضرت خواجہ شاہ محمد مسعود محدثِ اعظم دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے چلی آ رہی تھی جبکہ حضرت شاہ محمد مسعود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے سسرال سے ملی تھی جن کے یہاں شاہانِ مغلیہ کے دور سے یہ منصب چلا آ رہا تھا پھر یہ منصب حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو ملا اور ان کے دور میں حضرت مفتی محمد مظفر احمد پندرہ سال کی عمر سے اس مسجد میں نیابت کے فرائض انجام دیتے رہے نیابت کے علاوہ آپ فتوی نویسی بھی کرتے نماز جمعہ، درس قرآن اور تبلیغ اور رشد وہدایت کے کام بھی سرانجام دیا کرتے تھے۔ بہت سے غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

بیعت وخلافت:

عظیم روحانی بزرگ رسالہ رکن دین جیسی مشہور زمانہ کتاب کے مصنف اور راقم الحروف کے جدامجد

حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ (جن کا مزار مبارک الور میں ہے) سے مفتی صاحب رضی اللہ عنہ نے الور میں شرف بیعت حاصل کی اور انہی سے روحانی تربیت لی پھر پاکستان تشریف لائے تو آپ کے مرشد زادے سندھ کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت راقم الحروف کے والد گرامی حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنے والد گرامی مفتی اعظم ہند حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ نے بھی اجازت وخلافت عطاء فرمائی تھی جبکہ حضرت ضیائے معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور جانشین حضرت خواجہ پیر غلام محمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ جو ملیر میں رہائش پذیر تھے ان سے بھی آپ کو چاروں سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل تھی۔

فتوی نویسی:

آپ نے دہلی کے قیام سے لیکر کراچی کے زمانۂ قیام تک تقریباً چالیس سال فتوی نویسی کے فرائض انجام دیے اور اس میدان میں بھی اپنے آباؤ اجداد کے صحیح جانشین ثابت ہوئے آپ کے فتاوی کو دیکھ کر آپ کی فقاہت جزئیات پر آپ کی دسترس، عقلی اور نقلی دلائل پر آپ کے عبور کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کے برادر حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے فتاوی مسعودی کے اخیر میں آپ کے تحریر کردہ ایک فتوے کا عکس شائع کیا ہے، جس میں سائل نے فجر کی اذان کے بعد آواز لگا کر لوگوں کو جگانے کے متعلق شرعی حکم معلوم کیا تھا جس کے جواب میں مفتی اعظم ہند حضرت قبلہ مفتی محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب عنایت فرمایا کہ یہ تثویب ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ یہ موجب ثواب ہے جبکہ اسی سوال کے جواب میں مفتی کفایت اللہ صاحب نے یہ لکھا کہ اول تو یہ امر تثویب میں داخل ہے نہیں اور اگر تثویب بھی ہوتو یہ بدعت ہے اور مکروہ ہے اس پر حضرت مفتی محمد مظفر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلی جواب تحریر فرمایا جس میں مفتی کفایت اللہ کے فتوی کا بلیغ رد کرتے ہوئے تثویب کے جائز اور مستحسن ہونے کو بڑے قوی دلائل سے ثابت فرمایا۔ حضرت مفتی اعظم ہند اور آپ کے فتوی کی پاک وہند کے مقتدر علماء اور مفتیانِ کرام نے تصدیقات فرمائیں جن میں حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصدیق کے اخیر میں فرمایا کہ مولانا مظفر احمد سلمہ نے اس کا بہت نفیس وبالغ رد فرمایا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزا۔ اسی لیے حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”ہمیں تو بس مفتی مظفر احمد صاحب کے فتوؤں پر

بھروسا ہے۔“

فیض رسانی:

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم وتلقین، رشد وہدایت، وعظ ونصیحت اور فتویٰ نویسی کے ذریعہ جہاں مخلوقِ خدا کو فیض پہنچایا وہاں آپ نے طب وحکمت اور تعویذ وعملیات کے ذریعہ بھی بے شمار بندگانِ خدا کی فیض رسانی فرمائی کیونکہ اس فن میں بھی آپ مہارتِ تامہ رکھتے تھے اور بڑے بڑے کامیاب علاج آپ نے ظاہری اور روحانی طریقے سے کیے۔ اس کے علاوہ آپ کے بہت سے علمی مضامین مختلف پمفلٹ اور رسائل میں شائع ہوکر مخلوق کی ہدایت اور رہبری کا ذریعہ بنتے رہے۔

ہجرت:

آپ تقریباً چھبیس سال جامع مسجد فتحپوری دہلی میں امامت وخطابت اور افتاء کے فرائض انجام دیتے رہے اور ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بنا تو آپ بھی پاکستان تشریف لے آئے اور فریئر روڈ کراچی میں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ اور ۱۹۷۱ء تک اس خطہ کو اپنے علمی اور روحانی فیوضات سے بہرہ ور فرماتے رہے۔

محبِّ مرشد:

آپ کو اپنے مرشد گرامی حضرت شاہ رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ محبت تھی کبھی محفل میں آپ کے مرشد گرامی کا ذکر آجاتا تو بڑے عشق والفت میں ڈوب کر ان کے واقعات سنایا کرتے تھے فرماتے تھے ایک روز ہم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسجد سے نماز پڑھ کر آرہے تھے کہ راستہ میں ایک ہندو بوڑھے کو دیکھا کہ حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر بھاگا اور گلی میں گھس گیا جب اس سے پوچھا گیا کہ کیوں بھاگا تو کہنے لگا کہ یہ وہ ہیں کہ ان کی نظر جس پر پڑ جاتی ہے وہ کلمہ پڑھنے لگتا ہے اور مسلمان ہوجاتا ہے۔

اپنے مرشد سے آپ کی ارادت اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنے وصال کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ میرے پاس میرے مرشد کے موئے مبارک اور انکی ٹوپی مبارک ہے جب مجھے قبر میں رکھو تو یہ تبرکات میرے ساتھ رکھ دینا تاکہ میری بخشش کا سامان ہوجائے۔

محبوب مرشد: ادھر مرشد کے قلب میں بھی آپ کی بڑی وقعت اور منزلت تھی جب آپ کبھی

تشریف لاتے تو مرشد کریم آپ کو اپنے پاس مسند پر بٹھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم آپ کی کیوں نہ عزت کریں آپ میں دو خوبیاں جمع ہیں ایک تو آپ حافظِ قرآن ہیں اور دوسرے یہ کہ ہمارے مرشد زادے ہیں۔ اسی نسبت کے باعث میرے والد گرامی حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کو بڑی عزت فرمایا کرتے تھے اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت اور تکریم فرمایا کرتے تھے کیونکہ وہ ان کے مرشد زادے تھے۔

مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب پاکستان تشریف لائے تو انہوں نے بزم اربابِ طریقت کے نام سے تمام سلسلہ سے تعلق رکھنے والے دوست احباب کی ایک تنظیم بنائی تاکہ اس کے تحت علمی دینی، روحانی اور تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھی جاسکیں اور اس تنظیم کا سرپرست اعلیٰ، حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کو بنایا جب کہ مفتی محمد مظفر احمد صاحب کو صدر، حکیم مشتاق احمد صاحب کو نائب صدر، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کو نائب صدر اور سیٹھ احمد کو نائب صدر اور قاضی حمایت اللہ کو ناظم اعلیٰ اور ذکر الرحمٰن کو ناظم اور سعید غنی کو خزانچی مقرر فرمایا۔ ایک دفعہ اس تنظیم کے ناظم اعلیٰ قاضی حمایت اللہ صاحب کے حضرت مفتی محمد مظفر احمد صاحب سے کچھ اختلافات ہوگئے جس کی بناء پر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے استعفا دے دیا ہر چند احباب نے آپ سے استعفا واپس لینے کی درخواست کی لیکن آپ نے استعفا واپس لینے سے انکار کردیا آخر کار بزم کے چند اراکین مولانا رفیق الاسلام وغیرہ حضرت قبلہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قاضی حمایت اللہ جو بہت بڑے اردو کے ادیب اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص چہیتے مریدوں میں سے تھے ان کی شکایت کی اور حضرت مفتی صاحب سے انکے اختلافات کو بیان کیا تو یہ سنکر حضرت شاہ محمد محمود رحمۃ اللہ علیہ کو جلال آگیا اور فرمایا قاضی حمایت اللہ یہ نہ سمجھیں کہ حضرت مفتی محمد مظفر احمد صاحب صرف ننھے میاں (راقم الحروف) کے ماموں ہیں وہ صرف ہمارے نہیں بلکہ ہمارے حضرت صاحب (حضرت خواجہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ) کے بھی مرشد زادے ہیں ان کی شان میں معمولی سی بے ادبی بھی ہمیں گوارا نہیں اور ان کے احترام میں ذرہ برابر فرق نہیں آنا چاہیے۔ اور آپ نے آنے والوں کے ذریعہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پیغام بھی بھیجا کہ وہ میرے کراچی آنے تک اپنا استعفا واپس لے لیں۔ جب مولانا رفیق الاسلام صاحب نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے مرشد زادے

حضرت شاہ محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ گفتگو سنائی اور آپ کا پیغام پہنچایا تو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اپنا استعفا واپس لیتے ہوئے فرمایا۔

> میں اس دن موت کو ترجیح دوں گا جس روز مجھ سے بھائی صاحب کے حکم کی سرتابی ہو۔

سبحان اللہ! دونوں ایک دوسرے کو مرشد زادہ سمجھ کر کس قدر ایک دوسرے کا پاس ادب رکھتے تھے۔ اب یہ اعلیٰ قدریں کہاں۔

سیاسی و دینی خدمات:

دہلی سے ہجرت کر کے جب آپ کراچی تشریف لائے تو یہاں سب سے پہلے آپ نے کھوڑی گارڈن کی ایک چھوٹی سی مسجد سے خطابت کا آغاز فرمایا۔ اس کے بعد جامع مسجد آرام باغ میں آپ نے امامت فرمائی اس کے بعد عیدگاہ میدان میں بھی آپ برسوں اعزازی خطیب کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے۔ جمعیت اہل سنت کے نام سے آپ نے ایک تنظیم بنائی اور اس کو باقاعدہ رجسٹرڈ کرایا اس وقت کے مقتدر علماء مولانا مفتی غلام محی الدین صدر الافاضل کے بھتیجے مولانا ضیاء الدین سہروردی مفتی غلام قادر کشمیری وغیرہ کے ساتھ مل کر اس پلیٹ فارم سے دینی ملی اور بہت سی سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا اور مسلکِ حقہ اور دینِ متین کی ترویج واشاعت کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

ختم نبوت کی تحریک میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا حتیٰ کہ مفتی محمد عمر نعیمی اور مولانا عبد الحامد بدایونی وغیرہ کے ساتھ آپ گرفتار ہوئے اور سینٹرل جیل کراچی میں ایک ساتھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

حق گوئی:

آپ کے اوصاف و کمالات میں حق گوئی اور بے باکی آپ کی ایک امتیازی صفت ہے۔ صدر ایوب کے مارشل لاء میں جب ہر شخص حاکمِ وقت سے کانپ رہا تھا یہ مرد درویش علی الاعلان بغیر کسی خوف کے جلسوں میں ظالم و جابر حکمرانوں کے خلاف اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دے رہا تھا۔ کسی بڑے سے بڑے کا رعب و دبدبہ آپ کو حق بات کہنے سے کبھی باز نہ رکھ سکا۔

ختمِ نبوت کے سلسلہ میں زمانۂ اسیری کے دوران جیل کا یہ قانون تھا کہ جب جیلر آئے تو سب قیدی اس کی تعظیم کریں اور اس کو سلام کریں لیکن آپ نے اس کی تعظیم کرنے سے انکار کر دیا جب وہ آتا آپ اس

وقت تلاوت قرآن میں مصروف ہوجایا کرتے جب اس قانون کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی گئی تو آپ نے فرمایا قرآن کی تعظیم کے آگے ہم جیلر کی تعظیم کے پابند نہیں، آپ کی اس جرأت اور بے باکی کو دیکھ کر آپ کے تمام ساتھی علماء بھی گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ اب دیکھیے آپ کو اس کی کیا سزا دی جاتی ہے لیکن تائیدِ الٰہی نے آپ کو ہر آفت اور مشکل سے محفوظ رکھا اور آپ کے ساتھی علماء کو کہنا پڑا کہ ہم آپ کی کرامت کے قائل ہو گئے۔

تصلب:

اپنے مسلک اور عقیدہ میں تصلب کی بناء پر کسی بدمذہب کے پیروکار سے میل جول یا اختلاط کے آپ قطعاً روادار نہیں تھے اسی لیے ۱۹۷۰ء میں آپ نے قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کی صرف اس لیے مخالفت کی کہ وہ مولانا احتشام الحق تھانوی کے اسٹیج پر کیوں چلے گئے۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں سیاسی سطح پر بھی کسی بدعقیدہ سے اشتراکِ عمل درست نہیں تھا۔

مسلک میں آپ کے اسی تصلب کی بناء پر حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد) آپ سے بہت محبت کیا کرتے تھے جب کراچی آتے تھے سب سے پہلے آپ کو یاد فرما کر اپنے پاس بلوایا کرتے تھے۔ (خود بھی تشریف لاتے)۔

وصال:

۴ر دسمبر ۱۹۷۱ء مطابق ۱۷ر شوال المکرم ۱۳۹۰ھ کو آپکا وصال ہوا۔ حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ کو پاپوش نگر (ناظم آباد کراچی) کے قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

اولاد:

آپ نے اپنے بعد تین صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں چھوڑیں صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

محمد ظفر احمد...... حافظ قرآن اور بہترین قاری اور بڑے نیک متقی اور پرہیزگار ہیں۔ آپ کی پُرسوز آواز میں پورا قرآن پاک اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے ساتھ رکارڈ

ہو کر مارکیٹ میں آ چکا ہے۔

محمد اظہر احمد...... آپ بھی حافظ قرآن بڑے ذہین وفطین ہیں آجکل کراچی میں ہی تجارت کر رہے ہیں۔

محمد نذر احمد...... آپ سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں فنِ طب میں بڑا کمال رکھتے ہیں نبض شناسی اور تجویز وتشخیص میں اسلاف کی یادگار ہیں۔

(۲۵)

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی

☆☆

سندھ کا وہ نامور سپوت جس کی علمی اور روحانی خدمات کے تذکروں سے تاریخ سندھ کے اوراق جگمگا رہے ہیں۔ علومِ عقلیہ ونقلیہ پر کامل دسترس رکھنے والا وہ عظیم محقق اور فقیہ جس نے مختصر سے عرصہ میں تین سو کے قریب علمی اور تحقیقی کتابیں اور مقالے لکھ کر، بہت سے نامور اور بے شمار شاگرد پیدا کر کے اور وقت کے حکمرانوں کی اصلاح کر کے سندھ میں ایک عظیم دینی، اخلاقی اور روحانی انقلاب برپا کر دیا اور اسلام کی عظمت کے پرچم کو بلند سے بلند تر کر دیا۔

ولادت:

آپ کی ولادت ''بھورو'' شہر میں جو کہ ٹھٹھہ سے تقریباً تیس میل دور شمال مشرق کی جانب واقع ہے وہاں ۱۰؍ربیع الاول ۱۱۰۴ھ کو ہوئی۔ آپ کا سنہ ولادت عربی کے اس فقرہ سے نکلتا ہے۔

اَنْبَتَ اللهَ نَبَاتاً حَسَناً

سلسلۂ نسب:

آپ کے والد گرامی کا نام عبدالغفور سیوستانی تھا جو سیوستان کے مقبول علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ سندھ کے ایک قبیلہ بھنور سے تعلق رکھتے تھے جو حارث کے اولاد میں قبائل عرب میں سے تھا اور عرب سے ہجرت کر کے سندھ آ کر آباد ہو گیا تھا۔

تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور صرف چھ مہینہ میں قرآن پاک ختم کر لیا۔ دیگر

علومِ عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل اس وقت کے ٹھٹھہ کے نامور علماء مخدوم ضیاء الدین، مخدوم محمد سعید اور مخدوم محمد معین ٹھٹوی سے صرف ۹ سال کے مختصر سے عرصہ میں کی۔

۱۱۱۳ھ میں جب آپ کے والد کی وفات ہوگئی تو آپ ٹھٹھہ کے قریب بحرام بدر نامی گاؤں میں آ کر آباد ہوگئے۔ اور یہیں دینی تعلیم دینے کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا لیکن وہاں کے وڈیروں کو آپ کی نصیحتیں برداشت نہ ہوسکیں اخیر آپ وہاں سے ہجرت کر کے مستقل ٹھٹھہ آ کر رہائش پذیر ہوگئے اور یہاں مستقل درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جس کی شہرت سندھ سے نکل کر بیرون ممالک تک پہنچ گئی اور سیکڑوں طلبہ جوق در جوق یہاں آ کر آپ سے فیض حاصل کرنے لگے۔

علمِ باطن:

علمِ ظاہری کی تکمیل کے ساتھ ساتھ علمِ باطن کی تحصیل کی طرف بھی آپ متوجہ رہے اور اس سلسلہ میں ٹھٹھہ کے نامور نقشبندی بزرگ مخدوم ابوالقاسم نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوکر علومِ باطنیہ سے اپنے قلب کو روشن کیا، حضرت مخدوم ابوالقاسم سے آپ کی ارادت اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ ہر روز ان کے بستر کو اپنے ہاتھ سے جھاڑ و دیکر صاف کیا کرتے تھے اور خدمت کے ذریعہ ان کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہا کرتے تھے۔ ایک روز آپ نے حضرت مخدوم ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ نے فرمایا میرے مریدوں کی مجھ کو صورتیں دکھادی گئی ہیں جس میں تمہاری صورت نہیں ہے۔ اس پر آپ نے عرض کیا کہ پھر مجھے کسی ولی کامل کا پتا بتلا دیجیے جس سے میں بیعت ہو جاؤں چنانچہ آپ نے فرمایا کہ وہ الہ آباد (انڈیا) سورت میں سید سعد اللہ سورتی ہیں تمہارا حصہ ان کے پاس ہے چنانچہ آپ وہاں تشریف لے گئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں ان سے بیعت ہوگئے ایک عرصہ تک مرشد خانہ میں گھوڑوں کے اصطبل کی صفائی کر کے ریاضات ومجاہدات کرتے رہے اور جلائے قلب کی دولت سے مالا مال ہوکر اپنے مرشد کی طرف سے اجازت وخلافت حاصل کر کے واپس ٹھٹھہ تشریف لے آئے۔

اجازت وخلافت:

حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد سید سعد اللہ سورتی سے قادریہ سلسلہ کی اجازت حاصل تھی اس کے علاوہ جب آپ حرمین شریفین گئے تو وہاں بھی بہت سے علماء مشائخ سے آپ کو

علومِ ظاہری و باطنی کے فیوضات حاصل ہوئے جن میں شیخ عبدالقادر حنفی، شیخ عبد بن علی مصری، شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم مدنی، شیخ علی بن عبدالملک دراوی جیسے مشائخ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن سے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، شطاریہ، قشیریہ، اشاریہ وغیرہ میں اجازت وخلافت بھی حاصل ہوئی۔

آپ کے ہونہار شاگرد اور وقت کے ایک کامل عارف شاہ فقیر اللہ علوی نے اپنی کتاب قطب الارشاد میں اپنے سلاسل طریقت کا جو ذکر کیا ہے اس میں کئی مقامات پر حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ سلسلہ نقشبندیہ کے متعلق لکھا ہے عن شیخ محمد ہاشم التتوی علیہ الرحمۃ عن عبدالقادر عن شیخ الحسن العجمی عن صفی الدین القشاشی عن ابو المواہب الشناوی عن الشیخ محمد الھنسی عن عبدالرحمٰن جامی عن سعد الدین کاشغری عن نظام الدین عن خواجہ علاء الدین محمد عطار عن خواجہ بہاء الدین نقشبند۔

سلسلہ زروقیہ آپ کا اس طرح سے ہے:

عن مخدوم محمد ہاشم عن شیخ محمد بن عبداللہ المغربی المدنی

عاشقِ رسول:

آپ بڑے عاشق رسول تھے، عربی فارسی اور سندھی زبانوں میں آپ نے اپنے نبی کی شان میں قصیدے اور نعتیں تحریر فرمائی ہیں جن سے آپ کے عقائد ونظریات کا بھی بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے عاشقِ صادق کو زیارتِ حرمین شریفین کا شرف عطا کیا اور اسی دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی آپ کو نصیب ہوئی۔

آپ کی بعض تصانیف ایسی بھی ہیں جن سے آنحضرت کے ساتھ آپ کے قلبی تعلق اور عشق کا اظہار ہوتا ہے جیسے۔

(۱)...... **ثمانیة قصائد صغار فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم** ۔: اس کتاب میں آپ کے وہ آٹھ قصیدے اور نعتیں ہیں جو آپ نے حضور کی شان میں کہی ہیں۔

(۲)...... **حدیقة الصفا فی اسماء المصطفیٰ** ۔: اس کتاب میں آپ نے حضور کے اسماء مبارکہ کی تشریح وتفسیر بیان کی ہے۔

(۳)...... **حیات القلوب فی زیارة المحبوب** ۔: اس کتاب میں حج اور عمرہ کے مقامات کے علاوہ

دربارِ رسول میں حاضری کے آداب سکھائے ہیں اور لکھا ہے کہ دیگر مذاہب کے علاوہ حنبلی مذہب کے مطابق بھی یہی طریقہ پسندیدہ ہے کہ روضہ شریف کی جالیوں کی طرف منہ کر کے دعا کی جائے دعا کے وقت اس کو پیٹھ نہ کی جائے۔

(۴)...... **حلاوة الفهم فی ذکر جوامع الکلم**۔: اس کتاب میں آپ نے حضور کے ''جوامع الکلم'' کو جمع کیا ہے اور اس کی تشریح بیان فرمائی ہے۔

(۵)...... **ذریعة الوصول الیٰ جناب الرسول**۔ اس کتاب میں حضور ﷺ کی بارگاہ تک پہنچنے اور مقبولیت حاصل کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔

(۶)...... **رسالة فی ذکر افضل کیفیات الصلواة علی النبی صلی الله علیه وسلم**۔: حضور پر درود وسلام اس کے مختلف صیغوں اور اس کی مختلف کیفیات کا دل ربا بیان ہے۔

(۷)...... **روضة الصفافی اسماء المصطفیٰ**۔: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید اسماء گرامی کی تحقیق پر کتاب لکھی ہے۔

(۸)...... **زادالسفینه فی ا سامی المدینة**۔: محبوب کے شہر سے بھی کتنی محبت ہے کہ مدینہ شریف کے متعدد اسماء اور اس کی تشریح اور اس کے فضائل میں یہ کتاب تحریر فرمائی۔

(۹)...... **السیف الجلی علیٰ ساب النبی**۔: اس میں گستاخانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عبرتناک انجام اور ان کی شرعی سزا کو بیان کیا گیا ہے۔

(۱۰)...... **فتح القوی فی نسب آباء ا لنبی**۔: اس کتاب میں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد کے متعلق تفصیل سے احکامات بیان فرمائے ہیں۔

(۱۱)...... **وسیلة الغریب الیٰ جناب الحبیب**۔: اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ شفاعت اور توسل کو ثابت کیا گیا ہے۔

الغرض آپ کی اکثر تصانیف عشقِ مصطفیٰ کی خوشبوؤں سے مہک رہی ہیں۔ پھر بھلا ایسا عاشقِ رسول، بارگاہِ رسول میں کیوں نہ محبوب ومقبول ہوگا۔ چنانچہ حضور کی بارگاہ میں آپ کو جو قبولیت ملی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص آپ سے ایک فتویٰ لیکر اس کی تصدیق کے لیے آپ کے استاذ مخدوم ضیاء الدین کی خدمت میں گیا۔ مخدوم ضیاء الدین کو آپ کے اس جواب سے اتفاق نہیں تھا اس

لیے آپ نے تصدیق کرنے سے اس کو انکار کر دیا۔ رات کو مخدوم ضیاء الدین کو خواب میں حضور سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ محمد ہاشم جس طرح کہتے ہیں تم فتویٰ اسی کے مطابق دے دو۔ مخدوم نے صبح ہوتے ہی اس آدمی کو بلا کر مخدوم ہاشم کے اس جواب کی تصدیق کر دی اور پھر اس کے بعد سے کبھی جواب خود نہیں دیا بلکہ جو کوئی سائل آتا تھا اس کو مخدوم ہاشم کے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ فتویٰ در دستِ ایشاں دادہ اند۔ کہ فتویٰ اسی کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ اب تمام فتوؤں کے جواب وہی لکھے گا۔

اسی طرح ایک روز حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ وضو فرما رہے تھے اور ہاتھ دھوتے وقت کہنی سے کلائی کی جانب پانی بہا رہے تھے حضرت مخدوم محمد ہاشم نے عرض کیا کہ فقہی رو سے کلائی سے کہنی کی طرف پانی بہانا چاہیے۔ اس پر مخدوم ابوالقاسم نے فرمایا کہ میں نے حضور سرور کائنات کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔ اس پر مخدوم محمد ہاشم نے فرمایا کہ فقہ کی روایت تو اسی طرح ہے جیسا میں نے عرض کیا ہے باقی آپ کی مرضی ہے۔ اسی رات کو مخدوم ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ کو حضور کی زیارت ہوئی اور حضور نے فرمایا کہ اگرچہ تم نے مجھے اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے لیکن عمل اسی طرح کرو جس طرح محمد ہاشم کہتا ہے۔

ارشاد مخدوم ابوالقاسم:

شاید یہی وہ علمی اور روحانی مرتبہ اور محبوبیت کا مقام ہے جسے دیکھ کر مکلی کے آفتاب حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ تو بہت ہیں لیکن یہ مرد مجاہد (مخدوم ہاشم) اپنی شان اور مقام کا ایک ہی ہے۔ اور کبھی فرمایا کرتے تھے کہ آفرین ہے اس ماں پر جس نے مخدوم ہاشم جیسے کو جنا جس کی اس زمانہ میں کوئی نظیر اور مثال نہیں ہے۔

پاسبانِ شریعت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دین کا پاسبان بنا کر بھیجا تھا آپ نے دین اسلام اور احکامِ شرعیہ کی ترویج واشاعت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہر مہینہ بیسیوں ہندو آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا کرتے تھے۔ بدعات کے خاتمہ اور احکام شریعت کی ترویج واشاعت کے لیے آپ نے خود بھی تبلیغ فرمائی اور بادشاہانِ وقت کو اپنے خطوط کے ذریعہ اس طرف راغب کیا چنانچہ آپ نے نادر شاہ اور احمد شاہ کو چند خطوط ارسال فرمائے اور تقویتِ احکام دین کی طرف ان کو متوجہ کیا سندھ کا اس وقت کا حاکم میاں غلام شاہ کلھوڑا

عباسی آپ کا بڑا معتقد تھا اس کے ذریعہ آپ نے تمام سلطنت کے حکام اور افسران کو ایک سرکاری حکم بھی جاری کروایا جس کے ذریعے دین کو بڑی تقویت ملی۔ فارسی حکم نامہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

> جناب مخدوم محمد ہاشم کے ارشاد کے مطابق تمام معالی حکومت حال اور مستقبل کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اسلامی مقدمات کا اجراء کیا جائے۔ ماتم تابوت اور دیگر بدعتیں جنکا عاشورہ کے دنوں میں ارتکاب کیا جاتا ہے اور نشہ آور تمام چیزیں اور قمار بازی اور رنڈی بازی، خواتین کا قبرستان اور پہاڑوں اور تفریح گاہوں میں جانا اور بوقتِ تعزیت چیخ چیخ کر رونا تمام جانداروں کی تصویریں بنانا، ہندوؤں کا بازاروں اور دکانوں میں گھٹنے ننگے کر کے چلنا اور مسلمان جو ایک مشت سے کم داڑھی رکھتے ہوں اور ہندووں کا ہولی کھلے عام منانا' بتوں کے آگے سجدہ کرنا' ڈھولک باجے وغیرہ سے سختی کے ساتھ حکمِ امتناعی جاری کیا جائے۔ سخت کوشش کی جائے کہ رعایا محرمات اور بدعات کے مرتکب نہ ہونے پائے نیز تمام مسلمانوں کو نہایت سخت تاکید کی جائے کہ وہ نماز روزہ اور تمام عبادات مالی اور جانی پر عمل کریں اور اس میں ذرا بھی کوتاہی اور سستی نہ کریں۔
>
> (۲؍شعبان ۱۱۷۲ھ)

اس حکم نامہ کے بعد بعض حاسدوں اور مخالفوں نے میاں غلام شاہ کلھوڑا کو حضرت مخدوم سے بدول اور بدگمان کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی کوششیں رائیگاں گئیں اور میاں غلام شاہ کلھوڑا نے آپ کو قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس بنا کر آپ کے تمام مخالفین کے منہ بند کر دیے۔

مناظرہ:

آپ کے ایک ہم عصر مخدوم محمد معین جو اپنے وقت کے متبحر عالم تھے لیکن تفضیلی شیعیت کی طرف مائل تھے ان سے اکثر آپ کے تحریری مباحثے اور مناظرے ہوتے جس میں آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت اور افضلیت اور محرم پر ماتم کی حرمت وغیرہ پر بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں اور مخدوم محمد معین کا رد کیا۔ ایک دفعہ مخدوم محمد معین نے آپ کو ایک رباعی لکھ کر بھیجی۔

اے واعظ خوش کلام شیریں پیغام
------ بسواد ------ کن تمام

با روئے سیہ خاک بسر فاش بگو
در تعزیتِ حسین صبر است حرام

اس کے جواب میں آپ نے بھی ایک رباعی لکھ کر ان کو ارسال فرمائی۔

اے عاشقِ صادق محب خوش نام
در تعزیتِ حسین کن حزن تمام

با سوزِ دلت اشک ہمی ریز زچشم
لیکن ندہی رازِ محبت بہ عوام

اس سے مخدوم محمد ہاشم کی شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے محبتِ اہل بیت کا بھی پتا چلتا ہے۔

تصانیف:

مختلف علمی موضوعات پر آپ کی محققانہ اور عالمانہ تصانیف کی تعداد تین سو تک پہنچتی ہے جو سب اپنے اپنے موضوع پر ایک لاجواب اور بے مثال انسائیکلو پیڈیا ہیں ان میں سے کچھ کی تفصیل مخدوم امیر احمد نے مقدمہ بذل القوۃ میں اور کچھ مخدوم ابراہیم نے تکملہ مقالات الشعراء میں دی ہے۔ آپ کی کچھ کتابیں چھپ چکی ہیں لیکن کئی کتابیں قلمی ہیں جو سندھ کے بعض نادر کتب خانوں میں الماریوں کی زینت ہیں ایک بار راقم الحروف ٹھٹھہ شاہجہاں مسجد کے خطیب مفتی عبداللطیف مرحوم کے پاس آیا اور ان کے نادر قلمی کتب خانہ کو دیکھنے کی آرزو ظاہر کی انہوں نے ازراہِ عنایت اس فقیر کو دکھانے کے لیے جب الماری کھولی تو اس میں سے بے شمار دیمک گرنی شروع ہوگئی جو مخدوم محمد ہاشم کی قلمی نایاب اور نادر کتابوں کو کھا چکی تھی۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ قلمی ذخیرہ کافی حد تک ضائع ہو چکا ہے اور جن کے پاس باقی ہے وہ کسی کو دینے کے لیے تیار نہیں۔

وصال:

اخیر ایام میں آپ کو سخت بخار اور سخت اسہال کی شکایت ہوگئی تھی جس کے باعث سخت ضعف تھا لیکن

اس کے باوجود آپ نے تیمّم کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی اور اپنے صاحبزادے مخدوم عبداللطیف کو نصیحت فرمائی کہ نمازِ فجر کی ادائیگی میں کچھ شک ہے لہٰذا اس کا فدیہ ادا کر دینا۔

۶؍ رجب المرجب ۱۱۷۴ھ کو جمعرات کے دن دوپہر کو علم و فضل کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ آپ کی نماز جنازہ مخدوم محمد باقر نے پڑھائی۔

کرامات:

جس مکان میں آپ نے بیماری کے ایام گزارے اور جہاں آپ کا وصال ہوا اور آپ کو غسل و کفن دیا گیا وہ مقام چھ ماہ تک مشک کی خوشبوؤں کی طرح مہکتا رہا۔ غسل دینے والے اولیاء کرام نے یہ بھی دیکھا کہ آپ کو غسل دیتے وقت آپ کا قلب ذکرِ الٰہی سے جاری تھا چنانچہ ایک شاعر رجا ٹھٹوی لکھتے ہیں۔

بروے تختہ غسل عجب داں
همانا داشت ذکرِ قلبی آں گاہ

بنوعی کز سماعش حاضراں را
بر آمد بر زباں سبحان اللہ

تاریخ وفات:

آپ کی وفات پر بہت سے علماء و مشائخ اور شعراء نے اشعار کہے اور تاریخ وفات کہیں۔ چنانچہ غلام علی مداح ٹھٹوی نے کہا۔

مہ سپہر کرامت محمد ہاشم
کہ بود خاطرش از نور علم مالا مال

چو سالِ رحلت او ز عقل جستم گفت
کہ ”انہ دخل الجنت“ ہست سالِ وصال
۱۱۷۴ھ

محمد رفیع ٹھٹوی نے لکھا۔

نیّرِ برجِ شریعت ماحیِ کفرو ظلام
واقفِ سرِّ حقیقت و عالمِ علمِ اصول

چوں بہ جستم سالِ فوتِ آں بہارِ باغِ دین
ہاتفم گفتا کہ گل شد مشعلِ دینِ رسول
۱۱۷۴ھ

میاں محمد رحیم ٹھٹوی نے آپ کو زمانہ کے بوحنیفہ کے نام سے یاد کرتے ہوئے لکھا۔

بوحنیفۂ عصر خاذل اہل کفر
رختِ خود بستہ سوئے جنت شتافت

سالِ فوتش ز خرد جستم بگفت
در جوارِ مصطفٰی ماویٰ یافت

مزار: آپ کا مزار مبارک ٹھٹہ مکلی میں عیدگاہ کے قریب حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندی کے مزار شریف کے جنوب میں واقع ہے۔

خلفاء:

قطبِ وقت حضرت فقیر اللہ علوی علامہ ابوالحسن صغیر اور آپ کے صاحبزادے مخدوم عبداللطیف ٹھٹوی یہ وہ کاملین ہیں جنہوں نے آپ سے علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علومِ باطنی کی بھی تکمیل کی اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

مخدوم معین بھی اگرچہ آپ ہی کے شاگرد ہیں لیکن بعد میں انہوں نے اپنا عقیدہ تفضیلی شیعہ اختیار کرلیا تھا۔

(۲۶)

حافظ محمد ہاشم جان سرھندی

☆☆

سرھندی مجددی خاندان کا ایک جگمگاتا ہوا آفتاب وماہتاب، جو اپنے اجداد یعنی حضرت عمر

بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے محاسنِ صوری اور معنوی کا جگمگاتا ہوا آئینہ تھا۔ صورت ایسی کہ نظر ہٹانے کو جی نہ چاہے۔ اور صحبت ایسی کہ وہاں سے ہٹنے کو جی نہ چاہے۔ صاحبِ علم ومعرفت ایسے جیسے ایک بحرِ زخّار لیکن تواضع اور خوش خلقی ایسی جیسے ابرِ نوبہار، چونکہ آپ راقم الحروف کے والد گرامی حضرت شاہ مفتی محمد محمود صاحب الوری نقشبندی کے اجمیر شریف میں ہم سبق رہنے کی وجہ سے گہرے دوست تھے اس لیے ان کا ہمارے یہاں اور ہمارا ان کے یہاں اکثر آنا جانا رہتا تھا، جس کی وجہ سے اس مجسمۂ حسن واخلاق کی کیف بار صحبتوں سے اس راقم الحروف کو بھی لطف اندوز ہونے کے خوب مواقع میسر آئے۔

ولادت:

ماہ ذیقعد ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء کو ٹنڈو سائیں داد (تحصیل ٹنڈو محمد خان ضلع حیدر آباد سندھ) میں آپ کی ولادت ہوئی آپ حضرت خواجہ محمد حسن جان مجددی کے دوسرے لاڈلے صاحبزادے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب تیرہویں پشت میں حضرت مجدد الف ثانی سے ملتا ہے۔

تعلیم وتربیت:

سب سے پہلے آپ کے حفظ قرآن کے لیے قاری حافظ احمد صادنبیری کا تقرر کیا گیا جن سے آپ نے گیارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا آپ کے حفظ قرآن کی خوشی میں آپ کے والد نے ایک عظیم الشان دعوتِ طعام کا اہتمام کیا۔ شعرائے وقت نے تاریخیں کہیں ایک شاعر نے آپ کے حفظِ قرآن کی لفظ ''حافظ ھاشم'' سے ۱۳۳۵ھ تاریخ نکالی اس کے بعد آپ نے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتب اپنے والد گرامی سے پڑھیں اور تکمیل کے لیے اجمیر شریف تشریف لے گئے جہاں مدرسہ معینیہ میں وقت کے نامور منطقی استاد حضرت علامہ مولانا معین الدین اجمیری سے چند سال لگ کر معقولات ومنقولات کی منتہی کتابیں پڑھیں۔ اس کے علاوہ ٹونک میں حکیم سید برکات احمد ٹونکی، فرنگی محل میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی، سید امیر علوی اجمیری سے بھی اکتسابِ علوم وفنون کیا۔ اسی زمانہ میں مولانا معین الدین اجمیری کے بھائی حکیم نظام الدین سے آپ نے علمِ طب کی تعلیم حاصل کی اور اس میں بھی کمال حاصل کیا سندھ واپس آکر تدریس وارشاد اور طبابت میں مصروف ہوگئے۔

استاذ کی نظر کرم: آپ کے استاذ علامہ مولانا معین الدین اجمیری کی آپ پر کس قدر نظرِ کرم تھی اس کا

اندازہ اس سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ جس زمانہ میں آپ منطق کی ایک اہم کتاب قطبی اور میر قطبی کا درس لے رہے تھے، مولانا معین الدین کو برٹش گورنمنٹ کے خلاف باغیانہ سرگرمیوں اور فرنگی غاصبوں کے خلاف ایک فتویٰ جاری کرنے کی پاداش میں قید کی سزا ہوگئی، لیکن آپ کے استاذ نے یہ گوارا نہیں کیا کہ میرے اس لائق شاگرد کے اسباق میں حرج ہو اس لیے جیل سے آپ کو قطبی اور میر قطبی اور شمسیہ کے اسباق کی شرح لکھ کر بھیجتے رہے اور یہ شاگرد رشید استاذ کی ان تحریروں سے اکتساب فیض کرتا رہا مولانا معین الدین کے وہ اسباق جو آپ نے جیل سے لکھ کر بھیجے تھے ان کو قاضی حمایت اللہ نے راقم الحروف کے والد گرامی حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری نقشبندی کی کوششوں سے طبع کرا کر درسِ نظامیہ کے طلبہ کے لیے ایک بیش قیمت تحفہ مہیا کر دیا۔ اس کتاب کا نام ''معین المنطق'' رکھا گیا اس کتاب کے ''حدیث آغاز'' میں پیر ہاشم جان مجددی تحریر فرماتے ہیں کہ ''آج پینتالیس سال کے بعد مکاتیب علیہ کو مرتب کر کے شائع کیا جا رہا ہے اس نادر روزگار کاوش فنی وقلمی کی اشاعت کے سلسلہ میں علمی حلقوں کو جناب محترم علامہ مفتی محمود صاحب الوری کا بطورِ خاص شکر گزار ہونا چاہیے کہ جن کی ذاتی دلچسپی اس کی اشاعت کا سبب اور محرک بنی۔ کیونکہ شرف تلمذ کے لحاظ سے ممدوح الشان میرے برابر کے شریک ہیں اور چاہتے ہیں کہ حال اور مستقبل کے جملہ طالبان منقولات ومعقولات حضرت استاذی کے تبرکات سے مستفید ہوتے رہیں۔

خلافت:

آپ اپنے والد کے بڑے منظورِ نظر تھے، انہی سے روحانی فیض حاصل کیا، انہی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی، انہی سے سلوک کی منزلیں طے کیں اور انہیں سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں اجازت وخلافت حاصل کی۔

عشقِ مصطفیٰ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے آپ کا عشق کمال کو پہنچا ہوا تھا، اکثر وبیشتر درود شریف آپ کے وردِ زبان ہوتا تھا، اور دوران وعظ جب کبھی نام مبارک آپ کی زبان پر آتا تو آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔ اور ایک عجیب کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی تھی، آپ کی تقریر اور وعظ کا موضوع اکثر محبت اور سیرتِ مصطفیٰ ہوتا تھا۔ بعض دفعہ لوگ آپ سے کسی اور موضوع پر بولنے کے لیے عرض کرتے تو آپ جواب میں یہ شعر پڑھتے تھے۔

که ماقصهٔ سکندر و دارا نه خوانده ایم
از ما بجز حکایتِ مهر و وفا مپرس

اگر اس طرف عشقِ صادق تھا تو اس طرف سے بھی محبوب کی خاص نظرِ کرم تھی، چنانچہ ایک دفعہ کوئٹہ کے قیام کے دوران آپ سخت بیمار ہوئے سخت تکلیف سے بے چین تھے کہ رات کو آنحضرت ﷺ کی زیارت آپ کو نصیب ہوگئی جس سے آپ کو قرار آتا چلا گیا۔

علمی و دینی خدمات:

آپ کا اکثر وقت دینی اور علمی خدمات میں گزرا، شروع میں آپ سال کے چار مہینہ گرمیوں کے کوئٹہ میں گزارتے تھے اور بقیہ ایام ٹنڈو سائیں داد میں رہتے تھے، آخری عمر میں آپ نے کراچی میں نارتھ ناظم آباد میں کوٹھی خرید کر وہیں رہائش اختیار کرلی تھی۔ کوئٹہ میں قیام کے دوران آپ ہر جمعہ اور ہفتہ کو پولیس لائن اور فوجی چھاؤنی میں فوجیوں سے خطاب فرماتے تھے کیونکہ افواج پاکستان میں آپ کے کثرت سے ارادت مند اور عقیدت مند تھے۔ اس کے علاوہ ریڈیو پاکستان کوئٹہ سے پشتو زبان میں آپ کی تقریریں بھی آتی تھیں۔

یہ آپ کا کمال تھا کہ آپ کئی زبانوں مثلاً، پشتو، عربی، فارسی، سندھی اور اردو پر ایسی مہارت رکھتے تھے کہ ہر زبان آپ کی مادری زبان محسوس ہوتی تھی، کراچی کے زمانۂ قیام میں ہر جمعہ کو آپ نے اپنے مکان پر وعظ و ارشاد کی محفل کا اہتمام فرما رکھا تھا جس میں آپ کے مریدین شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کا ذکر اور مراقبہ کے بعد اخیر میں خطاب ہوتا تھا۔ سندھ اور بلوچستان میں آپ کے ہزاروں مریدین ہیں۔ مذہبی کتب کی ترویج و اشاعت اور دینی مدارس کی ترقی کے لیے آپ ہر وقت کوشاں رہتے تھے راقم الحروف کے والد گرامی نے حیدرآباد میں ایک دار العلوم **رُکْنُ الْاِسْلَام جَامِعَة مُجَدِّدِيَة** کے نام سے قائم فرمایا تو آپ نے اس کی تعلیمی ترقی کے لیے بھرپور تعاون فرمایا حتیٰ کہ درس نظامیہ اور دورۂ حدیث کے منتہی طلبہ کے امتحان کے لیے آپ خود تشریف لاتے تھے اور بڑی عرق ریزی سے طلبہ کا امتحان لیتے تھے۔ اس دار العلوم سے آپ کو خصوصی محبت تھی یہاں پڑھانے کے لیے سندھ کے مدرسین اور علماء کا انتخاب بھی آپ ہی فرمایا کرتے تھے کسی مدرس کی تقرری سے قبل تجرباتی طور پر جو تدریسی نشست ہوتی تھی اس میں آپ خود شریک ہوکر اس استاذ کی تدریسی صلاحیت کا اندازہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ راقم الحروف

بیضاوی شریف کا اسی دارالعلوم میں درس دے رہا تھا تو آپ درس میں تشریف لے آئے پورا مکمل درس سنا اور بعد میں والدِ گرامی سے بڑی تعریف فرمائی اور مجھے بڑی دعاؤں سے نوازا۔

اندازِ گفتگو:

آپ کی گفتگو اور کلام کا انداز بڑا دلکش اور دلربا تھا۔ راقم الحروف کیساتھ بڑی محبت اور شفقت فرمایا کرتے تھے، ایک روز خصوصی کرم فرماتے ہوئے کوئٹہ سے راقم الحروف کے لیے موزے لیکر آئے اور یہ کہہ کر عطا فرمائے کہ:

> یہ موزے آپ کی پابوسی کے لیے کوئٹہ سے چل کر آئے ہیں۔ لہٰذا ان کا دل نہ توڑیں۔

والد صاحب قبلہ سے دوستانہ انداز میں مگر تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے جو نوک جھوک ہوتی تھی اس پر ہزار مزاح اور اس کی لطافتیں قربان۔ خط و کتابت میں بھی بہت خوبصورت چھیڑ چھاڑ ہوتی تھی محفل میں بھی اکثر مزاح کا رنگ غالب ہوتا تھا، جب والد صاحب جواب دیتے تھے تو آپ بہت محظوظ ہوکر مسکراتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ مزے دار باتیں سننے کے لیے ہی تو آپ کو چھیڑتا ہوں۔

سیاسی و ملی خدمات:

دینی و ملی تحریکوں سے آپ کو ابتداء ہی سے شغف رہا۔ تحریک خلافت میں اپنے استاد مولانا معین الدین اجمیری کے ساتھ بھرپور حصہ لیا برصغیر کے طول و عرض میں جلسوں سے خطاب کیا میٹنگوں میں شرکت کی صوبہء سندھ میں تحریک کو پروان چڑھایا۔ انگریز کے تسلط اور غاصبانہ سرگرمیوں کے خلاف جدوجہد میں اپنے استاذ محترم مولانا معین الدین اجمیری کا بھرپور ساتھ دیا، چنانچہ جب آپ کے استاذ کا یہ فتوی شائع ہوا کہ اس فرنگی دور میں پولیس اور فوج کی نوکری حرام ہے تو یہ اشتہار چسپاں کرنے کے جرم میں آپ کے چند ساتھی گرفتار ہوگئے اور آپ بھی معتوب قرار دیے گئے لیکن آپ کے واپس سندھ آجانے پر معاملہ رفع دفع ہوگیا۔

تحریک پاکستان کے سلسلہ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ مسلم لیگ کی حمایت اور معاونت میں بھرپور کام کرتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد مجاہدین کشمیر نے آزادی کشمیر کے لیے جہاد شروع کیا تو آپ نے اپنے مریدین کو جہاد میں شریک ہونے پر تیار کیا چنانچہ آپ کے حکم پر ہزاروں مریدین جمع ہوگئے لیکن

حکومت پاکستان کی طرف سے اس کی اجازت نہ مل سکی۔

۱۹۵۲ء میں اس مملکت خداداد پاکستان کے اندر اسلامی دستور کے لیے بھرپور جدوجہد فرمائی اور حکومت کے چیلنج پر علماء کرام کا جو اجلاس ہوا اس میں آپ نے نمایاں طریقہ سے حصہ لیا اسی اجلاس میں ۲۲ ر نکات منظور کیے گئے۔

لواری شریف (سندھ) کے متعلق جب آپ کو یہ خبر ملی کہ عرس کے موقع پر وہاں حج کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے تو اس فتنہ کے انسداد کے لیے آپ نے سب سے پہلے مضامین لکھے جو سندھ کے اخبارات میں شائع ہوئے اور بعد میں کتابی صورت میں بھی شائع ہوئے۔ آپ نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس فتنہ پر ہمیشہ کے لیے پابندی عائد کی جائے۔

آپ کے دل میں پاکستان کی سلامتی اور مسلمانوں کا بے پناہ درد تھا۔ وہ دشمنانِ اسلام کے خلافِ شمشیرِ بے نیام تھے۔ جی ایم سید ابتداءً آپ کے والد گرامی خواجہ محمد حسن جان کے حلقۂ ارادت سے وابستہ تھے جب ان کے خیالات تبدیل ہو گئے تو آپ نے ان سے تعلقات ختم کر لیے، ایک دفعہ آپ مدینہ طیبہ میں روضۂ اطہر کے سامنے تلاوتِ کلام اللہ میں مصروف تھے کہ سید عبدالہادی اور جی۔ ایم۔ سید وہاں آپ سے ملنے آ گئے لیکن آپ نے جی۔ ایم۔ سید کے ساتھ مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا ”خدا اور رسول کے خلاف جملوں کی وجہ سے مجھے تم سے نفرت ہے“ یہ کہہ کر تلاوت پھر شروع کر دی بعد میں جی۔ ایم۔ سید کو آپ نے پیغام بھیجا کہ آپ سے مجھے کوئی ذاتی مخاصمت نہیں ہے سوائے اس کے جو آپ نے اپنی تحریروں سے مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا ہے اگر آپ اپنی ان کارگزاریوں سے تائب ہو جائیں اور مجھے تائب ہونے کی چند سطور لکھ دیں تو میں یہیں سے سندھ کے اخبارات کو آپ کے تائب ہونے کی خبر بھیجدوں اس کے بعد میں آپ سے خود ملنے کے لیے آپ کے پاس آ جاؤں گا۔ اس کے جواب میں جی۔ ایم۔ سید نے لکھا کہ میں تو پہلے ہی تائب ہو چکا ہوں[۲]۔

آپ سے پوچھا گیا کہ اس وقت ملک پاکستان مختلف قسم کے فتنوں میں گھرا ہوا ہے آپ کے نزدیک ان میں سب سے بڑا فتنہ کونسا ہے؟

تو آپ نے فرمایا یہاں لادینیت سب سے بڑا فتنہ ہے اور اس کی پرورش کرنے والے شیخ ایاز اور جی۔ ایم۔ سید ہیں ان لوگوں نے اصولِ دین پر رکیک حملے کیے ہیں، یہ قادیانیت سے زیادہ خطرناک ہیں

کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان نہیں سندھی ہیں اور نئی پود کو سندھی قومیت کی بنیاد پر ابھار رہے ہیں اور ان میں تعصب پیدا کر رہے ہیں جو انتہائی خطرناک ہے سندھ میں جب ملک دشمن عناصر نے اپنے سیاسی مفادات کے خاطر نئے اور پرانے سندھیوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا کر کے نوبت فساد تک پہنچا دی تو آپ نے رات دن ایک کر کے پورے سندھ کے دورے کیے خطوط لکھے، بیانات دیے، اور اس فتنے کا مکمل سدباب کر کے اتفاق اور بھائی چارہ کی فضاء پھر سے پیدا کر دی۔

پاکستان میں جب سوشلزم کا فتنہ نمودار ہوا تو اس کی سرکوبی کے لیے بھی آپ نے حتی المقدور کوششیں فرمائیں۔ چنانچہ حیدر آباد میں اسمبلی کی ایک نشست کے لیے سوشلسٹ امیدوار کے مقابلہ میں ایک مشترکہ امیدوار کھڑا کرنے کی غرض سے اس حلقہ کے تمام امیدواروں نے آپ کو اور حضرت قبلہ مفتی محمد محمود صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ کو تحریری طور پر ثالث مقرر فرمایا چنانچہ آپ حضرات نے غور و خوص کے بعد قاضی محمد اکبر کے حق میں فیصلہ دیا اور ان کو امیدوار نامزد کیا۔ اس فیصلہ کی دستاویزات راقم الحروف کے پاس موجود ہیں جس پر پیر ہاشم جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ مفتی محمد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور تمام امیدواران کے دستخط موجود ہیں۔

علماء سے مراسم:

علمائے اہل سنت میں سے مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی، مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں، مولانا سید ابوالبرکات صاحب، مولانا مشرف احمد صاحب، مولانا محمد مظہر اللہ سے آپ کے بہت اچھے تعلقات تھے محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت اور مولانا مشرف احمد صاحب کی علمیت اور فتوی نویسی سے آپ بہت متاثر تھے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بارے میں آپ فرماتے تھے:

> فاضل بریلوی نے عظیم کارنامے انجام دیے ہیں وہ اس دور کے عظیم علماء میں شامل ہیں اگر فاضل بریلوی اپنے دور کے ان فتنوں کا سدباب نہ کرتے اور ان لوگوں کا شدید مقابلہ نہ کرتے تو نہ معلوم آج وہ طوفان کہاں پہنچتا۔[۳]

تحریری کام: دینی اور ملی خدمات میں دن رات مصروفیت کے باعث آپ تصنیف و تالیف کی طرف

بھرپور توجہ نہیں دے سکے تاہم بعض تراجم آپ کی یادگار ہیں۔

۱...... **قرۃ العیون فی سیرۃ الامین المامون،** (مصنفہ ابن سید الناس)
(سندھی ترجمہ کیا جو غیر مطبوعہ ہے)
۲...... **فرائض الاسلام** (مصنفہ مخدوم محمد ہاشم) کا ترجمہ کیا
۳...... **العقائد الصحیحہ** (مصنفہ محمد حسن جان) کا اردو ترجمہ کیا
۴...... **طریق النجات** (مصنفہ محمد حسن جان) کا اردو ترجمہ کیا
۵...... **اذکار معصومیہ** (مصنفہ خواجہ محمد معصوم) کا سندھی ترجمہ کیا
۶...... **مقدمہ عمدۃ المقامات** (فارسی)

وفات: آپ کی وفات حسرت آیات ۲۱ر رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ مطابق ستمبر ۱۹۷۵ء بمقام شاہ بوکلی نزد کوئٹہ میں ہوئی۔ جسد اطہر ٹنڈو سائیں داد لایا گیا اور آبائی قبرستان ''کوہ گنجہ'' میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

شعر و سخن: اشعار آپ کہتے نہیں تھے البتہ اساتذہ کا کلام آپ کو از بر یاد تھا اور آپ کی گفتگو خوبصورت اردو، فارسی اور عربی کے اشعار سے مزین ہوتی تھی۔

اولاد:

آپ نے دو شادیاں کیں آپ کی پہلی شادی آپ کے والد گرامی کی بھانجی یعنی حضرت شیرین جان آغا کی صاحبزادی سے ہوئی ان کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے ایک فضل اللہ (ولادت ۱۳۴۲ھ) اور دوسرے محمد زبیر اور تیسرے محمد عابد جان۔ دوسرے صاحبزادے بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے، دوسری شادی آپ نے کوئٹہ میں کی جس سے آپ کے ایک صاحبزادے حامد جان اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں۔

(۲۷)

مفتی محمد عبداللہ نعیمی

☆☆

مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے ان عظیم نقشبندی بزرگوں میں سے ہیں جو علم ظاہر اور باطن کے جامع تھے جن کے دم سے ایک طرف مسندِ تدریس وافتا آباد تھی تو دوسری طرف مسندِ رشد و ہدایت کو

چار چاند لگے ہوئے تھے۔ جو علم وعمل اور زہد واتقاء میں اسلاف کا نمونہ تھے۔ اندرونِ سندھ دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کے ذریعہ آپ نے علومِ دینیہ اور مسلکِ حقہ اہل سنت والجماعت کی جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

ولادت:

آپ ایرانی مکران کے محلہ ریکسر ادارہ پل مقام چاہ بار مکران، ایران میں پیدا ہوئے آپ کا سنہ ولادت ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء ہے۔

والد گرامی:

آپ کے والد گرامی کا نام محمد رمضان تھا جو ۱۹۳۵ء میں بلوچستان سے نقل مکانی کر کے سندھ منتقل ہو گئے تھے اور ملیر (کراچی) میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔

تعلیم:

آپ نے کراچی میں ہی یہاں کے مقتدر علماء سے علومِ عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی، آپ کے اساتذہ میں یہ نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں (۱)......مولانا حکیم اللہ بخش سندھی (۲)......مولانا حافظ محمد بخش جیلمی (۳)......مولانا محمد عثمان مکرانی (۴)......تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی مراد آبادی۔ آپ نے حضرت تاج العلماء کے زیر سایہ دارالعلوم مخزن عربیہ (کراچی) سے دورۂ حدیث کیا اور ۱۹۶۰ء میں سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

دارالعلوم کا قیام:

تحصیلِ علم کے بعد اب اس نور سے مخلوقِ خدا کو فیضیاب کرنے کے لیے آپ نے ۱۹۵۵ء سے گوٹھ صاحبداد میں تعلیم القرآن کے نام سے جو مدرسہ قائم کیا ہوا تھا اس کو دارالعلوم کی شکل دے دی اور دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کے نام سے اس کو علومِ عقلیہ اور نقلیہ کی تدریس کا سندھ میں ایک بہت بڑا مرکز بنا دیا۔

تعمیر دارالعلوم:

۱۹۶۱ء میں جب دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کی تعمیر شروع ہوئی تو آپ نے خود بنفس نفیس عام مزدوروں کے

ساتھ مل کر اس دار العلوم کی تعمیر میں حصہ لیا جس سے آپ کی بے نفسی، خلوص اور علومِ دینیہ کی اشاعت اور دار العلوم کے قیام سے آپ کے والہانہ شغف کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

دار العلوم کا نظم و ضبط:

دار العلوم کا بہترین اور مثالی انتظام و انصرام آپ کی لاجواب انتظامی صلاحیتوں کا آئینہ دار تھا۔ راقم الحروف ایک بار آپ کی زندگی میں دار العلوم حاضر ہوا تو اساتذہ کا اندازِ تدریس طلبہ کا حسنِ ادب کھانے کے وقت طلبہ کا مثالی نظم و ضبط نماز کے اوقات میں ہر طالب علم کا جماعت میں شرکت کے لیے ذوق و شوق کے ساتھ مسجد کی طرف پیش قدمی کرنا، ہاسٹل کی نظافت اور پاکیزگی الغرض ہر چیز مثالی اور نرالی تھے۔ اس کے متعلق جسٹس سید مفتی شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے چند لفظوں میں جو اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے اس کے متعلق اس سے بہتر تبصرہ ممکن نہیں آپ فرماتے تھے ”طلبہ میں اتنا عظیم الشان نظم و ضبط صرف مفتی صاحب کی کرامت کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے“۔

دار العلوم کے طلبہ سے اپنی اولاد کی طرح پیار اور محبت فرماتے تھے ان کی ہر آسائش کا خیال رکھتے تھے ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نوش فرماتے تھے۔ وہ بیمار ہو جاتے تو خود علاج کراتے تھے خود بھی سادگی کو شعار بنایا اور اسی کی طلبہ کو ہمیشہ نصیحت کی۔ یہی وہ کشش تھی جس کے باعث طلبہ دور دور سے آپ کے پاس کھنچے چلے آتے تھے اور دار العلوم طلباء سے ہمیشہ معمور رہتا تھا۔

بیعت و خلافت:

آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں الحاج سید عبد الخالق شاہ مکرانی سے بیعت تھے اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت الحاج عبد اللہ سونگی سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے جو حضرت میاں فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ (وھیڑ شریف) کے خاص خلیفہ اور کامل نقشبندی بزرگ تھے ان سے آپ شرف بیعت رکھتے تھے۔ انہی سے مدارج سلوک طے کیے اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ لیکن کسرِ نفسی کے باعث آپ نے عام طور پر بیعت کرنے سے ہمیشہ احتراز فرمایا البتہ آخر زمانہ میں چند حضرات کو آپ سے بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حج بیت اللہ:

۱۹۷۱ء میں آپ کو زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس سال حج اکبر تھا اور وہ بھی آپ

کو مفتی اعظم ہند اور شہزادۂ امام احمد رضا حضرت شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں حاصل ہوا۔ صرف ایک بار نہیں بلکہ کئی بار آپ کو عمرہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی۔

فتوی نویسی:

تبلیغ اور تدریس کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ فتوی نویسی کے میدان میں بھی آپ نے بے مثال کارنامے انجام دیے فتوؤں کے جواب ایسے جامع مدلل اور عقلی و نقلی دلائل سے مرصع ہوتے۔ نتیجہ کہ سائل کی مکمل تسلی و تشفی ہوجاتی تھی بلکہ اس کے سامنے مخالفین کے لیے بھی بولنے کی گنجایش نہیں رہتی تھی۔ اپنی فتاوٰی نویسی میں آپ نے اس میدان کے بڑے بڑے شہسواروں سے دادِ تحسین وصول کی چنانچہ جسٹس مفتی شجاعت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہنا پڑا کہ۔

> آپ کے فتاوٰی ہاں یا نہیں تک محدود نہیں تھے بلکہ آپ کے فتاوٰی نہایت مدلل اور نصوصِ کتب سے مالا مال ہوتے تھے اندرون سندھ کے لیے وہ بلاشبہہ مرجع فتاوٰی تھے اور بڑے اہم فتاوٰی ان کے پاس آتے تھے۔

آپ کے صاحبزادے اور جانشین علامہ صاحبزادہ محمد جان نعیمی نے آپ کے فتوؤں پر مشتمل پہلی جلد فتاوٰی مجددیہ نعیمیہ کے نام سے ۱۴۲۱ھ میں شائع کردی ہے جو اہلِ علم کے لیے ایک زریں تحفہ ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے اس مجموعہ کی ترتیب' تدوین اور تحشیہ میں جو محنت شاقہ کی ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کی بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

عادات وخصائل:

آپ بے حد شفیق، خلیق، ملنسار، متقی، پرہیزگار، مشکوک چیزوں سے بھی اجتناب فرمانے والے، بڑے مہمان نواز، بڑے حلیم اور بُردبار انسان تھے۔ عشقِ رسول آپ کا طرۂ امتیاز تھا، اس کی گواہی خود آپ کے استاذ کی زبانی سنیے حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی ناظمِ تعلیمات جامعہ نعیمیہ کراچی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ محترم تاج العلماء مفتی محمد عمر صاحب نعیمی اشرفی قدس اللہ سرہ القوی کو موصوف کے علم و فضل، زہد و تقوٰی، شوق مطالعہ تفقہ فی الدین اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق ومحبت کی تعریف کرتے ہوئے بار بار سنا ہے۔

آپ کو قلمی کتابیں جمع کرنے کا بیحد شوق تھا سندھ اور بلوچستان کے نامور علمی گھرانوں دکانوں اور

لائبریریوں سے آپ نے قلمی کتب یا ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں حاصل کر کے اپنے پاس ایک نادر ذخیرہ جمع کیا۔ ایک دفعہ آپ اس فقیر کے پاس بھی اسی سلسلہ میں تشریف لائے تھے اور اس فقیر کے آباؤ اجداد کے کتب خانہ میں جو قلمی کتب ہیں ان کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی فقیر نے ان کے ذوق وشوق کو دیکھتے ہوئے تمام قلمی کتب ان کو دکھائیں ان میں سے ۱۲۴۴ھ کی قلمی نہایت خوش خط لکھی ہوئی ایک تصوف کی کتاب نجم العلم شرح عین العلم آپ کو بہت پسند آئی آپ نے اس کی فوٹو کاپی کرانے کی خواہش ظاہر کی اور اس کو اپنے ساتھ لے گئے چند دنوں کے بعد اس کی فوٹو کاپی کرا کے اپنے پاس رکھی اور اصل کتاب کی دوبارہ نئی جلد بنوا کر وہ فقیر کو واپس کر دی۔ یہ احتیاط اور امانت داری آپ جیسے علمائے باعمل کا ہی خاصہ تھا۔

علماء کا ادب:

حضور سرورِ کائنات کی نسبت اور حضور کے علم کی نسبت کی وجہ سے سادات کرام اور علمائے کرام، مشائخ عظام کا بیحد ادب واحترام کیا کرتے تھے، یہ ان کے عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک واضح نشانی تھی۔

ایک روز فقیر اپنے مقالہ ''سندھ کے صوفیائے نقشبند'' کے سلسلہ میں کچھ معلومات حاصل کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ حاضر ہوا تو آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اپنی جگہ پر بڑے اصرار کے ساتھ فقیر کو بٹھایا اور بڑی تواضع کے بعد رخصت کرتے وقت کچھ نذرانہ بھی دیا۔ یہ فقیر شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا۔ لیکن آپ نے فرمایا یہ ہمارے یہاں کا دستور ہے کہ جو بھی کسی بزرگ کی اولاد آتی ہے ہم اس کی خدمت میں ضرور نذرانہ پیش کرتے ہیں آپ بھی بزرگوں کی اولاد ہیں لہٰذا یہ نذرانہ ضرور قبول کریں۔ اللہ اکبر! اولیاء کرام اور بزرگوں کی نسبتوں کا بھی کیا ادب اور ان کے واسطوں کی بھی کس درجہ پاسداری تھی۔

وفات:

وصال سے ایک ہفتہ قبل مسجد غوثیہ میں آخری خطبۂ جمعہ میں اپنے لقائے الٰہی کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

> آپ حضرات مسجد میں کسی اور خطیب کا انتظام فرمالیں ممکن ہے کہ میں آئندہ جمعہ سے نہ آسکوں۔

اور وصال سے صرف ایک روز قبل دار العلوم کے تمام طلبہ کو نماز عشاء کے بعد ہال میں جمع کر کے فرمایا۔

> آج مجھ سے جو مسئلے دریافت کرنے ہوں کرلو آج کے بعد تم کس سے پوچھو گے۔

صبح نماز فجر کے بعد ایک طالب علم کو گھر بھیجا کہ گھر سے میرے لیے صرف ایک کرتا لے آؤ سفر میں ضرورت پیش آئے گی تو استعمال کرلونگا۔ اور اس کے بعد بذریعہ کار سہون شریف کے لیے روانہ ہوگئے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا غلام محمد شہید کار چلا رہے تھے مفتی محمد احمد نعیمی اور آپ کے دیرینہ رفیق فقیر محمد بلوچ اور حاجی دوست محمد بلوچ آپ کے ہمراہ تھے جب آخری اسٹاپ آمری پر کار پہنچی تو کار کا اچانک دروازہ کھل گیا آپ چلتی گاڑی میں سے باہر آگئے اور شدید زخمی ہوگئے کرتا تار تار ہوگیا اور وہ ہی کرتا جو ساتھ لیا تھا پہنایا گیا۔ سہون سے حیدرآباد اور یہاں سے کراچی آپ کو لایا گیا، طویل راستہ سر سے خون کافی نکل چکا تھا اس لیے ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ کو خون چڑھایا جائے گا جب آپ نے سنا تو فرمایا میرے جسم میں پلید خون مت چڑھاؤ اللہ اکبر جان دینی گوارا کرلی لیکن آخر وقت میں بھی تقوٰی اور احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ الغرض ۱۰ رشوال المکرّم مطابق ۳۰ رجولائی ۱۹۸۲ء رات ۳ ربج کر ۱۰ رمنٹ پر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ روح پرواز کرنے کے باوجود آپ کا قلب ۲۰ رمنٹ تک ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہا یہ دیکھ کر ڈاکٹر بھی حیران رہ گئے۔ حضرت علامہ عبدالمصطفٰی ازہری نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کو دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ (ملیر) کے احاطے میں سپرد خاک کردیا گیا۔

اولاد:

آپ نے اپنے بعد چھ۔ ٦ صاحبزادے اور ۵ صاحبزادیاں چھوڑیں صاحبزادوں کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ (۱)...... مولانا غلام محمد جان نعیمی شہید، جو جوانی کے اندر ایک حادثہ میں شہید ہوگئے۔

(۲)...... مولانا محمد قاسم جان

(۳)...... علامہ مفتی محمد جان نعیمی

(۴)...... بشیر احمد جان

(۵)...... نذیر احمد جان

(٦)...... منیر احمد جان

آپ کی معنوی اولاد یعنی آپ کے تلامذہ سندھ اور بلوچستان اور پنجاب میں پھیلے ہوئے ہیں اور دین کی

خدمت میں مصروف ہیں۔

جانشین:

آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا غلام محمد جان نعیمی کی شہادت کے بعد آپ کے تیسرے صاحبزادے مولانا محمد جان نعیمی آپ کے جانشین ہوئے جو اخلاق وعادات اور اوصاف وشمائل حتیٰ کہ صورت وسیرت میں اپنے والد گرامی کا کامل نمونہ ہیں۔ اپنے والد گرامی کی دونوں مسندوں یعنی تبلیغ وتدریس اور افتاء وارشاد کو بخوبی سنبھالے ہوئے ہیں، دین متین اور مسلکِ حقہ کی اشاعت کے سلسلہ میں گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہمت عطا فرمائے اور یہ چشمۂ علم ومعرفت ہمیشہ آباد رہے۔

(۲۸)

حکیم مشتاق احمد

☆☆

کراچی میں ”حیدری دواخانہ“ کے نام سے ایک ایسا دواخانہ ہے جہاں جسمانی امراض کی بھی دوا ملتی ہے اور روحانی امراض کو بھی شفا ملتی ہے۔ اس چھوٹے سے دواخانہ میں ”حکیم مشتاق احمد“ کے نام سے ”حکمت ومعرفت“ کا ایک جہاں آباد ہے☆ جہاں صبح سے رات تک بیماروں اور دکھ درد کے ماروں کا ایک ہجوم ہوتا ہے اور اس ”مسیحا“ کے ہاتھوں ظاہری وباطنی روحانی اور جسمانی شفاء کے جام لٹ رہے ہوتے ہیں۔

بشارتِ ولادت:

آپ کے آباؤ اجداد پاک وہند کی عظیم روحانی شخصیت اور ایک مردِ کامل حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت وعقیدت رکھتے تھے اور انہی سے بیعت تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ کی دادی نے خواب میں دیکھا کہ میری دونوں انگلیوں سے خوب دودھ ابل رہا ہے۔ وہ حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور اپنا خواب بیان کیا آپ نے خواب کی تعبیر دیتے ہوئے بشارت دی کہ

☆...... حضرت حکیم صاحب جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ/ اگست ۲۰۰۲ء کو کراچی میں وصال فرما گئے، کراچی کے علاقہ پرانا گولیمار میں مسجد مقام محمود کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ (مرتبین)

تمہارے یہاں ایک پوتا ہوگا جس کے علم وحکمت سے مخلوق خدا کو خوب فیض پہنچے گا اور حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا خوب احیاء ہوگا۔

ولادت:

حضرت خواجہ کی بشارت کے مطابق ۶ شوال المکرم ۱۸۹۴ء کو دہلی میں آپ کی ولادت ہوئی۔

والدِ گرامی:

آپ کے والد گرامی کا نام قاضی اشتیاق احمد تھا۔ وہ بھی حضرت خواجہ سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ اور اس زمانہ میں سرکاری ملازمت کیا کرتے تھے۔

ابتدائی تعلیم:

آپ ایک روز بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اس طرف سے حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ہوا۔ ولایت کی نگاہ نے اس گوہرِ آبدار کو دیکھا تو فرمایا تمہاری جگہ یہاں نہیں ''آؤ ہمارے ساتھ چلو'' اپنے ساتھ لائے اور خود قرآن کی ابتدائی تعلیم دینی شروع فرمادی اور اس کے بعد عربی کی کچھ ابتدائی کتب خود پڑھائیں اس دوران مفتی اعظم حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے الور تشریف لائے ہوئے تھے ان سے بھی آپ نے شرح مأۃ عامل وغیرہ کے کچھ اسباق پڑھے۔ الغرض یہ آپ کی خوش نصیبی تھی کہ آپ کی تعلیم کا آغاز اللہ کے دو برگزیدہ بندوں کے ہاتھوں سے ہوا۔ لہٰذا اس علم میں پھر کیوں نہ برکت ہوگی۔

اعلیٰ تعلیم:

۱۶ر سال کی عمر تک آپ نے حضرت خواجہ کی خدمت میں رہ کر الور کے اندر ہی اپنی ابتدائی تعلیم مکمل کی اس کے بعد آپ عربی کی اعلیٰ تعلیم کے لیے اس وقت کے نامور دارالعلوم مدرسہ فتحپوریہ دہلی میں داخل ہوگئے جہاں آپ نے مولانا عبدالرحمٰن، مولانا سلطان محمود، مولانا احمد علی محدث میرٹھی، جیسے فاضل اساتذہ سے درسِ نظامیہ کی تکمیل کر کے سندِ حدیث اور سندِ فراغت حاصل کی۔

طب وحکمت:

اس کے بعد آپ نے طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لے لیا جہاں نامور حکماء سے علم طب حاصل کیا حتیٰ کہ

حکیم اجمل خاں جیسے طبیب حاذق کی کلاسوں میں شریک ہوکران سے بھی استفادہ کیا اوران کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ حکیم فرید احمد باسط نے جواس وقت کالج کے ہاؤس فزیشن تھے ان کے یہاں آپ نے ایک عرصہ تک پریکٹس کی۔ اس فن میں بھی آپ نے اپنی لیاقت اور صلاحیت کی بنیاد پر اعلیٰ مقام حاصل کیا چنانچہ حکیم اجمل خاں صاحب کہا کرتے تھے کہ ''مجھے اس بچہ پر فخر ہے''۔ اور ایک نواب کے علاج کے لیے اپنی جگہ پر یہ کہہ کر بھیجا کہ ''اس کو بھیج رہا ہوں جس پر مجھے فخر ہے۔''

ملازمت:

گوالیار کے یونانی ہسپتال کے لیے ایک ماہر اور تجربہ کار طبیب کی ضرورت تھی جو علاج کے ساتھ ساتھ اس کا انتظام بھی اچھی طرح سنبھال سکے چنانچہ جب راجہ نے وہاں کے لیے طبیب مانگا تو طبیہ کالج کے پرنسپل نے وہاں کے لیے آپ ہی کا انتخاب کیا اور راجہ کو لکھا کہ یہ ہمارے کالج کا قابلِ فخر طالب علم ہے۔ بہر حال گوالیار میں تقریباً پچیس سال آپ نے اس ہسپتال میں اپنے فن کے ذریعے مخلوقِ خدا کی خدمت انجام دی۔

بیعت:

حضرت قبلہ شاہ مفتی محمد محمود رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا کہ میں حضرت شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو رہا ہوں تم بھی ہو جاؤ۔ حکیم صاحب نے عرض کیا کہ آپ ہو جایئے ابھی میں غور کر رہا ہوں۔

حکیم صاحب کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے بہت سے مشائخ کو دیکھا ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ کس سے بیعت ہوں کہ ایک روز گوالیار میں قیام کے دوران میں رات کو مکتوبات امام ربانی کا مطالعہ کرتے کرتے سو گیا مکتوبات شریف میرے سینہ پر تھی کہ مجھے خواب میں آواز آئی اٹھو اٹھو امام ربانی مجدد الف ثانی تشریف لا رہے ہیں اتنے میں حضرت امام ربانی تشریف فرما ہوے اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ رکن الدین اس وقت شیخ العالم ہیں انہیں کا فیض تم کو اب پہنچ رہا ہے اور انہی سے تم کو آئندہ بھی پہنچے گا لہٰذا انہی سے بیعت ہو جاؤ۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد پا کر آپ ۱۹۶۲ء میں حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور شرفِ بیعت عطا کرنے کے لیے عرض کیا آپ نے فرمایا تم مریدوں سے زیادہ مستفیض ہو، پھر جب دوبارہ عرض کیا تو آپ نے بیعت فرمایا اور

بیعت فرمانے کے بعد آپ کے والد جو اس وقت وہیں موجود تھے ان کو مبارکباد دی۔ اور توجہات خصوصیہ سے نواز کر معرفت وحقیقت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا۔

خلافت:

آپ کے مرشد زادہ حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کی روحانی استعداد اور مخلوقِ خدا کی فیض رسانی کو دیکھا تو ۱۹۵۰ء میں آپ کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے ایک مکتوب میں حکیم صاحب سے اپنی قلبی رضامندی کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا کہ ”یہ فقیر اس کو چاہتا ہے جس کو اللہ چاہتا ہے“۔

فیض رسانی:

۱۹۴۸ء سے آپ نے کراچی میں ہسپتال روڈ پر اپنے دواخانہ میں ہر جمعہ کو مراقبہ، ختم خواجگان اور نعت وتقاریر کا سلسلہ شروع کیا جو آج تک جاری ہے اور آپ کی استقامت کا یہ عالم ہے کہ خواہ آندھی ہو یا طوفان کوئی تقریب ہو یا بیماری کسی حالت میں یہ محفل ناغہ نہیں ہوتی۔ سکون کے متلاشی لوگ ہر جمعہ کو یہاں آتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے دلوں کی طمانینت کا سامان حاصل کر کے جاتے ہیں۔

فیض امام ربانی:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی فیض آپ کے ہمیشہ شامل حال رہا بچپن میں پڑھائی میں کچھ دل نہیں لگتا تھا اور سبق یاد نہیں ہوتا تھا آپ کے والد آپ کو حضرت شاہ محمد رکن الدین کی خدمت اقدس میں لے گئے اور آپ کا حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ ان کو حضرت امام ربانی کے مزار شریف پر لے جاؤ اور وہاں زائرین کی جوتیوں کی خاک ان کو چٹاؤ آپ کے والد نے ایسا ہی کیا اور وہ خاک آپ کے لیے خاکِ شفا بن گئی اسی وقت ذہن، دل، دماغ سب کھل گئے اور خوب تعلیم میں دل لگا۔

گوالیار کے زمانۂ قیام کے دوران حکیم صاحب وہاں کے ایک کامل بزرگ بابا مسیح الدین عرف بھنگا میاں کے مزار شریف پر جو قلعہ گوالیار کے نیچے واقع تھا ہر جمعرات کو حاضری دیا کرتے تھے اور فیض حاصل کرتے تھے۔ ان بزرگ کی شان یہ تھی کہ ان کے مزار پر جنگل کے درندے بھی حاضری دیا کرتے تھے ایک روز حکیم صاحب شام کو اندھیرے میں حاضری دیکر واپس آرہے تھے کہ دروازہ پر شیر مل گیا، شیر کو دیکھتے ہی حکیم صاحب کہتے ہیں کہ میں نے فوراً حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی طرف اپنی توجہ مبذول کر لی

اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شیر اپنے سر کو جھکا کر اس قطبِ وقت کی چوکھٹ کو چومتا ہوا اور اس در کی خاک کو چاٹتا ہوا ادب سے واپس چلا گیا۔

استقامت:

یوں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اچھے اور عمدہ اخلاق سے نوازا ہے لیکن حلم اور استقامت جس کے لیے عربی کی مثل مشہور ہے "**الاستقامت فوق الکرامت**" وہ آپ کا امتیازی وصف ہے۔ آپ کے حلم کی یہ شان ہے کہ بعض دفعہ عرس شریف کے موقع پر مریدین کے جھرمٹ میں آپ کو بعض آپ کے بزرگ پیر بھائیوں نے کسی بات پر ڈانٹ دیا تو آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا اور آپ کبھی ان کے خلاف کوئی لفظ اپنی زبان پر نہ لائے حتیٰ کہ ان کے ادب واحترام میں بھی کوئی فرق نہیں آنے دیا۔

استقامت کا یہ عالم ہے کہ جو آپ کے معمولات پچھلے سینتالیس سالوں سے جاری ہیں ان میں آج تک سرِ مو فرق نہیں آنے دیا خواہ وہ مطب کے اوقات ہوں یا گھر کے معمولات ہوں، خواہ ہفت روزہ حلقہ ومراقبہ کی محفل ہو یا سالانہ مرشد کے عرس پر حیدر آباد کی حاضری ہو الغرض ہر کام اپنے وقت پر پابندی کے ساتھ انجام پذیر ہوتا ہے۔ ایک روز آپ کے مرشدزادہ حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کا کراچی کے تبلیغی دورہ کے موقع پر مسجد مقدس پر قیام تھا جہاں حکیم صاحب کے معمولات میں سے تھا کہ ہر روز ظہر کی نماز کے بعد حاضری دیا کرتے تھے ایک روز ایسی طوفانی بارش ہوئی کہ مسجد کے چاروں طرف گھٹنوں گھٹنوں پانی کا ایک دریا بن گیا کوئی گاڑی یا سواری وہاں نہیں آسکتی تھی لیکن جوں ہی حکیم صاحب کے آنے کا وقت ہوا لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اسی دریا کو عبور کر کے حکیم صاحب اپنے وقتِ مقررہ پر حاضری کی سعادت سے ہمکنار ہو گئے۔

دواخانہ:

عبادات وریاضات کے باعث ورع وتقویٰ کا ایک اعلیٰ مرتبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطاء فرمایا ہے اور اسی تقوے کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں بھی شفاء رکھی ہے۔ ڈاکٹروں سے مایوس ہو کر جب مریض یہاں آتا ہے تو دوا کے ساتھ آپ کی دعا بھی اس کے لیے اکسیر کا کام کرتی ہے اور وہ شفایاب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی لیے مفتی اعظم حضرت شاہ مفتی محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی سے پاکستان آئے تو آپ کے دواخانہ میں بھی تشریف لائے اور فرمایا "یہ دواخانہ نہیں بلکہ دعا خانہ ہے"۔ ایک دفعہ حکیم صاحب

کی عدم موجودگی میں حضرت قبلہ مفتی اعظم کے سامنے جب آپ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا ''ہم ان سے خوش ہیں'' یہ انہی اولیاء کی دعاؤں اور قلبی رضا کے اثرات ہیں جنہوں نے حکیم صاحب کی ذات کو مایوس اور نامراد لوگوں کے لیے ''نشان شفا'' اور علامتِ فرحت بنادیا۔

رضائے مرشد:

اسی طرح آپ کو اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بھی رضائے قلبی حاصل تھی۔ جس کا اظہار جانِ مراد جیسے القابات سے ہوتا ہے جو انہوں نے حکیم صاحب کو اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرمائے۔ حکیم صاحب نے بھی یہ مقام ''ادب'' کے ذریعہ حاصل کیا۔ ان کے ادب مرشد کا یہ عالم ہے کہ مرشد کے آستانہ کا کوئی بچہ بھی آجائے تو اس کی تعظیم کے لیے سراپا ادب بن کر کھڑے ہوجاتے ہیں بلکہ کوئی اجنبی شخص اگر مرشد کی طرف سے بھیجا ہوا آجائے تو اس کی طرف بھی خصوصی توجہ مبذول کرتے ہیں۔

ایک روز گوالیار میں کسی جلسہ کے سلسلے میں حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری ہوئی، وہاں جلسہ میں جب حکیم صاحب بھی تشریف لے گئے تو وہاں پر موجود لوگ آپ کے احترام میں کھڑے ہوگئے اور بڑی عزت سے آپ کو مسند پہ بٹھا کر حضرت مولانا نعیم الدین صاحب سے بڑے بڑے القابات کے ساتھ آپ کا تعارف کرانے لگے، حکیم صاحب نے کہا کہ میں خود اپنا تعارف کرادیتا ہوں کہ میں حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کفش برداروں میں ہوں ان الفاظ کا اور اپنے مرشد کے اس انداز ادب کا مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے قلب پر بڑا اثر ہوا اور انہوں نے جب حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے حکیم صاحب کی تعریف کی تو آپ کے مرشد نے خوش ہوکر آپ کو ایک مکتوبِ گرامی ارسال فرمایا جس میں تحریر فرمایا کہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے تاثرات سن کر فقیر بہت خوش ہوا اور ہمارے دل سے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں خوب نوازے اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ اب فقیر چاہتا ہے کہ تم عالمِ غیب کی طرف متوجہ ہو۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ میرے مرشد کی یہی وہ رضائے قلبی اور دعائیں ہیں جنہوں نے مجھے دونوں جہاں کی دولتوں سے مالامال کردیا ہے۔ جو کچھ میرے پاس ہے سب انہی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

اولاد:

ماشاءاللہ حکیم صاحب کے تین صاحبزادے ہیں۔ ۱۔ اخلاق احمد۔ ۲۔ زبیر احمد۔ ۳۔ مقبول احمد بڑے

صاحبزادے بڑے تجربہ کار ڈاکٹر ہیں دوسرے دونوں صاحبزادے سرکاری ملازمتوں میں ہیں اور ماشاءاللہ بہت صالح اور نیک اور اپنے والد کے اخلاق وصفات کے صحیح امین ہیں۔ میاں زبیر احمد کو حکیم صاحب نے اجازت وخلافت بھی عطا فرمادی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اس فیضِ رکنوی کو تادیر جاری وساری رکھے آمین!۔

(۲۹)

حافظ سید مقصود علی

☆☆

حیدر آباد سندھ کی ایک عظیم علمی اور روحانی شخصیت حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ کے چہیتے مرید اور خلیفۂ مجاز حافظ سید مقصود علی صاحب جن کی اتباعِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھلی ہوئی زندگی ان کے مرشد کی ان پر خاص نگاہ کرم اور ان کی خصوصی تربیت کا پتا دیتی ہے۔

ولادت:

حافظ صاحب کی ولادت یکم جنوری ۱۹۳۶ء کو موضع کھیڑلہ تحصیل نوح ضلع گڑگانوہ (بھارت) میں ہوئی۔ موضع کھیڑلہ، ریاست الور کے قریب یہ وہی متبرکہ اور مقدس مقام ہے جہاں پاک وہند کے عظیم اور باکمال روحانی بزرگ اور حافظ سید مقصود علی کے دادا پیر حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ (مصنف رسالہ رکن دین) کی ولادت باسعادت ہوئی تھی اور یہ آپکا آبائی گاؤں تھا۔ اور آج بھی وہاں حضرت محمد شاہ رکن الدین کے آباؤاجداد کے مزارات موجود ہیں۔

والدِ ماجد:

آپ کے والدِ ماجد کا نام سید منظور علی تھا جو حضرت خواجہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت رکھتے تھے اور ان کے خاص مخلصین میں شمار ہوتے تھے، سید منظور علی صاحب کا تقریباً تمام ہی گھرانہ حضرت خواجہ کا ارادتمند اور عقیدت مند تھا جبکہ سید منظور علی صاحب اپنے مرشد سے اپنی ارادت اور عقیدت میں ''فنافی المرشد'' کے مرتبہ پر فائز تھے۔ اخیر عمر میں جب وہ پاکستان ہجرت کرکے آگئے تو یہاں ان کو کینسر کا موذی مرض لاحق ہوگیا اس مرض کی شدت میں بھی مرشد کی یاد ہی ان کے لیے وجہِ تسکینِ قلب بنی رہی جب مرشد کی یاد نے بہت بے چین کیا تو انہوں نے یہ ارادہ کرلیا کہ اب حیدر آباد ہی مرشد کے

آستانہ پر چلتا ہوں اور بقیہ زندگی وہیں گذار دوں گا ابھی یہ ارادہ ہی کیا تھا کہ موت نے آلیا اور جنت کے اندر مرشد کے قرب میں پہنچا کر ان کی آرزو کو پورا کر دیا۔ حافظ سید مقصود علی صاحب نے ایسے محبت کرنے والے باپ کی آغوش میں تربیت پائی یہی وجہ ہے کہ ان بھائیوں (سید محفوظ علی اور ڈاکٹر سید ارشاد علی) کے رگ وپے میں بھی مرشد کی محبت رچی اور بسی ہوئی ہے۔

تعلیم:

حافظ صاحب نے دہلی میں مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفِ اکبر اور اپنے وقت کے عظیم عالم اور مفتی حضرت مولانا مفتی مشرف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۴۶ء میں قرآن پاک حفظ کیا، جس وقت قرآن پاک کا حفظ آپ نے مکمل کیا اس وقت آپ کی عمر دس سال کی تھی۔

۱۹۴۷ء میں اپنے والد اور عزیز واقارب کے ہمراہ آپ پاکستان آگئے اور یہاں آپ نے اسکول کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کی چنانچہ آپ نے ایک ایم۔ اے اردو میں کیا اور دوسرا ایم۔ اے اسلامیات میں کیا اس کے علاوہ بی۔ ٹی کی سند بھی حاصل کی۔

ملازمت:

اپنی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دوسروں کی تعلیم کا کام سنبھال لیا یعنی کالج میں بحیثیت پروفیسر ملازمت اختیار کر لی۔ اور ماشاء اللہ گورنمنٹ کالج خیر پور (سندھ) میں بحیثیت پرنسپل اور صدر شعبۂ علوم اسلامیہ کے اپنے فرائض بڑے حسن وخوبی سے انجام دیتے ہوئے ریٹائر ہوئے۔

بیعت وخلافت:

چونکہ آپ کے آباؤ اجداد حضرت خواجہ شاہ محمد رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت وعقیدت رکھتے تھے اس لیے یہ ارادت آپ کو گھٹی میں ملی اور آپ نے سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد حضرت خواجہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور سجادہ نشین حضرت خواجہ شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ سے (جن کا مزار مبارک راجپوتانہ ہسپتال کے پاس جامشورو روڈ حیدر آباد میں واقع ہے) شرفِ بیعت حاصل کیا اور ایک عرصہ تک ان کی خدمت میں رہ کر اپنی سلوک کی منازل طے کیں، جب آپ کے مرشد نے اس جوہر کو اس قابل پایا کہ یہ تبلیغ اور رشد وہدایت کا بارِ گراں اٹھا سکتا ہے تو آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اجازت وخلافت سے

سرفراز فرمایا۔

اخلاص:

حافظ صاحب کی اپنے مرشد سے بے لوث عقیدت و محبت اور اعلیٰ درجہ کا اخلاص ان کے کمال ایمان کی علامت ہے کیونکہ ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے عداوت رکھی اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔ چنانچہ حافظ صاحب کے اس اخلاص اور خلوص پر مُہر تصدیق خود آپ کے مرشد نے اس طرح ثبت فرمائی کہ ایک روز حافظ صاحب نے اپنے مرشد کے لیے از قسم طعام کا ہدیہ روانہ کیا آپ کے مرشد نے فرمایا ''ایسی خالص چیز حافظ صاحب جیسے مخلص ہی بھیج سکتے ہیں۔''

نمازِ تراویح:

حافظ صاحب کو یہ بھی ایک بڑا اشرف حاصل ہے کہ آپ کے مرشد اکبری تکونیہ مسجد میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے، ۱۹۶۳ء میں اسی مسجد کے اندر ماہ رمضان المبارک کے دوران نماز تراویح میں اپنے مرشد کو پورا قرآن پاک سنانے کی آپ کو سعادت حاصل ہوئی۔ جب آپ نے ختم قرآن کیا تو آپ کے مرشد نے خوش ہو کر آپ کو بڑی دعاؤں اور عنایتوں سے سرفراز فرمایا۔

وعظ و تقریر:

دہلی کی جامع مسجد فتحپوری میں ہر سال ایک عظیم الشان جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوتا تھا جس کی صدارت حضرت مفتی اعظم شاہ مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اور اس جلسہ میں اس زمانہ کے نامور مشائخ اور علمائے کرام شرکت فرمایا کرتے تھے خود حضرت شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوری رحمۃ اللہ علیہ بھی خصوصی طور پر شریک ہوتے تھے۔ اس جلسہ میں ۱۹۴۶ء کو بڑے بڑے مشائخ اور علماء کی موجودگی میں حافظ صاحب نے اپنی زندگی کی پہلی تقریر فرمائی اور وہاں پر موجود مشائخ اور علماء کی دعاؤں سے خوب خوب مستفیض ہوئے یہ انہی دعاؤں کا اور نگاہوں کا صدقہ ہے کہ آج ریڈیو پاکستان سے مذہبی قومی پروگراموں میں دینی اور اصلاحی موضوعات پر آپ کی کثرت سے تقاریر نشر کی جاتی ہیں اور عوام میں بے حد مقبول ہیں۔ کیونکہ سادہ اور سلیس زبان پُر مغز مضامین اور اس پر آپ کا دلکش و دلنشین اندازِ خطاب ہر عام و خاص کے لیے کشش اور جذب کا باعث ہوتا ہے۔ اس

پر تصوف اور روحانیت کی چاشنی سونے پہ سہاگا کا کام کرتی ہے۔ مگر حافظ صاحب کہتے ہیں کہ، یہ سب کچھ فضل ربی کے ساتھ اپنے مرشد کامل کی توجہ فیضانِ صحبت اور آپ کی روحانی تربیت کا نتیجہ ہے۔

عادات وخصائل:

حافظ صاحب بے حد متقی و پرہیز گار ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی با اخلاق اور خوش مزاج ہیں اپنی پر لطف اور پر کشش گفتگو سے حاضرین محفل کو فرحان وشاداں رکھتے ہیں چونکہ طبیعت میں ظرافت بھی ہے اس لیے محفل کو کشتِ زعفران بنائے رکھتے ہیں۔ بہت ذہین اور حاضر جواب بھی ہیں۔ مسجد میں پابندی سے خود جماعت کراتے ہیں اور اپنے پیرانِ کرام کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف پر پابندی سے کار بند ہیں ان کے بچے ماشاءاللہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت نیک ہیں اور اپنے والد کی علمی اخلاقی اور دینی تربیت کا بہترین نمونہ ہیں۔

☆……☆……☆

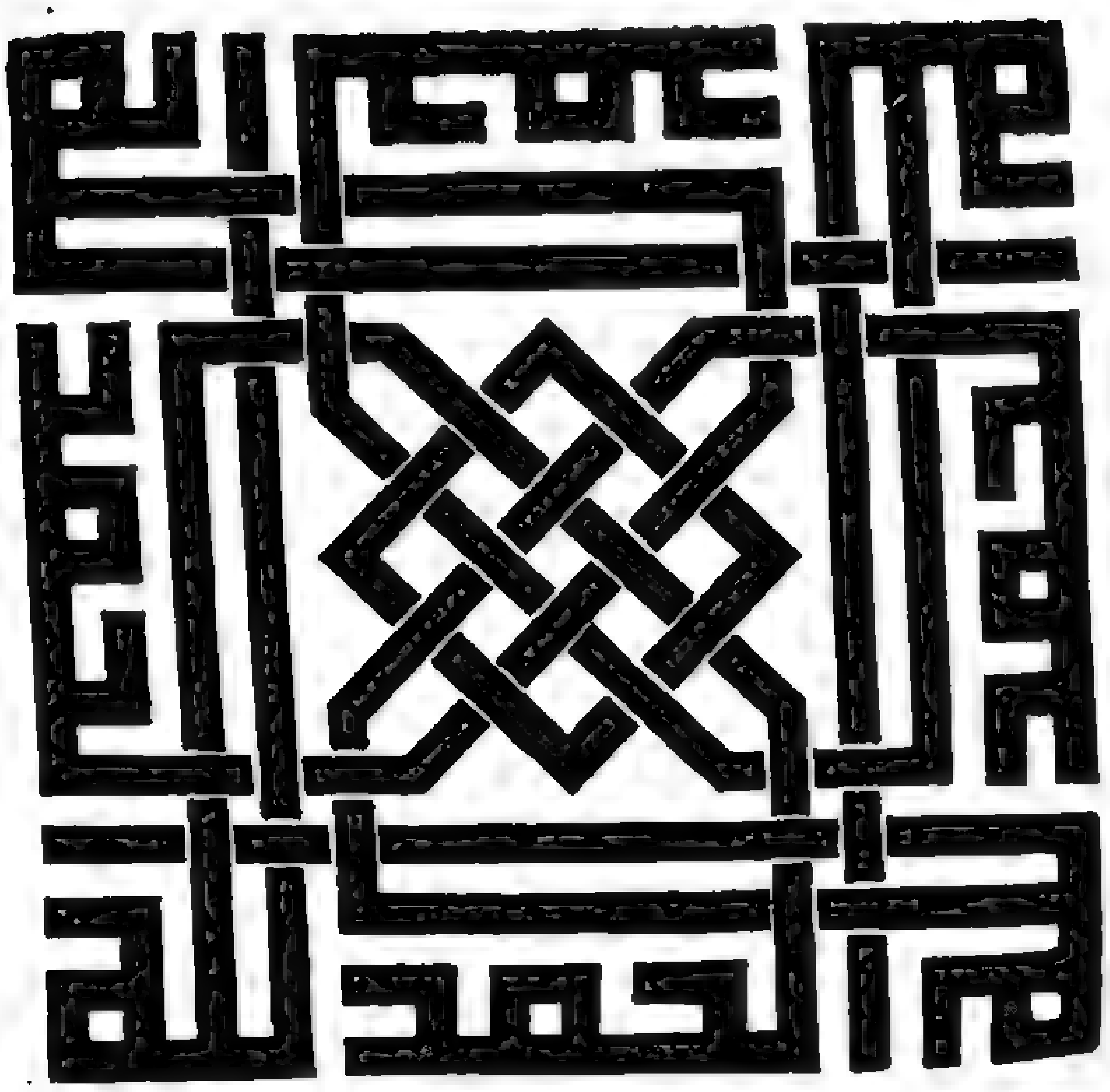

خطِ کوفی چہار ضربی

الحمدُ للہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ضمیمہ

سندھ کے ممتاز صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے ۱۹۹۳ء میں سندھ یونیورسٹی (جامشورو، حیدرآباد سندھ) سے ''سندھ کے صوفیائے نقشبند'' کے عنوان سے پی۔ ایچ۔ ڈی کیا تھا، ان کا یہ مقالہ اسی عنوان سے ۱۹۹۶ء میں حیدرآباد سے شائع ہوا جس میں ۲۲۱/ شخصیات کا تذکرہ ہے، اسی مقالۂ ڈاکٹریٹ سے منتخب شخصیات کے حالات ''سندھ کے ممتاز صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ'' کے عنوان سے ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' میں شامل کیے گئے جبکہ بچ رہنے والی شخصیات کے صرف نام اور سکونت ضمیمہ میں پیش کیے جارہے ہیں جن کی تفصیلات ڈاکٹر موصوف کے کتابی مقالہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

اس کے علاوہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نقشبندی اور ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کے حالات اور اُن شخصیات کے اسماء گرامی کو بھی ضمیمہ میں شامل کرلیا ہے جن کا ذکر مقالہ ڈاکٹریٹ میں آنے سے رہ گیا تھا۔ ضمیمہ کی تیاری میں سیدی استاذی قبلہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی، علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری اور مولوی علی انور بگھیو نے مفید معلومات سے نوازا جن کا مشکور ہوں۔ (اقبال)

(۱)

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

☆☆

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر برصغیر کے ایک علمی وروحانی خاندان کے چشم وچراغ ہیں، والد ماجد مفتی محمد محمود الوری، داداشاہ محمد رکن الدین الوری اور نانا مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہم الرحمۃ ......

۱۸ رجب المرجب ۱۳۷۳ھ کو حیدر آباد (سندھ) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اور قرآنِ حکیم کے بعد دارالعلوم رکن الاسلام جامعہ مجددیہ' حیدر آباد سے درسِ نظامی اور دورۂ حدیث کر کے ۱۹۶۹ء میں سند فراغت حاصل کی، ساتھ ساتھ میٹرک بھی کرلیا' پھر ۱۹۷۱ء میں سندھ یونیورسٹی سے بی۔ اے اور ۱۹۷۷ء میں ایم۔ اے (اسلامک کلچر) کیا۔ ۱۹۹۳ء میں ''سندھ کے صوفیائے نقشبند'' کے عنوان سے تحقیقی مقالہ لکھ کر سندھ یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ اپنے والدِ ماجد کے علاوہ علامہ محمد اشرف سیالوی، علامہ عطا محمد بندیالوی، قاری محمد طفیل وغیرہم سے شرفِ تلمذ حاصل رہا۔ ۱۹۸۶ء میں جامعہ ازہر (مصر) گئے اور وہاں ایک ریفریشر کورس مکمل کر کے سندِ تکمیل حاصل کی۔ والد ماجد سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے اور انہی سے خلافت واجازت کے بعد ان کی سجادگی کا شرف بھی حاصل ہے……

علومِ جدیدہ وقدیمہ کے علاوہ عالمی حالات اور سیاست پر بھی گہری نظر ہے، عملی طور پر مکمل سیاست میں شریک ہیں اور حالیہ الیکشن (۲۰۰۲ء) میں رکنِ قومی اسمبلی بھی منتخب ہوئے۔ آپ میدانِ تحریر وتقریر دونوں کے ہی رمز شناس نظر آتے ہیں، خطابت وتحریر میں آپ کے خاندانی بزرگوں کا رنگ جھلکتا ہے۔ تصانیف میں مقالہ ڈاکٹریٹ کے علاوہ درج ذیل تصانیف قابلِ ذکر ہیں جن میں بعض مطبوعہ اور کچھ زیر طبع ہیں۔

۱……درسِ حدیث ۲……بزمِ جاناں ۳……حق نبی ۴……تجلیاتِ ضیائے معصوم
۵……جدید طبی مسائل کا شرعی حل ۶……درس قرآن ۷……رحمۃ للعالمین کی دعائیں

آپ نے خیالی، ملاحسن، تفسیر بیضاوی، مرزا احمد غلام یحییٰ جیسی درسی کتب پر حواشی بھی لکھے جو کہ تاحال مسودات ہی ہیں جبکہ بیسیوں موضوعات پر مضامین ومقالات تحریر کر چکے ہیں جو کہ متعدد جرائد میں شائع ہوئے…… آپ اندرونِ ملک بے شمار علمی سیمینار وکانفرنس کے علاوہ ۱۹۸۷ء میں ایران کی ''**الموتمر العالمی لبعثت قداسته الحرام وامنه**'' اور لیبیا کی 'عالم اسلام کو درپیش مسائل' کے عنوان سے منعقدہ کانفرنسوں میں شرکت کر چکے ہیں۔ آج کل اپنے والد کے قائم کردہ رکن الاسلام جامعہ مجددیہ، حیدر آباد کے ذریعہ خدمتِ علم میں مصروف ہیں جبکہ سندھ اور پنجاب میں تبلیغی دورے بھی کرتے رہتے ہیں آپ کا حلقۂ مریدین اندرونِ سندھ سے نکل کر پنجاب اور کشمیر تک پھیلا ہوا ہے۔

اولاد:

اولاد میں صاحبزادی اور تین صاحبزادے مولوی عزیر محمود ازہری، مولوی فائز محمود اور عاطر محمود ہیں۔

(۲)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نقشبندی

☆☆

استاذ الاساتذہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی شخصیت نہ صرف سندھ کے ممتاز حضرات نقشبندیہ مجددیہ میں شمار ہوتی ہے بلکہ وہ محقق بھی ہیں اور مفکر و نقاد بھی، مترجم بھی ہیں اور مرتب و مصنف بھی، لُغت نویس بھی ہیں اور قواعد داں بھی، آپ کے تحقیقی و علمی کارنامے آسمان اردو ادب پر ایک درخشاں ستارے کی مانند ہیں۔

یکم جولائی ۱۹۱۲ء کو جبل پور (بھارت) میں پیدا ہوئے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلفاء مولانا عبدالسلام جبلپوری اور مفتی محمد برہان الحق جبلپوری علیہم الرحمۃ آپ کے احباب میں تھے اور آپ کے ان سے خاص تعلقات رہے...... اسی زمانے میں آپ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے متعارف ہو چکے تھے۔ آپ کے ایک شاگرد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں نے ڈاکٹر صاحب کو امام احمد رضا کی تصنیف "الطاری الداری" دکھائی تو کہنے لگے کہ یہ تو کبھی نہیں دیکھی، میں نے کہا کہ کیا اور کتب دیکھی ہیں، کہنے لگے ہاں، مفتی برہان الحق جبلپوری کے ہاں امام اہلسنت امام احمد رضا کی ہر نئی شائع ہونے والی کتاب ضرور آتی تھی اور وہ ہمارے رفقاء میں تھے اس طرح میں ساری کتب کا مطالعہ کرتا تھا...... ڈاکٹر محمد مسعود احمد فرماتے ہیں کہ فقیر کی مفتی برہان الحق صاحب سے مراسلت تھی وہ جب بھی خط لکھتے تو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کو ضرور سلام لکھتے تھے جس سے ان کے دیرینہ تعلقات کا پتا چلتا ہے۔ فی زمانہ علماء اہلسنت و جماعت نے ان سے تعلقات نہ رکھے اور یوں دیگر حضرات کو ان سے استفادہ کا موقع ہاتھ آ گیا جس سے بدگمانیاں پیدا ہو رہی ہیں☆ حالانکہ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

☆...... بعض اہل علم کو یقیناً بدگمانیاں تھیں چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب نے علیگڑھ سے اپنے ایک مکتوب مورخہ ۲۸ر جنوری ۱۹۹۲ء میں ڈاکٹر صاحب سے اس سلسلے میں استفسار کیا "اعتقادات میں میرا خیال ہے کہ آپ علمائے بریلی و بدایوں سے نسبتاً قریب ہوں گے دوسرے مسلک کے علما کے مقابلے میں" (یادگار خطوط۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ کے نام۔ مرتبہ خالد محمود زبیر پبلی کیشنز حیدر آباد، ۱۹۹۹ء)...... ڈاکٹر صاحب نے اپنے مکتوب محررہ ۱۲ر فروری ۱۹۹۲ء میں تحریر فرمایا "میں علی گڑھ میں عرصے تک رہا اسی لیے کسی مسلک کی مخالفت نہیں کرتا...... اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے چار خلفاء کی خدمت میں عرصے تک رہا ہوں لیکن اعتدال قائم رکھا"

(مکتوبات ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب، جلد دوم، مرتبہ خالد محمود، زبیر پبلی کیشنز حیدر آباد، سندھ ۱۹۹۹ء) (محمد عالم مختار حق)

کے فضل وکمال اور ذہانت وفطانت کے زبردست مداح ہیں جس کا اندازہ آپ کے ان الفاظ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے......

> اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے دور کے بے مثل علماء میں شمار ہوتے ہیں ان کے فضل وکمال، ذہانت وخطابت، طبّاعی ودرّاکی کے سامنے بڑے بڑے علماء وفضلاء یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین ومُستشرقین نظروں میں نہیں جچتے۔

(ہفت روزہ اُفق کراچی شمارہ ۲۲ر تا ۲۸ر جنوری ۱۹۷۹ء، صفحہ ۱۰)

آپ نے ۱۹۲۹ء میں علی گڑھ سے میٹرک، ۱۹۳۱ء میں انٹرمیڈیٹ، ۱۹۳۳ء میں بی۔ اے، ۱۹۳۵ء ایم۔ اے (فارسی) اور ۱۹۳۶ء میں ایل۔ ایل۔ بی اور ایم۔ اے (اردو) کیا، عربی اور تجوید قرأت کی تعلیم حاصل کی، ۱۹۴۶ء میں ناگپور یونیورسٹی (بھارت) سے فارسی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ لکھ کر سند حاصل کی اور اسی یونیورسٹی سے ڈی۔ لٹ کا اعزاز حاصل کیا، ہندوستان وپاکستان کے متعدد کالج اور جامعات میں خدمت تدریس انجام دی اور بحیثیت صدر شعبہء اردو سندھ یونیورسٹی (جامشورو، سندھ) ریٹائر ہو کر طالبانِ حق کی رُشد وہدایت میں مشغول ہو گئے...... آپ کو مترجم مکتوبات امام ربانی سید زوّار حسین شاہ نقشبندی مجددی سے شرفِ بیعت اور اجازت وخلافت حاصل ہے، آپ کے مریدین اندرون سندھ کے علاوہ دنیا کے مختلف خطوں میں پائے جاتے ہیں...... آپ کے تلامذہ بھی ملک وبیرونِ ملک اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ کر علم وادب کی خدمت کر رہے ہیں، آپ کے ایک شاگرد اور سلسلۂ نقشبندیہ کے شیخ طریقت پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کو تو عالمی سطح پر وہ پذیرائی ملی کہ خود ان کی حیات اور علمی خدمات پر ایک اسکالر ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی نے ۱۹۹۷ء میں بہار یونیورسٹی (بھارت) سے پی۔ ایچ۔ ڈی کیا ہے آپ کے نامور تلامذہ میں ڈاکٹر جمیل جالبی، ابن انشاء، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر سید معین الدین، ڈاکٹر الیاس عشقی، ڈاکٹر وفا راشدی، ڈاکٹر اسلم فرخی، ڈاکٹر نظیر حسین زیدی، ڈاکٹر نظر کامرانی اور حمایت علی شاعر جیسے اہل علم شامل ہیں۔

آپ کی اسّی نگارشات شائع ہو چکی ہیں جن میں تصانیف، تالیفات، تراجم، مکاتیب، پیش لفظ، تقدیمات، تنقیدات، مضامین ومقالات اور تبصرے شامل ہیں، دائرۃ المعارف الاسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی لاہور) وغیرہ میں بھی آپ کے متعدد مقالات شامل ہیں، صرف تصوف اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ پر

۳۷ کتب (تراجم و تالیفات) شائع ہو چکے ہیں جن میں درج ذیل شہرۂ آفاق کتب شامل ہیں۔

☆...... مشاہیر نقشبندیہ
☆......ارشادِ رحیمیہ
☆......حضرات القدس
☆......سراج منیر
☆......مکاشفات عینیہ
☆......رسالہ تہلیلیہ
☆......ملفوظاتِ صوفیہ
☆......زبدۃ المقامات
☆......خزینۃ المعارف
☆......مجمع البحرین
☆......اثبات النبوۃ

انگریزی میں ''برصغیر میں فارسی ادب'' اور ''تاریخ بہرام شاہ غزنوی'' وغیرہ قابل ذکر ہیں ''اردو میں قرآنی محاورے'' بھی لاجواب ہے، آپ نے اردو سے سندھی اور سندھی سے اردو لغت بھی مدون کی۔

آپ آجکل سندھ یونیورسٹی اولڈ کیمپس حیدر آباد (سندھ) میں مقیم ہیں، بہت ضعیف ہو گئے ہیں تقریباً نوے برس عمر ہو گی مگر اس عمر میں بھی علم و اخلاص کا دامن نہ چھوڑا' کئی برس قبل فقیر علامہ ظفر الدین رضوی کی ''جامع الرضوی صحیح البہاری'' کی اشاعت کے ضمن میں کراچی سے حیدر آباد حاضر ہوا، اگرچہ دوپہر کو آپ کے آرام کا وقت تھا مگر پھر بھی کمال محبت کا اظہار فرمایا اور گھر میں اپنے پلنگ پر بٹھا کر عزت بخشی' شربت پلایا اور کئی رسائل عنایت کیے، نہایت سادہ لباس' نرم مزاج اور کم گفتار معلوم ہوئے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی طرح ان کے صاحبزادہ ڈاکٹر سراج احمد خاں اور پوتے ڈاکٹر حافظ منیر احمد خاں بھی علمی دنیا میں اہم خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر سراج احمد خاں ۱۹۴۱ء کو جبل پور (بھارت) میں پیدا ہوئے، والد کے ساتھ ہی پاکستان ہجرت کی، ایم۔ اے اور پھر سندھ یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کیا، سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا عبدالغفور مدنی سے بیعت ہوئے...... اب ریٹائر ہو چکے اور والدِ ماجد کے ساتھ ہی حیدر آباد میں مقیم ہیں۔

ڈاکٹر حافظ منیر احمد خاں ۱۰ر مئی ۱۹۷۲ء کو حیدر آباد سندھ میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم حاصل کی، سندھ یونیورسٹی سے ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کیا، آج کل اسی یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے دادا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نقشبندی سے بیعت ہیں۔ تصنیفات و تالیفات کی تعداد ''۱۶'' ہے جن میں درج ذیل ممتاز ہیں۔

☆......قرآنی محاورات واستعارات

☆......اردو شاعری میں احادیث کی تلمیحات

☆......احادیث کے محاورات واستعارات

☆......اقبال اور حدیث

☆......اسلامیات لازمی (برائے نصاب بی۔ اے، بی۔ ایس۔ سی)

☆......حضرت مجدد کی دینی خدمات......وغیرہم

مقالہ ڈاکٹریٹ میں شامل دیگر صوفیہ

☆☆

"صوفیائے ٹھٹھہ"

۱۔ شیخ فیض اللہ
۲۔ شیخ محمد اشرف
۳۔ شیخ احمد
۴۔ ابوالمساکین شیخ محمد (م/۱۱۴۹ھ)
۵۔ مخدوم محمد صادق
۶۔ شیخ انس
۷۔ مخدوم ابراہیم لاہری
۸۔ مخدوم ابوبکر لاہری
۹۔ حافظ رحیم دنہ
۱۰۔ مخدوم میاں فیض احمد
۱۱۔ مخدوم ضیاء الدین (م/۱۱۷۱ھ)
۱۲۔ مخدوم محمد مقیم بیلائی

۱۳۔ مخدوم ابراہیم ٹڈی والا (م/۱۲۲۰ھ)
۱۴۔ مخدوم عبداللطیف ثانی
۱۵۔ مخدوم عبداللہ
۱۶۔ پلاس پوش فقیر
۱۷۔ احمد خاں نظامانی
۱۸۔ محمد امین چھترائی
۱۹۔ مخدوم عبدالکریم
۲۰۔ میر سید نظر علی (م/۱۲۲۳ھ)
۲۱۔ مخدوم غلام حیدر (م/۱۲۶۱ھ)
۲۲۔ حاجی سومار سید پوری
۲۳۔ مخدوم عبدالکریم ثانی (م/۱۲۷۲ھ)
۲۴۔ مخدوم محمد ابراہیم خلیل (م/۱۳۱۷ھ)
۲۵۔ مخدوم فیض احمد
۲۶۔ مخدوم محمد زماں حبیب (م/۱۳۰۶ھ)
۲۷۔ میر علی شیر قانع (م/۱۲۰۳ھ)
۲۸۔ مخدوم رکن الدین ٹھٹوی (م/۹۴۹ھ)
۲۹۔ قاضی علی محمد فقیر (م/۱۳۰۶ھ)
۳۰۔ قاضی غلام علی جعفری (م/۱۳۰۳ھ)
۳۱۔ قاضی محمد محفوظ (م/۱۲۹۲ھ)
۳۲۔ قاضی محمد یحییٰ ثالث (م/۱۲۵۸ھ)
۳۳۔ فقیر ملنگ دولھا دریا خان
۳۴۔ سید محمد قاسم علی شاہ بخاری
۳۵۔ سید عبدالہادی عرف جمیل شاہ ناگروی

''صوفیائے بدین''

۳۶۔	شیخ عبداللطیف	(م/۱۱۴۹ھ)
۳۷۔	خواجہ گل محمد	(م/۱۲۱۸ھ)
۳۸۔	خواجہ محمد زماں ثانی	(م/۱۲۴۷ھ)
۳۹۔	شیخ عبداللطیف ثانی	(م/۱۲۳۶ھ)
۴۰۔	خواجہ محمد حسن شاہ مدنی	(م/۱۲۹۸ھ)
۴۱۔	خواجہ احمد سعید مہاجر مکی	(م/۱۳۲۴ھ)
۴۲۔	خواجہ محمد زماں	(م/۱۳۵۷ھ)
۴۳۔	خواجہ گل حسن	(م/۱۴۰۲ھ)
۴۴۔	حافظ ہدایت اللہ	
۴۵۔	شیخ حاجی طاہر	
۴۶۔	محمد صدیق اوبھی	
۴۷۔	الہداد	
۴۸۔	بنگلہ فقیر	
۴۹۔	حافظ ایوب	
۵۰۔	سید دین محمد قدیم	
۵۱۔	حافظ صدر الدین	(م/ ۱۲۲۸ھ)
۵۲۔	حافظ حفیظ کبیر	
۵۳۔	حاجی شہمیر	
۵۴۔	الطاش بن شہمیر	
۵۵۔	الیاس درویش	(م/ ۱۲۲۳ھ)
۵۶۔	محمد مجذوب بیابانی	
۵۷۔	عبدالسلام جونڑ	

۵۸۔	شیخ شعیب کچھی	(م/ ۱۲۲۷ھ)
۵۹۔	محمد سلیم جان مجددی	

''صوفیائے دادو''

۶۰۔	قاضی موسیٰ	(گیارہویں صدی ہجری)
۶۱۔	شیخ اسحاق	(گیارہویں صدی ہجری)
۶۲۔	مخدوم بلال تلہٹی	(م/۹۲۹ھ، /۹۳۱ھ)
۶۳۔	مخدوم ساھر لنجار	(م/۹۸۰ھ۔ /۹۸۱ھ)
۶۴۔	قاضی دتہ سیوستانی	(م/ ۱۹۰۷ھ)
۶۵۔	سید حیدر سنائی	(م/۹۳۷ھ)
۶۶۔	شیخ وھیہ چانھیہ	(م/۱۰۰۱ھ)
۶۷۔	شیخ لدہ	
۶۸۔	مخدوم محمد عارف سیوستانی	(م/ ۱۲۵۸ھ)
۶۹۔	مخدوم محمد سیوستانی	(م/۱۲۱۶ھ)
۷۰۔	قاضی شفیع محمد پاٹائی	(م/ ۱۲۱۲ھ)
۷۱۔	مخدوم حسن اللہ پاٹائی	(م/ ۱۲۲۹ھ)
۷۲۔	غلام محمد ملکانی	(م/ ۱۲۵۴ھ)
۷۳۔	میاں فقیر محمد دیھڑائی	(م/ ۱۲۷۶ھ)
۷۴۔	فقیر محمد موسیٰ	
۷۵۔	فقیر میاں نعمت اللہ	
۷۶۔	مخدوم محمد ہاشم بوبکائی	
۷۷۔	مخدوم حاجی محمد بوبکائی	
۷۸۔	مخدوم عبدالغنی بوبکائی	
۷۹۔	عبداللطیف بختیار پوری	(م/ ۱۲۵۵ھ)

۸۰۔ حاجی عبداللہ شاہ وبھڑائی (م ۱۳۳۴ھ)
۸۱۔ حاجی فضل علی شاہ
۸۲۔ حاجی بھلارو

''صوفیائے تھرپارکر''

۸۳۔ میاں ابوالحسن
۸۴۔ شیخ عیسیٰ دشتی (م ۱۲۴۳ھ)
۸۵۔ شیخ سدھاتورہ (م ۱۲۴۶ھ)
۸۶۔ شیخ میاں ابراہیم
۸۷۔ حافظ اسماعیل نقرج
۸۸۔ محمد علی مجذوب عمرکوٹی

''صوفیائے کراچی''

۸۹۔ میاں عبدالرحیم (م ۱۲۰۲ھ)
۹۰۔ میاں عبدالعزیز مجددی (م ۱۳۱۱ھ)
۹۱۔ میاں عبدالقاسم مجددی (م ۱۳۱۴ھ)
۹۲۔ ضیاء احمد مجددی (م ۱۳۴۵ھ)
۹۳۔ میاں عبدالمالک مجددی
۹۴۔ میاں محمد فرید مجددی
۹۵۔ میاں محمد موسیٰ مجددی (م ۱۲۲۳ھ)
۹۶۔ علامہ محمد شفیع اوکاڑوی
۹۷۔ حکیم اللہ نیازی

''صوفیائے حیدرآباد''

۹۸۔ غلام محی الدین مجددی

۹۹۔	عبدالقدوس عرف شیریں جان مجددی	(م ۱۳۳۴ھ)
۱۰۰۔	عبدالسلام جان مجددی	
۱۰۱۔	عبدالغفار جان مجددی	
۱۰۲۔	غلام احمد جان مجددی	
۱۰۳۔	امین اللہ جان مجددی	
۱۰۴۔	آغا عبدالرحیم مجددی	(م ۱۳۱۳ھ)
۱۰۵۔	آغا عبدالحلیم مجددی	(م ۱۳۳۱ھ)
۱۰۶۔	پیر غلام نبی جان مجددی	(م ۱۳۳۶ھ)
۱۰۷۔	پیر غلام حسین جان مجددی	(م ۱۳۹۷ھ)
۱۰۸۔	محمد عمر جان مجددی	(م ۱۳۸۷ھ)
۱۰۹۔	نثار احمد مجددی	
۱۱۰۔	میاں عبدالباقی مجددی	(م ۱۳۹۶ھ)
۱۱۱۔	میاں محمد علی مجددی	(م ۱۳۴۲ھ)
۱۱۲۔	پیر غلام رسول مجددی	(م ۱۴۱۱ھ)
۱۱۳۔	مخدوم محمد اسحاق ملا کاتیار	(م ۱۴۰۹ھ)
۱۱۴۔	سید میراں محمد شاہ ٹکھڑائی	(م ۱۳۰۹ھ)
۱۱۵۔	سید حمزہ شاہ بنوری	
۱۱۶۔	سید علی محمد شاہ دائرہ والے	(م ۱۲۸۷ھ)
۱۱۷۔	عبداللہ ٹپٹائی	(م ۱۳۲۵ھ)
۱۱۸۔	آخوند امید علی	(م ۱۲۹۸ھ)
۱۱۹۔	الحاج محمد ہالائی	(م ۱۳۳۶ھ)
۱۲۰۔	حاجی محمد علی تالپور	(م ۱۳۴۷ھ)
۱۲۱۔	علی محمد جروار	

۱۲۲۔ حاجی نصیر لغاری
۱۲۳۔ عبداللہ احمدانی (م/ ۱۳۶۶ھ)
۱۲۴۔ حاجی محمد علی لغاری
۱۲۵۔ مرزا فیض احمد بیگ
۱۲۶۔ سید غلام شاہ حکیم (م/ ۱۳۳۳ھ)
۱۲۷۔ قاضی عبدالکریم (م/ ۱۳۶۲ھ)
۱۲۸۔ عطامحمد متعلوی
۱۲۹۔ لعل محمد متعلوی (م/ ۱۳۵۳ھ)
۱۳۰۔ قاضی عنایت اللہ متعلوی
۱۳۱۔ عبدالباقی متعلوی
۱۳۲۔ حاجی غلام علی گوپانگ (م/ ۱۳۶۸ھ)
۱۳۳۔ پیر محمد ہالائی (م/ ۱۱۴۳ھ)
۱۳۴۔ مخدوم عبداللطیف ہالائی
۱۳۵۔ محمود مجذوب ہالائی
۱۳۶۔ خواجہ ابوطالب اٹھی
۱۳۷۔ مومن درویش
۱۳۸۔ شیخ عیار
۱۳۹۔ سلطان علی خان تالپور (م/ ۱۲۱۹ھ)
۱۴۰۔ عزیز اللہ متعلوی (م/ ۱۲۷۳ھ)
۱۴۱۔ صابر درویش ولھاری (م/ ۱۱۳۵ھ)
۱۴۲۔ میاں عبدالقادر تولیڑے والے (م/ ۱۳۸۱ھ)
۱۴۳۔ حکیم احمد حسین نقشبندی (م/ ۱۴۰۲ھ)

''صوفیائے نواب شاہ''

۱۴۴۔	میاں محمد صالح دمائی	(م/۱۲۳۲ھ)
۱۴۵۔	میاں عبدالواحد	
۱۴۶۔	میاں محمد صدیق	
۱۴۷۔	خواجہ نوراللہ	(م/ ۱۲۹۵ھ)
۱۴۸۔	میاں محمد شفیع	(م/ ۱۳۱۷ھ)
۱۴۹۔	میاں محمد صادق	(م/۱۳۳۷ھ)
۱۵۰۔	میاں پیر محمد	(م/۱۳۷۵ھ)
۱۵۱۔	میاں پیر فیض محمد	
۱۵۲۔	نور محمد شاہ کنڈائی	
۱۵۳۔	میاں عبدالکریم	
۱۵۴۔	میاں پیر محمد	
۱۵۵۔	عبدالرزاق	
۱۵۶۔	محمد صالح گھڑائی	
۱۵۷۔	حمل فقیر	(م/ ۱۲۹۶ھ)
۱۵۸۔	نصیرالدین نوشھرائی	(م/ ۱۳۱۸ھ)
۱۵۹۔	مخدوم ابوالحسن ڈاھری	(م/ ۱۱۸۱ھ)
۱۶۰۔	پیر اللہ بخش غفاری	(م/ ۱۳۸۴ھ)
۱۶۱۔	نظر محمد دیھاتی	(م/ ۱۳۲۵ھ)
۱۶۲۔	قاضی خان محمد	
۱۶۳۔	حاجی جان محمد	
۱۶۴۔	مخدوم محمد یوسف خیارین شریف	
۱۶۵۔	مخدوم عبداللہ	(مخمہ والے)

۱۶۶۔ مخدوم عبدالحق (بنگلہ والے)

۱۶۷۔ مخدوم محمد

۱۶۸۔ مخدوم رفیع الدین

''صوفیائے شکارپور''

۱۶۹۔ حاجی قائم شکارپوری (م/ ۱۱۷۱ھ)

۱۷۰۔ خواجہ نظام الدین مجددی (م/ ۱۲۷۳ھ)

۱۷۱۔ خواجہ امام الدین مجددی (م/ ۱۲۹۲ھ)

۱۷۲۔ امیر حیدر مجددی

۱۷۳۔ محمد کاظم شکارپوری

۱۷۴۔ محمد قاسم گڑھی یاسین (م/ ۱۳۴۹ھ)

۱۷۵۔ مفتی صاحب داد

''صوفیائے خیرپور''

۱۷۶۔ مخدوم محمد اسماعیل پریاں لوئی (م/ ۱۱۷۴ھ)

۱۷۷۔ مخدوم عبدالخالق بن ضیاء الدین (م/ ۱۲۶۸ھ)

۱۷۸۔ مخدوم محمد عاقل بن عبدالخالق (م/ ۱۲۹۳ھ)

۱۷۹۔ مخدوم عبدالخالق بن مخدوم عاقل (م/ ۱۲۲۶ھ)

۱۸۰۔ مخدوم عطاء محمد عرف مخدوم اللہ بخش

۱۸۱۔ سید محمد بقاء شہید (م/ ۱۱۹۸ھ)

۱۸۲۔ محمد رحیم لغاری (م/ ۱۳۱۶ھ)

''صوفیائے سکھر''

۱۸۳۔ عبدالرحمٰن سکھری (م/ ۱۳۱۴ھ)

۱۸۴۔ مخدوم محمد صالح وزیرآبادی (م/ ۱۲۶۸ھ)

۱۸۵۔ محمد علی طالب بکھری

۱۸۶۔ میاں نور محمد پیرزادہ (م ۱۳۲۰ھ)

"صوفیائے لاڑکانہ"

۱۸۷۔ فقیر عثمان لاڑکانوی (م ۱۲۷۹ھ)

۱۸۸۔ محمد عبدالغفار رحمت پوری (م ۱۳۸۴ھ)

۱۸۹۔ حاجی محمد محسن

دیگر صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ

☆☆

۱...... امیر احمد شاہ، سید،	(امینانی شریف ضلع دادو)
۲...... اشرف وھڑائی، خواجہ	(وھڑ شریف ضلع سہون شریف)
۳...... پیر آغا جان، محمد	〃 〃
۴...... اللہ بخش میندروں	(کڈاریو ضلع شاہ بندر)
۵...... محمد حسین ٹھٹوی، مفتی	م۔ ۱۹ مارچ ۱۹۶۳ء (ٹھٹھہ)
۶...... محمد داؤد بگھیو، مفتی	(چونتیس ہزار موری ضلع نواب شاہ)
۷...... رفیق الدین، پیر	(خیالی شریف ضلع سکرنڈ)
۸...... عالم شاہ ، سید	(کرم پور ضلع سہون شریف)
۹...... محمد عابد بگھیو، علامہ	(گدو باغ ضلع سعید آباد)
۱۰...... محمد عبدالباقی، علامہ	(کاچھاواہن ضلع سہون شریف)
۱۱...... عبداللطیف ٹھٹھوی، مفتی	(م، ۸، ستمبر ۱۹۹۳ء) (ٹھٹھہ)
۱۲...... پیر علی اکبر شاہ، سید	(میہڑ شریف)
۱۳...... غلام حسین شاہ نقشبندی، پیر	(قمبر شریف)

۱۴...... فقیر محمد وھڑائی، پیر (وھڑ شریف ضلع سہون شریف)

۱۵...... محمد مقصود الٰہی نقشبندی، پروفیسر (کراچی)

☆......☆......☆

حواشی:

(۱)

۱...... تکملہ مقالات الشعراء، محمد ابراہیم خلیل مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ کراچی۔ ۱۹۵۸ء

۲...... تذکرہ صوفیائے سندھ، اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ، ص۔ ۴۶

۳...... میرے پاس فردوس العارفین کا جو قلمی نسخہ ہے اس میں سنہ ہجرت ۴۱۷ھ لکھا ہوا ہے جبکہ تذکرہ صوفیائے سندھ، مؤلفہ اعجاز الحق، مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی میں ص۔ ۴۵ پر حضرت عبدالباری صاحب کی ہجرت کا سال ۷۱۷ھ لکھا ہوا ہے۔ چونکہ محمود غزنوی ۳۸۸ھ اور ۹۹۸ء میں غزنی کے بادشاہ ہوئے تھے اس لحاظ سے عبدالباری صاحب کی ہجرت کا سال ۴۱۷ھ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ ۷۱۷ھ والا قول غلط ہے

۴...... سلطان اورنگ زیب عالمگیر، شاہجہاں کے صاحبزادے تھے، ارجمند بانو ممتاز محل کے بطن سے ۱۵ ذیقعد ۱۰۲۸ھ کو شب یکشنبہ کو پیدا ہوئے، ۳۹/سال ۱۱/ماہ ۲۰/یوم کی عمر میں ۱۰۶۸ھ کو تخت نشین ہوئے، "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" سے تاریخ جلوس نکلتی ہے، اکیانوے سال تیرہ یوم کی عمر پا کر اور پچاس برس ۲/ ۷/یوم حکومت کر کے بتاریخ ۲۸/ذیقعد ۱۱۱۸ھ بروز جمعہ دکن میں وفات پائی، "روح وریحان وجنت نعیم" سے تاریخِ وفات نکلتی ہے، عربی فارسی اور ترکی زبانوں میں کامل مہارت تھی، تفسیر وحدیث پر کافی عبور رکھتے تھے۔ ہر منصف مزاج ہمعصر مؤرخ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ بیحد خلیق، انتہائی متقی و پرہیزگار درویش مزاج، ماہر علومِ دینیہ، عدل گستر اور انتہائی شجاع و بہادر تھے۔ ہمیشہ باوضو رہتے تھے، کلمہ طیبہ اور دیگر وظائف ہر وقت آپ کی زبان پر جاری رہتے تھے، نماز اول وقت جماعت سے مسجد میں ادا فرماتے تھے، ہر ماہ ایام بیض کے رزوں کے بیحد پابند تھے، ہر ہفتہ، پیر، جمعرات اور جمعہ کا روزہ بھی رکھتے تھے، رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں اعتکاف بھی کرتے تھے۔ دولاکھ روپے کے صرف سے "فتاویٰ عالمگیری" کو مرتب کرایا، علماء اور مشائخ اور اہل علم وہنر حضرات کے لیے گراں قدر وظائف مقرر کرتے تھے تختِ سلطنت پر بیٹھ کر قرآن مجید حفظ کیا، حضرت مجدد الف ثانی کی وفات کے وقت ۵ برس کی عمر تھی، ان کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم سے بیعت ہوئے اور خواجہ سیف الدین (ابن خواجہ محمد معصوم) سے سلوک طے کیا، اور خواجہ محمد نقشبند اور خواجہ محمد زبیر کی زیارت سے بھی

مستفیض ہوئے اپنے ہاتھ سے قرآن مجید لکھتے تھے، وصیت کے مطابق آپ کو خلدآباد دکن میں حضرت شیخ زین الدین کے مقبرے میں دفن کیا گیا (مقدمہ مکتوبات خواجہ محمد معصوم، احمد نسیم، مطبوعہ لکھنؤ، کتب خانہ الفرقان)

۵...... آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے تیسرے فرزند ہیں، ۱۱رشوال ۱۰۰۷ھ بروز پیر آپ کی ولادت ہوئی۔ سولہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل سے فارغ ہوگئے تھے صرف تین ماہ کی قلیل مدت میں آپ نے پورا قرآن پاک حفظ کرلیا تھا، اوران کے وصال کے بعد (۱۰۳۴ھ) میں ان کے جانشین کی حیثیت سے مسند ارشاد پر متمکن ہوئے کہا جاتا ہے کہ آپ کے مریدین کی تعداد نو لاکھ تک تھی اور خلفاء سات ہزار تھے۔ آپ کے مکتوبات کی تین جلدیں شائع ہوچکی ہیں، سلطنتِ مغلیہ کے تین عظیم فرمانروا یعنی بادشاہ اورنگزیب عالمگیر، شاہجہاں اور جہانگیر آپ ہی سے بیعت تھے، لاہور کا گورنر مکرم خاں علمِ منطق کے مشہور استاد میر زاہد، اور مشہور شاعر ناصر علی آپ ہی کے فیض یافتہ تھے، ہندوستان کے مشہور بزرگ مرزا مظہر جان جاناں کا سلسلہ دو واسطوں سے آپ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے چھ صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے ایک خلیفہ شیخ حبیب اللہ بخاری کے چار ہزار خلفاء تھے، بہتر سال کی عمر میں ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو بعہد سلطنت عالمگیر، السلام علیکم فرماتے ہوئے آپ کا وصال ہوگیا۔ آپ کا مزارِ مبارک سرہند شریف میں ہے، ناصر علی نے اس شعر میں آپ کی تاریخ وفات کہی ہے۔

ز دل پرسیدم از سالِ وفاتش
ندا آمد ز عالم رفت معصوم
۱۰۷۹ھ

(حالات ماخوذ مقدمہ مکتوبات خواجہ محمد معصوم مطبوعہ لکھنؤ)

۶...... فردوس العارفین قلمی از میر بلوچ خان مؤلفہ، ۱۲۰۱ھ، ۱۷۸۶ء، ص۔ ۱۶

۷...... فردوس العارفین، از میر بلوچ خان مؤلفہ ۱۲۰۱ھ، ۱۷۸۶ء، ص۔ ۱۸

۸...... تحفۃ الطاہرین، ص۔ ۸۷، تحفۃ الکرام، ص۔ ۲۳۹، اور تذکرہ صوفیائے سندھ، اعجاز الحق قدوسی، ص۔ ۴۸

۹...... فردوس العارفین قلمی، میر بلوچ خان، ص۔ ۱۹، ۲۰

۱۰...... فردوس العارفین قلمی میر بلوچ خان ۱۲۰۱ھ، ص۔ ۲۰

۱۱...... ایضاً ص۔ ۲۱

۱۲...... حاشیہ تکملہ مقالات الشعراء، سید حسام الدین راشدی، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ، ص۔ ۲۳۲

۱۳...... مرغوب الاحباب، میر نظر علی ۱۲۷۳ھ، ص۔ ۸

۱۴...... پھر ان میں سے حضرت محمد اشرف کے ایک صاحبزادے حاجی محمد پیدا ہوئے ان کے بعد ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی

اور دوسرے صاحبزادے حضرت شیخ فیض اللہ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوئی، یہ تحفۃ الکرام اور تکملۃ الشعراء اور مرغوب الاحباب قلمی کی روایت ہے، جبکہ فردوس العارفین قلمی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ محمد اشرف کے ایک نہیں بلکہ دو صاحبزادے تھے۔ ایک کا نام شیخ احمد اور دوسرے کا نام شیخ محمد تھا

حالات مخدوم آدم، ماخوذ از مرغوب الاحباب قلمی، مملوکہ راقم الحرف فردوس العارفین قلمی، تکملہ مقالات الشعراء، اور تحفۃ الطاہرین، تحفۃ الکرام اور تذکرہ صوفیائے سندھ، اور حاشیہ تذکرہ تکملہ مقالات الشعراء

(۲)

۱......مکتوب گرامی پیر ابراہیم جان سرہندی بنام راقم الحروف، مرسلہ ۲۲ نومبر ۱۹۷۶ء

۲......مکتوب پیر ابراہیم جان سرہندی بنام راقم الحروف، مرسلہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

۳......مکتوب پیر ابراہیم جان سرہندی، بنام راقم الحروف، مرسلہ ۲۸ جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ حالات ماخوذ از ٹنڈو محمد خان کے سرہندی اولیاء

نوٹ......آپ ۲۲ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ/۴ جون ۲۰۰۲ء کو وصال فرما گئے اور آبائی قبرستان گنجوٹکر (سندھ) میں سپردِ خاک کیا گیا۔ (مرتب)

(۳)

۱......آپ کے حالات شیخ فیض اللہ کے حالات کے ضمن میں گذر چکے ہیں

۲......مرغوب الاحباب قلمی، میر نظر علی ۱۲۷۳ھ، ص۔ ۹

۳......نوٹ مرغوب الاحباب قلمی میں عبدالباقی اور قاضی شہر کے دو علیحدہ علیحدہ واقعات منقول ہیں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ تکملہ مقالات الشعراء میں صرف ایک واقعہ منقول ہے اور وہ بھی بجائے ''قاضی'' کے عبدالباقی کے متعلق ہے

۴......مرغوب الاحباب قلمی، میر نظر علی ۱۲۷۳ھ، ص۔ ۹

۵......تکملہ مقالات الشعراء، محمد ابراہیم خلیل، مطبوعہ کراچی، ص۔ ۱۸۰

۶......آپ حضرت امام ربانی کے پوتے اور خواجہ محمد معصوم کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے ۱۰۳۲ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اپنے والد ماجد سے علم و معرفت میں کسبِ کمال کیا اور ۹ ربیع الاول ۱۱۲۱ھ کو اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے۔

(مکتوبات محمد معصوم کے فٹ نوٹس مرتبہ نسیم احمد میں نزہۃ الخواطر بحوالہ تذکرۃ الانساب مؤلفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی

سے یہ حالات درج ہیں)

(حالات ماخوذ از تکملہ مقالات الشعراء، تذکرہ صوفیائے سندھ، اعجاز الحق قدوسی، ص۔۵۳۔۷۴)

۷......آپ کا نام حسین بن راجبار ہے کنیت ابوالخیر اور لقب شاہ عالم ہے۔ قوم ''اپلاں'' سے آپ کا تعلق ہے، آپ کی والدہ کا نام سلطانی بنت مراد بن شرفو ہے ٹھٹھہ کے قریب موضع آری کے نزدیک ایک پہاڑ کے غار میں (جہاں آج کل آپ کا مزار ہے) آپ عبادت وریاضت میں مصروف رہا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کا ادھر سے گزر ہوا آپ نے اپنے نور بصیرت سے ان کی استعداد کا اندازہ کر کے بیعت فرمایا اور ایک ہی نظر میں ولایت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا۔ مشہور چشتی سلسلہ کے بزرگ شاہ جمیل گرناری بھی آپ ہی سے بیعت تھے ان کا مزار بھی آپ ہی کے مزار کے جوار میں واقع ہے اردو کا پہلا فقرہ جو آٹھویں صدی ہجری ۷۶۰ھ میں سندھ کے اندر بولا گیا وہ سلطان فیروز شاہ تغلق کی ٹھٹھہ کو فتح نہ کرنے کی شکست پر اہل سندھ نے بولا تھا۔ وہ یہ تھا۔ ''برکت شیخ پٹھا اک موا ایک نٹھا'' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل سندھ کو پیر پٹھا سے کس قدر عقیدت تھی آپ کا وصال ۶۶۲ھ میں ہوا۔ آپ کا عرس ۱۲ربیع الاول کو ہوتا ہے (تکملہ مقالات الشعراء، محمد ابراہیم خلیل)

۸......تکملہ مقالات الشعراء، محمد ابراہیم خلیل (م ۱۳۱۷ھ) مطبوعہ کراچی، ص۔۱۸۲

۹......نواب سیف اللہ خان ذی الحجہ ۱۱۳۷ھ میں ٹھٹھہ کا گورنر بنا اس نے شہر کے نظم ونسق کو بہت اچھے طریقے سے چلایا شہر کو پررونق بنایا اور ۱۱۴۳ھ میں فتق کی بیماری کے اندر مبتلا ہو کے وفات پائی، ٹھٹھہ کے مشہور قبرستان مکلی میں جلوہ گاہ امامین میں مدفون ہے اس کی تاریخ وفات اس مصرعہ سے نکلتی ہے

''دست دلے با دامن آل رسول (تحفۃ الکرام جلد ۳)

۱۰......''جاچکان'' تعلقہ بدین میں ایک موضع ہے اور ایک قوم بھی ہے اس موضوع کے اطراف کو سرکار جاچکاں اور علاقہ جاچکان کہتے ہیں۔ (تحفۃ الکرام جلد ۳)

۱۱......فردوس العارفین قلمی، میر بلوچ خان ۱۲۰۱ھ، ص۔۲۷۔۲۸

۱۲......مرغوب الاحباب قلمی، میر نظر علی صاحب، ص۔۱۰

۱۳......حاشیہ تکملہ مقامات الشعرا، سید حسام الدین راشدی، مطبوعہ کراچی ''ایضا ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷

۱۴......حالات ماخوذ از تکملہ مقالات الشعراء، پیر حسام الدین راشدی بحوالہ تحفۃ الکرام، ص۔۲۴۵

(۴)

حالات ماخوذ از کتب ذیل:

۱......تحفہ لواری شریف، مرتب غلام محمد گرامی مضمون قاضی احمد۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۷۶ء، ص۔ ۳۳ تا ۴۰ تک

۲......اولیائے لواری شریف، ڈاکٹر ھوتچند گربخشانی، مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء

۳......خزینۂ معرفت، صوفی محمد ابراہیم قصوری، مطبوعہ شرقپور شیخوپورہ ۱۹۷۶ء، ص۔ ۱۰۶ تا ۱۰۷

۴......مرغوب الاحباب قلمی میر نظر علی خان تالپور ۱۲۷۳ھ

۵......مکاتیب قاضی احمد قلمی، مملوکہ راقم الحروف

۶......''بزرگان دمائی''، قلمی، مملوکہ راقم الحروف

۷......شوق نامہ قلمی، قاضی احمد، میاں محمد صالح مملوکہ راقم الحروف

۸......''اولیائے نقشبند المعروف بہ سیرت پاک شیر ربانی'' محمد امین شرقپوری مطبوعہ پیکو لمیٹڈ لاہور

۹......ماہنامہ الرحیم، حیدرآباد شمارہ جولائی ۱۹۸۱ء، ص۔ ۲۳

۱۰......سجادہ نشین قاضی احمد حضرت پیر فیض محمد صاحب سے راقم الحروف نے کچھ حالات زبانی حاصل کیے

(۵)

حالات ماخوذ از:

۱......مونس المخلصین، عبداللہ جان عرف شاہ آغا، مطبوعہ، کراچی ۱۳۶۶ھ

۲......مقدمہ دیوان روشن، محمد اسحاق جان، مطبوعہ ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء

۳......دیوان روشن، محمد اسماعیل روشن مطبوعہ ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء

۴......بیان روشن، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، مطبوعہ، ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء

۵......مقالہ ٹنڈو محمد خان کے اولیائے سرہند

(۷)

۱......مونس المخلصین، عبداللہ جان، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۶ھ، ص۔ ۶

۲......مونس المخلصین، ص۔ ۶

حالات ماخوذ (۱) مونس المخلصین، خواجہ عبداللہ جان، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۶ھ (۲) مقالہ ٹنڈو محمد خان کے سرہندی بزرگ، (قلمی)

(۸)

۱......فردوس العارفین، میر بلوچ خان تالپور، ص۔ ۷۸

۲......ترجمہ، جس نے خوشی سے اپنے کان چھدوائے اس کو کیا غم؟ اس کی ماں تو اپنے میکے پر ہے اور اس کے والد کا کوئی نام نہیں

حالات ماخوذ از (الف) لواری جالال، ڈاکٹر گر بخشانی

(ب)......تحفہ لواری شریف۔ غلام محمد گرامی

(ج)......فردوس العارفین۔ میر بلوچ خان تالپور

(د)......مرغوب الاحباب۔ میر نظر علی خان تالپور

(ہ)......اولیائے لواری شریف۔ عبدالکریم جان محمد تالپور

(و)......پروفیسر علی نواز جتوئی سے زبانی واقعات سُنے

(۹)

حالات ماخوذ از:

۱......مونس المخلصین، عبداللہ شاہ آغا، مطبوعہ، کراچی ۲......مقالہ ٹنڈو محمد خان کے اولیائے سرہند، (قلمی)

(۱۰)

۱......اس کا ایک نسخہ سندھی ادبی بورڈ میں، ایک مفتی محمد ابراہیم گڑھی یاسین کے کتب میں موجود ہے

۲......بیاض واحدی قلمی عبدالواحد سیوستانی، ج ۳، ص۔ ۲۳۴

۳......آپ کو اپنا فرزند فرمایا کیونکہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں

۴......عمدۃ المقامات خواجہ فضل اللہ مجددی مطبوعہ لاہور، ص۔ ۴۹۳

۵......عمدۃ المقامات، خواجہ فضل اللہ مجددی، مطبوعہ لاہور، ص۔ ۴۹۳

۶......قاضی محمد اور مخدوم عثمان ٹھٹھوی سے متعدد اختلافی مسائل پر آپ کے مناظرے رہے

۷......یعنی بتوں (قبروں) کے پوجنے والے میاں محمد احسان

۸......حالات ماخوذ از تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد، ص۔ ۲۰۳ تا ۲۱۳

(۱۱)

حالات ماخوذ از: ۱......مونس المخلصین، عبداللہ شاہ آغا، مطبوعہ، کراچی

۲......مقالہ ٹنڈو محمد خان کے اولیائے سرہند، (قلمی)

۳......دیوان روشن، محمد اسماعیل روشن، مطبوعہ ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء

(۱۲)

۱......حالات ماخوذ از اکابر تحریک پاکستان، محمد صادق قصوری

۲......انساب ناموں، پیر غلام رسول مجددی

(۱۳)

حالات ماخوذ از......روزنامہ جنگ، مڈویک میگزین، تحریر ابو محمد مجددی، ۱۴ جنوری ۱۹۸۷ء

(۱۴)

صاحب تذکرہ کے صاحبزادگان حضرت پیر نور احمد مجددی اور حضرت پیر فضل الرحمٰن مجددی اور ان کے دیگر برادران سے راقم الحروف نے یہ حالات زبانی حاصل کیے

(۱۵)

۱......ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے اپنے انگریزی مقالہ میں شیخ محمد سعید کے بعد شیخ اسد اللہ (وزیر آباد) کا واسطہ بھی ذکر کیا ہے جب کہ اعجاز الحق قدوسی نے تذکرہ صوفیائے سندھ میں بلا واسطہ شیخ محمد سعید کو شیخ آدم بنوری کا خلیفہ ظاہر کیا

حالات، ماخوذ از کتب ذیل:

۱......تذکرہ صوفیائے سندھ، اعجاز الحق قدوسی

۲......تاریخ سندھ، غلام رسول مہر، جلد۲، ص۔۱۹۷۔ بحوالہ رسالہ سروش (فارسی) شمارہ نمبر ۲۱ جلد۲

۳......تاریخ سندھ، غلام رسول مہر، جلد۲، ص۔۲۰۷ تا ۱۹۷۔ بحوالہ مکتوبات شاہ فقیر اللہ، ص۔۱۲۰ تا ۱۲۱، ص۔۱۵۷

۴......تاریخ سندھ، غلام رسول مہر، ج۱، ص۔۳۱

۵......ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ''مضمون نقشبندی سینٹس آف سندھ'' جی۔آر، ایس پی، ص۔۳۸۔۶۔۱۹۷۶ء بحوالہ ''سروش''

(۱۶)

۱......آپ ریاست خیر پور کے مخادیم کھڑہ کی علمی اور روحانی مسند پر ۱۱۷۱ھ میں متمکن ہوے، آپ کے والد مخدوم عبدالرحمٰن شہید ہیں، علومِ ظاہری و باطنی کی تکمیل اس وقت کے سلسلۂ قادریہ کے ایک کامل بزرگ اور معتبر عالم

پیر موسیٰ شاہ لوئی سے کی۔ فارسی اور سندھی زبان کے مولود (یعنی میلاد شریف) آپ اکثر پڑھوایا کرتے تھے لوگوں کی ارادت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا فضلۂ وضو لے جا کر بیماروں کو پلاتے تھے اور وہ صحت یاب ہو جاتے تھے۔ بادشاہانِ وقت مثلاً ظل اللہ احمد شاہ اس کا بڑا لڑکا ''تیمور شاہ'' اپنے اپنے عہد حکومت میں آپ کا بڑا احترام کیا کرتے تھے۔ آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے جس کا اظہار ان خطوط سے ہوتا ہے جو وقتاً فوقتاً انہوں نے آپ کے نام ارسال کیے تھے جس میں انہوں نے آپ کو فضائل وکمالات پناہ، شرافت پناہ افاضت دستگاہ جیسے القاب سے آپ کو یاد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''از اھل دعا از علمائے دینِ متین و درویشانِ سالک مسالک راہ یقین می باشند۔'' اس کے علاوہ آپ کے لنگر کے مصارف کے لیے بہت سی جاگیریں بھی ھدیۃً پیش کیں۔ آپ کسی شرعی فیصلہ کے سلسلہ میں شکار پور تشریف لے گئے جہاں زیادتی سواری کے باعث آپ کے پاؤں کی پشت پر ہلکا سا زخم ہو گیا، اس کو دکھانے کے لیے طبیب کو بلایا، کافروں اور دشمنان اسلام نے طبیب کو چند سکوں کے عوض خرید لیا چنانچہ اس نے دوائی میں زہر ملا کر پلا دیا جس کا اثر آپ کے جسم میں پھیلتا چلا گیا اور جب تیسرے روز شکار پور سے آپ اپنے شہر کھڑہ پہنچے تو اسی دن جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ ۱۲۰۳ھ کا واقعہ ہے، قطعہ تاریخ شہادت ہے

آں ولی چوں زینِ جہانِ بے بقا
رفت سوئے خلد دارِ سرمدی
سالِ تاریخش بجستم از خرد
گفت بودہ ''پیر قاضی احمدی''
۱۲۰۳ھ

حالات ماخوذ از……

۱……تذکرہ مخادیم کھڑہ قلمی، مخدوم اللہ بخش عباسی، ص۔ ۷۱ تا ۸۸

۲……مخدوم محمد عاقل بھی اپنے والد مخدوم احمدی کی طرح بڑے صاحب کشف وکرامت بزرگ اور بڑے معتبر عالم ہوئے ہیں، شاہانِ وقت آپ سے بڑی ارادت وعقیدت رکھتے تھے۔ چنانچہ جودھپور اور بیکانیر کے راجہ آپ کو عمدہ عمدہ تحائف ارسال کرتے تھے قندھار کا فرمانروا ''تیمور شاہ'' (احمد شاہ ابدالی کا لڑکا المتوفی ۱۷۹۳ء ۱۲۰۷ھ) آپ سے نیاز مندانہ روابط رکھتا تھا اس نے شاہی فرمانوں میں آپ کو حقائق ومعارف آگاہ، فضیلت وکمالات پناہ، زبدۃ العارفین، زبدہ السالکین، جیسے القاب سے یاد کیا ہے، اور شرعی فیصلوں کے لیے آپ کو قاضی مقرر کرکے پورے سندھ کے باشندگان کو آپ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ تیمور کے بعد اس کے لڑکے

زمان شاہ نے اور اس کے بعد محمود شاہ (م ۱۸۲۹ء) اور اس کے بعد شاہ شجاع الملک نے بھی مخدوم صاحب کی تعظیم میں کوئی کسر نہیں چھوڑی خانقاہ کے لیے آپ کی جاگیروں میں اضافہ کیا اور آپ کی دعاؤں کے ہمیشہ طالب رہے۔ ۱۲۳۲ھ میں آپ نے شہر کھڑہ ریاست خیر پور میں وفات پائی، وہیں آپ کا مزار ہے

حالات ماخوذ از:۔ تذکرہ مخادیم کھڑہ، قلمی، مخدوم اللہ بخش عباس، ص۔ ۸۹ تا ۱۱۳

پیر محمد راشد کے حالات اور اس مضمون کی ترتیب میں مندرجہ ذیل کتب و رسائل اور اخبارات سے مدد لی گئی:

۱......تذکرہ مخادیم کھڑہ قلمی، مخدوم اللہ بخش عباسی

۲......تذکرہ صوفیائے سندھ، اعجاز الحق قدوسی

۳......تذکرہ پیران پاگار، تبسم چودھری

۴......قدیم سندھ، مرزا قلیج بیگ

۵......حاشیہ لب تاریخ سندھ، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ۔ ۲۵۵

۶......ہفت روز لیل و نہار، مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۷۳ء ص۔ ۷

۷......روزنامہ جسارت کراچی مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۷۲ء

۸......رسالہ نئی زندگی، ماہ مئی ۱۹۵۲ء مضمون (سندھ کا ایک برگزیدہ خاندان ڈاکٹر نبی بخش خاں)

(۱۷)

آپ کے حالات کی ترتیب و تدوین میں مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے:

۱......فردوس العارفین قلمی، میر بلوچ خان تالپور

۲......مرغوب الاحباب قلمی، میر نظر علی خان تالپور

۳......لطیفۃ التحقیق قلمی، سید رفیق علی پشنگی

۴......الجواہر البدائع قلمی، بلال

۵......صقال الضمائر، خواجہ محمد سعید

۶......لواری جالال، ڈاکٹر بخشانی

۷......اولیائے لواری شریف، ڈاکٹر عبدالکریم جان محمد تالپور

۸......مقالات تصوف، عبدالکریم تالپور

۹......خزینۂ معرفت، میاں محمد ابراہیم

(۱۸)

حالات ماخوذ از

۱..... شام کربلا، از مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، ۲..... مجلہ محمد شفیع اوکاڑوی، ۳..... خطیب پاکستان

۴..... سہ ماہی گنج کرم، جنوری تا مارچ ۱۹۹۳ء

(۱۹)

۱..... فتوحاتِ اسلامیہ، سیرتِ نبویہ، تقریب الاحوال۔ الدرر السنیہ جیسی عظیم کتابوں کے مصنف اور مکہ معظمہ کے مفتی اعظم

۲..... قل الطاقۃ کل العقل بل القلب حل الضعف (منہ قدس سرہ)

۳..... مونس المخلصین، عبداللہ جان عرف شاہ آغا، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۶ھ، ص۔ ۲۰۲

۴..... محمد فاروق ابن ابوالقاسم ابن حضرت ابوالکریم ابن حضرت شاہ ضیاء الحق شہید ابن حضرت شاہ غلام نبی

۵..... حالات ماخوذ، از مونس المخلصین، عبداللہ جان عرف شاہ آغا، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۶ھ

(۲۰)

حالات ماخوذ از:

۱..... تذکرہ اکابر اہل سنت، علامہ محمد عبدالحکیم شرف۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء/۱۳۹۶ھ

۲..... مونس المخلصین، عبداللہ جان عرف حضرت شاہ آغا۔ مطبوعہ کراچی

۳..... مقالہ ٹنڈو محمد خاں کے سرہندی بزرگ (قلمی)

(۲۱)

حالات ماخوذ از، تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی جلد ۳، ص۔ ۲۴۸

(۲۳)

حالات ماخوذ از:

۱..... مکتوبات ڈاکٹر محمد مسعود احمد بنام راقم الحروف

۲ . جہانِ مسعود، آر بی مظہری مطبوعہ کراچی

۳ ..... مسعود ملت اور رضویات، محمد عبدالستار طاہر

۴..... تخصصات حضرت مسعود ملت، محمد عبدالستار طاہر

۵ . منزل بہ منزل، محمد عبدالستار طاہر، مطبوعہ حیدر آباد

(۲۴)

راقم الحروف نے حضرت مفتی صاحب کے صاحبزادے جناب حافظ قاری محمد ظفر احمد صاحب اور مفتی صاحب کے رفیق خاص مولانا رفیق الاسلام صاحب اور تذکرہ مظہر مسعود مصنفہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور بزم جاناں مصنفہ راقم الحروف سے یہ حالات حاصل کیے

(۲۵)

حالات ماخوذ از:

۱......تذکرہ مشاہیر سندھ، دین محمد وفائی ۲......تحفۃ الزائرین۔ محمد طفیل احمد نقشبندی، مطبوعہ کراچی

(۲۶)

حالات ماخوذ از:

۱......مونس المخلصین، عبداللہ شاہ آغا، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۶ھ

۲......معین المنطق، معین الدین اجمیری، مطبوعہ، مشہور پریس کراچی ۱۹۶۷ء

۳......تذکرہ اکابر اہلِ سنت، محمد عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۶ء

۴......طریق النجات، محمد حسن جان سرہندی، مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۷۹ء

۵......ترجمان اہل سنت، پیر ہاشم جان سے ایک ملاقات، شمارہ اگست ۱۹۷۴ء، ص۔ ۲۲

۶......تذکرہ مظہر مسعود محمد مسعود احمد ڈاکٹر، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۹ء

۷......ہفت روزہ اداکار، سندھ کے عظیم پیر ہاشم جان سے خصوصی ملاقات ۱۹۷۵ء

۸......اکابر تحریک پاکستان، محمد صادق قصوری

۹......ٹنڈو محمد خان کے صوفیائے سرہندی (قلمی)

۱۰......اسمبلی کی نشست کے فیصلہ کی قلمی دستاویزات

(۲۷)

حالات ماخوذ از......مقدمہ، فتاوٰی مجددیہ نعیمیہ، از ڈاکٹر محمد مسعود احمد، دارالعلوم مجددیہ۔ ملیر، کراچی

(۲۹)

حالات ماخوذ (۱) مکتوب حافظ سید مقصود علی بنام راقم از خیر پور، ۲۵ر نومبر ۱۹۹۴ء (۲) راقم الحروف کے ذاتی مشاہدات

حواشی ضمیمہ:

(۱)

۱...... حالات مصنف، مشمولہ سندھ کے صوفیائے نقشبند، مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۹۶ء

۲...... زبانی معلومات سیدی استاذی حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۳...... زبانی معلومات، صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد

(۲)

۱...... ہفت روزہ افق کراچی شمارہ ۲۲ ر تا ۲۸ ر جنوری ۱۹۷۹ء، ص۔ نمبر ۱۰

۲...... ڈاکٹر محمد مسعود احمد، گویا دبستان کھل گیا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء

۳...... ماہنامہ مقدمہ کراچی، شمارہ ستمبر اکتوبر ۲۰۰۰ء، (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نمبر)

۴...... ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے خطوط ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے نام (قلمی مقالہ)
مقالہ برائے ایم۔ اے (سال دوم) سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد، سندھ

۵...... پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے زبانی معلومات

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشورِ چہارم

امیر حلقۂ احرار، شان و جان محبوبی
صفِ اخیار کے افسر مجدد الف ثانی ہیں
(ناظم)

مزار شریف حضرت شاہ سید ابوالسعد سالم مجددی علیہ الرحمہ

کلّی قنبرانی، سرآب، کوئٹہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بلوچستان کے صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر (کوئٹہ)

☆☆

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے جلیل القدر عارف حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ اکبر کے دورِ حکومت میں دہلی تشریف لائے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۵ ذی الحجہ ۹۷۱ھ ۱۵ جولائی ۱۵۶۴ء میں ہوئی اسم مبارک محمد رضی الدین تھا لیکن زیادہ تر باقی باللہ یا محمد باقی باللہ یا عبدالباقی کے نام سے مشہور ہیں۔ وصال ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء میں ہوا۔ مزار مبارک دہلی میں ہے آپ کو حضرت بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے اویسی نسبت ہے۔ ظاہر میں آپ مولانا خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت وارادت رکھتے تھے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ (ولادت ۱۴ شوال ۹۷۱ھ /۲۶ جون ۱۵۶۴ء تاریخ وصال ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ/ ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء) نے اس سلسلے کو مقبول عام بنایا اور آپ کے خلفاء نے اس کو دور تک پھیلایا۔ بعد میں یہ سلسلہ ”نقشبندیہ مجددیہ“ کے نام سے مشہور ہوگیا اور برصغیر پاک وہند سے باہر بھی یہ سلسلہ ایشیا ویورپ کے مختلف ممالک میں مقبول ہوا۔

بلوچستان میں صوفیائے اسلام پر نقشبندیہ مجددیہ کا اچھا خاصا اثر ہے۔ اس سلسلے میں حضرت میاں عبدالحکیم نانا (۱۰۹۰ھ/ ۱۶۷۹ء......۱۱۵۳ھ/ ۱۷۴۰ء) اور ان کے خلفاء میاں نور محمد جیودرانی قندھاری، ملا عثمان اخوند، میاں محمد حسن یٰسین زئی مرید خاص بابا خرواری، میاں نور محمد قندھاری کے خلیفہ خواجہ حافظ عبدالمجید (جو خواجہ فیض الحق جان چشموی (۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء......۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء) کے جد امجد تھے) خواجہ میاں روح اللہ اخوند زادہ گانگزئی (۱۲۲۸ھ/ ۱۸۱۳ء......۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء) ملا رحیم داد (وادی ژوب) ملا جان محمد کاکڑ (وادی ژوب) میاں روح اللہ کے نامور خلیفہ خواجہ فیض الحق جان،

خواجہ محمد عمر چشموی (۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء...... ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) خواجہ عبدالحیٔ' جان مولانا محمد فاضل[2]۔ مولانا محمد صدیق نقشبندی مستونگی (م ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) اور ان کے مرید خاص ڈاکٹر عبداللہ حکیم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اب ہم بلوچستان کے چند اہم مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے حالات اور ان کی علمی و روحانی خدمات کا مختصراً ذکر کرتے ہیں:

(۱)

ملا رحیم داد

آپ سنزخیل قبیلہ سے متعلق تھے اور ژوب آپ کا مسکن تھا۔ حضرت شاہ فقیر اللہ علوی (المتوفی ۱۱۹۵ھ/ ۱۶۸۰ء) سے فیض یاب ہوئے۔ انہی کے ارشاد پر آپ نے ژوب میں قبائل کاکڑی میں الحاد کے خلاف تبلیغ کی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔

آپ ہی کے ایما پر محمد بن محمد الجامی الماسی نے ملاحدہ کے رد میں ایک رسالہ تحریر کیا تھا جس کا ایک قلمی نسخہ علامہ ڈاکٹر محمد شفیع لاہوری کے کتب خانہ میں ہے۔

ملا رحیم داد اور محمد بن محمد الجامی الماسی حضرت شاہ فقیر اللہ علوی کے تبلیغی داعیوں میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔

(۲)

حضرت میاں عبدالحکیم نانا صاحب

میاں عبدالحکیم نانا صاحب ۱۰۹۰ھ/ ۱۶۷۹ء میں خانوزئی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سکندر شاہ تھا۔ آپ ڈیوڈزئی شموزئی سنٹیا کاکڑ تھے۔ ''نانا'' ان کا احترامی لقب ہے جو اردو کے ''بابا'' کا مترادف ہے مگر کثرت استعمال سے ان کے نام کا جزو ہی بن گیا۔ کہتے ہیں کہ میاں صاحب کے والد سکندر شاہ خود بھی صاحب بصیرت اور اہلِ کشف و کرامات میں سے تھے۔ انہوں نے ادھیڑ عمر میں شادی کی۔ میاں صاحب کی والدہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں جنہیں وہ اپنے کپڑوں میں چھپا رہی ہیں۔ انہوں نے اپنے والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں

نے اس کی تعبیر بتائی کہ خدا آپ کو ایک ایسا نیک بخت فرزند عطا کرے گا جس کے باطنی علوم وانوار سے دنیا منور ہو جائے گی۔ میاں صاحب اسی تعبیر کی مادی صورت تھے جن کے ظاہری اور باطنی علوم وکمالات سے قندھار، پشین اور لورالائی کا سارا علاقہ فیضیاب ہوا۔

میاں صاحب ابھی شیر خوار ہی تھے کہ ان کی والدہ محترمہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ ان کے والد نے دوسری شادی کی۔ سوتیلی ماں کا سلوک ناروا اور تشدد آمیز تھا۔ وہ گاؤں کے مدرسہ میں دوسرے بچوں کے ساتھ پڑھتے رہے۔ ان دنوں انہوں نے گلستان، بوستان، شروط الصلوۃ پڑھیں، مگر مسلسل زیادتیوں کے سبب انہیں گاؤں چھوڑنا پڑا۔ وہ ابھی جوانی کی سرحدوں کو چھونے والے تھے، انہیں پشین کے گردونواح کے مختلف گاؤں میں جا کر تعلیم حاصل کرنی پڑی۔ اسی اثناء میں انہوں نے فارسی کتب صرف ونحو اور فقہ کی تعلیم حاصل کی اور قندھار روانہ ہو گئے۔ وہاں ان دنوں یرویس خان کی حکومت تھی۔ انہوں نے بہت جلد وہاں منطق، بدیع، معانی، بیان، اصول، حدیث وتفسیر کی مکمل تعلیم کی تحصیل کر لی۔ اس کے بعد انہوں نے تصوف وطریقت کی راہ اختیار کی۔ پہلے پہل انہوں نے میاں سید لعل جیو نگرہاری رحمۃ اللہ علیہ کی مریدی اختیار کی، مگر ان کے اشتیاق، باطنی اور روحانی صلاحیتوں کا اندازہ کرنے کے بعد انہوں نے میاں صاحب کو اپنے استاد شیخ عبدالغفور نقشبندی کے پاس پشاور بھیج دیا۔ انہوں نے بھی حسبِ مقدور ان کی روحانی تشنگی بجھانے کی کوشش کی، مگر آخر انہوں نے بھی میاں صاحب کو اپنے استاد مکرم میاں اللہ یار کے پاس لاہور بھیج دیا، جہاں ان کی روحانی شخصیت کی تکمیل ہوئی اور مرشدوں نے انہیں خلافت کے خرقے دے کر رخصت کر دیا۔ انہوں نے قادری اور نقشبندی دونوں طریقے حاصل کیے۔ قندھار واپس پہنچے تو علومِ ظاہر کی درس وتدریس کے ساتھ ساتھ انہوں نے تزکیۂ نفس وباطن کے لیے وعظ وارشاد کا بھی آغاز کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ کہتے ہیں بدکار و بدکردار لوگ بھی ان کی ایک نظر سے تائب ہو کر صراطِ مستقیم اختیار کر لیتے۔ انہوں نے کئی لوگوں کو روحانی مراتب بخشے۔ مریدوں میں آئے دن اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ حاسد اور کینہ پرور لوگوں نے بادشاہِ وقت، شاہ حسین ہوتک کو میاں صاحب کی بے اندازہ مقبولیت کا خوف دلایا۔ نتیجتاً اس نے حکم صادر کر دیا کہ میاں صاحب قندھار چھوڑ دیں۔

میاں صاحب ۱۱۲۱ھ/۱۷۰۹ء سے ۱۱۴۹ھ/۱۷۳۶ء تک یعنی تقریباً پچیس سال قندھار میں رہے، اس دوران میں یرویس خان، عبداللہ خان، شاہ محمود خان اور شاہ اشرف خان نے قندھار پر باری باری

حکومت کی اور ان کے تعلقات میاں صاحب سے انتہائی خوشگوار رہے۔ مگر شاہ حسین ہوتک نے ان کے بے شمار معتقدین اور مریدوں کے ڈر سے میاں صاحب کو شہر بدر کرنے کا حکم دیا۔ کہتے ہیں جب میاں صاحب وہاں سے روانہ ہوئے تو انہوں نے خلجی اقتدار کے خاتمے اور قندھار کی بربادی کی بددعا کی۔ انہی تلخ واقعات کا ایک گمنام عوامی پشتو شاعر نے اپنے ”بدلہ“ (عوامی صنفِ شعر، پشتو) میں برملا اظہار کیا ہے۔ گو کہ اس گیت نما نظم میں فنی اسقام اور اوزاں کی چند ایک خامیاں نظر آتی ہیں، مگر چونکہ یہ ایک واقعاتی نظم ہے، اس لیے اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اسے واقعات کی صداقت کے لیے پیش کرنے میں خاصی معاونت ملتی ہے۔

(اردو منظوم ترجمہ)

میاں جب شہر سے نکلے تو رویا حاکمِ دوراں
نہ تھی جائے اماں کوئی، کہ سب تھے خوف سے لرزاں

میاں جب شہر سے نکلے، چلے اشجار کوڑک بھی
کوئی تھا سائبان اس کا، کوئی کرتا قدمبوسی
میاں نے جب نظر کی، رک گئے اپنی جگہ سب ہی
مگر جوڑنگ نخشہ ہمرکابِ مرشدِ دوراں

میاں جب شہر سے نکلے تو وہ کاریز میں ٹھہرے
کہا ”سر کے چھپانے کو جگہ دو، تم ہو سب اپنے“
مخالف ایک تھا، اس کو، گئے یہ بددعا دیتے
”کہ جا اب سات پشتوں تک نہ، اک سے دو ہوں تیرے ہاں“

اس گیت میں درختوں کے چلنے اور مخالف کو بددعا دینے کا جو ذکر آیا ہے اس کے متعلق لوگوں میں جو روایات مشہور ہیں وہ یہاں بیان کی جاتی ہیں:

جب میاں صاحب کوڑک پہاڑ سے اتر کر خانوزئی کی طرف جانے لگے تو پہاڑ کے درخت بھی ان کے پیچھے چل پڑے۔ آپ نے اشارہ فرمایا، تو وہ رک گئے مگر ایک درخت سات آٹھ میل تک ان کے پیچھے جاتا رہا آخر قلعہ عبداللہ شہر سے ایک دو میل اس طرف وہ بھی رک گیا۔ اس درخت کو آج بھی ”جوڑنگ نخشہ“ کہتے ہیں۔

اسی طرح روایت ہے کہ ایک بار لوگ میاں صاحب کو پشین میں رہائش اختیار کرنے کے لیے زمینیں دینے لگے۔ مگر ایک شخص نے صاف انکار کر دیا۔ میاں صاحب نے بد دعا کی کہ سات پشتوں تک ترا ایک دو نہ ہو۔ اور یہی ہوا کہ اس کی سات پشتوں تک ایک ہی اولاد ہوتی رہی۔

ان کی روانگی کے وقت ان کے ہزاروں مرید اور معتقدین ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے شہر سے نکل کر انہیں نصیحت کی کہ وہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ مگر اکثر مرید عقیدت کی وجہ سے ان کے ساتھ چلے آئے۔ وہ کوژک پہاڑ سے ہوتے ہوئے خانوزئی اپنے آبائی گاؤں پہنچے۔ والد مرحوم کا مزار بنایا، ایک مسجد تعمیر کی اور اس کے ساتھ ایک باغ لگایا۔ ایک سال تک وہاں قیام کیا۔ مگر اعزہ و اقارب نے شاہ حسین کے خوف سے انہیں اراضی میں حصہ نہ دیا اور وہ وہاں سے ۱۱۴۷ھ میں ڈکی تشریف لے گئے۔ ان کے مرید بھی ان کے ساتھ تھے۔ یوسف کچھ، کواس، بغاو، سہالن، بوری اور تل سے گزرے مگر کاکڑ قبیلے نے بھی ان کو جگہ نہ دی۔ آخر چوٹیالی تھل کی ترین قوم نے انہیں زمین دی۔ وہاں انہوں نے اپنی زندگی کے آخری چھ سال گزارے اور ۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء میں وفات پا گئے۔

وہ زندگی بھر مجرد رہے۔ بعد میں ان کے سجادہ نشین سردار حاجی صورت خان ترین نے ان کا مزار تعمیر کرایا۔

میاں صاحب کی بد دعا کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو میاں صاحب کے جانے کے تین سال بعد خلجیوں سے اقتدار چھن گیا اور نادر شاہ افشار وہاں کا حاکم بنا۔ آج تک دوبارہ خلجی قوم کو حکومت نہیں ملی۔ قندھار کی مٹی کی پریشان حالی کا اندازہ اس سے کیجیے کہ آج تک اس کی مٹی دور دور تک جاتی ہے اور وہاں اس سے برتن بنائے جاتے ہیں۔

ایک اور روایت ہے کہ ایک دن قندھار شہر میں گھوم رہے تھے کہ انہیں ایک بچہ نظر آیا۔ اسے پاس بلایا، دعا دی اور رخصت کر دیا۔ مریدوں کے استفسار پر میاں صاحب نے فرمایا کہ یہ بڑا نیک بخت بچہ ہے۔ اس کی پیشانی پر بادشاہی تحریر ہے اور یہی بچہ میاں صاحب کی وفات کے سات سال بعد تخت نشین ہوا جو تاریخ میں احمد شاہ ابدالی کے نام سے مشہور ہے۔

میاں صاحب کے پہلے خلیفے میاں نور محمد جیو درائی قندھاری تھے، جو ان کے ساتھ ہی بلوچستان آئے تھے اور یہیں فوت ہوئے۔ دوسرے خلیفہ سرانان پشین کے ملا عثمان اخوند تھے۔ تیسرے خلیفے آڑک کے میاں محمد حسن یسٰین زئی تھے۔

میاں صاحب نے کئی کتابیں لکھی ہیں جو اکثر تصوف سے متعلق ہیں اور جو زیادہ تر فارسی میں ہیں۔

میاں صاحب کی چار کتابیں مجموعہ رسائل (جو عبدالحی حبیبی کے پاس ہے)، مقامات تصوف (مقامات التوحید) رسائل حکیمیہ اور حصن الایمان ہیں۔ ''مجموعہ رسائل'' میں چھ باب ہیں جن میں تنزیہ، فیض، حقیقت صلوٰۃ وفقر، حقیقت محمدی اور بحث نفی واثبات پر بہت عالمانہ اور محققانہ بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ تذکرہ علوم ومعارف بھی ہے۔ ''مقامات التوحید'' قندھار میں شائع ہوئی ہے، باقی کتابیں ابھی تک قلمی صورت میں ہیں۔ ''حصن الایمان'' پشین خانوزئی کے باشندے حافظ خان محمد نے حاجی صورت خان صاحب ترین مرحوم کی فرمائش پر ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء میں چھاپی تھی، جو ۸۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ سرورق پر لکھا ہوا ہے ''وقف من حاجی صورت خان ترین دُکی۔ آلا انَّ اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ الحمدللہ والمنۃ کہ کتابِ مستطاب تالیف حضرت قطب الاقطاب عالمِ اجل فاضلِ اکمل شیخِ شریعت وطریقت غوثِ زمان حضرت میاں عبدالحکیم کاکڑ افغان قدس سرہ العظیم المسمّٰی بہ مختصر حصن الایمان فارسی درعقائد بمع سیرت حضرت ایشاں بسعی وصحت وتالیف خان محمد تاجر کتب حسب فرمائش جناب خادم الفقرا والعلماَ خان صاحب حاجی صورت خان ترین دُکی، بوری، بلوچستان''۔

''حصن الایمان'' میں عقائد پر بحث کی گئی ہے۔ اسلوبِ بیان سہل اور دلنشین ہے۔ سوال وجواب کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اہلِ سنت وجماعت کے عقائد پیش نظر رکھے گئے ہیں۔ دلائل دے کر وضاحت کی گئی ہے۔ آیات واحادیث کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ کل آٹھ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

الباب الاول فی صفات اللہ
الباب الثانی فی عصمت الانبیاء
الباب الثالث فی احکام الایمان
الباب الرابع فی افعال العباد
الباب الخامس فی احکام الاخرۃ
الباب السادس فی عمل القلب
الباب السابع فی الابتلاء
الباب الثامن فی المتفرقات

توحید کی یوں وضاحت فرماتے ہیں:

> ''بدانکہ توحید یکی گفتن است مرخدائے را عزوجل و یکے دانستن است نہ از روی عدد زیرا نکہ یگانہ از روی عدد آنرا گوید کہ ویرا دوم باشد واللہ تعالیٰ ہمچنیں یگانہ بذات خود است کہ ہرگز از وی یگانگی نزود

> ازانکہ یگانگی از چیزے وقتی رود کہ ویرا ثانی مثل موجود باشد وخداوند تعالیٰ، منزہ است از مثل و مانند۔

فی فضل البشر علی الملائکۃ کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

> بدانکہ خواص بنی آدم یعنی انبیاء افضل انداز جملہ ملائک وعوام بنی آدم یعنی اتقیا افضل انداز عوام ملائک وخواص ملائک افضل انداز عوام بنی آدم و بدانکہ سجدہ، ملائک مرآدم را علیہ سلام بطریقت تحیت بود یعنی بمنزلہ سلامِ بود نہ بطریقِ عبادت زیراکہ سلامِ امتانِ پیشین سجدہ بودی ودر شریعتِ ماتحیت بسجدہ منسوخ شدہ است وسلام ومصافحہ بعوض دے مشروع گشتہ وسجدہ مرآدم علیہ سلام رابعد نفخ روح بود درزمین۔

کتاب کے آخر میں تاریخ تالیف کو یوں ظاہر کیا ہے:

> تمام شد کتاب منتخب حصن الایمان از تالیف عبدالحکیم قندھاری معروف بقوم کاکری بتاریخ سیزدھم ماہ رمضان المبارک فی یوم الاحد ۱۱۰۰ھ/ ۱۶۸۸ء۔

یہاں دو مخطوطات کا حوالہ دینا بے محل نہ ہوگا۔ یہ دونوں عزیز محترم جناب صاحب زادہ عبداللہ صاحب (پشین ضلع کوئٹہ) کے ذاتی کتاب خانے میں ہیں۔ ان کا موضوع میاں عبدالحکیم کے روحانی اکتسابات کا ذکر ہے جو انہیں وقتاً فوقتاً اپنے مرشدوں اور پیشواؤں سے میسر آئے اور انہوں نے آگے اپنے ارادتمندوں کو بیان کیے۔ سلوک و معرفت سے متعلق مسائل کے بارے میں ان کے خیالات معلوم کرنے کے لیے ان رسائل کا مطالعہ ضروری ہے:

۱...... رسالہ متعلق بہ اکتسابات روحانی میاں عبدالحکیم

یہ رسالہ ۵۸ صفحوں پر مشتمل ہے۔ اس کے مؤلف کا نام اس پر درج نہیں۔ البتہ پہلے صفحے پر دو مہریں ہیں۔ پہلی مُہر کی عبارت یوں ہے:

> التوکل علی اللہ الصمد عبدہ بر محمد ۱۲۱۴ھ/ ۱۷۹۹ء

دوسری مُہر کی عبارت اس طرح ہے:

> جہاں پر علم زنورِ محمد ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۴ء

۲...... تعلیم السلوک

یہ رسالہ ۱۶۵ صفحوں پر مشتمل ہے۔ اس کے مؤلف کا نام ''احمد بن اسماعیل ابدالی قندھاری'' ہے۔ کتابت کا سال ۱۳۱۵ھ ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ میاں صاحب نے وصیت فرمائی تھی کہ میری تمام کتابیں اسے دی جائیں جس کے لیے میری لائبریری کا دروازہ خود بخود کھل جائے۔ کہتے ہیں کہ ان کے ایک مرید عبدالحلیم سنزرخیل کاکڑ کے لیے یہ دروازہ کھلا تھا، وہاں سے انہوں نے میاں صاحب کا عمامہ، چادر اور تمام کتابیں اپنے قبضے میں لے لیں اور ان سب کو لورالائی 'درگئی' کدیزئی لے آئے۔ جو سالہا سال تک محفوظ رہیں، مگر بعد میں کتابوں کا بڑا ذخیرہ آج سے تقریباً پچاس سال قبل دفن کر دیا گیا۔ مولوی مزمل اخوندزادہ مرحوم نے بتایا کہ ان کی حفاظت ممکن نہ تھی۔ اب بھی ان میں سے کچھ کتابیں اس کتب خانے میں ہیں جو اکثر عربی میں ہیں جس پر میاں عبدالحلیم کی ۱۱۳۲ھ/۱۷۱۹ء کی ذاتی مہر بھی لگی ہوئی ہے۔ ایک لحاظ سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ یہی عبدالحلیم نامی شخص احمد شاہ ابدالی کے یہاں نائب رہا ہے۔ جو مالیہ وغیرہ متعلقہ علاقے سے وصول کرتا تھا۔ اسی گھرانے میں وہ شاہی حکم آج بھی محفوظ ہے، جو پکی کالی سیاہی سے کپڑے پر قلمی لکھا ہوا ہے اور اس پر بے شمار سرکاری مہریں ہیں۔ عبدالحلیم کا مزار دو درگیوں کے درمیان تحصیل بوری ضلع لورالائی میں ہے۔

(۳)

بابا خرواری

آپ کا اصلی نام ملا طاہر تھا اور آپ سارنگ زئی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت میاں عبدالحکیم نانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء) جو بہت پایہ کے بزرگ ہو گزرے ہیں اور جن کا حال اسی تذکرہ میں موجود ہے، کے مریدوں میں آپ کو امتیازی حیثیت حاصل تھی۔

ایک مرتبہ حضرت میاں عبدالحکیم نانا صاحب گوشکی یا غوشکی آئے اور ملا طاہر کے ہاں قیام فرمایا۔ ایک رات جب نانا صاحب عبادت میں مصروف تھے، انہیں پیاس لگی۔ آپ نے ملا طاہر سے پانی مانگا۔ جب وہ پانی لائے تو دیکھا کہ نانا صاحب اس انہماک کے ساتھ عبادت میں مگن ہیں کہ انہیں گرد و پیش کا خیال تک نہیں۔ ملا طاہر ہاتھ میں پانی لیے ان کے نزدیک کھڑے رہے سردی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، پانی یخ ہو گیا

تھوڑی دیر بعد نانا صاحب نے اس جانب توجہ فرمائی تو ملا طاہر نے پانی والا ہاتھ آگے بڑھایا اور جونہی نانا صاحب نے پانی کا کٹورہ اٹھایا تو آپ کے ہاتھ کی جلد جو اس شدید سردی کی وجہ سے کٹورے کے ساتھ جم چکی تھی، ہاتھ سے الگ ہو کر کٹورے کے ساتھ ہی کھنچ آئی۔ اس پر نانا صاحب نے فرمایا، اوروں کو تو میں نے معمولی سی بزرگی دی لیکن تمہیں خرواروں (چار بوری گندم کو خروار کہتے ہیں۔ یہ بلوچی اور پشتو لفظ ہے) کے حساب سے بزرگی دیتا ہوں۔ اس واقعہ کے باعث ملا طاہر "بابا خرواری" کے نام سے مشہور ہو گئے۔

انگریزوں نے ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء میں گوشکی کو بلوچستان کے گرمائی صدر مقام اور سینی ٹوریم کے لئے منتخب کیا۔ اور ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء میں جناب ملا طاہر بابا خرواری کے مزار کی وجہ سے گوشکی کو "زیارت" (مقامی زبان میں مزار کو اسی نام سے پکارتے ہیں) کا نام دیا گیا۔ سارنگ زئی کے قبائل میں ابھی تک زیارت کا پرانا نام ہی چلتا ہے۔

بابا خرواری صاحبِ کشف و کرامات تھے۔ تبلیغِ اسلام کے لیے آپ نے غیر معمولی کام کیا۔ آپ کا مزار زیارت سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ زیارت کے باشندے بابا خرواری کے مزار کو بہت بابرکت خیال کرتے ہیں۔ چھٹی کے روز اکثر لوگ مزار پر حاضر ہوتے ہیں۔ اکثر لوگ وہاں دنبے ذبح کرتے ہیں۔ عید کے روز سارنگ زئی قبیلہ کے لوگ یہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔ نشانہ بازی کے مقابلوں کے علاوہ کشتیاں لڑی جاتی ہیں۔ شام کو دنبے کا بھنا ہوا گوشت کھا کر پہاڑوں کی ٹیڑھی میڑھی اور تنگ پگڈنڈیوں سے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ راستے میں ایک جگہ پتھروں کے ڈھیر پڑے ہیں جو ظاہراً کسی چھوٹی سی عمارت کے کھنڈر معلوم ہوتے ہیں۔ مقامی روایت کے بموجب یہ پتھروں کا ڈھیر حضرت طاہر خرواری بابا کی مسجد کے آثار ہیں جس میں آپ عبادت کیا کرتے تھے۔

(۴)

خواجہ حافظ عبد المجید

خواجہ حافظ عبد المجید، حضرت خواجہ فیض الحق جان چشموی (۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء۔ ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء) کے جدامجد تھے۔ بے نظیر قاری، عالم اور صاحب حال بزرگ تھے، آپ میاں نور محمد صاحب قندھاری کے خلیفہ تھے جو حضرت میاں عبد الحکیم نانا صاحب۔ (المتوفی ۱۱۵۳ھ/ ۱۷۴۰ء) کے خلیفہ مقرر ہوئے تھی۔ (ان کا تفصیلی ذکر اسی تذکرہ میں موجود ہے)

خواجہ صاحب کے متعلق مشہور ہے کہ جب آپ کسی ندی کے کنارے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو بہتا پانی رک جاتا۔ اسی زمانے میں عرب سے ایک قاری آپ کی ملاقات کی خاطر آیا۔ جب اس نے آپ سے قرأت سنی تو آپ کے کمال سے بے حد متاثر ہوا۔

آپ سے متعلق یہ واقعہ بھی بہت مشہور ہے کہ آپ کے پاس جو طالب علم فیضیاب ہوتے تھے، ان میں انسان بھی تھے اور جنات بھی۔ ایک مرتبہ جاڑے کے موسم میں برف باری کے باعث سخت سردی پڑی۔ طالب علموں نے آپ سے درخواست کی کہ ہمیں توت کھلائیں۔ حافظ صاحب نے ان طلبہ کو بہت سمجھایا اور نصیحتیں کیں لیکن وہ طالب علم کسی طرح بھی راضی نہ ہوئے اور توت کھانے پر مصر ہوئے۔ آخر حافظ موصوف جب تنگ آ گئے تو انہوں نے کہا کہ اچھا سب طالب علم اپنی اپنی چادریں لیں اور کسی باغ میں چلیں۔ باغ میں پہنچ کر آپ نے ایک طالب علم سے کہا کہ وہ توت کے درخت پر چڑھ کر اسے جھنجھوڑے۔ باقی طالب علموں سے کہا کہ وہ چادریں پھیلائیں۔ چنانچہ ان چادروں میں بے اندازہ تازہ توت گرے جو سب نے جی بھر کر کھائے۔

(۵)

خواجہ عبدالعزیز

خواجہ عبدالعزیز، خواجہ صاحبزادہ حافظ عبدالمجید کے فرزند ارجمند تھے۔ موصوف صاحب علم وفضل اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ ملا محمد عظیم آخوند کو جو ایک جید عالم تھے اور حضرت میاں روح اللہ صاحب پشتنگی کے خلیفہ تھے، سنگِ مثانہ کے درد کی وجہ سے سخت تکلیف تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گردہ میں پتھری ہے۔ آپ نے خواجہ عبدالعزیز سے ذکر کیا اور فریاد کی کہ حضرت بہت تکلیف میں مبتلا ہوں۔ حضرت نے فوراً مراقبہ کیا اور توجہ فرمائی۔ اللہ کی رحمت سے ایک گھنٹہ کے بعد وہ پتھری ریزہ ریزہ ہو کر پیشاب کے ذریعہ سے خارج ہوگئی۔

آپ کے تین بیٹے تھے: (۱) میاں مولوی احمد (۲) میاں عبدالحق (۳) میاں فیض الحق۔ آپ نے اپنی وفات سے پیشتر (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء اور ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء کے مابین) اپنے تینوں بچوں کے بارے میں یہ وصیت کی تھی کہ انہیں صالح محمد آخوند کے پاس قندھار بھجوا دیا جائے۔ آخوند مذکورہ اپنے وقت کے بڑے متبحر اور فیاض عالم تھے اور ان کی بے شمار کرامات مشہور ہیں۔ چنانچہ تینوں صاحبزادگان کو ان کی خدمت میں

بھیج دیا گیا۔ تینوں نے آخوند صاحب موصوف سے علوم حاصل کیے اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد بلوچستان آ گئے۔

میاں عبدالحق بحکم ربی جوانی کے زمانے میں رحلت فرما گئے۔ مولوی احمد صاحب اپنے زمانہ کے بے نظیر اور جید عالم کی حیثیت سے ابھرے اور ساری عمر درس وتدریس میں گزار دی۔ خواجہ فیض الحق صاحبِ کمال بزرگ ہوے۔

(٦)

ملا عثمان اخوند

آپ حضرت میاں عبدالحکیم نانا صاحب (التوفی ۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء) کے خلیفہ تھے اور آپ کا تعلق نقشبندی سلسلے سے تھا۔ آپ سرانان (پشین) کے رہنے والے تھے۔ آپ کا تعلق قبیلہ کاکڑ کی سنٹیا شاخ کی ذیلی شاخ یاسین زئی سے ہے۔ آپ نے اسلامی تعلیمات کے لیے سرانان سے ایک میل پشین کی جانب ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو آج تک جاری ہے۔ آپ کی خانقاہ بھی اسی جگہ ہے۔

آپ ایک جید عالم اور صاحبِ کشف وکرامت تھے۔ آپ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک بار قحط پڑا تو آپ کے مدرسے کے طالب علموں نے عرض کی کہ یا حضرت سوکھی روٹیاں کوٹ کر اور پانی میں بھگو کر کھاتے کھاتے ہمارے دماغ خشک ہو گئے ہیں۔

ملا صاحب نے فرمایا کہ مٹکوں میں پانی بھر کر لاؤ۔ جب پانی لایا گیا تو انہوں نے الم ترکیف کی سورت پڑھ کر پانی پر پھونک ماری جس سے پانی گھی بن گیا۔ طالب علموں کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ کئی دن تک وہ گھی استعمال کرتے رہے۔ جب گھی ختم ہو گیا تو طالب علموں نے ملا صاحب کی طرح الم ترکیف پڑھ کر پانی پر پھونک ماری لیکن وہ پانی ہی رہا۔ اتنے میں آپ تشریف لے آئے۔ طالب علموں نے حال بیان کیا۔ اس پر آپ نے مسکرا کر جواب دیا ''الم ترکیف تو وہی ہے مگر اس کے ساتھ ملا عثمان کی زبان بھی تو چاہیے'' اس وقت سے پشتو میں ایک ''مثل'' (ضرب المثل) مشہور ہے کہ الم ترکیف ہر ایک کو ازبر ہے لیکن پڑھنے کے لیے ملا عثمان گرندی کا منہ چاہیے۔ ''گرندی'' آپ کا لقب ہے۔ گرندی پشتو لفظ ہے جس کے معنی ''جلد پہنچنے والا شخص'' ہے۔ روایت ہے کہ آپ کے مزار پر جو شخص جاتا ہے، اس کی مراد جلد بر آتی ہے۔ اس لیے آپ عوام میں گرندی یعنی ان کی مدد کو جلد پہنچنے والے بزرگ مشہور ہو گئے۔

(۷)

ملا جان محمد کاکڑ

ملا جان محمد کاکڑ ضلع ژوب کے رہنے والے تھے۔ شاہ شجاع کے زمانے میں یہ قادر الکلام صوفی شاعر تحصیلِ علم کی خاطر بنوں صوبہ سرحد گئے تھے اور وہاں انہوں نے حضرت میاں محمد عمر چمکنی کی مریدی اختیار کی تھی۔ اس کا ذکر انہوں نے اپنے اس قلمی دیوان میں کیا ہے جو حافظ خان محمد کے کتب خانے میں تھا۔ وہ خود لکھتے ہیں:۔

> تمت بعون اللہ تعالیٰ فی یوم الخمیس وقت ضحیٰ من ید جان محمد نسخۂ ھذا
> ۱۲۱۵ھ ق فی شہر ربیع الاول فی فصل نوروز تصنیف و کتابت از
> دستِ جان محمد شفاعت خواہ محمد و تعالیٰ احد در زمانہ شاہ شجاع در
> جماعت اخوندزادہ شیر محمد اوستادنا در ملک بنوں ایام طالب علمی شاگرد
> او بودم در آں جا حضرت شیخ سلیمان سنکوے ما مذہب من حنفی واز
> نسل کاکڑ و ملک من ژوب۔

۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹ء میں انہوں نے اپنی غزلیات کا مجموعہ ''حلیدین'' کے نام ردیف وار مرتب کیا تھا۔ ملا جان محمد کے اس ۳۵۸ صفحات اور تقریباً چار ہزار اشعار پر مشتمل قلمی دیوان کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے:۔

ابتدا و انتہا دیٔ رب زما
آفرین دہر بیدا دیٔ رب زما

ترجمہ:۔ ابتدا و انتہا مرے رب کے لیے ہے، ہر شے کی آفرینش مرے خدا نے کی ہے۔

''حلیدین'' ابھی تک دیکھنے میں نہیں آیا البتہ اس مجموعے کے بارے میں خود انہوں نے ۱۲۱۵ھ کے دیوان میں یہ اشعار کہے ہیں:

ماچہ دا دیوان تصنیف بعون اللہ کر
بولیا بل پہ حلیدین دیٔ مسما

حلیدین پہ یوکال پس وو تردا وراندی
پہ تاریخ د فیر نکیئانو و غزا

ترجمہ: میں نے بعون اللہ یہ دیوان لکھا۔ اس کے علاوہ میرا ایک اور دیوان بھی ہے جو حلیدین سے مسمیٰ ہے۔ حلیدین انگریزوں سے جہاد کے دوران اس تصنیف سے ایک سال قبل مرتب ہوا۔

گمان اغلب ہے کہ وہ تحصیل علم کے بعد اپنے مرشد کے نظریات اور تعلیمات کی تبلیغ کے لیے نواپس ژوب آ گئے ہوں گے۔ بلوچستان میں ان قلمی نسخوں کا وجود اس گمان کی بیّن دلیل ہے۔

(۸)

حضرت ملا محمد عظیم صاحب زادہ

آپ کے والد کا نام ملا رحمۃ اللہ اخوند اور دادا کا اسم گرامی ملا خوشحال اخوند ہے۔ اندازے سے ان کا سنہ ولادت ۱۲۵۰ ۔ ۵۵ھ/ ۱۸۳۴ ۔ ۳۹ء اور سالِ وفات ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء مقرر ہے۔ چونکہ ان کے والد قندھار میں سکونت پذیر تھے اس لیے انہوں نے علومِ عربی کی تکمیل بھی وہیں کی ہوگی۔ تکمیلِ علم کے بعد ممدوح پشین آئے۔ یہاں ان کی شادی برشود کے مکین محمد عالم کی ہمشیرہ سے ہوئی۔ آپ نے سلیمان زئی نامی گاؤں میں امامت اختیار کی۔ آپ صحیح معنوں میں نمونۂ اسلاف تھے۔ تکلف اور نام و نمود سے نفرت تھی۔ بڑے سادگی پسند تھے، گھر میں برتن اور اوڑھنے بچھونے بس واجبی سے تھے۔ ایک پوستین تھی جسے رات کو سوتے وقت رضائی کی طرح اوڑھتے اور دن کو چوغے کی طرح پہنتے۔ گھر اور مسجد آتے جاتے منہ کو ڈھانپے رکھتے تا کہ کسی نامحرم عورت پر نظر نہ پڑے۔ ایک مرتبہ کسی ہندو لڑکی پر نظر جا پڑی تو کئی دن روتے رہے۔ آپ کے احترام کا یہ عالم تھا کہ ایک رشتہ دار عورت روز اس کوچے میں جھاڑو دیتی تھی، جہاں سے آپ کا مسجد آتے جاتے گزر ہوتا تھا۔

آپ کا مزار شہر پشین سے مغرب کی جانب ۹ میل کے فاصلے پر سادات کے ایک گاؤں سلیمان زئی کے مشرق کی طرف واقع ہے۔ قبر کچی ہے، جس کے چاروں طرف ایک چھوٹی سی چار دیواری ہے، وہ بھی کچی ہے۔ ساتھ ہی ایک کچا کنواں بھی ہے۔ آپ کے والد کی قبر قندھار میں اور دادا کا مزار تحصیل پشین کے غیزہ نامی گاؤں میں ہے۔ تینوں قبور زیارت گاہِ انام ہیں۔

آپ کے صاحب زادے عبدالرحمان جان آغا ابھی چھ ماہ ہی کے تھے کہ آپ کا انتقال ہوا۔ عبدالرحمان کے علاوہ ایک بیٹی بھی تھی۔ اگر یہ اولاد پہلی بیوی ہی سے تھی تو اغلب گمان یہ ہے کہ آپ جوانی ہی میں وفات پا گئے ہوں گے مگر عبدالرحمان آغا کے گھر میں موجود آپ کا منقش بلند عصا اور سادہ نوکدار کپڑے کی ٹوپی ان کے بڑھاپے کا پتا دیتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ملا محمد عظیم صاحب زادہ طریقہ نقشبندیہ میں مرشد اور مسترشد تھے۔ معنوی کرامات کے علاوہ ان کی حسی کرامات بھی زبان زد خلائق ہیں۔ برشور کے محمد حسن کی روایت کے مطابق برنائی میں تعلیمِ دین کی تحصیل کے دوران ان کو وہاں کے ایک جید اور بزرگ عالم نے کہا تھا کہ کیا تم پشین کے رہنے والے ہو۔ انہوں نے جواب اثبات میں دیا تو اس بزرگ عالم نے فرمایا کہ پشین میں پہاڑ گر گیا ہے۔ پشین میں آنے پر محمد حسن کو معلوم ہوا کہ حضرت محمد عظیم صاحب زادہ وفات پا گئے ہیں۔

(۹)

خواجہ روح اللہ صاحب اخوندزادہ گانگلزی

خواجہ میاں روح اللہ تحصیل پشین سے آٹھ میل کے فاصلے پر مشرق کی طرف خداداد زئی گاؤں میں ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ تورترین قبیلے سے تھے۔ آپ کی پیدائش سے چند مہینے پہلے آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ سات سال سے بیس سال کی عمر تک آپ اپنے دادا ملا نیک محمد اخوند سے باقاعدہ تحصیل علم کرتے رہے اس کے بعد آپ قندھار روانہ ہوئے۔ وہاں آپ نے اس وقت کے جید عالم ملا محمد نور پوپلزئی سے فقہ، نحو، تفسیر، حدیث اور دوسرے علوم میں پورا استفادہ کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ کلی حاجزی تحصیل پشین لائے اور یہاں امامت اختیار کی۔ گانگلزئی (پشین سے شمال کی طرف ۱۴ ار میل کے فاصلے پر ایک گاؤں) کے اکابر کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے کئی بار آپ سے گانگلزئی میں امامت اختیار کرنے کی استدعا کی۔ چنانچہ آپ ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں گانگلزئی تشریف لے گئے۔

انہی ایام میں آپ کو بیعت کرنے کا خیال آیا۔ اس زمانے میں مین بازار قندھار کے ملا محمد جان رحمۃ اللہ علیہ اور کچی اخوند ملا محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ مشہور عالم اور عارف تھے، آپ نے استخارہ کیا، دیکھتے ہیں کہ ملا محمد جان کا نورِ فیض ایک لکیر میں آسمان تک چلا گیا تھا، جب کہ ملا محمد عیسیٰ کا نورِ فیض آسمان تک جانے کے ساتھ ساتھ ہر طرف پھیلا ہوا بھی تھا۔ اس فوقیت کے پیشِ نظر آپ ملا عیسیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے

لیے کچی قندھار گئے۔ جب آپ کچی پہنچے تو ملا محمد عیسیٰ گھوڑے پر سوار لاتعداد مریدوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ آرہے تھے۔ وہ آپ کو دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑے، معانقہ کیا اور گھر لے گئے۔ وہاں آپ نے بیعت کی اور تھوڑے ہی عرصے میں مراتبِ عالیہ تک پہنچے۔

روایت کے مطابق آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ مگر ''تفسیر جلالین'' کا حاشیہ ''ترویح الارواح'' کے نام سے آج بھی پاکستان، افغانستان، اور ہندوستان میں مشہور ہے، آپ کی بلند پایہ تصنیف ہے۔ کہتے ہیں کہ بھی علما اس امر پر متفق ہیں کہ ''ترویح الارواح'' کے بغیر ''تفسیر جلالین'' کا سمجھنا مشکل ہے۔ اسی کتاب کے پیش نظر مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی، بلوچستان کے طالب علموں سے کہتے تھے، کہ آپ نے ''ترویح الارواح'' کے مصنف کی زیارت کی ہے، جس کا جواب اثبات میں ہوتا تو آپ پوچھتے کہ، پھر تم عالم کیسے نہیں ہوے؟، آپ کے بارے میں آپ کے مرشد کا کہنا ہے کہ ''شہباز چڑیا کے دام میں آ گیا۔ میں بہت خوش قسمت ہوں کہ اتنی عظیم شخصیت میرے حلقہ ارادت میں ہے۔''

آپ جب کچی سے پشین لوٹے تو ہزاروں افراد نے آپ کی مریدی اختیار کی اور علمی اور روحانی بصیرت حاصل کی۔

قلات کے شاعر مال ابوبکر اخوند فرماتے ہیں:

دفتر آں سلسلہ مختوم بر روح اللہ شد
نیست مانندش کسے در خطۂ روئے زمیں
گلشنِ کشمیر شد ملکِ پشین از فیضِ او
ہست بوبکر از غلامانِ درِ او بالیقیں

کریم داد بلوچ لکھتے ہیں:

شیخ روح اللہ خدیو تاج دارانِ سلوک
چونکہ شد در خاک بادا خاک بر فرق جہاں
سالِ ترحیلش بجستم از خرد بالفور گفت
سیزدہ صد سال ہجری چاردہ افزوں برآں

۱۳۱۴ھ

(۱۰)

حضرت خواجہ فیض الحق جان چشموی

آپ کی ولادت ۲۷؍ رجب ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء کو ہوئی اور وصال ۲۸؍ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء کو اتوار کے دن ظہر کی نماز کے بعد ہوا۔ مزار قریہ چشمہ اچوزئی میں ہے جو کوئٹہ کے نواح میں واقع ہے۔ جب آپ کے والدِ بزرگوار حضرت میاں عبدالعزیز کا انتقال ہوا تو آپ کمسن تھے۔ ان کے والد کی وصیت کے مطابق انہیں دوسرے دو بھائیوں کے ہمراہ صالح محمد اخوند جو اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم تھے کی خدمت میں قندھار بھیج دیا گیا۔ خواجہ صاحب وہیں سے فارغ التحصیل ہو کر بلوچستان واپس آئے۔ کچھ عرصہ درس و تدریس میں گزار کر فقیری کی جانب متوجہ ہوئے۔ وظائف اور اوراد میں زیادہ وقت بسر کرنے لگے۔ ایک مرتبہ ایسے بیمار ہوئے کہ معمول میں فرق آ گیا یہ دل میں ٹھان لی کہ اگر اب کے خدا نے صحت بخشی تو اس چیز کو حاصل کرنے کی سعی کروں گا جو ہمیشہ ساتھ دے۔

چنانچہ صحت یاب ہوتے ہی پیرِ کامل کی تلاش میں نکلے اور دور دراز تک کے سفر کیے۔ قندھار سے پنجاب تک کے علاقے میں گھوم نکلے۔ آخر جناب روح اللہ پشنگی سے ملاقات ہوئی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کرنے کے بعد سلوک و ریاضت میں اس قدر منہمک ہوئے کہ چار پانچ سال کے مختصر عرصے میں خلعتِ خلافت سے سرفراز ہو گئے۔ حضرت میاں روح اللہ کو باری تعالیٰ نے یہ عظیم رتبہ عنایت فرمایا تھا کہ اس دور کے جید علما میں سے اکثر آپ کے مرید تھے۔ ان کے بعض ایسے مرید بھی تھے جو درجۂ خلافت سے مشرف ہوئے اور بعض اس مقام تک نہ پہنچ سکے۔ محروم رہ جانے والے مریدوں کو حضرت خواجہ فیض الحق پر رشک آیا کہ وہ برتری کیوں حاصل کر گئے۔

حضرت میاں روح اللہ کشفِ تام کے مالک تھے۔ انہوں نے ایک روز بھری محفل میں کہا کہ خواجہ فیض الحق گیلی مٹی کے مانند میرے پاس آیا تھا جسے تھوڑے سے پانی کی ضرورت تھی۔ وہ معمولی توجہ سے خلافت کا اہل بن گیا اور جو لوگ بالکل خشک مٹی کی طرح آئے تھے وہ زیادہ پانی سے بھی گیلے نہ ہو سکے۔ ایسے لوگوں کو فیض الحق کے بارے میں سوچنا نہیں چاہیے۔ ایک بار آپ شاہ ابوالخیر سرہندی جو اپنے زمانے کے عظیم بزرگ اور صاحبِ کشف مشہور تھے، کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب آپ ان کی مجلس سے

رخصت ہوئے تو شاہ ابوالخیر کے خادموں نے آپ کے متعلق پوچھا۔ حضرت شاہ ابوالخیر نے فرمایا کہ پہلے میں نے چند لومڑیاں دیکھی تھیں، آج میں نے ایک شیر دیکھا ہے۔

حاجی عبدالرحمان ہی کا بیان ہے کہ ایکدفعہ وہ اور خواجہ صاحب دونوں درانی بستی میں جہاں اب کوئٹہ چھاؤنی ہے، اقامت گزین تھے۔ اس بستی کے نزدیک ایک مزار تھا جہاں اب اسٹاف کالج ہے۔ اس مزار سے قریب ایک ویران جگہ پڑی تھی جہاں مسافر اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب کی عادت تھی کہ کبھی کبھی اس مزار پر جاتے اور مراقبہ کرتے۔

ایک روز جب مراقبہ کر کے لوٹے تو ارشاد فرمایا کہ قبر کھودنے کا سامان لے آؤ۔ سب لوگ حیران تھے کہ بستی میں کوئی موت واقع نہیں ہوئی، ہمت نہ ہوئی کہ وہ خواجہ صاحب سے حقیقتِ حال کے بارے میں سوال کرے۔

سب لوگ آپ کے ساتھ ہو لیے اور متعلقہ سامان لے کر ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ وہاں پہنچ کر خواجہ صاحب نے اس ویران جگہ کو کھودنے کا حکم دیا جہاں مسافر اپنی سواریاں باندھتے تھے۔ کچھ حصہ کھودنے کے بعد لحد کے نشانات ظاہر ہوئے۔ جب لحد کو کھولا گیا تو وہاں سے ایک سفید ریش بزرگ کی لاش برآمد ہوئی جو بالکل سالم تھی۔

خواجہ صاحب کے ارشاد پر اسے وہاں سے نکال کر مزار کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ اگلے روز کسی خلیفہ نے جرأت کر کے اس واقعہ کی حقیقت معلوم کی۔ آپ نے فرمایا کہ جس بزرگ کی لاش برآمد ہوئی ہے وہ اپنے وقت کا ایک مرشد تھا۔ اس بزرگ نے مجھے کہا کہ میں یہاں تکلیف میں ہوں، مجھے یہاں سے نکال کر خلیفہ کے مزار کے قریب دفنا دو۔ چنانچہ میں نے جو کچھ کیا ہے ان کے حکم کی تعمیل کی ہے۔

خواجہ صاحب کی عادت تھی کہ گھر میں استراحت نہ فرماتے۔ جہاں بھی مقیم ہوتے کسی نہ کسی مزار پر رات بسر کرتے تھے۔ چشمہ شریف میں ایک پرانی زیارت ہے جو پہاڑ کے دامن میں ندی کے کنارے واقع ہے، جس کا نام راحت بابا ہے۔ آپ ہر رات نمازِ عشا کے بعد اپنے ایک خاص شاگرد ملا احمد کو ساتھ لے کر وہاں جاتے اور ساری رات گزارنے کے بعد صبح کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتے۔

آپ کے خلفاء:...... حاجی محمد عثمان کچلاغی (نزد کوئٹہ)، حاجی محمد عباس مروی (مستونگ)، حاجی محمد عوض گلزاری (کوئٹہ)، اخوند محمد امین ترخوی (کوئٹہ)، سید محمد اشرف کرانوی (کوئٹہ)، ملا احمد صاحب کلی شیخاں (کوئٹہ) حاجی اللہ بخش خشک (سبی)، خلیفہ درمحمد مستونگی۔

۱......حاجی محمد عثمان کچلاغی (نزد کوئٹہ)

آپ اپنے وقت کے بڑے عالم تھے۔ آپ کے بہت سے مرید تھے جو ذکر میں مشغول رہتے۔ آپ خواجہ صاحب کے بھائی کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر خواجہ فیض الحق کے مزار مبارک کے قریب بنائی جائے۔ چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا۔

۲......حاجی محمد عباس مروی (علاقہ مستونگ)

آپ زمانے کے بڑے عالم ہو گزرے ہیں۔ آپ کے متعدد مرید صاحب ذکر تھے۔ ہر شخص آپ کے ذکر و شغل اور حسنِ اخلاق کا شیدائی تھا۔ آپ کی ظاہری شکل و شباہت اور وضع قطع صحابہ کرام کی مثل سادہ تھی۔ آپ کا طعام، کلام اور منام بہت کم ہوتی تھی۔ آپ کی مجلس کا ایک ایک لمحہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے خالی نہ تھا۔ آپ مولانا تاج محمد امروٹی کے خاص ہمراز تھے اور نہایت متواضع اور شب خیز تھے۔ صاحب کشفِ کرامات ہونے کے باعث اگر انکی کرامات کو تحریر میں لایا جائے تو کتاب درکار ہوگی۔

۳......حاجی محمد عوض گلزاری (کوئٹہ)

آپ صاحب ذکر تھے۔ آپ کے متعدد مرید ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد عمر چشموی (۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء۔۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) اکثر اپنے مریدوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے اور حاجی صاحب ان پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ گرد و نواح کے تمام لوگ ان سے عقیدت رکھتے تھے۔ کرامات اور مکاشفات کے مالک تھے۔

ایک بار حاجی محمد عوض اور حضرت خواجہ محمد عمر چند دوسرے صوفیائے کرام کی معیت میں سبی میں حاجی حمل صاحب کے مزار پر تشریف لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص لعل محمد نامی نے اپنی گردن میں رسی ڈالی ہوئی ہے اور اپنے آپ کو باندھ رکھا ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے مراقبہ کیا اور باہر تشریف لائے۔ حاجی صاحب موصوف نے اس شخص سے پوچھا کہ تم نے اپنے آپ کو یہاں کیوں باندھ رکھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرا بھائی گم ہو گیا ہے۔ تلاش کے باوجود کہیں نہیں ملا اور نہ کچھ علم ہوا کہ کہاں ہے۔ اب میں نے یہاں اپنے کو باندھ رکھا ہے کہ شاید یہی اس کے ملنے کا ذریعہ بن جائے۔ حاجی صاحب

نے فرمایا کہ اپنے آپ کو کھولو اور کل گاڑی کے وقت اسٹیشن پہنچ جاؤ۔ تمہارا بھائی اسی گاڑی میں آئے گا۔ لعل محمد اگلے روز حاجی صاحب کے ارشاد کے مطابق اسٹیشن پہنچا۔ گاڑی آئی تو اسی سے اس کا بھائی اترا۔

اس سے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو۔ کہنے لگا کہ میں کل کراچی میں تھا میری ایسی حالت ہوئی کہ میں جس جانب بھی منہ کرتا تھا کوئی شخص مجھے تھپڑ مارتا تھا۔ البتہ جب میں اسٹیشن کی جانب رخ کرتا تھا تو پھر کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے مجبوراً کراچی اسٹیشن پر پہنچا اور گاڑی میں سوار ہو کر آ رہا ہوں۔

اس واقعہ سے لعل محمد حاجی صاحب کا اسقدر معتقد ہوا کہ اس نے تمام عمر حاجی صاحب کی خدمت میں گزار دی اور بستی گلزار میں ہی فوت ہوا۔

۴...... اخوند محمد امین ترخوی (کوئٹہ)

آپ ذکر و شغل اوراد کے ساتھ ساتھ درس بھی دیتے رہتے تھے۔ آپ کے مرید بھی ذکر میں مشغول ہوتے تھے۔ آس پاس کے تمام لوگ آپ کے معتقد تھے۔ آپ کا دسترخوان بہت کشادہ تھا۔ بڑے اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ بادشاہوں جیسی طبیعت پائی تھی۔

۵...... سید محمد اشرف کرانوی (کوئٹہ)

آپ کرانی (کوئٹہ کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے) کے سید خاندان سے تھے۔ آپ کی مالی حالت بھی اچھی تھی۔ مرید ہونے کے بعد زیادہ وقت ذکر و فکر میں بسر کرتے تھے اور ذکر میں زیادہ ہی سرگرمِ عمل ہوتے۔ اسی لیے تھوڑی مدت میں خلعتِ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ سے اچھے خاصے لوگ بہرہ یاب ہو سکے۔ آپ اکثر طالب علموں اور غریبوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور یتیموں کی زیادہ خبر گیری فرماتے۔ یتیموں کے لیے کپڑے بنواتے اور ان میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اخلاقِ حسنہ کے زیور سے آراستہ تھے۔ آپ کا دسترخوان بھی کافی کشادہ تھا۔ جوانی کے عالم میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

۶...... ملا احمد صاحب کلی شیخاں (کوئٹہ)

آپ ہر وقت حضرت خواجہ فیض الحق کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ اکثر رات کو مزاروں پر جب خواجہ صاحب تشریف لے جاتے تو آپ ان کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ہر وقت ذکر شغل میں مشغول رہنے کے باوجود درس سے بھی لوگوں کو مستفید فرماتے تھے۔

(۱۱)

حضرت محمد صدیق نقشبندی مستونگی

آپ طائفہ محمد حسنی قوم بلوچ سے متعلق تھے۔ جائے پیدائش قندھار تھی۔ علومِ ظاہری و باطنی کی تکمیل میاں ولی محمد صاحب کے درس سے ہوئی جو اپنے زمانے کے جیّد عالم اور متدّین بزرگ تھے۔ ان کے مدرسے میں تدریس کے علاوہ قرآن مجید کی تعلیم کا خصوصی بندوبست تھا۔ طلبہ کو تجوید کے مطابق قرآن پاک کی قرأت سکھائی جاتی تھی اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ان کا مسلک نقشبندیہ سلسلہ میں میاں فقیر اللہ شکارپوری سے ہوتا ہوا سید آدم بنوری سے جا ملتا ہے۔

آپ طالب علمی کے زمانے میں تحصیلِ علم میں اس قدر مستغرق رہتے کہ ہم درسوں تک سے دوستانہ گفتگو کے لیے بھی فرصت میسر نہ آتی۔ سبق کے بعد گوشۂ تنہائی کو پسند فرماتے، تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب کی طرف بھی رجوع کرتے۔ فقط نماز کے وقت اپنے حجرے سے باہر آتے۔ یوں طالب علمی کے دنوں سے ہی تادیبِ نفس اور تہذیبِ اخلاق کی جانب مائل ہوئے اور آشنا و بیگانہ کی صحبت سے پرہیز برتی۔ علمِ ظاہر و باطن کی تکمیل کے بعد درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔

ایک مدت کے بعد حج بیت اللہ کا ارادہ کر کے چل پڑے۔ راستے میں مستونگ (بلوچستان) میں قیام فرمایا۔ آپ کے شاگردوں میں سے آخوند حاجی ملا فیض اللہ بھی ہمراہ تھا۔ دونوں کچھ عرصہ تک مستونگ میں مقیم رہے۔ زادِ راہ کا انتظام ہونے پر عازمِ بیت اللہ شریف ہوئے۔

اخوند ملا فیض اللہ جو آپ کا ہم سفر تھا کا بیان ہے کہ حج بیت اللہ شریف سے فراغت کے بعد جب ہم مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے تو حضرت حاجی محمد صدیق صاحب ننگے پاؤں سفر کرتے تھے۔

آپ نے پہلے مدینہ منورہ میں مستقل قیام کی ٹھانی، بعد میں یکایک رختِ سفر باندھا اور واپس چلے آئے۔ غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف سے اشارہ ہوا تھا کہ مستونگ جا کر قیام کیجیے۔

مستونگ میں ورود کے بعد آپ کا اولین قیام محلۂ سادات میں ہوا جہاں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا آپ عالمِ باعمل تھے اس خوبی کی وجہ سے آپ کی زبانِ مبارک میں ایسی تاثیر تھی کہ جو کوئی آپ کی گفتگو سنتا آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔

نصاب جو آپ کے ہاں پڑھایا جاتا تھا وہ صرف ونحو، فقہ، حدیث، تفسیر اور انشائے عربی و فارسی پر مشتمل تھا۔ آپ کی ہر فن میں مہارت کا یہ عالم تھا کہ جو کوئی جس فن میں بھی استفادہ کرنا چاہتا کر لیتا تھا۔ سالکانِ راہِ معرفت کے لیے ایک روشن چراغ کی مثل تھی۔ آپ کے فیض سے ایک مخلوق علم و زہد و تقویٰ سے بہرہ مند اور صاحبِ مسند وارشاد ہوئی۔ آپ سے فیض یافتگان میں سے یہ حضرات اعلیٰ مراتب تک پہنچے:

۱...... شاگرد رشید و خلیفۂ اول بنام ملا عبدالواحد آخوند جن کا شمار جید علماء میں ہوتا تھا۔

۲...... رفیق اول و شاگرد عزیز حاجی فیض اللہ جو شروع سے قبر تک ساتھی رہے اور حقِ رفاقت کو بطریق احسن نبھایا۔

۳...... غواصِ بحرِ رحمت حضرت مولانا محمد عمر صاحب ریئسانی۔

۴...... جناب سید عبدالرحمان شاہ آغا گردکابی۔

۵...... غریقِ عشق و عرفان جناب ڈاکٹر عبداللہ خاں۔

ان میں سے ہر ایک اپنے عہد کا دریگانہ تھا جس نے آپ کے عمل کو جاری وساری رکھا۔

محلہ سادات میں رہنے والے آپ کی مقبولیت برداشت نہ کر سکے سبب پیری مریدی تھا۔ اس لیے انہوں نے ایذا رسانی پر کمر باندھی حتیٰ کہ وہ اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ آپ کے سر پر پھینک دیتے تھے اور آپ کسی کو بتائے بغیر اسے جمع کر کے باہر ڈال دیتے۔

اسی اثناء میں ان میں سے ایک شخص قتل ہو گیا۔ اس کے قتل کی تہمت آپ کے بے گناہ طلبہ کے سر لگی اور وہ طالب علم ناحق مصیبت میں پھنس گئے۔

اگرچہ وہ طلبہ جلد ہی رہا ہو گئے تاہم ان کی تعلیم و تربیت متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ جس سے آپ آزردہ خاطر ہوئے اور محسوس کیا کہ اہل محلہ ہرگز نہیں چاہتے کہ آپ وہاں قیام فرمائیں۔

ان حالات میں آپ نے قندھار واپس جانے کا فیصلہ کیا اور سوچا کہ دیکھیں اب پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

مستونگ میں آپ کی آمد سے پیشتر اہلِ مستونگ اور گرد و نواح کے لوگ مسلمان ہونے کے باوجود بعض ایسی رسوم میں مبتلا تھے جو آئینِ شرع کے خلاف تھیں۔ مثلاً عورتوں کی مردوں پر نوحہ خوانی، عشرہ محرم میں بالوں کو نوچنا اور سینہ کوبی کرنا، تابوت بنانا اور دفنانا، ان اجتماعات میں عورتوں اور لڑکیوں کا شامل ہونا،

شادی کے وقت ڈھولک بجانا اور عورتوں کا مردوں کے ساتھ رقص کرنا جسے ''چاپ'' کہتے تھے، قبروں پر سجدہ کرنا، حاجت روائی اور حصولِ اولاد کے لیے پیر کے نام پر بھیڑ بکری اور گائے کا نذرانہ دینا، بچوں کے سر کے بالوں کو دو تین جگہ پر چھوڑ دینا جیسے ''چھنڈ'' کہتے تھے، پھر منت ماننا کہ جب بچے کی عمر اتنے سال ہو گی تو اسے پیر کی قبر پر لے جا کر بال تراشیں گے اور نذر پیش کریں گے، بلند چوٹیوں پر ایک لکڑی کو گاڑ کر اس پر پیر کے نام کا رومال باندھنا اور اس مقام کو ''مکان پیر'' کے نام سے مشہور کر دینا، پھر اسی لکڑی کو پیر سمجھ کر بوسہ دینا، انتقام جوئی میں دائرۂ شرع سے تجاوز کرنا، بھیڑوں کا تازہ خون پینا، بیٹیوں کو ورثے سے محروم کرنا، اپنے جھگڑوں میں شرع کے بجائے جرگہ کی جانب رجوع کرنا وغیرہ۔ اس کے علاوہ وہ لوگ قرآن مجید کو سمجھنے کے بجائے فقط ناظرہ پڑھنے ہی کو کافی سمجھتے تھے۔ امامت کے لیے جو ملا مقرر کیے جاتے وہ کم علم اور غیر تربیت یافتہ ہوتے تھے۔

حضرت محمد صدیق کی روز و شب کی تعلیم و تربیت کے باعث متذکرہ خرابیوں کی اصلاح ہونے لگی۔ آپ کے قندھار تشریف لے جانے کے بعد جلد ہی باشندگانِ مستونگ نے آپ کی کمی کو شدت سے محسوس کیا اور مستونگ کے سرکردہ لوگوں کا ایک گروہ آپ کو واپس لانے کے لیے عازمِ قندھار ہوا۔ جستجو کے بعد آپ تک پہنچے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ آپ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''موجودگیِ ما بر دلِ سادات بار می گزرد ما نمی خواہیم کہ بآزردگی در محلۂ سادات بمانیم'' (ہماری موجودگی سادات کے لیے بار خاطر ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ محلۂ سادات میں آزردہ ہو کر رہیں) اس وضاحت سے مستونگ کے وہ صاحبان جو آپ کو واپس لانے کے لیے حاضر خدمت ہوئے تھے، حقیقتِ حال سے آگاہ ہوئے۔ آپس میں صلاح مشورے کے بعد ارباب نبی بخش خواجہ خیل نے آپ کے گھر، مدرسے اور مسجد کے لیے زمین کی پیشکش کی اور عرض کی کہ ''اگر ہماری درخواست قبول نہ ہوئی تو ہم واپس نہیں جائیں گے۔''

آپ ان صاحبان کے اس جذبے سے متاثر ہو کر دوبارہ مستونگ تشریف لے آئے۔ ارباب نبی بخش خواجہ خیل کے وعدے کے مطابق عمارات تعمیر کر دی گئیں۔

آپ نے اپنی زندگی کے باقی بیس سال علم و عرفان کی خدمت میں گزار کر ١٣٢٥ھ/١٩٠٧ء میں داعیِ اجل کو لبیک کہی اور جامع مسجد مستونگ کے ایک گوشے میں مدفون ہوئے۔

فرزندانِ روحانی کے سوا جو شاگردان و خلفاء سے عبارت ہیں' آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ نے کوئی کتاب بھی تحریر نہ کی۔ عقیدت مندوں کے اصرار پر بھی اس جانب متوجہ نہ ہوئے بلکہ فرمایا

''آنچہ پیشروانِ ما برای ما گزاشتہ اند باز ہم کم ست کہ ما ہمبر آن بفزائیم'' (ہمارے پیشروؤں نے جو ہمارے لیے چھوڑا ہے کیا وہ کم ہے کہ ہم اس میں اضافہ کریں۔)

آپ نے یہ وصیت فرمائی تھی: ''ہر کہ بر مسندِ ما نشیند یا بما رابطہ تلمیذی داشتہ باشد مسلکِ مارا کہ عبارت از ہدایتِ فعلی قرآن ست از دست ندہد۔''

آج تک مستونگ میں ''مدرسۂ صدیقیہ'' علم کی روشنی بکھیر رہا ہے۔

(۱۲)

حضرت خواجہ محمد عمر جان چشموی

آپ کی ولادت صفر ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں ہوئی اور وصال یکم ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء کو ہوا۔ مزار چشمہ شریف میں ہے جو کوئٹہ کے قریب واقع ہے۔ آپ نے علومِ ظاہری اپنے والد حضرت فیض الحق (المتوفی ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) اور اپنے چچا ملا احمد اخوند سے حاصل کیے۔ طریقت وسلوک میں خلعت خلافت اپنے والد ہی سے پائی اور ان کے سجادہ نشین ہوے۔ خواجہ میاں روح اللہ (المتوفی ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) سے بھی فیضیاب ہوے تھے۔ کئی سال تک درس وتدریس میں مصروف رہے اور بہت سے علما آپ سے فیض یاب ہوکر دوسروں کو مستفیض کر رہے ہیں۔ علوم ظاہری میں مشغول رہنے کے ساتھ ساتھ سلوک وطریقت میں بھی کمال حاصل کیا۔ مولانا عبداللہ درخانی فرماتے ہیں:

بہ فیاضِ عصر شاہِ منور
محمد با عمر زاں گشتہ رہبر

آپ متابعتِ سنت اور اخلاقِ حمیدہ کا مرکز تھے۔ آپ کے مرید اور معتقد سندھ، بلوچستان، مکران، ایران اور پنجاب کے علاوہ افغانستان اور عرب میں بھی موجود ہیں۔ نہایت سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے اگر کبھی خرقِ عادت کے طور پر کوئی کرامت ظاہر ہوجاتی تو اس کو اسبابِ ظاہری سے منسوب کرتے تھے۔

آپ کے والد حضرت خواجہ فیض الحق جو خود بھی صاحبِ کشف تھے آپ کے حق میں بہت سی بشارتیں بیان فرماتے تھے۔ خلافت کی اجازت دینے کے بعد حضرت خواجہ فیض الحق قدس سرہٗ نے اپنے تمام خلفا کو

جن میں سے ہر ایک ولیِ کامل اور عارف تھا ان کے سپرد کیا اور آپ کے حلقے میں بٹھایا۔ مولانا جان محمد مرحوم بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم حاجی محمد عوض صاحب گلزاری جو مولانا فیض الحق جان کے خلفاء میں تھے' کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ تیس سال کے عرصے سے خواجہ صاحب نے مجھے خلعت خلافت سے نوازا ہے لیکن ان کے ادب واحترام کے باعث آج تک میں نے ایک مرید نہیں بنایا۔ ہر وقت میں حضرت صاحب کے عقیدت مند مریدوں کی خدمت کرتا ہوں۔

حضرت خواجہ محمد عمر جان اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ارشاد و تلقین القاء ذکر وفکر میں مگن ہو گئے۔ بہت تھوڑے عرصے میں آپ کی شہرت اطراف واکناف میں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق اخذِ فیوض و برکات کی خاطر آنے لگے اور طریقہ میں داخل ہونے کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ خصوصاً علماء کرام۔

آپ علم کے بڑے دلدادہ اور قدر دان تھے۔ اسی لیے علماء کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اپنی تمام اولاد کو علم کے زیور سے آراستہ کیا۔ خود بھی ان کو پڑھایا اور ملک بھر میں علماء کی صحبت میں بھجوایا۔ چنانچہ انہوں نے علمِ دین اور سندِ حدیث شریف برصغیر پاک وہند کے بڑے بڑے مدارس سے حاصل کی۔

مولوی غلام رسول خلف الرشید مولوی جان محمد نے لکھا ہے: ''یہ حقیر ابتدائے جوانی میں والد صاحب کی ترغیب پر سلطان الاولیاء مظہرِ نورِ خدا شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ محمد عمر جان قدس سرہ مجددی نقشبندی مظہری کی خدمت اقدس میں ظاہر ہوا اور ان کے طریقہ میں داخل ہوا یعنی ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پچیس سال بلکہ زائد عرصہ میں وقتاً فوقتاً حاضر خدمت ہوتا رہا اور ان کے ارشادات وعنایات سے مستفید ہوتا رہا الحمد للہ اس وقت احقر کا شغل ومشغلہ بیڑو چانڈیہ میں تعلیم و تدریس علم دین کا تھا۔ حضرت صاحب سالانہ بیڑو چانڈیہ میں احقر اور دوسرے احبابِ طریقت کی دعوت پر تشریف لاتے تھے اور ہمارے حق میں دعا فرماتے تھے۔ اور احقر سال میں ایک دفعہ آپ کی زیارت سے چشمہ وکرانی (کوئٹہ) میں مشرف ہوتا تھا۔ جب حضرت صاحب سردی کے زمانے میں شکارپور سندھ اقامت اختیار فرماتے تو ہماری ملاقات اور زیارت کا میدان اور بھی وسیع ہو جاتا۔ حضرت صاحب قدس سرہ کی کرامات میں سے کیا بیان کیا جائے۔ سب سے بڑی کرامت وولایت یہی ہے کہ تمام دنیا آپ کے فیوض و برکات اور آپ کی اولاد کے فیوض سے بہرہ مند ہو رہی ہے۔

ایک بار حضرت صاحب میرو خان میں تشریف فرما تھے جہاں مولوی خوشی محمد کا مدرسہ ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ طلبہ کو بہت دقت ہے کیونکہ کنویں کا پانی کڑوا ہے۔ آپ نے مٹھی بھر مٹی دم کر کے اس میں ڈال دی۔ چند روز کے بعد کنویں کا پانی میٹھا اور خوش ذائقہ ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت صاحب بیمار ہوئے۔ اس وقت جیکب آباد شہر میں حاجی محمد عمر جو خان بہادر شہید اللہ بخش اور خان بہادر حاجی مولا بخش سومرو کے والد بزرگوار تھے کے بنگلہ میں مقیم تھے۔ آپ چارپائی پر آرام کر رہے تھے کہ ایک ہندو شیوالا نامی آیا۔ اس کا قد دراز اور داڑھی سفید تھی۔ اس کے ساتھ چند سرکاری ملازم بھی تھے۔ جب اس ہندو کی نظر حضرت صاحب پر پڑی تو بنگلہ کے برآمدہ میں کچھ دیر حیران و پریشان کھڑا رہا اور پھر اس سرکاری عملہ کے ساتھ واپس چلا گیا۔

حضرت صاحب نے معاملہ پوچھا۔ حاجی محمد عمر نے ٹالنے کی کوشش کی۔ نائب نصر اللہ نے جو حضرت صاحب کے خاص مریدوں میں سے تھے اور حاجی محمد عمر کے جگری دوست ہونے کے علاوہ فارسی میں خوب ماہر تھے عرض کیا کہ یہ ایک ہندو تھا۔ اس کی اور حاجی صاحب کی کسی زمین کے ٹھیکہ میں شراکت تھی۔ اس میں خاصا نقصان ہوا۔ اس ہندو نے زمین کے مالک کو رقم ادا کر دی۔ اب وہ حاجی صاحب سے رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ حاجی صاحب کے پاس رقم موجود نہیں بلکہ وہ مقروض ہیں۔ یہ ہندو اس وقت اس بنگلہ کو نیلام کرنے کی غرض سے آیا تھا تا کہ نیلامی سے اپنا خسارہ پورا کرے۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر واپس کیوں لوٹا اور اپنے ارادے کو عملی جامہ کیوں نہ پہنایا۔ نائب نصر اللہ نے کہا کہ میں نے پوچھا تھا تو وہ کہنے لگا کہ جب میں بنگلہ میں داخل ہوا تو میری نظر اس بزرگ پر پڑی اور مجھ پر ایک عجیب طرح کا خوف طاری ہوا جس کے باعث میں اپنے ارادے سے باز رہا۔

اس پر حضرت صاحب نے نقصان کا سبب دریافت فرمایا۔ نائب نصر اللہ نے وضاحت کی کہ حضرت زمین کی سطح بلند ہے، جس کی وجہ سے وہاں پانی اچھی طرح نہیں پہنچ سکتا اور فصل اچھی نہیں ہوتی۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ حاجی محمد عمر کو چاہیے کہ اس زمین کو دوبارہ ٹھیکے پر لے لے اگر خدا نے چاہا تو یہ زمین آباد ہو جائے گی۔ ساتھ ہی اب حاجی کو کسی نہ کسی طرح ہندو کا پیسہ دے دینا چاہیے۔

حاجی محمد عمر نے آپ کے کہنے پر عمل کیا۔ اگلے سال زمین آباد ہوئی اور ہزاروں روپے ہاتھ آئے۔ قرضے کی ادائی ہوئی اور اس کئی سال کے ٹھیکے کی آمدنی سے حاجی صاحب بہت سی زمینیں خرید کر بہت بڑے زمیندار کی حیثیت سے ابھرے اور ان کا شمار سندھ کے بڑے زمینداروں میں ہونے لگا۔

مولوی محمد عظیم کا کہنا ہے کہ اس نے چھ سال تک آپ کا مرید بننے کی کوشش کی۔ لیکن یہی جواب ملتا رہا کہ اب تک آپ کو مرید بنانے پر مامور نہیں ہوں۔ علوم ظاہری کی تکمیل کیجیے۔ ایک روز حضرت صاحب گڑھی خیر محمد کریٹہ میں تشریف لائے اور مولوی محمد عظیم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اب آپ کو مرید بنانے پر مامور ہوا ہوں۔ کل صبح آ کر بیعت کر لو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور آپ کے سلسلۂ عالیہ میں نماز تہجد شرط ہے میں مدرس ہوں رات کو دیر تک مطالعہ میں مشغول رہتا ہوں تہجد کے لیے بیدار نہیں ہو سکتا ہوں۔ حضرت صاحب فرمانے لگے کہ تہجد کے لیے ضرور جاگنا پڑے گا۔ جب دستِ بیعت کا شرف حاصل ہوا تو تہجد کے وقت حضرت صاحب کی آواز آتی تھی ''برخیز تہجد بخوان۔'' آج تک یہی حالت ہے۔

ایک رات حضرت صاحب شہر لاکھ کے نزدیک حاجی مٹھل لاکھ کی دعوت پر تشریف لے گئے۔ مولوی محمد عظیم اپنے ایک دوست کے ہمراہ جو مرید ہونا چاہتا تھا تانگے میں روانہ ہوئے۔ راستہ میں تانگہ الٹ گیا۔ رات اندھیری تھی، ان صاحبان کو خاصی چوٹیں آئیں۔ یہاں تک کہ تانگہ بھی سیدھا کرنے کی سکت نہ رہی۔ اتنے میں اچانک ایک روشنی نظر آئی۔ دیکھا کہ چند آدمی آ رہے ہیں، انہوں نے آ کر ان کو اٹھایا اور تانگہ سیدھا کر کے کہنے لگے کہ ہمیں حضرت صاحب نے بھیجا ہے فرماتے تھے کہ فلاں مولوی صاحب اور ان کے رفقا کا تانگہ الٹ گیا ہے انہیں اٹھا کر لے آؤ۔

جب یہ صاحبان حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچے تو فرمایا کہ آپ کو بہت دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ روٹی کا انتظام پہلے سے کیا گیا تھا۔ روٹی کھانے کے بعد حضرت صاحب نے مولوی محمد عظیم کو علیحدہ کمرے میں بلایا اور کہا کہ یہ میری اور تمہاری آخری ملاقات ہے۔ اس کے بعد مجھے دنیا میں نہیں پاؤ گے۔ مولوی صاحب رونے لگے اور واقعہ کی حقیقت معلوم کرنا چاہی۔ حضرت صاحب نے فرمایا اس سال رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو حضرت والد بزرگوار مولانا فیض الحق صاحب تشریف لائے اور ستائیس تاریخ تک مجھے مثنوی شریف پڑھائی۔ پھر جلسہ ہوا اور حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ملائکہ بھی آ گئے جو یوں کہتے تھے ''زنورِ محمد محمد عمر'' اور کہتے تھے واہ وا۔ جب جشن تمام ہوا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نورانی چادر مجھ پر ڈال دی[۴]۔ اور فرمایا کہ یہی چادر قیومی ہے۔ آپ قیومِ زمان ہو اور سارے اولیا کے امیر ہو۔ اور ملائکہ نے مبارک باد کہی۔ اور حضرت والد صاحب نے فرمایا یہی ولایت کی آخری منزل ہے۔

اس سے میں نے (حضرت خواجہ محمد عمر) سمجھ لیا کہ میری زندگی ختم ہونے والی ہے۔ پھر فرمایا کہ مولوی محمد عظیم تم میرے رازدار ہو۔ میں نے یہ راز اپنی اولاد کو بھی نہیں بتایا۔ اس پر مولوی محمد عظیم بہت روئے تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت میں میں آپ کے ساتھ ہوں۔ مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم جب بھی کوئی مشکل مجھے یا میرے اہل وعیال کو درپیش ہوتی ہے تو حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ تم خوش رہو، میں نے تمہاری یہ مشکل اللہ تعالیٰ سے معاف کرائی ہے تو مشکل حل ہوجاتی ہے۔ حضرت صاحب کی روحِ مبارک ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک رہے گی جیسا کہ آپ نے وعدہ فرمایا ہے۔

خلفاء...... آپ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں بڑی اہم اور باکمال شخصیتیں شامل ہیں۔

(۱۳)

حضرت مولانا محمد عبداللہ درخانی نقشبندی مجددی

آپ کی ولادتِ باسعادت درخان میں روز سہ شنبہ ۱۱ محرم ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۷۸ء کو ہوئی۔ آپ کے والدِ بزرگوار حاجی محمد عظیم ریئسانی عالم اور متقی تھے۔ والدہ محترمہ حضرت مولانا محمد فاضل کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے بیان کے مطابق انہوں نے آپ کی پیدائش سے پیشتر ایک خواب دیکھا کہ ”میں ایک ایسے مکان میں ہوں جو نور سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے وہاں ایک خاتون تشریف لائیں۔ وہ صورت ولباس سے بہت ہی حسین وجمیل تھیں۔ ہر طرف دلآویز خوشبو بکھر گئی۔ انہوں نے عربی زبان میں ارشاد فرمایا کہ، میں فاطمہ ہوں اور وہ میرے والد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جنہوں نے مجھے بھیجا ہے،۔ جب میں نے دیکھا تو تھوڑی دور حضرت خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ بہت ہی حسین اور بے نظیر لباس پہنے ہوئے تھے۔ پھر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چراغ میں بتی اور تیل ڈال کر اسے جلایا اور مجھے دے کر فرمایا تیرا یہ چراغ نہیں بجھے گا۔“

مولانا محمد فاضل نے اپنے نواسے کا نام عبداللہ تجویز کیا۔ آپ کو اس سے بے حد محبت تھی۔ اسی لئے تعلیم وتربیت کا اہتمام خود ہی فرماتے رہے۔ مگر آپ کی وفات (۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء) کے بعد ان کی تعلیم رک گئی۔ لیکن آپ کی روح مبارک مرقد میں بھی بے قرار ہوئی کہ میرا نواسہ کیوں تعلیم سے محروم ہو رہا ہے۔ اس لیے ایک رات آپ نے عالم رؤیا میں ان سے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے کہا۔ انہوں نے تعلیم

جاری رکھنے کا ارادہ کیا لیکن ان کی والدہ یہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کا فرزند ایک لمحے کے لیے بھی ان سے جدا ہو۔ دوسری اور تیسری رات بھی آپ نے تحصیلِ علم کا ارشاد فرمایا۔ آخر کار گھر سے دور رہ کر تعلیم حاصل کرنے کی اجازت مل گئی اور آپ اپنی والدہ کی نیک دعاؤں کے ساتھ مزید حصولِ تعلیم کی غرض سے روانہ ہوئے۔ شکار پور پہنچ کر ایک دینی مدرسے میں داخل ہو گئے اس مدرسے میں سندھ کے ایک بڑے زمیندار کا لڑکا بھی زیرِ تعلیم تھا۔ جواب تک ''کریما'' ہی پڑھ رہا تھا۔ آپ کے استاد نے آپ سے اس طالب علم کو درس دینے کے لیے کہا۔ آپ اسے نیک نیتی سے پڑھاتے رہے۔ جس کے باعث اس کے والدین نے خوش ہو کر آپ کے لیے باقاعدہ عمدہ کھانا بھجوانا شروع کیا مگر آپ کو یہ بات پسند نہ آئی۔

پہلے آپ نے استاد صاحب کی خدمت میں عرض کرنے کا ارادہ کیا کہ میں اس طالب علم کو درس نہیں دے سکتا پھر استاد کے احترام کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خاموش رہے اور اس مدرسہ ہی کو خیر باد کہہ کر سکھر کے گاؤں ''بنگ'' چلے گئے۔ وہاں مولانا نذر محمد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا یہ آخری مرحلہ تھا آپ کے ساتھ سات دوسرے طالب علم بھی اسی منزل میں تھے۔

آپ یہاں دو سال تک رہے اور (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) میں فارغ التحصیل ہوئے اس مدرسے میں کھانے پینے کا معقول بندوبست نہ تھا۔ ہر طالب علم کے حصہ میں جوار کی چوتھائی روٹی آتی تھی۔ شکار پور آپ نے لذیذ کھانوں کی وجہ سے چھوڑا تھا یہاں قدرت نے جوار مہیا کی۔ آپ اسی حال میں خوش رہے اور اپنے دُرِ مقصود کے حصول کے لیے کوشاں رہے۔

آپ نے ڈھاڈر میں دینی مدرسہ بھی قائم کیا جس سے اس علاقے کی معزز ہستیاں بہرہ ور ہوئی ہیں۔ ان میں سے سید اورنگ شاہ اور سید عبدالمجید شاہ زیادہ معروف ہیں۔

گرمیوں میں آپ سریاب (کوئٹہ) تشریف لاتے، کیونکہ ڈھاڈر کی گرمی ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ جس کے بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے:

سِبّی و دھادر ساختی
دوزخ چرا پرداختی

سریاب میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ منقطع نہ ہوتا تھا۔ آپ فتوٰی بھی لکھ کر دیتے تھے۔ اپنے علمی تبحر کے باعث ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء سے ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء تک سابقہ ریاست قلات کے قاضی القضاۃ رہے

آپ نے حضرت قطبِ عصر خواجہ محمد عمر چشموی (۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء۔۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت سے سرفراز ہوگئے۔ آپ ایک خوش گوشاعر بھی تھے۔ مرشد کے ارشاد پر نقشبندی مجددی سلسلہ کا منظوم شجرہ بھی تیار کیا جو حضرات چشموی کے ساتھ درج کیا جاچکا ہے۔ وہ آپ کی قادرالکلامی کا مظہر ہے۔

آپ متعدد کتب کے مصنف تھے۔ مشہور اور اہم کتابیں یہ ہیں:

۱......افازۃ المصلّی

اس میں نماز حنفی کے جامع مسائل صحیحہ پر بحث کی گئی ہے۔ یہ عربی میں لکھی گئی ہے اور ساتھ ساتھ فارسی ترجمہ بھی ہے۔ یہ اٹھاسی صفحات پر مشتمل ہے اور پہلی بار سوموار ۴ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء کو کوآپریٹو سٹیم پریس وطن بلڈنگ لاہور میں چھپی۔ اس کی کتابت مولف کے فرزند مولانا عبدالباقی صاحب درخانی نے کی تھی۔

۲......سلسلہ قبلہ چشموی۔

یہ کتاب فارسی نثر میں ہے۔ اس میں سلسلہ نقشبندی مجددی کے بزرگوں کے حالت مندرج ہیں۔ کتاب کی افادیت میں اس بات سے اضافہ ہوا ہے کہ اس میں بلوچستان کے مقام چشمہ شریف متصل کوئٹہ کے نقشبندیہ مجددیہ بزرگان دین کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ کتاب ۲۱ صفر ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء کو مطبع کریمی نزد کوتوالی قدیم لاہور باہتمام میر قدرت اللہ منیجر پرنٹر و پروپرائٹر چھپی۔ اس کا سرورق جمیل احمد خوشنویس و آرٹسٹ لاہور نے تیار کیا تھا۔ آج کل نایاب ہے۔

۳......شمائل شریف

براہوئی منظوم کتاب ہے۔ ۱۲۰ صفحات پر مبنی ہے۔ سنہ تالیف ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۳ء اور سنہ طباعت ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۵ء ہے۔ اس میں حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل و خصائل کا بیان ہے۔ مولف نے مستند کتب جیسے شمائل ترمذی، معارج النبوۃ، نزہۃ المجالس وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

۴......سفر حجاز درخانی

یہ کتاب فارسی نثر میں ہے۔ آپ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور دیگر مقدس مقامات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے سفرِ حجاز کے واقعات کو ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء میں صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا۔

۵......معجزات شریفہ

یہ منظوم کتاب براہوئی میں ہے۔ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۳۱ء کو عباسی لیتھو آرٹ پریس کراچی میں چھپی، ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ آغاز حمد سے ہوتا ہے پھر نعت شریف اور درود شریف پڑھنے کے فوائد درج ہیں۔ اس کے بعد کم وبیش ستر معجزات کا بیان ہے۔

۶......فتوی درخانی

یہ کتاب فارسی نثر میں ہے اور اس کی دو جلدیں ہیں۔ اب تک غیر مطبوعہ ہے۔ آپ نے جو شرعی فیصلے کیے ان کو قلمبند کیا گیا ہے۔

۷......تحفۃ العوام

۸......راہ نامہ

۹......کنز الاخبار

یہ قلمی صورت میں مولانا عبدالباقی درخانی کے پاس محفوظ ہیں۔

مولانا عبدالباقی درخانی کا وصال یک شنبہ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۶۳ھ بمطابق ۶ فروری ۱۹۴۴ء کو رات کے وقت ہوا۔

(۱۴)

حضرت خواجہ معین الدین جان چشموی

آپ حضرت خواجہ عبدالحیؒ جان کے بڑے بیٹے اور خلیفۂ اول تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت (۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء) پر آپ کے جد امجد حضرت خواجہ محمد عمر نے تحریر فرمایا تھا۵۔ کہ فرزند جگر بندار جمند کلاں آغا عبدالحی جان کے گھر میں ایک لڑکا باکمال تولد ہوا ہے۔ اس کا نام ہندوستان کے مشہور ولی خواجہ معین الدین اجمیری کے نام پر رکھا گیا ہے۔ ایک اور صاحب (غلام رسول ولد مولوی جان محمد) کا بیان ہے کہ میں نے ایک وقت خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب محمد عمر جان قدس سرہ اپنے دستِ مبارک سے خواجہ معین الدین جان کے سینۂ مبارک پر اسمِ ذات کا نقشہ لکھ رہے ہیں۔

ان حالات سے معلوم ہوا کہ ان کی ولایت وہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بچپن ہی میں نوازا۔ انہیں فیضِ ولایت بظاہر اگرچہ ان کے والدِ ماجد حضرت خواجہ آغا عبدالحی جان سے ہوا مگر درحقیقت ان کے جدِّ امجد سے ہوا ہے۔

حضرت امیر محمدؒ کے فرزند حاجی عبدالقیوم نے آپ سے متعلق دو خواب بیان کیے ہیں جو نہایت ایمان افروز ہیں:

''پہلا خواب آپ کے حینِ حیات میں ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء میں دیکھا کہ رات کا آخری حصہ ہے ایک بڑا شہر ہے اور اس میں ایک بڑی جامع مسجد ہے جس میں اولیاء کا جمِ غفیر بیٹھا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت قبلہ گاہی چشموی مدظلہ العالی (ان دنوں آپ بقید حیات تھے) بھی اس میں جلوہ افروز ہیں اور اس مجمع کے وسط میں حضور پر نور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ حضرت محترم آغا معین الدین جان قدس سرہٗ اس مجمع کو پانی پلا رہے ہیں۔ اس دوران میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یا معین الدین قدس پانی پلانا۔ آپ نے ایک گلاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ وہ گلاس سب مجمع کو پلایا۔ حتیٰ کہ آخر میں ایک گھونٹ احقر کو بھی عنایت فرمایا۔ خدا کی قسم پانی نہایت خوشبودار اور میٹھا تھا۔

اسی اثناء میں خواب سے بیدار ہوا۔ تمام جسم پسینہ میں شرابور تھا۔ اس خواب کے بعد تقریباً ایک ہفتہ تک میں سوتے میں ڈرتا تھا۔ میں نے ایک عریضہ حضرت عبدالحیٔ جان کی خدمت میں بھیجا اور اس خواب کا تذکرہ کیا۔ آپ نے اپنے شفقت نامہ میں احقر کو مبارک باد لکھی تھی۔ اس کے بعد احقر آرام سے سویا۔ اس خواب کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ آغا معین الدین ایک ولیِ کامل اور باکمال انسان ہیں۔

دوسرا خواب یوں بیان کیا: ''تین اپریل ۱۹۶۵ء کی رات کو مدینہ منورہ میں خواب میں دیکھا کہ مسجدِ نبوی کے صحن میں جناب آغا معین الدین جان بیٹھے ہیں بہت سے حضرات اردگرد بیٹھے ہیں۔ آپ کی ریش مبارک نہایت سفید ہے۔ چہرے پر نور برس رہا ہے جب میں نے جناب کو دیکھا تو ڈرتے ہوئے جناب کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر پوچھا، حضرت آپ مدینہ شریف کب تشریف لائے ہیں؟ فرمایا کہ میں یہاں ہوں، حضرت صاحب قبلہ گاہی چشموی مدظلہ العالی نے مجھے خلافت عنایت فرمائی ہے۔ مدینہ منورہ میں میرے تقریباً پانچ ہزار مرید ہیں۔ میں نے کہا کہ حضرت آپ کا ٹھکانا

کہاں ہے تاکہ میں زیارت کرنے آؤں۔ فرمایا میرا یہاں کوئی ٹھکانا نہیں، میں یہاں مہمان ہوں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت سیدنا عمر فاروق، حضرت سید الشہدا امیر حمزہ، حضرت سیدنا انس اور چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے مبارک لیے روتے ہوئے حضرت کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آنکھ کھل گئی۔ تہجد کی نماز تک دوبارہ خواب نہیں آیا۔ اللہ کی قسم اب میرا یقین ہو گیا ہے کہ حضرت آغا معین الدین جان قدس ایک کامل ولی تھے۔

آپ ہمیشہ عبادات، ریاضات اور مجاہدات میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ مشغول رہے۔ باری تعالیٰ نے انہیں ہمتِ عالی عنایت فرمائی تھی۔ خلوت و تنہائی کی خاطر الگ دواخانہ قائم کیا وہاں ذکرِ الٰہی اور صفائے باطن کی تحصیل میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی غلام رسول آپ کے دواخانے میں حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ دواسازی اور حکمت کو ذکر و فکر کے لیے بہانہ بنا کر لوگوں سے الگ خلوت میں اللہ پاک کو یاد کر رہا ہوں۔ دراصل میرا مقصد حکمت اور دواسازی نہیں۔

آپ کا وصال ۱۶، ۱۷ ستمبر (۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء) کی درمیانی شب کو سول اسپتال کوئٹہ میں پیٹ کے آپریشن سے ہوا۔

(۱۵)

سید محمد محسن شاہ بخاری

(المتوفی ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء۔ مدفن بمقام محسن آباد، کنگری، ضلع لورالائی)

آپ زمانہ حال میں ایک صاحبِ ولایت بزرگ ہوئے ہیں۔ موسیٰ خیل اور نواح کے علاقہ میں اہلِ سنت کی تبلیغ کے لیے کام کرتے رہے۔ حضرت غلام حسن شاہ سہاگ شریف (المتوفی: ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء) سے دست بیعت ہوئے۔ جن کا طریقت میں سلسلہ نقشبندیہ کے علاوہ قادریہ اور صابریہ سے بھی ہوتا ہے۔

ہر سال ذوالحجہ کے مہینے میں آپ کا عرس ہوتا ہے جس میں علمائے کرام اور مشائخ بھی خطاب کرتے ہیں۔

(١٦)

حضرت خواجہ عبدالحئ جان چشموی

آپ حضرت خواجہ محمد عمر جان چشموی (التوفی ١٣٦٠ھ/١٩٤١ء) کے بڑے صاحب زادے، سجادہ نشین اور خلیفۂ اعظم تھے۔ جامع علم وعمل، علوم عقلی ونقلی پر محیط اور اخلاقِ حمیدہ سے متصف تھے۔ اس کے علاوہ اسرارِ ربانی سے واقف، صاحبِ کرامات تھے۔ آخر بیٹا اپنے والد کا نمونہ ہوتا ہے۔

آپ کا وصال ١٣ نومبر ١٣٨٨ھ/١٩٦٨ء کو ہوا۔ حضرت خواجہ محمد عمر نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ جب میرے والدِ بزرگوار حضرت خواجہ فیض الحق جان کا انتقال ہوا تو مجھ پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ میں نہایت منقبض اور پریشان رہتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ بادشاہ ہمارا مہمان ہے۔ پریشان ہوا کہ بادشاہ کی ضیافت کے لیے کیا انتظام کیا جائے۔ اسی اثناء میں بیدار ہوا۔ صبح ہوتے ہی خواجہ آغا عبدالحئ جان کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ان کے دیکھنے سے انقباض اور پریشانی دور ہوئی اور دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت صاحب نے خواجہ عبدالحئ صاحب کی تربیت وتعلیم میں سعی بلیغ فرمائی۔ ایک بار سفر فریضہ حج میں ان کو اپنا رفیق بنایا۔ مدینہ منورہ میں قاسم فیوض والبرکات رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں انہیں حاضر کیا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔

خواجہ عبدالحئ جان کو ان کے والد محترم حضرت محمد عمر نے ذکر وارشاد کی اجازت بہت پہلے دے رکھی تھی لیکن والد کی وفات کے بعد (یکم ذی الحجہ ١٣٦٠ھ/١٩٤١ء) خواجہ صاحب تلقین وارشاد میں اور زیادہ مصروف ہوگئے۔ اگرچہ آپ کا دل والد کی وفات کی وجہ سے غمگین تھا مگر اہلِ طریقت کی طرف سے وہ قطعاً بے اعتنا نہ ہوے۔ آپ ہمیشہ اتباعِ سنت اور رضائے الٰہی کا خیال رکھتے۔ آپ کی گفتگو میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر مقناطیسی کشش رکھی تھی کہ جب کوئی ان کی مجلس میں بیٹھ جاتا تو اس کا دل اٹھنے کو نہیں چاہتا تھا اور ان کی صحبت میں ماسوا یادِ الٰہی کے اور کوئی چیز یاد نہیں آتی تھی۔

آپ کے ارشادات کو محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک رسالہ مقصد تصوف یعنی ''ارشاد السالکین'' ہے۔ یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ چند اقتباس ملاحظہ ہوں:

> مقصود از تصوف محبت و رضاء الٰہی است۔ محبت الٰہی مقتضائے روح است، روح بسبب مجبوری عشق الٰہی الست بربکم بہ لفظ قالوا بلیٰ ادا نمود (ص ۱۱)
>
> عشق ہماں چیزی است کہ ازاں سیر شدن را امکان نیست۔ گاہی عشق بجای میرسد کہ عقل عاجز میگردد۔ از زبان سالک الفاظ گونا گون بدر می آید۔ گاہی غلبۂ عشق بحدی می رسد کہ سراسر مستی در پیش می آید تا بدرجہ جذب میرسد۔ از تکالیف خطاب مبرا میگردد۔ اگر انسان بخواہشاتِ نفسانی مبتلا گردید نفسِ امارہ برسرِ اقتدار آمد روح بیچارہ پژمردہ و خوار و ذلیل در قفس کہ بدن است ایام بسر میکند لہذا سالک را باید کہ ہر وقت در انکسار باشد تا وقتیکہ گل بار خار نبرد گل نو بہار نشود و بر حالات و مقامات نازاں نشود۔ (ص ۲۰-۲۲)

مذکورہ رسالے سے ایک اقتباس کا ترجمہ بھی دیکھیے:

> خلاصہ یہ کہ سالک کے لیے بے حد ضروری ہے کہ کائنات کی تمام چیزوں سے اپنے آپ کو حقیر خیال کرے۔ اگر اس میں فخر و غرور آ گیا تو معاملہ درہم برہم ہو جائے گا۔ اگر اللہ کریم کا فضل شاملِ حال ہو تو سالک فخر و غرور سے محفوظ رہ سکتا ہے اور سالک کو ان منازل سے گزرنا بھی ضروری ہے کہ اللہ کی مخلوق کو رُشد و ہدایت سے نوازے اور لوگوں کی اصلاح کی فکر کرے اور ذکر و فکر اور اللہ کی محبت میں مشغول رہے اور ہر وقت اللہ سے ڈرتا رہے اس لیے کہ یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔

رسالے کے آخر میں خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

> سالک کو چاہیے کہ ہر فعل خالصۃً اللہ کی رضا کے لیے کرے خواہ وہ عمل ان امور میں سے ہو جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا مباح امور میں

سے ہو یا ان چیزوں سے بچنا ہو جن کے کرنے سے روکا گیا ہے۔ مثلاً کسی سے محبت ہو تو وہ اللہ کے لیے ہو اور اگر دشمنی ہو تو وہ بھی اللہ کے لیے ہو۔ اپنے اہل وعیال کے لئے نفقہ حاصل کرنا ہو تو وہ بھی اللہ کے لئے ہو۔ اسی طرح اگر کوئی نوکری کرے تو اس میں بھی حقدار کو اس کا پورا پورا حق دینا ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے لیے ہو اور اسی طرح حکومت (جس کے ذریعے ظالم اور مظلوم کے درمیان انصاف کرنا ہوتا ہے) بھی اللہ کے لیے ہو اور سونا، آرام کرنا جس سے دماغ کو تازگی حاصل ہو اور پھر اس کے بعد اللہ کے لیے تعلیم یا عبادت میں مصروف ہو یہ سب کچھ اللہ کے لیے اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے......

''خواجہ عبدالحیؒ صاحب کی ایک اور تصنیف ''مقصد نماز یعنی ارشاد المصلین'' ہے۔ یہ بھی فارسی زبان میں ہے۔ اس کا ترجمہ اور تشریح حاجی عبدالشکور صاحب خطیب جامع مسجد کوئٹہ کی ہے۔ چند ایک اقتباسات درج ذیل ہیں:

حمد مرآں ذاتے را کہ منزہ از ہمہ صفاتِ ذمیمہ است و متصف بہ صفاتِ حمیدہ لائقہ است و ہماں ذاتیکہ از بلندی ستائش عقل در تحیّر ماندہ است و ہماں ذاتیکہ سوای ذاتش معبودیت را امکان نیست، و ہماں ذاتیکہ ہمہ عالم را لازم گردیدہ کہ ہر وقت ثنا خوانش باشد و ہماں ذاتیکہ مربی عالمِ ارواح و عالمِ دنیا و عالمِ برزخ و عالمِ آخرت است۔ و ہماں ذاتیکہ بر تمام عالم دریای رحمت را کشادہ دارد، و ہماں ذاتیکہ برحمتش ہمہ جہاں امیدوار است......

صلوٰۃ ونزولِ رحمت باد بر ہماں ذاتیکہ ملقب بہ اُمی است و درجہ علمش از ہمہ عالم بالاتر است۔ و ہماں ذاتیکہ یتیم است و نیز فخرِ کونین است۔ و ہماں ذاتیکہ در جای بہ شجاعت تامہ موصوف است و جای رؤف رحیم است (بالمومنین رؤف رحیم کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

> مومنوں پر بہت ہی شفیق اور مہربان ہیں) وہماں ذاتیکہ بہ جای نفسی
> نفسی، اُمتی، اُمتی را وردِ زباں دارد۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اقیموا الصلوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ تشریح یوں کی گئی ہے کہ اس لفظ اقیموا میں ان تمام شرائط ولوازمات کی پابندی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو نماز کے لیے ضروری ہیں۔ محض اداء صلوٰۃ مقصود نہیں بلکہ اقامتِ صلوٰۃ مطلوب ہے۔ پھر لوازماتِ نماز کا ذکر کرتے ہوے کہتے ہیں:

> چونکہ اللہ از حالِ قلب آگاہی دارد کہ غیب دان است لازم کہ قلب
> نیز از غل وغش وغیرہ پاک باشد و با خلاص منور باشد۔ اگر شرکت غیر
> آید کار بسر نہ خواہد شد۔

حضرت خواجہ عبدالحیٰ جان چشموی نے بہت سے حضرات کو خلعت خلافت عطا فرمائی۔ ان کے اعلیٰ اور اول خلیفہ حضرت خواجہ آغا معین الدین جان قدس سرہ ہیں جو ان کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ان کے حالات علیحدہ تحریر کیے گئے ہیں۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے خواجہ آغا فخر الدین جان ہیں جو خلعت خلافت سے مشرف ہوے۔ متقی، ذہین، متبع شریعت، نیک کردار نیک سیرت، مہربان، شفیق عالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی فراست اور دانشمندی عنایت فرمائی ہے۔ سیرت وصورت میں وہ اپنے والد ماجد کے نمونہ ہیں۔ اس وقت اپنے بھائی مرحوم آغا معین الدین جان کی جگہ پر شغل تدریس میں مصروف ہیں۔ درس و تدریس میں وہ ایک لاجواب حیثیت کے مالک ہیں۔ حضرت کے تیسرے فرزندِ ارجمند آغا عبدالقدوس جان ہیں جو صاحبِ استعداد اور صاحبِ اخلاق ہیں۔ عموماً خاموش رہتے ہیں کثرتِ کلام سے اجتناب برتتے ہیں تحصیلِ علم وسلوک میں مصروف ہیں۔

حضرت کی اور بھی اولاد ہے جو اپنے والد کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔

(۱۷)

خواجہ میاں نور احمد جان

الحاج الحافظ خواجہ میاں نور احمد جان نقشبندی مجددی (سنہ پیدائش ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) بلوچستان کے قبیلہ رئیسانی سے وابستہ ہیں۔ آپ نے چھوٹی عمر میں قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔ بعد ازاں درسِ نظامی کے

سارے فنون اپنے والدِ ماجد حضرت خواجہ محمد عمر جان نقشبندی جو بلوچستان کی مشہور روحانی شخصیت حضرت الحاج خواجہ محمد صدیق نقشبندی مجددی مستونگی (جن کا ذکر اس تذکرہ میں موجود ہے) کے خلیفہ مجاز تھے سے پڑھے اور کچھ کتابیں آپ نے مولانا محمد عمر سے بھی پڑھیں۔ جو آپ کے والد ماجد کے مخلص مریدین میں سے تھے۔ آپ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم سے بھی بہرہ ور ہوے۔ اپنے والد بزرگوار سے خلافت ملی اور ان کے وصال کے بعد مسندِ ارشاد پر جلوہ گر ہوے۔

آپ نے اپنی ساری زندگی اتباعِ سنت وترویجِ قرآن وسنت میں گزاری۔ سنت موکدات کا ترک تو بڑی بات ہے، آپ نے کسی سنت غیر موکدہ اور فعل مستحب کو کبھی نہیں چھوڑا۔ آپ لباس میں ہمیشہ طریقہ سُنت کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ آپ اپنے عزیزوں کو اکثر تلقین ذکر وتزکیۂ نفس میں مصروف رکھتے تھے۔ ہر مرید کو بیعت کرتے وقت پابندی صوم وصلوٰۃ، طلبِ رزق حلال اور راست گوئی کی سختی سے تلقین فرماتے تھے اور باطنی صفائی کے لیے مرحلہ وار کلمہ شریف، اسمِ ذات اور دیگر وظائف کا سبق دیا کرتے تھے۔ نتیجتاً بہت سے لوگ آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوے آپ نہایت متواضع، منکسر المزاج اور صبر وتحمل کے مالک تھے۔ آپ نے کئی مقامات پر دینی مدارس قائم کیے جو بفضلہٖ تعالیٰ جاری وساری ہیں جیسے مدرسہ جامعہ مخزن العلوم نقشبندی فاروقیہ مستونگ بمعہ جامع مسجد، جامعہ نوریہ رضویہ وریلوے جامع مسجد ڈیرہ مراد جمالی، مدرسہ تعلیم القرآن گوٹھ ابڑو، ڈیرہ مراد جمالی، مدرسہ جامعہ مخزن العلوم نقشبندیہ اوستہ محمد۔

آپ کا وصال ۱۷رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲۳ اگست ۱۹۷۸ء کو ہوا۔

خلفاء:......مرحوم خلیفہ جان محمد مستونگ

مرحوم خلیفہ حاجی علی جان مستونگ

جناب خلیفہ حاجی آدم خان سریاب کوئٹہ

(۱۸)

عبدالرحمان صاحبزادہ

عبدالرحمٰن صاحبزادہ بن ملا محمد عظیم صاحبزادہ بن ملا رحمت اللہ اخوند بن ملا خوشحال اخوند (ان کا ذکر اسی تذکرہ میں ہے) ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء کے لگ بھگ پشین شہر سے نو میل جانب غرب واقع کلی سلیمانزئی میں پیدا ہوے اور ۴ر ستمبر، ۱۴۰۰ھ/۱۹۷۹ء کو اللہ کو پیارے ہوے۔ آپ ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں شہر پشین

سے ایک میل دور گاؤں ''فیض آباد'' میں منتقل ہو گئے تھے۔ آپ کا مزار وہیں ہے۔ آپ تفسیر، حدیث، فقہ، صرف ونحو عربی فارسی، منطق، ریاضی، حکمت، تجدید وقرأت وغیرہ میں اچھی خاصی نظر اور مہارت رکھتے تھے۔ آپ علم کی پیاس بجھانے قندھار بھی گئے تھے۔ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوے۔ ساری زندگی ان کا شعار پرہیز گاری اور تقوٰی رہا۔ تحریکِ پاکستان میں بھی حصہ لیا تھا۔ ایک بہت اچھا کتب خانہ جس میں قلمی نسخے بھی ہیں، یادگار کے طور پر موجود ہے۔ آپ کی اولاد جدید وقدیم علوم سے بہرہ یاب ہے۔ ڈاکٹر صاحبزادہ نعمت اللہ اور پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ اپنے اپنے شعبوں میں شہرت رکھتے ہیں۔

(١٩)

محمد عبد اللہ حکیم

آپ کا نام محمد عبد اللہ اور تخلص حکیم تھا۔ آپ عشق وعرفاں میں ڈوبے ہوے تھے۔ کلام سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے۔ کانڈل تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ (حدود چھاؤنی ایبٹ آباد) میں رہتے تھے۔ عرب، حبش، سوڈان، یمن، اور ہندوستان کی سیاحت کے بعد بلوچستان آ کر مستونگ میں مقیم ہوئے۔

آپ نے حج بیت اللہ سے مشرف ہونے اور تین سال تک عرب میں رہنے کے بعد ایک رسالہ، ''گلدستۂ حکیم، عرف ''سفرِ حجاز'' لکھا جو ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں شیخ الٰہی بخش ومحمد جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار نے مطبع عزیزی لاہور سے طبع کرایا۔ اس میں آپ لکھتے ہیں کہ میں سن بلوغت میں پہنچنے سے پہلے ہی روضۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شوق رکھتا تھا۔ جب زیارت سے بہرہ یاب ہوے تو عمر سولہ سال کی تھی۔

آپ طالب علمی کے زمانے میں نرٹوپہ شہر میں جو چھچھ میں واقع ہے، اپنے ایک ساتھی آزاد گل کے ساتھ کتاب زلیخا پڑھتے تھے۔ دونوں کند ذہن تھے۔ استاد بھی تنگ آ گیا۔ ایک روز دونوں نے سنا کہ اگر کوئی نماز عشاء کے بعد بلا ناغہ ہزار بار درود شریف پڑھے تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوگا۔

ان دونوں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ دن کو سبق میں مصروف رہتے رات کو سونے سے پیشتر وظیفہ کرتے۔ آزاد گل فرشتہ سیرت، شب خیز اور پرہیز گار تھا۔ اسے حکیم سے الفت تھی۔ ایک روز آپ نے کہا کہ تو کیوں اپنے گھر نہیں جاتا، میرا وقت ضائع کرتا ہے۔ مجھ سے دور ہو جا تاکہ میں اکیلا سبق یاد کروں۔

آپ نے یہ باتیں دو تین بار آزادگل سے کہیں، اس نے پروانہ کی۔ آپ نے غصے میں آ کر کہا کہ جاؤ۔ وہ نہ اٹھا تو آپ نے ایک لکڑی جو قریب پڑی تھی، اس کے سر پر دے ماری۔ خون بہ نکلا۔ آزادگل نے کچھ نہ کہا۔ اٹھا مسجد کے دروازے پر پہنچ کر توت کے پتے جلا کر راکھ زخم پر لگائی اور گھر چلا گیا۔ گھر پہنچ کر والدین کو اصل بات نہ بتائی۔ پھر آپ کے پاس آیا لیکن آپ نے توجہ نہ کی اور اس طرح چند دن خفگی کی حالت میں گزر گئے۔

ایک رات آپ حسبِ معمول نماز عشاء کے بعد باوضو ہزار بار درود شریف پڑھ کر سو گئے۔ اچانک اذان کی آواز کانوں میں آئی۔ کسی نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اذان دے رہے ہیں۔ آپ خواب میں اپنی جگہ سے اٹھے اور مسجد کے صحن میں چلے گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان مکمل فرمائی اور پھر آہستہ آہستہ اسی جانب تشریف لائے جہاں آپ کھڑے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ پاس ہی آزادگل موجود ہے۔ اس وقت حضور پاک سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں دو سیب تھے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو دے دیے اور دونوں کی آپس میں صلح کرا دی۔ اسی حالت میں عبداللہ خان حکیم نیند سے بیدار ہوئے۔

صبح کا وقت قریب تھا۔ آپ وضو کر کے درود میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں مؤذن نے اذان دی۔ آزادگل بھی معمول کے خلاف وقت سے پہلے پہنچا، وضو کر کے وظیفہ میں مصروف ہو گیا۔ نماز کے بعد آپ مسجد کے کونے میں کتاب لے کر بیٹھ گئے۔ ظاہراً نظر کتاب پر تھی لیکن دل رات کے خواب کے تصور میں محو تھا۔ اسی اثنا میں آزادگل آ گیا۔ اس کا چہرہ روشن اور شگفتہ تھا۔ کہنے لگا آج آپ بہت خوش معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے کہا تم بھی تو آج مسرت سے چہک رہے ہو۔ جواب دیا یہ تو آپ کا اثر ہے۔ اسی دوران میں آپ کا خیال پھر رات کے واقعے میں کھو گیا۔ جس پر آزادگل نے سمجھا کہ آپ ابھی تک ناراض ہیں۔ کہنے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات ہماری صلح کرا دی تھی پھر ناراضی کا کیا سبب ہے؟ آپ نے پوچھا کیسے؟ آزادگل نے سارا خواب بیان کیا۔ دونوں کے خواب میں سومِر مو فرق نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔

اس پر دونوں اٹھے اور بغل گیر ہو گئے بعد کی کیفیت کو حکیم کے الفاظ میں سنیے[9]۔

اے برادران من، ازان روز حالتِ ما ہر دو دگرگون شد و در کانون دل آتش عشق رسول کریم شعلہ زدن گرفت بعد ازاں چند بار دگر ہم از دیدار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مشرف شدم و در خواب حج ہم کردم گویا از طرف خداوند کریم این بشارت بود کہ یک روز ترا بر درِگاہ خود و بر دربار حبیب خود خواہم آورد۔

بعد ازاں آپ اور آزاد گل علیحدہ علیحدہ مقام پر چلے گئے۔ حتیٰ کہ ایک مدت کے بعد آپ مختلف مراحل طے کر کے ڈاکٹری کے عہدہ پر پہنچے۔ ان دنوں آپ کا جسم کام میں مشغول ہوتا تھا اور دل شب و روز حج اور زیارت روضۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر تڑپتا رہتا تھا۔ مولانا جامی کی وہ غزل وردِ زبان رہتی جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے:

کی بود یا رب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم
جامی از جامِ وصالت خورد چون یک جرعہ ای
تا بصحرائے قیامت خویش را شیدا کنم

انہی دنوں آپ نے یہ غزل کہی تھی[۱۰]۔

ای پیکِ پاکبازاں بمدینہ گر در آئی
چہ شود کہ حالِ زارم بر مصطفیٰ نمائی
آشوبِ خوں روان کن سوزِ دلم عیاں کن
پیشِ نبی بیاں کن در صورتِ گدائی
ای شاہِ ہر دو عالم پرساں بکن ز حالم
از حد گذشت در دم جاں رفت از جدائی
مُردم من از فراقت ماندہ بتن نہ طاقت
جانم فدا زنامت کہ تو جان جانِ مائی

دردی دگر ندارم پیشِ حکیم آیم
ما را بس است جاناں دیدارِ تو دوائی

آپ ہر وقت بیت اللہ اور روضہ رسول کی زیارت کے شوق میں بیقرار رہتے۔ حتیٰ کہ حکومت نے آپ کو دو سال یا اس سے کچھ زیادہ مدت کے لیے عرب بھیجنے کے بارے میں استفسار کیا۔ آپ ان دنوں شفاخانہ، سماسٹر میں تعینات تھے۔ آپ کو اور کیا چاہیے تھا۔ فوراً تیار ہو کر روانہ ہو گئے۔ وہاں تین سال تک مقیم رہے۔ دو بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ آخر لکھتے ہیں"۔

> آخر کار کشش آب ودانہ مرا بمستونگ آورد در ینجا خداوند کریم مراد گر دولت نصیب کرد یعنی بیعت حضرت مولانا و مربی نا حضرت محمد صدیق صاحب نقشبندی کردم۔ اے اہل مستونگ بختِ شما مبارک کہ دریائے فیض در شہرِ شما جاریست۔ اگر شما از فیض این دریائے رحمت محروم بمانید پس قصور بختِ شما خواہد بود۔

آپ مولانا حضرت محمد صدیق صاحب نقشبندی کی صحبت سے خوب فیضیاب ہوئے۔ آپ نے مستونگ اور مستونگ کے علاقے کے مکینوں کی بڑی خدمت کی۔ لوگ آپ سے دینی اور دنیوی امور میں مستفیض ہوئے۔ عام لوگوں کی بھلائی کے لیے آپ نے کنواں بھی کھدوایا جو آج تک آپ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کو اپنے مرشدِ کامل سے جو قلبی اور روحانی تعلق تھا اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ کی ہر تصنیف میں حضرت محمد صدیق کا ذکرِ خیر ہے۔

یہاں حضرت صاحب سے متعلق مزید چند شعر پیش کرتے ہیں تا کہ ان کی سوچ کے مختلف انداز سامنے آجائیں۔

بیا در خدمتِ پیرم اگر راہِ خدا خواہی
سر خود را مپیچ از وی چو عشقِ مصطفیٰ خواہی[۱۲]
بنیار عشقِ او مسِ تنِ خود را گداز اول
زا کسیرِ وجودِ پاک او گر کیمیا خواہی

مبارک نام او نامِ محمد بر صدیق آمد
حکیم این پیشوا کافیست گر راهِ خدا خواہی
بوقتِ مصیبت رفیقِ شفیق
زہی خواجۂ ما محمد صدیق[۱۳]
بہ تختیِ دل نقش اللہ نوشت
بدل تخمِ عشقِ خدا را بکشت
بمستونگ دریای فیضِ خدا
روان ہست ہر دم بصبح و مسا
برو دامنِ آں شہِ نقشبند
بگیری کہ از وی شوی ارجمند
ہمیں غرض پیشِ تو دارد حکیم ۵
برو بر درش باش دائم مقیم
وارہان اے خدا بہ برکتِ شیخ
از بلائی ریابہ برکتِ شیخ[۱۴]
دل سیاہ شد ز دودِ فسق و فجور
عفو کن جرمِ ما بہ برکتِ شیخ
روی بعصیاں روم ہر دم
باز دار ای خدا بہ برکتِ شیخ

نفسِ امّارہ چونکہ دشمنِ ماست
وارہاں زو مرا بہ برکتِ شیخ
نقشبندم ز نقشِ خود رستم
باز دار از ریا بہ برکتِ شیخ
جرم و تقصیرِ ما ز حد بگذشت
بگزر از جرمِ ما بہ برکتِ شیخ
خواندہ ام نامِ تو غفور و رحیم
رحم کن ای خدا بحالِ حکیم

(٢٠)

مولانا محمد معصوم کے خلیفہ

حضرت مولانا محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ ابن خواجہ صوفی نواب دین ضلع گجرات (پنجاب) کی تحصیل کھاریاں کے قصبہ موہری شریف میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی اور علوم دینیہ کی تکمیل دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے کی، سعادتِ حج اور زیارت روضۂ اقدس کے وقت والد ماجد سے شرف بیعت اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت واجازت حاصل ہوئی اور ١٩٩٣ء میں وصال فرمایا۔ آپ کے خلیفہ صوفی جاوید اقبال معصوی آجکل کوئٹہ میں خدمتِ دین اور سلسلہ کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔

☆......☆......☆

حواشی:

......١ (الف) ڈاکٹر انعام الحق کوثر، بلوچستان میں تحریکِ تصوف، مطبوعہ لاہور ١٩٩٠ء ص ٨٣-٨۴-١١٢
(ب) خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت مطبوعہ دہلی ١٩۵٣ء ص ١٣۴

(ج) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۶۶ء جلد دوم ص ۱۲۹

(د) ڈاکٹر انعام الحق کوثر، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۲...... شیخ بلوچستان مولانا محمد فاضل (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء۔ ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) کی روحانی تحریک نے براہوئیوں کو عیسائیت سے بچالیا اور جن کے علاوہ راشدہ نے براہوئی زبان کو مذہبی، اخلاقی علم وادب اور نظم ونثر سے مالا مال کردیا۔ ان علماء کا اثر بھی علاقے کے نشیب وفراز اور امیر وغریب پر یکساں ہوا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ پنجاب، لاہور ۱۹۶۹ء جلد چہارم ص ۲۹۳۔)

۳...... اردو منظوم ترجمہ از جناب سعید گوہر (لورالائی)

۴...... عبدالحمید سلسلہ حضرت چشموی بمع اضافہ ص ۵۱

۵...... مختصر سوانح حضرات نقشبندیہ مجددیہ مسمّی بہ مقدمہ سلسلہ حضرت چشموی (اضافہ از غلام رسول) ص ۶۱

۶...... مقصدِ تصوف یعنی ارشاد السالکین، ص ۶ تا ۸

۷...... ڈاکٹر انعام الحق کوثر، تذکرہ صوفیائے بلوچستان طبع دوم لاہور ۱۹۸۶ء، ص ۳۲۵ تا ۳۲۷

۸...... ڈاکٹر عبداللہ خان حکیم، گلدستہ حکیم، مطبوعہ لاہور ۱۳۲۲ھ

۹...... ایضاً، ص ۵

۱۰...... ایضاً۔ ص ۸ تا ۱۰

۱۱...... ایضاً، ص ۴۳۔ ۴۴

۱۲...... ڈاکٹر عبداللہ خان حکیم مخمس، محمود نامہ، مطبوعہ لاہور ۱۳۲۲ء، ص ۴۰

۱۳...... ڈاکٹر عبداللہ خان حکیم، گلدستہ حکیم، مطبوعہ لاہور ۱۳۲۲ ص ۲۵ تا ۲۷

۱۴...... ڈاکٹر عبداللہ خان حکیم، مناجات حکیم مع نعت رسول کریم، مطبوعہ لاہور، ص ۴۔ ۵ (شیخ سے مراد حضرت شیخ محمد صدیق نقشبندی ہے)

☆......☆......☆

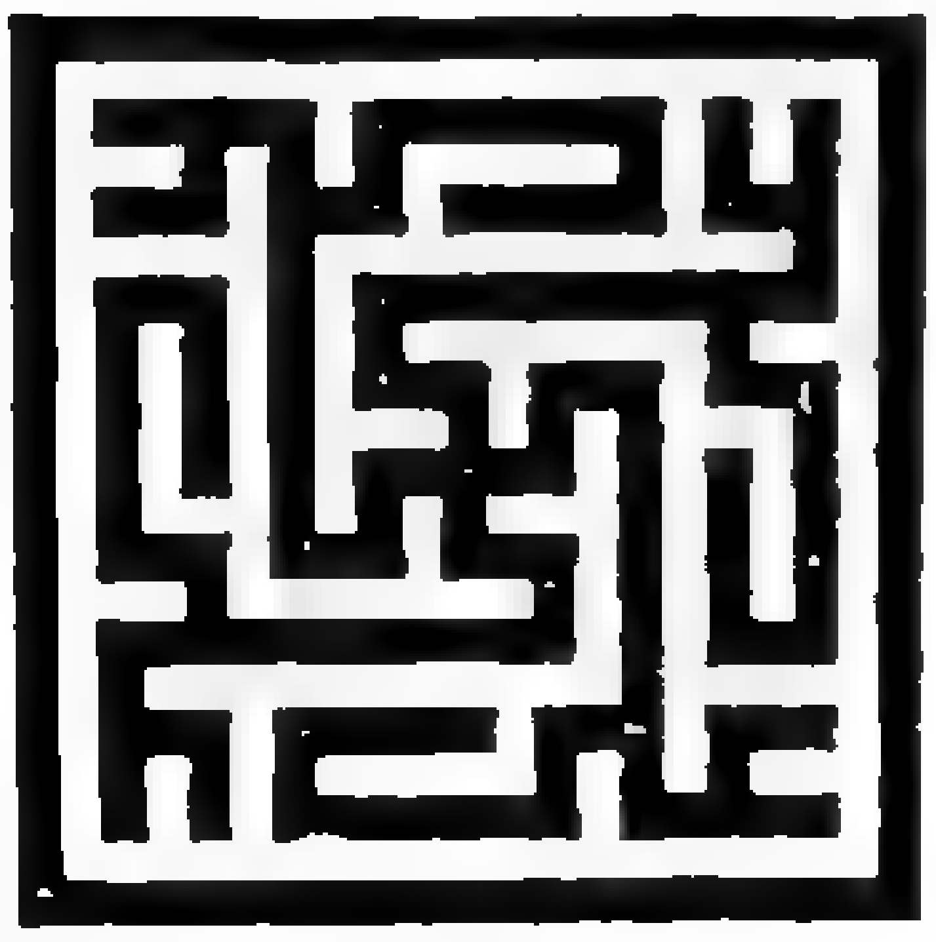

علی چار دفعہ مربع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ضمیمہ

بلوچستان کے صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری مجددی

☆☆

محترم ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے اپنے مقالے میں بعض حضرات مشائخ نقشبندیہ کا ذکر نہیں فرمایا جو کہ بلوچستان میں سال میں چند ماہ قیام پذیر رہتے یا جنھوں نے یہاں مستقل قیام فرمایا، ان میں مندرجہ ذیل تین مشائخ مجددیہ کے مبارک احوال اس مقالے میں شامل کیے جارہے ہیں: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

۱...... حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ

حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین فاروقی مجددی علیہ الرحمۃ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ آپ ۲۷؍ربیع الآخر ۱۲۷۲ھ/ ۶؍جنوری ۱۸۵۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے...... ۱۸۵۷ء کو غاصب انگریزی فوجیں دہلی میں داخل ہوئیں تو آپ کے جدامجد شاہ احمد سعید علیہ الرحمۃ حجازِ مقدس ہجرت کر گئے، حضرت شاہ ابوالخیر کا بچپن تھا اور آپ نے بھی ہجرت کی سعادت پائی...... تین ماہ مکہ مکرمہ میں قیام رہا اور پھر مدینہ منورہ قیام کیا۔ حضرت ابوالخیر کی عمر چار برس کی ہوگی کہ جدامجد شاہ احمد سعید علیہ الرحمۃ نے ۱۸۶۰ء میں وہیں بیعت فرما کر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافتِ خاصہ سے نوازا اور اسی برس ان کا وصال بھی ہوگیا...... ۲۲؍سال قیام کے بعد ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۸ء میں حرمین شریفین سے وطن لوٹے، ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء میں خانقاہِ مظہریہ تشریف لائے تو ۳۱ سال بعد خانقاہ شریف پھر سے گہوارۂ رُشد وہدایت بن گئی......

حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ نے عرب وعجم کے جلیل القدر اساتذہ سے علومِ نقلیہ وعقلیہ حاصل کیے مثلاً شیخ سید احمد دحلان مکی (م ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) مولانا حبیب اللہ کیرانوی مہاجر مکی (م ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء) شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی (م ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء) شاہ محمد مظہر اور مولانا حبیب الرحمٰن ردولوی وغیرہ...... کاملانِ وقت سے تحصیلِ علم کے سبب آپ کا علمی مقام بہت بلند تھا جس کا اندازہ فتاویٰ خیریہ سے ہوتا ہے...... آپ صاحبِ فتویٰ بھی تھے اور صاحبِ تقویٰ بھی۔ متبعِ سنت بھی تھے اور مجاہدِ اکبر بھی کہ نفس پر قابو تھا، بدخواہی کا صلہ خیر خواہی سے دیتے تھے، دہلی کے حکیم محمود احمد خان آپ کے اخلاص وتقویٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ......

> اگر صحابہ کے احوال کو دیکھنا ہے تو خانقاہ شریف میں جا کر دیکھو......

حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ کے علماء ومشائخ سے گہرے مراسم تھے آپ اکابر کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ہمعصر علماء ومشائخ آپ سے ملاقات کو حاضر ہوتے، مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ، شاہ رکن دین الوری، میاں شیر محمد شرقپوری، پیر جماعت علی شاہ، محدث علی پوری وغیرہ ہم کا خانقاہِ مظہری میں برابر آنا جانا تھا...... شاہانِ وقت بھی آپ کی خدمت میں حاضری کو سعادت جانتے تھے۔

حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت مقبول ومحبوب تھے، آپ کے استاد شیخ احمد دحلان مکی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے شیخ عبداللہ دحلان مکی علیہ الرحمۃ کو سرکارِ دوعالم ﷺ نے مدینہ منورہ میں خواب میں فرمایا کہ

> ہمارا خادم ابوالخیر عبداللہ دہلی میں ہے تم اس سے جا کر بیعت ہو۔

چنانچہ وہ دہلی آ کر آپ سے بیعت ہوئے...... حضرت شاہ صاحب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجہ عشق تھا۔ آپ اتباعِ سنت کا خاص خیال رکھتے، ۱۲/ربیع الاول کی شب نہایت اہتمام سے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناتے تھے، محفل سجاتے، فضائل وشمائل بیان فرماتے، منوں مٹھائی تقسیم کرتے اور کھانا کھلاتے، دہلی کی مسجد جامع فتحپوری میں بھی اسطرح میلاد کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ نے ملکی سیاست میں حصہ نہیں لیا، ہاں چند ماہ تحریکِ خلافت میں شامل رہے مگر پھر علیحدگی اختیار کر لی، تحریکِ خلافت کے رہنما مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی آپ کے عقیدت مندوں میں تھے......

خانقاہِ مظہری، دہلی کے علاوہ حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ ۱۹۰۰ء سے کوئٹہ (بلوچستان) بھی تشریف لاتے اور یہاں بھی نقشبندیہ مجددیہ فیض کے جام تقسیم فرماتے تھے، ۱۹۰۹ء میں مستقل مکان خرید لیا گیا تھا جو اب بھی مرکز رُشدو ہدایت ہے اور خانقاہِ شاہ ابوالخیر کوئٹہ کے نام سے معروف ہے جہاں آپ کے پوتے حضرت ابوحفص عمر فاروقی مجددی ابن حضرت ابوسعد سالم فاروقی مجددی زیب سجادہ ہیں۔ اہالیانِ کوئٹہ روزِ اول ہی سے آپ کے مقام و مرتبہ سے واقف ہوگئے اور یہ شناسائی بلوچستان سے پھیلتے پھیلتے افغانستان تک جا پہنچی تھی چنانچہ آپ جب کوئٹہ تشریف لاتے تو بلوچستان کے دور دراز علاقوں کے علاوہ افغانستان سے بھی قافلہ در قافلہ عقیدت مند حاضر ہوا کرتے...... ۱۹۱۳ء میں آپ نے اپنے مکان کے مقابل نہایت خوبصورت اور وسیع مسجد تعمیر کرائی جس کا نام مسجد حضرت بلال تجویز کیا گیا...... کوئٹہ شہر کے لوگوں کی آپ سے عقیدت و محبت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قیامِ پاکستان سے قبل ہی ۱۹۳۵ء میں آپ کے مکان سے متصل گذرنے والی سڑک کا نام کوئٹہ کی شہری حکومت کی طرف سے ''پیرابوالخیر روڈ'' رکھ دیا گیا تھا جو کہ اب بدل کر ''شاہراہ ابوالخیر'' ہوگیا ہے...... حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ وصال سے ایک سال قبل ۱۹۲۲ء تک برابر اپریل میں کوئٹہ آتے اور اکتوبر میں واپس دہلی تشریف لے جاتے تھے...... آپ کا حلقہ ارادت کوئٹہ و دہلی کے علاوہ پورے پاک و ہند، حجاز و شام، افغانستان و روس، بنگال و آسام اور افریقہ تک پھیلا ہوا ہے...... آپ صاحبِ انفاس تھے، دلوں کے حال جان لیا کرتے تھے......

حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی علیہ الرحمۃ (م ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء) نے ''مقاماتِ خیر'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے اس کے صفحہ نمبر ۵۰۶ پر آپ کی نگارشات کے ذیل میں چند تحریرات کا ذکر کیا ہے جبکہ آپ کے فتاوی ایک کا مجموعہ ''فتاوی خیریہ'' کے نام سے ادارہ مسعودیہ کراچی نے ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء میں شائع کیا ہے......

آپ کی اولاد میں آٹھ صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے حضرت ابوالفیض بلال فاروقی مجددی (م۔ ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء)، حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی (م ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء) اور حضرت ابوسعد سالم فاروقی مجددی (م۔ ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ھ) ہوئے۔

حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت حضرت بلال میاں کی عمر تقریباً ۲۲ر سال تھی۔ حضرت زید صاحب کی ۱۷ سال اور حضرت سالم میاں کی ۱۵ برس...... آج الحمد للہ خانقاہِ مظہری، دہلی کی

مسند پر آپ کے پرپوتے حضرت ابوالنصر انس فاروقی مجددی اور کوئٹہ کی خانقاہ شاہ ابوالخیر کی مسند پر پوتے حضرت ابوحفص عمر فاروقی مجددی جلوہ افروز ہیں...... اللہ تعالیٰ دونوں مسندوں کو آباد رکھے۔ (آمین)

حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ نے ایامِ آخر میں خلوت نشینی اور خلوت گزینی اختیار کر لی تھی اور اسی بیتابی و انتظار میں ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۴۲ھ/ ۱۶ رفروری ۱۹۲۳ء کو اپنے خالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے...... آپ کے تفصیلی حالات کے لیے شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی کی ''مقاماتِ خیر'' کا مطالعہ نہایت مفید رہے گا۔

۲...... حضرت شاہ بلال فاروقی مجددی

حضرت ابوالفیض بلال فاروقی مجددی علیہ الرحمۃ ہندوستان کی مشہور خانقاہ مظہریہ، دہلی میں ۲۹ ررجب المرجب ۱۳۱۸ھ/ ۲۳ رنومبر ۱۹۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ والد صاحب حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے عارفِ کامل تھے۔ آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی اولاد امجاد سے ہیں...... ولادت کے روز والدِ ماجد نے فرمایا کہ ہم نے مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی پر اپنے بیٹے کا نام ''بلال'' رکھا ہے، رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر نام بلال جس قدر گذرا ہے کسی آدمی کا نام شاید نہ گزرا ہو۔

آپ نے دہلی، میرٹھ اور کوئٹہ کے ممتاز علماء کرام سے تحصیل علم کی، انگریزی اور جدید علوم سے شناسائی کے لیے چار سال اسکول میں بھی پڑھا...... ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء میں والد ماجد نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت و خلافت عطا فرما کر کوئٹہ (بلوچستان) روانہ فرمادیا کہ وہاں طالبانِ حق کی رُشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیں، بلوچستان اور افغانستان میں آپ کی کوئٹہ آمد اور آپ کی خلافت کی خبر بہت تیزی سے پھیلی اور لوگ جوق در جوق داخلِ سلسلہ ہونے لگے...... ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں آپ کا عقدِ نکاح ہوا، اولاد میں چار صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن فاروقی مجددی (م ۱۹۳۵ء) حضرت عبداللہ فاروقی مجددی، حضرت عبیداللہ فاروقی مجددی عبیدالرحمٰن فاروقی اور ۲ صاحبزادیاں ہوئیں۔

۱۳۴۶ھ میں سعادت حج اور زیارت روضہ انور نصیب ہوئی۔ آپ کو اتباعِ سنت اور عشقِ نبوی کی دولت وراثت میں ملی تھی۔ آپ نے دہلی کی طرح بلوچستان اور افغانستان میں بھی محافلِ میلاد کے انعقاد

کرنے کا رواج ڈالا، ہر سال بارہ ربیع الاوّل کی شب شاندار اہتمام سے محفل سجائی جاتی، جہاں قرآن خوانی ہوتی، درس بخاری شریف ہوتا، علماء کرام احوالِ مبارکہ بیان کرتے اور کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام پیش کیا جاتا۔ آخر میں لنگر کا خاص اہتمام ہوتا...... ۱۳۵۱ھ میں آپ افغانستان تشریف لے گئے اور میلاد مبارک کے زمانہ میں محفلِ مبارک کے انعقاد کا ارادہ کیا تو افغانستان کے بادشاہ نادر خان نے شاہی محل میں اس محفلِ مبارک کو منعقد کرنے کی درخواست کی جو قبول فرمائی گئی اور نہایت اہتمام سے محفلِ مبارک کا انعقاد ہوا جس میں آپ نے اپنے جدامجد حضرت شاہ احمد سعید علیہ الرحمۃ کی کتاب ''سعید البیان فی مولد سید الانس والجان'' کو فارسی میں ترجمہ کرکے پیش کیا۔ اس کے بعد ہر سال سرکاری اور عوامی سطح پر محافل میلاد کا انعقاد کیا جانے لگا۔ آپ نے افغانستان میں جابجا اپنے خلفاء مقرر کرکے انہیں اپنے اپنے علاقے میں محافلِ میلاد کے انعقاد کی ہدایت فرمائی جہاں علماء پشتو اور فارسی میں تقاریر کرتے، آپ کے دیگر کارناموں میں افغانستان میں محافلِ میلاد کا مروج کرنا نہایت ممتاز ہے......

۱۹۳۵ء کے زلزلہ میں آپ کوئٹہ ہی میں تھے جس میں آپ کی والدہ اور تین بچے شہید ہوگئے مگر آپ باوجود دب جانے کے بالکل محفوظ رہے۔ اس سانحہ کا قلبِ مبارک پر اثر پڑا پھر تقسیمِ ہند کے وقت کشت وخون نے مزید بڑھایا تو آپ نے کامل گوشہ نشینی اختیار کرلی اور اپنے صاحبزادہ حضرت عبیدالرحمٰن فاروقی مجددی کو خانقاہی ذمہ داریاں سپرد کرکے خود کوئٹہ سے بارہ میل دور ''رند علی'' کے مقام پر مستقل گوشہ نشین ہوگئے اور تمام وقت عبادت وریاضت اور کتب بینی میں صرف فرماتے، تفسیر وحدیث کے علاوہ مطالعہ کا بے انتہا شوق تھا جو کتاب مطالعہ کرتے اوّل تا آخر تک مطالعہ کرتے اور جہاں کہیں کوئی علمی نکتہ نظر آتا اس کو اپنی بیاض میں اتار لیتے جس سے آپ کی کئی بیاض پُر ہوچکی تھیں، آپ نے طبقاتِ ابن سعد کی نہایت عمدہ فہرست مرتب کی اور صحیح بخاری کی آسان وجامع فہرست کا کام بھی شروع کیا تھا......

حضرت بلال فاروقی مجددی علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ نے ۱۲ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ/ ۶ راگست ۱۹۶۰ء کو وصال فرمایا جبکہ حضرت والا شان ۲۳ ر ذی القعدہ ۱۳۹۸ھ/ ۲۹ ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہوئے...... آپ کے صاحبزادگان حضرت عبداللہ فاروقی اور حضرت عبیداللہ فاروقی آج بھی کوئٹہ، بلوچستان میں آباد اپنے اسلاف کے مشن کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں، رب کریم ان کی مسند کو شاد آباد رکھے۔ (آمین)

۳...... حضرت شاہ ابوالسعد سالم فاروقی مجددی

حضرت ابوالسعد سالم فاروقی مجددی علیہ الرحمۃ حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ کے تیسرے اور آخری فرزند تھے، ۲ر صفر المظفر ۱۳۲۶ھ/ ۶ر مارچ ۱۹۰۸ء کو دہلی کی خانقاہ مظہریہ میں پیدا ہوئے، والد ماجد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کے نام پر آپ کا نام سالم تجویز کیا، ابتدائی تعلیم مدرسۂ عبدالرب دہلی سے حاصل کی۔ اپنے والدِ ماجد اور مولانا محمد عمر و ملا امان اللہ سے بھی پڑھا پھر اپنے بھائی حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی کے ساتھ ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء میں جامعہ ازہر، مصر چلے گئے وہاں چار سال رہ کر سند ''عالمیہ'' حاصل کی، شیخ سنوسی، شیخ بدرالدین دمشقی اور شیخ عبدالحیٰ کتانی فاسی سے اسناد حدیث کا شرف حاصل کیا اس سال سعادت حج اور زیارت اقدس کا شرف بھی حاصل کیا۔ مکہ مکرمہ میں شیخ احمد ابوالسنوسی اور ابوالاسماء عبدالستار الصدیقی الحنفی سے ان کی مسلسلات کی سماعت کی اور اجازت حاصل کی...... واپسی پر بیت المقدس، مسجد اقصیٰ، بیت اللحم، الخلیل، بغداد، نجف، کربلا، شام اور دمشق کی زیارت سے مستفیض ہوئے...... آپ کو کتب بینی کا بے حد شوق تھا جس کی وجہ سے تفاسیر، احادیث، فقہ اور تصوف کی نایاب کتب کا ایک عظیم ذخیرہ جمع ہو گیا تھا، اکثر ہمعصر علماء کرام مسائل میں مشاورت کو آتے اور آپ ان کی تسلی فرما دیتے۔

سالکین کی رشد و ہدایت کے لیے والد ماجد حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ ہر سال کوئٹہ (بلوچستان) جاتے تو آپ بھی ساتھ ہوتے۔ بعد میں آپ نے کوئٹہ اور سنجاوی ضلع لورالائی میں کاشت کی زمینیں خرید لیں تو بعض اوقات وہاں بھی جاتے تھے۔

۲۷ر شوال المکرم ۱۳۵۹ھ/ ۲۸ر نومبر ۱۹۴۰ء کو ارغسان ضلع چمن (بلوچستان) کے عبدالرحمٰن خان کی صاحبزادی سے عقد نکاح ہوا، تقریب نکاح کا اہتمام افغانستان کے شہر قندھار میں کیا گیا جبکہ ولیمہ دہلی میں ہوا...... آپ کی اولاد امجاد میں چھ صاحبزادے حضرت ابوبکر فاروقی، حضرت ابوحفص عمر فاروقی مجددی، حضرت عاصم فاروقی، حضرت جعفر فاروقی، حضرت عبداللہ فاروقی اور حضرت شیخ عبدالعزیز فاروقی مجددی اور تین صاحبزادیاں ہوئیں...... آپ کا حلقہ ارادت کوئٹہ (بلوچستان) کے علاوہ چمن، لورالائی اور افغانستان تک پھیلا ہوا ہے

......آپ دہلی سے مستقل کوئٹہ جا کر بس گئے تھے اور آخر دم تک وہیں قیام فرمایا......آخری بیس برس سخت علالت میں گزارے مگر جب بھی کوئی طبیعت معلوم کرتا تو فرماتے شکر ہے خیریت سے ہوں۔''......یکم جمادی الاوّل ۱۴۰۸ھ/۲۲ر دسمبر ۱۹۸۷ء کو خود قبلہ رو ہو کر لیٹ گئے، اور ذکر شریف میں مشغول ہو گئے، آنکھیں بند، منہ بند، چہرہ پر وقار پر سکون تھا اور آپ اپنے خالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہو رہے تھے...... سریاب روڈ کوئٹہ میں آپ کا مزارِ پر انوار مرجعِ خاص و عام ہے......مسندِ رُشد و ہدایت پر صاحبزادہ صاحب حضرت ابوحفص عمر فاروقی مجددی رونق افروز ہیں، مولیٰ کریم ان کی مسند کو آباد رکھے اور روحانی و علمی فیض جاری و ساری رہے۔ (آمین)

☆......☆......☆

حواشی:

(کتابیات)

۱......مولانا ابوالحسن زید فاروقی، مقاماتِ خیر، مطبوعہ ۱۹۸۹ء دہلی۔
۲......تقدیم بر فتاویٰ خیریہ، از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ ۱۹۹۹ء کراچی۔
۳......مولانا ابوالحسن زید فاروقی، سوانح حیات سید عارفین شاہ بلال، مطبوعہ ۱۹۷۹ء دہلی۔
۴......شاہ ابوالخیر، رحلۃ السالم (قلمی) بشکریہ حضرت ابوحفص فاروقی مدظلہ العالی (کوئٹہ)

☆......☆......☆

السلام قبل الکلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدهٗ ونصلی علیٰ رسوله الکریم

پنجاب کی نقشبندی خانقاہوں پر ایک طائرانہ نظر

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
(ایڈیٹر "جہانِ رضا" لاہور)

☆☆

ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند

آج سے کئی صدیاں قبل روس کے علاقہ صحرائے گوبی سے ایک ایسا طوفان اٹھا جس نے اس وقت کی سپر پاور، اسلامی سلطنتوں کو تہ و بالا کر دیا۔ منگولوں کے لشکر صحرائے گوبی کے سرد اور طوفانی علاقوں سے نکل کر چنگیز خان کی قیادت میں اسلامی سلطنتوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھے۔ اس طوفان نے اسلام کی تہذیبی عظمت اور تمدنی تاریخ کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ چنگیز خان کے بعد اس کا پوتا ہلاکو خان اسلامی سلطنتوں پر عذابِ الٰہی بن کر وارد ہوا' اور اس نے دور تک اسلامی ممالک کے شہروں اور بستیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اسلامی آثار اور تہذیب کو تہس نہس کر دیا اور عالم اسلام کے علمائے کرام، مساجد، خانقاہوں، درسگاہوں، اور کتب خانوں کو جلا کر خاکستر بنا دیا۔

ایک صدی گزرنے کے بعد اللہ کی مشیت نے مسلمانوں کو از سرِ نو اپنی رحمتوں سے نوازا۔ چنگیز خان اور ہلاکو خان کے جانشین منگول حکمران آہستہ آہستہ دامنِ اسلام میں آنے لگے۔ ان کے درباروں، ان کے ایوانوں حتیٰ کہ ان کی اولادوں میں اسلامی تہذیب اور اسلامی تعلیمات کے اثرات پھیلنے لگے۔ انہیں اثرات کے زیر اثر مغلوں (منگولوں) نے اپنے درباروں میں علماء و مشائخ کو بلند مقام دئے' اعزازات دئے' ان کے افکار اور روحانی نظریات سے استفادہ کیا۔ پھر اسی خاندان سے ایک ایسا مسلمان فاتح اٹھا، جس کے لشکر دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ کر انسانوں کو بے دریغ قتل کرتے

رہے۔ یہ مسلمان حکمران امیر تیمور لنگ گورگانی تھا۔ ایک طرف اس کی تلوار انسانوں کے سروں کی فصل کاٹنے میں مصروف رہی، دوسری طرف اس نے اسلامی تہذیب کے آثار کو دنیائے تہذیب کے سامنے نمایاں کرنا شروع کیا۔ سمرقند اور بخارا کے محلات کے ساتھ ساتھ اس نے مساجد، مدارس اور روحانی خانقاہیں قائم کیں، یہاں تک ہی نہیں اس نے اپنی اولاد اور دوسرے مغل شہزادوں کو علمائے کرام اور مشائخِ عظام کی نگرانی میں علمی تربیت دلائی جو مستقبل میں اسلام کی روحانی تہذیب کے نگران ثابت ہوئے۔

یہ وہی امیر تیمور گورگانی تھا جس نے ایک نقشبندی بزرگ سید امیر مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے جَو کے چار سو دانے اٹھا کر اپنی جیب میں ڈالے تھے۔ ان چار سو دانوں کی تعداد کے مطابق تیمور نے دنیا کی چار سو سلطنتوں کو تہ و بالا کر کے اپنے اقتدار کا علَم بلند کیا۔ یہ وہی تیمور تھا جس کا والد امیر طغرل خاں اپنے پیرو مرشد حضرت سید امیر مسعود کلال سوخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب اپنے اس بچے کو لے کر حاضر ہوا تو سید امیر مسعود کلال سوخاری نے اعلان کیا کہ اس بچے کی جیب میں جَو کے جتنے دانے ڈالے گئے ہیں اتنے سال اس کے خاندان میں حکومت رہے گی۔ تاریخ گواہ ہے کہ خاندان تیموریہ نے چار سو سال تک دنیا کے مختلف خطوں میں حکومت کی۔ برصغیرِ پاکستان و ہند میں چار سو سال تک مغل سلطنتیں قائم رہیں۔ ان ہی مغل حکمرانوں نے نقشبندی بزرگانِ دین کو اپنا استاد اور مرشد بنا کر برصغیر میں تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ جن کی روحانی تعلیمات سے سارا ایشیا نقشبندی اور مجددی فیضان سے مہک اٹھا۔ اسی مغل دور میں حضرت مجدد الف ثانی اور ان کی اولاد نے مغل بادشاہوں کو اسلامی تربیت میں ایسا پختہ کر دیا کہ ان کے بعد میں آنے والے مغل شہنشاہ دینِ اسلام کے خادم بن گئے اور ان ہی کے ہاتھوں دینی مدارس، مساجد اور اسلامی مراکز قائم ہونے لگے۔

اسی زمانے میں سلسلۂ نقشبندیہ کے بانی حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بخارا سے تین میل دور ''قصرِ عارفاں'' میں اپنی خانقاہ کی بنیاد رکھی اور سلسلۂ نقشبندیہ کی روحانی تعلیمات کو فروغ دینا شروع کیا۔ آپ نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے بلند پایہ افراد کو تربیت دی جو بخارا سے اٹھ کر دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچے اور سلسلۂ نقشبندیہ کی خانقاہیں قائم کرتے گئے۔ ان خانقاہوں سے روحانیت کے چشمے پھوٹنے لگے۔ ان خانقاہوں نے سلسلۂ نقشبندیہ کے ایسے ایسے شاہبازانِ طریقت پیدا کیے جن کی پرواز نے روحانیت کی فضاؤں کو معمور کر دیا۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے تربیت یافتہ شاگردوں

نے چار دانگ عالم میں علم و فضل کی روشنیاں پھیلانا شروع کر دیں۔ اور مغل شہزادوں کو خصوصی تربیت دے کر اسلامی سلطنت کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کر دیا۔ اور مستقبل کے ان حکمرانوں کو اسلامی تہذیب و تمدن سے ایسا آشنا کیا کہ وہ جہاں جاتے فاتح بن کر جاتے۔ حکمران بن کر رہتے، اور اسلامی افکار کو پھیلاتے جاتے۔ اسی خاندان سے شہنشاہ ظہیر الدین بابر ابھرا۔ وہ وسط ایشیا سے نکلا اور افغانستان کو روندتا ہوا برصغیر پاک و ہند میں داخل ہوا اور اپنی حکمرانی کے جھنڈے گاڑ دیے۔ برصغیر کو اس نے مغل سلطنت کا پایہ تخت بنا دیا۔ برصغیر میں مغلوں کی آمد کے ساتھ ساتھ نقشبندی مشائخ کی بھی آمد شروع ہوگئی تو انہوں نے اس سرزمین میں سلسلہ نقشبندیہ کے فیضان کی اشاعت میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ یہ مشائخ اکثر مغل شہزادوں کے استاد تھے، پیر و مرشد تھے اور شیخ طریقت تھے۔ انہوں نے وسط ایشیا سے نکل کر جنوبی ایشیا کو اپنی تعلیمات کا مرکز بنایا۔ اور جہاں جہاں گئے لوگوں کو روحانی تربیت دیتے گئے۔

مغل دور میں اگرچہ نقشبندی مشائخ برصغیر پاک و ہند میں آئے مگر جس ہستی نے نہایت اہم کردار ادا کیا، اس کا اسم گرامی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ وہ افغانستان کے دارالخلافہ کابل سے نکل کر ہندوستان آئے۔ اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ایسی تربیت کی جس کے اثرات چاردانگِ عالم تک پہنچے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طرف برصغیر کو کفر و الحاد سے پاک کیا، دوسری طرف روس کے شمالی خطوں سے لے کر ترک و تاتار تک اپنے خلفاء کے ذریعے سلسلہ نقشبندیہ کی روشنیوں کو پھیلایا۔ یہی نقشبندی سلسلہ تھا جسے حضرت باقی باللہ نے درآمد کیا تھا اور حضرت مجدد الف ثانی نے عروج تک پہنچا دیا۔ ''سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ'' کے نام سے سرہند میں ایک روحانی مرکز بنا جہاں سے ایسے ایسے لوگ تربیت پا کر نکلے کہ جو ہر علاقہ، ہر شہر اور ہر قصبہ میں مجددی خانقاہوں کا جال بچھاتے گئے۔

سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانی کا اپنا شہر تھا۔ آپ نے اسے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا مرکز بنا دیا۔ ایک لمبے عرصے تک نقشبندیہ سلسلہ کا یہ سرچشمہ لوگوں کو سیراب کرتا رہا۔ مگر مغلوں کے زوال کے بعد سکھوں نے اس شہر کو تہ و بالا کر دیا۔ ملک تقسیم ہوا تو سرہند پنجاب (انڈیا) میں آ گیا۔ ہم صرف ان خانقاہوں پر ایک نظر ڈال رہے ہیں جو پنجاب پاکستان میں ہیں۔ اور جن خانقاہوں سے پنجاب کے مختلف علاقوں میں رشد و ہدایت کے چشمے جاری ہوئے۔ ان خانقاہوں سے ہزاروں نہیں لاکھوں بندگانِ خدا ہدایت یاب ہو کر نکلے۔

خانقاہِ حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشاں (لاہور)

حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی کے ایک ہمعصر حضرت خواجہ خاوند محمود معروف بہ ''حضرت ایشاں'' بخارا سے نکلے۔ وادیِ کشمیر سے ہوتے ہوئے دہلی اور آگرہ آئے اور وہاں سے لاہور میں قیام پذیر ہو گئے۔ آپ کے والد شہنشاہ نقشبند حضرت بہاء الدین نقشبند کے داماد اور خلیفہ تھے۔ ''حضرت ایشاں'' کو حضرت مجدد الف ثانی ''استادزادۂ ماواولادمرشدان ما'' کہہ کر پکارتے تھے۔ اس وقت کے بلند پایہ نقشبندی شیخ طریقت ''حضرت ایشاں'' نے لاہور میں نقشبندی سلسلہ کی ایک زبردست خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ یہ خانقاہ آج بھی آپ کے مزار کے ساتھ باغبان پورہ (بیگم پورہ) کے قریب ایک بہت ہی وسیع جگہ اور بلند و بالا روضہ کے ساتھ واقع ہے۔ آپ کے بیٹے نے اس خانقاہ کی رونق کو برقرار رکھا پھر آپ کے خلیفہ خاص ملا میر جاہ کابلی اور محمد آغا کابلی نے نقشبندی فیضان کو عام کرنے میں بڑا حصہ لیا۔ آپ نے لاہور میں سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دیا تو مغل شہزادیاں سلطانہ سلیم بیگم اور گلرخ بیگم نے نہایت عقیدت سے بیعت حاصل کی۔ اور شاہی خاندان کی مستورات میں سلسلۂ نقشبندیہ کو پھیلایا۔ شاہی خاندان کے اکثر امراء سلطان خسرو، مرزا عزیز کوکہ خان اعظم جیسے امراء آپ کے عقیدت مند تھے آپ کی وفات (۱۰۵۲ھ) کے بعد آپ کا عظیم الشان مقبرہ نواب زکریا خان نے تعمیر کرایا تھا۔

خانقاہ حضرت خواجہ محمد طاہر بندگی' لاہور (۱۵۷۶ء - ۱۶۳۵ء)

حضرت مجدد الف ثانی کے زمانہ میں لاہور شہر میں حضرت ملا محمد طاہر بندگی ایک جید عالمِ دین اور روحانی راہنما کی حیثیت سے مانے جاتے تھے۔ وہ ابتدائی زمانے میں قادری سلسلہ میں حضرت خواجہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ تربیت رہے۔ خواجہ سکندر کیتھلی وہ قادری بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کو سیدنا غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے تبرکات کی امانت سے نوازا تھا۔ اور حضرت مجدد نے ان تبرکات غوثیہ کو وصول کرتے وقت اپنی گردن جھکا کر ''قدمی ھٰذہٖ علی رقبۃ کلِ ولی اللّٰہ'' کی شہادت دی تھی۔ حضرت ملا محمد طاہر بندگی ایک طرف تو حضرت خواجہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلۂ قادریہ میں مرید تھے اور دوسری طرف خواجہ محمد آدم بنوری (مدفون بہ جنت البقیع مدینہ منورہ) کے جلیس زاویۂ روحانیت تھے۔ ان دونوں بزرگانِ دین نے حضرت ملا طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ کو قادری

سلسلہ میں تربیت بھی دی اور ہم نوائی بھی کی اور آپ کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ مگر ان کی وفات کے بعد حضرت ملا محمد طاہر بندگی حضرت مجدد الف ثانی کے پاس سرہند گئے، چند روز آپ کی خدمت میں رہے آپ نہ صرف حضرت مجدد الف ثانی سے پہلے ہی واقف تھے بلکہ علم و روحانیت کی راہوں میں یکساں رواں تھے۔ آپ نے حضرت مجدد کے مقامات کو غور سے دیکھا تو بیعت کی التجا کی اور سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہو گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اس قابل جوہر کو اس قدر چمکایا کہ وہ ''قطبِ لاہور'' کے مقام پر فائز ہو گئے۔ پھر ان کے علمی و روحانی مقامات کو دیکھ کر حضرت مجدد الف ثانی نے لاہور کو 'دارالارشاد' قرار دیا۔ اپنے دو بیٹوں (خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم) کو آپ کی علمی تربیت میں دیا۔ اس طرح حضرت ملا طاہر بندگی اپنے پیرومرشد کے صاحبزادگان کے استاد بھی تھے اور سلسلہ مجددیہ کی خانقاہ کے سربراہ بھی تھے۔

حضرت محمد طاہر بندگی لاہور کے اندرونی علاقہ (جہاں اب چونا منڈی اور اعظم مارکیٹ ہے) کے محلّہ اسحاق میں ایک بہت بڑے درس کے سربراہ تھے۔ آپ کے ایک شاگرد رئیس حافظ جان محمد نے لاہور سے باہر (جہاں ان دنوں میانی صاحب کا قبرستان ہے) اپنے باغ میں مجددی مدرسہ اور خانقاہ قائم کرنے کے لیے جگہ دی اور خود حافظ جان محمد، غلامِ بے دام کی طرح لاہور میں اوّلین خانقاہ مجددیہ کی تعمیر اور ترویج پر کمر بستہ رہے۔ حضرت محمد طاہر بندگی کو مجدد الف ثانی نے خصوصی تربیت سے نوزا تھا۔ اس تربیت کا اثر تھا کہ لاہور میں مجددیہ اور نقشبندیہ خانقاہ نے شہر کو بقعۂ علم و روحانیت بنا دیا۔ ہزاروں شاگرد تربیت پا کر نکلے۔ آپ کے پانچ خلفاء (۱) ابو محمد قادری لاہور (مدفون میانی، لاہور) (۲) سید صوفی (مدفون، دہلی) (۳) خواجہ حضرت آدم بنوری (مدفون جنتہ البقیع، مدینہ منورہ) (۴) لکھن مست (مدفون موری دروازہ، لاہور) (۵) شیخ ابوالقاسم (مدفون جدہ شریف)۔ اپنے وقت کے سالکانِ طریقت تھے۔ سکھوں نے اپنے دورِ اقتدار میں حضرت طاہر بندگی کی خانقاہ، مدرسہ، مسجد اور عظیم الشان کتب خانے کو برباد کر دیا۔ لاہور میں حضرت ملا طاہر بندگی کا مزار قبرستان میانی صاحب میں آج بھی مرجعِ خلائق ہے۔ آپ کے مزار کے وسیع احاطے میں چار ہزار حافظانِ قرآن آسودۂ خاک ہیں جن میں خاصی تعداد نقشبندی، مجددی، قادری اولیاء اللہ کی ہے۔

دربار نقشبندیہ مکان شریف

ایک وقت تھا کہ ضلع گورداس پور (پنجاب، انڈیا) کے گاؤں رتڑ چھتڑ میں ''مکان شریف'' کے نام

سے ایک مجددیہ نقشبندیہ خانقاہ نے سارے پنجاب کے طالبان روحانیت کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ اس خانقاہ نے فیضانِ نقشبندیہ کو عام کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ خانقاہ کے بانی حضرت شاہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھے (۱۲۱۲ھ۔۱۲۹۸ھ) آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں بڑے بڑے بلند پایہ علماء کرام اور مشائخ کو روحانی تربیت دی۔ آپ کی خانقاہ کے نظم وضبط کا یہ عالم تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی کے طریقہ مجددیہ میں زیر تربیت سالکانِ طریقت کو خاموش اور ضبط رہنے کا عملی سبق دیا جاتا تھا۔ کئی بار ایسا ہوتا کہ ایک ہی مجلس میں تربیت پانے والا دوسرے سالک کے مشاغل اور طریقِ عرفان سے بالکل بے خبر ہوتا۔ بعض اوقات ایک مجلس میں بیٹھنے والوں کو دوسرے کے نام تک کا پتا نہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تربیت یافتہ صرف اپنے کام سے کام رکھتے تھے اور اس خاموش طریقۂ تربیت کا یہ نتیجہ تھا کہ تمام سالکانِ طریقت وسوسۂ شیطانی سے محفوظ رہتے تھے۔ اس ساری وادی میں شیطان کا گزر نہیں ہوتا تھا اور جنات کے لشکر راستہ چھوڑ کر گزر جاتے تھے۔ آپ کے پیر ومرشد شاہ حسین بھورے والے کو پنجاب میں سلسلہ نقشبندیہ کا روشن چراغ مانا جاتا ہے۔ آپ نے اپنے استاد ومرشد سے مثنوی اس طرح پڑھی کہ اس کے سارے دفتر آپ کے سینے میں محفوظ ہو گئے اور آپ کو ساری مثنوی زبانی یاد ہو گئی۔ آپ جہاں بیٹھتے حضرت رومی کے رنگ میں گفتگو فرماتے۔

اسی خانوادے کے ایک نامور فرزند سید صادق شاہ مجددی نے اس خانقاہ کو بڑا فروغ بخشا اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیضان کو سارے ملک میں تقسیم کیا۔ تقسیم ملک کے بعد ان کی اولاد وخلفاء پاکستان کے مختلف شہروں میں آباد ہو گئے اور ”مکان شریف“ کا نام زندہ رکھا۔

خانقاہ خواجہ امیر الدین۔ کوٹلہ شریف

خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ گورداس پور کے ایک گاؤں دھیر کوٹ میں ۱۷۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت امام علی شاہ ”مکان شریف“ سے بیعت ہو کر علمی وروحانی تربیت حاصل کرتے رہے۔ خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد اپنے مرشد کی ہدایت پر شیخوپورہ کوٹلہ شریف میں سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی تو اس ویران علاقے میں سلسلہ نقشبندیہ کے فیضان کا شہرہ سارے پنجاب تک پہنچا۔ یہ وہی خانقاہ ہے جہاں سے ایک شہباز عرفان ومعرفت شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تربیت پا کر شرقپور شریف میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا ایک شاندار مرکز قائم کیا۔ جس نے سارے پنجاب کو فیضان

نقشبندیہ سے مالا مال کردیا۔ کوٹلہ شریف کے اس فرزند روحانیت نے آگے چل کر دور دراز علاقوں تک اپنے روحانی اثرات مرتب کیے۔

قصور میں مخدومانِ پنجاب کی مجددی خانقاہ

پنجاب کے سکھ دورِ اقتدار میں شہر قصور میں ایک ایسے نقشبندی بزرگ آئے جنہوں نے نقشبندی مجددی خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ اس خانقاہ کے بانی حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ ''یکے از مخدومان'' پنجاب خواجہ غلام مرتضیٰ قصوری کے پوتے تھے۔ خواجہ غلام مرتضیٰ وہی بزرگ ہیں جن کی علمی و روحانی تربیت نے حضرت بلھے شاہ اور پیر سید وارث شاہ جیسے نابغۂ روزگار حضرات کو بلندی بخشی۔ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ تھے۔ قصور آئے تو حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری نے سلسلہ مجددیہ کی خانقاہ کو روحانیت کا مرکز بنادیا۔ آپ عالم بھی تھے اور شیخ طریقت بھی تھے۔ آپ کے مکتبِ علوم سے زبردست علماء کرام تربیت پاکر نکلے۔ ان میں مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا غلام نبی للہ شریف، حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیربل شریف اور حضرت خواجہ عبدالرسول قصوری جیسے بلند پایہ مشائخ اور علماء تھے۔ ان علماء کرام نے سارے پنجاب میں علمی اور روحانی فیضان کو عام کردیا۔ آپ کے ان تربیت یافتہ علماء کرام میں سے مولانا غلام دستگیر قصوری نے بہاول پور میں دیوبندیوں کے مقتدر علماء کرام کو شکست فاش دیکر ریاست بدر کرادیا۔ دوسری طرف مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کو للکار کر مرزا قادیانی سے مباہلہ اور مناظرہ کا چیلنج کیا۔ آپ کی تصانیف سارے پنجاب میں اہلِ علم کے لیے مشعل راہ بنیں۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری کے ایک اور خلیفہ مولانا غلام نبی للّٰہی نے جہلم کے ایک قصبہ للہ شریف میں نقشبندی خانقاہ کی بنیاد رکھی اور مجددی سلوک کی تربیت دینے لگے۔ اسی طرح سرگودھا کے ایک گاؤں بیربل میں حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ نے نقشبندی فیضان کو عام کیا اور سرگودھا ہی میں میانی کے گاؤں کے ایک ایسے بزرگ قصور سے تربیت پاکر نکلے جنہوں نے اپنے علاقہ کو مجددی بنادیا۔ قندھار سے حضرت خواجہ فیض محمد قندھاری کی خانقاہ نے کوہ سلیمان کی وادیوں میں سلسلہ مجددیہ کی تربیت کی اور ان خانقاہوں سے نقشبندی فیضان کے چشمے پھوٹے۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری بذات خود ایک زبردست عالم دین اور روحانی پیشوا تھے۔ انہوں نے سکھوں کے جبری دور میں بھی اپنا علمی اور روحانی مقام برقرار رکھا اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان

کے ہاں سیکڑوں سالکانِ مجددیہ نے تربیت پائی۔ خصوصاً ان کے بیٹے عبدالرسول قصوری اور داماد مولانا غلام دستگیر قصوری نے آپ کے علمی اور روحانی فیضان کو مدتوں جاری رکھا۔

خانقاہ سائیں توکل شاہ انبالوی

پنجاب میں جن نقشبندی خانقاہوں نے نام پیدا کیا ان میں ضلع گورداس پور (پنجاب) میں خانقاہ توکلیہ نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ اس خانقاہ کے بانی حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے ۱۲۵۵ھ سے لے کر ۱۳۱۵ھ تک روحانیت کی روشنیاں پھیلائیں۔ آپ کے حلقۂ ارادت میں بڑے بڑے نامور علماء اور مشائخ آتے اور سلوک مجددیہ سے بہرہ ور ہو کر نکلتے۔ آپ حضرت خواجہ قادر بخش جہاں خیلاں کے خلیفہ اور تربیت یافتہ تھے۔ آپ کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ آپ ''اُمی محض'' تھے کسی مدرسہ سے نہیں پڑھے تھے۔ کسی عالمِ دین کی مجلس سے علمی استفادہ نہیں کیا تھا' مگر جب وہ علماء کرام کی مجالس میں گفتگو فرماتے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسے ایسے باریک نکتے بیان کرتے کہ اہلِ علم و فضل داد دیے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ آپ نے زندگی کا ایک طویل عرصہ مجاہدہ اور ریاضت میں گزارا۔ مشاہدہ سے قلبی احوال سے واقف ہو جایا کرتے تھے۔ ملک کے برگزیدہ بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری دینا ان کے معمولات میں شامل تھا۔ بعض مزارات پر کئی کئی دن گزارتے اور اپنے طریقہ سے چلہ کشی بھی کرتے۔

بزرگانِ دین کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے حالات کو بڑی عقیدت سے پیش کیا ہے۔ مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے فیض یافتہ تھے۔ آپ نے اپنے ''تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ'' میں حضرت کے احوال و کمالات کو بڑی تفصیل سے لکھا اور آپ کی علمی، روحانی کرامات پر بھرپور قلم اٹھایا ہے۔ آپ کے حلقہ میں وقت کے کئی مجاذیب کی حاضری ہوتی مگر وہ سلسلہ مجددیہ کی پاس داری کے پیشِ نظر آپ کی مجلس میں بڑے مؤدب بیٹھتے اور فیض حاصل کرتے۔ آپ کے دربار کے دور باہر جنات کا پہرہ ہوتا مگر وہ آپ کی بستی میں قدم نہیں رکھتے تھے۔

آپ نے جن حضرات کو سلسلہ نقشبندیہ میں تربیت دی اور خلافت عطا فرمائی ان میں (۱) سید امیر اللہ شاہ توکلی (۲) ہاشم شاہ توکلی (۳) مولانا الٰہی بخش (۴) مولانا نور بخش توکلی (۵) مولانا محمد سلیمان توکلی (۶) مولانا محبوب عالم توکلی (آف سیدہ شریف گجرات) بڑے مشہور ہوئے۔

حضرت مولانا محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے فیضان کو عام کرنے میں بڑا حصہ لیا۔ آپ کے حالات وملفوظات کو لوگوں تک پہنچانے میں زبردست کام کیا۔

گجرات میں ایک اور بزرگ مولانا سید حبیب اللہ شاہ صاحب نے بھی توکلی خانقاہ کے سلوک مجددیہ پر لوگوں کی راہنمائی کی۔ سید حبیب اللہ اجنالہ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے اور خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ محبوبیہ حبیبیہ کی گجرات میں بنیاد رکھی اور بیشمار لوگوں کو روحانی تربیت دی۔ آپ کے تربیت یافتہ علماء اور مشائخ ابھی تک پاکستان کے مختلف شہروں میں سلسلہ نقشبندیہ پر کاربند ہیں۔

آستانہ عالیہ شرقپور شریف

انیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ میاں شیر محمد ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ کوٹلہ شریف سے فیضان نقشبندیہ لے کر شرقپور شریف میں ایک روحانی خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ آپ ۱۸۶۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۸ء تک فیضان نقشبندیہ کے دریا بہاتے رہے۔ میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''آوازۂ مجدد الف ثانی'' کو سارے پنجاب میں بلند کیا آپ کی آواز کے سامنے دوسرے سلاسل کے ہمعصر مشائخ کی شمعیں دھیمی پڑ گئیں۔ آپ کی صحبت سے سیکڑوں نہیں ہزاروں طالبانِ حق تربیت پا کر نکلے۔ خانقاہیں قائم کیں اور سلسلہ نقشبندیہ کے فیضان کو عام کرتے گئے۔ (۱) حضرت کرمانوالے (اوکاڑہ) (۲) حضرت میاں رحمت علی گھنگ شریف والے (۳) حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب کیلیانوالے (گوجرانوالہ) اور (۴) حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربل شریف (سرگودھا) نے تو باقاعدہ نقشبندی خانقاہیں اور بارگاہیں بنائیں جہاں سے مجددی سلوک کی تربیت دی گئی۔ آپ کے خلفاء میں سے سید حاکم علی مدفون بیت الرضا' ملتان روڈ۔ لاہور۔ حضرت انعام، محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ علیہما خصوصی تربیت پا کر نکلے۔

حضرت میاں شیر ربانی کے بھائی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے وصال کے بعد میاں صاحب کی مسند سنبھالی تو اس فیضان کو عام کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی حضرت شیر ربانی کے علمی اور روحانی فیضان کو دور دور تک پہنچانے میں شب و روز ایک کر دیے۔ ایک طرف تدریسی ادارے قائم کیے اور وہاں سے علماء کرام کی ایک کھیپ تیار کی۔ دوسری طرف روحانی اسباق کو اہل دل تک پہنچایا۔ میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹوں میاں غلام احمد شرقپوری اور میاں جمیل احمد شرقپوری نے آستانہ شیر ربانی کے چشمہ کو خشک نہیں ہونے دیا۔ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نے تو حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات کو عام کرنے میں بے مثال کردار ادا کیا۔

خانقاہ مجددیہ چورہ شریف (کیمبل پور۔ اٹک)

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں پنجاب کی جس خانقاہ نے سلسلہ مجددیہ نقشبندیہ کو فروغ دیا وہ ضلع اٹک میں چورہ شریف کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں قائم ہوئی۔ اس کے بانی بابا فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ اپنے والد گرامی خواجہ نور محمد تیراہی (م۔ ۱۲۸۶ھ) سے نقشبندی طریق پر تربیت پاکر پنجاب میں آئے اور چورہ شریف کی گمنام بستی کو پنجاب بھر میں روشنی کا مینار بنا دیا۔ ملک کے گوشے گوشے سے سالکینِ طریقت قطار در قطار حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی کی خانقاہ میں جمع ہونے لگے اور سلسلہ نقشبندیہ کی تربیت پانے لگے۔ حضرت بابا فقیر محمد چوراہی نے بڑے بڑے باکمال لوگوں کو تربیت دی۔ علی پور سیداں (نارووال) کے دو شہبازانِ طریقت اسی خانقاہ سے سلسلہ نقشبندیہ کی تربیت پاکر علی پور سیداں پہنچے۔

خانقاہ علی پور سیداں (نارووال)

اسی زمانے میں نارووال کے نزدیک ایک گاؤں علی پور سیداں میں سادات گھرانے کے دو نامور مشائخ سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج کے لیے اٹھے۔ ان دونوں کے اسمائے گرامی پیر طریقت سید پیر جماعت علی شاہ لاثانی اور امیر ملت حافظ سید پیر جماعت علی شاہ تھے۔ یہ دونوں بزرگ چورہ شریف کی خانقاہ نقشبندیہ کی روحانیت سے دامن بھر کر علی پور آئے اور اپنی اپنی خانقاہیں قائم کیں۔ حضرت سید جماعت علی شاہ لاثانی (۱۸۴۹ء سے ۱۹۳۹ء) سلسلۂ نقشبندیہ میں لوگوں کو تربیت دیتے رہے۔ آپ صاحب مجاہدہ اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ اس زمانہ میں جو شخص آپ کی خدمت میں کشکول طلب لے کر آتا۔ دامنِ مراد بھر کر لوٹتا۔ آپ نے اپنے خلفاء کو روحانی تربیت دی۔ اپنی اولاد کو سلسلہ نقشبندیہ کے فیضان کو جاری رکھنے کے لیے تیار کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کے وسط میں ایک ایسا وقت تھا کہ سارے پنجاب میں حضرت لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف کا چرچا تھا۔ آپ کی وفات ۱۹۳۹ء کے بعد آپ کے خانوادہ کے ایک صاحبزادے پیر سید علی حسین شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا اور ہزاروں مریدوں کو فیض بخشا۔

امیر ملت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ نے خانقاہ علی پور کو روحانی، علمی اور سیاسی اعتبار سے امتیازی مقام دیا۔ آپ ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۱ء تک اس چشمۂ فیضان کو جاری رکھنے میں دن رات ایک

کر دیا۔ آپ نے برصغیر کے دینی مدارس کی مالی امداد کی دینی تحریکوں سے تعاون کیا۔ علماء کرام کی ایک ٹیم تیار کی۔ سرزمین حجاز میں بارگاہِ نبوی پر حاضر ہوکر لاکھوں غریب عربوں کی مالی امداد کی۔ حافظ سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ تحریک پاکستان میں قائدانہ حیثیت رکھتے تھے۔ قائد اعظم محمد علی جناح کی جدوجہد آزادی میں شریکِ کار رہے۔ علامہ اقبال، نواب وقار الملک، نواب بہادر یار جنگ آف حیدرآباد دکن، میر عثمان علی والی دکن، نادر شاہ والیِ افغانستان، میر خلیل کلید بردار دربار رسالت مدینہ جیسے بلند پایہ سیاست دانوں کے ساتھ آپ کے گہرے مراسم تھے۔ علی پور سیداں کی دونوں خانقاہوں نے پنجاب کو سلسلہ نقشبندیہ کا مرکز بنا دیا۔

خانقاہ عالیہ موہڑہ شریف (مری)

خانقاہ عالیہ موہڑہ شریف مری کی وادی میں حضرت پیر خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ موہڑوی نے سلسلہ نقشبندیہ کی مسند ارشاد بچھائی تو دور دراز سے لوگ قطار در قطار حلقۂ ارادت میں آنے لگے۔ وادیٔ کشمیر اور کوہِ ہمالیہ کے سلسلوں سے سالکانِ طریقت کے قافلے موہڑہ شریف میں پہنچنے لگے۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ نظام الدین کیاں شریف آزاد کشمیر کے فیض یافتہ تھے۔ ان کے حکم پر اس خانقاہ کو سلسلہ مجددیہ کی درس گاہ بنا دیا۔ آپ کی وجہ سے دور دراز پہاڑوں کی وادیوں میں رہنے والے ہزاروں غیر مسلم دامنِ اسلام میں آئے۔ اور لاکھوں مسلمان سلوک کی راہوں پر چل کر کامیابیاں حاصل کرتے رہے۔ حضرت کے خلفاء نے ملک کے کئی حصوں میں خانقاہیں بنائیں اور لوگوں کی ہدایت میں سرگرم عمل رہے۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین نیریاں شریف، (حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی آپ کے ہی فیض یافتہ تھے۔) آپ نے نیریاں شریف میں مسند نقشبندیہ بچھائی تو کوہِ ہمالیہ کی وادیوں تک کے لوگ فیض یافتہ ہونے لگے۔ یہ خانقاہ ان دنوں محی الدین یونیورسٹی بن کر نیریاں میں ہزاروں طلباء کو علمی فیضان سے مالا مال کر رہی ہے۔ پیر محمد قاسم موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ کو آباد رکھا۔ ان دنوں آپ کے صاحبزادے حضرت پیر ہارون الرشید خانقاہ موہڑہ شریف کی رونقوں کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

خانقاہ للہ شریف (جہلم)

جہلم کے ایک گاؤں للہ شریف میں حضرت غلام نبی للہی رحمۃ اللہ علیہ نے مسندِ ارشاد بچھائی۔ ابتدائی دور میں آپ نے یہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر قصور شریف میں خواجہ محی الدین قصوری دائم الحضوری کی خدمت میں حاضر ہو کر نقشبندیہ سلوک کی تربیت پائی اور خرقۂ خلافت لے کر للہ شریف آئے۔ آپ کی ترغیب سے آپ کے دوست حضرت خواجہ غلام مرتضٰی بیربل سے قصور پہنچے اور خانوادہ نقشبندیہ سے فیض یاب ہو کر سرگودھا (شاہ پور) میں بیربل کے مقام پر مسندارشاد بچھادی۔

حضرت خواجہ غلام نبی للہی (حضرت للہی) نے اس چھوٹے سے گاؤں میں مسندارشاد بچھا کر ایک عالم کو فیضان نقشبندیہ سے مالا مال کردیا۔ سیکڑوں شاگرد اور ہزاروں مریدوں کو ہدایت کی راہوں پر چلایا۔ آپ کے پیرومرشد اپنے اس خلیفہ پر بڑا ناز کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ میرے غلام نبی نے جنگل میں منگل بنادیا۔ حالانکہ آپ کے زمانے میں ہزاروں درسگاہیں پنجاب میں کام کررہی تھیں۔ مگر حضرت للہی نے نقشبندی سلوک کے چشمے کو اس انداز سے جاری کیا کہ آپ کے معاصرین آپکی ہمت پر رشک کیا کرتے تھے۔

خانقاہ بیربل شریف (سرگودھا)

بیربل سرگودھا میں ایک غیر معروف گاؤں تھا مگر یہاں ایک نقشبندی عالم دین نے مسند علم وعرفان بچھائی تو یہ علاقہ شہروں پر بھی سبقت لے گیا۔ حضرت خواجہ غلام مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ قصور سے عرفان مجددیہ کی تربیت پاکر جب بیربل آئے اور یہاں چشمۂ علم وروحانیت جاری کیا تو سارا پنجاب امنڈ آیا۔ آپ ایک عالمِ دین ہونے کی وجہ سے للہ شریف کے مولانا خواجہ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر درسیات کی تعلیم میں مصروف رہتے تھے مگر ان دونوں بزرگوں نے جب حضرت غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کی شہرت سنی تو قصور پہنچے بیعت ہوے تربیت حاصل کی۔ خرقۂ خلافت پایا اور اپنے اپنے علاقوں میں دینی تدریس کے ساتھ ساتھ روحانی تعلیم کو بھی عام کیا۔ جب آپ کا تدریسی کام بڑھا تو آپ کے ایک عقیدت مند زمیندار رئیس کوٹ بھائی والے نے آپ کی خانقاہ اور مدرسہ کے لیے ۸۰ بیگھہ زمین نذر کردی۔ آپ

نے وہاں ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی' پھر سلسلہ نقشبندیہ کی خانقاہ بنائی جہاں سے پنجاب بھر کے سالکانِ طریقت تربیت پا کر ملک کے گوشے گوشے میں پھیلنے لگے۔ آپ کے خلفاء نے پنجاب کے مختلف اضلاع میں مساجد اور مدارس تعمیر کرائے۔ اسی مسجد کے ساتھ ایک بہت بڑا دینی مدرسہ جاری کیا' جہاں سے سیکڑوں علماء فارغ ہو کر جاتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۳۲۱ھ کے بعد آپ کے پوتے صاحبزادہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ بیربل کو از سرِ نو روحانیت کا مرکز بنا دیا۔ صاحبزادہ محمد عمر اگرچہ حضرت میاں شیر محمد، شیر ربانی نقشبندی شرقپوری سے فیض لے کر آئے تھے لیکن انہوں نے اپنے دادا کی خانقاہ کو پوری شان سے مرکزِ روحانیت بنا دیا اور اس طرح شیر ربانی اور دائم الحضوری کی تربیت گاہ قائم ہو گئی۔ چونکہ صاحبزادہ محمد عمر صاحب دینی علوم اور مروجہ علوم پر عبور رکھتے تھے۔ آپ نے خانقاہ بیربل کو نئے انداز سے سنوارا اور اس خانقاہ کو صرف دربار ہی نہیں بنایا علم و روحانیت کا مرکز بنا دیا۔ آپ تا دمِ آخر مسندِ ارشاد پر رہے اور ہزاروں طالبانِ طریقت کو فیض یاب کرتے رہے۔ صاحبزادہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصنیف بھی تھے اور صاحب عرفان بھی۔ آپ کی تصانیف نے علمی اور روحانی دنیا میں بڑا نام پایا۔ آپ کا قلم شگفتہ تحریریں لے کر سامنے آتا' آپ کا سلوک عرفانی رنگ لے کر دلوں کو معمور کرتا جاتا آپ کے ایک مرید مولوی فضل احمد بیربلوی نے اپنے مرشد کی تعلیمات کو ماہنامہ ''سلسبیل'' کے نام سے کوثر و تسنیم کی موجوں کی طرح رواں دواں رکھا۔

دربارِ مجددیہ باولی شریف (کھاریاں، گجرات)

گجرات کی تحصیل کھاریاں میں ایک چھوٹا سا گاؤں ''باولی شریف'' ہے جہاں ایک مردِ حق آگاہ خواجہ محمد خان عالم نقشبندی مجددی نے سلسلہ نقشبندیہ کی خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ آپ نے حضرت خواجہ نور محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں تربیت پائی تھی۔ آپ کے ایک رفیقِ علم قاری سلطان محمود اعوان شریف قادری نے اسی زمانے میں سلسلۂ قادریہ میں لوگوں کو علم عرفان سے وافر حصہ دیا۔ خواجہ خان عالم حضرت پیر جماعت علی شاہ (لاثانی علی پور)' حافظ پیر جماعت علی شاہ، مولانا محمد نبی بخش حلوائی (مولف تفسیر نبوی) جیسے اہل علم کی مجالس میں شرکت فرماتے اور یہ حضرات بھی آپ کی خانقاہ میں باقاعدگی سے حاضر ہوتے اور آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے۔ آپ نے جن حضرات کو تربیت دی انہوں نے سارے پنجاب میں حضرات مجددیہ کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے روشناس کرایا اور جن حضرات نے آپ کی مجالس سے حصہ لیا۔ وہ ساری عمر حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے۔ آپ کا وصال ۱۲۸۸ھ میں ہوا۔

پنجاب میں بزرگانِ سلسلہ نقشبندیہ کا مجموعی فیض

ہم نے پنجاب کی چیدہ چیدہ نقشبندی خانقاہوں کا ذکر کیا ہے۔ مگر اس بیسویں صدی میں پنجاب کے کئی علاقوں میں فیضانِ مجددیہ کے چشمے بہتے رہے۔ حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ نے عیدگاہ راولپنڈی میں مسند ارشاد بچھائی۔ لاہور میں ایک نقشبندی بزرگ خواجہ نور محمد نقشبندی بڑے باکمال بزرگ تھے آپ نے اپنے والد گرامی غلام مرتضیٰ قلعہ والے سے تربیت پا کر عثمان گنج لاہور میں ایک نقشبندی ادارہ قائم کیا جو ایک عرصہ تک علم و روحانیت کی تربیت دیتا رہا۔ شہر لاہور کے اندر مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد اور خلیفہ مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی نے سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دیا۔ آپ نے پندرہ جلدوں میں پنجابی اشعار میں ''تفسیر نبوی'' لکھی جو اعتقادی اور روحانی انداز میں ایک ممتاز تفسیر قرآن ہے۔ یکی دروازہ لاہور کے اندر ایک اور نقشبندی بزرگ مہر محمد صوبہ بڑے پاکباز بزرگ ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے متوسلین میں نقشبندی عرفان کو عام کیا۔ آلو مہار شریف ضلع گوجرانوالہ میں ایک نقشبندی خانقاہ نے نقشبندیہ سلوک کی تربیت دی۔ پھر علی پور شریف کے تربیت یافتہ خلفاء نے پنجاب کے مختلف شہروں میں تعلیمات مجددیہ کی خانقاہیں قائم کیں۔ ہم شرقپور شریف کے خلفاء کا تذکرہ کر آئے ہیں۔ ان خانقاہوں کے تربیت یافتہ خلفاء نے اپنی اپنی بستیوں کو نقشبندی تعلیمات کا مرکز بنا دیا۔

حضرت پیر خواجہ محمد معصوم مجددی نے اپنے والد پیر نواب الدین موہری شریف سے دستار خلافت لے کر سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دیا۔ آپ نے اپنے متوسلین سے ہزاروں صوفیہ کو تربیت دی' جو مجددی سلسلہ سے وابستہ ہونے کے باوجود ذکر بالجہر کرتے اور اپنے پیر و مرشد کی مجالس کو بارونق بنا دیتے تھے۔ خواجہ محمد معصوم آف موہری شریف نے پاکستان سے باہر نکل کر یورپ کے مختلف ممالک میں بھی اپنے متبعین کو تربیت دی۔ وہ جہاں جاتے اپنے عقیدت مند نقشبندی صوفیوں کی ایک جماعت ان کے اردگرد اللہ اللہ کا ذکرِ بالجہر کرتی۔ آپ نے موہری شریف کھاریاں گجرات میں ایک شاندار خانقاہ تعمیر کرائی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے خلفاء ملک کے مختلف علاقوں میں سلسلہ نقشبندیہ پر کام کر رہے ہیں۔

پچھلے دس سال سے اخوندزادہ پیر سیف الرحمٰن پیر ارچی افغانستان کی وادیوں سے نکل کر پاکستان میں آئے۔ انہوں نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ جاری کیا اور ہزاروں نہیں لاکھوں لوگوں کو نقشبندی

طریقے میں تربیت دی۔ آج ان کے تربیت یافتہ سالکانِ طریقت ملک کے اندر اور ملک کے باہر ''سلسلۂ سیفیہ'' میں کام کر رہے ہیں۔

ہم اپنے قارئین کو اس حقیقت سے آشنا کرنا چاہتے ہیں کہ یہ خانقاہ نشین بزرگ ساری زندگی اپنی خانقاہوں میں نہیں بیٹھے رہتے تھے اور نہ ہی دنیا ان کی خانقاہوں یا حجروں پر حاضر ہوتی اور انہیں وہ فیضانِ نقشبندیہ سے حصہ دیتے جاتے۔ صحیح صورتحال یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے متحرک لوگ تھے۔ وہ روحانی فیض حاصل کرنے کے لیے دور دراز کے سفر کیا کرتے تھے۔ اپنے وقت کی روحانی شخصیات کی تلاش میں سیکڑوں میل پاپیادہ بلکہ برہنہ پا چلے جاتے۔ پھر ہزاروں برگزیدہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے لیے حاضری دیتے۔ کئی کئی دن ان مزارات سے فیض حاصل کرتے حصولِ فیضان کے لیے ان حضرات نے بزرگوں کے مزارات پر بڑی ریاضتیں کیں، مشقتیں برداشت کیں۔ قصرِ عارفاں (بخارا) سے جو نقشبندی حضرات حضرت بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے تربیت پا کر برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے یہ زبردست سیاح اور متحرک بزرگ تھے۔ یہ لوگ پاک و ہند کے وسیع علاقوں میں پھیلتے گئے۔ جہاں جہاں کوئی صاحب دل پایا اس سے فیض حاصل کیا۔

''دانہ می چیدیم ہر جائے کہ خرمن یافتیم'' اور جہاں جہاں سے فیضیابی کی ضرورت محسوس کی جنگلوں صحراؤں، بیابانوں کی پروا کیے بغیر خود چل کر گئے۔

سلسلۂ مجددیہ کے بانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب حضرت خواجہ باقی باللہ سے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ تو آپ سرہند لاہور اور دہلی کے درمیان متعدد بار آتے جاتے رہے۔ اکبری الحاد کا مقابلہ کرنے کے باوجود وہ اپنے بزرگوں، مشائخ اور علمائے وقت سے ملتے۔ ان سے ملاقاتیں کرنے سے کبھی غافل نہیں رہتے تھے۔ انہوں نے ہر سلسلہ کے بزرگوں کی زیارت کرنے کے لیے بیشمار سفر کیے۔ پھر خود اپنے مریدوں، نیاز مندوں اور عقیدت مندوں کی تربیت کے لیے چل کر ان کے ہاں پہنچتے، دہلی، سرہند اور لاہور جیسے پر رونق شہر چھوڑ کر اپنے نیاز مندوں کے پاس دور دراز علاقوں میں جاتے ان لوگوں میں علماء کرام، مشائخِ عصر، امرا اور فقراء ہر قسم کے لوگ ہوتے۔

طریقہ مجددیہ اگرچہ ایک خاموش تبلیغی اور روحانی سلسلہ ہے مگر یہ بڑا متحرک سلسلہ ہے۔ اس طریقہ کے مجددی حضرات جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اپنی خانقاہوں سے نکل کر دور دراز علاقوں میں پہنچ کر

مجددیہ طریقہ جلیلہ کی اشاعت میں حصہ لیتے۔ ان کے سفر، ان کی سیاحت ان کے متحرک شب و روز سے اندازہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی خانقاہیں چلتی پھرتی درس گاہیں تھیں۔ آج ان کے سجادہ نشین جنہوں نے دربار اور بارگاہیں بنا رکھی ہیں۔ ان کو اندازہ نہیں کہ ان کے بزرگوں نے کتنی ریاضتیں کتنے سفر اور کتنی مشقتیں برداشت کیں۔

ہم ایک نقشبندی مجددی بزرگ کا ایک واقعہ بیان کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جنہوں نے اپنے خلفاء اولاد اور سجادہ نشینوں کے لیے ایک مثال چھوڑی ہے۔ ہم پنجاب کے اس مجددی بزرگ کا نام دانستہ نہیں لے رہے تاکہ ان کی اولاد یہ واقعہ پڑھ کر دل گرفتہ نہ ہو جائے۔ اس مجددی بزرگ کے مریدوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا۔ ان میں جاگیردار، زمیندار، سرمایہ دار اور کئی کارخانہ داروں کی ایک خاصی تعداد بھی تھی۔ یہ سرمایہ دار لوگ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو دست بستہ کھڑے رہتے اور حضرت غرباء علماء کو اپنے قریب بٹھاتے جب باہر جاتے تو بڑے جاہ وجلال کے ساتھ نکلتے۔ ایک بار آپ اپنے ایک امیر مرید کی دعوت پر روانہ ہوئے وہ اپنے علاقے کا ذیلدار تھا آپ کے چالیس مرید ہم رکاب تھے۔ اسی گاؤں کے ایک کونے پر آپ کا ایک غریب مرید رہتا تھا، وہ موچی تھا اور حضرت سے بے پناہ عقیدت رکھتا تھا۔ جوتے مرمت کرنے کے لیے اپنے گھر سے خانقاہ تک جاتا تھا۔ اس کے گھر غربت کا سایہ تھا۔ حضرت جب اپنے مریدوں کے جلوس کے ساتھ ذیلدار کے گھر جا رہے تھے جب موچی کے گھر پر نظر پڑی تو فرمانے لگے کہ آج تو ہم یہاں قیام کریں گے۔ سواری سے اتر پڑے' موچی کا صحن صاف ہونے لگا۔ صفیں بچھنے لگیں سارے مرید مؤدب ہو کر دست بستہ ارد گرد بیٹھ گئے۔ ہزاروں عقیدتمند سر پر نذرانے اٹھائے حضرت کی زیارت کو پہنچنے لگے۔ موچی کا گھر تھا اور اس مجددی بزرگ کا قیام، علاقہ کے امراء نے اصرار کیا حضرت! آپ ہمارے گھر آئیں یہاں آرام رہے گا' مگر آپ نے فرمایا: ''اس بار ہم یہاں ہی ٹھہریں گے''۔ آپ نے موچی کے گھر میں تین دن قیام کیا۔ ان تین دنوں میں جتنے نذرانے آئے، دیہات کے لوگ غلہ لائے، جانور اور مویشی پیش کئے' نقدی، زیورات نذر کیے اور دوسری ہزاروں چیزیں نذر گزار کیں۔ موچی کا گھر بھر گیا۔ وہ حیران تھا کہ کیا یہ میرا گھر ہے؟ میں کہاں اور یہ لوگ کہاں! حضرت جانے لگے تو آپ نے اعلان فرمایا

جتنے نذرانے، جتنی فتوحات آئی ہیں وہ تمام کی تمام میرے اس مرید
کے لیے ہیں

آپ اٹھے دامن جھاڑ کر آگے چلے گئے۔ ہم نے یہ ایک مثال دی ہے کہ یہ لوگ خانقاہوں سے نکل کر فیضانِ نقشبندیہ مجددیہ تقسیم کرنے کے لیے سفر کرتے اور چلتے چلتے غریبوں کو بھی مالا مال کرتے جاتے۔ ہم نے جن خانقاہوں کا ذکر کیا ہے وہ بارگاہیں نہیں تھیں، دربار نہیں تھے، بلکہ روحانیت کے بہتے ہوئے چشمے تھے۔ آج کے خانقاہ نشینوں، سجادہ نشینوں اور درباروں کے مالکوں کو یہ اندازہ نہیں کہ ان کے آباؤ اجداد نے پنجاب کی سرزمین کو کس طرح روحانیت سے مالا مال کیا تھا۔

☆……☆……☆

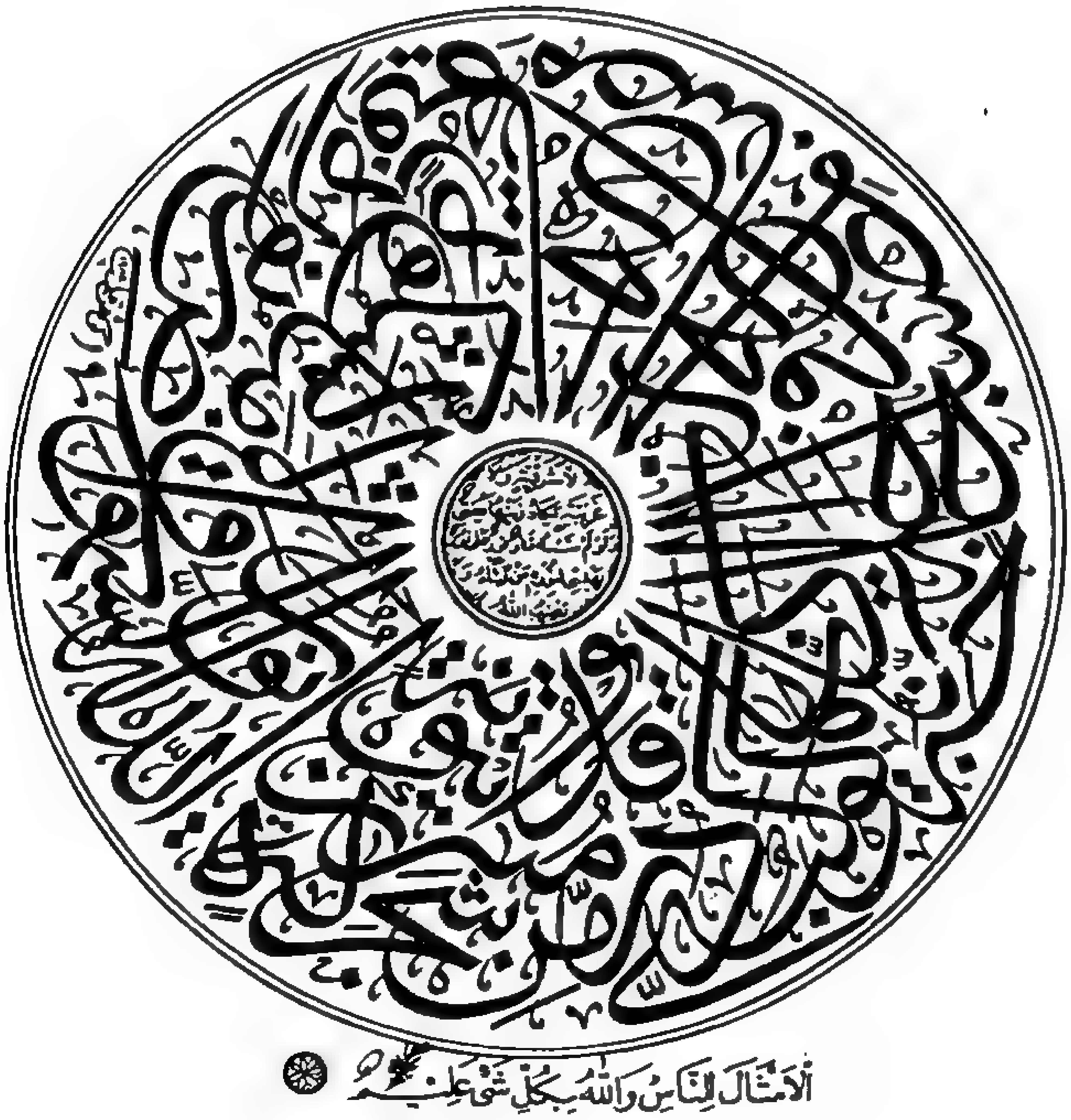

الأمثال للناس والله بكل شيء عليم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تکملہ

(پنجاب کی نقشبندی خانقاہیں)

محمد صادق قصوری

☆☆

حضرت اقدس پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی مظہری دامت برکاتہم (کی سرپرستی میں امام ربانی فاؤنڈیشن کے احباب) جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی کے نام سے ایک عظیم علمی وتاریخی کتاب ترتیب دے رہے ہیں، جس کے لیے وہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ پوری دنیائے نقشبندیت پر ان کا احسان ہے کہ وہ یہ عظیم فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ اللہ کریم ان کو کامیاب وکامران کرے۔

ایں دعا از من و زجملہ جہاں آمین باد

ان کے ارشاد پر فاضلِ اجل پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایڈیٹر ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور نے ایک قابل قدر مقالہ ''پنجاب کی نقشبندی خانقاہوں پر ایک طائرانہ نظر'' تحریر فرمایا جس میں انھوں نے لاہور، مکان شریف ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب، بھارت)، کوٹلہ شریف، ضلع شیخوپورہ، انبالہ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب، بھارت) قصور شریف، شرقپور شریف، چورہ شریف، علی پور سیداں، موہڑہ شریف، بیربل شریف، للہ شریف، باؤلی شریف، موہری شریف، عیدگاہ شریف راولپنڈی وغیرہم کے بزرگوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت مسعود ملت کا حکم ہے کہ جن خانقاہوں کا ذکر فاروقی صاحب کے مقالہ میں نہیں ہوا ان کا ذکر بطور ''تکملہ'' صفحۂ قرطاس پر بکھیر دوں، چنانچہ تعمیل ارشاد کی جا رہی ہے۔ فاروقی صاحب نے چونکہ بزرگوں کے حالات پر طائرانہ نظر ڈالی ہے بدین وجہ انھوں نے واقعات کی تفصیل، سنین کے اندراج اور

صحت کا اہتمام نہیں فرمایا۔ لہٰذا مذکورہ خانقاہوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اپنے پیر خانہ ''علی پور سیداں'' کا ذکر کرنے کی جسارت کے بعد ''تکملہ'' پیش خدمت کیا جا رہا ہے۔

خانقاہِ علی پور سیداں

''علی پور سیداں'' کی خانقاہ سیالکوٹ سے جانب مشرق میں ۴۸ کلومیٹر، نارووال سے بطرف سیالکوٹ ۱۴ کلومیٹر، لاہور سے شمال مشرق میں ۱۰۱ کلومیٹر دور، ''وزیر آباد، نارووال ریلوے لائن پر واقع ہے۔ علی پور سیداں کا ریلوے اسٹیشن خانقاہ سے ۳ کلومیٹر اور نارووال سیالکوٹ روڈ سے تین، چار کلومیٹر پر اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا ہے۔

''علی پور سیداں'' کی مقدس سرزمین تمام کی تمام حضراتِ ساداتِ کرام کی ملکیت ہے۔ اور آبادی تقریباً پانچ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ یہاں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی قدر حضرت سید کریم شاہ کا مزار مقدس اور حضرت امیر ملت قدس سرہٗ العزیز کی بنا کردہ خوبصورت ترین اور تاریخی ''مسجد نور'' اپنا جلوہ اور شان دکھا رہے ہیں۔ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ، ان کے صاحبزادگان اور اولاد امجاد کے مزارات بھی روحانیت بکھیر رہے ہیں۔ دارالعلوم نقشبندیہ اپنے فیوض و برکات سے ایک دنیا کو مستفید و مستفیض کر رہا ہے، غرض یہ کہ

اگر خواہی کہ در کثرت بہ بینی جلوۂ وحدت
بیادِ حضرت شاہ جماعت را ببیں اینجا

اس خانقاہ کے بانی امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ء میں قطب وقت سید کریم شاہ (----۱۹۰۲ء) کے ہاں ہوئی۔ حفظ قرآن کے بعد مقامی علماء سے ابتدائی تعلیم حاصل کر کے برصغیر کے نامور علماء و فضلاء اور صلحاء کے حضور زانوئے تلمذتہ کر کے علم و فضل کے گوہر سمیٹے۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا غلام قادر بھیروی (۱۸۲۵ء۔۱۹۰۹ء) مفتی محمد عبداللہ ٹونکی علیہ الرحمۃ (۱۹۲۰ء ----) مولانا محمد مظہر سہارنپوری علیہ الرحمۃ (۱۸۲۳ء۔۱۸۸۵ء) مولانا فیض الحسن سہارنپوری علیہ الرحمۃ (۱۸۱۶ء۔۱۸۸۷ء) مولانا سید محمد علی مونگیری علیہ الرحمۃ (۱۹۲۷ء۔ ----ء) مولانا احمد حسن کانپوری علیہ الرحمۃ (۱۹۰۴ء----ء) مولانا ارشاد حسین رامپوری علیہ الرحمۃ (۱۸۳۲ء۔۱۸۹۳ء) مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی علیہ الرحمۃ (۱۷۹۴ء۔۱۸۹۵ء)

مولانا شاہ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی (۱۹۱۵ء۔۔۔۔ء) قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی علیہ الرحمۃ (۱۸۱۲ء۔۱۸۹۶ء) اور علامہ محمد عمر ضیاء الدین استانبولی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (ترکی) شامل ہیں۔

غوثِ وقت باباجی فقیر محمد فاروقی علیہ الرحمۃ (۱۸۹۷ء۔۱۷۹۸ء) چورہ شریف ضلع اٹک کے دست مبارک پر ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں بیعت کر کے خلعتِ خلافت حاصل کی۔ (اس سے قبل والد گرامی سے سلسلہ قادریہ میں اجازت وخلافت تھی۔) برصغیر کے علاوہ افغانستان، روس، سعودی عرب و دیگر ممالک میں تبلیغ واشاعت کا فریضہ انجام دیا۔ چھ لاکھ سے زائد لوگوں نے آپ سے بیعت کر کے اپنی عاقبت سنواری، جن میں غریب سے امیر اور شاہ سے گدا تک شامل ہیں۔ عشق رسول ﷺ میں لاثانی تھے، تحریکِ خلافت، فتنۂ ارتداد، شدھی تحریک، تحریک مسجد کانپور، ساردا ایکٹ، تحریک ختم نبوت، تحریک شہید گنج، تحریک پاکستان اور تحریک نفاذ شریعت میں قائدانہ، بزرگانہ اور قلندرانہ کردار ادا کیا۔ حجاز ریلوے لائن کے لیے چھ لاکھ اور علی گڑھ یونیورسٹی کے لئے تین لاکھ روپیہ کی نقد امداد فرمائی۔ آپ بڑے حق گو، جرأت مند اور نڈر شیخ طریقت تھے۔ آپ کے مریدوں میں نادر شاہ والی افغانستان، نظام حیدرآباد دکن میر عثمان علی خاں، آغا خلیل کلید بردار روضۂ رسول ﷺ، مولانا پروفیسر حامد حسن قادری، مصنف ''داستانِ اردو''، ڈاکٹر سید ظفر الحسن صدر شعبہ فلسفہ علی گڑھ یونیورسٹی، قائد ملت کشمیر چوہدری غلام عباس، مولانا غلام محمد ترنم، مشہور فارسی شاعر حکیم فیروز طغرائی امرتسری اور علامہ تاج عرفانی علیہ الرحمۃ جیسے لوگ شامل تھے۔ آپ کی وفات ۲۶ر ذیقعد ۱۳۷۰ھ/۳۰ر اگست ۱۹۵۱ء کو ہوئی۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے سراج الملت سید محمد حسین شاہ علیہ الرحمۃ (۱۸۷۸ء۔۱۹۶۱ء) سجادہ نشین ہوے۔ جنھوں نے دس سال تک علم وفضل اور فیوض و برکات کے دریا بہائے اور ''افضل الرسل'' جیسی متبرک اور تاریخ ساز کتاب یادگار چھوڑی۔ ان کی رحلت کے بعد حضرت امیر ملت کے سب سے چھوٹے صاحبزادے شمس الملت سید نور حسین شاہ (۱۸۹۹ء۔۱۹۷۸ء) مسند آرا ہوے۔ ان کے وصال کے بعد سجادہ نشین اوّل کے بڑے صاحبزادے جوہر ملت سید اختر حسین شاہ علیہ الرحمۃ (۱۹۱۱ء۔۱۹۸۰ء) نے سجادگی کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ جب یہ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے تو ان کے بڑے صاحبزادے فخر الملت سید افضل حسین شاہ دامت برکاتہم عالیہ (ولادت ۱۹۴۲ء) اور چوتھے صاحبزادے مہر الملت سید منور حسین شاہ (ولادت ۱۹۵۸ء) نے سجادگی کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ دونوں حضرات

بڑے احسن طریقے سے خانقاہی نظام کو چلا رہے ہیں۔ ع

آباد رہے ساقی یہ میخانہ تیرا

خانقاہِ عیدگاہ شریف راولپنڈی

خانقاہِ عیدگاہ شریف کے بانی حضرت حافظ خواجہ محمد عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بن حضرت نذر محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ولادت ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۸ء میں راولپنڈی میں ہوئی۔ شجرۂ نسب مغل شہنشاہ ظہیرالدین بابر تک پہنچتا ہے۔ محلہ کی مسجد کے امام قاضی محمد زمان رو سے حفظ کے بعد کتب درسیہ پڑھیں۔ ۲۱ برس کی عمر میں حضرت باباجی فقیر محمد چوراہی سے بیعت کی اور پھر مدارج سلوک طے کرنے کے بعد اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ بڑے کامل ولی اللہ، صاحب علم وفضل اور باکرامت بزرگ تھے۔ ایک کتاب ‘‘ھدایت الانسان الی سبیل العرفان’’ لکھی جو بہت مقبول ہوئی۔ علاوہ ازیں اپنے مرید وخلیفہ قاضی عالم دین سیال کوٹی سے ‘‘مکتوباتِ امام ربانی’’ کا اردو ترجمہ کروا کر شائع کیا۔ ‘‘حزب البحر’’ کو از سرِ نو مرتب کر کے ایک قابل وثوق نسخہ شائع کیا۔ آپ کی وفات حسرت آیات ۲۰/ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۸/ صفر ۱۳۵۵ھ بروز بدھ ہوئی اور عیدگاہ شریف راولپنڈی میں مزار پرانوار بنا۔

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے منجھلے صاحبزادے خواجہ محمد عبدالرحمٰن (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۶۱ء) سجادہ نشین اوّل بنے جنھوں نے بڑے احسن انداز میں اپنے والد ماجد کے مشن کو جاری وساری رکھا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے خواجہ حبیب الرحمٰن مسند نشین ہوئے جن کی ولادت ۱۹۳۰ء اور وفات ۱۹۹۰ء میں ہوئی۔ ان کا دور بھی اچھا رہا۔ ان کے بعد ان کے دونوں صاحبزادے سجادہ نشین ہوئے

خانقاہِ بگھار شریف، راولپنڈی

خانقاہِ عالیہ بگھار شریف کے موسس اوّل خواجہ محمد ہاشم علیہ الرحمۃ موضع بگھار شریف تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ علاقے کی روایت کے مطابق فوج میں بھرتی ہو گئے۔ حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی علیہ الرحمۃ آف موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسمٰعیل خان سے بیعت ہو کر خلعتِ خلافت کے سزاوار ٹھہرے۔ بگھار شریف میں خانقاہ قائم کر کے خلقِ خدا کی رہنمائی فرمائی۔ ہندوانہ رسم ورواج کا قلع قمع کیا۔

آپ کی رحلت ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۶ء میں ہوئی۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے مولانا خواجہ عبدالرحمٰن (۱۸۷۵ء۔۱۹۴۳ء) سجادہ نشین ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد والد گرامی اور حضرت خواجہ سراج الدین علیہ الرحمۃ موسیٰ زئی شریف سے بیعت و خلافت پائی۔ والد گرامی کی مسند کو خوب چمکایا۔ سرہند شریف کے عرس مبارک پر اکثر حاضری دیتے۔ موسیٰ زئی شریف کی حاضری بھی زندگی بھر کا معمول رہی۔ تحریک خلافت میں پورے جوش و ولولے سے آواز بلند کی۔ ''دلائل الخیرات'' اور دیگر وظائف کے پابند تھے۔

خواہ عبدالرحمٰن علیہ الرحمہ کے وصال پر ان صاحبزادے مولانا خواجہ محمد یعقوب علیہ الرحمۃ (۱۹۹۸ھ۔۱۹۱۹ء) زیب سجادہ ہوئے۔ والد گرامی و دیگر علماء سے کتب متداولہ پڑھیں۔ جامعہ عباسیہ بہاولپور میں مولانا غلام محمد گھوٹوی علیہ الرحمۃ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ والد گرامی سے سلوک نقشبندیہ کی تکمیل کی۔ عارف کھڑی شریف میاں محمد بخش (صاحب سیف الملوک) سے خصوصی تعلق تھا۔ صاحب فہم و فراست، عاملِ شریعت اور سرتاپا اسلام میں ڈوبے ہوئے تھے۔ رفاہِ عامہ کے کاموں میں بھرپور دلچسپی لیتے تھے۔ اپریل ۱۹۹۸ء میں واصل بحق ہو گئے۔

آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر ساجد الرحمٰن سجادہ نشین ہوئے۔ جو ماہنامہ ''فکر و نظر'' اسلام آباد کے ایڈیٹر اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں ایسوسی ایٹ پروفیسر بھی ہیں۔ موصوف نے اپنے آباؤ اجداد کے حالات وطیبات پر ایک کتاب بعنوان ''حضرت مولانا محمد یعقوب علیہ الرحمۃ سوانح، ملفوظات و مکتوبات'' لکھی ہے، اگر اس کا نام ''مشائخ بگھار شریف'' یا ''تذکرہ مشائخ بگھار شریف'' ہوتا تو بہتر تھا۔

خانقاہِ شاہدرہ شریف، قصور

اس خانقاہ کے شیخ اوّل حضرت سید حمید گل شاہ علیہ الرحمۃ بن سید گلاب شاہ علیہ الرحمۃ ۱۲/جنوری ۱۸۹۰ء کو ڈیرہ جولوگرام ضلع مردان (سرحد) میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک ناظرہ پڑھنے کے بعد لاہور آ کر سید المحدثین سید محمد دیدار علی شاہ الورِیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے حضور زانوئے تلمذتہ کر کے دینی تعلیم کی تکمیل کی۔ اس کے بعد حضرت پیر محمد ابراہیم شاہ ہاشمی پونچھوی علیہ الرحمہ (کشمیر) کے دستِ حق پر سعادتِ بیعت حاصل کی۔ اور پھر خلافت عظمیٰ سے نوازے گئے۔ بڑے عابد و زاہد، جواد و سخی اور مہمان نواز تھے۔ اتباع سنت کا بڑا التزام فرماتے تھے۔ پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک اور

حضرت خواجہ غلام نبی المعروف زلفاں والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلعتِ خلافت سے نوازا تھا۔ ہزار ہا لوگ آپ سے مستفید و مستفیض ہوے۔ آخری عمر میں شاہدرہ (لاہور) میں مقیم ہو گئے تھے۔ جہاں آپ کی روحانیت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے قصور تشریف لے آئے اور کوٹ حلیم خان کے باہر جگہ پسند کر کے تعمیر کا سلسلہ شروع کیا۔ ۲۱ ربیع الاوّل ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۵۴ء بروز جمعرات صبح چار بجے وصال فرمایا۔ عظیم الشان مزار بن چکا ہے۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے سید محمد انور شاہ سجادہ نشین ہوے۔ جو روحانی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے ہیومیوڈاکٹر بھی تھے۔ ان کا انتقال ۲۰۰۲ء میں ہوا۔

خانقاہ حاجی عبدالرحمٰن، قصور

حاجی عبدالرحمٰن ۱۸۶۵ء میں موضع ٹولووالا نزد قصور کے ایک آرائیں گھرانے میں پیدا ہوے۔ والد گرامی کا نام پیر بخش تھا۔ حنفیہ اسلامیہ ہائی اسکول قصور سے چند جماعتیں پڑھنے کے بعد قصور کی ممتاز روحانی شخصیت سید عبدالحق شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (کوٹ مراد خاں) سے دینی تعلیم حاصل کی۔ میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت تھی۔ قصور میں فیض کا دریا بہایا۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آخر عمر میں طویل علالت کے دوران حاجی محمد الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی بڑی خدمت کی اور آپ نے انہیں اپنا متبنیٰ بنالیا۔ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۴۰ء بروز پیر قصور میں رحلت ہوئی، بستی چراغ شاہ میں مزار مقدس بنا۔

آپ کی رحلت کے بعد حاجی میاں محمد الدین سجادہ نشین ہوے۔ حاجی صاحب کوٹ مراد خاں قصور کے ایک آرائیں گھرانے میں متولد ہوے۔ سید عبدالحق شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے دینی تعلیم حاصل کی اور حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین و برادر اصغر میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ) سے سعادتِ بیعت حاصل تھی۔ آپ حاجی عبدالرحمٰن قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی تعلیم حاصل کرتے تھے بدیں وجہ ان سے گہرے روابط تھے۔ اسی بناء پر آپ نے ساڑھے چار سال تک حاجی صاحب کی بہت خدمت کی اور انھوں نے خوش ہو کر اجازت و خلافت سے نوازا۔ آپ بڑے صوفی، عابد و زاہد بزرگ تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی توسیع و اشاعت میں بھرپور سعی کی تازیست حاجی عبدالرحمٰن کا عرس مناتے رہے۔ ۶ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ / ۱۷ جون ۱۹۷۵ء بروز منگل آپ کی رحلت ہوئی اور بستی چراغ شاہ میں آخری آرام گاہ بنی۔

آپ کے صاحبزادے محمد سعید سجادہ نشین ہوئے۔ جنھوں نے حضرت مولانا غلام رسول گوہر نقشبندی جماعتی قصوری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۸۵ء) اور شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبداللہ اشرفی قصوری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۹۹ء) سے دینی تعلیم حاصل کی۔ بستی چراغ شاہ قصوری، جامع مسجد ملاں تکنہ قصور میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ بڑے خوش اخلاق، مہمان اور متواضع بزرگ تھے۔ جولائی ۲۰۰۲ء میں رحلت ہوئی اور اپنے والد کے پہلو میں سپردِ خاک ہوئے۔

خانقاہِ عزیزیہ، قصور

خانقاہِ عزیزیہ کے بانی حضرت مولانا محمد عبدالعزیز بن میاں گوہر علی علیہ الرحمۃ کی ولادت ۱۰/اپریل ۱۹۱۲ء کو حسین خان والا چک نمبر ۸ علاقہ پتوکی ضلع قصور میں ہوئی۔ مقامی علماء سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (یوپی، بھارت) میں دورۂ حدیث کے لیے ۱۹۳۰ء میں تشریف لے گئے۔ ۱۹۳۳ء میں واپس آ گئے۔ حضرت خواجہ نور محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ قلعہ شریف والوں سے بیعت وخلافت تھی۔ ۱۹۳۶ء میں قصور کوٹ غلام محمد خاں آ گئے اور سلسلۂ رشد وہدایت جاری فرمایا۔ مخالفین نے قصور بدر کرنے کے لاکھ جتن کیے مگر ناکامی ہوئی۔ آپ عالم دین، پیر طریقت اور خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے مناظر بھی تھے۔ قصور کے بدمذہب مولویوں کو کئی مناظروں میں شکست دی۔ ضلع قصور میں سلسلۂ نقشبندیہ کی خوب اشاعت کی۔ کراچی تک نقشبندی فیض کے ساغر لنڈھائے۔ آپ کا وصال ۶/ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ/ ۱۸/اپریل ۱۹۷۵ء بروز جمعۃ المبارک ہوا۔ حضرت مولانا غلام رسول گوہر نقشبندی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ (ف۔ ۱۹۸۵ء) خطیب جامع مسجد کوٹ عثمان خاں قصور نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد عبدالرسول ایم اے ایل ایل بی سجادہ نشین ہوئے۔ جو ماشاءاللہ متشرع، پاکباز اور فاضل شخصیت کے مالک ہیں۔

خانقاہِ قلعہ شریف، لاہور

اس خانقاہ کے بانی حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ ۱۸۱۳ء میں موضع بھینی ضلع شیخوپورہ کے ایک آرائیں گھرانے میں پیدا ہوئے۔ عالمِ شباب میں بعض مصالح اور وجوہات کی بناء پر موضع قلعہ لال سنگھ میں مستقل رہائش رکھ لی یہ گاؤں بھی ضلع شیخوپورہ میں واقع ہے اور آپ کی تشریف آوری سے "قلعہ شریف" مشہور

ہوا۔ آپ نے بہاولپور جا کر تکمیل علوم متداولہ کی۔ حضرت میاں بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ چوہنگ ضلع لاہور کے دستِ اقدس پر بیعت وخلافت کی سعادت حاصل کی۔

زہد وعبادت کو ذریعہ روزگار نہیں بنایا بلکہ اپنی اراضی خود کاشت کر کے پیٹ پالتے رہے۔ ۱۸۸۵ء میں بستی بیلہ رام (عثمان گنج) لاہور تشریف لا کر تبلیغ واشاعت سلسلہ عالیہ کا کام شروع کر دیا۔ ہزار ہا مخلوق فیضیاب ہوئی۔ آپ کے خلفاء میں سے آپ کے صاحبزادے خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ اور مہر محمد صوبہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (مدفون میانی صاحب، لاہور) بہت معروف ہوئے۔ آپ کی وفات ۲۱ر فروری ۱۹۰۳ء مطابق ۲۲ر ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ بروز ہفتہ عثمان گنج لاہور میں ہوئی جہاں مزار پرانوار مرجع خلائق ہے۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے خواجہ نور محمد سجادہ نشین ہوئے جن کی ولادت ۴ر دسمبر ۱۸۹۶ء کو عثمان گنج لاہور میں ہوئی۔ مدرسہ حمیدیہ لاہور سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا محمد یار خطیب سنہری مسجد لاہور سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ والدگرامی سے بیعت وخلافت تھی۔ علم وعرفان کی نہریں بہائیں ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرتسر (بھارت) میں آپ کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ ''حجتِ ربانی''، ''تحقیق الوجد''، ''حج فقیر برآستانہ پیر'' وغیرہ کتابیں بھی لکھیں۔ بدمذہبوں کو مناظروں میں شکست فاش دی۔ آپ کی رحلت یکم ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۱ر مئی ۱۹۵۸ء بروز بدھ ہوئی۔ مزار مقدس محلہ عثمان گنج بیرونِ شیرانوالہ دروازہ نزد ریلوے لائن (لاہور) واقع ہے۔ ۲۶ر فروری ۱۹۶۰ء کو محکمہ اوقاف نے قبضہ میں لے کر انتظام سنبھال لیا تھا۔

خانقاہِ لکھن شریف، لاہور

خانقاہِ لکھن شریف ضلع لاہور کے شیخ اوّل خواجہ محمد بخش بن ملک بلند خاں کی ولادت ۲۳ر نومبر ۱۸۱۹ء کو موضع لکھن شریف نزد جلّو موڑ ضلع لاہور میں ہوئی۔ بچپن سے ہی زہد وعبادت کے عادی تھے۔ حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑہ شریف رحمۃ اللہ علیہ، راولپنڈی سے بیعت وخلافت تھی۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے فیض پایا۔ مریدوں کو شریعتِ مطہرہ کی پابندی پر خصوصی زور دیتے تھے۔ عام آدمی سے لے کر اعلیٰ تعلیم یافتہ تک فیضیاب ہوتے تھے۔ آپ کی رحلت کے بعد آپ کے صاحبزادے پیر محمد عارف حسین علیہ الرحمۃ سجادہ نشین ہوئے۔ انھوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا تو ان کے لختِ جگر خواجہ پیر محمد سرور سلطان مسند آراء ہوئے جو آج بھی سلسلۂ رشد وہدایت جاری رکھے ہوئے ہیں۔

خانقاہِ گھنگ شریف، لاہور

گھنگ شریف نزد کاہنہ نو ضلع لاہور کی خانقاہ کے شیخ اوّل حضرت میاں رحمت علی غالباً ٦ ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت دامن گیر تھی۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت تھی۔ میاں صاحب کے تصرف کی بدولت آپ ولایت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوئے اور ان تمام صفات سے متصف ہوئے جو کہ آپ کے مرشد گرامی میں تھیں۔ تصوف، تقویٰ، سادگی اور ذکر و فکر میں یکتا تھے۔ زمانہ ان کے کمالاتِ روحانی کا معترف ہے۔ گھنگ شریف کا علاقہ بدمعاشوں کا علاقہ مشہور تھا جو آپ کی بدولت نیک، شریف اور پرامن لوگوں کا ایریا بن گیا۔ آپ عرصۂ دراز تک علیل رہ کر میو ہسپتال میں ۲۳ رمحرم الحرام ۱۳۹۰ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۷۰ء بروز بدھ انتقال فرما گئے۔ اگلے دن بروز جمعرات گھنگ شریف میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں قریباً ایک لاکھ افراد نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ مزار مقدس مرجعِ خلائق ہے۔ چونکہ آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی لہٰذا آپ کے بھتیجے میاں رفیق احمد سجادہ نشین ہوئے۔

خانقاہِ کیلیانوالہ ضلع گوجرانولہ

خانقاہِ کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ کے بانی شیخ سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابن سید غلام علی بخاری علیہ الرحمۃ ۲۰ر جنوری ۱۳۰۶ھ ۱۸۸۹ء/ میں پیدا ہوئے۔ حصولِ تعلیم کے بعد حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو کر خلافت حاصل کی اور پیر و مرشد کے ارشادات پر مشتمل دو کتابیں ''حکایات الصالحین'' اور ''مرأۃ المحققین'' لکھ کر پیش کیں جو بعد میں طبع ہوئیں۔ اکثر و بیشتر شرق پور شریف حاضری دیتے۔ آہستہ آہستہ علاقہ بھر کے لوگ جوق در جوق حاضری دینے لگے اور پھر پورے پنجاب میں شہرت پھیل گئی۔ آپ صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے۔ زبان کی تاثیر سے علم و حکمت کے عقدے حل ہوتے تھے۔ آپ زندگی کے ہر پہلو میں خلوت ہو یا جلوت، حلقۂ ارادتمنداں ہو یا گھریلو نجی محفل، کسی موقع پر بھی احکاماتِ قرآنی اور ارشاداتِ نبوی ﷺ کو جاری و ساری کرنے میں کبھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرماتے تھے۔ آپ باقاعدہ شاعر نہیں تھے لیکن کبھی کبھی نعتیہ شعر کہہ لیتے تھے۔ پیر و مرشد کی جدائی میں کافی اشعار کہے۔ آپ کی وفات حسرت آیات ۳ر ربیع الاوّل ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۱ر نومبر ۱۹۵۲ء بروز جمعہ ہوئی۔

آپ کے بعد آپ کے بیٹے سید باقر علی شاہ سجادہ نشین ہوے جو مسندِ رشد و ہدایت سجائے بیٹھے ہیں۔

خانقاہِ دادو والی شریف ضلع گوجرانوالہ

دادو والی شریف ضلع گوجرانوالہ کے بانی شیخ حضرت پیر محمد بڈھا ابن پیر خواجہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوے۔ ابتدائی روحانی تربیت والد گرامی کے زیر سایہ ہوئی۔ مگر تکمیل حضرت پیر سید محمد حسین زیب آستانہ عالیہ آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ کے فیضِ نظر سے ہوئی۔ آپ جذب و سلوک اور رشد و ہدایت کی وادیوں میں گامزن رہے۔ آپ نے اپنے گرد و پیش کا روحانی تزکیہ ہی نہیں فرمایا، معاشرتی نقطۂ نظر سے بھی علاقے کو سنوارا اور نکھارا۔ دادو والی شریف سے ایک رسالہ ماہنامہ ''تبیان'' بھی جاری فرمایا جس کے مدیر آپ کے صاحبزادے محمد فیض علی فیضی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس رسالہ میں بڑے بلند پایہ مضامین طبع ہوتے تھے۔ حج و زیارت کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہوے۔ سرہند شریف کی حاضری بھی نصیب ہوئی۔ زندگی انتہائی سادہ اور پر وقار تھی۔ طبیعت میں جلال تھا۔ خلافِ شریعت حرکات برداشت نہیں کرتے تھے۔ دسترخوان وسیع تھا۔ آپ کی رحلت ۲۳؍ اگست ۱۹۷۰ء بروز اتوار/ ۲۰؍ جمادی الثانی ۱۳۹۰ھ کو ہوئی آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے محمد فیض علی فیضی سجادہ نشین ہوئے جو مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کے خطیب اور رویت ہلال کمیٹی کے رکن بھی رہے۔ جن کی رحلت ۲۲؍ جولائی ۱۹۹۴ء/ ۱۲؍ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔

خانقاہِ ہیبت پور شریف ضلع سیالکوٹ

خانقاہِ ہیبت پور شریف کے بانی حضرت درویش محمد یعقوب بن مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۹؍ ربیع الاوّل ۱۳۱۱ھ/ ۲۰؍ ستمبر ۱۸۹۳ء بروز بدھ موضع موسیٰ پور ضلع سیالکوٹ کے ایک آرائیں گھرانے میں ہوئی۔ علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا صوفی فضل الرحمٰن نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ آف لوہار کے نزد پسرُور ضلع سیالکوٹ کے دستِ اقدس پر بیعت کر کے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ اور پھر ہیبت پور شریف نزد پسرُور کو مستقل مسکن بنا کر رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا۔

آپ بہت بڑے عالم، بے مثل خطیب اور شہرۂ آفاق ادیب تھے۔ اردو و پنجابی کے نامور شاعر تھے، سنت نبوی ﷺ کا بڑا التزام فرماتے تھے۔ مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے حافظ تھے۔ آپ نے

مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں۔ ''سیر تصوف، پریم کہانی، سیرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سیر علوی، برکات الاسماء، یادِ محبوب، سید المرسلین ﷺ، نصرۃ العاشقین'' (نعتیہ کلام)۔

آپ کی وفات حسرت آیات یکم محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۳۰/ اکتوبر ۱۹۸۱ء بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت محمد جی سجادہ نشین ہوئے جو اٹھارہ برس تک رشد و ہدایت کے جام لنڈھانے کے بعد ۲۳/ مارچ ۱۹۹۹ء کو رحلت فرما گئے۔ اس کے بعد دوسرے صاحبزادے پروفیسر محمد احمد سجادہ نشین ہوئے۔ موصوف دینی و دنیاوی علوم و فنون سے آراستہ و پیراستہ اور والد ماجد سے خلعتِ خلافت یافتہ ہیں۔ ایم اے (سیاسیات)، بہترین مقرر، حلیم الطبع، زیرک سیاستدان اور مقبول دینی و سیاسی رہنما ہیں۔ کئی بار جمعیت علماء پاکستان اور مسلم لیگ کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔

خانقاہِ کرمانوالہ شریف، اوکاڑہ

حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بن سید سکندر علی المعروف سیّد' سید علی موضع کرماں والا ضلع فیروز پور (بھارت) میں ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ سہارنپور کے دینی اداروں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد فیروز پور شہر کے مشہور صوفی بزرگ مولوی شرف الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ہی ملاقات میں اجازت و خلافت سے نوازے گئے اور مخلوق خدا کی روحانی تربیت کرنے لگے۔

تقسیمِ ملک کے بعد پکے چک ضلع اوکاڑہ میں قیام فرما ہوئے' جو آپ کی نسبت سے ''حضرت کرمانوالہ'' مشہور ہوگیا۔ آپ نے یہاں ریلوے اسٹیشن بنوایا جس سے مخلوقِ خدا کو بہت فائدہ ہوا۔ آپ کی مجلس میں بجز دینِ حقہ' اور شریعتِ مطہرہ کوئی بات نہ ہوتی تھی۔ زائرین و سائلین آتے اور اپنی مرادیں لے کر جاتے۔ نماز کی سختی سے تلقین فرماتے، طب میں بھی دسترس حاصل تھی۔ آپ کی کرامات زبان زدِ عام ہیں۔ آپ کی رحلت ۲۷/ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۰/ جنوری ۱۹۶۶ء بروز جمعرات ہوئی۔ مزار مقدس مرجع خاص و عام ہے۔

بڑے صاحبزادے سید محمد علی شاہ (۱۹۲۲ھ-۱۹۹۳ء) سجادہ نشین ہوئے۔ ان کی رحلت کے بعد آپ کے بھتیجے میر سید طیب علی شاہ مسند آراء ہوئے جو تا حال خدمتِ خلق میں مصروف ہیں۔

خانقاہِ رزاقیہ، دیپالپور، اوکاڑہ

حضرت سائیں عبدالرزاق ابن راؤ عظیم بخش خاں کی ولادت ۱۸۹۰ء میں کلانور ضلع رہتک (مشرقی پنجاب، بھارت) میں ہوئی۔ مدرسہ کلانور سے ابتدائی تعلیم کے بعد فوج میں بھرتی ہو گئے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ جہاں خیلاں والے (ف ۱۹۳۱ء) ضلع ہوشیار پور (بھارت) سے بیعت وخلافت تھی۔ پیرومرشد آپ سے بہت خوش رہتے تھے۔ ایک روز تنہائی میں دریافت کیا کہ ”تم غوث یا قطب کیا بننا چاہتے ہو۔“ آپ نے عرض کیا۔ ”جو بنادیں گے بن جاؤں گا۔“

قیامِ پاکستان کے بعد ہارون آباد ضلع بہاولنگر، نواب شاہ، سکرنڈ (سندھ)، اوکاڑہ میں کچھ عرصہ قیام کے بعد دیپالپور میں مستقل قیام فرمایا۔ یہاں ایک مسجد، یتیم خانہ تعمیر کرایا اور طالبان کو فیوض و برکات سے نوازتے رہے۔ تین دفعہ حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔ ہمیشہ یتیموں کی سرپرستی فرمائی اور ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے لیے دیپالپور شریف، ماہنی سیال ضلع خانیوال اور لالہ موسیٰ ضلع گجرات میں دارالشفقت قائم کیے۔

کنعان ہسپتال لاہور میں بیس گھنٹے حالت استغراق میں رہنے کے بعد ۵ر جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ مطابق ۳۱ر مارچ ۱۹۸۲ء بروز بدھ انتقال فرمایا۔ دیپالپور ضلع اوکاڑہ میں مزار مبارک تشنگانِ فیض کے لیے مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے۔

خانقاہِ حضور جی رینالہ خورد، اوکاڑہ

حضرت خواجہ عبدالصمد خاں عرف حضور جی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۸۴ء میں بستی ماڑی کنجور ضلع اٹک کے ایک اعوان خاندان میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا اسم مبارک جعفر خاں تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد فوج میں ملازم ہو گئے۔ حضرت خواجہ مظفر علی حصاروی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ) سے ۱۹۰۳ء میں بیعت ہوئے اور انہی کے ہاں دینی تعلیم حاصل کی۔ مرشد گرامی نے خلعتِ خلافت سے نوازا ۱۹۲۰ء میں مرشد کریم کی رحلت پر ان کے سجادہ نشین بنے۔ اور مرشد پاک کے مشن کو بڑے احسن انداز میں جاری رکھا۔ تحریک پاکستان کی زبردست حمایت کی۔ قیامِ پاکستان کے بعد رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ جس جگہ خانقاہ قائم کی اس کا نام ”بستی حضور صاحب“ مشہور ہو گیا۔ ادھر ہزاروں لوگوں نے

آپ سے دولت فیض حاصل کی۔ بالآخر ۱۵/ ذوالحجہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۲۷/ ستمبر ۱۹۵۰ء بروز بدھ آپ کا انتقال ہوا۔ نماز جنازہ حضرت سیدنا محمد اسمٰعیل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کرمانوالہ شریف نے پڑھائی۔ آپ کے صاحبزادے خواجہ عبدالسلام (ولادت ۱۹۳۶ء) سجادہ نشین ہوئے جو اب تک فرض سجادگی کا حق ادا کررہے ہیں۔

خانقاہِ نیازیہ، میانوالی

ضیغمِ اسلام مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی نقشبندی مجددی قدس سرہٗ العزیز یکم اکتوبر ۱۹۱۵ء مطابق ۲۲/ ذیقعد ۱۳۱۳ھ بروز جمعۃ المبارک اٹک پنیالہ تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی (پنجاب) میں ایک نہایت ہی پاکباز بزرگ ذوالفقار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں عیسیٰ خیل سے میٹرک کرنے کے بعد علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ اشاعتِ اسلام کالج، لاہور سے دوسالہ ماہر تبلیغ کا کورس ۱۹۳۵ء میں اوّلین پوزیشن کے ساتھ پاس کرکے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں سے سند حاصل کی۔ ۱۹۳۶ء میں "دی پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن" کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۳۸ء میں بی اے کیا اور اسی سال ضلع مسلم لیگ میانوالی کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں ایم اے عربی اور ۱۹۴۱ء میں ایم اے فارسی کیا۔

دورانِ طالب علمی خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ میبل شریف ضلع بھکر (پنجاب) کے سجادہ نشین حضرت فقیر قادر بخش (۱۸۸۵ء/ ۱۹۵۵ء) کے دستِ مبارک پر سعادتِ بیعت حاصل کی۔ پرائمری جماعت سے تہجد شروع کی جو بفضل خدا تازیست جاری وساری رہی۔ اپنی پرہیزگاری، تقویٰ وطہارت کی بناء پر ایک خاص مقام کے حامل ٹھہرے۔ نسبت طریقت بڑھتی بڑھتی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچ گئی تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پیر حضرت مجدد الف ثانی ہیں، پھر یہ نسبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچ کر ان کے واسطے سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ کر "فنافی الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)" کا درجہ اختیار کرگئی۔ اپریل ۱۹۷۵ء میں قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سلاسلِ اربعہ میں خلعت خلافت مرحمت فرمائی مگر آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو ترجیح دیتے ہوئے اس پر ہی قائم ودائم رہے۔ ۱۹۹۹ء میں احقر کو خلافت عطا فرماتے ہوئے بھی تلقین فرمائی کہ "سلسلہ نقشبندیہ" پر قائم رہو اور اپنے پیرخانہ کے اوراد ووظائف ہی جاری رکھو"۔

آپ نے پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن، تحریک پاکستان، تحریک نفاذ شریعت، تحریک بحالی جمہوریت، تحریک ختمِ نبوت، تحریک نظامِ مصطفیٰ'' کے پلیٹ فارم سے تاریخ ساز خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں تو سزائے موت بھی ہوئی تھی جو بعد میں عمر قید میں تبدیل ہوگئی۔ مسلم لیگ، تحریک خلافتِ پاکستان اور جمعیت علماء پاکستان میں ہمیشہ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ وصال کے وقت سوادِ اعظم کے دلوں کی دھڑکن جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر تھے۔ بہترین مقرر، مستند ادیب اور بے مثل خطیب تھے۔ ''اتحاد بین المسلمین'' ''پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا''۔ ''خلافتِ پاکستان''، ''مسودہ آئینِ خلافتِ پاکستان''، ''فلسفہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ''، ''تحریک ختم ۱۹۵۳ء''، ''نظریۂ پاکستان اور ہم''، ''پیغمبرِ اسلام'' مقام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقل کی روشنی میں'' اہم تصانیف ہیں۔

رحلت سے قبل اپنی آبائی پانچ چھ مربع زرعی اراضی فروخت کر کے روکھڑی موڑ، کالا باغ روڈ میانوالی میں ''مجاہد ملت کمپلیکس'' بنایا، جس میں ایک شاندار مسجد، دار العلوم، مڈل اسکول، فری ڈسپنسری، لائبریری وغیرہ شامل ہیں۔ ۷ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۲ر مئی ۲۰۰۱ء بروز بدھ بعد نماز فجر انتقال فرمایا۔ مجاہد ملت کمپلیکس میں اپنی بنا کردہ مجاہد ملت مسجد کی بائیں جانب مزار مقدس بنا۔ جو مرجعِ خلائق ہے۔

خانقاہِ بھور شریف، میانوالی

بھور شریف تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں حضرت مولانا جان محمد رحمۃ اللہ علیہ میبل شریف ضلع بھکر (۱۸۰۷ء۔۱۸۸۹ء) کے خلیفۂ ارشد مولانا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ بن بابا جنگ یار رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ قائم کی، جس کے فیض سے پورے تھل کا علاقہ مستفید و مستفیض ہوا۔ مولانا فتح محمد کی ولادت ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۸ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت والد ماجد سے حاصل کی جو ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ اس کے بعد تمام علومِ متداولہ مولانا نور کمال آف عیسیٰ خیل سے اخذ کیے۔ حضرت مولانا جان محمد میبلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت تھی۔ چودہ برس تک مرشد کریم کی خدمت میں حاضر رہے اور فیوض و برکات کے خزانے لوٹے۔ تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اپنے مریدین کو جہاد کشمیر کے لیے روانہ کیا۔ ''مواعظ فتحیہ'' ان کی زندہ جاوید روحانیت سے معمور کتاب ہے، جس کے ایک ایک لفظ سے رشد و ہدایت کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ ۳۱ر دسمبر ۱۹۴۸ء مطابق ۲۹ر محرم الحرام ۱۳۶۸ھ۔م بروز جمعۃ المبارک آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے صاحبزادے پیر محمد صدیق سجادہ نشین ہوئے جو بقید حیات ہیں۔ ضعیف العمری کی وجہ سے اب ان کے

صاحبزادگان خیر محمد اور غلام محمد خانقاہی نظام کو چلا رہے ہیں۔

خانقاہِ میبل شریف، بھکر

اس خانقاہ کی بنیاد مولانا جان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی جن کی ولادت ۱۲۲۲ھ مطابق ۱۸۰۷ء میں ہوئی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم پہاڑ پور شریف ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان میں مولانا گل محمد سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ پھر سہارنپور (بھارت) جا کر درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ حضرت امام المشائخ پیر محمد رضا زکوڑی شریف، ڈیرہ اسمٰعیل خان سے بیعت ہو کر خلافت حاصل کی۔ میبل شریف میں مسندِ درس و تدریس اور رشد و ہدایت سنبھالی۔ ہزاروں لوگوں نے دامنِ عقیدت سے وابستہ ہو کر اپنی عاقبت سنواری۔ آپ کا وصال یکم صفر ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۷؍ستمبر ۱۹۸۹ء بروز جمعۃ المبارک ہوا۔ میبل شریف میں مزارِ پر انوار مرجع خاص و عام ہے۔

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے بھتیجے اور داماد مولانا فقیر نور محمد بن نیک محمد رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ جن کی رحلت ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء میں ہوئی۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے ولی محمد زیب سجادہ ہوئے۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے صاحبزادے فقیر قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ مسند آرا ہوئے جو ۱۹۳۴ء میں متولد ہوئے اور ۱۱؍صفر ۱۳۷۵ھ/ ۲۹؍ستمبر ۱۹۵۵ء بروز جمعرات واصل بحق ہوئے۔ موصوف بڑے عالم، فاضل اور خدارسیدہ بزرگ تھے۔ احقر کے مرشد ثانی مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ انہی سے بیعت تھے۔ ان کے رحلت فرما جانے کے بعد ان کے برادر اصغر حکیم محمد بخش نے مسند سنبھالی۔ چند سال قبل وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آج کل صاحبزادہ ابراہیم بن حکیم محمد بخش سجادہ نشین ہیں۔

خانقاہِ پیر قندھاری، فیصل آباد

پیر قندھاری کی خانقاہ فیض آباد نزد تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد میں واقع ہے۔ پیر سید فیض محمد بن سید محمد شاہ کی ولادت ۱۸۵۰ء میں قندھار شہر (افغانستان) سے چالیس میل دور قلعہ سیّداں میں ہوئی۔ مادرزاد ولی تھے۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد حضرت ملّا راحم دل رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ پیر و مرشد نے برصغیر میں جانے کا حکم دیا چنانچہ ۱۸۷۰ء میں آپ بلوچستان کے راستے وارد برصغیر ہوئے۔ ۱۹۲۰ء تک صحرانوردی اور بادیہ پیمائی میں زندگی گزار دی۔ بلوچستان، سندھ، پنجاب، یوپی، سی پی، بہاولپور، جے پور اور جموں و کشمیر کے گوشہ گوشہ کی سیاحت کی۔ ملتان، لاہور، دہلی، پانی پت، سرہند شریف

اور اجمیر شریف حاضر ہو کر مدتِ مدید تک مختلف اولیاء کرام کے مزارات سے فیض حاصل کرتے رہے۔ ستر سال سے اوپر کی عمر میں موضع کڑیالہ نزد پتوکی ضلع قصور میں شادی ہوئی۔ پھر موضع فیض آباد نزد تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد میں مستقل اقامت اختیار کر لی اور خلق خدا کی رہنمائی فرمانے لگے۔ آپ کی وفات حسرت آیات ۱۸؍رجب المرجب ۱۳۸۰ھ/ ٦؍جنوری ۱۹٦۱ء بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ مزار مقدس شاندار طریقے سے تعمیر ہو چکا ہے۔ آپ کے صاحبزادے سید حسین علی شاہ سجادہ نشین ہیں۔

خانقاہِ ڈھولر شریف، ٹوبہ ٹیک سنگھ

اس خانقاہ کے بانی کا تعلق سجادہ نشینانِ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ سید شبیر احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ بن سید نذیر احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت نومبر ۱۹۲٦ء میں مدینۃ الاولیاء قصور میں ہوئی۔ اسلامیہ ہائی اسکول سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی تعلیم حاصل کی۔ والد گرامی سے بیعت و خلافت تھی۔ بڑے باعمل، صاحب اخلاق اور پر نور چہرہ والے بزرگ تھے۔ علاقہ کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مریدوں کی اکثریت تھی' لہٰذا ان کی تربیت کے لیے ڈھولر شریف تحصیل کمالیہ میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ جنگلی لوگوں کو بدعتوں اور خلافِ شرع امور سے تائب کروا کر صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ نماز جمعہ کا اہتمام کیا جس میں گردونواح کے متعدد دیہات کے لوگ شامل ہو کر فوز و فلاح پاتے تھے۔ آپ نے ایک کتاب ''انوارِ محی الدین'' بھی لکھی جس میں خواجہ دائم الحضوری قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ مبارکہ شامل ہیں۔ آپ کی وفات حسرتِ آیات ۲۳؍دسمبر ۱۳۸۹ھ - ۱۹٦۹ء مطابق ۱۳؍شوال بروز منگل ہوئی۔ آپ کے صاحبزادے منیر احمد شاہ سجادہ نشین ہیں۔

خانقاہِ حامدیہ، ملتان

ملتان کے بے تاج بادشاہ مولانا حامد علی خاں بن شید علی خاں ۱۹۰٦ء میں مصطفیٰ آباد عرف ریاست رام پور (بھارت) میں پیدا ہوئے ۱۹۳۰ء میں علماء رامپور سے سند فراغت حاصل کی۔ حضرت الحاج الحافظ مولانا عنایت اللہ خاں رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت کی سعادت حاصل تھی ۱۹۳۲ء میں رہتک میں ''مدرسہ خیر المعاذ'' کے صدر مدرس ہوے۔ قیام پاکستان تک خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر واپس رامپور جا کر ۱۹۵۹ء تک ''مدرسہ عالیہ رامپور'' میں ''شیخ التفسیر'' رہے۔ بعد ازاں ہجرت کر کے ملتان تشریف لے آئے اور ''مدرسہ اسلامیہ خیر المعاذ'' کی بنیاد رکھی۔ جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے

گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ "تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" میں تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ اسی موقع پر آپ کو "ملتان کا بے تاج بادشاہ" کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ بڑے باعمل، باشریعت اور باکردار بزرگ تھے۔ نورانی چہرے دیکھنے سے خدا یاد آجاتا تھا۔ ملتان میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت زبردست طریقے سے کی صرف ملتان شہر میں ہی تیس ہزار کے قریب مرید تھے آپ کی وفات حسرت آیات ۱۸؍صفر ۱۴۰۰ھ/ ۷؍جنوری ۱۹۸۰ء بروز پیر ہوئی اور قلعہ (ملتان) میں مزار قدس بنا آپ کے صاحبزادے محمد میاں سجادہ نشین ہیں۔

خانقاہ سوہاگ شریف، لیہ

خواجہ غلام حسن بن ملک لعل ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء میں موضع ڈگر سوہاگ تحصیل کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ میں پیدا ہوئے۔ صغر سنی میں ہی والدین کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ چکڑالہ ضلع میانوالی میں غوثِ زماں خواجہ محمد عثمان موسیٰ زئی شریف رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا نور خاں رحمۃ اللہ علیہ سے تکمیل علم کی۔ پھر اپنے استاد محترم کے ہمراہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں (سرحد) حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور کچھ عرصہ بعد اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ پیر خانہ کی بڑھ چڑھ کر خدمت کرتے۔ نو سال اپنے شیخ کی خدمت بابرکت میں رہے۔ آپ صاحب کشف وکرامت اور علم وفضل والے بزرگ تھے۔ مسواک اور نماز باجماعت کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ آپ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے جو اضلاع میانوالی، اٹک، سرگودھا، ڈیرہ اسمٰعیل خان، بنوں، کوہاٹ، مظفر گڑھ، لیہ اور افغانستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کے خلفاء میں حضرت پیر عبداللہ المعروف پیر بارو رحمۃ اللہ علیہ شہرت عامہ کے حامل ہوئے۔

آپ کی رحلت ۱۳؍جمادی الاوّل ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۰؍ستمبر ۱۹۶۵ء بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ آپ کا عرس حسن آباد متصل کروڑ لعل عیسن میں بڑے تزک واحتشام سے ہوتا ہے۔

خانقاہ شاہِ ولایت، گجرات

پیر سید ولایت شاہ بن سید احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء میں رانیوال سیداں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الجامعہ بہاولپور اور دار العلوم نعمانیہ لاہور سے تکمیل علوم کی ۱۹۱۵ء میں سنوسی ہند امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ کے دستِ حق پر بیعت

کی۔ گجرات میں ''انجمن خدام الصوفیہ'' قائم کی۔ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۹۳۹ء میں خلعتِ خلافت سے نوازے گئے۔ مرشد کریم کے ارشاد پر تحریک خلافت، تحریک شہید گنج اور تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ گجرات میں ایک عالی شان مسجد ''مسجد شاہِ ولایت'' تعمیر کرائی۔ بہت بڑے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ احقر کو ان کی زیارت کا شرف حاصل ہے، اکتوبر ۱۹۶۲ء میں جمعیت اہلسنت سرگودھا کے سالانہ اجلاس کے موقع پر آپ نے تمام زندگی دینِ اسلام کی خدمت میں گزار دی۔ ہزاروں لوگوں نے بیعت کر کے عاقبت سنواری۔ آپ کی وفات ۳۱/جولائی ۱۳۹۰ء مطابق ۲۶ ربیع الثانی ۱۹۷۰ء بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ بڑے صاحبزادے سید محمود شاہ (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۸۷ء) سجادہ نشین ہوئے۔ موصوف نے تحریک پاکستان میں زبردست کردار ادا کیا۔ تحریکِ ختم نبوت اور تحریک پاکستان میں پابند سلاسل بھی ہوئے۔ جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی نائب صدر بھی رہے۔ زبردست مُقرّر اور جرأت مند انسان تھے۔ آپ کی رحلت کے بعد آپ کے صاحبزادے سید سعید احمد شاہ (ولادت ۱۹۶۳ء) مسندِ سجادگی پر بیٹھے۔

خانقاہِ طالبیہ' کنجاہ شریف، گجرات

خلیفۂ امیر ملت محدث علی پوری قدس سرہٗ مولانا ڈاکٹر محمد الہ دتہ طالب بن مولانا شیخ پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ ۱۲/فروری ۱۸۸۶ء۔ ۱۹۸۶ء کو مردم خیز خطہ کنجاہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی کنجاہ ہے جہاں فارسی زبان کے شہرۂ آفاق شاعر ملا غنیمت کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ آسودۂ خاک ہیں۔ آپ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ڈاکٹری کی تعلیم مکمل کر کے فوج میں سب اسسٹنٹ سرجن بھرتی ہو گئے۔ ۱۹۰۹ء میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ ۱۹۱۸ء میں خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ ۱۹۲۰ء میں فوج سے مستعفی ہو کر واپس وطن آ کر پریکٹس شروع کر دی۔ پیرومرشد کے حکم پر شدھی تحریک، تحریکِ خلافت، تحریک شہید گنج، اور تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ کشمیر ایجی ٹیشن میں چھ ماہ تک قید و بند رہے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ کی بہت خدمت کی۔ اضلاع مشرقی پاکستان (بھارت) رہتک، کرنال اور حصار میں ہزاروں لوگوں کو سلسلہ میں داخل کیا۔ کنجاہ میں خانقاہی نظام اس طریقے سے چلایا کہ علاقہ میں بہار آ گئی۔ آپ کی وفات ۱۱/شعبان ۱۳۷۷ھ مطابق ۳/مارچ ۱۹۸۵ء بروز پیر ہوئی۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کے بھانجے، داماد اور خلیفہ کیپٹن محمد امین عاصی (۱۹۹۰ھ ۔ ۱۹۱۹ء) سجادہ نشین ہوئے۔ جنھوں

نے اپنے شیخ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سلسلہ عالیہ کو خوب ترقی دی۔ اپنے شیخ کا مزار پر انوار تعمیر کرایا۔ مسجد النور بنوائی اور مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اپنے شیخ کی سوانح عمری ''سیرت طالب کنجاہی'' لکھی۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد ضیاء اللہ روح الامین سجادہ نشین ہوئے۔

خانقاہِ للّٰہ شریف، جہلم

للّٰہ شریف تحصیل پنڈ دادنخاں ضلع جہلم کی نقشبندی خانقاہ کے بانی حضرت خواجہ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی قاضی حسن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ چکوال اور پشاور سے تکمیل علوم کی۔ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وخلافت تھی۔ درس وتدریس اور توسیع سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں زندگی گزار دی۔ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔ آپ کی مذہبی اور روحانی شخصیت کے طفیل للّٰہ شریف چاردانگ عالم میں مشہور ہوا۔ بڑے بڑے علماء اور پیرزادوں نے آپ سے سعادت بیعت حاصل کی۔ زندگی نہایت سادہ اور سنت کے مطابق بسر کی۔ بدمذہبوں کی نہایت شدومد سے مذمت فرماتے تھے۔ آپ کی رحلت ۲۰/ربیع الاوّل ۱۳۰۶ھ مطابق ۲۵/نومبر ۱۸۸۸ء بروز اتوار ہوئی۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حافظ دوست محمد علیہ الرحمۃ (۱۸۵۰ء-۱۹۰۰ء) سجادہ نشین ہوئے جو والد گرامی کا مظہر اتم تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد کے مشن کو خوب پھیلایا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے خواجہ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۸۴ء-۱۹۱۲ء) مسند نشین ہوئے جنھوں نے اپنے باپ دادا کا نام روشن کیا۔ انگریز حکومت سے سخت نفرت تھی۔ خانقاہ کو ترقی دی۔ ان کی رحلت پر ان کے صاحبزادے خواجہ حافظ محمد مقبول الرسول (۱۹۰۶ء-۱۹۴۹ء) صاحب سجادہ ہوئے۔ موصوف بڑی متحرک شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے خانقاہ کی تعمیرات کو وسعت دی۔ تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ مسلم لیگ کی کھل کر حمایت کی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے عالم، فاضل اور حافظ صاحبزادے خواجہ محمد مطلوب الرسول (ولادت ۱۹۲۹ء) سجادہ نشین ہوئے۔ موصوف نے اپنی تعلیم خانقاہ شریف کے علاوہ بھیرہ شریف سے مکمل کی۔ آپ شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ مصنّف بھی ہیں۔ حدیث شریف پر ''فصل الخطاب'' جیسی اہم کتاب لکھ چکے ہیں۔ خانقاہ میں علمی رنگ ہے۔

خانقاہِ کوٹ عبدالخالق، ہوشیار پور (بھارت)

سلسلۂ نقشبندیہ کی عظیم خانقاہ جہان خیلاں کوٹ عبدالخالق ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب، بھارت) کے شیخ اوّل خواجہ قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ بن خواجہ دیدار بخش رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۷ رشوال المکرّم ۱۲۳۷ھ مطابق ۷ رجولائی ۱۸۲۱ء بروز پیر ہوئی۔ حضرت خواجہ محمد جالندھری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت تھی۔ جہان خیل کی مسجد میں قیام فرماتے اور ذکر و اذکار کرتے رہتے تھے۔ مقامی لوگوں کی مخالفتوں، سازشوں اور بے ہودگیوں سے تنگ آ کر کوٹ عبدالخالق اپنی جدّی اراضی پر تشریف لے آئے۔ اِدھر اُدھر سے لوگ دھڑا دھڑ آ کر بیعت ہونے لگے۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ آپ کے میخانے کی دھوم پورے متحدہ پنجاب میں پھیل گئی۔ آپ نے یتیم بچوں کی پرورش کے لیے ادارہ بنایا اور نکاح بیوگان کا اہتمام فرمایا۔ ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء میں آپ کی رحلت ہوئی۔ آپ کے خلفاء میں سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور ہوئے۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے خواجہ عبدالخالق المعروف شمس الکونین سجادہ نشین ہوئے۔ خواجہ عبدالخالق کی ولادت ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۴ء میں ہوئی۔ علوم متداولہ کے حصول کے بعد مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث شریف پڑھی۔ آپ نے کوٹ عبدالخالق میں ایک یتیم خانہ قائم کیا جو ہائی اسکول کے درجہ تک پہنچا اور انٹرنس تک پہنچ کر پنجاب یونیورسٹی سے ملحق ہوا۔ آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی خوب ترویج کی۔ ۱۳۵۰ء مطابق ۱۹۳۱ء میں آپ کی رحلت ہوئی۔ آپ کے صاحبزادے عزیز الرحمٰن خان سجادہ نشین ہوئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد وہ سرگودھا آ گئے جہاں خالقیہ ہائی اسکول قائم کیا۔ صاحبزادہ عزیز الرحمٰن کی رحلت سرگودھا میں ہوئی۔ ان کے دو صاحبزادے تھے۔ بڑے پروفیسر صاحبزادہ محمد احمد خاں سجادہ نشین ہوئے۔ چھوٹے کا نام منور احمد خاں تھا۔

☆......☆......☆

حواشی:

۱...... ارمغان مجاہد ملت، محمد صادق قصوری، برج کلاں، قصور ۲۰۰۳ء

۲...... الفیض، سید حسین علی شاہ، فیصل آباد

۳...... انوار الکریم، پروفیسر انیس احمد شیخ، لاہور ۱۹۷۹ء

۴...... انوارِ حمید، پیرزادہ محمد انور شاہ، قصور ۱۹۸۶ء

۵...... تذکرہ پیران زکوڑی شریف، بشیر احمد نقشبندی، زکوڑی شریف ڈیرہ اسمٰعیل خاں ۱۹۸۲ء

۶...... تذکرۃ المشائخ، مولانا حامد علی خاں، ملتان، ۱۹۶۸ء

۷...... تاریخ مشائخ نقشبندیہ، پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول للّٰہی، لاہور ۲۰۰۲ء

۸...... تاریخ مشائخ نقشبند، محمد صادق قصوری، لاہور ۲۰۰۳ء

۹...... تذکرہ اولیاء علی پور سیداں، محمد صادق قصوری، برج کلاں، قصور

۱۰...... تذکرہ نقشبندیہ خیریہ، محمد صادق قصوری، لاہور، ۱۹۸۸ء

۱۱...... تذکرہ اولیاء نقشبند، محمد امین شرقپوری، لاہور ۱۹۸۸ء

۱۲...... تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، مولانا نور بخش توکلی، تکملہ از محمد صادق قصوری، لاہور ۱۹۷۶ء

۱۳...... تذکرہ علمائے پنجاب، پروفیسر اختر راہی، لاہور ۱۹۸۱ء

۱۴...... تذکرہ اعلیحضرت للّٰہی، امام الدین کھوکھوی، لاہور ۱۹۸۶ء

۱۵...... تقویم تاریخی، عبدالقدوس ہاشمی، کراچی ۱۹۶۵ء

۱۶...... تحریک پاکستان اور علماء کرام، محمد صادق قصوری، لاہور ۱۹۹۹ء

۱۷...... تحریک پاکستان اور مشائخ عظام، محمد صادق قصوری، لاہور ۲۰۰۰ء

۱۸...... تذکرہ شعرائے کنجاہ، محمد صدیق مجاہد، کنجاہ، گجرات ۱۹۹۶ء

۱۹...... حضور جی، حافظ افروغ حسن، لاہور ۱۹۹۱ء

۲۰...... حضرت مولانا محمد یعقوب بگھاری، صاحبزادہ ساجد الرحمٰن، راولپنڈی ۲۰۰۲ء

۲۱...... خزینۂ کرم، نور احمد مقبول، لاہور ۱۹۷۸ء

۲۲...... روشن دل، حکیم محمد مطیع الرحمٰن قریشی، لاہور ۱۹۹۵ء

۲۳...... معارف رزاقیہ، حاجی محمد رفیق احمد رزاقی، دیپالپور ۱۹۹۵ء

۲۴...... مولانا عبدالستار خان نیازی حیات، خدمات، تعلیمات، محمد صادق قصوری، لاہور ۲۰۰۲ء

۲۵...... مکاتیب مجاہد ملت، محمد صادق قصوری، لاہور ۱۹۹۵ء

۲۶...... وفیاتِ مشاہیر پاکستان، پروفیسر محمد اسلم، اسلام آباد ۱۹۹۰ء

۲۷...... سیرت طالب کنجاہی، خواجہ محمد امین عاصی، کنجاہ، گجرات ۱۹۹۱ء

۲۸...... خفتگانِ خاک گجرات، ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ، گجرات ۱۹۹۶ء

۲۹...... لمعات کمالاتِ قادریہ، ناطق کلانوری، لالہ موسیٰ، گجرات ۱۹۸۷ء

۳۰...... سیرتِ امیر ملت، سید اختر حسین علی پوری، علی پور سیداں، سیالکوٹ ۱۹۷۵ء

۳۱...... مجمع الابحار، صاحبزادہ محمد عبد الرسول، قصور

۳۲...... گلزار طریقت، ڈاکٹر خلیل احمد خلیل، لاہور ۲۰۰۲ء

۳۳...... معدنِ کرم، عبد العلیم قریشی، لاہور ۲۰۰۱ء

۳۴...... ماہنامہ ''سلسبیل'' لاہور ''تذکرۃ الاولیاء جدید نمبر''، حاجی فضل احمد، لاہور جنوری فروری ۱۹۷۳ء

۳۵...... مجلہ ''مہک'' گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ، پروفیسر محمد اکرم رضا، گوجرانوالہ ۱۹۸۴ء

۳۶...... ماہنامہ ''نورِ اسلام'' ''اولیاء نقشبند نمبر''، جلد دوم، میاں جمیل احمد، شرقپور شریف، مارچ، اپریل ۱۹۷۹ء

☆......☆......☆

إن الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بأنفسهم القرآن الحكيم خط ثلث جلي

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا محمد حسین پسروری نقشبندی مجددی

محمد یونس

☆☆

مولانا محمد حسین پسروری ۱۸٦۱ء میں سیالکوٹ کے نواحی گاؤں ''گڈ گور'' میں پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان میں حکیم فتح الدین (وہ مغل بادشاہ شاجہاں کے وزیر اور درباری موضوع بانگے علی پور سیداں پسرور میں نولکھی جاگیر کے مالک تھے) حضرت خواجہ امین شاہ (معروف ولی اللہ) حکیم عمر بخش حکمت پناہ (شاہی حکیم) دل محمد دلشاد پسروری (فارسی شاعر) بڑے بھائی حضرت مولانا نور احمد امرتسری (معتبر عالمِ دین اور کئی مشہور اسلامی کتب کے مصنف و مترجم) جیسے عالم فاضل افراد موجود تھے۔ مولانا محمد حسین پسروری علیہ الرحمۃ نے اپنا بچپن کوچہ حکیماں محلّہ سیداں پسرور میں بسر کیا اور یہیں سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر پنجاب اورنٹیئل کالج لاہور سے منشی عربی فاضل کیا اور گورنمنٹ ہائی اسکول پسرور میں مدرس اعلیٰ عربی زبان مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۵ء میں ''انجمن تبلیغ الاسلام پسرور'' قائم کی جس کے صدر مقرر ہوئے۔ اس انجمن نے ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور مرزائیوں میں زبردست تبلیغی کام کیا۔ معروف روحانی بزرگ حافظ فتح الدین کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ نقشبندیہ میں شمولیت کے بعد پسرور سے رنگپورہ سیالکوٹ منتقل ہوئے اور جامع مسجد محلّہ اعواناں میں دینی خدمات کا آغاز کیا۔ ''تاریخ سیالکوٹ'' کے مطابق یہ مسجد تقریباً اڑھائی سو سال سے روحانی سرگرمیوں کا مرکز رہی ہے۔ یہیں پر آپ علیہ الرحمۃ کے مرشد حافظ فتح الدین نے تقریباً ایک صدی تک جذب وکیف میں ڈوب کر سلوک و معرفت کے دریا بہا دیے۔ اسی جامع مسجد اور ملحقہ دربار شریف پر ممتاز عالم دین اور عارف کامل حضرت ہادی نامدار علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں پر حضرت پیر چنن شاہ علیہ الرحمۃ آلومہار شریف نے بیعت کی۔ یہیں پر حضرت نور محمد چوراہی علیہ الرحمۃ اور حضرت بابا فقیر محمد چوراہی علیہ الرحمۃ نے علم وعرفان کے چراغ روشن کیے۔ حضرت مولانا محمد حسین پسروری علیہ الرحمۃ نے بھی اسی مقام پر مرشد علیہ الرحمۃ کی ظاہری حیات کے چند سال ان کے ساتھ گزارے اور

دین کی اشاعت کا بے پناہ کام کیا

۱۸۹۶ء سے ۱۹۵۱ء تک سبھی فرقوں کے مسلمانوں میں حسنِ سلوک، رواداری اور صلح جوئی کے جذبات پیدا کرنے والے عظیم روحانی پیشوا مولانا محمد حسین پسروری علیہ الرحمۃ نے ضلع سیالکوٹ میں اشاعت اسلام میں اہم کردار ادا کرنے کے علاوہ تحریکِ پاکستان کے حوالے سے مسلم لیگ اور قائداعظم علیہ الرحمۃ کا پیغام عام کرنے کی عملی کوششیں کیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پسرور اور سیالکوٹ میں کانگریس کے حاشیہ برداروں اور یونینسٹوں کا زور تھا اور علاقے کے کم پڑھے لکھے افراد قائداعظم کی شخصیت کے حوالے سے مثبت یا منفی رائے رکھنے کے بارے میں تذبذب کا شکار تھے۔ مولانا نے امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علیہ الرحمۃ کے ساتھ مل کر ہر طرح مسلم لیگ کے ہاتھ مضبوط کیے اور لوگوں کو سمجھایا کہ صرف محمد علی جناح علیہ الرحمۃ ہی ایسے سچے مسلمان ہیں جو مسلمانانِ برصغیر کو الگ خطۂ زمین دلوا سکتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کے لیے جدوجہد کے دوران آپ علیہ الرحمۃ کو علاقہ میں کانگریس کے اثر ورسوخ کی وجہ سے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ نواں پنڈ تحصیل پسرور میں یونینسٹ زمینداروں کے مقابلے میں آپ نے خیمے لگا کر مسلم لیگ کی جیت کی راہ ہموار کرنے کے لیے بے تحاشا کام کیا۔ اپریل ۱۹۴۴ء میں قائداعظم علیہ الرحمۃ سیالکوٹ تشریف لائے تو مسلم لیگ کے کارکنوں نے آپ کو بھی تقریر کی دعوت دی، مگر آپ نے فرمایا ''آج محمد علی جناح کا دن ہے، میں صرف ان کے ارشادات سنوں گا۔'' یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ضلع سیالکوٹ فقر وتصوف میں ایک خاص مقام رکھتا ہے اور یہاں کے بزرگانِ دین واولیائے کرام نے برصغیر میں اسلام کی روشنی گھر گھر پہنچانے میں قابلِ تحسین خدمات انجام دیں۔ مولانا محمد حسین پسروری علیہ الرحمۃ بھی ضلع سیالکوٹ کی تحصیل پسرور کے علم وفضل سے مالا مال خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

مولانا محمد حسین پسروری علیہ الرحمۃ ہزاروں افراد میں دینی خدمات اور روحانی فیض کا عظیم کارنامہ انجام دے کر ۱۰ر شوال ۱۳۷۰ھ بمطابق ۱۵ر جولائی ۱۹۵۱ء میں دارِ فنا سے دارِ بقا کی جانب رخصت ہو گئے۔ آپ علیہ الرحمۃ کا جنازہ نہایت تزک واحتشام سے جناح پارک سیالکوٹ لایا گیا۔ یہ ضلع سیالکوٹ کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا جس میں ۴۰ ہزار افراد نے شرکت کی۔ جنازہ آپ علیہ الرحمۃ کی وصیت کے مطابق حضرت مولانا امام الدین رائے پوری علیہ الرحمۃ نے پڑھایا اور آپ علیہ الرحمۃ اپنے پیر ومرشد شیخ حافظ فتح الدین کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (ماخوذ، روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۵ر دسمبر ۲۰۰۳ء)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ' ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کشمیر کے چند مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

کشمیر نہایت خوبصورت و سرسبز وادیوں، چشموں اور دریاؤں کی سرزمین ہے...... اس کی خوبصورتی کے سبب اسے وادیِ جنت نظیر بھی کہا جاتا ہے...... یہاں قدم قدم پر قدرت کے حسین مناظر کے ساتھ ساتھ اولیائے کرام کے مزارات اور مشائخ عظام کی خانقاہیں بھی آباد ہیں...... کہتے ہیں کہ کشمیر میں اسلام برصغیر کے دوسرے علاقوں کی بہ نسبت تقریباً سو سال بعد داخل ہوا...... اس ضمن میں سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ حضرت بلال شاہ سہروردی علیہ الرحمۃ کا اسم گرامی معروف ہے۔ چنانچہ ''اسرار الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ:

> اس خطہ جنت نظیر میں اسلام کے پہلے کامیاب مبلغ حضرت بلال شاہ یا بلبل شاہ تھے۔ حضرت بلبل شاہ کا اصل نام شرف الدین تھا اور اسلام کشمیر میں ان کی بدولت پھیلا ، وہ شاہ نعمت اللہ فارسی کے مرید اور سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ تھے۔ ۱۳۲۴ء میں رنجن شاہ حاکم کشمیر کے عہد میں وہ کشمیر آئے اور راجا اور اس کے بہت سے امرا کو مسلمان کیا[1]۔

حضرت بلبل شاہ یا بلال شاہ کا نام سید شرف الدین عبدالرحمٰن تھا، آپ صاحبِ کرامت ولی ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست مبلغِ اسلام اور بلند پایہ عالمِ دین بھی تھے[2]۔ ۲۷ے ھ/ ۱۳۲۶ء کو کشمیر ہی میں وصال فرمایا[3]......

ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور کے تحت شائع ہونے والی شیخ محمد اکرام کی تصنیف ''آبِ کوثر'' میں اس سے بھی پہلے سوات کے ایک بزرگ کے ذریعہ کشمیر میں آمد اسلام کا ذکر ملتا ہے جس کی ''اسرار الاولیاء'' کے مصنف نے تائید کرتے ہوئے اسے اپنی کتاب میں ''کشمیر میں اشاعتِ اسلام'' کے عنوان سے نمایاں طور

پر شامل کیا ہے...... چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> سوات کے ایک بزرگ شاہ مرزا ۷۱۵ھ/ ۱۳۱۵ء میں کشمیر کے راجا سنگھ دیو کے ملازم ہوئے اور اپنی خداداد قابلیت سے بڑا اقتدار حاصل کر لیا، جب ملک کا نظام درہم برہم ہونے لگا تو ۱۳۴۳ء میں شاہ مرزا صاحب شمس الدین شاہ کے نام سے تخت نشین ہوئے اور اپنا سکہ اور خطبہ جاری کیا[۴]......

معلوم ہوا کہ برصغیر پاک و ہند اور جنوبی ایشیاء کی طرح کشمیر میں بھی اسلام کی اشاعت صوفیائے کرام اور مشائخ عظام ہی کے ہاتھوں عمل میں آئی...... اس مساعی میں تمام سلاسل کے مشائخ اور ان کے خلفاء و مریدین کی کاوشیں شامل رہیں، اگر اس موضوع کو لیا جائے تو ایک طویل مقالہ تیار ہو جائے جس پر کسی بھی یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کیا جا سکتا ہے[۵]...... یہاں ہمارا یہ موضوع نہیں، لہٰذا صرف کشمیر کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے جبکہ بعض کے صرف اسماء گرامی ہی شامل مقالہ کیے جا رہے ہیں...... مولائے کریم ہماری اس حقیری کوشش کو قبول فرمائے اور اپنے ان برگزیدہ بندوں کے فیوض و برکات سے مستفیض فرمائے...... آمین

۱...... بقاء محمد نقشبندی، حاجی

۲...... پیر ثانی نقشبند، خواجہ

۳...... علاء الدین صدیقی نقشبندی، پیر

۴...... غلام محی الدین غزنوی، پیر

۵...... غلام حسین نقشبندی، پیر

۶...... محمد سلطان عالم نقشبندی، خواجہ

۷...... محمد صادق نقشبندی، خواجہ

۸...... نظام الدین قاسمی، پیر

دیگر مشائخ نقشبندیہ:

۱...... سائیں محمد حسن زلفاں والے

۲...... پیر عبدالغفار نقشبندی

۳...... پیر عبدالارشاد ابن پیر ثانی

۴...... میاں عبدالوہاب ابن پیر ثانی

۵...... صاحبزادہ خلیل الرحمٰن ابن پیر ثانی

٦...... صاحبزادہ امام ربانی فاروقی، نیریاں شریف

۷...... صاحبزادہ فضل ربانی زاہدی

۸...... صاحبزادہ شیر ربانی اسدی

۹...... میاں غلام ربانی

۱۰...... صاحبزادہ شمس العارفین

۱۱...... فیض محمد نقشبندی، (تتاپانی)

۱۲...... خلیفہ غلام حسین، (بنڈلی شریف)

۱۳...... سید محبوب شاہ (باغ)

۱۴...... خلیفہ سخی محمد نقشبندی مجددی (پونچھ)

۱۵...... خلیفہ گلزار حسین (کوٹلی)

(۱)

مولانا حاجی بقاء محمد نقشبندی

☆☆

مولانا حاجی بقا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ قریشی ہاشمی موضع نکہ (کڑتی) تحصیل کوٹلی آزاد کشمیر کے رہنے والے تھے۔ آپ عالمِ دین اور صوفی باصفا تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم پر دسترس رکھتے تھے وادیٔ سلوک میں قدم رکھنے سے پہلے آپ ریاست کی انجمنِ اسلامیہ میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ فرائض منصبی کی ادائیگی کے لیے اکثر دورہ پر رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ آپ کسی کامل سے تربیت حاصل کر کے طالبانِ حق کی راہنمائی کریں تو اس نے پردۂ غیب سے سامان مہیا کر دیا۔ آپ دورہ پر علاقہ ڈڈیال (میرپور) میں تھے اور

حضرت خواجہ محمد سلطان عالم رحمۃ اللہ علیہ بھی ان دنوں انب (ڈڈیال) کی مسجد میں قیام پذیر تھے۔ اس سے پہلے دونوں میں کوئی تعارف یا رابطہ نہ تھا۔ اس دوران دو ایسے واقعات رونما ہوئے کہ بقول حاجی صاحب ان کی کائنات بدل گئی۔ ایک واقعہ تحریک کا سبب بنا جبکہ دوسرا خود سپردگی کا باعث نکلا۔ کنڈور مسجد میں سائیں محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ زلفاں والے کی نماز سے تحریک ہوئی اور انب کی مسجد نے موقع فراہم کر دیا۔ ہوا یوں کہ سائیں محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ زلفاں والے نے آپ کی موجودگی میں کنڈور مسجد میں نماز ادا کی۔ اس نماز نے آپ کو بہت متاثر کیا۔ بعد میں آپ اسے ''لاڈلی نماز'' کہا کرتے تھے۔ سائیں صاحب سے دریافت کرنے پر حاجی صاحب کو معلوم ہوا کہ ان کی نسبت سلطان عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ دوسری صبح معمول کے مطابق حاجی صاحب سفر پر نکلے۔ سردی شدید تھی۔ آپ سردی سے نڈھال ہو رہے تھے۔ اس سے بچاؤ کی خاطر انب مسجد میں داخل ہوئے۔ آپ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ قدسیوں کی ایک جماعت چہرے ڈھانپے مراقب بیٹھی ہے۔ اشراق تک آپ کا یہی معمول تھا۔ مولانا بقا محمد اس منظر سے بہت متاثر ہوئے۔ جب سورج طلوع ہوا اور اس کی کرنوں نے مسجد میں جھانک کر دیکھا تو حضرت سلطان عالم نے چہرہ مبارک سے نقاب الٹا۔ ان کی نگاہ نور کا پہلا ہدف آپ تھے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ وہ پہلی نگاہ کام کر گئی۔ بس کیا تھا آپ ان کے حلقہ ارادت سے منسلک ہو گئے۔ ظاہری علم تو تھا ہی، باطنی کمالات حاصل کر کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ حق کے متلاشیوں کی راہنمائی سپرد ہوئی اور یہ سلسلہ تا دمِ واپسیں جاری رہا۔

حاجی صاحب کی وفات ۱۵ راگست ۱۹۷۶ء کو ہوئی۔ آپ کا مزار یونیورسٹی کیمپس کوٹلی کے پہلو میں دربار عالیہ اگہار کی شاندار مسجد کی زیریں منزل میں ہے۔

آپ کو حضرت سلطان عالم رحمۃ اللہ علیہ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ آپ نے ''تحفہ سلطانیہ'' کے نام سے ایک رسالہ مرتب کیا۔ ''تحفہ سلطانیہ'' دراصل اسلامی تصوف اور حضرت سلطان عالم رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پاک کی تصویر کشی ہے۔ آپ نے اس رسالہ میں قرآن وسنت اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ حضرت سلطان عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سلف صالحین کا بہترین نمونہ تھی۔ آپ نے مابعد کی تبدیلیوں کو کبھی قبول نہیں کیا۔ وہی سلف صالحین کی سادگی، استغناء اور توکل آپ کا شعار تھا۔ جدت پسندی اور شہرت سے نفرت آپ کی زندگی کا خاصہ رہا۔ سلوک میں آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ہیں۔ جس طرح حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی زندگی شریعت اور طریقت کا ایک حسین امتزاج بدرجہ اتم پیش کرتی تھی،

آپ کی زندگی میں بھی یہ امتزاج پوری طرح نمایاں ہے۔ دین کے سلسلہ میں آپ متقدمین صالحین کی تحریروں پر انحصار کرتے جنھوں نے اپنے ایمان کو بچانے کے لیے سعی کی[٦]۔

(۲)

پیر ثانی نقشبندی

☆☆

حضرت پیر ثانی محمد دراب خان غزنوی نقشبندی کی ولادت ۱۹۱۲ء میں مشہورِ عالم خطہ غزنی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی ملک محمد اکبر خاں علیہ الرحمۃ کی آغوشِ عاطفت میں پائی اور ابتدائی دینی کتابیں حضرت مولانا گل محمد علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔ بڑے ہوئے تو اپنے خاندانی پیشہ تجارت و زراعت میں مصروف ہو گئے۔

ہندوستان آمد اور بیعت:

آپ کے بڑے بھائی پیر غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تجارت کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ حضرت باباجی موہڑوی قدس سرہٗ کی ان پر نگاہِ کرم پڑ گئی تو ان ہی کے ہو کر رہ گئے۔ چھ سات سال کا عرصہ بیت گیا لیکن آپ کی طرف سے گھر میں کوئی نامہ و پیام نہ پہنچا تو والدین کو تشویش لاحق ہوئی، اور پھر حضرت محمد دراب خان غزنوی نقشبندی پیر ثانی صاحب کو آپ کی تلاش و جستجو کے لیے پنجاب بھیجا۔ آپ خود فرماتے ہیں:

> ”میں یہاں صرف (حضرت) لالہ جی کو تلاش کرنے کے لیے آیا تھا۔“

افغانستان سے پنجاب آئے اور پھر راولپنڈی سے موہڑہ شریف پہنچے، اپنے لالہ جی سے ملاقات ہوئی، دونوں بھائی گلے ملے، پھر حضرت باباجی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرفِ زیارت پایا، آپ نے چند دن آستانہ عالیہ پر ٹھہرنے کا فرمایا۔ شب و روز آپ کی مجلس میں حاضر رہتے۔ جمالِ ہمنشیں نے اپنا اثر دکھایا تو خود ہی بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت باباجی صاحب نے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کے ذریعہ شامل فرمالیا۔ مزید چند روز حضورِ شیخ میں رہے تو قلب و نظر کی دُنیا ہی بدل گئی۔ پھر تو پیر و مرشد کی لمحہ بھر کے لیے جُدائی گوارا نہ ہوتی۔ آئے تھے بھائی صاحب کو لے جانے کے لیے،

اور خود ہی وہیں کے ہو گئے۔

اولاد و ذُرّیت:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات صاحبزادے عطا کیے اور سبھی بحمدہٖ تعالیٰ متشرع، پاکیزہ سیرت و شخصیت کے حامل اور علومِ ظاہری و باطنی کے انوار سے منوّر ہیں اور دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں اپنے والد گرامی وقار کے مقدس مشن کے علمبردار ہیں۔

خرقہء خلافت:

حضرت باباجی موہڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو بتدریج منازلِ سلوک طے کروانے کے بعد خرقہ خلافت مرحمت فرمایا اور نیریاں شریف روانہ کیا، اور ریاستِ کشمیر کے عوام کی رشد و ہدایت اور تبلیغ دین میں مصروف کر دیا، چنانچہ حضرت پیر ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تبلیغ دین اور عوام کی روحانی اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ کشمیر بھر میں بالخصوص میرپور کے علاقہ میں آپ کے حلقہ ارادت کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ آپ کی تعلیم و گفتگو سادہ، عام فہم اور علم و عرفان کے اسرار و رموز سے پُر ہوتی تھی۔

سیرت و شخصیت:

حضرت پیر ثانی کی شخصیت، صورت و سیرت کے لحاظ سے بزرگانِ طریقت کی سیرت کا مکمل نمونہ، اور شریعت و طریقت کے امتزاج کا حسین پیکر تھی۔ حسنِ ظاہری و باطنی کی نعمت و دولت سے مالا مال تھے۔ درمیانہ قد، سُرخ و سفید چہرہ، اُجلا اور سفید لباس، سبز رومال زیبِ سر، سیاہ جُبّہ زیبِ تن، بھاری اور سفید داڑھی، حُسنِ کردار و حُسنِ گفتار کا مرقع، پُر وقار شخصیت کے مالک تھے۔

وصالِ پُر ملال:

یہ تابندہ ستارہ پچاس برس سے زائد عرصہ اپنے رُوحانی فیوض و برکات کے انوار سے ایک جہان کو منور اور تابناک کرنے کے بعد ۴ جمادی الآخرہ ۱۴۰۹ھ بروز جمعرات بوقتِ سحر مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۸۹ء کو اس جہان فانی سے دارِ باقی میں انتقال فرما گیا[ے]۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

(۳)

پیر علاء الدین صدیقی

☆☆

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے بھائی کے ساتھ حاصل کی، پھر مشکوٰۃ وجلالین، کتب متداولہ جامعہ حقائق العلوم حضرو میں پڑھتے رہے۔ آخری کتب جامعہ رضویہ فیصل آباد میں محدثِ اعظم شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہٗ کی سرپرستی میں رہ کر پڑھیں اور تفسیر قرآن شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور صاحب ہزاروی قدس سرہٗ سے پڑھی۔ فراغت کے بعد والد ماجد پیر غلام محی الدین غزنوی علیہ الرحمۃ نے آپ کو خلافت عطا کی اور دین متین کی خدمت وتبلیغ کے لیے وقف کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوناگوں خُوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپ بیک وقت ایک اجل عالم وفاضل، شیخِ طریقت، خوش بیان واعظ اور بلند پایہ مناظرِ اسلام ہیں۔ اور عرصہ بیس سال سے دین اسلام کی تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے کشمیر، پاکستان اور افغانستان کے متعدد تبلیغی دَورے فرمائے اور آستانہ عالیہ نیریاں شریف کے روحانی فیوض وبرکات، اور پیغامِ حق کو ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچایا، اس طرح آپ کے ذریعہ تبلیغ اسلام کے روحانی مشن اور آستانہ عالیہ کے وقار وعزّت میں گرانقدر اضافہ ہُوا۔ تبلیغِ دین کے سلسلہ میں تقریباً چھ سات برس تک انگلینڈ میں بھی مقیم رہے، اور یورپ کی تاریک دنیا میں اسلام کی شمع کو فروزاں رکھا۔ برمنگھم میں نقشبندیہ ٹرسٹ قائم کیا جس کے تحت وہاں مختلف مقامات اور مسلم آبادیوں میں مساجد کی تعمیر ودینی تبلیغ کے مراکز کا قیام عمل میں لایا گیا جن میں تعلیم وتدریس قرآن، اور ضروری مسائل دینیہ کی تعلیم کا اہتمام کیا گیا۔

یورپ میں مقیم مسلمانوں کو دین اسلام کے ضروری مسائل توحید ورسالت، ارکانِ اسلام، نیز اسلام پر عیسائیوں اور غیر مسلموں کے خودساختہ اعتراضات اور شبہات کے جوابات سے روشناس کرنے کے لیے نقشبندیہ ٹرسٹ کے تحت ایک ماہنامہ رسالہ ''العرفان'' بھی اپنی ادارت میں جاری کیا۔ اس دوران دین اسلام کے ضروری مسائل پر مشتمل انگریزی، اردو زبان میں کثیر تعداد میں پمفلٹ اور کتابیں مفت تقسیم کیں۔ نقشبندیہ ٹرسٹ کے تحت ہی برمنگھم شہر میں ایک بلڈنگ خریدی جس میں ہفتہ وار دینی وتبلیغی پروگرام، حلقہ ہائے ذکر واجتماعات منعقد ہوتے۔ آپ کی ان تبلیغی وروحانی کوششوں سے صدہا غافل اور

بے عمل مسلمان، اور بالخصوص مغربیت زدہ نوجوان راہِ راست پر گامزن ہوکر سچے مسلمان بنے اور پھر آگے انہوں نے تبلیغِ اسلام کے اس سلسلہ کو فروغ بخشا۔ لیکن ۱۹۷۴ء میں والد کی علالت کے باعث آپ کو پاکستان آنا پڑا اور ان کے وصال کے بعد جب متفقہ طور پر آپ کو تمام صاحبزادگان و متوسلین و معتقدین آستانہ عالیہ نیریاں شریف نے جانشین و سجادہ نشین قرار دیا تو آپ کو انگلینڈ میں اپنی تمام تبلیغی سرگرمیوں کو چھوڑ کر پاکستان میں مقیم رہنا پڑا، کیونکہ آستانہ عالیہ کے روحانی مشن کو بہ تمام و کمال جاری رکھنے کے لیے آپ کا یہاں رہنا ضروری تھا، اس لیے اب یورپ میں آپ کی عدم موجودگی اور خلا کو شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے۔ آپ ظاہری و باطنی جمال و کمال کے مرقع ہیں۔ آپ کی پُرکشش شخصیت اور اثر انگیز گفتگو ہر ملنے والے کے دل میں جلد ہی اپنا گھر بنا لیتی ہے۔ آپ کو قدوۃ الزاہدین پیر محمد زاہد خاں صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ موہڑہ شریف سے شرفِ دامادی بھی حاصل ہے۔ ذی اولاد ہیں اور سات بار حجِ کعبہ و زیارتِ مدینہ منورہ کی سعادت پا چکے ہیں[۸]۔ کئی برس ہوئے نیریاں شریف میں محی الدین اسلامی یونیورسٹی بھی قائم کی ہے۔

(۴)

خواجہ پیر غلام محی الدین غزنوی

☆☆

آپ کی ولادت ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔ والد ماجد خواجہ محمد اکبر خاں علیہ الرحمۃ نے حضرت غوثِ اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت کے پیشِ نظر آپ کا اسم گرامی غلام محی الدین رکھا۔ خاندانی حسب ونسب کے اعتبار سے آپ عساکرِ اسلام کے عظیم جرنیل "سیف "من سیوف اللہ" حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خانوادۂ مبارکہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

پیر صاحب نے ابتدائی تعلیم و تربیت وقت کے مشہور اہلِ دل بزرگ مولانا گل محمد سے حاصل کی۔ مولانا گل محمد آپ کے ماموں بھی تھے، اس لیے آپ نے اپنے اس ہونہار خواہرزادے کی پُوری توجہ سے ظاہراً اور باطناً تربیت فرمائی، اور تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ کے اندر ذوقِ شب بیداری اور فغانِ صبح گاہی کی تخم ریزی بھی فرمائی۔ اس کے بعد کچھ عرصہ آپ گردیزہ لوگر اور زُرمت کے اعلیٰ دینی مراکز میں بھی تعلیم

حاصل کرتے رہے۔

آپ کے والد اپنے علاقے کے ایک نیک دل زمیندار اور تاجر تھے۔ تجارت کے سلسلے میں پنجاب بالخصوص لاہور آپ کی آمدورفت رہا کرتی تھی۔ ان کی یہی تجارتی آمدورفت بعد میں ان کے عظیم فرزند کی پنجاب میں آمد کا سلسلہ بنی۔ بائیس سال کی عمر میں آپ یہاں تشریف لائے اور پنجاب کے مختلف علاقوں میں کاروبار رکھا، پھر مستقل طور پر تجارت کے لیے کشمیر کا ضلع پُونچھ منتخب فرمایا جو کہ اس کاروبار کا بہت نفع بخش اور موزوں مرکز تھا۔ پنڈی، گوجر خاں اور جہلم سے مال خریدتے اور اس علاقہ میں لے جا کر فروخت کرتے تھے۔ آپ کی امانت و دیانت اور شرافت و نجابت نے آپ کے کاروبار کو چار چاند لگا دیے۔

تھوڑی ہی عرصے میں سارا علاقہ آپ کے حسنِ کردار و گفتار کا معترف ہوگیا اور پونچھ کے باسیوں نے آپ کو اپنے معاشرہ میں سمو لیا، بھرپُور جوانی اور پھر ہنگامہ خیز کاروباری مصروفیات کے باوجود آپ کی سحر خیزی میں فرق نہیں آتا تھا، پچھلی رات کا اکثر حصّہ یادِ خدا میں بسر ہوتا۔ صاحبِ نظر آپ کی روشن پیشانی کو دیکھتے ہی پکار اُٹھتے کہ یہ رعنا جوان کبھی آسمانِ ولایت پر آفتاب کی طرح درخشاں ہوگا۔

تقریباً چوبیس سال کی عمر میں آپ موہڑہ شریف تحصیل مری میں سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم راہ نما حضرت خواجہ محمد قاسم علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۹۴۳ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دستِ مبارک پر ہاتھ رکھ کر عہدِ وفا باندھا۔ مرشدِ کامل نے ایک ہی نگاہ میں مریدِ صادق کے دل کی دنیا کو بدل ڈالا۔ مریدِ باصفا نے بھی اس پیمانِ وفا کو یُوں نبھایا کہ دُنیائے رنگ و بُو کی ہر خواہش کو رضائے مرشد پر تج دیا۔ حضرت موہڑوی کی نظرِ کیمیا اثر نے ایسا رنگ دکھایا کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرتِ والا نے اپنی پُوری کائنات اور متاعِ زیست زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے مرشدِ پاک کے قدموں میں رکھ دی کہ ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

حضرت موہڑوی علیہ الرحمۃ نے آپ کو آستانہ شریف کے لنگر کی خدمات پر مامور فرما دیا۔ زائرین کے خورونوش اور ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری ایک انتہائی اہم محنت طلب فریضہ تھا جسے آپ نے بارہ سال تک جس تن دہی، عمدگی اور خوش اسلوبی سے انجام دیا وہ آپ کا ہی حصّہ ہے۔

جب اس طویل اور صبر آزما چلّہ کشی میں پیرِ طریقت نے آپ کو جہانِ باطن اور عالمِ رُوحانی کے تمام

نشیب وفراز کی سیر کرادی اور منزلِ حقیقت کے راہ و رسم سے آگاہ فرمادیا تو آپ کو خرقۂ خلافت بخشا۔ خلقِ خدا کی راہنمائی اور پیشوائی کی خلعت سے نوازا، اور اپنے وطن غزنی کے بجائے آزاد کشمیر تراڑکھل کی طرف روانہ کیا، اور وہاں ایک مخصوص مقام نیریاں شریف کو اپنی تبلیغی وروحانی سرگرمیوں کا مرکز بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرتِ والا نے شیخِ طریقت کے اس حکم کو بھی پورا کیا اور زندگی بھر اپنے وطن غزنی میں اپنی جائداد و مکانات کا خیال تک نہ فرمایا بلکہ اپنے مرشد پاک کی نامزد کردہ جگہ پر اقامت رکھی۔ اس دوران میں آپ کو غریب الوطنی، اجنبی ماحول اور معاشی واقتصادی تنگی و عُسرت ایسے ناگفتہ بہ حالات سے واسطہ پڑا۔ لیکن آپ نے جس پامردی اور اولوالعزمی سے ان مشکلات کا مقابلہ کیا انہیں سُن کر برملا کہنا پڑتا ہے کہ یہ مردِ حق ایک ایسا شہبازِ بلند پرواز تھا جو تُندیِ بادِ مخالف کے باوصف عظمت ورفعت کی بلندیوں کی جانب محوِ پرواز رہا، اور بادِ مخالف کا ہر حملہ اس کے لیے باعثِ ترقی کمال وعروج بنا۔

نیریاں شریف کا یہ مقام جسے سرکار موہڑوی علیہ الرحمۃ نے آپ کے لیے مرکزِ ارشاد وطریقت قرار دیا تھا، آج سے نصف صدی پہلے ایک وحشتناک جنگل اور خاردار جھاڑیوں کا مرکز تھا، لیکن ایک فقیر خدا مست کی توجہ اور نگاہِ فیض سے آج وہ کشمیر، پاکستان اور افغانستان کے لاکھوں افراد کی ارادت وعقیدت کا مرکز ہے۔ کبھی کوئی انسان بھولے سے بھی اس طرف کا رُخ نہیں کرتا تھا آج وہاں سے کوئی راہ گزر اس آستانہ پر حاضری دیے بغیر قدم آگے نہیں اٹھاتا، آج وہ مقام ایک ایسی مقدس بستی ہے جہاں ہر وقت ہجومِ خلائق رہتا ہے۔ پختہ عمارات، مہمان خانوں، مدرسہ وخانقاہ اور مسجد پر مشتمل ایک چھوٹا سا رشکِ فردوس نگر ہے جو رات کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی وادی میں جنریٹر سے پیدا ہونے والی بجلی کے قمقموں اور ٹیوبوں کی جگمگ کرتی روشنی کے باعث بقعۂ نور دکھائی دیتا ہے۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

حضرت خواجہ غلام محی الدین علیہ الرحمۃ کی شخصیت سلف صالحین کی پاکیزہ سیرت کا جامع نمونہ تھی جس میں فقر جنید وبسطامی اور استغنائے سلمانی کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ زُہد واتقاء، ریاضت ومجاہدہ اور جُود وسخا آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ایثار وخدمتِ خلق کا جذبہ جو اہلِ طریقت کا نمایاں وصف ہے پیر صاحب کی شخصیت وسیرت میں بدرجہ اتم موجود تھا، آپ کے آستانہ پر روزانہ حاضری دینے والوں میں علماء بھی

ہوتے تھے اور فقراء بھی، غریب بھی اور امیر بھی ہوتے۔ آپ ہر ایک سے نہایت کریمانہ اور مشفقانہ انداز سے گفتگو فرماتے کہ ہر شخص دل وجان سے آپ کے حُسنِ اخلاق کا معترف ہو جاتا۔

پیر صاحب کی دینی ورُوحانی اور تبلیغی خدماتِ جلیلہ کا احاطہ کما حقہ، ناممکن ہے، آپ کی ساری زندگی خدمتِ اسلام کے لیے وقف تھی، تقریباً پچاس سالہ تبلیغی زندگی میں آپ نے کشمیر، پاکستان، صوبہ سرحد وقبائلی علاقہ جات کے متعدد تبلیغی ورُوحانی دَورے فرمائے۔ دن وعظ وتبلیغ اور عوام کی اصلاح وتعلیم میں گزرتا۔ رات تلاوتِ قرآن، یادِ خدا اور قیامِ نماز میں بسر ہوتی، نہ دن کے فریضہ میں کبھی فرق پڑا اور نہ ہی شب کا وظیفہ کبھی چھوٹا۔ اکثر رات کے بارہ ایک بجے تک مجلس ذکر واذکار اور وعظ وتبلیغ جاری رہتی۔ دوڈھائی گھنٹے آرام فرماتے اور پھر اُٹھ کر خدا کے حضور رکوع وسجود اور عجز ونیاز میں مصروف ہو جاتے۔

آپ کے وعظ وارشاد میں فقیرانہ سادگی اور عالمانہ پختگی تھی۔ ایک ایک لفظ ''از دِل خیز بردل ریزد'' کا مصداق تھا۔ علماءِ وقت جب آپ کا وعظ سُنتے جو قرآن وحدیث کے دلائل سے مُبرہن، اولیائے اُمّت کے اقوال وارشادات سے مزیّن اور کتابِ دل کے شواہد سے مؤیّد ہوتا تھا تو دم بخود رہ جاتے۔ عوام وخواص کے دل موم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ آپ کے اسی اثر انگیز وعظ وتبلیغ اور باطنی تصرفات کے ذریعے ہزاروں افراد اپنی مجرمانہ زندگی سے تائب ہوئے، لاتعداد گم کردہ راہ نے صراطِ مستقیم پائی اور صدہا آپ کے فیضانِ ولایت سے مستفیض ہو کر خلقِ خدا کے رہبر بنے۔

پیر صاحب کے حلقۂ ارادت میں تین لاکھ سے زائد افراد شامل ہیں۔ آپ کی دینی خدمات اور رُوحانی توجّہات کا دائرہ درونِ ملک پاکستان، کشمیر اور سرحد وقبائلی ریاستوں اور بیرونِ ملک افغانستان، انگلینڈ اور عرب ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ کے برادرِ اصغر محمد دراب خاں عرف پیر ثانی صاحب اور ان کے صاحبزادگان کی دینی خدمات محتاجِ بیان نہیں۔ ثانی صاحب کے خلفِ اکبر پیر عبدالغفار صاحب اس وقت بھی یورپ کی تاریک دُنیا میں دینِ اسلام کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

حضرت پیر صاحب نے اس رُوحانی سلسلہ کو عام کرنے کے لیے اپنے تربیت یافتہ خاص مریدین کو خلافت دے کر ملک کے اہم مقامات پر مامور فرمایا ہے جو شب وروز خدمتِ دین میں مصروفِ عمل ہیں۔ آپ کے خلفاء کی تعداد تیس سے متجاوز ہے۔ بعض خلفاء کرام کے نام یہ ہیں۔

☆...... حضرت مولانا ہدایت الحق صاحب (حضرو)

☆......جناب فیض محمد صاحب، تتاپانی (کوٹلی آزاد کشمیر)

☆......خلیفہ غلام حسین صاحب (بنڈلی شریف کھوئی رٹہ، آزاد کشمیر)

☆......جناب محمد امیر خاں صاحب (افغانستان)

☆......جناب غلام محمد صاحب (ساہیوال)

☆......جناب محمد شفیع صاحب (گوجر خاں)

☆......جناب محمد فاضل صاحب (سندھ)

حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی کمالات اور کشف وکرامات اس قدر عام ہیں کہ وادیٔ کشمیر کے خُرد وکلاں بڑے شوق سے بیان کرتے ہیں۔ آپ کی ایک عظیم ترین کرامت تو وہ رُوحانی اور اصلاحی کارنامہ ہے جس کی بدولت بے شمار خلقِ خدا نے رشد وہدات پائی۔ دوسری کرامت آپ کی اولاد ہے جو سب ممتاز عالمِ دین اور صاحبِ ارشاد وطریقت ہے اور اپنے والد گرامی کے سلسلۂ مبارکہ کو بتمام وکمال جاری رکھے ہوئے ہے۔ آپ نے اپنے پیچھے سات صاحبزادے یادگار چھوڑے۔

آپ کے جانشین صاحبزادہ علاء الدین صدیقی علم وعرفان اور طریقت وشریعت میں اپنے والد ماجد کے صحیح وارث ہیں۔ آپ تبلیغِ اسلام کے سلسلے میں کئی برس انگلینڈ قیام پذیر رہے اور چھ بار حجِ کعبہ کی سعادت پا چکے ہیں۔ صاحبزادہ قاسمی صاحب پیر فاروقی صاحب نے متعدد بار پاکستان، کشمیر، افغانستان کے تبلیغی دَورے فرمائے۔

پیر صاحب نے وصال سے ایک سال قبل حضرو کی ایک سالانہ تقریب میں، جس میں اکثر آپ شرکت فرمایا کرتے تھے، مولانا ہدایت الحق صاحب سے فرمایا:

مولوی صاحب! کیا خبر آئندہ برس یہاں آنا مقدر ہے یا کہ نہیں۔

اس تقریب سے واپس آ کر دیدِ محبوب کے لیے تیاری کا آغاز کر دیا، بیماری کا بہانہ بنا، صحت دن بدن گرنے لگی۔ دو مرتبہ راولپنڈی ملٹری ہسپتال میں داخل کیا گیا، چارہ گروں نے دوبار آپریشن بھی کیا مگر فیصلہ اٹل تھا، اس لیے مرضِ عشق بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی۔ چنانچہ مریض عشق کی خواہش کے مطابق معالجین نے آخر کہہ دیا کہ مرض لاعلاج ہے۔ آپ نے بھی فرمایا: ''مجھے جلدی میرے گھر لے چلو''۔ صاحبزادگان وخدام آپ کو پنڈی سے نیریاں شریف لے آئے، یہاں آ کر بھی حضرت نے فرمایا: ''مجھے میرے گھر لے

چلو۔ عرض کیا گیا، یہ گھر اپنا ہی تو ہے۔ فرمایا، ''یہ میرا گھر نہیں''۔

حضرت پیر صاحب نے آخری ایّام میں اس جہانِ فانی سے آنکھیں بالکل بند فرمالی تھیں۔ خدّام کچھ عرض کرتے یا خود آپ نماز کا وقت دریافت فرماتے تو لمحہ بھر کے لیے چشمانِ مبارک وا فرماتے، پھر فوراً بند کرلیتے۔ یہ استغراقی حالت آخر دم تک رہی۔

بالآخر جمعۃ المبارک ۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ کو ۲ بج کر ۳۵ منٹ پر آپ کی رُوح ملاءِ اعلیٰ کو پرواز کرگئی۔

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی نعمت سے بڑی فیاضی سے نوازا ہے۔ آپ کی پہلی شادی نیریاں شریف میں ہوئی جن کے بطن سے آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ دوسری شادی آپ کے چچا کی دختر نیک اختر سے ہُوئی جن سے چار صاحبزادے ہوے، ان کے وصال کے بعد چکوال ضلع جہلم کے ایک معزز دینی گھرانے میں آپ کی تیسری شادی ہوئی، جن کے بطن سے ایک صاحبزادے آپ کی یادگار ہیں[۹]۔

(۵)

حضرت پیر غلام حسین

☆☆

حضرت پیر غلام حسین نقشبندی ۵ / اپریل ۱۹۰۵ء کو ضلع راجوری میں پیدا ہوے۔ آٹھ برس کی عمر میں بیعت سے مشرف ہوے۔ آپ کو پیر غلام محی الدین غزنوی سے سلسلۂ نقشبندیہ میں شرفِ خلافتِ قیامِ پاکستان سے قبل ۱۹۴۴ء میں حاصل ہوا اس لیے آپ کا شمار صفِ اوّل کے خلفاء میں ہوتا ہے۔ مرشد آستانہ عالیہ کے فیضانِ ولایت کو عام کرنے میں آپ کی مساعی جمیلہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ نے ۲۹ / ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ / ۴ / ستمبر ۱۹۸۶ء بروز جمعرات غروبِ آفتاب کے بعد ۸۱ / برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ ٹھیریاں شریف (بنڈلی) ضلع کوٹلی آزاد کشمیر، کی مسجد کے بیرونِ صحن آپ کا مزار بنا ہے[۱۰]۔

(٦)

خواجہ محمد سلطان عالم نقشبندی

☆☆

آپ کا خاندان ہمیشہ دنیوی شرف وامتیاز، علمی فضل وکمال اور روحانی دعوت وارشاد کا سنگھم رہا۔ مخلوق خدا ہر دور میں اس عظیم خانوادے سے فیضیاب ہوتی رہی تا آنکہ انیسویں صدی کے نصف آخر میں حضرت سلطان عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسلاف کے علوم وکمالات اور روحانی میراث کے امین ٹھہرے۔ آپ نے چچیاں کی بستی میں روحانی مرکز قائم کیا اور جس خاموش لیکن انتہائی مؤثر انداز میں اشاعت اسلام، تعلیم وتربیت، تزکیہ نفوس اور تعمیر سیرت وکردار کا عظیم کام سرانجام دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت سلطان عالم رحمۃ اللہ علیہ صدیقی النسل ہیں۔ آپ کا خاندان شاہان تغلق کی تحریک پر سیستان (ایران) سے ہندوستان آیا اور رہتک (ہریانہ) میں آباد ہوا۔ آپ کا خاندان شروع سے ہی علم وفضل کا گہوارہ چلا آرہا ہے۔ جس نے کمال الدین یمنی جیسے محدث پیدا کیے۔ خاندان کے افراد شاہانِ دہلی کے ہاں بڑے بڑے مناصب پر فائز رہے۔ قاضی القضاۃ سے محتسب تک کے عہدے آپ کے خاندان میں رہے۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی رہتکی قدس سرہ تھے۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ حضرت محمد حسن رہتاسی رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد علیہ خلیفہ تھے۔ جب ریاست میں سلطان فتح خان گکھڑ حکمران تھا اور ۱۰۵۱ھ میں میر پور کا شہر آباد ہوا تو انہوں نے حضرت فتح اللہ صدیقی قدس سرہ کی خدمات بطور قاضی القضاۃ حاصل کیں۔ اس طرح یہ بزرگ رہتک سے میر پور تشریف لائے اور میر پور کی پہلی مسجد تعمیر کی۔ یہ روحانی مرکز سکھوں کی تاخت تک قائم رہا۔ پھر یہ خاندان چچیاں شریف (میر پور) منتقل ہوگیا۔ تاہم قاضی صاحب موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا مزار واقع میر پور شہر عقیدت مندوں کے لیے فیوض وبرکات کا مرکز رہا۔

منگلا جھیل کی وجہ سے چچیاں شریف اور مزار زیر آب آگئے۔ اب اس خاندان کے دو روحانی مراکز کالا دیو (جہلم) اور اگہار (کوٹلی) ہیں۔ صدیقیان میر پور کے مورث اعلیٰ حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اب جامع الفردوس اگہار کے پہلو میں ہے۔ آپ کا انتقال ۱۰۸۸ھ میں ہوا تھا۔ حضرت

خواجہ محمد سلطان عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف جامعہ سلطانیہ، کالا دیو کے پہلو میں ہے۔ آپ کا انتقال ۹ رمئی ۱۹۳۴ء کو ہوا۔ قاضی صاحب تک آپ کا نسب چھ واسطوں سے پہنچتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ولی کامل تھے۔ آپ کی زندگی شریعت اور طریقت کا کامل نمونہ تھی۔ آپ کی حیات ان تمام حضرات کے لیے مکمل لائحۂ عمل پیش کرتی ہے جو شریعت اور طریقت کی راہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

آپکی حیات مبارکہ از ابتدا تا انتہا زہد وریاضت، حکمت ومعرفت اور رُشد وہدایت کی مسلسل کہانی ہے۔ ایک ایک نقش حیات اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ سانچے میں ڈھلا ہوا اور صبغۃ اللہ کی مقدس قوس قزح میں رنگا ہوا تھا۔ آپ کی زندگی عبدیت وروحانیت کا پیکر محسوس اور فنافی اللہ وبقا باللہ کی کامل تصویر تھی۔ لمحہ لمحہ اطاعت، نفس نفس مجاہدہ، قدم قدم اتباع سنت، نظر نظر توجہ الی اللہ اور دم دم ذکرِ الٰہی، غرض ہر سانس اطاعت میں بسر ہوتی تھی۔ اکثر فرمایا کرتے:

> بندے کا کوئی سانس اللہ سے خالی نہ جائے اور وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو اس مقصد سے اسکی توجہ ہٹادے۔

خود ہر وقت تعلق باللہ اور مشاہدۂ حق کی پہنائیوں میں مستغرق رہتے اور سنگیوں کو ہمیشہ ذکر وفکر، یادِ آخرت اور توجہ الی اللہ کی تلقین وریاضت کرواتے۔ زہد وتوکل آپ کا شیوہ، فقر وقناعت آپ کا اثاثہ، عجز وتواضع آپ کا کردار، خودداری واستغنا آپکی شناخت اور اتباعِ سنت آپ کا طرز حیات تھا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا اور کھانا پینا غرض حیاتِ طیبہ کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جو اتباع سنت اور پیروی شریعت کے نور سے مُستنیر نہ ہو۔ ایک ایک نقش عمل سیرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ میں رنگا ہوا، ہر ہر ادا سنتِ مطہرہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی اور ظاہر وباطن اتباع شریعت سے آراستہ وپیراستہ تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی کامل تھے۔ پھر آپ سلسلۂ قادریہ کی خاندانی نسبت اور سلسلۂ نقشبندیہ میں زبیری اور سیفی دونسبتوں سے سلوک مجددیہ کے امین ووارث تھے اور طریقۂ مجددیہ ہی کے مطابق بیعت وتلقین فرماتے اور روحانی اصلاح وتربیت کا کام کرتے۔

آپ نے خانقاہی تربیت کا نظام بھی قائم فرمایا لیکن زیادہ تر سالکین کی روحانی تربیت اپنی ہمت وتوجہ کے نفوذ، اپنی پاکیزہ نسبت کی تاثیر اور اپنے باطنی تصرف کے ذریعے فرمائی۔ آپ کی نسبت دوآتشہ، صحبت

انتہائی مؤثر اور توجہ انقلاب انگیز تھی۔ جو بھی قریب آتا اسے نگاہِ باطن اور فیضِ روحانی سے نہال فرما دیتے۔ آپکے پاس بیٹھنے والوں کے دل خشیتِ الٰہی میں ڈوب جاتے، فکرِ آخرت بیدار ہوتا، روحانی ذوق وشوق پروان چڑھتا اور شریعت پر استقامت نصیب ہو جاتی۔ یوں آپ کے نفسِ مسیحا اور نظر کیمیا اثر نے ہزاروں افراد کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور سیکڑوں طالبانِ ہدایت کو منزل عرفان وطریقت سے ہمکنار کر دیا۔

غرض یہ مردِ مومن ربع صدی سے زیادہ عرصے تک سراپا فیض اور مجسم افادہ بنے گم گشتگان بادیۂ ضلالت کی مسیحائی فرماتے رہے۔ جو بھی اس چشمۂ فیض پر آیا اپنے نصیب اور استعداد کے مطابق سیراب ہو کر گیا اور یہ چشمۂ آبِ حیات آپ کے وصال کے بعد آج بھی پوری قوت اور روانی سے جاری ہے۔ آپ کے خلف الرشید خواجہ محمد صادق صاحب طالبانِ حق کی رہبری فرما رہے ہیں"۔

(۷)

خواجہ محمد صادق نقشبندی

☆☆

حضرت خواجہ محمد صادق نقشبندی ۲۵ر دسمبر ۱۹۲۱ء کو اپنے آبائی گاؤں چچیاں، میرپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرۂ نسب آٹھویں پشت میں صاحب خانقاہ درس شریف گہار۔ کوٹلی۔ حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی قادری شطاری کے ساتھ اور اڑتیسویں پشت میں براہِ راست اسلام کے خلیفۂ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کا صدیقی قریشی خاندان تاریخی اعتبار سے صلحاء، اتقیاء اور اولیاء کا خاندان ہے۔ آپ کو یہ امتیازی حیثیت بھی حاصل ہے کہ آپ کا پورا شجرہ نسب اول تا آخر مکمل شکل میں خانقاہ درس شریف میں محفوظ اور موجود ہے۔ حضرت خواجہ محمد صادق کو اس وقت نہ صرف آزاد کشمیر بلکہ پاکستان بھر میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا ایک معروف دینی اور روحانی پیشوا ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ خانقاہ شریف کے موجودہ سجادہ نشین سرپرست اور روح رواں ہیں۔ تبلیغ واشاعتِ دین کے سلسلہ میں آپ اور آپ کے اجداد کی نسل در نسل کی خدمات محتاج بیان نہیں۔ مادیت کے اس پرآشوب دور میں آپ اسلام کی اخلاقی، روحانی اور انسانی اقدار کی عملاً پرورش فرما رہے ہیں۔ آزاد کشمیر کے اس دور افتادہ خطہ میں آپ نے اب تک اقامتِ دین کی غرض سے تقریباً ۱۰۰ مساجد تعمیر کرائی ہیں۔ کچھ مساجد پاکستان کے بعض

اہم شہروں مثلاً مانسہرہ، جہلم، ساہیوال اور لاہور میں تعمیر کی گئی ہیں۔ آپ کی سرکردگی میں تحریک تعمیر مساجد، تعلیم وحفظِ قرآن اور تبلیغ واشاعتِ دین کو بہت فروغ ملا ہے۔ آپ کی ہدایت کے تحت کوٹلی میں علامہ اقبال گورنمنٹ ڈگری کالج اور یونیورسٹی کالج آف ایڈمنسٹریٹو سائینسز کے احاطہ پر نہایت وسیع اور شاندار مساجد تعمیر کی گئی ہیں تاکہ نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو نماز جو دین کا ستون ہے، کا پابند کیا جائے اور ان کے اندر قرآن کریم کے پڑھنے اور اسے حفظ کرنے کا ذوق وشوق پیدا کیا جائے۔

حضرت خواجہ محمد صادق اپنے والد گرامی قدر حضرت خواجہ محمد سلطان عالم قدس سرہ العزیز کی وفات کے بعد ۱۹۳۴ء میں ان کے جانشین ہوئے۔ آپ کی تعلیم وتربیت خواجہ محمد سلطان عالم کے زیر سایہ ہوئی۔ طریقت اور روحانیت میں آپ نجیب الطرفین ہیں۔ یعنی آپ نے اپنے والد محترم اور والدہ ماجدہ دونوں سے فیض پایا ہے۔

حضرت خواجہ محمد صادق انتہائی سنجیدہ اور پاکیزہ شخصیت کے مالک دینی اور روحانی پیشوا ہیں۔ آپ کا حلقہ ارادت وعقیدت آزاد کشمیر، صوبہ سرحد اور پنجاب کے علاوہ بیرون پاکستان ممالک پر بھی محیط ہے۔ جہاں آزاد کشمیر اور پاکستان کے باشندے بسلسلہ روزگار سکونت پذیر ہیں۔ آپ کی زیر نگرانی مساجد کا ماحول بھی صحیح طور پر تہذیب وشائستگی کی اسلامی اقدار کی عکاسی کرتا ہے۔ ان مساجد میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال صرف اذان اور جمعہ یا عیدین کی نماز کے وقت کیا جاتا ہے۔ ذکرِ خفی کی بنا پر مساجد میں ہر وقت سکون اور خاموشی کی فضا ہوتی ہے۔ صبح اور عصر کے وقت مساجد میں قرب وجوار کے بچے قرآن کریم کا سبق پڑھنے کے لیے آتے ہیں۔ انہیں پورا قرآنِ ناظرہ ختم کرایا جاتا ہے اور حفظِ قرآن کی ترغیب دی جاتی ہے۔ دور دراز کے بچے اقامتی طلبہ کی حیثیت سے مستقل طور پر مساجد میں رہتے ہیں جو دینی تعلیم کے علاوہ سکول کی عام تعلیم بھی حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح ان مساجد کی اہمیت دینی اور تعلیمی ہر دو لحاظ سے ہے اور اشاعتِ تعلیم کے کام میں یہ بہت مددگار ثابت ہو رہی ہیں۔ ان مساجد کا پرسکون اور پاکیزہ ماحول تحصیل علم کے لیے بہت سازگار ہے۔ اعداد وشمار کی رو سے دیکھا جائے تو مجموعی طور پر جناب حضرت خواجہ محمد صادق نقشبندی صاحب کی زیرِ تولیت مساجد میں کم از کم سات ہزار بچے زیرِ تعلیم ہیں۔ یہ تعلیم کی بہت بڑی خدمت ہے۔ مساجد کے پیش اماموں اور خطیبوں کے نان نفقہ کے لیے انہیں باقاعدہ ماہوار وظیفہ ادا کیا جاتا ہے۔ اس طرح خواجہ صاحب کی تحریک تعمیرِ مساجد وتعلیم القرآن وحفظِ قرآن کو دینی علوم پڑھانے والوں

کے لیے ذریعۂ روزگار کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ مساجد دینی علوم کی درسگاہوں کی حیثیت بھی رکھتی ہیں اور امامت اور قرأت کی تربیت گاہیں بھی ہیں۔ ہر سال ان مساجد سے قراء اور حفاظ کی بڑی کھیپ تیار ہوتی ہے۔ جو رمضان المبارک کے مہینے میں آزاد کشمیر، پاکستان اور بیرون ملک نماز تراویح پڑھانے کی خدمت انجام دیتی ہے۔ مارچ ۱۹۹۲ء میں خانقاہ درس شریف اگہار، کوٹلی سے ۴۵۵ حفاظ آزاد کشمیر، پاکستان اور بیرون ملک برطانیہ اور سعودی عرب میں مامور کیے گئے۔

درس شریف کے زیر اہتمام مساجد میں ماحول پرسکون اور انتہائی نظم وضبط کا ہے۔ یہ مساجد صرف دینی فرائض کی ادائیگی اور دینی تعلیم کے لیے مخصوص ہیں۔ یہاں کسی قسم کی سیاسی یا دیگر نوعیت کی تقریب منعقد نہیں ہوسکتی۔ اور نہ کوئی تقریر کی جاسکتی ہے۔ لاؤڈ اسپیکر کا بے دریغ استعمال بھی ممنوع ہے۔ اسے جمعہ اور عیدین کے بڑے اجتماعات کے لیے وقف رکھا گیا ہے۔ چنانچہ مساجد میں ہمہ وقت خاموشی اور امن کی فضا ہوتی ہے جو عبادت اور مطالعہ کے لیے سازگار ہے۔ نماز کے موقع پر قرأت مختصر اور دعا جامع ہوتی ہے۔ اس کا مشاہدہ بالخصوص جامع الفردوس درس شریف اگہار میں کیا جاسکتا ہے۔ یہاں جمعہ کا خطبہ معنوی لحاظ سے بہت بامقصد ہوتا ہے اور قبلہ پیر صاحب کی اختتامی دعا بھی مختصر لیکن بہت بامعنی اور بااثر ہوتی ہے۔ کوٹلی شہر میں جمعہ اور عیدین کی نماز کا سب سے بڑا اجتماع اسی مسجد میں ہوتا ہے۔ خانقاہ شریف اسی مسجد کے احاطہ میں واقع ہے۔ اس مرکزی مسجد میں دینی کتب پر مشتمل لائبریری موجود ہے جس میں کتب کا ایک معقول ذخیرہ ہے۔ لائبریری میں تراجم وتفاسیر قرآن کے علاوہ حدیث، فقہ، تصوف، اسلامی تاریخ، تہذیب وتمدن اور اسلامی ادبیات بزبان اردو، عربی وفارسی سے متعلق کتب شامل ہیں۔ مطالعہ کے لیے لائبریری کا خاموش اور پرسکون ماحول انتہائی سہولت مند اور موزوں ہے۔ چھوٹے پیمانے پر دینی علوم کے بارے میں کتب اور بھی کئی مساجد میں رکھی گئی ہیں۔ بالخصوص جہاں دینی مدارس قائم ہیں۔

آپ کے نظام کے تحت تعلیم پانے والے ہمہ وقتی طلبہ کے جملہ اخراجات کی کفالت دربار عالیہ کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں غریب وامیر کی کوئی تخصیص نہیں۔ ہونہار طلبہ جو اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کرنا چاہیں، ان کے تمام اخراجات دربار عالیہ کی طرف سے برداشت کیے جاتے ہیں۔

خواتین کے لیے خدمات:

آپ کے زیر اثر علاقہ میں شاید ہی کوئی بچی ہوگی جو ناظرہ قرآن مجید تلاوت کرنا نہ جانتی ہو۔ چھوٹی

بچیوں کے لیے مسجد میں قرآن ناظرہ پڑھانے کا اہتمام ہے۔ جبکہ لڑکیوں کو قرآن پاک حفظ کرانے کے دو ادارے خانقاہ درس شریف کے زیر اہتمام کام کر رہے ہیں۔

(۱) جامعہ سلطانیہ کالا دیو، جہلم
(۲) جامعہ الفردوس اگہار، کوٹلی

ان میں اب تک ایک درجن سے زیادہ لڑکیاں قرآن مجید حفظ کر چکی ہیں۔

اصلاحی و تعمیری کام:

آپ کا طریقِ خدمت دین خاموش تبلیغ کا ہے۔ آپ تقاریر کے بجائے نیک، پاکیزہ اور سادہ عمل کے ذریعے سے عوام کی ہمہ جہتی اصلاح اور انہیں دین کے آداب اور اس کی اقدار سکھانے کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اشاعتِ دین کے سلسلے میں آپ کی طرف سے سب سے زیادہ زور قرآن کریم کی تدریس و تعلیم، حفظِ قرآن اور ارکانِ اسلام کی کڑی پابندی پر ہے۔ صوفیائے متقدمین اور مشائخ کبار کی روایت کے مطابق خدمتِ خلق کو آپ کی ترجیحات میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ آپ کے ہاں اس کی واضح ترین صورت طلبہ، غربا اور بیوگان کی مالی امداد اور پرورش ہے...... مساجد میں نادار مسافروں کو عارضی قیام کرنے اور کھانے کی سہولت میسر آ جاتی ہے۔ خانقاہ درس شریف کوٹلی اور دربار عالیہ سلطانیہ جہلم میں صبح، دوپہر، شام مسافروں کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے...... درس شریف کے مرکزی انتظام کے تحت ایک سو سے زائد مساجد کی دیکھ بھال، ان کے متفرق اخراجات کی کفالت اور پیش اماموں کو تنخواہ کی ادائیگی کی جاتی ہے...... یہ مساجد طالب علموں کے لیے اقامتی سہولت فراہم کرتی ہیں اور چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لیے دینی درسگاہوں کی حیثیت رکھتی ہیں جہاں انہیں مفت دینی تعلیم دی جاتی ہے...... طالب علموں کو یہاں دنیوی تعلیم کی ترغیب بھی دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ ہمہ جہتی شخصیت بن کر ابھریں اور ایک متوازن معاشرے کی تخلیق کے لیے سودمند ثابت ہوں...... حفاظ اور ائمۂ مساجد کی تربیت و تیاری کا نظام بھی پہلو بہ پہلو جاری ہے...... زائرین کی اخلاقی اور معاشرتی تربیت پر خاص توجہ دی جاتی ہے اور تبلیغ دین کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا جاتا۔

نقل سکونت اور کوٹلی میں مستقل قیام:

حضرت خواجہ محمد صادق نقشبندی کی بیشتر زندگی چچیاں میر پور میں ہی بسر ہوئی جو آپ اور آپ کے

بزرگوں کا مولد و مسکن تھا۔ لیکن اب گزشتہ تقریباً پندرہ برس سے آپ نے اپنی سکونت مستقل طور پر کوٹلی میں اختیار کر لی ہے اور جامع الفردوس اگھار کو قیام گاہ بنایا ہے۔ یہ آپ کے لیے اجنبی جگہ نہیں ہے۔ موجود ضلع کوٹلی گزشتہ تین پشتوں سے آپ کے خاندان کے زیر اثر ہے۔ اس لحاظ سے کوٹلی میں آپ کی آمد و رفت اکثر رہی۔ پہلے آپ مختصر وقت کے لیے تبلیغی دورے پر یہاں تشریف لایا کرتے تھے اور زیادہ تر سفر میں رہتے تھے۔ لیکن جب سے آپ نے قرار پکڑا ہے۔ آپ نے کوٹلی کو ہی اپنا مستقل ٹھکانہ بنایا ہے۔

سفر:

آپ نے زندگی میں وسیع پیمانے پر سفر کیے ہیں۔ اور اس طرح آپ کو عملاً مختلف نوعیت کے تجربات حاصل کرنے کا موقع ملا ہے۔ آپ کے سفر کی جولانگاہ صوبہ سندھ، پنجاب، سرحد اور کشمیر رہی۔ اس کے علاوہ بیرون ملک سرہند اور دہلی کے سفر بھی آپ نے کیے۔ ۱۹۶۶ـ۶۷ء میں ایک سال کے لگ بھگ آپ کا قیام راولپنڈی بنک روڈ پر احمد جان کی چھوٹی سی مسجد میں رہا۔ آپ کا یہ سفر روحانی تربیت، تکمیل سلوک اور تبلیغ دین کا حصہ تھا۔

خانگی زندگی، ازواج و اولاد:

حضرت خواجہ محمد صادق صاحب کی نجی زندگی سنتِ نبوی کی روشنی میں سادگی قناعت اور تقویٰ کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ آپ اسلامی اخلاق و کردار کا پیکر ہیں۔ آپ کا بیشتر وقت ذکر و فکر، تلاوت اور عبادت میں گزرتا ہے۔ گزشتہ تقریباً آٹھ سال سے آپ نے مجالس ترک کر دی ہیں اور خلوت اختیار کی ہے۔ لیکن جو سیکڑوں لوگ روزانہ دینی و دنیوی معاملات میں رہنمائی حاصل کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ان کے مسائل آپ اپنے مصاحبین کی وساطت سے بغور سنتے ہیں اور ان کی تکالیف کا مداوا تجویز کر کے انہیں ذہنی سکون اور قلبی اطمینان کا تحفہ دے کر واپس بھیجتے ہیں۔ آپ اسلامی مساوات کے اصول پر سختی سے کاربند ہیں۔ چنانچہ ملاقاتوں کے سلسلے میں آپ امیر، غریب، بڑے اور چھوٹے کی کوئی تمیز نہیں رکھتے۔ آپ صرف مناسب ترین حالات میں شدت ضرورت کے تحت ہی ملنے کی خواہش رکھنے والوں کو شرفِ باریابی بخشتے ہیں۔ آپ کے دستر خوان پر عام خاص سب برابر بیٹھ کر ایک جیسا سادہ کھانا کھاتے ہیں۔ مشائخ کبار کی طرح اپنی خاندانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے آپ سیاست اور حکومت کے ایوانوں سے بالکل الگ تھلگ رہتے ہیں۔ لوگوں کی دینی رہنمائی اور خدمتِ خلق آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ زندگی

کے تمام معاملات میں قرآنی احکام کی پابندی اور سنتِ نبوی کی مکمل پیروی آپ کی تبلیغ کا مرکزی نکتہ ہے۔ مساجد کی تعمیر کے ذریعہ بھی آپ اشاعتِ دین کے کام کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔

آپ نے دو شادیاں کی ہیں۔ اور دونوں سے اولاد ہے۔ بڑے فرزند حافظ خواجہ محمد عبدالواحد صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ سلطانیہ کالا دیو، جہلم عالم دین، حافظ قرآن اور اعلیٰ پائے کے قاری ہیں۔ آپ خاندانی وجاہت اور شرافت کے امین ہیں اور حاجی پیر صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ اب تک دو بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ آپ جامعہ سلطانیہ جہلم میں طلبہ کو درسِ نظامی کی کتابیں پڑھاتے ہیں۔

اندرون و بیرون ملک مساجد کی اتنی زیادہ تعداد اور ان مساجد کے تمام دینی، تعلیمی، انتظامی اور تعمیراتی امور کی نگہداشت قبلہ حضرت خواجہ محمد صادق صاحب مدظلہ العالی کی بڑے پیمانے پر دینی سرگرمیوں اور ان کے وسیع روحانی حلقہ اثر کی آئینہ دار ہے۔ اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ آپ ایک جامع اور مربوط منصوبے کے تحت تعمیر مساجد اور تعلیم و تدریس قرآن کی تحریک کی وساطت سے دین کی مخلصانہ خدمت کے راستے پر گامزن ہیں۔ بلکہ اس کام میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ آپ کو اس عظیم مشن میں آزاد کشمیر اور پاکستان کے تمام ایسے لوگوں کا تعاون حاصل ہے جو دین سے دلی طور پر شغف رکھتے ہیں۔ آپ کی تحریک کے مفید اثرات بہت نمایاں ہیں۔ جنہیں ہم اختصار کے ساتھ یوں بیان کر سکتے ہیں کہ اس کی بدولت ہمارے معاشرے میں اسلام کی اخلاقی، روحانی، معاشی اور سماجی اقدار کا شعور فروغ پذیر ہے۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ حضرت قاضی فتح اللہ علیہ الرحمۃ کے اہل خاندان خدمت خلق اور خدمتِ دین کے معاملے میں صوفیہ سلف اور پاک و ہند کے مشائخِ کبار کی روایات پر عمل پیرا ہیں[۱۲]۔

(۸)

پیر نظام الدین قاسمی

☆☆

آپ پیر محی الدین غزنوی علیہ الرحمۃ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ابتدائی تعلیم تراڑکھل کے اسکول میں پائی۔ پھر جامعہ حقائق العلوم حضرو میں درسِ نظامی کی تکمیل فرمائی۔ فراغت کے بعد والد ماجد نے آپ کو خلافت دے کر افغانستان کے تبلیغی دوروں پر روانہ کیا جہاں آپ کے ذریعہ بے شمار افراد سلسلہ

عالیہ میں داخل ہوئے۔ آپ نہایت خوش اخلاق، ملنسار، مہمان نواز اور دینی و دنیاوی نیز انتظامی امور میں بڑی بصیرت کے مالک ہیں۔ آستانہ عالیہ کے مدرسہ جامعہ محی الاسلام کے مہتمم و منتظم ہیں۔ نیز آستانہ عالیہ کا تمام انتظام و انصرام اور زائرین کے طعام و قیام وغیرہ کا اہتمام آپ کے سپرد ہے، اور آپ ان تمام امور کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں[۱۳]۔

☆......☆......☆

حواشی:

۱......(الف) عبدالعزیز قریشی، اسرارالاولیاء، مطبوعہ اگھار کوٹلی لوہاراں، ۱۹۹۴ء، ص۔ ۴۷، ۴۸

(ب) ایم زمان کھوکھر: سیالکوٹ سے خیبر تک، مطبوعہ گجرات ۲۰۰۰ء، ص۔ ۴۱۵

۲......ایضاً ص۔ ۴۱۵

۳......اسرارالاولیاء، ص۔ ۴۸

۴......ایضاً ص۔ ۴۸، بحوالہ شیخ محمد اکرام، آبِ کوثر، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص۔ ۳۷۴

۵......مشائخ کشمیر پر درج ذیل کتب فقیر کی نظر سے گزر چکی ہیں:

(۱)......مولانا ریاض الدین صمدانی، ’’حیات محی الدین غزنوی‘‘

(۲)......عبدالعزیز قریشی، ’’اسرارالاولیاء‘‘

(۳)......مولانا بقا محمد قریشی، ’’تحفہ سلطانیہ‘‘

(۴)......ڈاکٹر نذیر احمد دار، ’’شاہ ہمدان‘‘

(۵)......مولانا علیم الدین نقشبندی ’’قاضی فتح اللہ شطاری‘‘

(۶)......ایم زمان کھوکھر، ’’اولیائے کشمیر‘‘

۶......بقا محمد قریشی، مولانا: تحفہ سلطانیہ، مطبوعہ اگھار کوٹلی، ۱۹۹۳ء، ص۔ ۱۱

۷......ریاض احمد صمدانی، مولانا: حیات محی الدین غزنوی، مطبوعہ ۱۹۹۷ء، ص۔ ۴۱۴ نیریاں شریف

۸......ایضاً ص۔ ۳۷۸

۹......ایضاً ص۔ ۲۶، ۳۲، ۳۷۷

۱۰......ایضاً ص۔ ۳۸۴

۱۱......تحفہ سلطانیہ، ص۔ ۲۱، ۲۵

۱۲......اسرارالاولیاء، ص۔ ۱۲۶، ۱۳۱، ۱۵۰

۱۳......حیات محی الدین غزنوی، ص۔ ۳۷۰

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ پنجم

ہوا مخمور و بے خود ہر دلِ حق آفریں واللہ!
سُرور بادۂ عرفاں مجدد الف ثانی ہیں
(قدؔا)

جہاں گیر بادشاہ نے جہاں حضرت مجدّد الفِ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی خدمت میں خلعت اور اشرفیاں پیش کیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

سرحد کے بعض صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

سرزمینِ سرحد کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ عالمِ اسلام کی عظیم المرتبت ہستیاں یہاں تشریف لاتی رہیں جن میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد بھی شامل ہے، ان نفوسِ قدسیہ کی اس خطہ میں برابر آمد اور رُشد وہدایت کا فیض ہے کہ آج یہاں اسلام اپنے حقیقی رنگ روپ میں نظر آتا ہے......

کابل (افغانستان) میں مقیم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی اولاد امجاد میں سے حضرت خواجہ عطائے معصوم نقشبندی مجددی کابلی اور ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ ضیائے معصوم نقشبندی مجددی کابلی علیہما الرحمۃ جو کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی ساتویں پشت سے ہیں، برابر کابل سے سرہند آیا جایا کرتے تھے[1] اور دورانِ سفر پشاور اور سرحد کے دیگر علاقوں سے نہ صرف گزرتے بلکہ یہاں مختصر مختصر قیام فرما کر رُشد وہدایت کے چراغ روشن کرتے جاتے، ان حضراتِ قدسیہ کے ذریعہ سرحد میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کو چار چاند لگے جس کی بدولت آج سرحد کے دور دراز علاقوں میں بھی نقشبندی خانقاہیں شاد وآباد ہیں......

حضرت خواجہ عطائے معصوم مجددی کابلی علیہ الرحمۃ کا سالِ ولادت اور سنہ وصال دونوں ہی ہمیں دستیاب نہ ہوسکے ہاں ان کے فرزند حضرت خواجہ ضیائے معصوم مجددی کابلی علیہ الرحمۃ کا سنہ وصال ۱۳۳۷ھ علامہ ابوالخیر محمد زبیر کی "تجلیات ضیائے معصوم" مطبوعہ کراچی کے صفحہ ۸۴؍ پر نظر سے گزرا جس سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ بارہویں صدی ہجری کے اواخر اور چودھویں صدی ہجری کے نصف کے درمیان گزرے ہیں جبکہ "تذکرہ علماء ومشائخ سرحد" مصنف پیر سید امیر شاہ قادری میں اس سے بھی قبل درجِ ذیل مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے سلسلہ رشد وہدایت کا تذکرہ موجود ہے:

(۱)...... شیخ نور احمد نقشبندی ...... (م ۔ ۱۰۵۹ھ)

(۲)...... حضرت اخون شہباز قلندر نقشبندی ...... (م ۔ ۱۰۹۴ھ)

(۳)...... حضرت اخون شاہ حبیب اللہ نقشبندی مجددی ...... (م ۔ ۱۰۹۹ھ)

(خلیفہ، حضرت شیخ سید آدم بنوری علیہ الرحمۃ)

(۴)...... حضرت شیخ محمد اسماعیل غوری ...... (م ۔ ۱۱۱۱ھ)

(خلیفہ، شیخ سعدی لاہوری علیہ الرحمۃ)

(۵)...... حضرت شیخ اخون مومن ...... (م ۔ ۱۱۳۱ھ)

(خلیفہ، حضرت اخون شہباز قلندر نقشبندی)

(۶)...... حضرت غلام محمد نقشبندی پشاوری ...... (م ۔ ۱۱۷۵ھ)

(ابن خواجہ غلام محمد معصوم، معصوم ثانی سرہندی علیہ الرحمۃ)

(۷)...... حضرت شیخ جنید پشاوری نقشبندی ...... (م ۔ ۱۱۹۶ھ)

ان مشائخ کے مفصل حالات ہمارے اسی مقالہ میں شامل ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی سرحد میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا بانی نہیں کہا جا سکتا، ہمارے خیال میں غالباً حضرت شیخ محمد جمال کابلی نقشبندی نے سب سے پہلے سرحد میں اس سلسلے کی بنیاد ڈالی، آپ کا سنہ ولادت دستیاب نہ ہو سکا تاہم سال وصال ۱۰۷۳ھ[۲] سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت دسویں صدی ہجری کے آخر میں ہوئی جو کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا عہد مبارک تھا[۳] یعنی آپ حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کے ہمعصر گزرے ہیں۔ کابل (افغانستان) میں ولادت اور پرورش ہوئی بعد میں پشاور کو مستقل مسکن بنا لیا[۴] پشاور ہی سے حضرت سید آدم بنوری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہوئے اور بیعت وخلافت کا شرف حاصل کر کے واپس سرحد لوٹے اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے فروغ میں مصروف ہو گئے۔ سرحد کے لوگ سلسلہ نقشبندیہ کے مخالف تھے یہاں تک کہ علماء وفقہاء اس کی مخالفت میں سرگرم رہتے اور عوام الناس کو منع کرتے مگر آپ کے تقویٰ و پرہیزگاری اور امام ربانی کے روحانی فیضان کی بدولت جلد ہی عوام الناس آپ کے گرویدہ ہو گئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے علماء وفقہاء بھی داخلِ سلسلہ ہونے لگے۔ اہالیانِ سرحد میں سب سے پہلے آپ ہی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہوئے۔ پھر آپ کے ذریعے ہزاروں لوگ فیضیاب

ہوئے۔ مولانا محمد امین بدخشی مکی لکھتے ہیں کہ:

> دہ ہزار افغان از طفیلِ ایشاں نقشبندی شدند، قبل ازیں یک افغان نقشبندی نبود بلکہ اکثر از ایشاں منکرِ طریقہ بودند'' ۵
>
> یعنی آپ سے قبل پٹھان قوم میں ایک بھی نقشبندی نہ تھا بلکہ اکثر باشندگانِ سرحد اس طریقے کے مخالف تھے۔ آپ کے مرید ہونے کے بعد آپ ہی کی کوششوں سے تقریباً دس ہزار اہالیان سرحد سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک ہوئے۔

آج سرحد میں جگہ جگہ ہدایت و معرفت کی خانقاہیں آباد ہیں اور اسلاف کی روحانی دولت کے چشمے جاری و ساری ہیں۔ اگر ان خانقاہوں کی خدمات اور مشائخ کے حالات کو جمع کیا جائے تو کئی مجلدات تیار ہوں، سرِ دست سرحد کے درج ذیل مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے حالات پیش کیے جا رہے ہیں۔ مولائے کریم ہماری اس سعی کو قبول فرمائے۔

۱......احمد نقشبندی، شیخ	(م۔ ۱۱۱۸ھ)
۲......اخون مؤمن کابلی	(م۔ ۱۱۳۱ھ)
۳......اسماعیل غوری، حاجی	(م۔ ۱۱۱۱ھ)
۴......اکبر شاہ بخاری نقشبندی، سید	(م۔ ۱۳۴۷ھ)
۵......جمال نقشبندی پشاوری، محمد	(م۔ ۱۰۷۳ھ)
۶......جنید پشاوری، شیخ	(م۔ ۱۱۹۶ھ)
۷......حبیب اللہ، شاہ	(م۔ ۱۰۹۹ھ)
۸......سید امیر، شیخ	(م۔ ۱۲۹۴ھ)
۹......شمس الدین نقشبندی، قاضی	
۱۰......شہباز قلندر، اخون	(م۔ ۱۰۹۴ھ)
۱۱......عبدالرحیم نقشبندی، حاجی	(م۔ ۱۳۶۹ھ)
۱۲......عبدالرحمٰن نقشبندی، خواجہ	(م۔ ۱۳۴۰ھ)

۱۳۔۔۔۔۔ عبدالرحمٰن مومند، بابا
۱۴۔۔۔۔۔ عبدالقادر، مولانا
۱۵۔۔۔۔۔ عبداللطیف نقشبندی، حافظ
۱۶۔۔۔۔۔ عبداللہ نقشبندی، حافظ (م۔ ۱۳۷۲ھ)
۱۷۔۔۔۔۔ عبدالغفور نقشبندی، حافظ (م۔ ۱۱۱۶ھ)
۱۸۔۔۔۔۔ عظیم اللہ، مفتی (م۔ ۱۹۳۰ء)
۱۹۔۔۔۔۔ غلام محمد پشاوری نقشبندی' حضرت جی (م۔ ۱۱۷۵ھ)
۲۰۔۔۔۔۔ غلام محمد قریشی، مولانا (م۔ ۱۹۵۰ھ)
۲۱۔۔۔۔۔ فضل صمدانی بنوری، مولانا سید
۲۲۔۔۔۔۔ فضل احمد معصومی، حضرت جیو صاحب (م۔ ۱۲۳۲ھ)
۲۳۔۔۔۔۔ فیض اللہ تیراہی، محمد (م۔ ۱۲۳۵ھ)
۲۴۔۔۔۔۔ محمد عبداللہ جان نقشبندی، ابوالخیر
۲۵۔۔۔۔۔ محمد عثمان نقشبندی، خواجہ (م۔ ۱۳۱۴ھ)
۲۶۔۔۔۔۔ محمد عظیم گنجوی، بحرالعلوم (م۔ ۱۲۷۵ھ)
۲۷۔۔۔۔۔ محمد عمر چمکنی، میاں (م۔ ۱۱۹۰ھ)
۲۸۔۔۔۔۔ نور محمد نقشبندی، شیخ (م۔ ۱۰۵۹ھ)
۲۹۔۔۔۔۔ یار علی نقشبندی، شیخ
۳۰۔۔۔۔۔ یحیٰ المعروف حضرت جی، شیخ (م۔ ۱۱۳۱ھ)

(۱)

شیخ احمد نقشبندی

☆☆

آپ کا اسمِ گرامی شیخ احمد صاحب ہے۔ آپ موضع پچگی تحصیل پشاور کے رہنے والے تھے۔[۶] آپ

حضرت شیخ المشائخ مولانا سعد اللہ صاحب[۷] وزیر آبادی کے مُرید اور خلیفۂ معظم تھے۔ اس علاقہ میں آپ نے علم و معرفت کے دریا بہائے۔ آپ عالم و کامل عارف تھے۔ آپ پشتو زبان کے ادیب اور بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ آپ نے علمِ فقہ پر نظم میں ایک کتاب بنام ''الشرائع والاحکام'' پشتو میں لکھی۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو آپ نے خوب فروغ دیا اور آپ کی توجہات اور برکات سے بہت سے فاسق و فاجر لوگ راہِ ہدایت پر آئے۔ ۱۱۱۸ھ موضع نختی خروتی میں وفات پائی۔ آپ کے بہت خلفاء تھے۔

حضرت شیخ سعادت:

حضرت شیخ سعادت رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بہت ہی مشہور اور نامور خلیفہ گزرے ہیں۔ ''جلیل القدر بزرگ عالم، فقیہ، اصولی اور محدث'' تھے، مخلوقِ خدا کو آپ کی ذات ستودہ صفات سے بہت ہی فائدہ پہنچا۔ ''میاں گل اخوند شیخ سعادت'' کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ۱۱۴۵ھ میں فوت ہوئے اور نختی خروتی میں اپنے پیر کے پہلو میں دفن کیے گئے، یہ ہر دو بزرگ علاقہ داؤدزئی میں ''نختی اخونان'' کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ کے بھی بہت خلفاء تھے۔

حضرت شیخ مولانا اخون گدا:

حضرت مولانا گدا رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو اس علاقہ میں ترقی دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ آپ بہت ہی بلند پایہ عالم، فاضل اور محقق تھے۔ شریعت اور طریقت ہر دو علوم میں درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ پشتو کے نامور ادیب تھے۔ علمِ توحید، فقہ اور تصوّف کے موضوع پر پشتو میں ''نافع المسلمین'' نامی کتاب لکھی جس کو بیحد مقبولیت حاصل ہُوئی۔ صاحب رُوحانی رابطہ عبدالحلیم صاحب اثر افغانی تحریر فرماتے ہیں:

> حضرت مولانا شیخ المشائخ اخون گدا قدس سرّہٗ تر ۱۱۷۲ھ پورے ژندے دد۔ دوفات صحیح تاریخ یئے راتہ نہ دے معلوم شوے۔
>
> یعنی حضرت مولانا شیخ المشائخ اخون گدا قدس سرّہٗ ۱۱۷۲ھ تک زندہ تھے، مجھے ان کی تاریخ وفات کا صحیح علم نہیں۔

آپ کا مزار موضع بابوزئی (نوی کلی) دریائے شاہ عالم علاقہ داؤدزئی میں مرجعِ خاص و عام ہے۔[۸]

(۲)

اخون مومن

☆☆

آپ کا اسمِ گرامی اخون مومن ہے۔ آپ کابل (افغانستان) میں ۱۲؍رجب المرجب ۱۰۰۵ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے[۹]۔

آپ کا گھرانہ علم وفضل میں مشہور تھا۔ اس لیے آپ کی تربیت بھی اسی ماحول میں ہوئی۔ ہر قسم کے علوم وفنون سے بہرہ ور ہو کر معرفتِ الٰہی کے حصول کے لیے اہلِ طریقت حضرات کی تلاش میں گھر سے نکلے۔

حضرت اخون شہباز صاحب قلندر کی صحبت میں قندھار میں حاضر ہوئے۔ آپ کو ان کی صحبت میں اطمینان نصیب ہوا اور مرید ہو گئے۔ تقریباً تین برس اپنے مرشدِ ارشد کی صحبت میں رہ کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اوراد واشغال کو مکمل کیا اور ۱۰۳۱ھ میں ۱۴؍ماہ شوال کو خلافت پائی۔

ساری عمر ریاضت، مجاہدات اور سلسلہ کی اشاعت وترویج میں گزار دی۔ آپ کے شیخ جب قندھار سے واپس آئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ پشاور تشریف لے آئے۔ پشاور سے جنوب مغربی سمت موضوع بڈھ بیر سے آٹھ میل کے فاصلے پر آپ نے ایک مرکز رُشد وہدایت قائم کیا۔ اس میں اقامت گزیں ہو کر آپ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کی خدمت میں ہزارہا لوگ آ کر فیض حاصل کرتے۔ سیکڑوں مساکین آپ کے لنگر سے روٹی کھاتے۔ ننگوں کو کپڑا ملتا۔ مسافر زادِ راہ حاصل کرتے۔ آپ دیہات میں وعظ وتبلیغ کے لیے جاتے لوگوں کو اتباعِ قرآن وسنّت کا راستہ بتاتے۔ روزانہ بیسیوں ختنے کرواتے غرضیکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آپ کا شعار تھا۔ آپ جب مریدین پر توجہ دیتے (اس وقت) اُوپر سے اگر کوئی جانور اڑتا ہوا گزرتا تو وہ بھی پھڑ پھڑا کر نیچے آ گرتا۔

۱۶؍ماہ شعبان ۱۱۳۱ھ بروز شنبہ صبح کے وقت انتقال فرمایا اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ سیکڑوں افراد اب بھی آپ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں اور یہ گاؤں آپ ہی کے نام (یعنی گڑھی مومن)[۱۰] سے موسوم ہے۔

آپ کی اولاد میں صاحبزادہ الحاج عبدالرحیم صاحب نقشبندی اب بھی موجود ہیں۔ بڑے درویش صفت آدمی ہیں۔ تعلیم القرآن کا مدرسہ بھی جاری کر رکھا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں حرمین الشریفین کی زیارت سے بھی مُشرف ہوے ہیں[11]۔

(۳)

شیخ المشائخ حاجی محمد اسماعیل غوری

☆☆

آپ کا نامِ گرامی محمد اسماعیل غوری ہے، حصولِ علم کے بعد آپ نے ہفت اقلیم کا سفر اختیار کیا۔ حرمین الشریفین بغداد شریف، کربلائے مُعلّٰی، بِسطام، بخارا یعنی تمام ممالک پھرے، ان ممالک کے علماء، مشائخ اور فقراء کو ملے۔ اور طریقۂ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے کامل ترین افراد سے مل کر روحانی فیوضات کا وافر حصہ پایا اور نہایت ہی مستفید و مستفیض ہوے۔ اس کے بعد ہندوستان کا سفر کیا، اور لاہور پہنچ کر حضرت شیخ سعدی[12] لاہوری سے بیعت کر کے سلوک و معرفت کی تکمیل کی۔ آپ نے جناب محمد اسماعیل صاحب کو صاحب مجاز اور معنن کیا اور وصیّت کر دی کہ ''کسبِ معاش کر کے روزی حلال کھاؤ، اور اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرو۔'' آپ نے اپنے پیر و مرشد کے شیخ حضرت سیّد آدم بنوری کی صحبت کیمیا اثر سے بھی فائدہ حاصل کیا۔ صاحب خزینۃ الاصفیا فرماتے ہیں۔

''صحبتِ کیمیا خاصیت حضرت آدم بنوری ہم فائز گشتہ۔''

نیز آپ کے پیر و مُرشد کے پیر بھائی حضرت یار محمد گل مہاری سے بہرۂ کامل اور فائدہ وافر حاصل کیا۔ اپنے مُرشد کے ارشاد کے مطابق پشاور میں آ کر تجارت شروع کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت میں بھی منہمک ہو گئے۔ خوردہ فروشی کی دکان کر لی تا کہ رزقِ حلال حاصل ہو اور عبادت کے لیے مسجد مہابت خاں کو منتخب کیا۔ صاحب ''روضۃ السّلام'' شیخ شرفُ الدّین کاشمیری فرماتے ہیں کہ آپ مسجد مہابت خاں پشاور میں جب ذکر و مراقبہ میں مشغول ہوتے تو باوجود اتنا پختہ اور مضبوط عمارت ہونے کے ہلنے اور حرکت کرنے لگتی، ان کے الفاظ ہیں:

> آنجناب در مسجد مہابت خاں کہ عمارتش در سنگینی و استحکام ثانی ندارد، چون بذکر و مراقبہ مشغول می شد مسجد بجنبش می آمد۔

غزنی بخارا اور قندھار سے لوگ آ آ کر آپ سے بیعت ہوئے اور اس علاقہ میں آپ سے بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی خوب اشاعت ہوئی۔ سنت مبارکہ سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی پابند تھے۔ اگر کسی کو بھی سنتِ مبارکہ کے خلاف کرتے دیکھتے تو نہایت ہی سختی سے منع فرماتے۔ آپ کے اخلاق کا ہر ایک شخص مداح تھا۔ تحمل و بُردباری اور عفو و درگزر تو کمال درجے کا تھا۔ صاحبِ روضۃ السلام لکھتے ہیں کہ:

> خواجہ اسماعیل غوری جامع خوارق و کرامت بود، و ہر چند کہ وی باخفائے خوارق می کوشید بے اختیار راز وے سر می زد۔
>
> یعنی آپ مجسّمۂ خوارق و کرامت تھے اور اگرچہ آپ کرامات کو ہر ممکن چھپاتے اور اظہار نہ کرتے تھے، مگر آپ سے بغیر اختیار کے کرامات کا صدور ہو جاتا۔

صاحب ''خزینۃ الاصفیاء'' شیخ شرف الدین سے نقل کرتے ہیں:

> چوں[۱۳] محرابِ آں مسجد (یعنی مسجد مہابت خاں) از وقت بنائے مسجد قدرے کجی از سمت قبلہ داشت و بسبب کہنگی شکست و ریخت شدہ بود، ساکنانِ آں محلہ رجوع بشیخ اسماعیل آوردند کہ دریں باب توجہ بکار برند، کہ کجی مسجد راست گردد، و مرمت و شکست و ریخت بوقوع آید، عرض اہل محلّہ بمعرضِ قبول در آمد و آنحضرت دریں باب توجہ بکار برد، و شباشب کجی مسجد ہم رو براستی نہاد و شکست و ریخت عمارت ہم درست گردید۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو طویل عمر عطا فرمائی تھی۔ بقول مولانا مولوی مفتی غلام سرور صاحب لاہوری:

> ''عمرے طویل داشت بیک صد و پانزدہ سالگی رسیدہ بود۔''
>
> یعنی آپ کی عمر ایک سو پندرہ برس کی تھی۔

آپ کی وفات ۵/ جمادی الآخر ۱۱۱۱ھ میں ہوئی۔ پشاور میں تھانہ شرقی کے سامنے متصل کچہری دفن کیا گیا۔[۱۴]

(۴)

حاجی سیّد اکبر شاہ بخاری نقشبندی

☆☆

آپ کا اسمِ گرامی سیّد میر اکبر شاہ صاحب بخاری والد کا نام شریف سیّد میر حیدر شاہ صاحب بخاری تھا، اور لقب ''پیر بخاری'' تھا۔ پشاور شہر کے محلہ ریتی میں سکونت پذیر تھے۔

پشاور کے علماء سے دینی تعلیم کی تکمیل کی۔ آپ بچپن ہی سے زُہد وعبادت کی طرف مائل تھے۔ اسی فکر کے تحت آپ موہڑہ شریف (کوہ مری) حضرت خواجہ محمد قاسم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُنہوں نے آپ کو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل کیا۔ سلوک کی تکمیل کے بعد آپ کو خلافت سے نوازا۔ انہوں نے آپ کو صرف نقشبندیہ سلسلہ کی اجازت ہی مرحمت نہیں فرمائی بلکہ دیگر تینوں سلاسل یعنی چشتی سہروردی اور قادری سلاسل کی بھی اجازت دے کر معنعن فرمایا۔ آپ نے پشاور شہر میں سلسلہ کی اشاعت وترویج میں ہر ممکن کوشش کی۔ چونکہ آپ صاحبِ علم وعمل تھے اس لیے آپ کی صحبتِ بابرکت کا بڑا اثر تھا۔ آپ نے مشایخانہ طریقہ کو قائم کر کے حلقۂ ذکر قائم کیا، اور نہایت ہی احسن طریقہ پر اس حلقہ کو تادم حیات قائم رکھا۔

آپ نہایت ہی محبت، پیار اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی مخلوق سے پیش آتے۔ انتہائی سادہ وضع بااخلاق اور اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے۔ صاحبِ کرامات اور بابرکت تھے۔ ۲۱/ رمضان المبارک کو ہمیشہ اپنے گھر پر حضرت اسد اللہ الغالب مولائے کائنات علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کا عرس مبارک بڑے اہتمام سے منعقد کرتے۔ تمام رات ذکرِ الٰہی کے حلقہ میں گزار دیتے۔ آپ پر اپنے شیخ کی خاص توجہ تھی۔ جس کی برکت سے آپ پر فتوحات، کشف اور کرامات کے دروازے کھل گئے تھے۔ آپ کے کشف وکرامات کے دو واقعات نقل ہیں۔

جب آپ کا وصال ہونے لگا تو اُس دن آپ نے فرمایا۔ کہ ''آج تقریباً ۹/ بجے عشاء میری رُوح پرواز کر جائے گی۔ (چونکہ رمضان شریف کی اکیسویں رات تھی اور آپ ہمیشہ حضرت اسد اللہ الغالب مولائے کائنات علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کا عرس مُبارک اسی رات کرتے تھے) لہٰذا میری وفات پر رونا نہیں بلکہ میرے وجود کو نیچے کمرے میں رکھ دینا اور باقاعدہ ختم شریف پڑھنا، عرس سے فارغ ہو کر میری

فوتیدگی کا علان کرنا۔“ نیز فرمایا کہ ”میرا جنازہ پڑھانے کے لیے خود بخود وہاں یعنی جنازہ گاہ میں ایک مولانا آموجود ہوگا وہ میری نماز جنازہ کی امامت کرائے گا“۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب جنازہ پڑھنے کے لیے چارپائی رکھی گئی تو ایک بزرگ صورت مولانا صاحب بغل میں جائے نماز لیے ہوئے آموجود ہوئے اور جو حلیہ اور پتا آپ نے بتایا تھا یہ وُہی صاحب تھے انہوں نے نماز جنازہ پڑھادی۔

روایت ہے کہ ”ایک ہندو کی چوری ہوگئی اور اس کا کافی مال چوری ہوگیا تھا۔ آپ اپنے گھر کے اندر تشریف فرما تھے اور میں بھی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ ”خلیفہ دروازہ پر ایک ہندو کھڑا ہے اس کو اندر بُلا لاؤ“ جب میں دروازہ پر گیا تو واقعی ایک ہندو کھڑا تھا۔ میں نے اُس کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اُس نے اپنی چوری کا ذکر کیا اور طالبِ دُعا ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ”گھبراؤ نہیں تمہارا مال تمہیں مل جائے گا۔“ وہ چلا گیا۔ چار دن کے بعد وہ ہندو مٹھائی وغیرہ لے کے حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ ”میرا مال آپ کی دُعا اور برکت سے برآمد ہوگیا ہے اور یہ شیرینی حاضر ہے“ آپ نے فرمایا ”شیرینی واپس لے جاؤ اور اپنے بھائی بندوں میں تقسیم کردو۔“

آپ کی وفات ۲۱ر رمضان ۱۹۲۷ء میں ہوئی۔

آپ کے دو فرزند تھے، سیّد یعقوب شاہ صاحب بخاری اور سیّد فرمان شاہ صاحب۔ ہر دو حضرات صاحبِ سلسلہ تھے اور اپنے والد صاحب کی طرح ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ سیّد یعقوب شاہ صاحب بخاری ۱۹۳۱ء میں فوت ہوئے۔ آپ کے پانچ فرزند ہیں: سیّد محسن شاہ صاحب ٹھیکیداری کا کام کرتے ہیں...... سیّد پھول بادشاہ صاحب پاکستان کے بڑے تاجروں میں ایک تاجر ہیں...... سیّد الحاج تاج میر شاہ صاحب اور سیّد جماعت علی شاہ صاحب بھی لوہے کی تجارت کرتے ہیں...... جناب الحاج سیّد ظفر علی شاہ صاحب اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چل کر مذہبی اور قومی قابلِ قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں آپ نے پشاور شہر میں ایک مذہبی ادارہ ”ادارہ تبلیغ الاسلام“ کے نام سے تشکیل دیا۔ اس ادارہ کے زیرِ اہتمام محرم شریف کے دس دن اور ربیع الاوّل شریف کے بارہ دن معرکہ آرا تاریخی اجتماعات کا انعقاد ہوتا ہے۔ ان جلسوں میں پاکستان بھر کے جید اور چوٹی کے علماء کرام تشریف لاکر قوم سے خطاب کرتے ہیں۔ یہ اجتماعات اپنی نوعیت کے اعتبار سے انتہائی بابرکت اور سعادت کے حامل ہوتے ہیں۔ آپ اس ادارہ کے صدر ہیں۔

۱۹۶۲ء میں پشاور شہر کے مقتدر اصحاب نے مل کر ''ادارۂ اصلاحِ معاشرہ'' بنایا جس کا مقصد جاہلی رسم و رواج اور بدعات کے خلاف عملی کام کرنا تھا۔ اس ادارہ کا صدر بھی آپ کو منتخب کیا گیا۔

مسلم لیگ کی تحریکِ آزادی میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور عملی طور پر لیگی سیاست میں نمایاں کارکردگی سرانجام دی...... ۱۹۶۰ء میں آپ حرمین الشریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔[۱۵]

(۵)

شیخ محمد جمال نقشبندی پشاوری

☆☆

آپ کا اسمِ گرامی محمد جمال ہے۔ آپ کابل سے پشاور تشریف لائے اور پشاور سے بنور (سرہند شریف) تشریف لے گئے اور حضرت سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو کر صاحبِ مجاز اور خلیفہ ہوئے۔[۱۶]

آپ نے فقہ جناب مولانا مولوی سیّد عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ قرآن مجید اور تصوف کی کتابیں خصوصاً ''نکات الاسرار'' صاحب ''نتائج الحرمین'' جناب مولانا محمد امین بدخشی سے پڑھیں۔ شیخ محمد شریف، شیخ نور محمد اور شیخ یار محمد صاحبان رحمہم اللہ اجمعین کی صحبت میں رہ کر علمِ ظاہری کی تکمیل کی۔ جب علومِ متداولہ سے فراغت حاصل کر لی تو حضرت سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک پر طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔ آپ نے اپنے مرشد ارشد کی خُوب خدمت کی بلکہ اسی خدمت کی وجہ سے تمام خلفاء میں ممتاز ہوئے۔ صاحب ''نتائج الحرمین'' تحریر فرماتے ہیں:

> در بنور خدمت عمارت خانہائے آں حضرت بسیاری کردند و ہیزم و آب می آوردند۔
>
> یعنی بنور میں آپ اپنے مرشد کے گھر کی خدمت بہت کرتے تھے۔ گھر میں لکڑی لانا، پانی بھرنا آپ ہی کا کام تھا۔

اور مولانا محمد امین صاحب بدخشی آپ کا اپنا قول نقل فرماتے ہیں:

> ومی گفت، آنچہ یافتہ ام از خدمت یافتہ یاراں در مجلس ہائے خواصہ ایشاں برکات ہا دیدہ تربیت می یافتند و من در پختنِ خاک و چونہ و نورہ تربیت و نورانیت بیشتری یافتم۔
>
> یعنی آپ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے اپنے شیخ کی خدمت سے حاصل کیا ہے۔ میرے پیر بھائیوں نے آپ کی خاص صحبتوں میں رہ کر برکتیں حاصل کی ہیں اور تربیت پائی ہے مگر میں نے مٹی، چونا اور اینٹیں پکا کر اپنے شیخ سے کمال درجے کی تربیّت اور نورانیت حاصل کی ہے۔

آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کو اس علاقہ میں خوب پھیلایا اور اشاعت کی۔ اس علاقہ کے لوگ اکثر اس سلسلہ کے مخالف تھے۔ یہاں تک کہ فقہاء اور علماء عوام کو منع کرتے تھے کہ اس سلسلہ میں مت داخل ہونا مگر آپ کی یادِ الٰہی، اتباعِ سنتِ نبوی اور نہایت ہی استقلال کی وجہ سے آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ چنانچہ وہی حضرات جو کہ آپ کے سب سے زیادہ مخالف تھے اور بحث مباحثہ کرتے تھے جیسے ملّا یوسف اور ملا عبدالکریم یوسف زئی آکر خادم ہوئے، اور صاحب ارشاد ہو کر مشیخت سے بہرہ مند ہوئے۔ اس علاقہ میں سب سے پہلے آپ مُرید ہوئے۔ آپ کے بعد شیخ نور محمد اور شیخ یار علی وغیرہ آئے۔ صاحب ''نتائج الحرمین'' لکھتے ہیں:

> دہ ہزار افغان از طفیلِ ایشاں نقشبندی شدند قبل ازیں یک افغان نقشبندی نبود، بلکہ اکثر از ایشاں منکرِ طریقہ بودند۔
>
> یعنی آپ کے مرید ہونے کے بعد اور آپ کے کوششوں سے تقریباً دس ہزار پٹھان سلسلہ نقشبندیہ میں منسلک ہوئے، حالانکہ آپ سے پہلے ایک بھی نقشبندی نہیں تھا، بلکہ اکثر پٹھان تو سلسلہ طریقت کے منکر تھے۔

آپ نے صرف اس علاقہ ہی میں نہیں بلکہ عرب میں رہ کر نجد، بصرہ، اور الحساء میں بھی سلسلہ کی خوب ترویج واشاعت کی۔ ۱۰۶۰ھ میں جب آپ حرمین الشریفین میں مقیم ہوئے تو مولانا محمد امین صاحب بدخشی فرماتے ہیں کہ الحساء اور بصرہ کے لوگوں نے بڑی عاجزی کے ساتھ التماس کی ہمیں کوئی مرشد دیجیے۔

میں نے جناب محمد جمال صاحب کی تعریف ان کے سامنے کی۔ آپ نے استخارہ کیا تو فرمایا کہ ان دنوں میرا جانا دشوار ہے۔ چنانچہ دوسرے برس جب الحساء اور بصرہ کے لوگ حج کے لیے آئے تو آپ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ ہزار ہا لوگ آپ کے مرید ہوئے اور بہت ہی قبولیت ہوئی۔ صاحب ''نتائج الحرمین'' فرماتے ہیں:

> بسیار مردم مرید شدند۔ ارشاد بنوعی ظہور کرد کہ طالبان چون مور و ملخ اژدہام نمودند۔

آپ نے نجد اور الحساء میں خلفاء مقرر کیے۔ آپ کے خلفا بھی بڑے با کرامت اور بابرکت تھے۔ آخری عمر میں تمام اوقات مراقبہ اور تلاوتِ قرآن مجید میں گزارتے۔ آخری وقت میں جبکہ خود تلاوت قرآن مجید نہ کر سکے تو بقیہ قرآن مجید سن کر ختم کر دیا۔ آپ نے ۲۵/ جمادی الاول سنہ ۱۰۷۳ھ شب جمعہ انتقال فرمایا اور حضرت سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

آپ کی وفات پر آپ کے مخلصین نے عجیب وغریب خواب دیکھے:۔ ایک صاحب نے دیکھا کہ:

> یک رکن از ارکانِ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم افتادہ است۔ ہماں شب شنید کہ شیخ وفات کردہ است۔
>
> یعنی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستونوں سے ایک ستون گر گیا ہے اسی رات کو سُنا گیا کہ آپ کی وفات ہوگئی ہے۔

شیخ صالح فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا:

> در مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مردم جمع شدند، مولودمی خوانند، پرسیدم ایں مولود از برائے کیست، گفتند ایں مولود برائے شیخ جمال است، علیہ الرحمۃ۔
>
> کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگ جمع ہیں اور مولود شریف کی محفل منعقد ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ مولود شریف کی محفل کس کے لیے منعقد کی جا رہی ہے کہا کہ یہ مجلس شیخ جمال رحمۃ اللہ علیہ کے لیے منعقد کی گئی ہے۔

مولانا محمد امین صاحب بدخشی آپ کے جنازہ میں شامل تھے، فرماتے ہیں:

> ایں فقیر در تکفین وتجہیز وتتبع جنازہ ہمراہ بودم، چوں بقبرستان جنت البقیع بردیم۔ ہنوز قبر تیار نہ شدہ بود، ساعتی جنازہ را بر دروازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گزاشتم۔ چوں نیک نظر کردم ہمہ گی در رقّت واحوال مغلوب بودند، فیض ہائے رحمانی باریدن گرفت، تا آنکہ از دفن فارغ شدند[۱۷]۔

(۶)

شیخ جنید پشاوری

☆☆

آپ کا مشہور اسمِ گرامی شیخ جنید پشاوری ہے اور القاب: ''شیخ المشائخ، بحرِ معانی اور جنید ثانی'' ہیں۔

آپ حیدر آباد (سندھ) میں ۲۷ر رجب المرجب ۱۰۶۹ھ بروز پنجشنبہ (جمعرات) پیدا ہوئے۔ حیدر آباد میں ہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک بزرگ ولی اللہ جناب حضرت میاں عبدالحیؒ[۱۸] صاحب سندھی سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں مُرید ہوکر خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ جناب حضرت میاں عبدالحی صاحب نقشبندی سندھی نے ۱۶ر شوال ۱۰۴۹ھ میں حضرت گرامی منزلت شیخ[۱۹] سعد اللہ صاحب وزیر آبادی سے بیعت ہوکر سندِ خلافت حاصل کی تھی۔

حضرت شیخ جنید صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب سلسلہ نقشبندیہ میں سلوک ومعرفت کی منازل طے کر چکے تو سیاحت کے لیے رختِ سفر باندھا۔ حیدر آباد سے روانہ ہوکر آپ ملتان پہنچے۔ اس وقت ملتان میں حضرت قطب الاقطاب شیخ احمد ملتانی قادری کا سلسلہ عالیہ قادریہ میں علم مشیخیّت بلند تھا۔ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر سلسلہ عالیہ قادریہ میں مُرید ہوگئے اور زُہد وریاضت وچلّہ کشی شروع کردی۔

آپ زاہدِ مرتاض تھے۔ قائم اللیل، اور صائم الدہر تھے، زہد وریاضت آپکا شعار تھا۔ سلسلہ ہائے طریقت کی اشاعت وترویج آپ کی زندگی کا مقصد تھا۔ اور شریعتِ محمدیہ واتباع سنّت کے آپ مظہر اتم تھے۔

ملتان سے روانہ ہوکر مختلف ممالک میں تبلیغ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے پشاور پہنچے۔

پشاور کے مشرقی جانب گنج دروازہ کے باہر آپ نے ایک جھونپڑی بنا کر یادِ الٰہی کی تعلیم شروع کر دی۔ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا حسبِ توفیق سلوک و معرفت کی تعلیم حاصل کرتا۔

ہندوستان میں آپ نے طریقۂ نقشبندیہ کو خوب پھیلایا۔ اور جناب حضرت شاہ عبدالکریم رامپوری کو سند خلافت عطا فرمائی۔ ویسے تو اس سلسلہ میں آپ کے بہت خلفاء تھے مگر حضرت شاہ عبدالکریم رامپوری آپ کے خلیفۂ اکبر تھے۔

صوبہ سرحد، آزاد قبائل، افغانستان کا تمام علاقہ، ہرات، غزنی تک آپ سے سلسلہ عالیہ قادریہ پھیلا، اس تمام علاقہ میں آپ کا سلسلہ ''قادریہ زاہدیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے خلیفۂ اکبر جناب حضرت حافظ محمد صدیق [۲۰] صاحب پشونی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کے سلسلہ میں بڑے بڑے اکابر مشائخ گزرے ہیں جو کہ زاہد اور مجاہد بھی تھے۔ حضرت مجاہد جلیل و عظیم جناب اخوند صاحب صوات، حضرت مجاہد اعظم جناب خواجہ نجم الدین صاحب المعروف ''ہڈہ ملا صاحب'' اور جناب مجاہد کبیر حضرت حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین آپ ہی کے سلسلہ کے بزرگ ترین شیخ تھے۔

آپ کی تربیت رُوحانی بطریق اویسی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمائی تھی، اسی لیے آپ کے سلسلہ میں اویسی نسبت غالب ہے۔

آپ کی وفات ۲۸؍ شوال ~~۱۱۹۸~~ھ میں بروز جمعہ ہوئی۔ آپ کا مزار گنج دروازہ کے باہر مرجعِ خاص و عام ہے۔ [۲۱]

آپ مصدرِ کرامات تھے۔ پشاور شہر کا ہر فرد آپ کے فیوضاتِ باطنی و ظاہری کا معترف ہے اور ہر وقت آپ کے مزار پر زائرین کا اژدھام ہوتا ہے۔

(۷)

اخون شاہ حبیب اللہ

☆☆

آپ کا اسم شریف حبیب اللہ المعروف شیخ حبیب ہے۔ آپ بمقام سرہند بروز بدھ بوقتِ مغرب ۱۱ محرم الحرام ۹۸۷ھ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم سرہند میں ہی حاصل کی اور حضرت شیخ المشائخ سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتِ

بابرکت اختیار کی، جب حضرت سیّد آدم صاحب بنوری حرمین شریفین کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ آپ کی خدمت میں رہ کر شیخ حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اسباق کی تکمیل کی۔

۲۱/ماہ رجب ۱۰۲۸ھ میں بروز یک شنبہ (ہفتہ) قبل عصر مکّہ مکرمہ میں حضرت شیخ المشائخ سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے نواز کر مُعنعن کیا۔

حج بیت اللہ شریف کے بعد آپ سرہند شریف آئے وہاں سے ہندوستان کا سفر کر کے کابل تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فتوحات سے نوازا۔ ہزار ہا لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو آپ نے خوب فروغ دیا۔ امراء کابل بھی آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ آپ کابل سے پشاور تشریف لائے اور پشاور کے جنوب مغربی سمت علاقہ کا کشال میں قیام فرمایا۔[۲۲] لنگر جاری کیا۔ تمام زندگی زُہد و عبادت، مجاہدات و ریاضت اور ذکرِ الٰہی میں گزار دی۔ آپ کی صحبت میں جو بھی ایک بار آتا آپ کا گرویدہ ہو کر حلقہ بگوش ہو جاتا۔ بڑے بڑے ڈاکو اور فاسق و فاجر آپ کی نظر کیمیا اثر سے متقی اور پرہیزگار بن گئے۔

اپنے سلسلہ مبارکہ کے ارشادات پر خود سختی سے عمل فرماتے اور عقیدت مندوں کو اس پر عمل کرنے کی اشد تلقین کرتے۔ کسی کی جرأت نہ ہوتی کہ وہ آپ کی صحبت میں رہ کر تارکِ سنّت ہو یا یادِ الٰہی سے غافل ہو۔ عقایدِ حقّہ اہل سنت و جماعت کی خود اشاعت فرماتے۔

بقول صاحبِ ''تاریخ آئینۂ تصوّف'' ۱۳/صفر الخیر ۱۰۹۹ھ میں بروز دوشنبہ وقت عشاء وفات پائی۔

آپ کا مزار موضع کا کشال کے باہر مرجعِ خاص و عام ہے اور اس تمام قبرستان کا نام ہی ''شیخ حبیب کا قبرستان'' ہے۔

آپ کے بہت سے خلفاء تھے مگر آپ کے مشہور خلیفۂ اکبر حضرت اخون شہباز قلندر رسداسہاگ تھے۔

اس مصرعہ سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے:[۲۳]

گفتہ ام ''شیخ ما مکمّل بود''
۱۰۹۹ھ

(۸)

شیخ طریقت سیّد امیر

☆☆

آپ کا اسم شریف سیّد امیر[۲۴]، والد کا نام محمد سعید[۲۵]، دادا کا نام یار محمد، پردادا کا نام عبد الغفور اور جد اعلیٰ کا نام مہر بیگ تھا۔ آپ علاقہ یوسف زئی ضلع مردان تحصیل صوابی موضع کوٹہ کے رہنے والے تھے۔ گاؤں کے نام کی مناسبت سے ''کوٹہ ملا صاحب'' کے نام سے ہی مشہور ہوئے۔ آپ کی ولادت ۱۲۱۰ھ[۲۶] میں ہوئی۔ بقول یوسف زئی پٹھان صفحہ ۵۴۷۔

> وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت سید امیر صاحب کا کس قبیلہ سے تعلق تھا۔

قرآن مجید پڑھنے کے بعد مختلف اساتذہ سے تمام علوم مروجہ کی تکمیل اٹھائیس برس کی عمر میں کرلی[۲۷]۔ فقہ، اصول، صرف، نحو، منطق، فصاحت، بلاغت، بیان اور بدیع کے بعد حدیث شریف پڑھنے کے لیے حضرت بحر العلوم حافظ محمد عظیم صاحب المعروف بہ میاں صاحب گنج والے کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا[۲۸]۔

آپ اپنے دور کے بے بدل عالم تھے۔ مشکل سے مشکل اور دقیق سے دقیق مسائل آنِ واحد میں حل کردیتے۔ بعض لوگوں نے آپ پر بدعقیدگی کے الزامات لگائے۔ آپ کمال ضبط وتحمل کا ثبوت دیتے ہوئے ایسے لوگوں کے اجتماعات میں جاتے اور نہایت ہی شائستگی کے ساتھ عالمانہ انداز میں اتہام تراشی کا رد کرتے۔ مولف ''تاریخ پشاور'' آپ کی تعریف وتوصیف میں لکھتا ہے[۲۹]۔

> مولوی سیّد امیر کوٹہ والا علم میں کامل ہیں۔ ان کا ثانی ملنا ذرا دشوار امر ہے۔

آپ کے علم، عمل اور فراست دینی کے متعلق جناب الٰہ بخش صاحب یوسف نے لکھا:

> اپنے وقت کے ایک جید عالم دین، صاحب علم وعمل اور مالک فہم وفراست تھے۔[۳۰]

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسہ حضرت قطبِ وقت فضل احمد صاحب معصومی المعروف حضرت جی صاحب پشاوری کے فرزندارجمند حضرت فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پر بیعت ہوے۔

اتفاقاً حضرت اخونزادہ صاحب کابلی یعنی حضرت یار محمد صاحب کابل سے پشاور تشریف لائے[31]۔ آپ جب ان سے ملے تو ان کی ملاقات سے بہت متاثر ہو کر ان سے بھی سلسلۂ عٗلیہ نقشبندیہ میں بیعت کر لی[32]۔ آپ نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں منازل سلوک طے کر لیے اور صاحب مجاز ہو کر مقاماتِ عٗلیا پر فائز ہوے۔ نیز قطبیت کے مقام پر مامور ہو کر اطرافِ عالم میں مشہور ہوے[33]۔ صاحب ''نظم الدرر'' نے صفحہ ۸۷ سے لے کر صفحہ ۸۶ تک آپ کے کافی کشف جو کہ عیانی بھی ہیں اور کونی بھی، نقل کیے ہیں اور صفحہ ۸۰ کے آخر میں لکھتے ہیں:

> ازیں نوع مکاشفات ازاں حضرت رضی اللہ عنہ وارضاہ حدی ونہایتے ندارد۔
>
> یعنی اس قسم کے آپ کے مکاشفات بے حساب ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

> وروزے آں حضرت بزبانِ مبارک خود می فرمودند کہ اقوالِ وافعال مریدانِ خود از مشرق تا مغرب بمن ہمچو کفِ دست ظاہر ومُبرہن ہستند وجمیع دائرۂ زمین وزمان بنظرِ من چوں کف دست می نماید۔

ایک دن آپ نے فرمایا کہ:

> مریدین کے اقوال اور افعال از مشرق تا مغرب میرے سامنے ظاہر اور واضح ہیں جس طرح میری یہ ہتھیلی ہے نیز روئے زمین وزمان بھی میری نظر میں ہتھیلی کی طرح ہیں۔

آپ نے تبلیغ اسلام، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور اشاعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ایک لمحہ بھی فروگزاشت نہیں کیا بلکہ اپنی زندگی اسی عظیم وجلیل مقصد کے لیے وقف کر دی۔ اتباع سنّت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ تھے۔ یادِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن مجید سے گھڑی بھر غفلت نہ کرتے۔ اپنے مشایخ کے مسلک کے ساتھ

وابستگی آپ کی زندگی کا مقصدِ اوّلین تھا۔

جس طرح آپ نے اس اعلیٰ وارفع روحانی مشن کو کامیاب بنانے کے لیے انتہائی محنت اور جانفشانی سے کام لیا، اسی طرح اپنے زمانہ میں آپ کی شخصیت سیاسی اعتبار سے بھی کافی اہم شمار کی جاتی تھی۔ آپ نے وطن عزیز میں اسلامی اور رُوحانی اقدار کو عملاً نافذ کرنے کے لیے مجاہدانہ عزم واستقلال کا ثبوت دیا اور ہر اس تحریک کی حمایت، اعانت اور پُشت پناہی کی جس کے ذریعہ یہ قدریں غالب اور روشن ہوتی تھیں۔ یہی آپ کا للّٰہیت اور خلوص سے بھرپور جذبہ تھا جس نے آپ کو اس میدان میں بھی حیاتِ جاودانی بخشی۔ چنانچہ محدثینِ ہندوستان کی تحریک میں آپ نے نہ صرف ایک مشیر کی حیثیت سے بلکہ ایک مردِ مجاہد کی طرح میدانِ کارزار میں شجاعت کے کارنامے سرانجام دیے اور اس تحریک کے آخری ایّام تک اس سے وابستہ رہے۔ اس تحریک کی اسی وابستگی کی وجہ سے آپ پر ''وہابی'' ہونے کا فتویٰ لگایا گیا۔ پشاور شہر کے فاضلِ اجل حضرت مولانا مولوی غلام جیلانی صاحب المعروف ''میاں صاحب آسیاء'' نے آپ کی مکمل تائید وحمایت کی اور اُن فتاوٰی کا رد لکھا۔ ''نظم الدرر'' کے مطالعہ کے بعد ثابت ہوجاتا ہے کہ آپ نے واشگاف الفاظ میں ان تمام عقاید باطلہ کا جن کا آپ پر الزام لگایا جاتا تھا ردّ کیا اور بیزاری کا اظہار کیا۔ یقیناً آپ توحید وسنّت کے علم بردار اور بدعت وگمراہی کے دشمن تھے۔ تحریک محدّثین کے بعد بھی آپ نے ہر ممکن طریقہ پر انگریزوں کی مخالفت کی تاکہ ان کے ناپاک قدم اس وطن میں نہ جم سکیں۔ چنانچہ جب شاہ شجاع نے دوبارہ افغانستان کی حکومت سنبھالی تو آپ نے اسے لکھا:

> انگریز کی بیخ کنی کا کام مکمل کرلیا گیا ہے لیکن اس کی ابتدا تم کرلو تاکہ نیک نام ہوجاؤ اور خواص وعوام میں ہردلعزیز۔ بصورتِ دیگر اگر تم نے اس میں کاہلی سے کام لیا تو تم خود معزول ہوجاؤ گے۔ یہ کام یقیناً شدنی ہے اور میرا اس پر محکم عقیدہ ہے۔

مگر افسوس کہ شاہ افغانستان کی بے ہمّتی سے یہ کام سرانجام نہ ہوا۔ صاحب ''تاریخ پشاور'' لکھتا ہے:

''اس گاؤں[۳۴] میں (کوٹھ) ایک شخص سیّد امیر ملاّ، صاحب علم وعمل ہے۔ اکثر اشخاصِ ضلع پشاور تو اس کو وہابی کہہ کر اس کے افعال کو ناپسندیدہ جانتے ہیں، مگر بعضے ساکنین ضلع مذکور اور بہت لوگ متوطن اضلاع غیر اس کو درویشِ بایُمن برکت جان کر بصلاح حال ومال منسوب کرتے ہیں اور اس کی بزرگی پر

اعتقاد رکھتے ہیں۔"

آپ کی وفات بقول صاحب "نظم الدرر" بروز جمعہ آخر ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ بوقت عصر ہوئی، اور یکم محرم ۱۲۹۵ھ کو ۸۵؍ برس کی عمر میں موضع کوٹھ میں ہی اپنی مسجد میں دفن کیے گئے۔ آپ کے خلفاء بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلتے رہے تبلیغ اسلام، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مصروف ہوے۔

اخونزادہ صاحب کھلابٹ، اخونزادہ نور محمد صاحب، صاحبزادہ مدثر صاحب اور آپ کے داماد مولانا عبدالرؤف صاحب بہت ہی قابل قدر ہستیاں ہوئی ہیں [۳۵]۔ مولانا عبدالرؤف صاحب سر سید سرحد سر صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب بانیٔ اسلامیہ کالج پشاور کے والد تھے [۳۶]۔

(۹)

مولانا مولوی قاضی محمد شمس الدین نقشبندی

☆☆

آپ کا اسمِ گرامی قاضی محمد شمس الدین، والد کا نام قاضی فیروز الدین صاحب تھا۔ آپ موضع درویش جو کہ ریلوے اسٹیشن ہری پور سے سو میل پر واقع ہے میں سکونت رکھتے تھے۔

ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد آپ نے دیگر علوم کی کتابیں مولانا مولوی غلام رسول صاحب پتی ضلع گجرات، مولانا مولوی عبدالحئی صاحب بھوئی گاڑ ضلع اٹک اور قاضی صدر الدین صاحب سے پڑھیں۔ مولانا مولوی مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی سے دورہ حدیث کی تکمیل کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔ واپس آ کر درس و تدریس میں زندگی گزاری۔

آپ کی تصانیف موسوم بہ "ڈاڑھی کی اسلامی حیثیت" "سیرت خلفاء اسلام" چھپ چکی ہیں اور "تیغ بُرّاں بر فتنۂ غلام خان" اور "آوازِ حق" قلمی ہیں...... سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت شیخ المشائخ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ عبداللہ صاحب قدس سرہٗ کندیاں سے بیعت کی تھی...... انتہائی متواضع، ملنسار، مہمان نواز اور کم گو تھے۔ ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ (سنین ولادت و وصال دستیاب نہ ہو سکے) [۳۸]۔

(۱۰)

اخون شہباز قلندر

☆☆

آپ کا اسمِ گرامی شہباز صاحب تھا، ''قلندر اور سدا سہاگ'' لقب تھے۔ بقول صاحب ''تاریخ آئینہ تصوف'' ''۲۷/ ماہِ جمادی الآخر سنہ ۹۳۳ھ میں بروز سہ شنبہ وقت قبل از عصر موضع طوری ملک بندیل کھنڈ (سرحد) میں آپ پیدا ہوئے۔''

ہندوستان میں تعلیم کی غرض سے پھرتے رہے۔ آخر حیدرآباد سندھ میں حصولِ علم کے بعد متمکن ہوئے اور تدریس شروع کردی۔ علم کی دنیا میں آپ کو کافی شہرہ حاصل ہوا۔ حضرت اخون حبیب صاحب دورانِ سفر جب حیدرآباد سندھ پہنچے تو جناب اخون شہباز صاحب بھی آپ کی ملاقات کے لیے آئے۔ پہلی ملاقات ہی میں آپ حضرت شیخ حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض اور اخلاق حمیدہ سے فیضیاب ہوئے اور مرید ہوکر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے اوراد و اشغال میں مصروف ہوگئے۔ اپنے شیخ کی صحبت اختیار کرلی۔ جناب محمد حسن صاحب فرماتے ہیں کہ ''۹/ ربیع الاول سنہ ۱۰۲۹ھ میں بروز پنجشنبہ وقت اشراق حضرت اخون حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے حیدرآباد میں سندِ خلافت پائی۔''

تمام اوقات اپنے شیخ کی معیت میں بسر کیے۔ سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت و ترویج میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ کابل، قندھار، غزنی، ہرات تک کے سفر کیے اور ہزاروں مرید کیے۔ سنہ ۱۰۹۳ھ یا سنہ ۱۰۹۴ھ میں وفات پائی۔

عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ آپ کی قبر حضرت شیخ حبیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں کی طرف مغرب میں واقع ہے[۳۹]۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت اخون مومن رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفۂ اکبر تھے۔

(۱۱)

حاجی عبدالرحیم نقشبندی

☆☆

آپ کا اسمِ گرامی عبدالرحیم، والد کا نام حاجی گل نواز، موضع کوٹلہ محسن خان[۴۰] کے رہنے والے تھے۔

آپ کی پیدائش ۱۲۷۴ھ بتائی جاتی ہے۔

دینی تعلیم سے فراغت حاصل کر کے حج کرنے بیت اللہ شریف چلے گئے۔ ابتداء ہی سے زاہدانہ زندگی اپنائے ہوئے تھے۔ نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھے رہتے۔ بزرگان کرام کے مزارات پر بھی حاضر ہوئے اور استفادہ کیا۔ صحیح العقیدہ اہلِ سنّت و جماعت تھے اور اسی مسلک کی تبلیغ واشاعت فرماتے۔ بزرگانِ کرام کی توہین کرنے والوں کی صحبت سے منع فرماتے، اور کہتے کہ ان کے دل پر ایک ایسا داغ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو ان کے تمام اعمال کو برباد کر دیتا ہے۔ یہی آپ کی نیک سیرتی تھی۔ جو آپ کو نہایت ہی عقیدت، محبت اور ادب واحترام کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے گئی۔ حضور سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلہ وسلم اِس فقیر کو پیر کی تلاش اور ضرورت ہے آپ ہادی المضلّین ہیں رہنمائی فرمایئے۔“ بارگاہِ مقدس ومعطر ومعلّیٰ سے ارشاد ہوا کہ ”سرہند شریف جاؤ، تمہیں وہاں پیر مل جائے گا۔“ چنانچہ آپ مدینہ منورہ سے سیدھے سرہند شریف پہنچے حضرت امام ربانی محبوب سبحانی کاشفِ علوم حروف مقطعاتِ قرآنی مجدد الف ثانی احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فرمایا، کہ ”جاؤ تمہیں اسٹیشن پر پیر مل جائیگا۔ جناب حاجی صاحب جب اسٹیشن پر پہنچے تو آپ کو ایک بزرگ صُورت آدمی ملا۔ اور حاجی صاحب کو کہا کہ رامپور کا ٹکٹ لو۔ اور وہاں پہنچ کر محلہ چاہ شور پر حافظ عنایت اللہ صاحب رامپوری رہتے ہیں ان سے بیعت کرلو۔“ فرماتے ہیں کہ ”سیدھا اُن کے پاس رامپور پہنچا۔ جب ان کے سامنے ہوا تو آپ وہی شخص تھے جو کہ سرہند کے اسٹیشن پر مجھے ملے تھے، اور وہ خود حافظ عنایت اللہ صاحب تھے۔“ ۱۸۹۵ء میں آپ حافظ صاحب سے بیعت ہوئے۔

آپ پر اپنے شیخ کی خاص نظر اور توجہ تھی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ حاجی صاحب خاص طور پر مدینہ پاک کی بارگاہ عالیہ سے بھیجے گئے تھے۔ نتیجۃً بہت ہی قلیل عرصہ میں یعنی صرف تین ماہ میں سلوک کی تکمیل کرلی، آپ اِس عرصہ میں لطائفِ ستہ سے سرفراز کیے گئے۔ اور شیخ نے آپ کو خلافت سے نواز کر معنعن وصاحبِ مجاز کر دیا۔ اور ساتھ ہی حکم دیا کہ اپنے وطن جا کر سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت وتبلیغ شروع کرو...... خوب فتوحات ہوئیں لوگ جوق در جوق آنے لگے، اور فیض حاصل کر کے بامراد لوٹتے۔ مریدین کو تعلیم سلوک وتزکیہ نفوس کرنے کے ساتھ ساتھ قرآنِ مجید کا ترجمہ پڑھاتے۔ اور مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مشکل مقامات کو آسان پیرایہ پر بیان فرماتے اور نہایت ہی سہل طریقہ پر ذہن نشین

کروادیتے۔ ہر قسم کے سیاسی جھگڑوں اور کشمکش سے کنارہ کش رہے۔ بلکہ ایسے تمام جھمیلوں سے نفرت کرتے، اور اپنے مُریدین کو بھی منع فرماتے۔ آپ مُریدین پر عموماً مغرب کی نماز کے بعد توجہ فرماتے۔

آپ نے بہت سفر کیے، اجمیر شریف بھی تشریف لے گئے۔ آپ فرماتے تھے کہ ”روحانی طور پر حضرت خواجۂ بزرگ عطائے رسول خواجۂ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے کافی فیض ہُوا ہے۔“ افغانستان میں ”حضرت صاحب چار باغ“ سے آپ کی اکثر ملاقات رہتی۔ آپ ان کی بہت تعریف کرتے، یہاں تک فرمایا کہ ”آپ یعنی حضرت صاحب چار باغ“ مجھ سے اپنے گھر میں یعنی پشاور میں جسمانی طور پر ملاقات کرتے ہیں حالانکہ وہ افغانستان میں ہوتے تھے۔“ جناب حاجی صاحب فرماتے تھے کہ مسلسل آٹھ برس تک بیداری کے عالم میں جسمانی طور پر حضور فخرِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا تعلق رہا ہے۔“

آپ کے مُریدین صوبہ سرحد، آزاد قبائل، اور بنگلہ دیش و پاکستان میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ متبع سُنّت اور صاحبِ حال ہیں۔ اپنے شیخ سے بہت ہی عقیدت اور عشق رکھتے ہیں۔ آپ اپنے مریدین کی تکمیل سال کے عرصے میں کردیتے تھے۔

آپ کے ایک خلیفہ جناب ملک ابرار حسین صاحب نقشبندی بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب میں دوسری بار رامپور اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو شیخ نے فرمایا کہ حاجی عبدالرحیم قرآن مجید کی تلاوت کرو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میری عینکیں پشاور میں رہ گئی ہیں۔ میرے پیرومُرشد نے مجھے فرمایا ”حاجی میں نے عینکوں کا نہیں کہا بلکہ قرآنِ پاک کی تلاوت کا کہا ہے۔“ حاجی صاحب نے کہ آپکے اِس ارشادِ گرامی کے بعد یہ ہوا کہ ”۱۹۰۵ء تک ۱۰۸ برس کی عمر میں بھی بغیر عینک کے روزانہ دس پارہ قرآن مجید پڑھتا ہوں۔“ آپ کو ملنے کے لیے تہکال بالا پشاور کے ایک بزرگ جناب ارباب صاحب ملنے کے لیے آئے۔ ارباب صاحب بھی جناب حاجی صاحب سے ایک مسئلہ پر اُلجھ گئے۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ ارباب صاحب ابھی آپ کو نماز پڑھنی نہیں آتی اور آپ فقیروں سے اُلجھ رہے ہیں، ارباب صاحب نے کہا آپ ہی نماز پڑھا دیجیے۔ حاجی صاحب نے فرمایا اُٹھ اور دو رکعت نفل کے لیے کھڑا ہو جا، ارباب صاحب بھی اُٹھ کھڑے ہوے۔ جب نماز پر کھڑے ہوے اور اِدھر حاجی صاحب سر بجیب مراقبہ ہو گئے۔ ارباب صاحب کی نماز کے دوران ہی کیفیت بدل گئی اور گریہ طاری ہو گیا۔ بیعت کر کے حاجی صاحب کے

ہو رہے۔ یہ رونا اُس وقت سے آپ پر اتنا غالب ہوا کہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مرتے وقت تک روتے رہے اور بقول ملکِ ابرار حسین صاحب ارباب صاحب فرماتے کہ حاجی صاحب کی توجہ کاملہ اور نظرِ عنایت سے روزانہ صبح نماز سے پہلے حضور فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور حضور غوثِ اعظم سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔

آپ کے مُریدین صوبہ سرحد، آزاد قبائل، مغربی اور مشرقی پاکستان میں بکثرت پائے جاتے ہیں، متبع سُنّت اور صاحبِ حال ہیں۔ اپنے شیخ سے بہت ہی عقیدت اور عشق رکھتے ہیں۔ آپ اپنے مُریدین کی تکمیل ایک برس میں کرتے تھے۔ آپ کے ۲۵ر کے قریب خلفاء ہوں گے۔ اُن میں سے اکثر نے سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت وترویج کی۔ اُس وقت آپ کا اپنا بیٹا جناب عبداللہ خان صاحب جو کہ آپ سے بیعت ہے اور خلیفہ تیراملاّ صاحب سے خلافت حاصل کر کے اپنے آبائی سلسلہ کو فروغ دے رہا ہے۔

ملک ابرار حسین صاحب نقشبندی بیان کرتے ہیں کہ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں علمی طور پر توحید باری اور دیگر مسائل علم کلام میں بہت اُلجھا ہوا تھا۔ میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر کوئی دلیل ہو تو فرمادیں۔ آپ نے نہایت ہی سادگی سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو بغیر دلیل کے ماننا چاہیے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ میں ذہنی اور علمی طور پر ان مسائل میں اُلجھا ہوا ہوں، اور یہ عقدہ مدلل طور پر حل کیجیے۔ میری طرف نظر اُٹھا کر دیکھا اور فرمایا اچھا تمہیں دلیل مل جائے گی۔ اِس گفتگو کے بعد ایسا ہوا کہ جس وقت بھی کوئی ایسا سوال میرے ذہن وقلب میں پیدا ہوتا تو میں محسوس کرتا کہ ایک شخص میرے شانے کے قریب کھڑا ہے اور اِس مسئلہ کے متعلق تقریر کر رہا ہے اور میری اس تقریر سے تسلّی ہو جاتی، تمام شکوک زائل ہو جاتے اور میں مطمئن ہو جاتا۔ اور یہ معاملہ چھ ماہ تک ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ اب بالکل مطمئن ہوں۔

آپ کی وفات ۱۸ر رمضان المبارک ۱۹۴۹ء میں ہوئی[۴۱]۔

(۱۲)

خواجہ عبدالرحمٰن نقشبندی

☆☆

آپ کا اسمِ شریف عبدالرحمٰن، والد کا اسمِ گرامی فیض محمد صاحب اور ''بحرِ زخار'' کے خطاب سے مُلقب تھے۔

آپ کے والد کابل (افغانستان) سے پشاور تشریف لائے۔ اور پشاور کے محلہ گل بادشاہ جی علاقہ جہانگیر پورہ میں قیام کیا۔ آپ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین جناب پیر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنیری کی اولاد سے ہیں۔

آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے والدِ محترم کے زیر سایہ ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد پشاور شہر کے مشہور و معروف محدثِ جلیل حضرت مولانا مولوی محمد ایوب صاحب حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہوگئے۔ علومِ متداولہ سے فراغت حاصل کر کے حضرت علّام سے سندِ حدیث حاصل کی۔

یہاں سے تعلیم کے حصول کے بعد آپ نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔ لاہور، سہانپور دہلی، کانپور ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے۔ کلکتہ میں مدرسہ عالیہ میں حضرت مولانا مولوی لطائف گل صاحب[۴۲] (جو کہ مدرس تھے) کے درس میں شامل ہوگئے۔ دو برس کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ ہی میں تدریس کے فرائض انجام دینے پر مامور ہوئے اور چار برس تک علومِ متداولہ کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ آپ کے علم کا شہرہ تمام بنگال میں پھیل گیا۔ یہاں تک کہ علماء نے آپ کو ''بحر زخار'' سے مخاطب کیا۔

چونکہ آبائی طور پر زہد و تقویٰ، ریاضت و مجاہدہ آپ کو ورثہ میں ملا تھا اِس لیے آپ کی طبیعت میں سلوک و تصوف کو باقاعدہ طور پر حاصل کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ آپ کلکتہ سے پشاور تشریف لائے اور والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم سے بہرہ ور فرمایا۔ آپ کی والدہ نے فرمایا کہ ''بیٹا تم نے علم دین بحمد اللہ حاصل کرلیا ہے۔ اب روحانیت اور سلوک و تصوف حاصل کرنے کسی شیخِ کامل کی بیعت کرو۔'' نیز فرمایا۔ بیٹا! ''پیر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہو جاؤ اور جو کچھ وہاں سے ارشاد ہو تعمیل کرو۔'' آپ والدہ کے حکم کے مطابق حضرت شیخ الاسلام والمسلمین پیر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوئے۔ حضرت پیر بابا صاحب نے آپ کو خواب میں ارشاد فرمایا۔

''فرزند عبدالرحمٰن! پشاور میں مسجد شیخاں جاؤ وہاں پر ایک شخص سید محمد اصغر شاہ[۴۳] تمہیں ملے گا وہ تمہارا پیرِ طریقت ہے، اس کے ہاتھ بیعت کرلو۔'' آپ پشاور مسجد شیخاں پہنچے، تو حضرت سید اصغر شاہ صاحب مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی فرمایا۔ ''بیٹا آؤ'' پیر بابا صاحب نے بھیجا ہے اور مجھے پیر بابا صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کو بیعت کرلو۔'' چنانچہ آپ اُسی وقت سلسلہ عَلیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوگئے۔ آپ کے پیر و مرشد موضع دیہ بہادر میں ایک برس تک آپ کے پاس رہے۔ ظاہری علم سے بہت کم واقف تھے۔

اسی لیے مثنوی مولانا روم آپ سے پڑھی، اور آپ ان کے فیوضات و برکات سے مُستفید ہوتے رہے۔

آپ کچھ عرصہ کے بعد موسیٰ زئی تشریف لے گئے تاکہ اپنے شیخ کے مُرشد کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر رُوحانی تربیت حاصل کریں۔ جب آپ موسیٰ زئی پہنچے تو معلوم ہوا کہ جناب خواجہ محمد عثمان صاحب حج کے ارادہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ آپ نے بھی وہاں سے حج کا ارادہ کیا اور عازمِ کراچی ہو گئے۔ آپ کی ملاقات جناب خواجہ محمد عثمان صاحب سے جہاز میں ہو گئی۔ مدینہ منورہ پہنچ کر آپ کے دادا پیر نے تجدیدِ بیعت کر کے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں خرقۂ خلافت عطا فرما کر صاحبِ مجاز و معنعن فرمایا۔ واپسی پر اپنے ننہال کے گاؤں موضع ''بہادر کلی'' میں اقامت کر کے سلسلۂ رشد وہدایت شروع کیا اور خانقاہ قائم کر دی۔

ہزاروں لوگ آ آ کر سلسلہ نقشبندیہ میں آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے لگے اور ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآن، اور اوراد و وظائف میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے صوبہ سرحد اور صوبہ سرحد کی ریاستوں میں سلسلہ نقشبندیہ کی خوب اشاعت کی اور قرآن و سُنّت کی اتباع کی دعوت دی، دُور دراز کے سفر کیے۔ لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جذبہ پیدا کیا۔

۱۹۲۳ء میں نواب شجاع الملک، نواب چترال پشاور آئے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت ہی متاثر ہوئے۔ اور بقول مصنف ''نئی تاریخ چترال (اردو)''[۴۴]

> اعلیٰحضرت مرحوم سر شجاع الملک کو آپ کے والد (یعنی خواجہ عبدالرحمٰن صاحب) حضرت مغفور سے ۱۹۲۳ء میں پشاور کے سفر کے موقع پر ملاقات کے دوران میں روحانی اخلاص ومحبت کا واسطہ پیدا ہوا تھا۔ جس کی تکمیل کے لیے اعلیٰحضرت مرحوم نے ان کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ پشاور میں آپ کا نیاز خاطر خواہ میسّر نہ ہوا تھا۔ اس کمی کو کسی دوسرے موقع پر پورا کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔

چنانچہ نواب صاحب آپ کے مُرید ہوئے۔ مصنّف ''نئی تاریخ چترال'' لکھتے ہیں:

> ستمبر ۱۹۳۲ء میں حقائق ومعارف آگاہ الحاج حضرت محمد عبدالرحمٰن صاحب نقشبندیہ خانقاہ بہادر کلی پشاور بادشاہ کی بار بار دعوت پر اپنے

> مُرشد زادہ حافظ محمد ابراہیم صاحب خانقاہ موسیٰ زئی اور متعدد ہمراہیوں کے ساتھ چترال تشریف لائے۔ چونکہ اعلیٰحضرت علماء مشائخ کے بے حد قدردان اور اخلاص وعقیدت کے رازدان ہیں، دونوں مشائخ کا مناسب احترام کیا اور ان کے تعارف وتالیف سے نہایت محظوظ ہوے۔

لارڈ برٹن سرٹی جلال الدین ایک انگریز تھا اور وہ مسلمان ہوا تھا۔ اُس کی ملاقات بھی آپ سے اکتوبر ۱۹۳۲ء میں چترال میں ہوئی۔ وہ بھی اس ملاقات میں آپ سے اس درجہ متاثر ہوا کہ فوراً آپ سے بیعت کرلی۔ مصنف ''نئی تاریخ چترال'' رقمطراز ہے:

> مشائخ کرام میں سلسلہ نقشبندیہ سے حضرت عبدالرحمٰن صاحب بہادر کلی پشاور، اُن دنوں چترال میں موجود تھے۔ محترم نومُسلم لارڈ سر جلال الدین ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ مُلاقات کی پھر ہاتھ آگے بڑھایا، اور اُن سے بیعت بھی کی۔

غرضیکہ اگر آپ کے دستِ مبارک پر عام لوگ بیعت ہو کر نیک بنے تو علماء، اُمراء اور صاحبانِ فہم وفراست بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اصلاح وارشاد کے حامل ہوے۔ تقریباً دو ماہ چترال میں قیام کر کے واپس پشاور تشریف لائے اور دوبارہ حج کو گئے۔ پھر تیسری بار ۱۹۳۵ء میں آپ حج کو تشریف لے گئے، اور اِس بار پشاور شہر سے (آپ نے بہ نیت حج) احرام باندھا۔

آپ نہایت ہی کریم النفس، منکسر المزاج، متواضع، ملنسار، شریف النفس، صابر اور بُردبار تھے، ایک بار آپ نے اپنے مُریدین کو فرمایا کہ لوگ مجھے کافر بھی کہیں تو تُم میری طرف سے جواب نہ دو۔ آپ علمِ لدنی سے نوازے ہوے تھے۔ اور جس وقت بھی کوئی مسئلہ آپ کے سامنے پیش ہوتا تو آپ بلاتوقف اُس کو حل فرماتے۔ آپ سہارنپور تشریف لے گئے تو علماء کرام کی ایک مجلس میں آپ نے بہ بانگِ دُہل فرمایا کہ اے علماء کرام! اگر آپ کو کسی مسئلہ میں کوئی علمی اشکال ہوں تو اِس وقت بیان کریں یہ فقیر اِن شاء اللہ اس مسئلہ کو حل کردے گا۔ مولانا مولوی محمد شریف صاحب محدّث فرماتے ہیں کہ یہی وجہ تھی کہ علماء نے آپ کو ''بحرِ زخار'' کا خطاب دیا تھا۔

آپ کے زہد وتقویٰ، نجابت وشرافت کی وجہ سے پشاور شہر کے علماء صلحاء، اور عوام آپ کی بہت ہی

عزّت وتوقیر کرتے۔ آپ جس وقت بھی سفید گھوڑی پر سوار چادر سر پر ڈالے پشاور کے بازاروں سے گزرتے تو لوگ ادباً احتراماً اپنی دکانوں پر کھڑے ہوکر آپ کا استقبال کرتے اور انتہائی شفقت ومحبت کے ساتھ دُعائیں کرتے ہوئے مسجد مہابت خاں نماز کے لیے چلے جاتے۔

آ ب کا وصال ۵/ذی الحج ۱۳۴۰ھ بروز جمعرات عشاء کی نماز کے بعد ہوا اور یہ آفتاب سلسلہ نقشبندیہ جمعہ کے دن سُپرِدِخاک کردیا گیا[۴۵]۔

آپ نے اپنے بعد کافی خلفاء چھوڑے جواب تک اِصلاح، رشدوہدایت میں مصروف ہیں۔ ان میں سے بعض کے اِسماء یہ ہیں۔

(۱)......مولانا مولوی عبدلمنان صاحب پلوسی

(۲)......مولانا مولوی سعید الرحمٰن صاحب مرحوم ساکن محلہ مروی ہا پشاور

(۳)......مولانا مولوی حافظ غلام محمد صاحب مرحُوم پنڈ سلطانی

(۴)......مولانا مولوی صُوفی محمد یعقوب صاحب مدرس ڈھاکہ

(۵)......مولانا مولوی پائندہ گل صاحب (سوات)

(۶)......مولانا مولوی رحمان الدین (پڑانگ چارسدّہ)

(۷)......سیّد زرغن شاہ صاحب (گلگت)

(۸)......مشہورومعروف حاجی عمران صاحب جوتقریباً تمام عمر ہی سال حج پر جاتے تھے آپ کے ہی مُرید تھے۔

آپ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ اپنے دوسرے صاحبزادہ جناب حضرت مولانا مولوی محمد عزیز الرحمٰن صاحب کو مُرید کر کے خلافت سے نوازا اور خلافت نامہ تحریر کر کے بھی دیا۔ آپ کے سلسلہ کی اشاعت میں آپ بہت ہی جانفشانی کے ساتھ کوشش کرتے ہیں۔ آپ نے جب علوم متداولہ کی تکمیل مکمل کرلی تھی پھر آپ کو سندِ خلافت مل گئی۔

صاحبزادہ محمد عزیز الرحمٰن صاحب والد کی وفات کے بعد پشاور سے کراچی چلے گئے۔ وہاں سے پلوسی سون مکیسر ہوتے ہوئے چترال میں مقیم ہوگئے۔ صاحب ''نئی تاریخ چترال'' (اُردو) لکھتے ہیں:

> موصوف زبدۃ العارفین الحاج محمد عبدالرحمٰن صاحب مرحوم سجادہ نشین

> خانقاہ بہادر کلی کے صاحبزادہ ہیں اور ان کا اسمِ گرامی محمد عزیز الرحمٰن صاحب ہے دو تین سال سے چترال میں بمعہ خاندان قیام پذیر ہیں۔ اُنہوں نے اپنے والدِ بزرگوار سے مسندِ ارشاد سنبھالا، اور ان کے خلیفہ ومجاز مطلق جانشین ہیں، کُتبِ تصوف وسلوک کے باوصف متعدد علماء سے علوم ظاہری کی تکمیل کی، اور سر کردہ فضلاء سے ہیں، اور اپنے والد بزرگوار کے فیوضات وتوجہاتِ عالیہ سے ہر مقام پر مستفید ہیں۔

باوجود اس کے کہ آپ کے تعلقات بہت ہی وسیع تھے۔ علماء اُمراء اور حکامِ ریاست سب کے سب آپ کے معتقد اور مخلصین تھے، حتّٰی کہ والیٔ ریاست بھی آپ کا انتہائی معتقد اور آپ کی ارادت میں منسلک تھا۔ مگر آپ نے کبھی بھی ان سے کوئی طمع یا لالچ نہیں رکھا، اور نہ ہی کوئی وظیفہ لیا۔ صاحب ''نئی تاریخ چترال'' لکھتے ہیں:

> آپ کے نفقہ کا کوئی انتظام ریاست سے جاری نہیں، لیکن پھر بھی آپ کسی کے محتاج نہیں۔ نفقۃ الغیب سے روزی کا سامان موجود ہے۔

آپ کا یہی توکل اور استغنا ہے۔ جس سے متقدمین صوفیہ کرام کے اخلاق ہویدا ہیں۔

تمام علماء اور فضلاء آپ کے اخلاقِ حمیدہ اور علمی کمالات وفضائل کے معترف ہیں۔ صاحبِ ''تاریخ چترال'' لکھتے ہیں:

> چترال کے علماء جب آپ سے ملتے ہیں تو علمی فضائل کے مباحث سے اعتراف کرتے ہیں کہ آپ کے علمی کمالات بلند وسیع ہیں، اور آپ کا سلسلۂ کلام نہایت مؤثر و جاذبِ قلوب ہوتا ہے۔

آپ نے ایک تاریخ بھی لکھی ہے جو قلمی ہے اور شاہی کتب خانہ چترال میں موجود ہے، لیفٹیننٹ مرزا غلام مرتضیٰ رقمطراز ہیں:

> حضرت صاحب کا ایک بینظیر مجموعۂ روزگار تحفہ کتاب تاریخ باسم ''حبیب السیر'' شاہی کُتب خانہ میں موجود ہے جو نہایت خوش خط زرافشاں قلمی نسخہ ہے۔

(۱۴)

عبدالرحمٰن ممند (رحمٰن بابا)

☆☆

حضرت عبدالرحمٰن ممند المعروف رحمٰن بابا اپنے عہد کے پشتو زبان کے نامور صوفی شاعر کی حیثیت سے معروف ہیں، صوبہ سرحد کے ممند قبیلے کے ایک بزرگ عبدالستار ممند کے گھرانے سے آپ کا تعلق تھا اور اسی قبیلے کے گاؤں بہادر کلی، پشاور میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے سالِ ولادت اور سنہ وصال پر مورخین کا اختلاف ہے۔ جناب قلندر ممند کی تحقیق کے مطابق آپ ۱۰۸۱ھ کو پیدا ہوئے اور ۸۲/سال کی عمر میں ۱۱۶۳ھ کو وصال فرمایا...... جناب سید تقویم الحق کا کہنا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۰۶۴ھ کے قریب ہوئی...... ایک اور فاضل جناب حبیبی نے اپنی کتاب ''پشتانہ شعراء'' جلد اول، ص۔ ۱۳۸/ میں لکھا ہے کہ:

> روایتوں اور رحمٰن بابا کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عہد ۱۰۵۰ھ سے ۱۱۲۰ھ کے درمیان کا زمانہ ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی پھر مولانا محمد یوسف سے فقہ، اصول فقہ اور تصوف کے اسباق پڑھے، کوہاٹ جا کر بھی مختلف اہل علم سے اکتساب کیا...... آپ کا فطری میلان صوفیانہ شاعری کی طرف تھا چنانچہ آپ کا پشتو میں ''دیوان رحمٰن بابا'' آج بھی مشہور و معروف ہے، آپ کے کلام کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے انگریزی، اردو، سندھی، پنجابی، بلوچی اور دیگر زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں...... علامہ ذاکر اللہ نقشبندی افغانی (کراچی) کے بقول آپ کی قبرانور پر جو کتبہ لگا ہے اُس پر آپ کے نام کے ساتھ نقشبندی تحریر ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ آپ سلسلہ نقشبندیہ سے فیضیافتہ تھے...... آپ کا مزار شریف پشاور کے قصہ خوانی بازار میں مرجع خاص وعام ہے جہاں ہر سال آپ کا عرس بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے، اس موقعہ پر ایک بہت بڑا مشاعرہ بھی ہوتا ہے جس میں آپ کا صوفیانہ کلام اور اُس کے اسرار و رموز بیان کیے جاتے ہیں۔

(حالات ماخوذ (۱) د رحمان بابا د ژوند مختصر حالات، از پروفیسر حاجی محمد افضل رضا، مشمولہ دیوان عبدالرحمٰن بابا، مطبوعہ پشاور ۲۰۰۰ء، ص۔۳، (۲) پروفیسر محمد طٰہٰ خان، متاعِ فقیر، مطبوعہ پشاور یونیورسٹی، پشاور ۲۰۰۳ء)

(۱۴)

مولانا عبدالقادر

☆☆

آپ کا اسمِ گرامی جناب مولوی عبدالقادر صاحب، والد کا نام جناب محمد امین صاحب تھا۔ آپ ۱۸۸۵ء میں بمقام تیراہی پایاں میں پیدا ہوئے۔

تیراہی پایاں میں اخونزادہ مولانا مولوی علی احمد سے دینی تعلیم شروع کر دی۔ آپ سے فقہ اور اصولِ فقہ کی تکمیل کی۔ اس کے بعد ریگی ۴۶ میں مولوی مدثر صاحب کی خدمت میں پہنچے اور نظم، منطق، تفسیر، حدیث، الٰہیات اور دیگر علومِ مروجہ سے فراغت حاصل کر کے اپنے گاؤں میں درس دینا شروع کر دیا۔ اپنے علاقہ میں آپ نظم پڑھانے میں ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ دور دور سے طلباء نظم پڑھنے کے لیے آپ کے پاس آتے۔ فقہ، اصولِ فقہ، منطق اور دوسرے علوم کا بھی درس دیتے۔

حضرت ابوالبرکات عبدالحق صاحب المعروف ثانی صاحب مانکی شریف سے سلسلہ قادریہ نقشبندیہ میں مرید تھے۔ اکثر مباحث اور مناظروں میں حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بھیجتے، جس میں اکثر آپ کو فتح نصیب ہوتی۔ مختلف علاقوں کے طلباء آپ کے حلقہ تلمذ میں شامل تھے۔ تقریباً چالیس برس تک علوم متداولہ کا درس دیا۔ آپ کے شاگرد اس وقت صاحبِ درس ہیں۔ مولانا مولوی عبدالقیوم صاحب میرم زئی بھی آپ کے شاگرد ہیں۔

مولانا مولوی محمد صاحب مولانا مولوی عبدالقادر صاحب کے فرزند ہیں۔ ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ اس کے بعد پشاور شہر میں امام مسجد سیٹھیاں جناب مولانا مولوی مفتی عبدالرحیم صاحب بازارکلاں سے تکمیل کی۔ حضرت ابوالبرکات عبدالحق صاحب المعروف ثانی صاحب مانکی شریف سے بھی آپ نے مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں اور سلسلہ قادریہ نقشبندیہ میں بیعت بھی کی۔ ۱۹۳۲ء میں مزید تعلیم کے لیے ہندوستان تشریف لے گئے۔ دہلی میں دارالعلوم حسینیہ میں داخل ہوئے اس وقت مولانا مولوی محمد یحیٰی صاحب وہاں شیخ الحدیث تھے۔ تین برس کے بعد سندِ فراغت حاصل کی۔

آپ نہایت بااخلاق، مہمان نواز، متواضع، متبع سنت اور اپنے عقاید کے بہت ہی پکے ہیں۔ موجودہ

بدمذہب فتنوں سے ہر وقت برسرِ پیکار رہتے ہیں۔ دہلی سے واپس پشاور تشریف لا کر درس وتدریس میں مصروف ہوگئے۔ [۴۷]

(۱۵)

مولانا حافظ عبداللطیف نقشبندی

☆☆

آپ کا اسم شریف حافظ عبداللطیف تھا، اعوان قطب شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ پشاور شہر کے محلّہ ''شاہ ولی قتال'' میں پیدا ہوئے۔ علومِ متداولہ کا درس باوجود نابینا ہونے کے فرماتے، قرآن پاک آپ کو حفظ تھا اور حفظ بھی کرواتے، ''جامع مسجد قاسم علی خان'' کی امامت اور خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے۔

حضرت شیخ المشائخ مولانا دین محمد صاحب، زیب سجادہ چورہ شریف سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے اور حضرت صاحب کے برادر خُرد سے صاحب مجاز خلیفہ ہوئے۔ آپ نے سلسلہ کی نشرواشاعت خوب فرمائی اور سیکڑوں افراد آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے، شاہ ولی قتال میں اپنے گھر پر آپ علوم ظاہری کا درس دیتے اور مریدین کا توجہات باطنی سے تزکیہ فرماتے۔ جس وقت آپ کسی مرید پر توجہ کرتے تو اس وقت گھر پر ایک زلزلہ سا طاری ہوجاتا تو اہل محلّہ سمجھ جاتے کہ حضرت حافظ صاحب توجہ فرما رہے ہیں۔

آپ بیت اللہ شریف بارادہ حج تشریف لے گئے۔ جس وقت حج کا ارادہ فرمایا تو شاگردوں نے عرض کی کہ یا حضرت آپ پر حج فرض نہیں کیونکہ آپ فقر کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ نے صاف صاف فرمادیا کہ:

> میں از خود نہیں جا رہا ہوں بلکہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خواب میں اس مرتبہ حج پر حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل فرض ہے۔

آپ اپنے ایک [۴۸] ساتھی کی معیت میں حج کو روانہ ہوگئے۔ جب آپ اس سفر پر روانہ ہوئے تو تمام احباب، شاگردوں اور مریدین کو جمع کر کے دعا خیر فرمائی اور اپنے لیے فرمایا ''یا اللہ اس سرزمین پاک میں

جگہ عطا فرمادے۔ حج بیت اللہ شریف سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے، واپسی میں ایک دن باقی تھا کہ آپ بہت خفا تھے اور اسی حزن کے عالم میں فرمایا ''کاش میں اسی سرزمین کا ہو جاتا۔'' قدرت کو بھی یہی منظور تھا، آپ کے پیٹ میں درد کی شکایت پیدا ہوئی اور اسی دن مدینہ مبارک کی پاک اور مقدس سرزمین میں جان جہاں آفرین کے سپرد کر دی آپ کی دلی تمنا اور آرزو پوری ہوئی اور وہ سرزمین پاک آپ کا مدفن ہوا۔ ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

جناب محمد اسحاق جو آپ کے پوتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ میرے محترم والد صاحب جناب حافظ عبداللہ صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ:

> جب ہمیں گھر میں کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو کوئی نہ کوئی گھر پر آ کر ہماری والدہ کو کہہ دیتا کہ کیا ضرورت ہے کیونکہ ہم نے حضرت حافظ صاحب کو خواب میں دیکھا ہے وہ فرماتے ہیں گھر جا کر خبر لو۔

آپ کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ جناب حافظ عبداللہ صاحب نقشبندی اور حافظ غلام حضرت صاحب[۴۹]۔

(۱۶)

حافظ عبداللہ نقشبندی

☆☆

آپ محلہ شاہ ولی قتال میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بچپن ہی سے پاکیزہ اور دینی ماحول ملا، اسی کی برکت سے بارہ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور علومِ متداولہ سے بہرہ مند ہوئے۔ حصولِ علم کے بعد حضرت شیخ المشائخ ملا دین محمد صاحب سے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی، روحانی سلوک کے حصول کے لیے اس وقت کے نامور مشائخ کرام کی صحبت میں حاضر ہو کر کسبِ فیض کیا۔ حضرت زبدۃ السالکین محمد قاسم صاحب موہڑہ شریف، حضرت قبلۂ عالم سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف اور حضرت سنڈاکی بابا صاحب (کوہستان ملا صاحب) ریاست سوات کی بابرکت

صحبتوں سے خوب مستفید ہوئے۔ ہر سال سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انور پر حاضر ہو کر باطنی کمالات سے فیضیاب ہوتے۔ آپ کافی عرصہ اجمیر شریف میں رہے اور وہیں آپ نے بامر خواجۂ بزرگ عطائے رسول حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ایک نہایت پاک دامن، عابدہ وزاہدہ حاجن صاحبہ سے نکاح کیا۔ ان کے ہمراہ آپ لاہور تشریف لائے اور جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں آپ امام وخطیب مقرر کیے گئے۔ آٹھ برس تک آپ نے امامت وخطابت کے فرائض انجام دیے۔ لاہور میں آپ ''حضرت صاحب'' کے نام سے مشہور تھے۔ سلسلہ کی اشاعت بھی آپ نے خوب کی۔ ہر وقت مریدین کا اژدھام رہتا۔ آٹھ برس کے بعد پشاور تشریف لائے اور مدرسہ تعلیم القرآن جٹان میں سیٹھی کریم بخش مرحوم نے آپ کو قرآن حکیم حفظ کروانے پر مقرر کیا۔ آپ نے بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ حفظِ قرآن کی خدمت سرانجام دی، مسجد خوردہ فروشان (جو آج کل مسجد بزازاں مشہور ہے) میں آپ امامت وخطابت بھی کرتے۔ اس مسجد میں تعلیم قرآن کا ایک مدرسہ بھی قائم کیا جس میں پشاور شہر کے کافی سے زیادہ بچوں نے قرآن مجید پڑھا۔ یہ مدرسہ اب بھی قائم ہے اور آپ کا فیض آپ کے صاحبزادہ محمد اسحاق صاحب کے ذریعہ جاری وساری ہے اور سیکڑوں بچے ناظرہ قرآن مجید پڑھ رہے ہیں۔

جناب حافظ صاحب نے اَسّی برس کی عمر میں ۹ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ بمطابق ۳۰ نومبر ۱۹۵۲ء بروز اتوار انتقال کیا۔ آپ کے صاحبزادہ محمد اسحاق صاحب اس وقت آپ کے جانشین ہیں۔ آپ کے ایک خلیفہ اور ماذون اس وقت تیراہ میں موجود ہیں جو سلسلہ کی نشر واشاعت کر رہے ہیں۔ لنگر بھی دیتے ہیں۔ گویا حضرت حافظ صاحب کا ظاہری اور باطنی سلسلہ قائم ہے[۵۰]۔

(۱۷)

حافظ عبدالغفور نقشبندی پشاوری

☆☆

آپ کا اسم گرامی عبدالغفور، والد کا نام صالح محمد، اور آبائی وطن کشمیر ہے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد درسِ نظامی کی تکمیل کی، جب علمِ ظاہری سے آراستہ ہو گئے تو روحانی تسکین کے لیے مرشدِ کامل کی تلاش

میں نکلے، کشمیر میں سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر حاضر ہو کر رُوحانی فیوضات و برکات کا وافر حصہ پایا۔ کشمیر کے گرد و نواح میں بہت سے مشائخ سے ملے اور سلوک و معرفت کے علم کو سبقاً سبقاً پڑھا۔ کشمیر سے روانہ ہو کر لاہور آئے۔ ان دنوں لاہور علماء و مشائخ کا مسکن تھا اور علم و اَدب کا مرکز۔ وہاں کے علماء اور مشائخ کی صحبت سے فیضیاب ہو کر پشاور تشریف لائے۔ شیخ محمد عمر صاحب پشاوری کتاب ''ظواہر السرائر'' میں فرماتے ہیں کہ:

> حافظ عبدالغفور اوّل در پشاور بارادت حافظ محمد اسماعیل غوری پشاوری مستفید شد و بہرۂ وافر حاصل نمود بعد ازاں در لاہور تشریف آوردہ وشرفِ بشرف بیعت شیخ سعدی لاہوری گردید، وخرقۂ خلافت واِجازت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ وقادریہ وچشتیہ وسہروردیہ یافت واز کاملانِ وقت شد وتا دونیم سال حاضر باش خدمت اشرف ماند۔ (خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۶۱۶)

پشاور میں علاوہ دوسرے علماء و مشائخ کی صحبت کے بعد جناب حضرت حافظ محمد اسماعیل صاحب غوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتِ بابرکت سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ انہی کے ارشاد کی تکمیل کرتے ہوئے آپ دوبارہ لاہور تشریف لے گئے، اور حضرت شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ اپنے شیخ محترم کی صحبت میں مسلسل اڑھائی برس گزار کر منازلِ سلوک و تصوّف عملاً طے کیے۔ گیارہ برس کے بعد شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ہر چہار سلاسل یعنی قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی میں خلافت عطا فرما کر اڑھائی سال کے بعد رخصت کر دیا۔

آپ نے تبلیغی مساعی اور اصلاحِ عام کے لیے صوبہ سرحد میں پشاور (جو اس وقت کابل کا مضافہ تھا) کو اپنا مرکزِ بنا کر تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ خانقاہ قائم کر کے لنگر دینا شروع کیا۔ سیکڑوں بھوکے پیٹ بھر کر کھانا کھاتے۔ بیسیوں برہنہ کپڑے پہنتے اور بہت سے رُوحانی تعلیم کی تکمیل کرتے۔ نیز بہت سے آپ کے مبلغ دیہاتوں میں پھر کر امر بالمعروف کر کے واپس اپنے مرکز پر آتے۔ ان کے کھانے پہننے کا سب انتظام خانقاہ کی طرف سے ہوتا۔

آپ خود تبلیغ کے لیے گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، شہر شہر پھرتے، بدعات اور رسوماتِ بد کے خلاف عملاً کوشش کرتے عقدِ بیوگان کرواتے، صرف نکاح پر شادیاں کرواتے، لوگوں میں جو دُشمنیاں اور خصومتیں

ہوتیں ان کا تصفیہ کروا کر ان کو بھائی بنا دیتے۔ اگرچہ آپ کو ان مسائل کے حل کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان مشکلات پر قابو پا لیتے۔

اشاعت سُنّت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم آپ کا خاص وصف تھا۔ اگر کوئی شخص حضور اکرم سید دو عالم مالک و مختار احمد مجتبٰی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ مطہرہ کی پابندی نہ کرتا تو آپ اس کو سمجھاتے، اگر نہ سمجھتا تو پھر سختی کرتے اور اس معاملہ میں کسی بڑے سے بڑے حکمران اور دولت مند کی بھی پروانہ کرتے۔

اپنے مواعظ میں حکمران طبقہ کو غربا، فقرا، اور بے چارے مفلوک الحال لوگوں کی حالتِ زار پر خاص کر توجہ دلاتے۔ غرضیکہ ہر طبقہ کے افراد کی آپ اِصلاح فرماتے، آپ کی اس غربا پروری کا شہرہ تمام علاقہ میں پھیلا ہوا تھا۔ آپ کے لنگر سے بیک وقت پانچ پانچ سو آدمی لنگر کھاتے۔ آپ کے معاصر حضرت علامہ سیّدنا و مرشدنا حضرت سیّد سخی شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''در بیان کسبِ سلوک و بیان طریقت و حقیقت'' میں تحریر فرماتے ہیں جس کو صاحب ''خزینۃ الاصفیاء'' نے نقل کیا کہ:

> حضرت علامہ سیّد شاہ محمد غوث قادری گیلانی لاہوری در رسالہ خود تحریر فرمودند کہ حافظ عبدالغفور پشاوری تمام شب بہ حبسِ نفس و مراقبہ می گذرانید، والتفات بدنیا و اہلِ دنیا نداشت، و مدام در خدمتِ مساکین و مسافرین مشغول ماندے و قریب پان صد کس ہر روز در مطبخ دی طعام می خوردند، و دیگران وے گاہے سر نمیشد، و خدام عالی مقام از صبح تا شام در پختگی طعام و تقسیم آں مصروف می ماندند و شیخ سوائے طعام، بحاجتمنداں نقد و لباس ہم مرحمت می فرمودند و ایں ہمہ خرچش سوائے دخل ظاہری صرف از خزانہ غیب بود[۵۱]۔

کہ ''حافظ عبدالغفور صاحب پشاوری تمام رات ''حبس دم'' اور ''مراقبہ'' میں بسر کرتے، دُنیا اور اہلِ دُنیا کی طرف التفات نہ کرتے، ہمیشہ مساکین اور مسافروں کی خدمت میں مصروف رہتے۔ آپ کے ''لنگر'' سے پانچ سو آدمی روزانہ کھانا کھاتے۔ جناب حافظ صاحب کھانا دینے کے علاوہ ضرورت مندوں کو کپڑے اور نقدی بھی مرحمت فرماتے۔'' آپ کا جو تعلق اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ تھا وہ حضرت علامہ شاہ

محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔

> در عشقِ الٰہی بدیں آ گاہی می گذرانید کہ کسے آیتے از آیاتِ قرآن رو
> بروئے وے می خواند یا لفظ ’’اللہ‘‘ برزبان می آورد، گریہ و اضطرار بہ حافظ
> طاری می شد۔

آپ کی توجہ کا یہ عالم تھا کہ بقول صاحب ’’خزینۃ الاصفیا‘‘ صفحہ ۶۵۷ ج۔۱ کہ جناب حافظ صاحب جب مریدین پر توجہ فرماتے تھے تو محلّہ کانپنے لگتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بہت بڑا زلزلہ آیا ہے۔ پہلے پہل تو اہلِ محلّہ کو خوف و ہراس دامنگیر ہوا۔ مگر جب ان کو معلوم ہو گیا تو پھر حرکت زمین کے وقت جان جاتے تھے کہ حضرت حافظ صاحب طلباء پر توجہ کر رہے ہیں۔

اگر آپ کی کرامات کو جمع کیا جائے تو ایک الگ مضمون بنتا ہے۔ اس جگہ آپ کی چند کرامات لکھی جاتی ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ کراماتِ اولیاء کرام حق ہیں۔ ’’قُربِ نوافل‘‘ کے ذریعہ اولیاء کرام کا ہر کام یعنی سماعت، بصارت، چھونا، چلنا پھرنا غرضیکہ سب کام مشیتِ الٰہی کے تابع ہوتے ہیں۔ علماء اہلِ حق اہلِ سنّت و جماعت اولیاءِ عظام سے کرامات کا صدور مستحسن امر سمجھتے ہیں۔

صاحب ’’روضۃ السّلام‘‘ جناب مولانا شرف الدّین صاحب کشمیری فرماتے ہیں ’’کہ یہ راقم جناب حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ حاضرین پر شیرینی تقسیم کر رہے تھے۔ آپ کے خادموں سے ایک خادم نے اپنا حصّہ لیا۔ اس کو دوسرا حصّہ بھی دے کر فرمایا یہ تیرے بیٹے کے لیے ہے۔ وہ خادم فوراً قدمبوس ہوا، اور عرض کرنے لگا کہ اس وقت میرے دل میں خیال آیا تھا کہ اگر حضرت حافظ صاحب کو کشف ہے تو مجھے دو حصے دینگے۔ آپ میرے خیال پر آگاہ ہو گئے ہیں، لہٰذا میں اُمید کرتا ہوں کہ مجھے اس قصور پر معاف کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا۔

> ’’حالا عفو کردم و آئندہ گاہے بامتحان احوالِ درویشاں نہ پردازی‘‘

یہی صاحبِ ’’روضۃ السلام‘‘ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ مُریدین کی خبر گیری کے لیے پشاور کے دیہات میں تشریف لے گئے۔ عصر کا وقت تھا مسجد میں مریدین کے ساتھ ذکر و فکر اور مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ اسی اثناء میں لٹیروں کا ایک گروہ مسجد کی طرف آیا۔ بعض مُریدین جو مراقب نہ تھے یہ ماجرا دیکھ کر شوروغوغا کرنے لگے، قبلہ حافظ صاحب نے سر اُٹھایا اور فرمایا کہ اس شوروغوغا سے کیا فائدہ، بیٹھے رہو اور

بخدا مشغول باشید، سب کے سب مراقب ہو گئے۔ جب ذکرِ الٰہی اور مراقبہ سے فارغ ہو گئے تو شیخ بمعہ مریدین کے پشاور میں اپنے سکونتی مکان پر موجود تھے۔ صاحبِ ''خزینۃ الاصفیا'' لکھتے ہیں کہ سیّد ابوالمعالی کشمیری فرماتے ہیں کہ ''میں ایک دن حضرت حافظ صاحب کے ساتھ پشاور کے ایک بازار میں جا رہا تھا جب میں نے آپ کے ہمراہ چند قدم لیے تو اپنے آپ کو حضرت موصوف کے ساتھ کشمیر میں موجود پایا۔ میں اور آپ زینہ کدل پر جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ مسجد نگین (جو کاغذ فروشوں کے بازار میں ہے) پہنچ گئے۔ وہاں سے واپس ہو کر پھر زینہ کدل پہنچے تو حضرت حافظ صاحب نے میرا ہاتھ چھڑا لیا۔ معاً ہاتھ چھڑانے کے میں اور حافظ صاحب پشاور میں تھے۔''

آپ کی یہ زندہ کرامت ہے کہ جو شخص اپنے بدن میں جس جگہ بھی درد پاتا ہو، آپ کے مزارِ پُر انور پر حاضر ہو اور آپ کے توسّل سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس تکلیف سے آرام دے دیتا ہے۔ اِس فقیر کے سامنے آپ کے مزار پر ۱۴؍ مارچ ۱۹۴۹ء کو ایک فرنگی موٹر میں پڑا ہوا آیا۔ اس کے مسلمان بیروں نے اس کو موٹر سے اٹھا کر آپ کے مزار مبارک کے پاؤں کی طرف لٹا دیا۔ لیٹے لیٹے وہ انگریزی میں دُعائیں کرتا رہا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ کے بعد وہ اُٹھا بغیر سہارے کے موٹر تک گیا، پھر واپس لوٹا اور آ کر مزارِ پُر انوار کو چار بوسے دیے اور بالکل تندرست ہو کر چلا گیا گویا کہ اُسے درد تھا ہی نہیں۔

آپ کی وفات بزمانہ اورنگ زیب عالمگیری بادشاہ ۱۴؍ شعبان المعظم ۱۱۱۶ھ میں ہوئی۔ مزارِ پُر انوار پشاور چھاؤنی میں تھانہ شرقی کے سامنے مرجع عوام ہے۔ ۵۲

ہر سال اسی تاریخ کو جناب حضرت شیخ المشائخ سیّد میر اصغر صاحب المعروف پیر میر آغا جان صاحب کابلی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی نہایت اہتمام سے عرس کرتے تھے۔ اب آنجناب کے فرزند عرس کرتے ہیں۔

(۱۸)

مفتی عظیم اللہ

☆☆

آپ کا اسم گرامی عظیم اللہ، والد کا نام مفتی حبیب اللہ، دادا کا نام حافظ کریم اللہ اور پردادا کا نام حافظ معز اللہ تھا۔ آپ قریشی الاصل تھے۔ آپ کا خاندان مفتیوں کے نام سے مشہور ہے حافظ معز اللہ صاحب

رحمتہ اللہ علیہ حضرت میاں محمد عمر صاحب المعروف ''چمکنی میاں صاحب'' کے ہم عصر تھے آپ کا درس حفظ القرآن کا تھا۔

حافظ کریم اللہ صاحب معز اللہ صاحب کے فرزند تھے۔ آپ نے اپنے والد کے درس حفظ القرآن کو جاری رکھا۔ آپ کے ہزاروں شاگرد تھے جو کہ سابق سرحد، صوات بنیر اور ماوراء النہر تک پھیلے ہوے تھے۔ آپ نے اپنے فرزند جناب مفتی حبیب اللہ کو مختلف علماء کی خدمت میں بھیج کر دینی علوم سے سرفراز فرمایا۔ اب حفظ القرآن کے ساتھ ساتھ علومِ متداولہ کا درس بھی جاری ہوگیا۔ آپ نے علوم دین اسلام کی خوب تدریس کی۔ آپ کے دو فرزند تھے: ایک مفتی حافظ فضل احمد صاحب اور دوسرے مولانا مولوی مفتی عظیم اللہ رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما۔

حکیم حافظ فضل احمد صاحب بہت قابل حکیم تھے۔ طب میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ حکیم عبداللہ صاحب پشاوری کے ہمعصر تھے۔ حافظ فقیر محمد صاحب بن حکیم حافظ فضل احمد اس وقت بقیدِ حیات ہیں۔ ان کی عمر ۶۵/ برس کے قریب ہوگی۔ حافظ قرآن، عالم باعمل اور صاحب اخلاق حمیدہ ہیں۔ علاقہ کے لوگ آپ کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

جناب حضرت علامہ مفتی عظیم اللہ صاحب نے اپنے والد جناب مفتی حبیب اللہ صاحب سے علم معقول ومنقول کی کتابیں پڑھیں۔ صوبہ سرحد کے ممتاز عالم دین جناب سربند مولانا صاحب، حضرت لالہ مولانا صاحب جو کہ تمام سرحد میں صوفی مولانا صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ علم اصول کے عالم اجل اصولی مولانا صاحب المعروف ہزار خوانی مولانا صاحب اور جناب استاذ الاساتذہ شیخ المحدثین مولانا مولوی میاں نصیر احمد صاحب المعروف قصہ خوانی میاں صاحب پشاوری جیسے آپ کے نامور اساتذہ تھے۔ پچیس برس کی عمر میں ان یگانہ روزگار علماء سے مکمل علوم درسیہ سے فراغت حاصل کر کے مسندِ علم پر جلوہ افروز ہوے اور تدریس شروع کردی۔ پچاس برس تک علومِ متداولہ کا درس دیا۔ پشاور شہر میں جامع مسجد پل پختہ (مسجد قاضی صاحب بڈھنی) میں امام اور خطیب رکھے گئے۔ تمام دن ہر فن کی کتاب کا درس فرماتے۔ ہر وقت بیس پچیس طلباء آپ کے پاس رہتے...... سیکڑوں طلباء آپ کے فیض علم سے سیراب ہوکر عالم اور مدرس ہوے۔ پشاور شہر کے مشہور ومعرف عالمِ دین اور واعظِ خوش الحان الحاج آغا سیّد بزرگ شاہ صاحب[۵۳] خطیب جامع مسجد موچی لڑہ پشاور آپ ہی کے شاگرد رشید تھے۔ مولانا مولوی بہرام صاحب

اس وقت زندہ ہیں اور بتوں خاص میں صاحبِ درس و افتاء ہیں۔ مولانا مولوی مستجاب صاحب قاشقاری بہت ہی قابل ترین مدرس ہیں اور اپنے علاقہ کے قاضی بھی ہیں۔ اخونزادہ محمد شریف صاحب نے آپ سے فقہ پڑھی تھی۔ آپ کے درس میں اکثر طلباء صوات، باجوڑ، قاشقار اور سابق سرحد کے ہوتے۔ عقائدِ حقہ اہل سنت و جماعت کے داعی تھے۔ فقہ حنفی کے مقلد تھے۔ بسا اوقات شیعہ اور قادیانیوں سے مناظرے بھی کیے اور فتح حاصل کی۔ غیر مقلدین کا انتہائی شدّت سے ردّ کرتے۔ آپ کے کتب خانہ میں ہر فن کی کتاب موجود ہے اور ہر ایک کتاب پر کچھ نہ کچھ نوٹ آپ کے موجود ہیں۔ ہر قسم کا فتاوٰی تو خصوصیت سے ہے۔

حضرت شیخ المجاہدین جناب عبدالغفور صاحب یعنی صوات بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ قادریہ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ آپ کا احترام کرتے اور آپ کو مراعات سے نوازتے۔ امر بالمعروف، وعظ، نصیحت اور درس آپ کی زندگی کا نصب العین تھا۔ پچاس برس کی عمر تھی۔ ۱۹۳۰ء میں یہ آفتابِ علم و فضل غروب ہوگیا۔ آپ کے دو فرزند تھے[۵۴]۔

ایک مولانا مولوی مفتی عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے درسِ نظامی اپنے والد اور علاقہ کے مختلف علماء سے پڑھا اور فراغت حاصل کر کے صاحبِ درس ہوئے۔ اپنے والد کی مسجد ہی میں جو طلباء آتے ان کو حسبِ ضرورت درس دیتے۔ عابد و زاہد اور عالمِ باعمل تھے۔ اکثر امر بالمعروف کرتے۔ حضرت عبدالحق صاحب المعروف ثانی مانکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت تھی۔ اکثر ذکر و فکر میں مصروف رہتے۔ زمینداری بھی کرتے۔ ۱۹۴۲ء میں انتقال کیا[۵۵]۔ مفتی عظیم اللہ صاحب کے دوسرے صاحبزادے جناب مفتی محمد سعید صاحب ہیں۔ آپ نے علاقہ کے مختلف علماء سے درسِ نظامی کی تکمیل کی، اگر کبھی طلباء آجاتے تو پڑھا دیتے۔ اپنی زمینداری کرتے ہیں۔ علاقہ میں معزز ہیں۔ آپ کے اخلاقِ حسنہ کا ہر ایک معترف ہے۔ آپ کا خاندان بھی مفتیوں کے نام سے مشہور ہے۔

(۱۹)

غلام محمد پشاوری نقشبندی

☆☆

آپ کا اسم گرامی غلام محمد، لقب قدوۃ الاولیاء اور مشہور ہیں حضرت جی صاحب کلاں پر۔ آپ نسباً

فاروقی ہیں، اور پانچویں پشت میں حضرت محبوب سبحانی قطبِ ربّانی، امامِ ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ نسب جاملتا ہے۔

سرہند شریف علم وفضل، سلوک ومعرفت کا مرجع تھا۔ اور آپ کے والد گرامی مرتبت حضرت علامہ غلام محمد معصوم المعروف معصوم ثانی، صاحبِ علم وزہد وتقویٰ سے آراستہ وپیراستہ تھے، لہٰذا آپ کی تربیت بھی علماء وفضلا کی گود میں ہوئی۔ علم حدیث میں خصوصاً اپنے وقت کے علماء میں سب کے قافلہ سالار تھے۔ ہر ایک بات پر جو کہ عادات سے ہوتی یا عبادات سے متعلق ہوتی حدیث بیان فرماتے۔ علومِ درسی سے فراغت حاصل کر کے اپنے والدِ محترم سے بیعت ہو کر کمالاتِ باطنی کو درجۂ کمال تک پہنچایا۔ والدِ محترم نے اپنی زندگی ہی میں خلافت عطا فرما کر مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز کیا۔ اور اپنی تمام اولادِ مریدین ومخلصین کو آپ کے سپرد کر دیا۔

آپ کے وجودِ مبارکہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو کمالِ عروج حاصل ہوا، اور عالمگیر شہرت نصیب ہوئی۔ ہر چہار طرف سے عالم، امراء، مشائخ اور فقراء مریدین کے حلقہ میں شامل ہونے لگے۔ آپ کے نواسہ حضرت عبداللہ صاحب ایک دوورقی پمفلٹ موسوم بہ ’’حالاتِ حضرت جی صاحب پشاور والا‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

> آوردہ اند کہ در حلقۂ صبح گاہی ایشاں زیادہ از دوازدہ ہزار مردم جمع می شدند۔
>
> یعنی آپ کے صبح کے حلقہ میں بارہ ہزار افراد شریک ہوتے تھے۔

جبکہ ہندوستان میں دورِ مغلیہ زوال پذیر ہو رہا تھا۔ شاہانِ مغلیہ رو بہ انحطاط تھے۔ اور نادر شاہ ایرانی کے ہاتھ سے تخت وتاجِ دہلی برباد ہو گیا تھا۔ پنجاب مرہٹوں اور سکھوں کے تسلط واقتدار میں جا چکا تھا۔ انہوں نے مساجد کو ڈھانا، مسلمانوں کے شہروں کو برباد کرنا، مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کرنا اور مال واسباب لوٹنا اپنا شعار بنا لیا تھا۔ اس مہیب اور خطرناک ماحول میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بھی سرہند شریف چھوڑ کر دور دراز شہروں میں چلی گئی۔ چنانچہ آپ نے بھی ان درندہ صفت سکھوں کے ہاتھوں سے تنگ آ کر پشاور میں قیام فرمایا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر اولاد کچھ تو رام پور اور کچھ خراسان کی طرف ہجرت کر گئی۔ آپ کا مقرر کردہ طریقہ تھا کہ چھ ماہ لاہور اور چھ ماہ پشاور قیام کرتے۔

جس طرح بادشاہوں کا قافلہ ہوتا اسی طرح سفر کرتے۔ یعنی اولاد، بھائی متعلقین اور تمام ساز وسامان کے ساتھ آمدورفت کرتے۔ نیز موسم گرما اور موسم سرما میں ایک سو کے قریب اونٹ، گھوڑے۔ کجاوے اور پالکیاں آپ کے ہمراہ ہوتیں۔

پشاور شہر میں آپ نے باقاعدہ باغ اسداللہ خان میں خانقاہ قائم کی۔ یہ باغ بہت بڑا تھا۔ اس کی تمام آمدن خانقاہ کے اخراجات پر صرف ہوتی۔ اسداللہ خان درانیوں میں سے تھا، اور آپ کا انتہائی مخلص معتقد تھا۔ اِس باغ کے ساتھ زرعی زمین بھی تھی اور یہ سب آپ کی وفات کے بعد سکھوں کے دور تک اس باغ اور زمین کی آمدن آپ کی درگاہ پر خرچ ہوتی۔ آپ کی وفات کے بعد ایک بہت بڑی مسجد، اور مسافروں کے لیے حجرے تعمیر کیے گئے۔ یہ تمام عمارتیں سکھوں کے ہاتھوں تباہ وبرباد ہوگئیں۔ اب صرف تقریباً ایک جریب زمین ہے، جس پر ایک خستہ سی مسجد اور آپ کا مزار ہے۔

آپ کی اولاد کابل، قندھار اور سندھ میں آباد ہے۔ آپ کی اولاد میں سب کے سب عالم وفاضل اور اولیاء کاملین تھے۔ اس وقت بھی صاحبانِ علم وفضل ومجاہدہ ہیں۔

نقشبندی حضرات اب بھی آپ کے مزار پُرانوار پر مراقبات وختم شریف کرتے ہیں۔ زائرین برائے ایصالِ وفاتحہ حاضر ہوتے ہیں۔

عیدالفطر کی رات شوال کے مہینہ میں ۱۱۷۵ھ کو آپ نے انتقال فرمایا[۵۶]۔ اور اِسی باغ اسداللہ خان میں بجوڑی دروازے کے باہر (شعبہ میں) دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر کے ساتھ آپ کے فرزند حضرت شاہ غلام حسن المتوفی ۱۲۰۲ھ کی قبر ہے۔ آپ بھی عالم وفاضل اور اپنے والد محترم کے خلیفہ تھے۔ والد گرامی کی زندگی میں ہی ارشاد وہدایت میں مشغول ہوے۔ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں کمالات کو پہنچے، اور ہزارہا مخلوقِ خدا کو ہدایت نصیب فرمائی۔ آپ کے خلیفہ جناب محمد صدیق صاحب نوراللہ مرقدہ' کی قبر بھی اسی قبرستان میں واقع ہے۔

(۲۰)

مولانا غلام محمد قریشی

☆☆

آپ کا اسم گرامی مولوی غلام محمد والد کا نام مولوی غلام احمد اور دادا کا نام مولوی غلام حبیب تھا، آپ

جون ۱۸۴۱ء میں پشاور محلہ ساربانان علاقہ گاڑی خانہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کے آباؤ اجداد سلطان محمود غزنوی کے دورِ حکومت میں پشاور آئے۔ پشاور سے ملتان اور پھر ملتان سے حضرو علاقہ چھچھ میں قیام کرلیا۔ آپ کے دادا مرحوم مولانا مولوی غلام حبیب صاحب، سلطان محمد خاں درانی کے دَورِ اقتدار میں پشاور آئے اور محلہ ساربانان میں ایک مسجد تعمیر کی۔ تادمِ مرگ اسی مسجد میں درس وتدریس کرتے رہے، آپ کے والد محترم جناب مولوی غلام احمد صاحب نے ایک مکان تعمیر کرایا۔

آپ نے بھی اسی طرح درس کا سلسلہ جاری رکھا اور اسی محلہ میں آپ کا انتقال ہوگیا۔

مولانا مولوی غلام محمد قریشی مرحوم نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، مگر والد صاحب کی زندگی میں علمی ترقی نہ کرسکے تو والد کے انتقال کے بعد اہلِ محلہ نے مولوی سید حسین شاہ صاحب کو مسجد کا امام بنادیا۔ آپ کو یہ بات بڑی ہی ناگوار خاطر ہوئی اور آپ تحصیلِ علم کے لیے ہندوستان چلے گئے۔ ۱۸۸۰ء سے لے کر ۱۹۰۴ء تک مسلسل طلبِ علم کے لیے ہندوستان کے شہر شہر گھومے۔ بقول محترم مولا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ آپ سے آپ کے اساتذہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، آغا پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف والے میرے ساتھ پڑھتے رہے ہیں، جو ان کے اُستاد تھے وہی میرے بھی استاد تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ بادشاہ گل صاحب کے والد (جناب مہربان علی شاہ صاحب) اکوڑہ خٹک والے طلبِ علم میں میرے ہم سفر رہے ہیں اور میرے ساتھ ایک ہی جگہ طالب علم بھی رہے ہیں۔'' آپ حضرو میں بھی مختلف علماء کے پاس اس سفر کے دوران قیام پذیر رہے۔ جب آپ علوم ظاہری سے مکمل طور پر فارغ ہوگئے تو پھر باطنی علوم کے حصول کے لیے باغدرے ۵۷ تشریف لے گئے۔ اور جناب خواجہ عبدالرحیم صاحب باغدری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید ہوئے۔ آپ پر اپنے مرشد انتہائی مہربان تھے اور آپ کو عزت وتعظیم کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپ مریدین کو بھی ہدایت فرماتے کہ ''ان کا نہایت ہی احترام کرنا۔'' بقول جناب مولا بخش صاحب قریشی'' آپ کو اعلیحضرت صاحب نے ایک دستارِ فضیلت اور عصا عطا فرمایا تھا۔ عصا تو اب بھی میرے پاس موجود ہے اور وہ دستار مبارک آپ کے انتقال کے بعد آپ کے شاگردوں کی مرضی سے مولوی فضل محمود صاحب (ساکن بھانہ ماڑی) کو دی گئی اور آپ کے مرشد ارشد نے تمام مریدین کو فرمادیا تھا کہ مولوی غلام محمد صاحب میرے بعد میری جگہ خلیفہ ہوں گے۔'' مگر مولانا صاحب اپنے شیخ کا اتنا ادب واحترام کرتے اور فرماتے ''چونکہ میرے مرشد ارشد کے صاحبزادے

بالغ اور کامل واکمل ہیں۔ اس لیے اُن کی موجودگی میں کسی کو مُرید نہیں کرتا۔ اپنے پیر کے ارشاد کے مطابق آپ نے مٹہ مغل خیل ڈھیری شبقدر تحصیل پشاور میں قیام کر کے درس تدریس اور تبلیغ شروع کی۔ آپ کے وعظ ونصیحت سے اتنا اثر ہوا کہ اس علاقہ کے لوگوں میں جو دیرینہ عداوتیں اور دشمنیاں تھیں وہ سب ختم ہوگئیں اور وہی دشمن آپس میں شیر وشکر کی طرح زندگی بسر کرنے لگے۔ مٹہ مغل خیل سے چل کر آپ پشاور اپنے آبائی مکان میں آ گئے۔ پشاور میں آپ مختلف مقامات پر درس دیتے، خصوصاً سبزی منڈی بازار پشاور میں حاجی جانی صاحب مرحوم چرم فروش کی دکان پر کافی حضرات آپ سے مستفید ہوتے۔ ایک عرصہ تک قصہ خوانی بازار میں مسجد کرم شاہ مرحوم میں بھی درس دیا۔ درس کے دوران انتہائی مستعدی فرماتے۔ مشہور مجاہد اسلام حضرت حاجی صاحب ترنگزئی، مفتیٔ سرحد مولانا مولوی عبدالحکیم صاحب اور مولانا مولوی عبدالرحیم پوپلزئی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اکثر ملتے اور شریعتِ حقہ کے مختلف مسائل پر مجتہدانہ انداز میں گفتگو فرماتے۔

آپ پشاور چھاؤنی میں کلب کی مسجد میں وصال تک رہے۔ اس مسجد کے متصل ایک کوارٹر آپ کو ملا تھا وہی آپ کا مدرسہ تھا۔ دُور دور سے طلباء آپ کے پاس آتے اور مختلف علوم پڑھتے۔

آپ کے شاگردوں میں ویسے تو بہت ہی صاحبانِ علم گزرے ہیں مگر بعض حضرات نے کافی شہرت پائی۔ مولانا مولوی فضل الرحمٰن صاحب، دوسرے مولٰینا مولوی محمد خان صاحب تھے۔ ایک دفعہ آپ موضع تہکال بالا تحصیل پشاور ایک مباحثہ میں مدعو کیے گئے۔ تمام دن آپ علماء سے بحث مباحثہ کرتے اور تمام رات وعظ ونصیحت فرماتے، چند دن اسی طرح گزر گئے۔ ایک دن ایک بوڑھا شخص ایک شادی شدہ بدمعاش محمد عمر نامی جس کی عمر ۳۵ ر برس کی تھی، پکڑ کر لے آیا اور کہا کہ میرا لڑکا ہے، میں خود اور تمام گاؤں والے اس کی بدمعاشی سے تنگ ہیں۔ اس کے ان کرتُوتوں کو دیکھ کر میں نے اس کی شادی کروادی کہ شاید یہ سنبھل جائے مگر تین بچے ہونے کے باوجود یہ اسی طرح ہے۔ مولانا صاحب یہ سن کر آبدیدہ ہوگئے اور اُٹھ کر اس بدمعاش کو گلے لگایا اور اس کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈال دیا۔ محمد عمر آپ کے پاؤں پر گر گیا اور رو کر عرض کرنے لگا کہ مجھے اپنے پاس رکھیں اور دین کا علم پڑھائیں، میں اپنے اعمالِ بد سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ نے اس کو ۱۵ ر برس کے اندر مکمل عالم وفاضل بنا دیا وہ تمام عمر آپ کے پاس رہا۔ آپ کے وصال کے بعد کراچی گیا اور وہاں جامع مسجد میں خطیب اور امام بنا۔ سات برس تک امامت وخطابت کے فرائض انجام

دیے۔ بیمار ہو کر واپس ۱۹۶۱ء میں تشریف لائے اور ان کا انتقال ہو گیا۔

مولانا صاحب کی زندگی انتہائی سادہ تھی، بالکل سادہ لباس یعنی کھدّر کے سفید کپڑے، سفید چادر، سفید ٹوپی پر مختصر سا عمامہ اور گرمی سردی چھتری اپنے پاس رکھتے۔ نہایت ہی بااخلاق، فہمیدہ اور متواضع خصائل کے مالک تھے۔ خلافِ شرع امور پر نہایت ہی تُند مزاجی سے پیش آتے۔ علماء اور سادات کے بڑے قدردان تھے۔

مرض الموت میں فوجی ہسپتال میں داخل تھے کہ ایک روز اپنے چھوٹے لڑکے رحیم بخش صاحب کو فرمایا کہ مجھے گھر لے چلو، اب میرا وقت پُورا ہو چکا ہے، آپ کو گھر لایا گیا تو صبح کے چار بجے اللہ ھو، اللہ ھو کا ورد آپ نے شروع کر دیا۔ اسی ورد کے دوران آپ ۱۹۵۰ء میں واصلِ بحق ہوے ۵۸۔ آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

(۲۱)

مولانا سیّد فضل صمدانی بنوری

آپ کا اسم شریف سیّد فضل صمدانی ہے، والد کا اسمِ گرامی سید فضل ربانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں۔ حضرت غوثِ زماں میاں محمد عمر صاحب المعروف چمکنی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اجداد کو لوئے بابا احمد شاہ ابدالی دُرّانی کے دورِ حکومت میں بنور سے بُلا کر یہاں پر مقیم کیا۔ آپ اپنے آبائی سلسلۂ طریقت میں جو نقشبندیہ مجددیہ آدمیہ سے منسوب ہے۔ آپ کا خاندان نسلاً بعد نسلِ علماء و فضلاء اور مشائخ کا گھرانہ چلا آتا ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا مولوی شاہ رسول صاحب بالا گھڑی مدرس مدرسہ حافظ جی صاحب گنج، مولانا مولوی غازو الدین صاحب امازو گھڑی، اور دیگر کئی اکابر علماء و فضلاء سے درسِ نظامی کی تکمیل کر کے علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر لی۔

حضرت قاری دلاور صاحب گھڑی باغباناں سے فنِ قرأت و تجوید کو پورا کیا حضرت قاری دلاور صاحب جس وقت تلاوت قرآن مجید کرتے تو اگر مشرک بھی آپ کی تلاوت سُنتا تو زار و زار روتا۔

تعیم علوم اسلامیہ سے فارغ ہو کر آپ نے ۱۳۴۱ھ میں اپنے مکان کے ساتھ ہی ایک دار العلوم کی

بُنیاد رکھی، جس کے ساتھ پرائمری تک مروجہ تعلیم کا بندوبست کیا۔ اس دارالعلوم کا نام "رفیع الاسلام" رکھا۔ اس دارالعلوم میں درسِ نظامی پڑھانے کا اہتمام کیا گیا۔ "اُستاذ العلماء" حضرت مولانا مولوی سیّد محمد ایوب شاہ مدرس بنائے گئے۔ پانچ مدرسین دیگر علوم و فنون پڑھانے پر مقرر کیے گئے۔ چار مدرس درجۂ پرائمری میں مقرر کیے گئے۔ اس دارالعلوم میں بیک وقت تین سو طلباء تعلیم حاصل کرتے۔ اس دارالعلوم کے فضلاء اس وقت "شیخ الحدیث" کے ممتاز عہدوں پر مختلف مدارس میں مامور ہیں اور بعض کالجوں میں عربی اور اسلامیات کے پروفیسر ہیں، اس دارالعلوم میں طلباء کا لباس ایک ہی قسم کا تھا۔ یعنی سفید لباس، سیاہ شیروانی، اور ترکی سُرخ ٹوپی۔

آپ نے اِس دارالعلوم کے لیے کبھی بھی سرکار انگریزی سے کوئی رعایت اور مدد طلب نہیں کی۔ اور اگر برطانوی حکومت نے کبھی امداد وغیرہ کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے اُس کو قطعاً قبول نہیں کیا۔ یہ دارالعلوم ۳۵ ربرس یعنی ۱۳۶۷ھ تک جاری رہا۔

آپ کے پاس ایک انتہائی نایاب اور نادر کتب خانہ تھا، جس میں تقریباً آٹھ اور دس ہزار کے قریب کتابیں تھیں۔ ان میں تقریباً چار ہزار قلمی نوادرات تھے۔ ہندوستان اور پاکستان کے عظیم مورخ اور اکابر علماء ان کتابوں کو دیکھنے اور مطالعہ کرنے کے لیے دُور دراز سفر کرکے آتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ مگر اب تقریباً نصف کتابیں پشاور یونیورسٹی نے اپنی لائبریری کے لیے خرید لی ہیں اور کچھ کتابیں نیشنل لائبریری کراچی نے خرید لی ہیں۔ اس وقت بھی کتب خانے میں بہت ہی نایاب کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے۔

آپ نے دو بار حرمین الشریفین کا سفر کیا۔ اور ایک بار باقاعدہ طور پر ہندوستان کا سفر کیا۔ جس میں مشائخ اور علماء سے ملے، اور ان کی صحبتوں میں رہے مگر آپ فرماتے ہیں کہ "اگر میں شریعتِ اسلامیہ کی اتباع میں مطمئن ہوں تو ان تمام مشائخ اور علماء میں صرف حضرت خواجہ نجم الدین صاحب المعروف ہڈہ ملّا صاحب سے مطمئن ہوا ہوں۔"

سیاسیات میں آپ نے جمعیۃ العلماء ہند کے ساتھ تعلق رکھا اور آپ اپنے سرحد کے علاقہ کے جنرل سیکرٹری تھے۔ جمعیۃ العلماء ہند نے جنگِ آزادی کے لیے جو جو پروگرام بنائے۔ آپ نے اس علاقہ میں اس کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی، بلکہ بڑی گرم جوشی سے اس پر عمل پیرا ہوئے۔ جمعیۃ العلماء ہند کا امروہہ شہر (یوپی) میں جب سالانہ اجتماع ہوا تو وہاں پر جمعیۃ کے اکابرین نے ہندو کانگریس کے

ساتھ مل کر کام کرنے کا لائحہ عمل مرتب کیا تو آپ ہی ایک فردِ واحد تھے جنہوں نے مخالفت کی کہ مسلمان مشرک کا ہمنوا نہیں بن سکتا۔ آپ نے جمعیۃ العلماء سے استعفا دے دیا اور تمام سیاسی کشمکش سے الگ تھلگ ہو کر دار العلوم رفیع الاسلام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔

آپ نہایت ہی متواضع، منکسر المزاج، صاحب اخلاقِ حمیدہ واوصافِ شریفہ دل خوفِ الٰہی سے بھرپور رکھتے تھے۔ نڈر، حق گو، اور صاحبِ عزیمت تھے۔ اگر کسی مجلس یا جلسہ میں اتفاق ہو جاتا۔ اگرچہ وہ جلسہ یا مجلس مذہبی ہو یا سیاسی، اور آپ نے کوئی امرِ غیر شرعی اس میں دیکھا چاہے بڑے سے بڑا حاکم ہی اس جگہ موجود ہوتا آپ فوراً اُس پر گرفت کرتے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام اُسی وقت صاف صاف سُنا دیتے۔ آپ کے قلب میں اسلام کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دینِ الٰہی سے مخلوقِ خدا اور حکومت کی غفلت پر ہر وقت آنسو بہاتے رہتے۔ اسلام فروش مشائخ اور علماء کے سخت مخالف اور سنّتِ نبوی کے انتہائی پابند تھے[۵۹]۔

(۲۲)

فضل احمد معصومی المعروف حضرت ''جیو صاحب''

☆☆

آپ کا اسم شریف میاں غلام محمد، لقب فضل احمد معصومی ہے[۶۰]۔ اور آپ اسی لقب سے مشہور ہیں۔ عوام الناس ادباً واحتراماً آپ کو حضرت جی (جیو) کے بزرگانہ نام سے پکارتے ہیں۔

آپ کی ولادت ۱۱۵۱ھ میں بمقام سرہند شریف ہوئی۔ آپ کا نسب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی حضرت شاہ عبد الرزاق صاحب کی وساطت سے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ تک پہنچتا ہے۔ نیز آپ اپنی دادی صاحبہ کی وجہ سے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔

حفظ قرآن مجید کے بعد تعلیم مذہبی میں منہمک ہو گئے۔ مذہبی علوم سے بہرہ ور ہو کر اپنے نانا جناب حضرت شاہ محمد رسا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں چوبیس برس رہ کر جامع علوم ظاہری و باطنی، صاحبِ ذکر و فکر، صاحبِ مجاہدہ و مشاہدہ، صاحبِ استقامت و کرامت اور مکارمِ اخلاق سے متصف ہوئے، انہی سے بیعت ہو کر خلافت حاصل کی، اور طریقۂ عالیہ قادریہ و چشتیہ میں جناب شیخ عبد اللہ صاحب بخاری

الملقب ''حضرت میر صاحب'' سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ کا ارشاد ہے :

> فقیر خدمت حضرت میر صاحب راہم علیہ الرحمۃ بسیار کردہ ام، وایں برکات کہ یافتہ ام از اثر التفات وصحبت ایشاں است۔
>
> یعنی میں نے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت خدمت کی ہے۔ یہ تمام برکات یُمن اور سعادت انہی کی محبت، شفقت اور توجۂ کاملہ کا نتیجہ ہے۔

آپ مریدین کو ہر چہار سلسلہ میں مُرید فرماتے۔ مگر خصوصاً سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مُرید کرتے اور اس کی وجہ خود بیان کی، فرماتے ہیں:

> دریں فسادِ زماں، وبُعد عہدِ نبوت تعلیم ایں طریقہ علیہ از تعلیم طریق دیگر اولیٰ وانسب است، کہ التزامِ شریعت ومتابعت سنت دریں طریقہ از طرقِ دیگر بوجہ اتم واکمل موجود است۔
>
> یعنی عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دوری، بِدعات ورسُوماتِ جاہلیہ کی زیادتی سے بہت فساد، پیدا ہوگیا ہے۔ چونکہ اس طریقۂ علّیہ (نقشبندیہ) میں دیگر سلاسل سے بوجہ اتم واکمل بہت زیادہ سُنّتِ نبوی کی متابعت اور التزامِ شریعت پایا جاتا ہے۔ اس لیے اِسی سلسلہ کی تعلیم عام طور پر کرتا ہوں۔

آپ نے اس سلسلہ کو سرہند شریف میں شروع کردیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اتنی برکت اور اتنا تصرّف عنایت فرمایا کہ جو طالبِ مولا آتا واصلِ حق ہوجاتا اگر ناقص آتا تو کامل ہوجاتا۔ نیز آپ کی دینی تبلیغ کی وجہ سے ہزاروں لوگ صلاحیت سے سرفراز ہوئے۔

جب سرہند شریف پر سکھوں کا تسلط ہوا اور انہوں نے مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے، گھروں کو جلایا، مساجد کو اصطبل بنایا۔ پاک دامن عورتوں کو بے عزت کیا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو قتل کیا تو مُسلمانوں نے سرہند سے ہجرت کی۔ اِن ہجرت کرنے والے لوگوں میں آپ بھی تھے۔ آپ بمعہ اہل وعیال براستہ چھچھ ہزارہ پشاور تشریف فرما ہوئے اور محلّہ ''کاکا جمعدار'' میں قیام کیا۔ پشاور شہر میں آپ

کے اخلاقِ کریمانہ اور متابعتِ سُنّت کی وجہ سے آپ کو بہت قبولیّت حاصل ہوئی۔ مشہور و معروف علماء آپ کی صحبتِ بابرکت کو سعادتِ دارین سمجھتے۔ کاکا جمعدار کی مسجد بہت ہی مختصر تھی اور اژدہام زیادہ تھا تو آپ نے وہاں سے اُٹھ کر محلّہ فضل حق صاحبزادہ میں آ کر قیام کیا، آپ کا مزار بھی یہیں ہے۔

اگرچہ پشاور آپ کی مستقل قیام گاہ تھی، مگر آپ اکثر ماوراء سرحد کے سفر بھی کرتے۔ پشاور سے لے کر بُخارا تک آپ نے پانچ بار سفر کیا۔ ان تمام علاقوں کے لوگ جو راستہ میں پڑتے ہیں آپ کے دست گرفتہ ہوے۔ حتیٰ کہ بادشاہ بخارا غازی شاہ مُراد اور اِس کا بیٹا امیر حیدر، بمعہ اپنے دربار کے علماء اور اُمراء کے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوا۔

چارسو کے قریب آپ کے خلفاء تھے، جنہوں نے دینِ حق کی تبلیغ کی، سنت نبوی کی اشاعت کی۔ اہلِ سُنّت و جماعت کے عقائد کی پابندی کی۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی کمال اخلاص اور محبت کے ساتھ خدمت سرانجام دی۔ ان حضرات کا ''امر بالمعروف'' ''نہی عن المنکر'' کا کرنا خاص وصف تھا۔

آپ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ تیرہ برس کی عمر سے لے کر وفات تک صائم الدہر رہے۔ اکثر اوقات علیٰحدگی اور چلّہ میں رہتے۔ سفر و حضر میں دُعائیں اور اوراد و وظائف پڑھتے رہتے۔ چاشت کی نماز کے بعد تفسیر حدیث کا درس فرماتے۔ نماز ظہر کے بعد فقہ پڑھاتے۔ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا درس دیتے۔ عصر کی نماز کے بعد مراقبہ فرماتے مُریدین پر توجہ کرتے، اور تمام رات اللہ تعالیٰ کے حضور میں قیام کرتے۔

جناب حضرت جی صاحب اتنی عبادت، ریاضت، مجاہدہ، تبلیغ اسلام اور متابعت سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کرنے کے باوجود فرماتے ہیں۔

> ما بجز گناہ و نامہ تباہ و عصیاں فراواں و غفلت و پریشانی و سہو و نسیان و خطا
> و نقصان دیگر چیزے نمی باشد۔
> یعنی میرے پاس سوائے گناہ، خرابیٔ نامۂ اعمال، گناہوں کے بہتات،
> غفلت، پریشانی، بھول، نسیان، غلطی اور کمزوری کے اور کچھ بھی نہیں۔

اور اکثر یہ مصرعہ پڑھا کرتے اور آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو جاتا۔

جو بید برسر ایمان خویش می لرزم

اور یہ شعر پڑھا کرتے:

ندارم ہیچ گونہ توشہ راہ بجز لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ

یہ آپ کا اِنکسار اور عاجزی تھی جو آپ اللہ جل جلالہٗ کی بارگاہ میں کیا کرتے تھے۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ پشاور پہنچے تو پشاور پر چاروں طرف سے تباہیوں اور بربادیوں کے بادل اُمڈ اُمڈ کر چھا رہے تھے۔ ان مصیبتوں میں سب سے بڑی مصیبت اس وقت قحط تھا۔ لوگ موت کے کنارے سسکیاں بھر رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچے والدین کے سامنے تڑپ تڑپ کر جان دے رہے تھے۔ آپ نے اپنے "درویشانہ لنگر" کو وسیع سے وسیع تر کر دیا۔ ہزار ہا لوگ اِس لنگر سے روزانہ دو وقت پیٹ بھر کر روٹی کھاتے۔ بلکہ اکثر غربا اپنے گھروں کو بھی لے جاتے۔

ایک بار آپ کی خدمت میں ایک طالب علم آیا۔ اس نے سیّد الکونین، عالمِ علوم اوّلین وآخرین سیدنا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ایک نعت پڑھی جب وہ اِس شعر پر پہنچا:

وصف وثنا کہ لائق نعت بود کجا است
بعد از خُدا بزرگ توئی قِصّہ مختصر

تو آپ بار بار فرماتے کہ خدا تیری زبان پر رحمت کرے۔ جب وہ نعت ختم کر چکا تو آپ نے ایک کنواں اور پانچ جریب زمین جو کہ آپ کی اپنی ملکیت تھی اس طالب علم کو بخش دی، اور فرمایا کہ، یہ اسی شعر کا صدقہ ہے۔

آپ نے تین بار اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنا تمام گھر اور ساز وسامان تقسیم کر دیا اور چٹائی تک نہ چھوڑی۔ ایک بار ایک سائل آیا اور سوال کیا۔ اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے اپنی پگڑی اور گلے سے کُرتا اُتار کر اس کو دے دیا اور فرمایا کہ اس کو فروخت کر کے اپنا گزارہ کر لے۔

آپ کے حلم کا ایک واقعہ ہے، ایک شخص آکر مُرید ہو گیا۔ چند عرصہ کے بعد مرد ود طریقت ہو گیا۔ پھر پشیمان ہو کر حاضر خدمت ہوا، اور اپنی جہالت و پشیمانی پر نادم ہوا۔ اور عرض کیا کہ اپنی بردباری اور حلم کا صدقہ مجھے معاف فرما دیں۔ آپ نے معاف فرماتے ہوئے دوبارہ داخل سلسلہ کیا اور روحانی فیوض وبرکات سے نوازا۔

ہرات پر محمود شاہ غازی کی حکومت تھی۔ زمان شاہ نے اس پر حملہ کر دیا۔ محمود شاہ غازی شکست کھا کر

بخارا کی طرف بھاگ گیا۔ والیِ بخارا نے اس کو عزّت واحترام سے رکھا۔ اتفاقاً ان دنوں آپ بھی وہیں قیام فرماتھے۔ محمود شاہ ہر رات آپ کا دامن پکڑ کر طالبِ دُعا ہوتا۔ اور بعد گریہ وزاری عرض کرتا کہ مجھے میرے والد کی سلطنت دوبارہ مِل جائے۔ ایک دن محمود شاہ غازی نے آپ کو بہت تنگ کیا۔ تو آپ نے محمود شاہ کو فرمایا۔ ''تُم ظالم ہو جب حکومت کے نشہ میں غرق ہوجاتے ہو تو ظلم وجور کرنا شروع کر دیتے ہو، اگر مَیں تمہارے لیے دُعا کروں تو میں بھی ظالموں میں گِنا جاؤں گا۔'' محمود شاہ نے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ ''عدل وانصاف کروں گا، اور کسی شخص پر زیادتی نہیں کرونگا آپ نے یہ وعدہ بھی لیا'' کہ جب اللہ تعالیٰ تجھ کو حکومت عطا کرے گا، تو کوئی کام شریعتِ محمدیہ ﷺ کے خلاف نہ کروگے۔'' محمود شاہ نے یہ عہد کیا اور کہا کہ ''جب میں ایسا کروں تو آپ امر بالمعروف کریں اگر باز نہ آؤں تو بددُعا کریں۔'' آپ نے فرمایا۔ کہ ''میں کسی کو بددُعا نہیں کرتا، نیز آپ نے فرمایا کہ کل آنا۔ دوسرے دن وہ آیا آپ نے اس کو فرمایا کہ اِنتظام کرو۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِس فقیر کی دُعا کو قبولیت سے نوازا اور اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ تم کو اپنے والد کی سلطنت عطا فرمائے گا۔''

محمود شاہ غازی چند سواروں کے ساتھ ہرات کو روانہ ہوگیا۔ گورنر ہرات شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ وہاں کا انتظام، اسلحہ، فوج وغیرہ سنبھال کر محمود شاہ نے قندھار کا رُخ کیا۔ قندھار کا حاکم فرار ہوگیا۔ وہاں پر قبضہ کرنے کے بعد محمود شاہ نے کابل پر ہلّہ بول دیا۔ ایک دن کی لڑائی کے بعد زمان شاہ کوہستان کو بھاگ گیا اور محمود شاہ تختہ حکومت پر متمکن ہوگیا۔ اس واقعہ کو پڑھ کر آپ کی حق گوئی اور جرأت وہمّت کا اندازہ ہوتا ہے۔ نیز آپ نے یہ سمجھایا کہ حکومت اسلامی قوانین اسلام کے نفاذ کے ساتھ ہے۔

جناب حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی استقامت فی الدین کی مکمّل واکمل حیات تھی۔ آپ اپنی زندگی میں انتہائی طور پر کشف وکرامات کا اخفا کرتے مگر بغیر قصد وارادہ کے بھی آپ سے کشف وکرامت کا صدور ہوتا۔ صاحب ''تحفۃ المرشد'' ص۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

> ازاں جناب ولایت مآب قدس سرہ آں قدر کرامت وخرق عادت
> وواقعات وحالات واشراحات وکشوفات والہامات از اوّل تا آخر عمر
> شریف بقصد واختیار یا بے قصد وبے اختیار باذن ملک جبّار ظہور کردہ
> است وبوقوع آمدہ است کہ احصائی آں متعسر ومتعذر، واز حد حدود

حضرت خارج است۔

آپ کو ''کشفِ عیانی اور'' کشفِ کونی'' بھی تھا۔ بخارا سے واپسی پر علاقہ حصار میں ایک مخلص کے گھر ٹھہرے ۔ آپ بمعہ متعلقین مراقبہ میں تھے۔ دورانِ مراقبہ اس علاقہ کے ایک معزز سیّد، سیّد شاہ برہان الدین صاحب چناری آپ کی ملاقات کو پہنچ گئے۔ مراقبہ کے دوران آپ اپنی جگہ سے اُٹھے اور سیّد صاحب موصوف کے پاس آئے ان کو اُٹھا کر اپنی جگہ پر بہت عزّت وتکریم سے بٹھایا۔ چونکہ آپ نے اس سے پہلے سیّد موصوف سے نہ مُلاقات کی تھی اور نہ ہی آپ پہچانتے تھے۔ لہٰذا اہلِ حلقہ نے آپ سے عرض کیا کہ آپ نے اِن کو کیسے پہچانا۔ آپ نے تبسّم کرتے ہوئے فرمایا۔ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (مجھ کو علیم وخبیر نے غائبانہ خبر دی ہے)۔

فضیلت پناہ داملاعوض باقی جو نہایت ہی متورع اور متقی عالم تھے فرماتے ہیں۔ کہ ''میں اکثر آپ کی خدمت میں موجود رہتا۔ آپ دینی مسائل مجھ ہی سے پوچھتے' اور دیگر علماء پر مجھے فوقیت بھی دیتے۔ مگر میرے دل میں مُرید ہونے کا خیال پیدا نہیں ہوا۔ اس لیے میلان طبیعت طریقت کی طرف نہیں تھا۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ متقدمین کی کتابیں مطالعہ کرنے کے بعد مشائخ کو ان کے مطابق نہ پاتا اس لیے بھی پست ہمّت ہو گیا تھا۔ ایک بار یہ خیال آیا کہ جب حضرت جی صاحب متبع سنّت سے مستحبات بعض اوقات رہ جاتے ہیں تو باقی مشائخ کا کیا حال ہوگا۔ فوراً آپ نے مجھے ایک طرف کر کے بُلایا۔ اور فرمایا:

> ایں رامی دانم کہ در خاطرِ شما از چند وجہ از جانبِ ایں فقیر شبہہ است، بروید وامشب فلاں فلاں کتاب کہ در خانہ دارید ایں مسئلہ را بہ بینید۔
>
> یعنی اِس بات کو خُوب جانتا ہوں کہ اس فقیر کے متعلق تمہارے دل میں چند شبہات ہیں۔ آج رات آپ فلاں فلاں کتاب جو کہ آپ کے پاس ہیں دیکھ لیں۔

حضرت ملّاں صاحب فرماتے ہیں۔ ''چناں کردم''، میں نے اسی طرح کیا، تو تسلّی ہو گئی کہ حضرت جی صاحب کی حرکات وسکنات بھی عین سُنّتِ مطہرہ کے مطابق ہیں، جو کہ بہت وسیع مُطالعہ کے بعد انسان معلوم کرسکتا ہے۔ اس کے بعد میں آپ کے مکشوفات کا قائل ہو گیا۔ اور مخلص مُریدین کے زمرہ میں شامل ہوا۔ میرے تمام شبہات واعتراضات زائل ہو گئے۔''

اگر آپ کی کرامات لکھی جائیں تو پوری کتاب بنتی ہے۔ صاحب ''تحفۃ المرشد'' نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۰۱ سے لے کر صفحہ ۱۲۸ تک بیان کی ہیں۔ آپ نے مشائخی کا طریقہ وفات سے دو سال قبل ہی بہت کم کر دیا تھا۔ خانقاہ اور مریدین صاحبزادہ فضل حق صاحب[٦١] کے سپرد کر دیے تھے۔ جب وفات کا وقت قریب آیا، تو آپ نے تمام فرزندوں اور مُریدین کو جمع کیا۔ صبر، تقوٰی، حدود اللہ کی پابندی اور سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی وصیّت کی۔ اِس وصیت کے بعد کسی اور طرف التفات نہیں کیا اور رفیقِ اعلیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے، ذکر و فکر، اور کلمہ توحید پڑھتے رہے حتیٰ کہ ''رفیقِ اعلیٰ'' سے جا ملے۔

آپ کی وفات یکم محرم الحرام ۱۲۳۲ھ بروز چہار شنبہ (بدھ) صبح کے وقت ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ فضل حق صاحب نے آپ کی تاریخ وفات ''آہ مرشد برفت'' سے نکالی[٦٢]۔

(۲۳)

محمد فیض اللہ تیراہی

☆☆

آپ حضرت قاضی خان محمد صاحب کے فرزند ارجمند تھے جو کہ موضع شادی خیل نزد شہر کوہاٹ میں علوم دینیہ کا درس دیا کرتے تھے۔ وہ فتوٰی نویسی میں خاص مہارت رکھتے تھے اور طرز تحریر میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ عالمِ اجل اور فاضل بے بدل تھے۔ اور آپکا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے ظاہری علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے ہی کی جنہوں نے آپ کو اکیس سال کی عمر میں کامل و مکمل کر دیا۔ آپ کا سِلسلہ نسب بتیس واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

ظاہری علوم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ کو پیر کامل کی تلاش ہوئی۔ آپ میں شریعتِ مطہرہ کی پابندی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور آپ کو ذرا سی خلاف شرع بات بھی گوارا نہ تھی۔ ایک فعہ آپ ایک بزرگ کی شہرت سُن کر اُن کی زیارت کو گئے اس وقت وہ نماز میں مشغول تھے اور اُن کے پاؤں کا درمیانی فاصلہ حدِ شرع کے خلاف تھا۔ آپ یہ دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور الٹے پاؤں واپس آ گئے اور فرمایا کہ جس فقیر میں شرع کی پابندی نہیں ہے وہ مجھے کیا فیض پہنچائے گا۔

عالمِ جوانی میں آپ نے فوجی ملازمت بھی کی اس سلسلہ میں آپ شہر رام پور تشریف لے گئے اور احمد شاہ بادشاہ کے قلعہ میں سپہ سالار مقرر ہوئے۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ سیّد جمال اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قلعہ کی سیر کو تشریف لائے۔ ان کے ساتھ بہت سے خلفاء اور مریدین بھی تھے۔ جب حضرت خواجہ محمد فیض اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھا تو فوراً قلعہ کی دیوار سے نیچے آئے اور دست بوسی کی آپ کی حالت غیر ہوگئی اور دو تین گھنٹوں تک حالِ وجد میں رہے۔ جب ہوش میں آئے تو بیعت کی درخواست کی۔ حضرت خواجہ جمال اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خلیفۂ اعظم حضرت سید محمد عیسی رحمۃ علیہ کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ اس کی بیعت اگرچہ میری طرف سے ہے مگر اس کی تکمیل تمہارے ذمہ ہے۔ اسی وقت آپ نے ملازمت کو خیر باد کہی اور اپنے شیخ کی خدمت میں چلے گئے۔ آپ چار سال تک حضرت سیّد جمال اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں رہے۔ ایک دفعہ حضرت سیّد عیسیٰ محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی وہیں موجود تھے کہ آپ کو خرقۂ خلافت پہنایا گیا۔ اور وطن واپس جانے کی اجازت دی گئی۔ آپ اٹھارہ سال کے بعد موضع داور شریف متصل شہر کوہاٹ میں تشریف لائے۔ جہاں آپ کے بزرگواروں کے واقف لوگ رہتے تھے۔ ان دنوں وہاں تپ شدید کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں آنا شروع کیا اور آپ کے تعویذات ودم کرنے کے اثر سے سب صحت یاب ہوگئے۔ آپ وہاں چھ ماہ ٹھہرے اور اپنے ظاہری اور باطنی فیضان سے مخلوقات کو سیراب فرمایا۔ دورانِ قیام میں قاضی عبدالحمید صاحب مفتی علاقہ کوہاٹ نے اپنی صاحبزادی آپ کے نکاح میں دینے کی خواہش ظاہر کی۔ جو کہ علم فقہ وخدمت میں بڑی مہارت رکھتی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں آج استخارہ کرونگا اور مجھے جو کچھ حکم ہوگا۔ اس کے مطابق عمل کیا جائیگا۔ چنانچہ آپ کو استخارہ میں اشارہ ہوا کہ اس نکاح کے ضمن میں فیضان الٰہی کی امانت پوشیدہ ہے اور یہ نکاح سرزمینِ ہند کے لیے باعثِ فخر دارین ہوگا۔ اور اسی کے نور سے اردگرد کے ملکوں میں روشنی اسلام پھیلے گی۔ چنانچہ استخارے کی یہ خبر سُن کر مفتی صاحب بہت خوش ہوئے اور آپ سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ اس کے بعد آپ اپنے موضع تیزی شریف علاقہ تیراہ میں تشریف لے گئے۔

ایک دفعہ حضرت سیّد جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو افغانستان کے سفر پر روانہ کیا اور مندرجہ ذیل رباعیات کی صورت میں وصیّت فرمائی۔

رُباعیات:

مایۂ دیں رابدنیا دادن از بے ہمتی است   زانکہ دنیا جملگی رنج است و دین آسائش است
نعمتِ فانی ستانی دولتِ باقی دہی   اندریں سودا فرد داند کہ غبنِ فاحش است

بکوش تا دل صاحب نظر بدست آری   کہ نیست در دو جہاں دولت ازیں بہتر
مکن عمارتِ دنیا بکن عمارتِ دل   کہ عرشِ اعظم است ایں دل بقولِ پیغمبر

آپ نے اپنی زندگی میں دور دراز کا سفر کیا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے حلقہ میں داخل ہوئے۔ آپ آخری عمر میں کافی کمزور ہو گئے تھے اور پالکی میں سوار ہو کر سفر فرمایا کرتے تھے۔ یہ آپ کی زبانِ مبارک کی برکت تھی کہ جو کچھ فرمایا کرتے تھے پورا ہو جاتا تھا اور جو صاحبِ حاجت آپ سے دعا کرواتا تھا۔ اس کی حاجت بفضلِ خدا پوری ہوتی تھی۔ آپ کی زبان نہایت شیریں اور شخصیت جاذبِ نظر تھی اور اکثر لوگ تو آپ کو دیکھ کر ہی بیعت کر لیتے تھے۔

کراماتِ بابرکت:

۱...... تیزئی شریف میں مسجد کے قریب ایک بلند چبوترے پر زیتون کے دو بڑے موٹے موٹے درخت تھے۔ جو کہ عرصۂ دراز سے خشک ہو گئے تھے۔ آپ ان درختوں کے سہارے بیٹھ کر مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ اور جب کبھی آپ پانی نوش فرماتے تھے تو باقی ماندہ پانی اُن کے دامن میں ڈال دیتے تھے۔ آپ کی برکت سے ایک ماہ کے عرصہ میں دونوں درخت سرسبز و شاداب ہو گئے اور اب تک اُسی حالت میں موجود ہیں۔ سیکڑوں لوگ اُن کی زیارت کر چکے ہیں۔

۲...... موضع تیزئی میں پانی کی سخت تکلیف تھی، لوگوں نے عرض کیا، حضور دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مشکل آسان کرے اور کہیں سے چشمہ نکل آئے۔ آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ جگہ کھودو۔ حسب الحکم عمل کیا گیا اور ابھی چند گز ہی زمین کھودی گئی تھی کہ شیریں پانی کا ایک چشمہ نمودار ہوا۔ یہ دیکھ کر سب لوگ آپ کے کشف و کرامات کے قائل ہو گئے۔ اور بہت سے مخالف لوگ بھی حلقہ میں داخل ہوئے۔ وہ چشمہ ابھی تک جاری ہے۔

وِصالِ پُر ملال:

آپ نے ۲۰؍ذوالحجہ ۱۲۳۵ھ کو وصال فرمایا۔ مزار پر انوار بمقام تیزئی شریف مضافاتِ تیراہ میں زیارت گاہ خاص وعام ہے[۶۳]۔

(۲۴)

خواجہ محمد عبداللہ جان نقشبندی

☆☆

اسم گرامی عبداللہ کنیت ابوالخیر لقب محی الدین اور جان اپنے والد ماجد کی نسبت سے ہے۔ حضرت خواجہ ابوالخیر محمد عبداللہ جان کی ولادتِ باسعادت ۱۵؍ذالحجہ ۱۳۵۶ھ کو پشاور شہر کے محلّہ بھانہ ماڑی میں ہوئی۔ والدِ بزرگوار کا اسم گرامی حضرت حاجی محمد جان عرف ''باباجی صاحب'' ہے حضرت خواجہ کی پیشانی سے آثارِ ولایت بچپن ہی سے ہویدا وآشکار تھے۔ لہٰذا اس شعور کو پہنچتے ہی دینی تعلیم کے حصول کے لیے آپ کو علاقے کے نامور اساتذہ حضرت حافظ میر احمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مسیح اللہ کے سپرد کردیا گیا۔ جن کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذتہ کر کے ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی اور ساتھ ہی ساتھ ایڈورڈ ہائی اسکول پشاور میں ظاہری علوم بھی حاصل کرتے رہے، اور ہر امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ گھر کے خالص مذہبی ماحول کا آپ کی زندگی پر گہرا اثر تھا۔

آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو زریں زر بخت حضرت خواجہ صوفی نواب الدین صاحب موہروی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر اپنے گھر میں سالانہ دورے کے موقع پر بیعت کرا دیا۔ بیعت کے بعد آپ ہمہ وقت ذکر وفکر میں مشغول رہے۔

مرشد نے جب مرید باصفا کو کمال کی منزلوں پر پہنچا دیکھا تو ''صوفی صاحب' کا لقب عطا فرمایا اور تکمیلِ سلوک کے بعد ''محمد'' آپ کے اسمِ شریف کے ساتھ ''تبرکاً'' رکھا۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ جن مشوروں میں اس نام کا آدمی شریک ہو اس میں برکت رکھی جاتی ہے۔

سات مارچ ۱۹۵۴ء بموقع سالانہ عرس مبارک آپ کو خلعتِ خلافت سے نوازا۔ خلافت نقشبندیہ موہرویہ کے بعد ۱۹۶۵ء بمطابق ۱۳۸۵ھ کو خواب میں سیّدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی اور اس کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ سے مشرّف ہو کر صاحب مجاز ہوئے۔ اس کے علاوہ سلسلہ چشتیہ نظامیہ

صابریہ سہروردیہ، شاذلیہ، رفاعیہ سے استفادہ کیا ہے۔ اگرچہ آپ کو سبعہ سلاسل فقر کی اجازت وخلافت حاصل ہے، لیکن زیادہ تر سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت فرماتے ہیں۔

حصولِ خلافت کے بعد آپ نے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک طوفانی دورے کر کے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج واشاعت کے لیے گرانقدر کام کیا۔ ہزاروں گم گشتگانِ راہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ کئی غیر مسلموں کو بھی دولتِ اسلام سے مالا مال کیا۔ آپ کے سامنے اگرچہ گوناگوں مشکلات ومصیبتیں اور رکاوٹیں سدِ راہ بن کر حائل ہوئیں۔ مگر آپ نے کمال ہمت واستقلال سے حالات کا مقابلہ کیا اور منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے کبھی تھکاوٹ محسوس نہیں کی۔

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دم ہے اگر تُو تو نہیں خطرۂ افتاد

۱۹۷۷ء میں آپ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ کے عرسِ مبارک پر سرہند شریف (ہندوستان) گئے آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کریمین کے مزارات پر جلوس کی شکل میں ”اللہ ھُو“ کا ذکر کرتے ہوئے پہنچے تو چاروں طرف ”اللہ ھُو“ کی مسحور کُن گونج سنائی دینے لگی۔ اِس مردِ حق کی زبان سے نکلی ہوئی ذکرِ الٰہی کی آواز جہاں جہاں پہنچتی گئی۔ اکناف واطراف کے مسلمان جوق در جوق آپ کے گرد جمع ہوتے چلے گئے اور شرفِ بیعت حاصل کر کے اپنے قلوب کو صیقل کرا کے لوٹتے رہے۔ یہاں تک کہ کئی غیر مسلموں نے بھی آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

آپ متعدد بار ہندوستان، پاکستان، عراق، مکّہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء وصوفیائے کرام اور مزاراتِ مقدسہ کی زیارات سے مشرف ہوئے ہیں۔ ان میں حضرت سرکار مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مخدوم پاک علاء الدین علی احمد صابر کلیر شریف رحمۃ اللہ علیہ، محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ دہلوی، حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد فتحپوری دہلی، خانقاہ مظہریہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ مارگ میں حضرت شاہ مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ہرے بھرے رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ، خواجۂ خواجگان غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر شریف اور دیگر

مقاماتِ مقدسہ کی زیارات کے علاوہ ہندوستان کے تاریخی مقامات کی سیاحت شامل ہے۔

عراق میں آپ نے حضرت محبوب سبحانی حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کربلا معلّٰی میں حضرت سیدنا امام حسین علیہ السّلام، اہلِ بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اور کربلا شریف میں آپ کے رفقائے عظیم کے مزارات، نجف اشرف میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ، حضرت ایوب علیہ السلام......کوفہ کے مقامات مقدسہ، مقام پیدائش ابراہیم علیہ السلام......موصل عراق میں حضرت یونس علیہ السلام، حضرت دانیال علیہ السلام، حضرت جرجیس علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام، حضرت سیّدنا غوث الاعظم کے استادِ مکرم کے مزارات، بیجی تکریت صلاح الدین کے راستے سے ہوتے ہوئے سامرہ کے مزاراتِ مقدسہ، بصرہ میں حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ اور حضرت علامہ محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور جنگ جمل میں شہید ہونے والے تیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بصرہ و بصرہ کی بندرگاہ کی سیر وسیاحت فرمائی۔ سات بار حج بیت اللہ ایک بار عمرہ رمضان شریف میں اور نو مرتبہ مدینہ منورہ میں روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کی سعادت حاصل کی۔

آپ کی گفتگو پُراثر، لب ولہجہ عالمانہ، گفتگو کا مرکزی نقطہ عشقِ الٰہی ومحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوتا ہے۔ باتوں میں گلوں کی سی خوشبو، آپ کی محفل کا ماحول نہایت پاکیزہ ہوتا ہے۔ آپ کی محفل میں دنیوی امور پر قطعاً گفتگو نہیں ہوتی۔ آپ کا طرزِ بیان ایسا ہوتا ہے کہ سننے والے کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ بس سنتا ہی رہے۔ آپ کی ذاتِ بابرکات ”نرم دمِ گفتگو“ اور ”گرم دمِ جستجو“ کا مظہر ہے۔ آپ کے آستانہ پر آنے والے اپنی جھولی گلہائے مراد سے بھر کر جاتے ہیں۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

آپ نے اشاعتِ دین کے لیے ۲۶ رذیقعدہ ۱۳۹۱ھ بمطابق ۱۴ رجنوری ۱۹۷۲ء کو خانقاہ شریف میں ”دارالعلوم اسلامیہ مجددیہ“ قائم کیا۔ مگر تصوف وطریقت کی انتہائی مصروفیات نے آپ کی توجہ اپنی

طرف ہی مبذول رکھی اور دار العلوم کا سلسلہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔ چونکہ آپ کو علم و ادب سے خصوصی دلچسپی ہے لہٰذا مطالعہ کے لیے وقت ضرور نکالتے ہیں۔ آپ کی لائبریری میں عربی، فارسی، اردو، انگریزی، پشتو، پنجابی اور ہندی وغیرہ زبانوں میں ہزاروں گرانمایہ کتب موجود ہیں جن سے اہلِ علم حضرات مستفید و مستفیض ہو کر علمی پیاس بجھاتے رہتے ہیں۔

آپ کا حلقۂ ذکر عجیب روحانی کیف و سرور کا مرقع ہوتا ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ بیعت کا مقصد چونکہ اصلاحِ حال اور تزکیۂ نفس ہوتا ہے جو ذکرِ الٰہی۔ مراقبہ، رابطہ اور صحبتِ شیخ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لیے آپ کے دربارِ عالیہ مرشد آباد شریف میں طالبانِ حق کا ہمہ وقت ہجوم رہتا ہے۔ آپ کی ذاتِ ستودہ صفات گم کردہ راہ انسانوں کے لیے روشنی کا مینار ہے۔ توحید و رسالت کی اشاعت آپ کا مشغلہ اور بھٹکتی ہوئی انسانیت کو منزل تک پہنچانا آپ کا مقصدِ حیات ہے۔ اس گئے گزرے دور میں آپ کا وجود غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی دراز فرمائے۔ (آمین ثم آمین)[۶۴]۔

(۲۵)

محمد عثمان نقشبندی

☆☆

شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد عثمان نقشبندی قدس سرہ ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء میں بمقام لونی تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد (نام معلوم نہیں ہو سکا) نہایت متقی اور پرہیزگار تھے، انہوں نے آپ کو علومِ دینیہ کی تحصیل پر لگا دیا۔ تکمیلِ علوم کے بعد حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری (م۔ ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء) موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسمٰعیل خاں) خلیفہ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ۹ر جمادی الاخریٰ (۱۲۶۶ھ/ ۱۸۵۰ء) کو بیعت ہو کر مدارجِ سلوک طے کرنے کے علاوہ علمِ اخلاق، علمِ سیر، علمِ تصوف اور علمِ حدیث کی تحصیل کی اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ احمدیہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ کبرویہ مداریہ قلندریہ شطاریہ میں ماذون و مجاز ہوئے۔

آپ نے جس محنت و جانگدازی سے اپنے شیخ کی خدمت کی، کوئی اور مرید نہ کر سکا۔ شیخ کامل بھی آپ پر عنایت بے غایت کرتے تھے حتیٰ کہ جب حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری قدس سرہ کا ۲۲ر شوال المکرم

۱۲۸۴ھ کو وصال ہوا تو موسیٰ زئی شریف میں ان کے ایماء اور اجازت سے آپ ہی سجادہ نشین ہوئے اور بڑی خوبی سے فرائضِ نیابت کو انجام دیا۔ پیر و مرشد کے وصال سے تین سال بعد کمال اشتیاق سے زیارتِ حرمین شریفین کے لیے روانہ ہو گئے، حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور گیارہ دن تک قیام کیا، اس دوران کھانا پینا ترک کر دیا تاکہ قضائے حاجت کی ضرورت نہ پڑے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ جہاں قضائے حاجت کی جائے وہاں سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پائے اقدس آیا ہو، ذرا اندازہ کیجیے کہ دیارِ حبیب کا ان کے دل میں کسقدر احترام تھا۔

حضرتِ خواجہ محمد عثمان قدس سرہٗ ہر فعل میں اتباعِ سنت کو پیشِ نظر رکھتے اور کسی کام میں خلافِ سنت کو روا نہ رکھتے تھے، خانقاہ پر حاضر درویشوں کو نمازِ تہجد کے لیے اٹھنے، مراقبہ کرنے اور کثرتِ ذکر کی نصیحت فرمایا کرتے تھے باوجودیکہ آپ کے ہزاروں مرید تھے لیکن کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے تھے:

> مجھے پیری اور بزرگی کا دعویٰ نہیں ہے، میں تو حضرت پیر و مرشد کے مزارِ پُر انوار کا جاروب کش اور درویشوں اور زائرین کا خدمت گار ہوں۔

کئی عقیدت مند پیش کش کرتے کہ ہماری زمین، جائداد اور باغ وغیرہ قبول فرما لیجیے تاکہ لنگر کا کام چلتا رہے مگر آپ فرماتے کہ: ”لنگر کے اخراجات اللہ تعالیٰ کے توکل پر موقوف ہیں، ہمارے مشائخ کا یہی طریقہ تھا کہ وہ اس بارے میں کچھ تردد نہیں کرتے تھے۔“ اور پیشکش بڑی خوبصورتی سے ٹال دیتے۔ آپ کے ملفوظات اور مکتوبات مواعظ و حِکَم کے بہترین جواہر پارے ہوتے تھے۔ ملفوظات، کرامات اور مکاتیب پر مشتمل ”مجموعہ فوائدِ عثمانی“ مرتبہ سید محمد اکبر علی شاہ دہلوی چھپ چکا ہے۔ آپ سے بے شمار افراد نے کسبِ فیض کیا اور درجۂ کمال کو پہنچے۔ آپ سے بکثرت کرامات کا ظہور ہوا اور خلقِ خدا کو ظاہری و باطنی عام نفع پہنچا، مگر آپ کے مرید مولوی حسین علی واں بھچروی (ضلع میانوالی) مؤلف ”بلغۃ الحیر ان“ ایک روز یہ سوچتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اولیاءِ کرام کو بعض چیزوں کا علم ہوتا ہے یا اکثر کا، اور توجہ کے بعد حاصل ہوتا ہے یا بغیر توجہ کے؟ اس وقت آپ کسی شخص سے پشتو میں گفتگو کر رہے تھے، مولوی صاحب کے آتے ہی متوجہ ہو کر فرمایا، اولیاء ہمہ میدانند ولکن مامور باظہار نیستند [۶۵]۔ یہ کہہ کر پھر اسی طرح محوِ گفتگو ہو گئے۔ سید سردار علی شاہ بخاری ملتانی کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

> اے عزیز! اوقاتِ مستعارۂ خود را کہ بدل ندارند بطاعت و عبادات

واذ کاروافکار دارند کہ سعادتِ دارین ودولتِ کونین درین است غیر ازیں ہمہ ہیچ وانجام حاجاتِ ضروریہ لابدّیہ بوسیلۂ پیرانِ کبار علیہم الرضوان والرحمۃ ہموارہ مے خواستہ باشند ان شاء اللہ تعالیٰ بہدفِ اجابت رسند۔

آپ نے کثیر التعداد مریدین کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا، خود حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعدد خلفاء ان کے وصال کے بعد آپ سے مستفیض ہوئے، آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا سراج الدین خلیفہ وجانشین ہوئے۔

۲۲؍شعبان المعظم، ۲۷؍جنوری (۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۷ء) بروز منگل اشراق کے وقت آپ کا وصال ہوا، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسمٰعیل خاں) میں آپ کا مزار مرجعِ خلائق ہے۔

حافظ محمود حسین خاں نازاں چشتی سلیمانی رئیسِ اعظم جھجر نے قطعۂ تاریخِ وفات کہا۔

بست و دوم ز ماہے شعبانِ محترم بود　　رفتہ بسوئے جنت کاں ہمسرِ فرشتہ
سالِ وفات حضرت بہرِ صواب نازاں　　عُثمانِ نقشبندی کامل ولی نوشتہ ۶۶
۱۴　　۱۳ھ

(۲۶)

حافظ محمد عظیم گنجوی

☆☆

آپ کا اسم شریف محمد عظیم، لقب بحرالعلوم، تخلص واعظ، اور حافظ جی صاحب گنج والے، کے نام سے مشہور ہیں، جامع مسجد گنج کے امام، خطیب اور مدرس تھے۔

آپ کے خاندان کے ایک بزرگ جناب مفتی فضل کریم صاحب فرماتے ہیں کہ آپ حضرت قدوۃ السالکین خواجہ نور محمد صاحب مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

چونکہ آپ کا خاندان علم ظاہری وباطنی کا مرکز تھا۔ اس لیے آپ بہت تھوڑی عمر میں (یعنی ۱۶؍برس کی

عمر میں) تکملِ علوم فرما کر مسندِ درس پر متمکن ہوئے۔ چند برس درس و تدریس فرمانے کے بعد اچانک طبیعت میں انقلاب آیا۔ درس کو چھوڑ کر سلوک و معرفت کے حصول کے لیے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ آپ پنجاب سے نکل کر پشاور میں گنج دروازہ کے باہر سڑک کے کنارے پر ''تہ خانے والے ملاّ صاحب'' کے قبرستان میں ایک چھوٹی مسجد ہے اس میں ٹھہرے، اور عبادت و ریاضت میں مصروف ہوگئے۔ یہاں پر آپ نے درس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔

آپ کے زہد و تقویٰ اور علم کی شہرت پشاور اور اس کے گرد و نواح میں پھیلی، علماء، مشائخ اور عوام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقبول کر دیا۔ علاقہ گنج کی جامع مسجد (جو کہ مسجد خواجہ معروف کے نام سے موسوم ہے) میں مدرس، امام اور خطیب بنائے گئے۔

جب پنجاب میں سکھوں کے جبر و استبداد اور مظالم سے تنگ آ کر مسلمانوں نے وہاں سے ہجرت کرنا شروع کر دی تو ان مہاجرین میں حضرت قطبِ برحق شاہ غلام محمد صاحب المعروف ''حضرت جی صاحب پشاوری'' بھی سرہند سے ہجرت کر کے پشاور تشریف لائے اور علاقہ یکہ توت میں مقیم ہوئے، حضرت بحر العلوم صاحب بھی آپ کی ملاقات کے لیے آیا کرتے تھے، اور یہ مراسم یہاں تک بڑھے کہ بقول مصنف ''تحفۃ المرشد'' حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ہر جمعرات کے دن اپنی مجلس میں بلوا کر وعظ کرواتے، الفاظ یہ ہیں:

> وبروز پنجشنبہ حضرت حافظ محمد عظیم صاحب واعظ کہ بحر العلوم بود برائے وعظ نزد خود طلب می فرمودند۔

نیز آپ نے جناب ''حضرت جی صاحب'' کی معیت اور صحبت میں رہ کر علومِ باطنی کا وافر حصہ پایا، اور آپ سے ہی ہر چہار سلاسل میں بیعت ہوئے اور بقول حضرت محمد حسن[٦٧] بن حضرت امام محمد نوحانوی:

> ونیز بحر العلوم حافظ محمد عظیم واعظ پشاوری از خلفائی حضرت جیو (جی) صاحب بودند۔
>
> یعنی حضرت بحر العلوم حافظ محمد عظیم واعظ پشاوری حضرت جی صاحب کے خلفاء میں سے تھے۔

حضور سیدِ دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی محبت کا جو عالم تھا وہ احاطۂ تحریر

سے باہر ہے۔ ایک بار جناب بحرالعلوم صاحب حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پُر انوار سے مشرف ہوئے تو آپ نے عرض کیا:

> یارسُول اللہ! صلی اللہ علیک وآلہ وسلم آپ کے دیدار پُر جمال سے مشرف ہونے کے بعد یہ آنکھیں اب اور کسی کو نہ دیکھیں۔

جب آپ بیدار ہوئے تو نابینا تھے، آپ کی بہت ہی خوب صورت اور موٹی موٹی آنکھیں تھیں۔ سُبحان اللہ کیا عشقِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔ اور آپ کی پیارے محبوب مالک ومختار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنی والہانہ محبت تھی۔ حضور عالمِ ماکان ومایکون صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محبت وعشق کا یہ نتیجہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت بحرالعلوم کو علمِ لدُنّی سے نوازا۔

بغیر بینائی کے معقول ومنقول کی کتابیں پڑھاتے۔ ہر ایک استفتاء کا جواب املا فرماتے۔ کتاب کا نام، صفحہ، اور سطر تک لکھواتے۔ صاحب ''تاریخ پشاور'' لکھتے ہیں۔

> یہ صاحب (یعنی حافظ محمد عظیم صاحب) عالمِ باعمل تھے۔ ان کی نسبت لوگ اعتقادِ ولایت رکھتے ہیں، اور تمام عمران کی تعلیم علوم میں باوجود نابینا ہونے کے گزری۔

آپ کو صحاح ستہ کے تمام اسانید زبانی یاد تھے۔ جناب مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں[۶۸]۔

> حضرت بحرالعلوم حافظ محمد عظیم علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں شیخ وقت، صحاح ستہ کے اسانید زبانی یاد تھے۔

آپ کے علم اور بزرگی کا شہرہ ملک کے طول وعرض میں پھیلا۔ آپ کے درس میں مختلف علاقوں کے طلباء جوق در جوق آنے لگے۔ اور ہر قسم کے علوم سے بہرہ یاب ہو کر مشہور عالم وفاضل ہوئے۔ حضرت ''خواجہ معروف'' کی مسجد دار العلوم اسلامیہ کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ طلباء کی روٹی، رہنے کی جگہ اور کپڑا بھی آپ خود مہیا کرتے۔ آپ کے اس دار العلوم میں مشہور ومعروف دو عالم جناب اخونزادہ عبداللہ صاحب اور مولانا قاضی مسعود صاحب بھی علوم متداولہ کا درس پڑھاتے۔ آپ کے دور میں صوبہ سرحد پر سکھوں نے غلبہ اور اقتدار حاصل کیا ہوا تھا۔ سکھوں کا دور یہاں کے لوگوں کے لیے جبر واستبداد اور ظلم وتعدی کا دور تھا۔ یہ ایک ایسا دور تھا کہ جس میں ظلم کا نام انصاف، جبر وستم کا نام رحم وکرم، اور تباہی وبربادی کا نام آبادکاری

تھا خانقاہوں کی عمارتوں کو ملیامیٹ کر دیا گیا۔ مساجد کو اصطبل کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا۔ اسلام پر ہر طرف سے کفر کی یلغار تھی۔ اِن ناگفتہ بہ حالات میں انتہائی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے عالم میں قرآن وحدیث اور فقہِ حنفی کی ترویج واشاعت کرنا۔ وعظ کی مجالس کا انعقاد کرنا بہت ہی کٹھن اور مشکل کام تھا۔ مگر آپ نے کمال ہمت واستقلال کے ساتھ کسی قسم کے خطرات کی پروانہ کرتے ہوئے اپنے دارالعلوم اور مجالسِ وعظ کو جاری رکھا۔

سکّھوں کا جرنیل ابوطبیلہ اپنے ظلم وستم کی وجہ سے اب تک یاد کیا جاتا ہے۔ یہ جرنیل اطالوی تھا، اور اتنا ظالم وجابر تھا کہ یوسف زئی اس کے جبر واستبداد کے تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ یہ جرنیل ابوطبیلہ ۱۸۳۸ء سے لے کر ۱۸۴۲ء تک پشاور میں مقیم رہا۔ ایک دفعہ اس نے آپ کو حکم بھیجا کہ آپ میرے پاس حاضر ہو جائیں۔ مگر آپ نے نہایت ہی دلیری اور جرأت کے ساتھ اس کے قاصد کو کہہ دیا کہ گورنر کو ضرورت ہے تو اس فقیر کے پاس آئے۔ چنانچہ ابوطبیلہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ کے شاگردانِ رشید میں سے مشہور ومعروف شاگرد حضرت شیخ المشائخ، شیخ الاسلام والمسلمین مجاہدِ اعظم حافظ عبدالغفور صاحب المشہور بہ اخون صاحب صوات رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عالمِ اجل فاضلِ اکمل عالمِ علوم اسرارِ الٰہی سید اکبر شاہ صاحب ساکن بھانہ ماڑی، حضرت علامۂ وقت فہامۂ عصر مولانا بالفضل اولنا مرید محی الدین صاحب نوشہروی، وغیرہ وغیرہ بیان کیے جاتے ہیں۔ نیز بقول مولانا غلام رسول صاحب مہر، جناب مولانا مولوی سیّد امیر صاحب المشہور کوٹھہ ملّا صاحب بھی آپ کے شاگرد تھے۔

محدثین ہندوستان نے سید احمد رائے بریلوی کی قیادت میں سکھوں کے خلاف جو جنگیں کیں ابتداءً آپ نے، آپ کے شاگردوں نے اور آپ کے معتقد مشائخ کرام نے خُوب گرم جوشی سے حصہ لیا۔ محدث جلیل فقیہِ عصر شیخ المشائخ حضرت سیّد غلام صاحب المعروف بہ آغا میر جی صاحب نے گورکھتڑی میں اس جماعت محدثین کی دعوت کی اور یہ دعوت اس صورت میں تھی کہ کھانے کا تمام سامان یعنی دُنبے، چاول، گھی، مصالحہ اور لکڑی سب دے دیا گیا اور اُنہوں نے خود پکا کر کھایا۔ مگر بعد میں مذہبی اور سیاسی اختلاف کی بنا پر حضرت بحرالعلوم نے بمعہ متعلقین کے یکسوئی اختیار کر لی۔

مولانا غلام رسول مہر صاحب اپنی کتاب ''اسماعیل شہید'' کے صفحہ ۲۸۱ جلد دوم میں لکھتے ہیں:

> شاہ اسماعیل کے مجموعہ مکاتیب میں دو مکتوب ایسے ہیں جو پشاور کے دس

علماء کے نام بھیجے گئے...... پہلا ۹/ربیع الثانی ۱۲۴۴ھ/ ۲۰/اکتوبر ۱۸۲۹ء کو اور دوسرا ۱۷/شوال ۱۲۴۵ھ/ ۱۱/اپریل ۱۸۳۰ء کو......ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان علماء کی طرف سے سید صاحب اور آپ کے رفقاء پر کئی الزام لگائے گئے تھے۔ مثلاً:

۱......سید صاحب اور آپ کے رفقاء الحاد و زندقہ میں مبتلا ہیں۔ ان کا کوئی مذہب و مسلک نہیں ہے۔ نفسانیت کے پیرو ہیں اور لذات جسمانی کے جویا۔

۲......وہ ظالم اور تعدی کے خوگر ہیں۔

۳...... بلاوجہ شرعی، مُسلمانوں کے اموال و نفوس پر دست درازی کرتے ہیں۔

۴......سید صاحب انگریزی رسالہ میں مُلازم تھے۔ مولٰینا اسمٰعیل اور بعض دوسرے لوگوں نے انہیں مہدی موعود قرار دیا۔ انگریزوں نے ان کو مُلک سے نکال دیا۔

۵......وہ مکّہ معظّمہ پہنچے وہاں سے براہ مسقط و بلوچستان قندھار گئے۔

۶......خادی خان کو ملا عبدالغفور (اخون صاحب صوات) کے ذریعہ صلح کے بہانے بُلایا اور قتل کرا دیا۔

۷......وہ افغانوں کی لڑکیوں کو جبراً ''جدید الاسلام'' ہندوستانیوں کے حوالے کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ یہ الزام کہاں تک دُرست ہیں۔ مگر ثابت ہوتا ہے کہ پشاور کے علماء کرام نے محدثین سے اختلافات کیا۔ اور یہ اختلاف معمولی نہیں تھا۔ بلکہ بنیادی اختلاف تھا۔ جن کے نام یہ خطوط لکھے گئے مولانا غلام رسول صاحب مہران کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ:

''مولانا حافظ محمد احسن صاحب بن محمد صدیق معروف بہ حافظ دراز پشاوری، متبحر عالم علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر سرحد سے سمرقند تک ان کے علم کا چرچا تھا۔

(۲)......دوسرے یہی بزرگ ہیں جن کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ ''حضرت بحر العلوم حافظ محمد عظیم صاحب علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں شیخ وقت، صحاح ستہ کے اسانید زبانی یاد تھے۔ روتے بہت تھے۔ آخری عمر

میں نابینا ہو گئے تھے"۔

(۳)......تیسرے مولانا غلام حبیب صاحب جو کہ آسیا والے میاں صاحب غلام جیلانی کے والد تھے یہ بہت بڑے عالم تھے۔

(۴)......مولانا مفتی محمد احسن صاحب بن مولانا مفتی محمد احمد تبحر عالم تھے۔ محلہ کوٹلہ رشید گنج پشاور۔

(۵)......مولانا مفتی حافظ احمد صاحب۔

(۶)......مولانا مولوی عبد المالک اخونزادہ۔

(۷)......مولانا مراد اخونزادہ۔

(۸)......مولانا قاضی سعد الدین۔

(۹)......مولانا قاضی مسعود۔

(۱۰)......مولانا عبد اللہ اخونزادہ۔

حضرت بحر العلوم صاحب اپنے مواعظ میں عقائدِ حقہ اہل سنت و جماعت کو مدلل طریقے سے بیان فرماتے اور فرقِ باطلہ کا مسکت طریقہ پر ردّ فرماتے۔ یہ بات عام طور پر پشاور میں مشہور ہے بلکہ زبان زدِ خلائق ہے کہ جس وقت منبر پر رونق افروز ہوتے، تین بار "الصلوٰۃ والسّلام علیک یا رسُول اللہ" بلند آواز سے پڑھتے۔ آپ کے معاصر علماء سے حضرت مولانا مولوی غلام جیلانی صاحب المشہور "میاں صاحب آسیا" نے اعتراض کیا۔ آپ نے ان کو کہلا بھیجا، کہ آیئے اور جمعہ کے وعظ میں یہ مسئلہ سُن لیجیے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ جناب "میاں صاحب آسیا" بمعہ اپنے معتقدین کے آپ کی مجلسِ وعظ میں تشریف لائے۔ اس وقت علماء کے وعظ کا یہ طریقہ تھا کہ نماز جمعہ کے بعد عصر تک وعظ کیا کرتے تھے۔ حسبِ قاعدہ آپ نے درود وسلام پڑھ کر اسی مسئلہ ندا پر تقریر شروع کر دی، تمام وقت آپ کی تقریر سے لوگ اتنے متاثر ہوے کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق ومحبت میں آہ وبکا کرتے رہے، اور یہی عالم "آسیا والے میاں صاحب" کا بھی تھا۔ آسیا والے میاں صاحب مطمئن ہو کر چلے گئے۔

حضور محبوب سبحانی قطبِ ربّانی سید شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت بحر العلوم کو والہانہ عقیدت تھی اور یہ عقیدت عشق کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ ہر وقت خواہ آپ درس میں ہوتے یا وعظ فرماتے حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہٗ کے ہی کمالات اور کرامات بیان فرماتے۔ ایک بار جو کچھ آپ کے

پاس تھا سب کچھ طلباء کو دے دیا، یہاں تک کہ آپ پر گیارہ وقت کا فاقہ گزرا تو آپ نے بغداد شریف کی طرف مُنھ کر کے عرض کیا۔ مفتی فضل کریم مرحوم فرماتے تھے کہ مجھے والد صاحب نے فرمایا کہ معاً ایک شخص دروازے پر آیا اس کے پاس چاولوں کی ایک غوری تھی کہا کہ ''محمد عظیم کو کہو کہ خود آ کر لے جائے، حضرت خود دروازے پر آئے اور وہ غوری لے کر گئے، اس غوری میں سے ہر لقمہ کے ساتھ ایک ایک اشرفی نکلی، جب آپ نے گیارہ لقمے لے لیے اور گیارہ اشرفیاں ہوگئیں، تو فرمایا کہ:

> حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے گیارہ ناموں کا صدقہ یہ گیارہ اشرفیاں ہیں۔ اب میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ بارھواں لُقمہ لوں۔

آپ کی یہ والہانہ عقیدت آپ کی اولاد کو بھی نصیب تھی (اسی طرح مفتی فضل کریم صاحب مرحوم حضورِ غوثِ پاک رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ اور انتہائی شوق وجذبہ کے ساتھ حضور کا اسم گرامی لیتے تھے) آپ کے دور میں پشاور میں ایک بار بہت سخت بیماری پھیلی۔ پشاور کے لوگ اپنی اصطلاح میں اس کو 'وبا'' کہتے ہیں۔ سیکڑوں افراد روزانہ لقمۂ اجل ہو جاتے، لوگ آپ کی خدمت میں دُعا کے لیے حاضر ہوے۔ آپ تمام لوگوں کو ساتھ لے کر پشاوری حضرت جی صاحب کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوے۔ اور آپ کے مزار کو پانی سے غسل دیا، اور پھر آپ کے توسّل سے دُعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً پشاور سے اِس عذاب کو دُور فرما دیا۔

آپ نے کثرت کے ساتھ مدح، نصائح اور مناجات بھی نظم کی صورت میں لکھے ہیں۔ پُرانی وضع کے خطیب حضرات اب تک اپنے خطبوں میں پڑھتے ہیں۔ صاحبِ ''تاریخ پشاور'' لکھتا ہے کہ:

> اور کبھی تعلیم سے فراغت ہوئی تو اشعار، مناجات اور مدح اور نصائح میں رہے۔

آپ کے چار صاحبزادے تھے :

(۱)...... حافظ محمد امین صاحب، یہ متبحر عالم، علومِ عقلیہ ونقلیہ تھے۔ والد کی وفات کے بعد آپ مسندِ تدریس پر متمکن ہوے۔ آپ کو امیر شیر علی خاں والی کابل نے کابل بُلا کر اپنا مفتی کابل مقرر کیا۔

(۲)...... حافظ غلام جیلانی صاحب

(۳)...... حافظ سید احمد صاحب

(۴)......عبدالحکیم صاحب سب کے سب عالم وفاضل اور حافظِ قرآن پاک تھے۔

حضرت بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۴/ جمادی الاوّل ۱۲۷۵ھ بمطابق ۲۶/ دسمبر ۱۸۵۸ء شب جمعہ میں ہوئی۔

آپ کی شخصیت اب تک لوگوں کے دلوں اور نظروں میں قابلِ عزّت اور احترام ہے۔ اور پشاور شہر کا ہر ایک فرد آپ کو صاحبِ کرامت اور صاحبِ ولایت سمجھتا ہے۔ چنانچہ اسی محبت وعقیدت کے پیشِ نظر ۱۹۶۲ء میں میونسپلٹی پشاور نے فیصلہ کیا کہ اس عظیم شخصیّت کی یاد میں جس محلّہ میں آپ نے دینِ اسلام کی خدمت کی (یعنی گنج کے علاقہ میں) اس محلّہ کا نام آپ کے نام سے موسوم کیا جائے۔ چنانچہ اب اس محلّہ کا نام ''محلہ حافظ محمد عظیم'' رکھا گیا۔ صاحب ''حدائق الحنفیہ'' تحریر فرماتے ہیں:

> عالم نبیل، فاضل جلیل، واعظ بیعدیل، جامع کمالات ظاہری وباطنی صاحبِ کشف وکرامات تھے۔

مزید فرماتے ہیں:

> جن لوگوں نے آپ کا وعظ سُنا ہے آج تک اس کا مذاق ان کو نہیں بھولا، اور کہتے ہیں کہ وعظ کا باب گویا آپ پر بند ہو گیا ہے۔ آپ عربی، فارسی، پشتو، پنجابی جس ملک وزبان کا طالب علم یا سامع ہوتا تعلیم دیتے اور وعظ کرتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۲۷۵ھ/ ۹۔۱۸۵۸ء میں واقع ہوئی۔ صاحب ''حدائق الحنفیہ'' لکھتے ہیں:

> اس کثرت وہجوم سے لوگ آپ کے جنازے پر حاضر ہوئے کہ شہر کے لوگ تعجب کرتے تھے کہ اس قدر بے شمار خلقت کہاں سے آ گئی[۶۹]۔

(۲۷)

میاں محمد عُمر چمکنی

☆☆

آپ کا اسم شریف میاں محمد عمر صاحب، والد کا نام ابراہیم خان، دادا کا نام کلا خان ہے، اور القاب

''مورّخ عظیم، شیخ المشائخ، عمدۃ العلماء، قدوۃ الفضلاء، اور غوثِ زماں'' ہیں۔ پشاور شہر کے علاقہ میں عموماً اور دوسرے شہروں میں خصوصاً میاں صاحب چمکنی شریف کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ باجوڑ کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا کلا خان بہت بڑے عالمِ دین اور طریقہ قادریہ چشتیہ کے روحانی پیشوا تھے۔ حکمران طبقہ، اور دیگر ہر قسم کے لوگ آپ کی روحانیت اور علم کے معترف تھے۔ جس کی بدولت آپ کو بڑی عزّت وعظمت سے دیکھا جاتا۔ جناب کلا خان شاہ جہان ؒ کے دورِ حکومت میں لاہور تشریف لے گئے۔ لاہور میں آپ کی تشریف آوری کا جب شاہ جہان کو پتا چلا تو اُس نے آپ کی بہت ہی خاطر ومدارات کیں اور انتہائی عزّت وتکریم سے پیش آیا۔ اور دریائے راوی کے کنارے پر موضع فرید آباد کی جائداد بطورِ جاگیر دے دی۔ کلا خان صاحب اپنے تمام کنبہ کو لے کر فرید آباد میں آباد ہو گئے، اور تمام جاگیر کا انتظام وانصرام خود کیا۔

فرید آباد کے قریب ایک موضع تھا جس کا نام سیداں والا ہے۔ جناب کلا خان نے اس موضع میں ایک شریف گھرانے میں شادی کی۔ اس بیوی کے بطن سے صرف ایک لڑکا مسمّی محمد ابراہیم خان پیدا ہوا۔

جناب کلا خان اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر اور باقی قبیلہ کو فرید آباد میں رہائش پذیر کر کے اپنے آبائی وطن باجوڑ کو عازمِ سفر ہوئے۔ جب دریائے سندھ کو عبور کر کے خدّو خیل علاقہ میں موضع کلا خان پہنچے تو وہاں پر جناب کلاں خان کو شہید کر دیا گیا۔ اُن کے بیٹے محمد ابراہیم خان نے پریشانی کے عالم میں والد کو وہاں ہی دفن کر کے باجوڑ کی راہ لی۔ جناب میاں محمد عمر صاحب اِس واقعہ کو پشتو کے ایک شعر میں بیان فرماتے ہیں:

خوک بہ بدل نہ کا مبرم حکم دوحید
دو راغے کلاخان پہ کلاخان کبن شہید

یعنی وحدہٗ لاشریک کی قضاء مبرم (نہ ٹلنے والی قضا) کو کوئی بھی نہیں تبدیل کرسکتا۔ جب کلا خان، کلا خان پہنچے تو شہید کر دیے گئے۔

کچھ عرصہ جناب محمد ابراہیم صاحب نے جندول علاقہ باجوڑ میں قیام کیا اور پھر فرید آباد اپنی جاگیر پر اور کنبے کے پاس چلے آئے۔

اتفاقاً پشاور اور اِس کے گردونواح میں ہولناک قحط پڑا، بڑے بڑے زمیندار مفلوک الحال ہو گئے، افلاس وغربت کی وجہ سے اپنی جگہیں انہیں چھوڑنی پڑیں۔ تو موضع چمکنی کے خان ملک سعید خان بھی

اپنا کنبہ لے کر فرید آباد چلا گیا، اور وہاں پر سکونت اختیار کر لی۔

ملک سعید خان نے اپنی لڑکی جناب محمد ابراہیم صاحب سے بیاہ دی، جس کے بطن سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ اِن میں سے ایک کا نامِ نامی واسمِ گرامی محمد عمر المشہور میاں صاحب چمکنی تھا۔

جب دورِ قحط ختم ہوا اور علاقہ آباد ہونے لگا تو اِدھر اُدھر گئے ہوئے لوگ اپنے اپنے علاقے میں واپس آنے لگے تو ملک سعید خان بھی واپس اپنے آبائی گاؤں موضع چمکنی آ کر آباد ہو گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد ملک سعید خان کو معلوم ہوا کہ جناب محمد ابراہیم صاحب فوت ہو گئے ہیں تو وہ فرید آباد گئے اور اپنے نواسے نواسیوں کو بمعہ اپنی صاحبزادی، لے کر موضع چمکنی چلے آئے، اُس وقت جناب میاں عمر صاحب کی عمر شریف صرف آٹھ یا نو برس کی تھی۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پرورش آپ کی والدہ صاحبہ کے زیرِ سایہ آپ کے نانا ملک سعید خان نے بااحسن وجوہ سرانجام دی۔ ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد اِسی علاقہ کے اکابر مشائخ اور علماء کی صحبت میں رہ کر دینیات کی تکمیل کر لی۔

مولانا محمد فاضل صاحب پاپینی (نگرہار)، شیخ فرید صاحب ساکن موضع اکبر پورہ ضلع پشاور۔ مولانا حاجی امین صاحب ساکن پشاور چھاونی صدیقی نقشبندی، حضرت شیخ المشائخ عبد الغفور صاحب نقشبندی اور حضرت محمد یونس صاحب (جن کا مزار موضع طور و معیار ضلع مردان میں واقع ہے) رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔ آپ کے اساتذہ کرام میں سے ہیں۔ اِن حضرات عالی مرتبت سے آپ نے علومِ متداولہ کی تکمیل کی۔

حضرت میاں عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب بنام "خزینۃ الاسرار یا سر الاسرار" لکھی ہے۔ اس میں آپ نے حاجی شیخ سعدی لاہوری کے ساتھ اپنی ارادت کو مفصّل بیان کیا ہے۔

آپ پہلی بار ۱۱۰۳ھ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد جب بھی آپ اپنی جاگیر کی وصولی کے سلسلہ میں فرید آباد جاتے تو حضرت شیخ سعدی لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی ارادت ومحبت کا اظہار کرتے۔

جب ۱۱۰۵ھ میں جناب مولانا محمد فاضل صاحب کی جگہ مٹہ مغل خیل علاقہ دوآبہ میں شیخ سعدی تشریف لائے تو حضرت میاں عمر صاحب اس وقت بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور جب شیخ سعدی صاحب موضع اچینہ میں شیخ ابراہیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لائے تو میاں صاحب بھی

آپ کے ہمراہ تھے۔ آخر میں جبکہ شیخ سعدی لاہوری ۱۵؍صفر ۱۱۰۶ھ کو کوہاٹ وغیرہ کا دورہ کر کے واپس پشاور آئے تو آپ نے پشاور میں ان کا استقبال کیا۔

اگرچہ آپ کی محبت اور ارادت حضرت شیخ سعدی لاہوری سے بدرجۂ کمال تھی، مگر آپ حضرت سرالاعظم شیخ یحیٰ المعروف اٹک حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست گرفتہ تھے۔ شیخ سعدی لاہوری حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید تھے۔ اور حضرت آدم بنوری، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید و خلیفہ تھے۔

جناب چمکنی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''توضیح المعانی شرح خلاصہ کیدانی'' کے دیباچہ میں اپنی بیعت کا تذکرہ کیا ہے۔

آپ نے تکمیلِ سلوک کے بعد مسندِ ارشاد کو زینت بخشی، تبلیغِ اسلام، اشاعت علوم اِسلامیہ اور سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج میں مصروف ہو گئے۔ گرد و نواح کے شہروں میں اور بستیوں میں دَورے کرتے اور ''امر بالمعروف نہی عن المنکر'' فرماتے۔ تمام اوقات عباداتِ الٰہی اور اللہ کی مخلوق کی خدمت میں بسر کرتے۔ لنگر جاری کیا۔ ہر آنے جانے والے کو لنگر سے کھانا ملتا۔ مُسافر کی اثناءِ سفر کی ضروریات بھی مُہیا فرماتے۔ تقریباً پانچسو کے قریب افراد روزانہ دونوں وقت کا کھانا لنگر سے کھاتے۔ اُمراء اور غربا یکساں آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرتے۔ آپ کی خانقاہ باقاعدہ طور پر سلوک و معرفت کی ایک درسگاہ تھی، جس میں حسبِ توفیق ہر ایک صاحبِ معرفت بن کر مخلوقِ خدا کی ہدایت میں مصروف ہو جاتا۔

آپ انتہائی سادگی اور بے ریا زندگی بسر کرتے۔ عموماً روزہ سے ہوتے اور اگر کبھی کبھار افطار بھی کرتے تو بہت ہی کم کھاتے۔ بغیر ضرورت کے گفتگو نہ فرماتے۔

انتہائی درجے کے متبع سنت تھے۔ حضورِ اکرم سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مُبارک کی عملی تفسیر تھے۔

آپ کی صحبتِ با برکت میں بڑے بڑے اعاظم علماء اور فقہا انتہائی ارادت سے آتے اور اپنی اس حاضری کو سعادتِ اُخروی و دنیوی کا سبب سمجھتے، یہاں تک کہ آپ سے بیعت ہو کر صاحبِ مجاز بھی ہوئے۔

اس کے ساتھ ساتھ کہ آپ نے طریقۂ نقشبندیہ کو اپنی زندگی کا مقصد اور وظیفہ بنا رکھا تھا۔ آپ نے تحریر کے ذریعہ بھی مذہب و قوم کی خدمت کی، جو آج تک رہنمائی کرتی ہے۔

خلاصۂ کیدانی فقہِ حنفی کی ایک متداول کتاب ہے جس میں نماز کا مکمل طریقہ ہے آپ نے نہایت ہی تفصیل کے ساتھ اس کا پشتو نظم میں ترجمہ کیا۔ یہ کتاب دارالعلوم رفیع الاسلام کے مہتمم جناب مولانا سیّد فضل صمدانی صاحب کے کُتب خانہ میں محفوظ ہے۔ جس کا نام ”توضیح المعانی“ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائلِ مبارکہ پر ایک کتاب ”شمائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ لکھی۔ ایک ضخیم کتاب ”سرالاسرار یا خزینۃ الاسرار“ تقریباً ۹ سو صفحات پر فارسی میں لکھی۔ اس کتاب میں اپنے مشائخ کا تذکرہ اور علم تصوّف کو لکھا ہے۔ یہ کتاب بہت ہی نایاب ہے۔

محترم عبدالحلیم صاحب اثر افغانی نے اس کتاب کو کابل میں دیکھا ہے، مفتی غلام سرور صاحب لاہوری مرحوم نے اپنی مایۂ ناز کتاب ”خزینۃ الاصفیاء“ میں اکثر اس کتاب کے حوالے دیے ہیں۔ ایک کتاب ”المعالی“ قصیدہ امالی (جو کہ عقائد احناف کی کتاب ہے) کی شرح میں لکھی، یہ بھی قلمی ہے اور بھانہ ماڑی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ”پشتو نسب نامہ“ بھی آپ نے ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ تمام کتابیں قلمی ہیں۔

آپ کی کرامات بے حد و حساب ہیں، آپ کے مریدین میں ”لوئے بابا“ احمد شاہ ابدالی بھی تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب احمد شاہ ابدالی ”لوئے بابا“ ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لیے آپ سے طالبِ دعا ہوا، تو آپ نے فرمایا:

ہمراہِ خود ہمہ وقت مرا پنداری

یعنی مجھے ہر وقت اپنے ساتھ تصوّر کرنا۔

اِدھر ”لوئے بابا“ لڑتا اور آپ ایک قینچی لے کر چمکنی کے کسی ایک باغ میں داخل ہو کر پتوں کو کاٹتے رہتے۔ ”لوئے بابا“ کہتے تھے۔ کہ جس طرف بھی جہاد میں میں منہ پھیرتا مجھے حضرت صاحب موصوف کافروں کے ساتھ لڑتے ہوئے نظر آتے۔

اس وقت بھی آپ کی یہ زندہ کرامت ہے کہ جس شخص کو بدن کے کسی مقام پر درد ہو وہ آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتا ہے۔ اللہ آپ کی برکت اور طفیل سے اُس کو شفا مرحمت فرماتا ہے، اور سیکڑوں لوگ

روزانہ حاضری دیتے ہیں۔ پشاور شہر کے علاقہ میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

آپ کی وفات رجب المرجب ۱۱۹۰ھ میں واقع ہوئی اور موضع چمکنی میں جو کہ شاہی سڑک پر پشاور سے تین میل دور واقع ہے۔ آپ کا مزار ہے [۱۷]۔

آپ کے خلفاء بھی اسی طرح صاحبِ علم، صاحبِ سلوک و معرفت اور صاحبِ تحریر ہوئے ہیں۔ ویسے تو آپ کے کافی خلفاء ہوئے ہیں مگر یہاں پر چند ایک نام لکھتا ہوں۔

۱......اَخوند مُلّا عبدالحکیم ......موضع گجر گڑھی ضلع مردان

۲......اَخوندزادہ حاجی فضل اللہ......موضع آگرہ، تحصیل چارسدہ ضلع پشاور

۳......محمدی صاحبزادہ......یہ آپ کے فرزندِ عزیز ہیں

آپ بہت ہی عالم و فاضل تھے۔ آپ نے ''مقاصد الفقہ'' نامی کتاب اور درود منظوم'' لکھا ہے۔ نیز برھان الاصول (اصولِ فقہ) عربی مولانا عبدالرحیم صاحب لائبریرین اِسلام کالج تحریر کرتے ہیں:

> بارھویں صدی کے علماء میں سے ہے۔ اپنے زمانہ میں عالمِ تبحر تھا۔

۴......عبیداللہ میاں گل صاحب۔ آپ بھی آپ کے فرزند ہیں اور صاحبِ تصنیف عالم ہیں۔ پشتو میں ''عبرت نامہ'' نامی کتاب لکھی ہے۔

۵......قاضی اخون عبدالرحمٰن صاحب۔ پشاور شہر

۶......ارباب معزاللہ خان صاحب۔ موضع سربند

۷......اخوند حافظ شیر محمد صاحب۔ بازار احمد خان شہر بنُوں

۸......محمد اُخندزادہ۔ موضع رُستم علاقہ سدوم

۹......نور محمد قریشی۔ نوے کلی تھانہ، مالاکنڈ ایجنسی

۱۰......احمد شاہ اَبدالی۔ (لوئے بابا) بادشاہ دُرّانی

(۲۸)

شیخ نور محمد نقشبندی

☆☆

آپ کا اسم شریف نور محمد، والد کا اسم گرامی عبدالکریم اور دادا کا اسم گرامی حضرت اخوند درویزہ ننگہاری

تھا۔ آپ کے والد شیخ عبدالکریم اپنے والد کی طرح صاحب علم وتقوی تھے۔ جناب مولانا محمد امین صاحب بدخشی ''نتائج الحرمین'' میں مولانا عبدالکریم صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

> پدر ایشاں شیخ عبدالکریم از علماء متقی و ناصح و مصنف بود۔
>
> یعنی شیخ عبدالکریم متقی، نصیحت کرنیوالے اور صاحبِ تصنیف عالم تھے۔

صاحبِ ''نتائج الحرمین'' لکھتے ہیں:

> در جوانی در لاہور و سلطان پور تحصیل علوم نقلی و عقلی کردہ اند

آپ نے جناب حضرت خلیفۃ الزماں سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت کرکے سلوک و معرفت کی تربیت حاصل کی اور اسی سلسلہ میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔ صاحبِ ''نتائج الحرمین'' لکھتے ہیں:

> شیخ نور محمد پشاوری سوادی از خلفائے اعلم و اعظم و اکرم آنحضرت است[۷۲]

آپ کی تعریف وتوصیف مولٰینا محمد امین صاحب بدخشی نہایت ہی موزوں الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> باوجود کمال قبولیت و کثرت اتباع بفنا و نیستی متصف اند و در ترک و تجرید و عزلت و سخاوت و شجاعت و ریاضت، بے نظیر اند۔

پٹھانوں کی مشہور قوم یوسف زئی کے علاقہ میں رہائش اختیار کرکے ترویج و اشاعت احکامِ الٰہی میں مصروف ہوگئے۔ نیز سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں ہزاروں لوگوں کو داخل کیا اور جہاد بالنفس کے ساتھ ساتھ کافروں کے ساتھ جہاد بالسیف بھی کرتے۔ صاحب ''نتائج الحرمین'' تحریر فرماتے ہیں:

> شیخ نور محمد در سوادِ قوم یوسف زئی ساکن اند و در ارشاد شریعت و طریقت می کوشند و جمعے را در طریقۂ نقشبندیہ ذوقے ساختہ اند ولیکن عزلت و ریاضت و بے التفاتی در ایشاں غالب است۔
>
> یعنی شیخ نور محمد قوم یوسف زئی کے علاقے میں سکونت رکھتے ہیں۔ ارشادِ شریعت و طریقت میں مصروف ہیں اور کافی لوگوں کو طریقۂ نقشبندیہ میں ذوق بخشا ہے مگر طبیعت میں عزلت، ریاضت اور بے التفاتی غالب ہے۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء تحریر کرتے ہیں:[۷۳]

> ہزار ہا مردم قومِ افغان یوسف زئی بتوجہ ٔ موجہ ٔ وی بدرجاتِ ولایت رسیدند۔
>
> یعنی آپ کی توجہ کاملہ کی بدولت قوم افغان یوسف زئی ہزار ہا کی تعداد میں ولایت کے درجاتِ بلند تک پہنچے۔

آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کی بہت خدمت کی اور اس علاقہ میں اس سلسلہ کو خُوب پھیلایا۔ مولانا محمد امین بدخشی لکھتے ہیں:

> عالمے را نقشبندی می ساختند، باوجود لباسِ فقر و نیستی مقتدائے دیارِ خود اند۔
>
> یعنی ہزار ہا افراد کو نقشبندی بنایا باوجود فقیری اور درویشی کے اپنے علاقہ کے مقتداء ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

> گاہے با علماء و صلحا و یارانِ خود اتفاق نمودہ قومِ خود را جمیع سازند، گاہے ہفتاد ہزار و گاہے کم و زیاد بریں جمع گردیدہ بجنگِ کفار میروند۔ ہزارانرا قتل نمودہ ہزارانرا اسیر میکردند۔
>
> کبھی علماء، صلحاء اور اپنے دوستوں کے ساتھ اتفاق کر کے اپنی تمام قوم کو ساتھ لے کر جس کی تعداد کبھی تو ستر ہزار تک یا کم و بیش ہو جاتی، کافروں کے ساتھ جنگ کرتے اور ہزاروں کو قتل کرتے اور ہزاروں کو قید کرتے۔

اپنے مرشدِ ارشد کی وفات کے بعد تین بار حج کیا۔ حرمین الشریفین میں اعتکاف کیے۔ زہد و عبادت میں مصروف رہے۔ صاحبِ ''نتائج الحرمین'' لکھتے ہیں:

> بعد از وفات حضرت سید در حرمین آمدند، سہ بار حج و زیارت کردند، و آنچہ داشتند صرفِ محتاجان نمودند، در حرمین اعتکاف ہا و در ریاضت ہا کشیدند، و در جبلِ نور، و جبل ثور خلوت ہا نشستند، برکاتِ بسیار و بشاراتِ بے شمار حاصل نمودہ بوطن رفتند۔
>
> یعنی حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد تین بار حج کیا

اور مدینۂ منورہ آنحضور شافعِ یوم النشور، سید عالم، رحمۃ للعالمین، احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ جو کچھ اپنے پاس موجود تھا سب کا سب محتاجوں میں تقسیم کر دیا۔ حرمین الشریفین میں اعتکاف کیے۔ زہد و عبادت میں مصروف رہے۔ جبلِ نور (غارِ حرا) اور جبلِ ثور چلّے کاٹے۔ برکاتِ کثیرہ اور بشاراتِ عظیمہ سے مشرف ہوئے۔ پھر وطن واپس لوٹے۔

مولانا محمد امین صاحب بدخشی تحریر فرماتے ہیں:

> بالجملہ در مجاہدۂ ظاہری و باطنی عزیز الوجود اند، در ترویج دین و احیائے سنّت سید المرسلین کامل الوجود اند، سلمہٗ اللہ و ابقاہ۔
>
> یعنی مختصراً مجاہدۂ ظاہری و باطنی میں آپ جیسا انسان کم دیکھنے میں آیا ہے اور دین اسلام کی اشاعت کرنے میں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّتِ مبارکہ کو زندہ رکھنے میں آپ سے زیادہ باعمل کوئی دوسرا کم نظر آتا ہے سلمہ اللہ و ابقاہٗ۔

آپ کے بعد، آپ کی اولاد اور خلفاء نے بھی علاقہ یوسف زئی میں سلسلہ نقشبندیہ کی بہت خدمت کی۔ بقول صاحب ''خزینۃ الاصفیاء'' آپ کی وفات ''در سال یک ہزار و پنجاہ و نو ہجری است''، یعنی ۱۰۵۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی[۷۳]۔

بجنت پرتو افگن مثلِ خورشید
نداشد ''فیضِ حقانی'' وصالش
۱۰۵۹ھ

چو شد نورالہدیٰ نور محمد
دگر مشکلکشا نور محمد !!
۱۰۵۹ھ

(۲۹)

شیخ یار علی نقشبندی

☆☆

آپ کا اسمِ گرامی شیخ یار علی تھا۔ بقول صاحب ''نتائج الحرمین'' آپ پشاور کے سادات میں سے تھے

مگر اپنی سیادت کو چھپائے رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ خلیفۃ الزماں سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتِ بابرکت میں حاضر ہوئے۔ چونکہ آپ انتہائی زیرک اور فطین تھے اس لیے بہت تھوڑی مدّت میں تحصیلِ علوم ظاہری و باطنی کو کمال تک پہنچایا اور علمِ عرفانی وحقائقِ الٰہی سے سرفراز ہوگئے۔ زہد و تقویٰ، مجاہدہ و علم باللہ میں یکتا تھے۔ آپ اپنے مرشدِ ارشد کے ارشادات و اسرار و غوامض کے انتہائی جاننے والے تھے۔ چنانچہ یہ بات مشہور تھی کہ حضرت سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کو جب عارف وصوفی نہیں سمجھتے تھے تو آپ سے ان ارشادات کو سمجھتے تھے۔ کشف کونی و قلبی میں کمال حاصل تھا۔ یہاں تک کہ آپ کے متعلق اگر غائبانہ کوئی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرتے تو آپ کشفی طور پر جان لیتے اور فوراً اس کو تنبیہ کرتے۔

آپ شیخ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک کثیر جماعت کی معیت میں حج کو روانہ ہوئے۔ جب بندرویب پر پہنچے تو آپ کا وہاں پر انتقال ہوگیا اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ صاحب ''نتائج الحرمین'' فرماتے ہیں:

> اہلِ آں بندر معتقد شدہ قبر ایشاں را زیارت می کنند، آثارِ برکات مشاہدہ نمودہ نذرہا و مولودہا بنام ایشاں مرتب می سازند۔
>
> یعنی اس بندرگاہ کے لوگ آپ کے معتقد ہیں اور آپ کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور آپ کی قبر مبارکہ سے برکات کے آثار مشاہدہ کر کے آپ کے نام پر مولود اور نذر کرتے ہیں۔

آپ ہی سیّد احمد دلواری اور بہت سے لوگوں کی زبانی تحریر فرماتے ہیں کہ:

> از زیارت قبر ایشاں حاجتہائے حاجتمنداں می برآید کہ باخلاص ہر نیتے تا ہفت روز بر قبر ایشاں می رود و ایشاں را وسیلہ سازد مرادِ او حاصل می شود
>
> یعنی جو حاجت مند آپ کی قبر پر جس نیت سے بھی سات دن تک حاضر ہو اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پُوری ہوتی ہے اور اس کی مراد حاصل ہوتی ہے۔

آپ کی لحد بازید دلوی کے باغیچہ میں ہے[۷۵]۔

(۳۰)

شیخ یحییٰ المعروف حضرت جی

☆☆

آپ کا اسم شریف شیخ یحییٰ والد کا نام پیرداد، کنیت شیخ ابواسماعیل یحییٰ اور لقب سِرّ الاعظم تھا۔ آپ چغتائی (مغل) تھے۔ آپ کے بزرگ ماوراء النہر (سمرقند اور بخارا) سے تشریف لائے تھے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں آپ حضرت شیخ المشائخ شیخ سعدی لاہوری کے دست گرفتہ تھے اور انہی سے صاحبِ مجاز اور معنعن تھے۔ آپ اپنے شیخ کی نظر میں بہت مقبول تھے۔ اور آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ چنانچہ جب حضرت شیخ سعدی لاہوری ۷۶ ۱۱۰۵ھ میں پشاور تشریف لائے تو اپنے تمام مریدین و مخلصین کو ارشاد فرمایا کہ۔ ''اب وہ جناب شیخ یحییٰ صاحب کی صحبت اختیار کریں اور ان سے فیض حاصل کریں''۔ اِس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے شیخ کی نظر میں آپ کا مقام کتنا بلند تھا اور رُوحانیت وزہد و اتقاء میں آپ کی شخصیت مثالی اور قابلِ تقلید تھی۔

حضرت میاں محمد عمر صاحب المعروف چمکنی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''توضیح المعانی'' کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں:

> اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو راز کی باتیں معراج میں کی تھیں وہ سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ پر آشکارا کی گئیں، اور وہ راز کی باتیں سلسلہ درسلسلہ حضرت سرالاعظم شیخ یحییٰ کو بخشی گئیں۔ اور ان کے ذریعہ ان باتوں سے مجھے سرفراز کیا گیا۔

چمکنی بابا نے آپ کی تعریف میں ایک قطعہ لکھا، فرماتے ہیں:

قطبِ ہفت اقلیم شیخ رہنُما شیخ یحییٰ بندۂ خاصِ خُدا
مخزنِ لُطف وعنایاتِ خدا غوثِ اعظم خواجۂ ہر دوسرا

حضرت شیخ المشائخ محدثِ جلیل سیّد شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ صاحب قادری پشاوری ثم لاہوری آپ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے، اور آپ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں وافر حصّہ پایا، ان کی آپ پر خاص نظرِ عنایت تھی۔ آپ حضرت شیخ یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

حضرت یحیٰ جیو صاحب کہ از افرادِ زمانہ بودند

یعنی جناب شیخ یحیٰ حضرت جی صاحب افرادِ زمانہ میں سے ایک فرد تھے

آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بہت ہی ترویج واشاعت کی، انتہائی متبع سنت تھے۔ خوش خُلق، متواضع، منکسر المزاج اور سخی تھے۔ ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے۔ کوئی لمحہ بھی یادِ الٰہی سے غفلت میں نہ گزارتے، آپ کی نظر میں شاہ وگدا ایک تھے۔ آپ کا لنگر ہر وقت جاری تھا اور سیکڑوں افراد سیر ہو کر جاتے۔ ہر ضرورت مند کی حاجت پوری کرتے۔ قدم قدم پر آپ سے کرامات کا ظہور ہوتا۔ حضرت محدث جلیل سیّد شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> چونکہ آپ (یعنی حضرت جی صاحب) حبسِ نفس بہت فرماتے تھے۔ اس لیے رات میں ایک، دو یا تین دم لیتے تھے، بڑے ریاضت کش تھے۔ خدا کے سوا کسی کی طرف دھیان نہیں لگاتے تھے۔ ان کی نظر میں خاک وزر، شاہ وگدا یکساں تھے۔ شغلِ حق کے سوا ان کو مطلق فرصت ہی نہ ہوتی تھی، کہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوں۔ کسی کو آپ کی مجلس میں بات کرنے کی جرأت نہ تھی۔ آپ کی مجلس میں جو ہوتا خدا ہی کی طرف متوجہ رہتا۔ چارپائی پر نہیں سوتے تھے۔ تکیہ بھی نہ رکھتے تھے۔ ہمیشہ اپنے پیر کی زیارت کے لیے اٹک سے لاہور ۱۴ دن میں پیدل سفر کرتے۔

بڑے بڑے اکابر علماء اور فضلاء آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور تکمیل سلوک کر کے اجازت وارشاد کے رُتبہ پر پہنچے۔ آپ نے تمام عمر ارشاد وتلقین میں بسر کی۔ اور آپ کے ذریعہ ہزاروں لوگ مراتبِ قُرب تک پہنچے۔ آپ اپنے وقت میں یگانۂ آفاق تھے۔ آپ کا صُوبہ سرحد کے علاقہ میں عموماً اور پنجاب کے علاقہ میں خصوصاً علم مشیخت بلند تھا۔ جس مُرید پر آپ کی نظر پڑ جاتی، کئی کئی دن بے ہوش پڑا رہتا اور تارک الدنیا ہو کر یادِ الٰہی میں مستغرق ہو جاتا۔ آپ کے خلفاء میں صوبہ سرحد کے علاقہ میں دو عظیم شخصیتیں ہوئی ہیں، جو ہر لحاظ سے جامع کمالات صوری ومعنوی تھیں۔

(۱)......ایک حضرت محدث جلیل سیّد شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاوری ثم لاہوری

(۲)......دوسرے جناب شیخ المشائخ حضرت میاں محمد عمر صاحب المعروف میاں صاحب چمکنی

رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما۔ اور ہندوستان، پنجاب اور سندھ میں کافی خلفاء تھے۔

آپ کے دو فرزند تھے، ایک حضرت شیخ اسماعیل اور دوسرے خواجہ محمد عیسیٰ۔ آپ کی وفات ۱۱۳۱ ہجری میں واقع ہوئی[۷۷]۔

آپ کا مزار پُر انوار ضلع کیمبلپور، موضع اٹک، لب دریائے اٹک واقع ہے اور مرجع خلائق ہے۔

☆......☆......☆

حواشی:

۱...... ابوالخیر محمد زبیر، ڈاکٹر: تجلیات ضیائے معصوم، مطبوعہ کراچی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء، ص۔ ۵۷

۲...... محمد امیر شاہ قادری گیلانی، سید: تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، جلد دوم، مطبوعہ پشاور ۱۹۷۲ء، ص۔ ۱۷۰، ۱۷۳

۳...... احمد حسین خاں، خواجہ: جواہر مجددیہ، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۲ء، ص۔ ۲۹

۴...... محمد امیر شاہ قادری گیلانی، سید: تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، جلد دوم، مطبوعہ پشاور ۱۹۷۲ء، ص۔ ۱۷۰

۵...... ایضاً صفحہ ۱۷۲، بحوالہ نتائج الحرمین از مولانا محمد امین بدخشی مکی (قلمی) مخزونہ کتب خانہ مولوی فضل صمدانی، بھانہ باڑی، پشاور) ص۔ ۲۵۹

۶...... موضع پچگی پشاور پانچ میل کے فاصلہ پر بطرف مغرب واقع ہے۔

۷...... حضرت مولٰینا سعد اللہ صاحب مولٰینا آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو افغانستان، خراسان اور صوبہ سرحد کے علاقہ میں خوب پھیلایا۔ ۱۱۰۲ھ، ۱۹۔ ذی الحجہ کو وزیرآباد میں انتقال کیا

۸...... تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، جلد دوم، ص۔ ۱۷، ۱۸

۹...... ایضاً ص۔ ۱۷۸

۱۰. آپ کا مزار موضع ماشوگگر، پشاور سے ۹ میل دور، تحصیل پشاور، کوہاٹ روڈ پر قبرستان کے اندر واقع ہے۔

۱۱ تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، دوم، ص۔ ۱۷۸

۱۲. حضرت شیخ سعدی لاہوری، حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ شیخ سعدی لاہوری کی پرورش بھی سید آدم بنوری نے کی تھی۔ پھر مرید اور خلیفہ بنایا۔ آپ مادرزاد ولی تھے اور طریقہ اویسی بھی رکھتے تھے۔ صاحبِ کرامات واخلاقِ حمیدہ تھے۔ اپنے شیخ کی محبت کو ایمان سمجھتے تھے۔ بروز بدھ ۳ ربیع الثانی ۱۱۰۸ھ میں

وفات پائی۔

۱۳.....جب مسجد مہابت خاں کی تعمیر ہوئی، تو مسجد کا قبلہ کج دکھائی دیتا تھا اور مرمت کے قابل ہوگئی تھی۔ اس علاقہ کے لوگوں نے آپ کی طرف توجہ کی کہ یا حضرت توجہ فرمادیں کہ یہ کجی قبلہ جو نظر آتی ہے دُرست ہوجائے اور مرمت بھی ہوجائے۔ آپ نے اہل محلہ کی درخواست پر ایسی توجہ فرمائی کی راتوں رات قبلہ کی کجی بھی جاتی رہی اور مسجد کی مرمت بھی ہوگئی۔

۱۴.....تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، اول، ص۔ ۴۶

۱۵.....تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، اول ص۔ ۲۸۸

۱۶.....آپ کے یہ حالات قلمی کتاب ''نتائج الحرمین'' سے منقول ہیں۔ یہ کتاب مولانا محمد امین صاحب بدخشی مکی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے مصنف سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے، سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ آدمیہ کے حالات پر اس سے مستندترین کتاب کوئی نہیں ہے۔ یہ کتاب مولانا مولوی فضل صمدانی صاحب کے کتب خانہ میں بھانہ ماڑی پشاور میں محفوظ ہے۔ اس کتاب میں تین مطلب، گیارہ باب، ایک مقدمہ اور ایک خاتمہ ہے۔ مقدمہ میں ترغیب بر محبت نیکاں، اس کتاب کی تالیف کی وجہ، سلسلہ نقشبندیہ کے مناقب، تنبیہات اور ضروری فوائد لکھے ہیں۔

مطلب اوّل حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اجمالی حالات اور آپ کے بعض اوراد پر مشتمل ہے،

مطلب دوم میں حضرت سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے اجمالی حالات ہیں،

مطلب سوم میں سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خلفاء کے احوال جمع کیے ہیں،

(۱) باب اوّل میں سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی احوال وتولد وابتدائی سیر وسلوک واحوال وکشفیات وواردات جو کہ آپ کی کتابوں میں درج تھے اجمالاً اس باب کی مناسبت سے لکھے۔

(۲) باب دوم میں آپ کے بعض مواجید کے احوال جو کہ کتاب خلاصۃ المعارف میں موجود تھے، لکھے۔

(۳) باب سوم میں آپ کے بعض مناقب جو کہ کتاب مناقب الاولیا میں بعض فضلا نے لکھے تھے شامل کتاب کیے

(۴) باب چہارم میں آپ کے کچھ جوانی کے حالات اور اوائل خدا طلبی کے واقعات جو کہ ان کی کتابوں میں مندرج تھے، لکھے

(۵) باب پنجم میں آپ کے متعلق بعض مریدین، صوفیہ و درویشوں نے واقعات و کشفیات دیکھے اور بیان کیے وہ درج ہیں

(۶) باب ششم میں آپ کے مصافحات ہیں

(۷) باب ہفتم میں آپ کے بعض بشارات ہیں

(۸) باب ہشتم میں آپ کے کچھ ملفوظات اور مکشوفات ہیں

(۹) باب نہم میں آپ کے کچھ کرامات اور خوارق عادات ہیں

(۱۰) باب دہم میں آپ کی اولاد اور آپ کے بعض مریدوں کا ذکر ہے

(۱۱) باب یازدہم میں آپ کے بعض خلفاء جن کا تذکرہ آپ کو ملا ہے، کا اجمالاً ذکر ہے اور خاتمہ آپ کے مکتوبات، ملفوظاتِ عرفانیہ، سلوک اور مواعظ پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کے ۲۵۹/ورق ہیں۔ کتب خانہ فضل صمدانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں یہ کتاب نمبر سلسلہ صفحہ ۲۳ قلمی نمبر ۰ ۷ ورق نمبر ۱۴۰ میں ہے

۱۷...... تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، دوم، ص۔ ۱۷۰

۱۸...... حضرت میاں عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۱/ذی القعدہ ۹۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳/شوال ۱۱۱۷ھ میں فوت ہوئے

۱۹...... جناب حضرت سعد اللہ صاحب وزیر آبادی نے ۱۹/ذی الحجہ ۱۱۰۲ھ میں انتقال کیا

۲۰...... آپ کی وفات ۱۷/ماہ صفر المظفر ۱۱۸۹ھ میں ہوئی

۲۱...... تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، اول، ص۔ ۲۸۵

۲۲...... آج کل یہ گاؤں پشاور شہر میں شامل ہوگیا ہے۔ بیرون سرد چاہ دروازہ واقع ہے

۲۳...... تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، (جلد دوم) ص۔ ۲۷

۲۴...... آپ کی والدہ کا باپ یعنی نانا سادات سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے نسبت مادری سے آپ کو آپ کی سوانح حیات میں سید لکھا جاتا ہے "نظم الدرر" ص۔ ۶۷۵

۲۵...... نظم الدرر فی سلک السیر از ملا صفی اللہ المعروف ملا پائندہ۔ یہ کتاب آپ کے حالات پر تفصیلی روشنی ڈالتی ہے، مطبع فاروقی دہلی میں ۱۳۰۵ھ میں چھپی ہے

۲۶......ایضاً، ص۔۵

۲۷......ایضاً، ص۔۶

۲۸......غلام رسول مہر، مولانا: اسماعیل شہید، جلد دوم، ص۔۲۸۲، ۲۸۱

۲۹ ......اے۔ جی ھسٹنگز، کپتان: تاریخ پشاور، ص۔۷۰۵، زیر اہتمام رائے بہادر منشی گوپال داس اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر

۳۰......یوسف زئی پٹھان، ص۔۵۴۲

۳۱......حضرت اخوزادہ صاحب، حضرت سراج الاسلام کے مُرید تھے۔ یہ حضرت ضیاء اللہ صاحب کشمیری کے مرید تھے اور یہ شاہ نقشبند ثانی حضرت محمد زبیر کے مُرید تھے اور یہ حضرت خواجہ معصوم صاحب کے مُرید تھے اور یہ اپنے والد حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے مُرید تھے۔

۳۲......صاحب ''نظم الدرر'' تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ اخوزادہ صاحب کابلی کے پاس پہنچے تو اخوزادہ صاحب بآں حضرت گفت کہ بیا مرید شو حال آں کہ آں حضرت با صاحبزادہ صاحب موصوف (یعنی حضرت جی پشاوری بیعت کردہ بُود اماذکر گرفتہ نہ بود واخوزادہ صاحب کابلی نیز مرید شدہ با او بیعت نمود۔'' یعنی اخوزادہ صاحب کابلی نے آپ کو فرمایا کہ آؤ اور مُرید ہو جاؤ۔ حالانکہ آپ حضرت جی صاحب پشاوری کے مرید تھے مگر ابھی ذکر کی اجازت حاصل نہیں کی تھی۔ کوٹہ ملا صاحب نے اخوزادہ صاحب سے بیعت کر لی، ص۔۷

۳۳......در ماہ رمضان ور تراویح غنچۂ باغ ربانیت شگوفۂ گلستان مجددیت متبع سنت نبوی حضرت صاحبزادہ صاحب فضل الحق پسر محبوب سبحانی معشوق ربانی حضرت جی صاحب پشاوری کہ پیر و مرشد من بود بقطبیت من بشارت کردہ بود ''نظم الدرر، ص۔۲۰۹'' یعنی دو رمضان شریف کی تراویح میں میرے مرشد و پیر حضرت صاحبزادہ فضل حق صاحب بن حضرت جی صاحب پشاوری نے مجھے قطبیت کی بشارت سے نوازا۔

۳۴......از کپتان اے جی ہسٹنگز صاحب بہادر زیر اہتمام رائے بہادر منشی گوپالداس۔

۳۵......مولانا عبدالروف صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ علوم معقول و منقول کا درس دیتے سیکڑوں طلباء نے آپ سے علومِ درسیہ کی تکمیل کی، چونکہ آپ کی نسبت بھی کوٹہ ملاّ صاحب کے ساتھ تھی۔ اس لیے آپ پر بھی ''وہابی'' کا فتوی لگایا گیا۔ آپ توحید و سنت کی تبلیغ میں قریہ قریہ پھرتے اور اصلاحِ احوال کرتے۔ آپ کی شہادت کا واقعہ مصنف ''یوسف زئی پٹھان'' ص۔۵۵۰ پر یوں لکھتے ہیں: ''عبدالرؤف صاحب کو قتل کر دینے کی کوششیں ہوئیں لیکن مخالفین کامیاب نہ ہو سکے۔ بالآخر علاقہ پکھلی (ہزارہ) سے تین افراد نے یہ

فیصلہ کیا کہ بیک وقت حضرت کوٹہ ملا، مولوی اشرف علی زروبی جو اپنے وقت کے مشہور عالم تھے اور مولوی عبدالرؤف کو قتل کر دیا جائے۔ اول الذکر دونوں ان قاتلوں کے ہاتھوں پھنس نہ سکے لیکن تیسرے نے مولوی عبدالرؤف کے آستانہ پر دستک دی وہ باہر نکلے تو ابھی بات کر بھی نہ پائے تھے کہ ان پر مسلسل خنجر کے وار کیے گئے اور وہ وہیں شہید ہو گئے۔

۳۶......تذکرہ علما و مشائخ سرحد، دوم، ص۔ ۲۲۵

۳۷......ماہنامہ سوئے حجاز لاہور، شمارہ اگست ۲۰۰۳ء، ص۔ ۱۷ تا ۳۲

۳۸......تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، دوم، ص۔ ۳۲۵

۳۹......ایضاً ص۔ ۵۴

۴۰......کوٹلہ محسن خان پشاور سے مغرب کی طرف ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

۴۱......تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، اول، ص۔ ۲۳۶

۴۲......مولانا لطائف گل صاحب ضلع پشاور تحصیل نوشہرہ، موضع پیر پیائی کے رہنے والے تھے۔

۴۳......سیّد اصغر شاہ صاحب پشین علاقہ قندھار کے رہنے والے تھے۔ موسیٰ زئی شریف کے حضرت خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر ولایتِ صغریٰ تک پہنچے، صاحبِ تصرّف تھے اور کرامات سے موصوف تھے۔

۴۴......نئی تاریخ چترال اُردو مصنفہ مرزا محمد غفران مرحوم مؤلفہ لفٹیننٹ مرزا غلام مرتضیٰ (فرزند مصنف)، ص۔ ۴۰۷

۴۵......تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، اول، ص۔ ۲۱۹

۴۶......موضع ریگی تحصیل پشاور میں یونیورسٹی سے شمال مغرب میں ۳ میل پر واقع ہے۔

۴۷......تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، دوم، ص۔ ۶۳

۴۸......ان کا یہ معمول تھا کہ ہر جمعہ کی رات کو حضرت شاہ نقشبند کا چراغ لے کر پشاور میں پھرتا تھا اور لوگ تبرکاً اس سے تیل وغیرہ لیتے۔

۴۹......تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد، دوم، ص۔ ۸۲

۵۰......ایضاً ص۔ ۸۴

۵۱......خزینۃ الاصفیاء، ص۔ ۶۱۸

۵۲......تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، اول، ص۔ ٦۸

۵۳......آغا صاحب موصوف بڑے مجاہد باعمل، جنگ آزادیِ وطن کے نامور سپوت تھے اور تین تین چار چار گھنٹے مسحورکن وعظ فرماتے۔ سیّد بخاری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۸۵ برس کی عمر میں ۲؍ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۲؍مارچ ۱۹٦۸ء بروز ہفتہ انتقال کیا اور اتوار کو دفن ہوے۔

۵۴......تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد، دوم، ص۔ ۹۰

۵۵......ایضاً، ص۔ ۹۲

۵٦......تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد، ص۔ ۱۰۱

۵۷......باغ درہ، گندگر پہاڑ ضلع ہزارہ میں واقع ہے۔

۵۸......تذکرۂ علما و مشائخ سرحد، دوم، ص۔ ۴۷

۵۹......تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، اول، ص۔ ۲۷۲

٦۰......صاحب تحفۃ المرشد فرماتے ہیں کہ ’’تاریخِ ولادت حضرت جیو صاحب ظہر ولی یعنی حضرت جی صاحب کی تاریخ ولادت بحروف ابجد ’’ظہر ولی‘‘ سے نکلی ہے یعنی ظ، ھ، ر، و، ل، ی۔ مجموعہ ۱۱۵۱ھ بنتا ہے۔
۱۰،۳۰،٦،۲۰۰،۵،۹۰۰

٦۱......آپ کے فرزند تھے۔ آپ کا مزار والد کے پہلو میں ہے۔ اب یہ محلّہ جہاں آپ کا مزار ہے فضل حق صاحبزادہ کے نام سے ہی موسوم ہے۔

٦۲......تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد، اول، ص۔ ۱۰۴

٦۳......خالد امین الخیری، پروفیسر: سلسلۂ خیریہ، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء، ص۔ ۴۳۵

٦۴......ایضاً، ص۔ ۴۴۸

٦۵......محمد اکبر شاہ دہلوی، سید، مجموعہ فوائد عثمان (طبع ثانی ۱۳۸۳ھ، لائل پور چک ۲۴ بکھو کے چدھرط) ص۔ ۹۸

٦٦......محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۳۹٦ھ/ ۱۹۷٦ء، ص۔ ۴۹۳

٦۷......تحفۃ المرشد کا حاشیہ صفحہ ۱۱۹ امام محمد رضا نومانوی حضرت جی صاحب کے خلیفہ تھے۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں زکوڑی شریف میں آپ کا مزار ہے۔

٦۸...... کتاب اسماعیل شہید، جلد دوم، ص۔ ۲۸۱، و ص۔ ۲۸۲

٦۹......تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد، اول، ص۔ ۱۲۸

۷۰...... شاہ جہان ۱۰۳۶ھ میں تخت شاہی پر بیٹھا اور ۱۰۶۸ھ میں فوت ہوا

۷۱...... تذکرہ علماء و مشائخ، سرحد، اول، ص۔ ۹۲

۷۲...... یہاں آنحضرت سے مراد جناب سیّد آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۷۳...... از علامہ مفتی غلام سرور صاحب لاہوری، ص۔ ۶۰۰

۷۴...... تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد، دوم، ص۔ ۱۹۳

۷۵...... ایضاً ص۔ ۲۰۰

۷۶...... شیخ سعدی لاہوری ۱۱۰۸ھ میں فوت ہوئے۔ شیخ سعدی لاہوری حضرت سید آدم بنوری کے مُرید تھے اور حضرت آدم بنوری حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے۔

۷۷...... تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، اول، ص۔ ۶۴

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خانقاہِ نقشبندیہ موسیٰ زئی شریف

غلام مصطفےٰ مجددی
(ایم۔اے، شکرگڑھ)

☆☆

تاریخی احوال وآثار

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے پُرہول لمحات ختم ہو چکے تھے۔ انگریز اپنی پوری چالاکیوں کے ساتھ ''سونے کی چڑیا'' (ہندوستان) کے پر نوچ رہا تھا۔ اہل ہند خصوصاً مسلمان انگریزی ظلم وستم کی بے رحم چکی میں پستے جا رہے تھے۔ ایک طرف برطانوی سامراج تھا اور دوسری طرف ہندوؤں کے پھیلائے ہوئے منحوس اندھیرے مسلمانوں کو گم گشتہ منزل سے دور بہت دور کرتے جا رہے تھے۔ انگریزوں نے اپنی عیارانہ فتح کے بعد ان مسلمان حریت پسند لیڈروں کو اذیتیں دینی شروع کر دیں، جنہوں نے جنگِ آزادی میں کسی نہ کسی طرح حصہ لیا تھا۔ ان باوفا اور عظیم المرتبت لیڈروں میں خانقاہ مجددیہ مظہریہ دہلی کے سجادہ نشین گلشن فاروقی کے گل زیبا، غیرتِ مجددی کے مظہرِ کامل، حضرت خواجہ احمد سعید دہلوی مجددی کا نام نامی واسم گرامی سرِفہرست تھا۔ آپ وہ پہلے غیور لیڈر تھے جس نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اگرچہ موجودہ دور کے مورخوں نے ایسے عظیم القدر لوگوں کے کارہائے نمایاں کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دی، بلکہ ان نام نہاد لوگوں کو ''ہیرو'' کے طور پر پیش کیا ہے جو انگریزی دسترخوان کے پروردہ تھے۔ یہ ایک انتہائی قابل افسوس تاریخی اور قلمی جرم ہے۔

ایک دن نماز عصر کے بعد آپ کو کسی خیر خواہ نے اطلاع دی کہ آج رات پچھلے پہر سرکاری سپاہی خانقاہِ عالیہ پر حملہ آور ہوں گے، جس کے نتیجہ میں حضرت خواجہ صاحب کو گرفتار یا پھر قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔

آپ نے اپنے عزیز و اقارب اور اہلِ نسبت سے مشورہ فرمایا اور نمازِ عشاء کے بعد ہجرت کی نیت سے عازمِ سفر ہوئے۔ آپ نے اپنی پہلی منزل موسیٰ زئی شریف کو قرار دیا۔ جہاں آپ کے خلیفۂ اعظم حضرت الحاج دوست محمد قندھاری المجددی رحمۃ اللہ تبلیغِ دین اور اشاعتِ سلسلہ میں مصروف تھے۔ راستے میں ہزاروں مصائب و مشکلات نے پریشان کیا۔ یہاں تک کہ ایک مسلح انگریزی دستہ آپ کے تعاقب میں نکلا۔ یہ تائیدِ ایزدی کا کمال تھا کہ انگریزی دستہ کا سپہ سالار میجر خان بہادر نورنگ خان ''قوم گنڈہ پور'' تھا جو حضرت حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہ کا وفادار مرید تھا۔ اس نے جب اپنے دادا پیر خواجہ احمد سعید دہلوی کا رخِ انور دیکھا تو تڑپ کر رہ گیا، اس نے عرض کیا، حضور! آپ بے فکر ہو کر تشریف لے جائیں، میں انگریزی حکومت کو سنبھال لوں گا۔

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

بعد ازاں یہ مختصر سا قافلہ لاہور، جھنگ، خوشاب اور ڈیرہ اسماعیل خان کے دشوار گزار راستوں سے ہوتا ہوا موسیٰ زئی شریف جا پہنچا، جہاں پر قبلہ الحاج دوست محمد قندھاری انتظار کی جاں گسل گھڑیاں کاٹ رہے تھے۔

خانقاہِ موسیٰ زئی شریف

حضرت الحاج دوست محمد قندھاری قدس سرہ، الباری جب دہلی سے نسبتِ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کر کے عازمِ وطن ہوئے تو راستے میں آثارِ ولایت ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ آپ کے پاس لوگوں کی کثیر تعداد فیضیاب ہونے کے لیے حاضر ہوتی رہی۔ بالآخر آپ قندھار پہنچ گئے اور ناوۂ ترکیاں کے مقام پر ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔ یہاں آپ نے سات آٹھ برس بسر کیے۔ اس کے بعد علاقہ غنڈان (مضافات قندھار) میں دوسری خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ اس خانقاہ کا نام ''لوڑگئی'' مشہور ہو گیا۔

آں جناب قدس سرہ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ہر سال سردیوں میں افغانستان سے قوم ناصر کے پٹھان قبیلے کے ہمراہ علاقہ دامان تشریف لاتے اور موسمِ سرما یہاں بسر فرماتے اور دورانِ قیام اپنے پیر و مرشد خواجہ احمد سعید دہلوی قدس سرہ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضری دیتے۔ واپسی پر سرہند شریف بھی ضرور حاضر ہوتے۔ ان عرصاتِ سفر میں افغانستان کی شدید سردی اور برفباری کے دن بھی گزر جاتے تو آپ ''کوہ شین غر'' کے شمالی علاقے سے ہوتے ہوئے براستہ زاوہ اور غربی مغل کوٹ افغانستان پہنچ جاتے۔

آنحضور قدس سرہ کا علاقہ دامان میں تشریف لانا باران رحمت کی مانند تھا۔ اس علاقے کے کوہ و دمن نغمۂ توحید و رسالت سے گونج گونج اٹھتے۔ پہاڑی جھرنوں کی جلترنگ کے ساتھ ساتھ حق کی آواز پتھریلی دنیا کو بھی پگھلا کر رکھ دیتی۔ اس سرزمین کی پکار یہ تھی کہ یہ اللہ کا پیارا بندہ اب یہاں کا ہی ہو کر رہ جائے جس نے ''پتھروں'' کو بھی دھڑکنیں عطا کر دی ہیں۔ چنانچہ ۱۲۶۶ھ میں خان نورنگ خان، غلام نبی خان، مولوی فتح محمد، میر عالم خان قوم تاجوخیل، قاضی عبدالغفار اور عبدالرحیم جیسی مقتدر شخصیتوں نے موسیٰ زئی میں وسیع و عریض خانقاہ کی تعمیر شروع کر دی۔ اب کی بار آنحضور جب تشریف لائے تو اس علاقہ کے ہو کر رہ گئے۔ تمام قبائلی سرداروں اور عوام الناس نے آپ کی بیعت کر کے دامن دل مرادوں اور نعمتوں سے بھر لیا، چونکہ جنگ آزادی کے فوراً بعد حضرت خواجہ احمد سعید دہلوی نے اس جگہ کو اپنے مبارک قدموں سے نوازا اور اٹھارہ روز قیام فرمایا اس لیے اس کا نام (خانقاہِ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی) رکھ دیا گیا۔

حدود اربعہ...... حضرت خواجہ کی ہجرت مدینہ

اہل اللہ کی یہ مقدس خانقاہ علاقہ دامان میں واقع ہے، جس کے جنوب میں درہ بولان، شمال میں درہ گومل، مغرب میں سلسلہ کوہ سلیمان اور مشرق میں دریائے سندھ پائے جاتے ہیں۔

ایک دن حضرت خواجہ احمد سعید دہلوی خانقاہ عالیہ میں قیام فرما تھے کہ حضرت حاجی صاحب نے گزارش کی حضور! یہ خانقاہ بمعہ اثاثہ منظور فرمائیں اور ساری عمر یہاں بسر کریں۔ ہم سب غلام نیازمندی کے ساتھ فیوضات گرامی سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا، فقیر کو آں محبّ کا نذرانہ اور خانقاہ شریف منظور ہیں مگر یہ خانقاہ مع خانقاہ دہلی شریف دونوں آں محبّ کو عطا کرتا ہوں۔ یہ دونوں خانقاہیں میری ہیں اور آپ ان کے متولی ہیں۔ خاص کر خانقاہ مظہریہ دہلی کا انتظام بطریق احسن سرانجام دیں، کیونکہ وہی میری زندگی کا ثمرہ ہے۔ میں اپنے سارے مریدین ہندوسندھ و خراسان کو بھی آپ کے سپرد کرتا ہوں تاکہ آپ ان کو کامل توجہات سے مشرف فرمائیں۔ فقیر کی چونکہ آرزو ہے کہ قبر جنت البقیع میں تعمیر ہو، اس لیے دیارِ رسول ﷺ کی جانب جا رہا ہوں۔ مشیت الٰہی فقیر کے شامل حال ہے اور رحمت الٰہی کشاں کشاں سرزمین بطحا کی طرف لے جا رہی ہے۔

بعدازاں آپ نے اپنے ارادت مندوں کے نام ارشاد فرمایا ''مقبول بارگاہ احد حاجی دوست محمد صاحب کہ خلیفہ من اند بجائے من دانند و توجہات از ایشاں گرفتہ باشد وَهُوَ خَلِيفَتِي يَدُهُ بِيَدِي

وَمَقْبُوْلُه' مَقْبُوْلِیْ فَطُوْبیٰ لِمَنْ اِقْتَدٰی بِہٖ فَھُوَ خَلِیْفَتِیْ عَلَی الْاِطْلَاقِ

اٹھارہ یوم پلک جھپکنے میں گزر گئے۔ حضرت خواجہ عازم حجاز ہوئے تو حضرت حاجی صاحب نے کشتیوں کا انتظام کر دیا، پہلے آپ بندرگاہ بمبئی پہنچے اور پھر بذریعہ دخانی جہاز سمندر کے راستے راہی حرمین شریفین ہوئے۔ آپ کا مزار پرانوار باغ بقیع میں مرجع خواص وعوام ہے۔

خواجہ قندھاری کا ذکرِ جلیل

حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری ۱۲۱۶ھ کو افغان قبیلہ یوسف زئی درانی میں اخوند ملا علی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھالا تو تحصیل علم کا شوق دامنگیر ہوا۔ ابتداء قرآن حکیم اور عربی و فارسی زبان میں دینی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ دوران تعلیم آپ درگاہ باباولی قدس سرہ القوی کی زیارت کے لیے دیگر طلبہ کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راستے میں ایک مجذوب الحال فقیر سے ملاقات ہوئی۔ اس فقیر نے آپ کو غور سے دیکھا اور فرمایا ''یہ طالب علم بڑا صاحب کمال اور صاحبِ حال اولیاء اللہ میں سے ہوگا اور ولی کامل بنے گا، کیونکہ اس کی پیشانی میں اسرار معرفت جلوہ گر ہیں۔''

جب قندھار کا آب و دانہ جو آپ کے مقدر میں تھا ختم ہوا تو آپ منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے ارض حجاز میں چلے گئے اور علم ظاہری کی تکمیل میں مصروف رہے۔ وہاں آپ کو حضرت عبداللہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی مجدد مأۃ الثالث والعشر قدس اللہ روحہ کی زیارت نے بے تاب کیا اور دہلی شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ قندھار، غزنی اور کابل کے راستے جب پشاور پہنچے تو حضرت موصوف قدس سرہ کے وصال پر ملال کی اطلاع ملی، پھر تو یوں ہوا جیسے دل کے نازک آبگینے چکنا چور ہو گئے ہوں۔ گلشن امید نذر خزاں ہو گیا ہو۔ آپ نے دوبارہ ظاہری علم حاصل کرنا شروع کر دیا، مگر سکون قلب حاصل نہ ہوا۔ انہی ایام میں آپ کے سینہ میں ہولناک درد اٹھا اور آپ تقریباً تیرہ دن بے ہوش رہے۔ شفا کے بعد پھر بارہ دن بے ہوش رہے۔ یوں تھا جیسے اضطرابات وتشویشات کی دنیا میں رہ رہے ہوں۔ اس دوران سرور دو عالم ﷺ کی محبت کا جذبہ اس قدر موجزن تھا کہ دنیا و مافیہا کو بھول گئے۔ ہر طرف آقائے دو جہاں کا رخ انور ہی دکھائی دیتا۔

در و دیوار چو آئینہ شد از کثرتِ شوق
ہر کجا می نگرم روے ترا می بینم

ایک رات قوالوں سے حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کی مدحت سنی تو عالم وجد میں ان کے گرد چکر لگاتے رہے۔ اسی رات سرکار غوث الوریٰ نے خواب میں زیارت سے مشرف فرمایا اور اپنی قادری ٹوپی آپ کے سر پر رکھی اور فرمایا ''تم میرے خلیفہ ہو'' پھر آپ بغداد شریف روضۂ اطہر کی زیارت کیلیے چلے گئے اور اپنے اضطراب کو بارگاہ غوثیت میں پیش کیا۔

جانم بلب رسید کجائی بیا بیا
وقت است گر بہ پرسشم آئی بیا بیا

بغداد شریف سے آپ کردستان کے شہر سلیمانیہ پہنچے اور شیخ عبداللہ ہراتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سنا۔ وہاں سے شیخ موصوف کی زیارت کے لیے ہرات چلے آئے اور تین ماہ ان کی صحبت میں بسر کیے۔ حضرت شیخ نے فرمایا

> تم حضرت خواجہ ابو سعید دہلوی کے پاس جاؤ، وہاں سے مکمل سکون قلب نصیب ہوگا۔

ہرات سے دہلی کا سفر آسان نہ تھا۔ تذبذب کے عالم میں آپ بغداد شریف آئے۔ وہاں شیخ محمد جدید قدس سرہ (خلیفہ مولانا خالد کردی) کی زیارت کی اور بصرہ چلے آئے۔ بصرہ میں آپ نے سات ماہ قیام فرمایا اور مولانا محمد حسین دوسری جیسے محدث، عالم اور فقیہ سے صحاح ستہ کا دورہ مکمل کیا۔ دورۂ حدیث کی سند محمد عمانی والی شہر سے حاصل کی۔ بصرہ سے آپ قلات (بلوچستان) پہنچے۔ برلب سمندر بمبئی کے راستے دہلی جانے کا ارادہ کیا۔ جب بمبئی پہنچے تو معلوم ہوا کہ آنجناب ابو سعید دہلوی قدس سرہ سفر حج کے ارادہ سے بمبئی میں جلوہ افروز ہیں۔ یہ خبر جانفزا سن کر از بس مسرور ہوئے اور شاہ ابو سعید دہلوی کی زیارت اور بیعت کی۔ انہوں نے فرمایا ''تمہاری باطنی کشائش کے لیے وقت درکار ہے۔ میں حج پر جا رہا ہوں اور میری روح کی تمام تر لطافتیں سرزمین حجاز کی طرف مرکوز ہیں، لہٰذا تم دہلی جا کر میرے فرزندِ ارجمند شاہ احمد سعید دہلوی مجددی فاروقی کی صحبت اختیار کرو اور ان سے اکتسابِ فیض کرو۔ آپ نے سفرِ دہلی کا قصد کیا۔ ایک دن خواب میں خواجہ احمد سعید دہلوی کی زیارت ہوئی۔ آپ فرما رہے تھے ''شما ماذون ما ہستید'' یعنی تم ہمارے خلیفہ ہو۔ دہلی پہنچ کر یونہی شیخ کامل کی جبیں نور کی زیارت کی تو فوراً ہر درد کا مداوا ہو گیا۔ برسوں کے بے تاب دل کو قرار کی دولت نصیب ہوئی۔ آپ نے پورے ایک سال دو ماہ پانچ

دن حضرت والا شان کی خدمت میں گزارے اور سلاسل ہشتگانہ (نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، قلندریہ، کردیہ، مداریہ، شطاریہ) کا سلوک طے کیا اور درجۂ کمال پر پہنچ کر سند خلافت حاصل کی۔

تو مگو مارا بہ آں شہ بار نیست
بر کریماں کارہا دشوار نیست

نگاہ شیخ میں

حضرت خواجہ قندھاری کا اپنے شیخ کامل کی نگاہ میں بہت مقام و مرتبہ تھا۔ آپ کو رخصت کرتے وقت شیخ کامل نے فرمایا ''ملا جلال (میر قافلہ) حاجی صاحب تمہارے ساتھ ہیں، گویا فقیر تمہارے ساتھ ہے اور ایک دنیا ان سے فیضیاب ہوگی'' اور ایک مکتوب گرامی میں فرمایا ''وجود حضرت حاجی صاحب وراں دیار غنیمت است وصحبت ایشاں کبریت احمر ہر کہ در صحبت ایشاں برسد واستفادہ کند ان شاءاللہ تعالیٰ از مقامات وولایات ومعارف حضرت مجدد پاک حظ وافر حاصل کند ومحروم ہرگز نمی ماند''۔

رحلت شریف

۱۲۸۴ھ میں علم و عمل کا یہ عظیم پیکر دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ آپ کی تاریخ رحلت اس مصرعہ سے اخذ ہوتی ہے۔ ''وز جہاں رفت بفرسود دل و دید جہانے'' آپ کا مزار پر انوار خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کی بہت سی کرامات و واقعات ''التجلیات الدوستیہ'' میں ملاحظہ فرمائیں جو حضرت خواجہ مولانا محمد اسماعیل سراجی زیب سجادہ عالیہ موسیٰ زئی شریف نے تحریر فرمائی ہے۔

حضرت مولانا محمد عثمان دامانی قدس سرہ النوارنی

فرید العصر، وحید الزمان حضرت مولانا محمد عثمان دامانی قدس سرہ ۱۲۴۴ھ کو قصبہ لونی تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں افغان قبیلہ اچک زئی درانی کی نامور شخصیت مولانا محمد موسیٰ جان کے گھر پیدا ہوے۔ حضرت کے اجداد میں سے کسی نے قندھار سے ہجرت کر کے برصغیر میں قدم رکھا اور اس قصبہ کو اپنے فیوضات سے مشرف فرمایا۔ آپ کے ننھیال اسی قصبہ کے باشندے تھے اور علمی و دینی وجاہت کے مالک تھے۔ آپ کے ماموں مولانا نظام الدین صاحب مروجہ دینی علوم میں مہارت تامہ ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ

روحانی ذوق کے بھی حامل تھے۔ بالآخر انہی کی وساطت سے حضرت دامانی کو خواجہ خواجگاں حضرت الحاج دوست محمد قندھاری قدس سرہ کا در نصیب ہوا۔

آپ کی عمر شریف تقریباً پانچ برس کی تھی کہ والد ماجد انتقال فرما گئے۔ آپ کی کفالت کا ذمہ والدہ ماجدہ اور ماموں حضور نے اپنے سر لیا اور دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایک مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ وہاں آپ نے قرآن مجید، صرف، نحو، فقہ اور تفسیر کی کتابیں پڑھیں۔ انہی ایام میں قصبہ چوہان (دامن کوہ سلیمان) میں حضرت خواجہ عالم مولانا دوست محمد قندھاری صاحب قیام فرما تھے۔ آپ نے اس قصبہ میں پہنچ کر زیارت کی اور ہمیشہ کے لیے ان کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت خواجہ کا آپ کے بارے میں یہ فرمان مشہور ہے۔ ”من دراں روز در پیشانی تو نسبت حضرات خود مشاہدہ کردم“ میں نے اس روز ہی حضرات مجددیہ کی نسبت تمہارے ماتھے کی تختی پر مشاہدہ کر لی تھی۔ آپ رخصت ہو کر مدرسہ حاضر ہوئے تو پڑھائی میں دل نہ لگا۔ بس ہر وقت شیخ کامل کی یاد ستاتی رہتی۔ آپ خود بیان فرماتے ہیں ”فلہٰذا ذوق وشوق الٰہیہ طاری شدو ہر وقت ولحظہ استغراق شد حتی کہ از مطالعہ کتاب باز ماندم“ تھوڑی سی ہدایہ شریف پڑھنے کو رہتی تھی کہ آپ میں یارائے صبر نہ ہو سکا۔ فوراً شیخ کامل کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بیعت کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ”فقیری اختیار کردن بسا مشکل است“ آپ نے جواب دیا ”قبلہ! من محض برائے این کار تیار شدہ ام واز ہر چہ تعلق برداشتہ ام و پس پشت انداختہ ام ہر چیز را دادم سہ طلاق“ حضرت خواجہ نے یہ جواب سنا تو فرمایا ”اگر ایسا ہے تو ارادہ پر مستحکم ہو جاؤ۔ چنانچہ مغرب کی نماز کے بعد آپ کو بیعت کر لیا گیا۔

بعد ازاں آپ نے حضرت خواجہ سے صحاح ستہ، مشکوٰۃ کامل، معالم التنزیل، علم سیر، علم تصوف، مکتوبات امام ربانی، مکتوبات خواجہ محمد معصوم اور دیگر کتب تصوف پڑھیں اور سند و اجازت حاصل کی۔ آپ نے اکثر زندگی شیخ کی خدمت میں بسر کی۔ حضرت خواجہ کی وفات کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ کی خدمت میں رہے اور حقیقی والدہ سے بڑھ کر احترام کرتے رہے۔ جب تک زندہ رہیں شادی نہ فرمائی کہ ان کی خدمت میں فرق واقع نہ ہو جائے۔

نگاہِ شیخ میں

آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ قندھاری کی دوائی ختم ہو گئی تو آپ اسے لینے کے لیے ڈیرہ اسماعیل خان آئے۔ واپسی پر رات نے آ لیا، مگر آپ ٹھہرے نہیں، کیونکہ آپ کا معمول تھا کہ نماز

تہجد شیخ کے ساتھ ادا فرماتے، انہیں وضو کرواتے اور دیگر خدمات سرانجام دیتے۔ راستے میں ایک تیز ندی (جو ڈیرہ سے بیس میل کے فاصلے پر ہے) میں سیلاب کی صورت دیکھی۔ ندی بہت گہری اور تیز رو تھی۔ آپ کو فکر ہوا کہ اب کیا ہوگا؟ چنانچہ اپنے شیخ کا رابطہ پکڑا اور توکل علی اللہ کر کے ندی میں پاؤں ڈال دیا۔ ندی پار کی مگر پانی (جہاں اونٹ ڈوب جاتے تھے) آپ کی پنڈلی سے اوپر نہ آیا۔ خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور ماجرا بیان کیا۔ حضرت خواجہ فرمانے لگے۔

’’خدائے ذوالجلال کی قسم! فقیر نے تمہارے ساتھ جو کوشش کی ہے اور توجہات دی ہیں اگر تم کوہ سلیمان کو توجہ کرو تو وہ بھی برداشت نہ کر سکے اور آگ کا گولہ ہو جائے۔ تم کو ہمارا رابطہ پکڑنے کی ضرورت نہ تھی۔‘‘ آپ نے عرض کی حضور! اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے بغیر ایک سیکنڈ بھی زندگی نہ دے۔‘‘ آپ نے اٹھارہ برس شیخ کامل کی صحبت اختیار کی اور خلافت عظمیٰ حاصل کی۔ حضرت خواجہ نے آپ کو تین خانقاہوں (موسیٰ زئی، دہلی شریف اور افغانستان) کی تولیت سے سرفراز فرمایا اور آٹھوں سلاسل طریقت کی اجازت عطا فرمائی۔ حضرت دامانی کے ہاتھ پر ہزاروں لوگوں نے بیعت کی اور صراط مستقیم پر گامزن ہوئے۔

وصال شریف

۲۲ر شعبان ۱۳۱۴ھ کو آپ دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ بہت سی کرامات و مکاشفات آپ سے صادر و ظاہر ہوئے۔ آپ کی آخری آرام گاہ موسیٰ زئی شریف میں اپنے شیخ کامل کے قدم مبارک میں واقع ہے۔ (مزید تفصیلی حالات کے لیے ’’کمالات عثمانیہ‘‘ مولفہ مولانا محمد اسماعیل سراجی ملاحظہ فرمائیں)

حضرت مولانا محمد سراج الدین دامانی

مخزن اسرار حقانی، حضرت مولانا خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہ ۱۲۹۷ھ کو خانقاہ موسیٰ زئی شریف میں خواجۂ خواجگان حضرت محمد عثمان دامانی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے قرآن حکیم ملا شاہ محمد صاحب سے پڑھا اور صرف ونحو، منطق، عقائد، قرأت، فقہ، تفسیر، مشکوٰۃ وغیرہ کا علم مولانا محمود شیرازی سے حاصل کیا۔ صحاح ستہ مولوی حسین علی سے پڑھیں۔ جب آپ علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو اپنے والدِ بزرگوار خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور علم تصوف اور رموزِ معرفت سے آگاہ ہوئے۔ اس وقت حضرت مولانا کی عمر چودہ سال تھی اس طرح آپ اسی عمر میں ہی ظاہری و باطنی علوم و معارف کے بحرِ بے کراں بن گئے۔

جس وقت آپ نے سلاسل عثمانیہ میں کمال کی نسبت حاصل کرلی تو حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہ نے آپ کو خلعت خلافتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔ آپ کی دستار بندی کی گئی۔ جس میں خواجہ عثمان دامانی کے اجل خلفاء کرام شریک ہوئے اور دعائیں دیں۔ حضرت دامانی کے وصال شریف کے بعد تمام خلفاء کرام نے آپ کے دست حق پرست پر تجدید بیعت کی اور آپ کے انوار سے مستفیض ہوئے ۱۳۱۴ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو اس وقت عمر شریف سترہ برس تھی۔

آپ کو مطالعہ کا از حد شوق تھا المبسوط امام سرخسی کی تخریج احادیث کا قلمی نسخہ خانقاہ کی لائبریری میں موجود ہے وہ آپ کی تحقیق اور مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کو فن اسماء الرجال پر بلا کا عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے اساتذہ کرام بھی آپ کے سامنے دم بخود ہو کر رہ جاتے۔

آپ نے خانقاہ موسیٰ زئی شریف اور خانقاہ سون سکیر شریف کی نئے سرے سے تعمیر فرمائی اور لاکھوں زائرین و مریدین کی تشنہ کامی کو دور فرمایا۔ ۱۳۲۴ھ شوال میں حج کے لیے روانہ ہوئے۔ جب مدینہ طیبہ کی حاضری دی تو عجیب روح پرور منظر سامنے آیا۔ روضہ خیر الوریٰ ﷺ کے خادموں نے آپ کو عربی لباس پہنایا اور جلتی ہوئی موم بتی ہاتھ میں تھمائی۔ آپ روضہ پاک میں داخل ہوئے اور تادیر بارگاہ رسالت میں باادب حاضر رہے۔ گویا وہاں سے فیض کے انمول موتی حاصل کر رہے ہیں۔

آپ کی ذات شریعت و طریقت کا روشن آفتاب تھی۔ آپ نے ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ میں بروز جمعہ چھتیس سال کی عمر گزار کر رحلت فرمائی۔ اس مختصر سی عمر میں آپ نے بڑے بڑے کام کیے۔ بہت سی کرامات و مکاشفات آپ سے صادر ہوئے۔ تفصیل ''مقامات سراجیہ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت حافظ محمد ابراہیم مجددی سراجی

آپ حضرت خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہ کے فرزند اکبر تھے۔ دینی و دنیوی، ظاہری و باطنی علوم کے ماہر اور حافظ قرآن تھے۔ جب خواجہ محمد سراج الدین قدس سرہ کا وقت آخر قریب آیا تو آپ نے اپنی دستار خلافت ان کے سر پہ سجائی اور سجادہ عالیہ پر بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ تمام خلفاء و مریدین نے آپ کو تسلیم کیا۔

جناب حقداد صاحب نے کیا خوب کہا ہے۔

عظیم القدر، بس والا مراتب
عمیم الجود ابراہیم صاحب

ولی ابن ولی ابن ولی است
کہ برسجادۂ ارشاد ہنشست
عجب تاریخ دستارش بایں شد
فرید سالکیں مسند نشیں شد

حضرت مولانا محمد اسماعیل ذبیح سراجی

آپ خواجہ حافظ صاحب کے لخت جگر ہیں۔ حافظ صاحب کے بعد خلافت عظمیٰ کے مقام پر فائز المرام ہیں ظاہری و باطنی علوم کے روشن مینار ہیں۔ بہت سی علمی کتابوں کے مصنف اور محقق ہیں۔ ہزاروں قبائلی عوام کے شیخ کامل ہیں۔ پاکستان کے علاوہ افغانستان، انڈیا کے بہت سے لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہیں۔ اس ذرۂ ناچیز نے آپ کی زیارت کی تو حدیث مصطفیٰ ﷺ کے مطابق حق تعالیٰ کی یاد تازہ ہو گئی۔ (یعنی اللہ کے بندے کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے (اَوْ کَمَا قَالَ) آپ کا ہر لحہ شریعتِ حقہ کے مطابق بسر ہو رہا ہے۔ گویا استقامت علی الدین کے بلند قامت کہسار دکھائی دیتے ہیں۔ اللہ آپ کا سایہ تادیر قائم و دائم فرمائے۔ تین صاحبزادگان ہیں۔

۱.....حضرت میر نعمان خان سراجی صاحب جو خانقاہ عالیہ کی دیکھ بھال اور مہمانوں کے انتظام میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔

۲.....حضرت پروفیسر محمد سعد مرشد بابا جو دینی و دنیوی تعلیم سے آراستہ ہیں۔ مکتبہ سراجیہ مجددیہ کے تحت کئی مفید کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ گورنمنٹ کالج ڈیرہ اسماعیل خان میں پروفیسر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

۳.....مولانا حافظ محمد سعید سراجی جو رحیم یار خان میں ایک دینی دار العلوم میں مدرس ہیں۔ سبحان اللہ: تینوں صاحبزادے اپنے عظیم اسلاف کا حسین نقشہ ہیں اور اس تاریک دور میں امید کی ضوبار کرنیں ہیں۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت زندہ پیر گھمکول شریف

مجاہد محمد رفیق نقشبندی

☆☆

صوبہ سرحد (پاکستان) کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت زندہ پیر گھمکول شریف علیہ الرحمۃ نہایت ہی ممتاز ہیں۔ آپ کا حلقۂ مریدین ومعتقدین بہت ہی وسیع ہے جو ملک و بیرون ملک پھیلا ہوا ہے، آپ نے اپنے نورِ باطن سے دلوں کو چمکایا۔ سیرتوں میں سنتِ مصطفیٰ ﷺ کا نقش جمایا، داغ دار انسانوں کو بے داغ بنایا۔ ایک جہاں آپ کے فیض سے مستفید ہوا، شریعت وطریقت کا ایسا دریا بہایا جو رہتی دنیا تک بہتا رہے گا۔ سیراب ہونے والے سیراب ہوتے رہیں گے اور سیراب کرتے رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت زندہ پیر گھمکول شریف علیہ الرحمۃ ۱۹۱۲ء میں کوہاٹ کے علاقہ جنگل خیل میں پیدا ہوئے آپ کا تعلق افغانستان کے اخوند قبیلے سے تھا، آپ کے جدامجد اخوندزادہ ابراہیم غزنی سے ہجرت کر کے جنگل خیل میں بس گئے۔ آپ کے والد گرامی سید غلام رسول شاہ جوزکوڑی شریف میں مسند نشیں تھے۔ کشاں کشاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں اجمیر شریف حاضر ہوئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ کے بھائی سید حسین شاہ جب والد گرامی کو لینے اجمیر شریف گئے تو انہوں نے اہل وعیال کی ذمہ داریاں آپ کے سپرد کیں اور وہیں رہنے کا فیصلہ فرمایا۔

حضرت زندہ پیر گھمکول شریف اپنے بھائی سید حسین شاہ کی کفالت میں آ گئے اور قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ اس علاقہ میں کوئی عربی مدرسہ نہ تھا اس لیے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل نہ کر سکے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی اور بہت سے فضائل وکمالات سے نوازا۔ جنگل خیل ہی میں

غازی بابا نے جب آپ کو دیکھا تو آپ کے چہرے پر انوارِ ولایت پائے اور آپ کے متعلق پیش گوئی فرمائی جو سچ ثابت ہوئی اور بابا قاسم موہڑہ شریف (مری) نقشبندی مجددی کے دامن سے وابستہ ہو گئے اور خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت بابا قاسم موہڑوی کے تین سو ساٹھ خلفاء تھے آخری خلفاء میں حضرت زندہ پیر اور نیریاں شریف کے غلام محی الدین دستگیر نہایت نمایاں ہیں جن کے صاحبزادے پیر علاء الدین مدظلہ العالی نے نیریاں شریف (آزاد کشمیر) میں عظیم الشان یونیورسٹی بنائی ہے۔

حضرت زندہ پیر نے اپنے روحانی کمالات کو اللہ کی مخلوق سے چھپایا۔ ایبٹ آباد میں ایک فوجی کیمپ میں خیاطی کا پیشہ اختیار کیا، تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جو فوجی وردی سیتے اس کی بچی ہوئی کترنیں اسی وردی میں رکھ دیتے اور کبھی ان کترنوں کو استعمال نہیں کرتے تھے۔ کبھی کبھی کسی وردی میں اگلا رینک لگا دیتے، خدا کی شان کہ اس فوجی کی اسی رینک میں ترقی ہو جاتی تھی۔ جب لوگوں نے آپ کی یہ کرامات دیکھیں تو رجوع خلائق ہوا اور آپ ایبٹ آباد سے فوجی کیمپ سے فارغ ہو کر جنگل خیل آ گئے اور رُشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔

۱۹۵۲ء میں پہلا حج کیا۔ ۱۹۶۸ء میں دوسرا، ۱۹۷۱ء میں تیسرا، پھر ۱۹۷۹ء سے آخر تک تیس سال مسلسل حج کی سعادت حاصل کی۔ تقریباً ایک سو مریدین و معتقدین سفر میں ساتھ ہوتے۔ کراچی، راولپنڈی، جدہ جہاں بھی پڑاؤ ہوتا لنگر جاری رہتا۔ خانقاہ شریف میں تو ہر وقت لنگر جاری رہتا ہے عوام وخواص، فوجی افسران سب ہی خدمت کرتے۔

حضرت زندہ پیر گھمکول شریف نے خاص ایام کے علاوہ ساری عمر روزہ رکھا، جب افطار فرماتے روٹی کے چار ٹکڑے کرتے ایک خود نوش فرماتے، باقی تقسیم کر دیتے۔ سفید لباس سبز عمامہ، ذکر جہر فرماتے۔ مستورات کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ تھی۔ چوبیس گھنٹوں میں دو مرتبہ عورتوں کے خیمے میں تشریف لے جاتے۔ جب کوئی رزق کی دعا کے لیے عرض کرتا۔ تو فرماتے۔ یہ کافروں کا خراج ہے۔ ایمان پر خاتمے کی دعا ہم پر لازم ہے۔ تم اپنا کام کرو، وہ کریم اپنے کام سے غافل نہیں، جو مقدر میں ہے ضرور ملے گا۔ وصال سے دو روز قبل عورتوں کو مسجد شریف کی زیارت کی اجازت دی گئی۔ مسجد کا آغاز ۱۹۴۹ء میں ہوا، پھر ۱۹۵۶ء میں جدید ڈیزائن بنایا گیا۔ ۱۹۹۸ء میں زری کا کام ہوا، اس مسجد میں لاکھ

سے زیادہ نمازیوں کی گنجائش ہے۔ آپ نے اسی مسجد میں تقریباً پچاس سال نماز باجماعت ادا فرمائی۔ مسجد کی تعمیر کا یہ انداز تھا کہ ایک ایک اینٹ اور پتھر پر ایک ایک قرآن ختم کیا جاتا جب چار ہزار قرآن ختم ہوتے تو تعمیر کا حکم جاری کیا جاتا۔ آپ کے خلیفہ صوفی عبداللہ نقشبندی نے بھی برمنگھم میں تیس لاکھ پونڈ کی لاگت سے عالیشان مسجد تعمیر کرائی۔ آزاد کشمیر کے ایک اور بزرگ خواجہ محمد صادق نقشبندی مجددی مدظلہ العالی نے تقریباً ایک سو مسجدیں تعمیر کرائیں جو نمازیوں اور طلبہ سے آباد ہیں۔ مسجدوں کی تعمیر بہت بڑی سعادت ہے۔

حضرت زندہ پیر گھمکول شریف کے فرمودات قابل توجہ ہیں۔ چند پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ پیر و مرشد فضل الٰہی کا وسیلہ ہوتے ہیں۔

۲۔ دنیا کی مثال سائے کی سی ہے، اس کی طرف جاؤ تو وہ دور بھاگتا ہے اور اس سے بھاگو تو پیچھے پیچھے آتا ہے۔

۳۔ سب سے قوی وہ ہے جو نفس پر غالب ہے۔

۴۔ چھوٹے بچے کے سامنے بھی گناہ کرتے ڈر لگتا ہے پھر اللہ سے کیوں نہ ڈرا جائے۔

۵۔ انسان کے سامنے گناہ آجائے تو پیٹھ پھیر لے، چہرہ خود بخود اللہ کی طرف ہو جائے گا۔

۶۔ موجودہ وقت کی قدر ضروری ہے۔

۷۔ جو شخص اپنی ہستی کا پتا لگا لے تو وہ مخلوق کے رازوں کا امین ہو جائے گا۔

۸۔ علم کتابوں سے نہیں ملتا، علم الٰہی تو ایک نور ہے جو اولیاء کے سینوں میں رکھ دیا جاتا ہے۔

۹۔ تقریر کی ضرورت نہیں تصدیق کافی ہے۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی حاجات کو خود پورا کرنے والا ہے۔

حضرت زندہ پیر گھمکول شریف کا وصال

آپ کا وصال ۲؍ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۱؍مارچ ۱۹۹۹ء بروز اتوار ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جسد اطہر ۳۶ گھنٹے زیارت کے لیے رکھا گیا۔ دنیائے اسلام کے کونے کونے سے آنے والے ہزاروں مریدین و معتقدین نے زیارت کا شرف حاصل کیا اور ۲۲؍مارچ کو تابوت شریف قبر شریف میں اتارا

گیا...... دربار شریف کی شاہانہ عمارت دو کنال کے رقبے پر دو سال میں تعمیر ہوئی چونکہ افواج پاکستان کے کافی افسران و فوجی آپکے مریدین و معتقدین تھے۔ اس لیے عرس شریف کے موقع پر فضائیہ کے طیارے آپ کی قبر شریف پر گل پاشی کرتے تھے۔ سن ۲۰۰۰ء میں یہ سلسلہ نامعلوم سبب کی بناء پر بند ہو گیا۔ اللہ کے محبوب شاہانہ شان و شوکت سے بے نیاز ہیں یہ ساری شان و شوکت ہماری آنکھوں کیلیے ہے ان کے رب کریم نے تو ان کو اتنا نوازا کہ اُن انعامات کو ہماری آنکھیں دیکھنے سے قاصر ہیں۔ ان کا فیض جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔

☆......☆......☆

صلی اللہ علیہ وسلم
۱۴۰۷ھ

زندہ پیر گھمکول شریف کا روضہ مبارک (صوبہ سرحد) بشکریہ: مجاہد رفیق

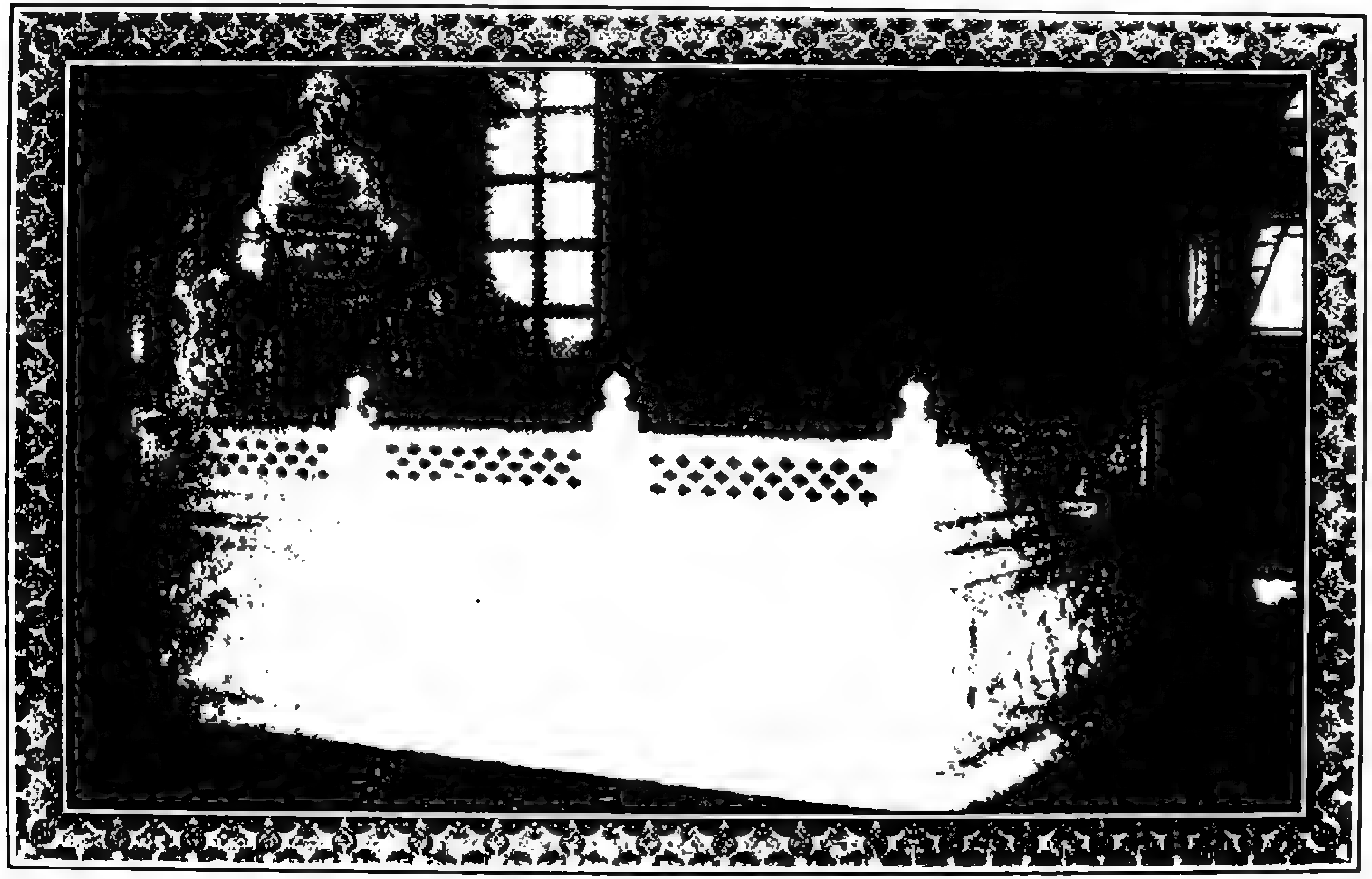

انوار و تجلیات کے سرچشمہ زندہ پیر صاحب کی آخری آرام گاہ مبارک (صوبہ سرحد) بشکریہ: مجاهد رفیق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نگار خانہ

(بعض مقالہ نگار کا مختصر تعارف)

مرتبہ

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری مجددی

۳۹۲۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نگارخانہ

☆☆

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر برصغیر کے ایک علمی وروحانی خاندان کے چشم وچراغ ہیں، والد ماجد مفتی محمد محمود الوری، داداشاہ محمد رکن الدین الوری اور نانا مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہم الرحمۃ......

۱۸؍رجب المرجب ۱۳۷۳ھ کو حیدر آباد (سندھ) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اور قرآنِ حکیم کے بعد دارالعلوم رکن الاسلام جامعہ مجددیہ' حیدر آباد سے درسِ نظامی اور دورۂ حدیث کرکے ۱۹۶۹ء میں سند فراغت حاصل کی، ساتھ ساتھ میٹرک بھی کرلیا' پھر ۱۹۷۱ء میں سندھ یونیورسٹی سے بی۔ اے اور ۱۹۷۷ء میں ایم۔ اے (اسلامک کلچر) کیا۔ ۱۹۹۳ء میں ''سندھ کے صوفیائے نقشبند'' کے عنوان سے تحقیقی مقالہ لکھ کر سندھ یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ اپنے والدِ ماجد کے علاوہ علامہ محمد اشرف سیالوی، علامہ عطا محمد بندیالوی، قاری محمد طفیل وغیرہم سے شرفِ تلمذ حاصل رہا۔ ۱۹۸۶ء میں جامعۂ ازہر (مصر) گئے اور وہاں ایک ریفریشر کورس مکمل کرکے سندِ تکمیل حاصل کی۔ والد ماجد سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے اور انہی سے خلافت واجازت کے بعد ان کی سجادگی کا شرف بھی حاصل ہے......

علومِ جدیدہ وقدیمہ کے علاوہ عالمی حالات اور سیاست پر بھی گہری نظر ہے، عملی طور پر مکمل سیاست میں شریک ہیں اور حالیہ الیکشن (۲۰۰۲ء) میں رکنِ قومی اسمبلی بھی منتخب ہوئے۔ آپ میدانِ تحریر وتقریر دونوں کے ہی رمز شناس نظر آتے ہیں، خطابت وتحریر میں آپ کے خاندانی بزرگوں کا رنگ جھلکتا ہے۔ تصانیف میں مقالہ ڈاکٹریٹ کے علاوہ درجِ ذیل تصانیف قابلِ ذکر ہیں جن میں بعض مطبوعہ اور کچھ زیرِ طبع ہیں۔

۱......درسِ حدیث
۲......بزمِ جاناں
۳......حق نبی
۴......تجلیاتِ ضیائے معصوم
۵......جدید طبی مسائل کا شرعی حل
۶......درسِ قرآن
۷......رحمۃ للعالمین کی دعائیں

آپ نے خیالی، ملاحسن، تفسیر بیضاوی، مرزا احمد غلام یحییٰ جیسی درسی کتب پر حواشی بھی لکھے جو کہ تا حال مسودات ہی ہیں جبکہ بیسیوں موضوعات پر مضامین ومقالات تحریر کر چکے ہیں جو کہ متعدد جرائد میں شائع ہوئے...... آپ اندرونِ ملک بے شمار علمی سیمنار وکانفرنس کے علاوہ ۱۹۸۷ء میں ایران کی ''المؤتمر العالمی لبعثت قداسته الحرام وامنه'' اور لیبیا کی ''عالم اسلام کو درپیش مسائل'' کے عنوان سے منعقدہ کانفرنسوں میں شرکت کر چکے ہیں۔ آج کل اپنے والد کے قائم کردہ رکن الاسلام جامعہ مجددیہ، حیدرآباد کے ذریعہ خدمتِ علم میں مصروف ہیں جبکہ سندھ اور پنجاب میں تبلیغی دورے بھی کرتے رہتے ہیں آپ کا حلقۂ مریدین اندرونِ سندھ سے نکل کر پنجاب اور کشمیر تک پھیلا ہوا ہے۔

اولاد میں صاحبزادی اور تین صاحبزادے مولوی عزیر محمود ازہری، مولوی فائز محمود اور عاطر محمود ہیں۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر

ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر ایک ماہر تعلیم اور ممتاز سیرت نگار کی حیثیت سے معروف ہیں، آپ ۱۹۳۱ء میں ضلع جالندھر (مشرقی پنجاب) کی تحصیل نکودر کے علاقہ کنیاں کلاں میں پیدا ہوئے...... ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے بعد جے۔ ڈی (جرنلزم ڈپلومہ) بھی کیا...... ناظمِ تعلیمات کوئٹہ اور ادارۂ نصابیات ومرکزِ توسیع تعلیم بلوچستان، کوئٹہ سے وابستہ رہ کر خدمت علم کی سعادت حاصل کی' آج کل سیرت اکادمی بلوچستان کے چیئرمین ہیں...... آپکی علمی وتحقیقی نگارشات ملک وبیرون ملک کے اخبارات ورسائل میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اب تک مجموعی طور پر ۹۲/کتب' ۶۷/تعلیمی، سائنسی ودرسی رپورٹس، درسی کتب' رہنمائے اساتذہ اور تقریباً ۶۰۰ کے قریب مضامین ومقالات شائع ہو چکے ہیں جن میں صرف سیرت پاک اور تصوف پر ۱۵۔ کتب اور ایک سو کے قریب مضامین شامل ہیں...... سیرت پاک سے متعلق ۱۲/ایوارڈز سے نوازے گئے جبکہ آپکی تصنیف ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک بلوچستان میں'' نے صدارتی ایوارڈ حاصل کیا۔ دیگر تصانیف میں بلوچستان میں اردو، تذکرہ صوفیائے بلوچستان' اقبال اور بلوچستان اور بلوچستان میں فارسی قابل ذکر ہیں...... ادبی خدمات کے اعتراف میں ۱۹۹۷ء میں صدارتی تمغۂ حسن کارکردگی سے نوازے گئے اسی دوران پاکستان ٹیلی ویژن نے آپ کے ادبی کارناموں پر ایک تعارفی پروگرام بھی نشر کیا۔ آپکو اپنے والد میاں محمد مقبول سے شرفِ بیعت واجازت کے علاوہ ان کے مرشد حضرت محمد عبدالخالق نقشبندی سے بھی خلافت ہے...... (ماخوذ از خودنوشت حالات ودیگر)۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی شخصیت دینی و علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ افکار امام احمد رضا بریلوی کی ترویج و اشاعت کرنے والوں میں نمایاں ہیں، ماہنامہ ''جہان رضا'' لاہور کے مدیر اور مرکزی مجلس رضا لاہور کے نگراں ہیں...... ۴ جنوری ۱۹۲۸ء کو ضلع گجرات کے ایک گاؤں شہابدیوال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد اعلیٰ پیر شاہ عبد الرحیم فاروقی علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے اہل کمال میں تھے...... ابتدائی تعلیم مقامی اسکول سے حاصل کی اور پھر لاہور کا رُخ کیا یہاں مولانا محمد نبی بخش حلوائی (مصنف، تفسیر نبوی) کے درس میں شریک ہوئے اور ان ہی سے سلسلہ نقشبندیہ میں ارادت و بیعت کا شرف حاصل کیا، فارسی ادب کا کورس بہاولنگر سے اور ۱۹۴۴ء میں منشی فاضل، ۱۹۴۶ء میں مولوی فاضل کا کورس پنجاب یونیورسٹی لاہور سے کیا، اسی یونیورسٹی سے ایم۔ اے کیا پھر لاء کالج لاہور سے قانون کا امتحان پاس کیا اور سرکاری ملازمت اختیار کرلی۔ ۱۹۶۲ء میں اشاعتِ کتب اور ابلاغ دین کے جذبہ سے سرشار ''مکتبہ نبویہ'' قائم کیا اور بے شمار کتب شائع کیں' ذاتی لگن سے کتابوں کی تصنیف و تالیف کا شرف حاصل کیا اور کئی کتب کے تراجم کر کے دنیائے علم میں نام پیدا کیا جن میں ''معارج النبوت'' اور ''الدر الثمن'' جیسی کتب شامل ہیں آپ کے مضامین و مقالات پاک و ہند کے جرائد میں برابر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی کی تالیف ''روضۃ القیومیہ'' کی ترتیب نو اور تعلیقات کے ساتھ اشاعت کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہے۔ (ماخوذ از خود نوشت حالات و دیگر)

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ۱۹۴۴ء کو لاہور میں پیدا ہوئے' ابتدائی تعلیم کے بعد پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی۔ اے کیا اور زرعی ترقیاتی کارپوریشن (مغربی پاکستان) میں ملازمت اختیار کی پھر مختلف محکموں میں ملازمت کے بعد ۱۹۹۶ء میں لوکل گورنمنٹ ڈیولپمنٹ ڈپارٹمنٹ سے عہدہ سپرنٹنڈنٹ سے ریٹائر ہوئے اور خود کو خدمت دین اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف کر دیا...... صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری سے شرف بیعت اور خلافت و اجازت حاصل ہے۔ اپنے مرشد کی زیر قیادت ہونے والے دینی، علمی اور تحقیقی کاموں میں بھرپور حصہ لیتے ہیں...... مجدد الف ثانی سوسائٹی کے

صدر اور جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی لاہور کے بانی و مہتمم ہیں۔ لاہور میں شیر ربانی سوسائٹی اور شیر ربانی پبلی کیشنز کے نام سے بھی ادارے قائم کیے جہاں سے اب تک ۲۲ر کتب و رسائل شائع ہو چکے ہیں۔ جامع مسجد قادریہ شیر ربانی لاہور میں خطابت کے علاوہ تحریری میدان میں بھی سلسلہ مجددیہ کی اشاعت میں سرگرداں ہیں آپ کے مضامین و مقالات اخبارات و جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں، تصانیف میں عید میلاد النبی ﷺ قرآن وسنت کی روشنی میں، نظام مصطفیٰ اور ہماری زندگی، شیر ربانی کا پیغام، حضرت مجدد الف ثانی کی دینی و ملی خدمات اور دور حاضر میں عشقِ رسول کے تقاضے نمایاں ہیں، لاہور میں ہر سال عرس امام ربانی پر مجدد الف ثانی کانفرنس کا انعقاد بھی آپ ہی کا مرہون منت ہے۔

☆......☆......☆

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

آئینۂ جمال

جہان امام ربانی مجدد الف ثانی کی چھے جلدوں میں شامل مقاماتِ مقدسہ، مقابر و عمارات کی فلموں کی فہرس

☆☆

- ......مسجد حرام، بیت اللہ شریف، مکہ معظمہ
- ......مسجد نبوی شریف، مدینہ منورہ
- ......مسجد نبوی شریف کا اندرونی منظر، مدینہ منورہ
- ......فضائی منظر، مدینہ منورہ
- ......مسجد نبوی شریف اور گنبد خضرا، مدینہ منورہ
- ......مزار مبارک ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ
- ......مزارات خواجگان نقشبند علیہم الرحمۃ
- ......مزار حضرت بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ
- ......جامع بہاء الدین نقشبند کا مرکزی دروازہ، قصر عارفان، بخارا
- ......جامع بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان، بخارا
- ......مقبرہ خواجہ بہاء الدین نقشبند (۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) قصر عارفان، بخارا
- ......مقبرہ خواجہ بہاء الدین نقشبند اور جامع بہاء الدین نقشبند، قصر عارفان، بخارا
- ......جامع خواجہ بہاء الدین نقشبند کا اندرونی منظر، قصر عارفان، بخارا
- ......جامع خواجہ بہاء الدین نقشبند کا اندرونی منظر قصر عارفان، بخارا

- ......مزار خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ، دہلی
- ......امرتسر روڈ...... سرہند شریف کے قریب سنگ میل
- ......شہر سرہند
- ......صدر دروازہ خانقاہ عالیہ مجددیہ، سرہند شریف
- ......روضۂ مبارک، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سرہند شریف
- ......روضہ شریف، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اور مسجد شریف کا بیرونی منظر، سرہند شریف
- ......روضہ شریف، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی نوتعمیر شدہ عمارت، سرہند شریف
- ......مسجد شریف، روضہ شریف، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، سرہند شریف
- ......قبر شریف امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ......خانقاہ عالیہ مجددیہ، سرہند شریف
- ......خانقاہ عالیہ مجددیہ کے حجرے، سرہند شریف
- ......مرکزی دروازہ خانقاہ عالیہ مجددیہ، سرہند شریف
- ......قلعہ گوالیار
- ......قلعہ گوالیار
- ......قلعہ گوالیار
- ......قومی عجائب گھر، لاہور
- ......دروازہ، قلعہ لاہور
- ......شیش محل، قلعہ لاہور
- ......مزار مبارک، خواجہ محمد صادق و خواجہ محمد سعید (فرزندان گرامی)، صاحبزادی ام کلثوم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، سرہند شریف
- ......روضہ شریف، حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ، سرہند شریف
- ......مزار مبارک، خواجہ محمد معصوم و فرزندان گرامی علیہم الرحمۃ، سرہند شریف

- ......مزار مبارک، خواجہ محمد معصوم و فرزندان گرامی علیہم الرحمۃ
- ......مقبرہ شریف، خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ، سرہند شریف
- ......مرکزی دروازہ مقبرہ شریف، خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ، سرہند شریف
- ......قبر انور، خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ، سرہند شریف
- ......قبر انور، خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ، سرہند شریف
- ......مزار پرانوار سید نور محمد بدایوانی علیہ الرحمۃ، دہلی
- ......مزار پرانوار، سید نور محمد بدایوانی علیہ الرحمۃ، دہلی
- ......مقبرہ شریف، خواجہ سیف الدین علیہ الرحمۃ، سرہند شریف
- ......مزار پرانوار، خواجہ سیف الدین علیہ الرحمۃ، سرہند شریف
- ......مزار مبارک، خواجہ سیف الدین نبیرہ حضرت مجدد الف ثانی، سرہند شریف
- ......روضہ شریف، خواجہ محمد صدیق نبیرہ حضرت مجدد الف ثانی علیہما الرحمۃ، سرہند شریف
- ......مزار شاہانِ افغانستان (احاطہ روضہ شریف)، سرہند شریف
- ......شاہان افغانستان کے مزارات (احاطہ روضہ شریف)' سرہند شریف
- ......جامع مسجد عالم گیری، لاہور
- ......مقبرہ، اورنگ زیب عالمگیر، اورنگ آباد
- ......مقبرہ، ملکۂ اورنگ زیب رابعہ دورانی، (تاج محل ثانی) اورنگ آباد، مہاراشٹر (بھارت)
- ......مسجد شریف، خانقاہ مظہریہ، دہلی
- ......خانقاہ مظہریہ، دہلی
- ......خانقاہ مظہریہ، دہلی
- ......مزارات، مرزا مظہر جان جاناں، شاہ غلام علی، شاہ ابو سعید، شاہ ابوالخیر علیہم الرحمۃ
- ......مزار مبارک، مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ
- ......درگاہ، حضرت شاہ ابوالخیر (خانقاہ مظہریہ)، دہلی

- ......درگاہ، حضرت شاہ ابوالخیر (خانقاہ مظہریہ)، دہلی
- ......روضہ شریف، شیخ خالد کُردی نقشبندی، دمشق۔ شام
- ......مزار شریف، حضرت شاہ ابواسعد سالم مجددی، کوئٹہ
- ......دمشق کے محلہ صارد جا میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ مرادیہ کے سرخیل شیخ سید محمد مراد مرادی کی سنہ ۱۱۰۸ھ/ ۱۶۹۸ء میں قائم کردہ مسجد و مدرسہ کے صدر دروازہ کی تصویر (مشیدات دمشق، ص۴۳۲)
- ......دمشق میں واقع خانقاہ مرادیہ کا ایک منظر (مشیدات دمشق، ص۴۳۲)
- ......مزار شریف، قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ، پانی پت (بھارت)
- ......مزار شریف، قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ، پانی پت (بھارت)
- ......روضہ مبارک، حضرت زندہ پیر گھمکول شریف، صوبہ سرحد (پاکستان)
- ......آخری آرام گاہ، حضرت زندہ پیر، صوبہ سرحد (پاکستان)
- ......دربار عالیہ، گھمکول شریف کی جامع مسجد، صوبہ سرحد (پاکستان)
- ......مزار، ڈاکٹر محمد اقبال، لاہور (پاکستان)
- ......مزار، ڈاکٹر محمد اقبال، لاہور (پاکستان)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

کتابیات

محمد عبدالستار طاہر مسعودی
سیدہ حنا مسعودی، سیدہ صبا مسعودی

مآخذ ومراجع:

(ا)

- ......آبادشاہ پوری: حضرت مجدد الف ثانی کے سیاسی مکتوبات، مطبوعہ مکتبہ چراغ اسلام، لاہور
- ......آدم بنوری، سید: خلاصۃ المعارف فی اسرار العقائد ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۵ء تا ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء مخطوطہ نمبر ۱۸۹۲، انڈیا آفس لائبریری، لندن
- ......آرتھر بیولر سالم یوسف، ڈاکٹر: پیغمبر اسلام کے وارث صوفیہ (انگریزی)، امریکہ
- ......آرتھر بیولر سالم یوسف، ڈاکٹر: فہارس تحلیلی ھشتگانہ مکتوبات احمد سرہندی، مطبوعہ اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور، ۲۰۰۱ء
- ......ابراہیم دروبی، شیخ: شیخ الاسلام سیدنا عبدالقادر الکیلانی واولادہ، مطبوعہ کراچی
- ......ابن ابی العوام: فضائل ابی حنیفہ
- ......ابن ابی الوفا: الدر المنیفہ فی الرد علی ابن شیبہ عن الامام ابی حنیفہ
- ......ابن تیمیہ: اقتضاء الصراط المستقیم (قلمی)
- ......ابن تیمیہ: نکھری ہوئی توحید (ترجمہ)
- ......ابن حجر، علامہ: لسان المیزان

- ......ابن الضیاء المکی: **مناقب الامام الاعظم ابی حنیفه**
- ......ابن عطاء سکندری: شرح الحکم
- ......ابن عابدین دمشقی، علامہ: **رسالة الفوائد العجیبه**، مطبوعہ مکہ مکرمہ
- ......ابن عابدین شامی، علامہ: **سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی**
- ......ابن عابدین شامی، علامہ: **رد المحتار**
- ......ابن عربی، شیخ: **الفتوحات المکیه**
- ......ابن یحییٰ منیری، شیخ: **سہ صدی مکتوبات**
- ......ابوبکر احمد بن حسین بیہقی: **شعب الایمان**، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان ۱۹۹۰ء
- ......ابوبکر احمد بن حسین بیہقی: **کتاب الزهد**
- ......ابوبکر محمد بن احمد السرخسی: **اصول السرخسی، مطبوعه دار المعرفة، بیروت**
- ......ابوبکر صدیق: مقالۂ ڈاکٹریٹ (ڈھاکہ یونیورسٹی، ڈھاکہ، بنگلہ دیش)
- ......ابوالحسن زید فاروقی، مولانا: سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ، مطبوعہ لاہور
- ......ابوالحسن زید فاروقی، مولانا: **القول السنی فی الذب عن الشیخ عبدالغنی** (۱۳۶۰ھ)
- ......ابوالحسن زید فاروقی، مولانا: حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، مطبوعہ دہلی
- ......ابوالحسن زید فاروقی، مولانا: وحدۃ الوجود، مطبوعہ دہلی ۱۹۷۱ء
- ......ابوالحسن زید فاروقی، مولانا برہان احمد فاروقی، ڈاکٹر: کلیات باقی باللہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء
- ......ابوالحسن علی ندوی: تاریخ دعوت وعزیمت، مطبوعہ کراچی
- ......ابوسعید نورالدین، ڈاکٹر: اسلامی تصوف اور اقبال، مطبوعہ اقبال اکیڈمی پاکستان کراچی ۱۹۵۹ء
- ......ابوسہل محمد السہروردی: **التلویح فی شرح الفصیح**
- ......ابوطاہر بن کمال ملتانی: عمدۃ الاسلام
- ......ابوعبداللہ مکحول بن عبداللہ الشامی: **المسائل فی الفقه**
- ......ابوعلی حسن بن علی مکی عجمی: **العضب الهندی لاستیصال کفریات احمد السرهندی**، ۱۰۹۳ھ

- ......ابوالفضل جمال الدین محمد مصری: لسان العرب، مطبوعه ایران ۱۴۰۵ھ
- ......ابوالفضل: اکبرنامہ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء
- ......ابوالفداء ابن کثیر: البدایہ والنہایہ، مطبوعہ محمد سعید زغلول، دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان ۱۹۸۷ء
- ......ابوالقاسم محمد عتیق: حرمت سود
- ......ابوالکلام آزاد: تذکرہ، مرتبہ فضل الدین احمد مرزا، مطبوعہ البلاغ پریس، کلکتہ
- ......ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر: اقبال اور مسلک تصوف، مطبوعہ اقبال اکیڈمی پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء
- ......ابوالنصر عبداللہ بن علی سراج طوسی: کتاب اللمع فی التصوف
- ......ابی بکر قاضی ابن شہید: طبقات الشافعیہ، مطبوعہ عبدالعلیم خان، حیدرآباد دکن، ۱۹۷۹ء
- ......احسان اللہ گورکھپوری، علامہ: مجدد الف ثانی
- ......احمد ارشاد، شیخ: بلاسود بینکاری
- ......احمد البشیشی مصری شافعی، علامہ شیخ: رسالہ فی تائید حضرت مجدد الف ثانی
- ......احمد بن حجر مکی: الخیرات الحسان
- ......احمد بن دین کاتب: تاریخ جدید یزد، مطبوعہ ایرج افشار، تہران، ۱۳۴۵ھ
- ......احمد بن علی خطیب بغدادی، حافظ: تاریخ بغداد، جلد نمبر ۲۲
- ......احمد بن محمد حضراوی مکی، شیخ: نفحات الرضا
- ......احمد بن محمد حضراوی مکی، شیخ: القبول فی فضائل المدینہ
- ......احمد بن محمد حضراوی مکی، شیخ: زیارۃ الرسول
- ......احمد بن محمد حضراوی مکی، شیخ: نزھۃ الفکر، فیما مضیٰ من الحوادث والعبر فی تراجم رجال القرن الثانی عشر والثالث عشر، تحقیق محمد مصری، طبع اوّل ۱۹۹۶ء، وزارت ثقافت، دمشق
- ......احمد بن مصطفیٰ طاش کبری زادہ: مفتاح السعادۃ، مطبوعہ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۹۸۵ء
- ......احمد بن مصطفیٰ طاش کبری زادہ: شرح المقدمۃ الجزریہ، مطبوعہ مطبع میریہ، مکہ مکرمہ

- ......احمد حسین، مولانا: حضرات القدس (ترجمہ) مطبوعہ لاہور ۱۳۴۳ھ
- ......احمد حسین خاں، خواجہ: جواہر مجددیہ، مطبوعہ ادارہ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۲ء
- ......احمد حسن دہلوی، شیخ: **تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوٰۃ**، المجلس العلمی لاہور
- ......احمد خان، ڈاکٹر: **معجم المطبوعات العربیہ فی شبہ القارۃ الھندیہ الباکستانیہ**، مطبوعہ ریاض، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء
- ......احمد دحلان، علامہ: **اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب**
- ......احمد؛ ذہبی: **مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبیہ**
- ......احمد رضا خاں، امام: **الدولۃ المکیہ**
- ......احمد رضا خاں، امام: ملفوظات، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور
- ......احمد رضا خاں، امام: رسائل رضویہ، مکتبہ حامدیہ، لاہور ۱۹۸۸ء
- ......احمد رضا خاں، امام: مقال العرفاء باعزاز شرع وعلماء، ۱۳۳۷ھ، مطبوعہ بزم قاسمی، کراچی
- ......احمد رضا خاں، امام: تمہید ایمان مع حسام الحرمین، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور
- ......احمد رضا خاں، امام: **حسام الحرمین**، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور
- ......احمد رضا خاں، امام: فتاوٰی رضویہ، جدید ایڈیشن (تخریج شدہ) مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور
- ......احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات شریف جلد اوّل 'در المعرفت'' مرتبہ خواجہ یار محمد، (۱۰۲۶ھ)
    - ☆ مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء
    - ☆ مطبوعہ مطبع مجددی، امرتسر ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء
    - ☆ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء (ترجمہ اردو)
- ......احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات شریف جلد دوم ''نور الخلائق'' مرتبہ خواجہ عبدالحیٔ (۱۰۲۸ھ)
    - ☆ مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء
    - ☆ مطبوعہ مطبع مجددی، امرتسر ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء
    - ☆ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء (ترجمہ اردو)

- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات شریف، جلد سوم، معرفۃ الخلائق، مرتبہ خواجہ محمد ہاشم کشمی برہانپوری، ۱۰۳۱ھ
  - ☆ مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء
  - ☆ مطبوعہ مطبع مجددی، امرتسر ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء
  - ☆ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء (ترجمۂ اردو)
- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات شریف، جلد اول، دوم، سوم (مترجم)
  - ☆ مولوی عبدالرحیم، مطبوعہ روز بازار اسٹیم پریس، امرتسر ۱۳۳۰ھ
  - ☆ مولانا محمد سعید نقشبندی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۲ء
  - ☆ سید زوّار حسین شاہ، مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۸ء، ۱۹۹۳ء
  - ☆ قاضی عالم الدین نقشبندی، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء
- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات شریف مطبوعہ باہتمام لالہ اسرار محمد خاں، گارڈن ویسٹ کراچی
- ۞ ......احمد النقشبندی الفاروقی: مکاتیب قدسیہ، عربی ترجمہ الشیخ یونس النقشبندی، "تعریب المکتوبات الصوفیه"
- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: رسالہ رد روافض (فارسی)
- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: اثبات النبوۃ (اردو) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، مطبوعہ ادارۂ مجددیہ کراچی، ۱۹۸۴ء
- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: مبداء و معاد، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء
- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: مکاشفاتِ غیبیہ، مطبوعہ ادارہ مجددیہ کراچی، ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء
- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: معارفِ لدنیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء
- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: شرح رباعیات خواجہ بیرنگ، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء
- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: رسالہ اثبات النبوۃ، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء
- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: رسالہ دررد شیعہ، مطبوعہ رام پور، ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء
- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: رسالہ تہلیلیہ، مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء
- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: رسالہ تعیین ولاتعیین
- ۞ ......احمد سرہندی، شیخ: رسالہ مقصود الصالحین

- ......احمد سرہندی، شیخ: رسالہ درمسئلہ وحدۃ الوجود
- ......احمد سرہندی، شیخ: آداب المریدین
- ......احمد سرہندی، شیخ: رسالہ جذب وسلوک
- ......احمد سرہندی، شیخ: رسالہ علم حدیث
- ......احمد سعید خازن دار: فهرس المخطوطات العربيه المصوره الموجوده بمكتبة المخطوطات بجامعة الكويت، مطبوعہ جامعہ کویت، ۱۹۸۹ء
- ......احمد شہاب الدین ابن حجر الہیتمی: الفتاوىٰ الحديثيه، مطبوعہ نور محمد کتب خانہ، کراچی
- ......احمد طاہری عراقی: انيس الطالبين وعدة السالكين، نقل از قدسیہ، مقدمہ وتصحیح، مطبوعہ کتاب خانہ ظہوری
- ......احمد علاونہ: ذيل الاعلام، مطبوعہ دار المنارہ، جدہ، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء
- ......احمد ملاجیون: نور الانوار، مطبوعہ نور محمد کتب خانہ، کراچی
- ......ارشاد الحق اثری: توضيح الكلام، مطبوعه ادارهٔ علوم اثريه، فيصل آباد، ۱۹۸۷ء
- ......اسمٰعیل بن حماد الجوہری: الصحاح، مطبوعہ بیروت، ۱۹۵۶ء
- ......اسمٰعیل حقی المناستری: مواهب الرحمن فی مناقب الامام ابی حنيفة النعمان،

  اشرف جہاں گیر سمنانی: شیخ: لطائف اشرفی
- ......اکبر حسین قریشی، ڈاکٹر: مطالعہ تلمیحات واشارات اقبال، مطبوعہ اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۶ء
- ......البنانی: حاشيه البنانی علىٰ جمع الجوامع، مطبوعہ مطبع اصح المطابع، بمبئی

  ......اقبال احمد اختر القادری، ڈاکٹر، امام ربانی کی تحریک اصلاح تصوف، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۳ء
- ......الشمس الدین محمد ذھبی: سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ جماعۃ المحققین، بیروت، ۱۹۸۸ء
- ......المولیٰ اسمٰعیل الحقی: تفسیر روح البیان
- ......الیاس انطون الیاس: القاموس المدرسی، مطبوعہ دار الاشاعت، کراچی ۱۹۴۷ء
- ......الواعظ البغدادی: المطالب المنيفة فی الذب عن الامام ابی حنيفه
- ......امیر حسن دہلوی: فوائد الفواد

- ......امیر خسرو: افضل الفوائد
- ......امام مناوی: فیض القدیر
- ......انور اقبال قریشی، ڈاکٹر: اسلام اور سود
- ......انصار محمد، ڈاکٹر: مکتوبات امام ربانی کی تاریخی تعیین (مقالہ ڈاکٹریٹ، سندھ یونیورسٹی ۱۹۹۳ء)
- ......انعام الحق کوثر، ڈاکٹر: تذکرہ صوفیائے بلوچستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء
- ......این میری شمل، ڈاکٹر: برصغیر میں اسلام (انگریزی)
- ......ابوبکر صدیق ڈاکٹر: Shaykh Ahmad Sirhindi and his Reforms (1896) (مقالہ ڈاکٹریٹ، ڈھاکہ یونیورسٹی)
- ......ابوالحسن زید فاروقی، مولانا: کلیاتِ باقی باللہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۸ء
- ......ابوالحسن زید فاروقی، مولانا: وحدۃ الوجود، مطبوعہ دہلی، ۱۹۷۱ء
- ......احمد سرہندی، شیخ، اثباۃ النبوۃ (ترجمہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں) مطبوعہ، حیدر آباد، سندھ

(ب)

- ......بابر بیگ مطالی، ڈاکٹر: مقالہ ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
- ......بابر بیگ مطالی، ڈاکٹر: مکتوبات مجدد الف ثانی/ تخریج احادیث (مقالہ ڈاکٹریٹ پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۹۲ء
- ......باقی باللہ، خواجہ: رسالہ سلسلۃ الاحرار
- ......بدرالدین سرہندی، شیخ: حضرات القدس، مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء، مطبوعہ مکتبۂ نعمانیہ سیالکوٹ ۱۴۰۳ء
- ......بدرالدین سرہندی، شیخ: مجمع الاولیاء (۱۰۴۳ھ/۱۶۳۴ء) مخطوطہ نمبر ۱۶۴۵، انڈیا آفس لائبریری، لندن
- ......بدرالدین سرہندی، شیخ: درجات الابرار
- ......بدرالدین سرہندی، شیخ: روائح
- ......بدرالدین سرہندی، شیخ: سیر احمدی

- ......بدرالدین سرہندی، شیخ: فتوح الغیب
- ......بدرالدین سرہندی، شیخ: کراماتِ اولیاء
- ......بدرالدین سرہندی، شیخ: وصال احمدی
- ......برہان احمد فاروقی، ڈاکٹر: حضرت مجدد کا نظریہ توحید، مقالۂ ڈاکٹریٹ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، بھارت (مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء)
- ......برہان الدین علی المرغیناتی: **الهدایه فی الفروع الحنفیه**
- ......بشیر احمد ڈار: انوار اقبال، مطبوعہ اقبال اکیڈمی، لاہور، ۱۹۷۷ء
- ......بشیر احمد سعدی، سید: دس ولی، مطبوعہ لاہور
- ......بزم اقبال: منشورات اقبال، مطبوعہ بزم اقبال لاہور، ۱۹۸۸ء

(ت)

- ......تفتازانی، علامہ: **شرح التعرف**
- ......تقی الدین احمد مقریزی: **کتاب السلوک معرفة دول الملوک**، مطبوعہ محمد مصطفیٰ زیادة، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ۱۹۳۴ء
- ......تورپشتی، امام: **المیسر شرح مصابیح السنة**
- ......تورپشتی، امام: **المعتمد فی المعتمد**، مطبوعہ استانبول ترکی، ۱۹۹۰ء
- ......تورپشتی، امام: **تحفة السالکین**
- ......تورپشتی، امام: **تحفة المرشدین**
- ......تورپشتی، امام: **مطلب المناسک فی علم المناسک**

(ث)

- ......ثروتِ صولت: ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، مطبوعہ اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۲ء
- ......ثناء اللہ پانی پتی، قاضی: مالابدّ منہ
- ......ثناء اللہ پانی پتی، قاضی: **ارشاد الطالبین**، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء

- ......ثناء اللہ پانی پتی، قاضی: رسالہ احقاق
- ......ثناء اللہ پانی پتی، قاضی: رسالہ در جواب شبہات بر کلام امام ربانی

(ج)

- ......جامی، مولانا: لوائح
- ......جامی، مولانا: نفحات الانس، مطبوعہ کتاب فروشی محمودی، تہران (مصحح مہدی توحیدی پور)
- ......جاوید اقبال، ڈاکٹر: زندہ رود، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۵ء
- ......جاوید اقبال، ڈاکٹر: افکار اقبال (تشریحاتِ جاوید) مطبوعہ اقبال اکیڈمی، لاہور ۱۹۹۴ء
- ......جاوید اقبال مظہری، مولانا: آفتاب ولایت، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۲ء
- ......جاوید اقبال مظہری، مولانا: وصال مجدد الف ثانی، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۲ء
- ......جعفر بلوچ، پروفیسر: اقبالیات اسد ملتانی، مطبوعہ اقبال اکیڈمی، لاہور ۱۹۸۴ء
- ......جلال الدین قادری، علامہ: حضرت مجدد الف ثانی اور ان کا مقام تجدید، مطبوعہ ادارہ مظہر علم لاہور
- ......جمیل اطہر سرہندی: شیخ سرہندی، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء
- ......جعفر برزنجی، علامہ: مولود نامہ
- ......جعفر شاہ پھلواری، مولانا: انٹرنیٹ کی فنی حیثیت
- ......جلال الدین رومی، مولانا: مثنوی مولوی معنوی، مترجم قاضی سجاد حسین، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور
- ......جلال الدین رومی، مولانا: فیہ مافیہ، مطبوعہ تہران ۱۹۲۸ء
- ......جلال الدین سیوطی، امام: **بتييض الصحيفه فى مناقب ابى حنيفه**، مطبوعہ لاہور
- ......جلال الدین سیوطی، امام: **متشابه القرآن**
- ......جلال الدین سیوطی، امام: **جمع الجوامع**، جلد دوم (اردو) مطبوعہ لاہور ۱۴۰۳ھ
- ......جلال الدین سیوطی، امام: **الدر المنشره**
- ......جلال الدین قادری، مولانا: حضرت مجدد الف ثانی اور ان کا مقام تجدید، مطبوعہ ادارہ مظہر علم، لاہور
- ......جمال الدین یوسف: **النجوم الزاهرة**، مطبوعہ دار الکتب المصریہ، قاہرہ

(ح)

- ......حاجی خلیفہ: **کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون**، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۹۹۴ء
  مطبوعہ محمد شرف الدین یالتقایا، بغداد مکتبہ المثنی (مسنون)
- ......حافظ الدین الخوارزمی: **مناقب الامام ابی حنیفہ**
- ......حجۃ اللہ نقشبندی: وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول
- ......حسن بن شیخ مرادمکی، علامہ شیخ: **العرف الندی فی نصرۃ الشیخ احمد سرھندی**
- ......حسن بصری، خواجہ: رسالۃ فی فضل مکۃ
- ......حسن محمد صنعانی، امام: **مشارق الانوار**
- ......حسن علی، ملک: تعلیماتِ مجددیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء
- ......حسین بصری نقشبندی خالدی، شیخ: **الرحمۃ الھابطہ فی تحقیق الرابطہ**، ۱۲۳۷ھ
- ......حسین گردیزی چشتی نقشبندی، مفتی سید: تجلیاتِ مہرانور، مطبوعہ مکتبہ مہریہ، گولڑہ شریف، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء
- ......حسین بن علی، قاضی: اخبار ابی حنیفہ واصحابہ
- ......حمد اللہ مستوفی: تاریخ گزیدہ، مطبوعہ عبدالحسین لوائی، تہران ۱۳۶۲ھ
- ......حمید الدین فراہی: **الامعان فی اقسام القرآن** (مترجم: امین احسن اصلاحی) مطبوعہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ۱۹۷۵ء

(خ)

- ......خطیب خوارزم الموفق بن احمد: **مناقب الامام ابو حنیفہ**
- ......خلیق احمد نظامی، پروفیسر: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی
- ......خلیق احمد نظامی، پروفیسر: سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات
- ......خلیق احمد نظامی، پروفیسر: شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۹۵۰ء

- ......خلیل احمد انبیٹھوی: البراھین القاطعہ، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ، سہارنپور
- ......دہخدا: لغت نامہ، مطبوعہ تہران، ۱۳۴۸ھ و بہ بعد
- ......خیر الدین زرکلی: الاعلام، قاموس تراجم الاشہر الرجال والنساء من العرب والمستعربین والمشرقین، مطبوعہ دار العلم، بیروت، ۱۹۸۴ء

(د)

- ......دارا شکوہ، شہزادہ: سفینۃ الاولیاء، اردو ترجمہ محمد علی لطفی، مطبوعہ نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۷۵ء
- ......داؤد بغدادی، علامہ سید: اشد الجہاد فی ابطال دعوی الاجتہاد، مطبوعہ بمبئی، ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء
- ......داؤد بغدادی، سید: بیان الدین القیم فی تبرئة ابن تیمیہ وابن القیم، مطبوعہ بمبئی، ۱۸۸۹ء
- ......داؤد بغدادی، سید: رسالة فی الرد علی محمود الآلوسی، مطبوعہ بمبئی، ۱۸۸۹ء
- ......داؤد بغدادی، سید: صلح الاخوان من اہل الایمان، مطبوعہ بمبئی، ۱۸۸۹ء
- ......داؤد بغدادی، سید: رونق الصفافی بعض مناقب والد المصطفیٰ، مخطوطہ ریاض یونیورسٹی
- ......داؤد بغدادی، سید: مسلی الواحد، مخطوطہ
- ......داؤد بغدادی، سید: تشطیر البردة
- ......داؤد بغدادی، سید: دوحة التوحید
- ......داؤد بغدادی، سید: الفوائد الجلیلة فی نظم الرسالة الوضعیہ
- ......داؤد بغدادی، سید: مناقب المذاہب الاربعة
- ......داؤد بن یوسف خطیب الحنفی: فتاویٰ غیاثیہ

(ڈ)

- ......ڈی۔ ایم۔ قریشی: بلاسود بینکاری

(ذ)

- ......ذکی محمد مجاہد: **الاعلام الشرقیة فی المائة الرابعة عشر الهجریة**، مطبوعہ دار الغرب الاسلامی، بیروت

(ر)

- ......رازی، امام: مطالب عالیہ
- ......رحمان علی، مولانا: تذکرہ علماء ہند (اردو) مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء
- ......رحیم بخش شاہین، ڈاکٹر: اوراق گم گشتہ، مطبوعہ اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۹ء
- ......رحیم بخش شاہین، ڈاکٹر: ارمغان اقبال، مطبوعہ اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۱ء
- ......رشید احمد، مفتی: احسن الفتاوٰی، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
- ......رفیع الدین، شاہ: رسالہ اذان، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
- ......رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر: خطوط اقبال، مکتبہ خیابانِ ادب، لاہور، ۱۹۷۶
- ......زکریا یحییٰ بن شرف النووی، ریاض الصالحین، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء
- ......رکن الدین: لطائف قدوسی
- ......روزبہان باقلی: تفسیر عرائس البیان
- ......رؤف احمد، شاہ: جواہر علویہ
- ......رؤف احمد، شاہ: درّ المعارف، فارسی (ملفوظات شاہ غلام علی) مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، گجرات ضلع مظفر گڑھ
- ......رئیس احمد جعفری: انوار اولیاء، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور طبع دوم، ۱۹۵۸ء

(ز)

- ......زامباو: معجم الانساب والاسرات الحائمة، مترجم ذکی محمد حسین بک، مطبوعہ بیروت ۱۹۸۰ء
- ......زرکوب شیرازی: ابو العباس معین الدین احمد: شیراز نامہ، مطبوعہ اسمٰعیل مآخذ جوارمی، تہران ۱۳۵۰ھ

- ......زکریا یحییٰ بن شرف النووی: ریاض الصالحین، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء
- ......زید بن علی: المجموع الفقہی

(س)

- ......سبط ابن الجوزی: مرأة الزمان فی تاریخ الاعیان، مطبوعہ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۹۵۱ء
- ......سخاوی، امام: المقاصد الحسنة
- ......سراج احمد، ڈاکٹر: مکتوبات امام ربانی کی سیاسی و معاشرتی اہمیت (مقالۂ ڈاکٹریٹ، سندھ یونیورسٹی)
- ......سراج الدین ابو حسن علی الاوشی الفرغانی: فتاویٰ سراجیہ
- ......سرفراز خاں صفدر: راہِ راست، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ ۱۹۹۵ء
- ......سرفراز خاں صفدر: احسن الکلام، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ ۱۹۹۵ء
- ......سعدی، شیخ: بوستان
- ......سلیم اختر، ڈاکٹر: کلمات الصادقین (انگریزی)
- ......سہیل بخاری، ڈاکٹر: اقبال ایک صوفی شاعر، مطبوعہ مکتبہ اسلوب کراچی، ۱۹۸۸ء
- ......سید احمد، ابوالبرکات علامہ: ۴۰ ارشادات مجدد الف ثانی، مطبوعہ کراچی، ۲۰۰۲ء
- ......سید احمد خاں، سر: آثار الصنادید، مطبوعہ لکھنؤ
- ......سیف الدین، خواجہ: مکتوباتِ سیفیہ، مطبوعہ حیدر آباد سندھ

(ش)

- ......شاہ گل وحدت سرہندی: رسالہ فی منع رفع سبابہ
- ......شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: القول الجمیل ترجمۂ اردو شفاء العلیل ۱۲۶۰ھ، مطبوعہ دہلی
- ......شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: المقالة الوضیہ فی النصیحہ والوصیہ

- ......شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: کلمات طیبات
- ......شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: انفاس العارفین، اردو، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۴ھ
- ......شانی الحال سرہندی: مواہب القیوم فی تائید احمد و معصوم
- ......شبلی نعمانی، مولانا: سیرۃ النعمان، مطبوعہ کراچی
- ......شبلی نعمانی، مولانا: امام غزالی
- ......شبیر احمد عثمانی: فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ الحجاز، کراچی
- ......شبیر حسین شاہ زاہد، پروفیسر سید: عقیدہ ختم نبوت اور مجدد الف ثانی، مطبوعہ گنبد خضرا، پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۰ء
- ......شریف الدین، خواجہ: مکتوبات خواجہ محمد معصوم جلد دوم، مطبع نظامی کانپور، ۱۸۸۷ء
- ......شفیع بریلوی: محمد بن قاسم سے محمد علی جناح تک
- ......شمس الدین احمد، پروفیسر ڈاکٹر: شاہ ہمدان، حیات اور کارنامے، مطبوعہ جان شیخ غلام محمد تاجران کتب مالسیمہ بازار، سری نگر
- ......شمس الدین محمد کوھستانی خراسانی: جامع الرموز
- ......شہاب الدین سہروردی، شیخ: عوارف المعارف، مکتبۃ الوھبیہ، مصر ۱۲۹۲ھ

(ص)

- ......صدر الدین محمد مفتی کشمیری، مولانا: ذکر الصادقین (قلمی) در ذکر خواجہ بزرگ، ریسرچ لائبریری، کشمیر یونیورسٹی
- ......صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب: فتح البیان، مطبوعہ مطبع بولاق مصر ۱۳۰۱ھ
- ......صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب: تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار، مطبوعہ بھوپال، ۱۲۹۸ھ
- ......صدیق حسن خاں، نواب: ابجد العلوم، مطبوعہ بھوپال، ۱۹۷۸ء
- ......صفر احمد مخدومی، شیخ: مقامات معصومی معروف بہ برکات معصومی

۞ ......صفدر حیات صفدر: عہدِ مغلیہ مع دستاویزات، مطبوعہ نیو بک پیلس، لاہور

۞ ......صلاح الدین ناسک: تحریک آزادی

(ض)

۞ ......ضیاء الدین شامی: ملتقط

(ط)

۞ ......طارق مجاہد جہلمی: اہم فکری مسائل، مطبوعہ ورلڈ اسلامک مشن، بریڈ فورڈ برطانیہ، ۱۹۸۴ء

طفیل احمد، سید: جواز سود

۞ ......طلال عطیہ: اخبار البلاد، جدہ

(ظ)

۞ ......ظفر امام: مارکسزم ایک مطالعہ

۞ ......ظہور الحسن شارب، ڈاکٹر: خم خانۂ تصوف، مطبوعہ صابری دار الکتب، لاہور، ۱۹۸۰ء

۞ ......ظہور الدین، شیخ: رموز العاشقین

(ع)

۞ ......عابد حسین عابد سہوانی: **الجذبة الشوقیه الی الحضرة المجددیة**، مطبوعہ شاہی پریس لکھنؤ

۞ ......عارف احمد عبد الغنی: **تاریخ امراء المدینة المنوره**، طبع اوّل ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء، دار کنان، دمشق

۞ ......عارف ریوگری: عارف نامہ (اردو ترجمہ قدیر محمد قریشی)، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۷ء

۞ ......عالم الدین نقشبندی مجددی، مولانا: مکتوبات شریف اردو ترجمہ، مطبوعہ اللہ والے کی قومی دکان لاہور

۞ ......عباس بن صالح تاشقندی، ڈاکٹر: **الطباعة فی المملكة العربیه السعودية**، طبع اوّل، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء

- ......عباس اقبال: جگوزبک نصر ایرانی اور جنگهای صلیبی فرمانده جنگ و واسطه صلح بورد، مقالہ مشمولہ مجلہ اطلاعات، تہران
- ......عبدالاحد شاہ گل وحدت: رسالہ سبیل الرشاد در رد مخالفین
- ......عبدالباری صدیقی: مکتوبات امام ربانی بحیثیت مآخذ ایمانیات، مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۵ء
- ......عبدالباقی نہاوندی: مآثر رحیمی، جلد اوّل مطبوعہ کلکتہ ۱۹۲۴ء
- ......عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: مرج البحرین اردو، مطبوعہ لاہور
- ......عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: اخبار الاخیار اردو، مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ کمپنی، کراچی
- ......عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: تتمہ اخبار الاخیار اردو، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء
- ......عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: شرح سفر السعادۃ
- ......عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: تکمیل الایمان
- ......عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: مدارج النبوت
- ......عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: اشعۃ اللمعات، مطبع تیج کمار لکھنؤ
- ......عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف، مخطوطہ، ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء، مطبوعہ لاہور
- ......عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: مشکوٰۃ المصابیح عربی، شرح لمعات التنقیح، فارسی، شرح اشعۃ اللمعات
- ......عبدالحمید لاہوری: بادشاہ نامہ، مطبوعہ بمبئی ۱۹۶۲ء
- ......عبدالحمید داغستانی، شیخ: حاشیہ علی تحفۃ المحتاج، مطبوعہ مکہ مکرمہ
- ......عبدالحئی کتانی، علامہ سید: فہرس الفہارس والاثبات و معجم المعاجم والمشیخات والمسلسلات، تحقیق ڈاکٹر احسان عباس، مطبوعہ دار الغرب اسلامی، بیروت ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء
- ......عبدالحئی لکھنوی: السعایہ شرح وقایہ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور
- ......عبدالحئی لکھنوی و ابوالحسن علی لکھنوی: نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، طبع اوّل، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء
- ......عبدالحکیم سیالکوٹی، علامہ: دلائل التجوید

۞ ...... عبدالحکیم سیالکوٹی، علامہ: **الکلام المنجی فی ایرادات البرزنجی**

۞ ...... عبدالحکیم انصاری، خواجہ: حقیقت وحدۃ الوجود

۞ ...... عبدالخالق، ڈاکٹر: علم فلسفہ، مطبوعہ عزیز پبلیشرز، اردو بازار، لاہور، ۱۹۸۱ء

۞ ...... عبدالرحمٰن، شیخ: المواعظ

۞ ...... عبدالرحمٰن، شیخ: رسالۃ فی الادب

۞ ...... عبدالرحمٰن، شیخ: **الفتح المبین فی الردعلی تریاق المجین**

۞ ...... عبدالرحمٰن بن محمد سعید دمشقی: النقشبندیہ عرض و تحلیل، مطبوعہ دار طیبہ، ریاض، ۱۹۸۸ء

۞ ...... عبدالرحمٰن بن محمد سعید دمشقی: **حقائق خطیرہ عن الطریقۃ النقشبندیہ**، مطبوعہ دار مسلم ریاض ۱۹۹۸ء

۞ ...... عبدالرسول، صاحبزادہ: تاریخ پاک و ہند، مطبوعہ ایم آر برادرز لاہور، ۱۹۶۵ء

۞ ...... عبدالرشید، میاں: جاوید نامہ سلیس اردو ترجمہ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

۞ ...... عبدالستار دہلوی مکی، شیخ: **نثر المآثر فی ادرکتہ من الاکابر**، مخطوطہ بخط مصنف مخزونہ
بہاء الدین زکریا لائبریری، ضلع چکوال

۞ ...... عبدالسلام صدیقی، مولانا: بشائر الخیرات

۞ ...... عبدالشکور لکھنوی: تذکرۂ امام ربانی

۞ ...... عبدالعزیز دہلوی، شاہ: حواشی بر رسالہ اعتراضات شیخ عبدالحق دہلوی

۞ ...... عبدالغنی دہلوی مدنی، شیخ: **الدرر المکنونات النفیسہ**، جلد اوّل مطبوعہ ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء، جلد دوم سوم ۱۳۱۷ھ

۞ ...... عبدالغنی مجددی، شیخ: **خلاصۃ الجواہر العلویہ**

۞ ...... عبدالغنی مجددی، شیخ: **المسلسل باجابۃ الدعاء فی الملتزم**، مخطوطہ مخزونہ مکتبہ حرم مکی

۞ ...... عبدالغنی مجددی، شیخ: **انجاح الحاجۃ عن سنن ابن ماجہ**، مطبوعہ دہلی، ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء

۞ ...... عبدالغنی نابلسی، شیخ: حدیقۂ ندیہ

۞ ...... عبدالغنی نابلسی، شیخ: کفایۃ العلام، مطبع میریہ، مکہ مکرمہ

- ......عبدالغنی نابلسی، شیخ: **نتیجة العلوم و نصیحة علماء الرسوم فی شرح مقالات السرهندی المعلوم**، مصنفہ ۱۱۱۲ھ مخطوطہ بخط مصنف، مخزونہ دارالکتب ظاہریہ، دمشق
- ......عبدالقادر احمد قرشی: **الجواهر المضیه فی طبقات الحنفیه**، مطبوعہ دائرۃ المعارف عثمانیہ، حیدرآباد دکن
- ......عبدالقادر بدایونی، ملا: منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ، ۱۹۸۹ء
- ......عبدالقادر جیلانی، شیخ سید: سرّ الاسرار
- ......عبدالقادر جیلانی، شیخ سید: غنیۃ الطالبین
- ......عبدالقادر عیسیٰ، شیخ: تصوف کے روشن حقائق، اردو ترجمہ محمد اکرم الازہری، مطبوعہ زاویہ ٹریڈرز، لاہور، ۱۹۹۸ء
- ......عبدالکریم بن ہوازن قشیری، شیخ: الرسالۃ القشیریۃ
- ......عبدالکریم ثمر: ارشادات مجدد، مطبوعہ مکتبہ شیر ربانی، شرقپور شریف
- ......عبدالکریم جیلی: انسانِ کامل
- ......عبدالکریم زیدان: الوجیز فی اصول الفقہ، مطبوعہ فاران اکیڈمی، لاہور
- ......عبداللہ، ڈاکٹر سید: کیا اقبال وجودی تھے؟
- ......عبداللہ، ڈاکٹر سید: مسائل اقبال، مطبوعہ اردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۷ء
- ......عبداللہ آفندی، مولانا: رسالہ فی رفع مطاعن عن الامام الربانی واولادہٗ
- ......عبداللہ ابوالخیر مراد شہید مکی حنفی، شیخ: **نظم الدرر فی اختصار نشر النور والزهر فی تراجم افاضل مكة**، تلخیص وترتیب
- ......شیخ عبداللہ غازی ہندی مکی، مخطوطہ بخط مرتب، عکس مخزونہ، بہاء الدین زکریا لائبریری، ضلع چکوال
- ......عبداللہ ابوالخیر مراد شہید مکی حنفی، شیخ: **المختصر من كتاب نشر النور والزهر فی تراجم افاضل مكة**، تلخیص وترتیب محمد سعید عامودی واحمد علی، طبع دوم، عالم المرمۃ جدہ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء
- ......عبداللہ بن احمد: **كشف الاسرار**، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوازیع، مکہ مکرمہ، ۱۹۸۶ء

- ......عبداللہ بن عبدالرحمٰن معلّمی، شیخ: اعلام المکیین من القرن التاسع الی القرن الرابع عشر الهجری، طبع اوّل، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء مؤسسۃ الفرقان للتراث الاسلامی، لندن
- ......عبداللہ بن عبدالرحمٰن معلّمی، شیخ: معجم مؤلفی مخطوطات مکتبة الحرم المکی الشریف، طبع اوّل ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء شاہ فہد قومی کتب خانہ، ریاض
- ......عبداللہ بن محمد السید مدنی: کشف الآثار الشریفه فی مناقب الامام ابی حنیفه
- ......عبداللہ بن مبارک: کتاب الزہد
- ......عبداللہ جبوری: فهرس المخطوطات العربیه فی مکتبة الاوقاف العامة فی بغداد، طبع اوّل، ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء وزارت اوقاف، بغداد
- ......عبداللہ خویشگی قصوری، مولانا: معارج الولایت
- ......عبداللہ غازی ہندی مکی، شیخ: نشر الدرر فی تذییل نظم الدرر، مخطوطہ بخط مصنف عکس مخزونہ، بہاءالدین زکریا لائبریری، ضلع چکوال
- ......عبداللہ قطب، شیخ: مکتوبات شیخ عبداللہ قطب (قلمی)، مکتوبہ ۸۸۷ھ
- ......عبداللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم: زادالمعاد، تحقیق شعیب الارنوڈا، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۶ء
- ......عبدالماجد دریابادی: تصوف اسلام، مطبوعہ مکتبۂ شاہکار، لاہور، ۱۹۷۷ء
- ......عبدالمجید بن محمد خانی، شیخ: الحدائق الوردیة فی حقائق اجلاء النقشبندیه، مطبوعہ قاہرہ، ۱۳۰۸ھ
- ......عبدالمجید خانی: مقاماتِ سبع
- ......عبدالمجید خانی: وجہ الحل فی جهد المقل
- ......عبدالمجید خانی: السعادة الابریة فیما اجاء به النقشبندیه، مطبوعه مکتبة الحقیقة، استانبول، ترکی، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء
- ......عبدالواحد معینی، سید: مقالات اقبال، مطبوعہ آئینہ ادب، انارکلی، لاہور، ۱۹۸۸ء
- ......عبدالودود خاں: ربا، انٹرنیٹ، سود
- ......عبدالوہاب سبکی: طبقات الشافعیة الکبریٰ، مطبع عبدالفتاح محمد الحلو، قاہرہ، ۱۹۶۴ء

- ✡......عبدالوہاب شعرانی، امام: **طبقات الاولیاء**، مطبوعہ مصر
- ✡......عبدالوہاب شعرانی، امام: **المنح السنیة فی الوصیة المقبولیة**، مطبوعہ مکہ مکرمہ
- ✡......عبدالوہاب شعرانی، امام: **الیواقیت والجواهر**، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۷ء
- ✡......عبدالوہاب موسری نیازی، سید: **نبذة لطیفه فی ترجمه شیخ الاسلام دائود البغدادی**، مطبوعہ بغداد ۱۳۰۵ھ
- ✡......عبیداللہ معروف بہ خواجہ کلاں، خواجہ: مبلغ الرجال
- ✡......عزیز الرحمٰن بجنوری، مفتی: امام اعظم ابوحنیفہ، مطبوعہ لاہور
- ✡......عزیز الرحمٰن بجنوری، مفتی: احسن الفتاوٰی، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
- ✡......عزیز حسن بقائی، حافظ: سیرت باقی
- ✡......عصام الدین ہروی، مولانا: حاشیہ شرح وقایہ
- ✡......عطاء اللہ، شیخ: اقبال نامہ، مطبوعہ شیخ محمد اشرف کشمیری بازار، لاہور، ۱۹۵۱ء
- ✡......علی قاری، ملا: شرح فقہ اکبر، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی
- ✡......علی قاری، ملا: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
- ✡......علی قاری، ملا: **المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع**
- ✡......علی قاری، ملا: **الحزب الاعظم والورد الافخم**، مطبوعہ مکہ مکرمہ
- ✡......علی قاری، ملا: **مناقب الامام اعظم**
- ✡......علی لکھنوی: الامام السرہندی حیاتہٗ واعمالہ، مطبوعہ دارالقلم کویت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء
- ✡......علی ہجویری، داتا گنج بخش: کشف المحجوب اردو مطبوعہ رائٹرز بک کلب لاہور ۱۹۷۷ء
- ✡......علی بن ابوالقاسم زید البیہقی: **المواهب الشریفة فی مناقب الامام ابی حنیفه**
- ✡......علی بن عبدالعزیز المرغینانی: مناقب الامام اعظم
- ✡......عماد الدین ابن کثیر، حافظ: **البدایه والنهایه**، دارالفکر بیروت
- ✡......علاء الدین علی: کنز العمال
- ✡......عماد الدین: حیاۃ القلوب

- ......عماد الاسلام عبد الرحیم: تعلیقات
- ......عمار بن سعید تمالت: فهرس مخطوطات الحديث الشريف وعلومه فی مكتبة الملک عبدالعزیز بالمدينة المنوره، طبع اول ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء مکتبہ عبد العزیز مدینہ منورہ
- ......عمر عبد الجبار مکی: سیر و تراجم بعض علمائنا فی القرن الرابع عشر للهجرة، طبع سوم ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء مکتبہ تہامہ، جدہ
- ......عنایت اللہ نذیر نیازی، ڈاکٹر: مقالہ اردو، دائرۃ المعارف پنجاب یونیورسٹی لاہور
- ......عیسیٰ بن جنید شیرازی: ملتمس الاحیاء (تذکرہ ہزار مراد ترجمہ) طبع نوراوصال، شیراز کتاب خانہ احمدی، ۱۳۶۴ھ
- ......عین القضاۃ ہمدانی: تمہیدات

(غ)

- ......غزالی، امام: کتاب الوسیط
- ......غزالی، امام: احیاء علوم الدین
- ......غزالی، امام: المنقذ من الضلال
- ......غزالی، امام: ایہا الولد (ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحٰق ابڑو)
- ......غلام دستگیر قصوری، مولانا: تحفہ دستگیریہ
- ......غلام رسول سعیدی، علامہ: شرح صحیح مسلم، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور
- ......غلام سرور، مفتی: خزینۃ الاصفیاء
- ......غلام سرور، مفتی: حدیقۃ الاولیاء بہ تحقیق و تعلیق پروفیسر محمد اقبال مجددی، مطبوعہ اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۷۶ء
- ......غلام سرور، صوفی: حضرت مجدد الف ثانی کی دینی و ملی خدمات، مطبوعہ لاہور
- ......غلام صابر قدیری سندیلوی: دامن محبوب، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۹۸۶ء

- ......غلام علی آزاد بلگرامی، شاہ: ایضاح الطریقۃ ۱۲۱۲ھ، مطبوعہ لاہور ۱۳۷۱ھ
- ......غلام علی آزاد بلگرامی، شاہ: سبحۃ المرجان فی آثار هندوستان، مطبوعہ ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء
- ......غلام علی آزاد بلگرامی، شاہ: مآثر الکرام فی تاریخ بلگرام، جلد اوّل مطبوعہ آگرہ ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء
- ......غلام علی آزاد بلگرامی، شاہ: روضۃ الاولیاء
- ......غلام علی آزاد بلگرامی، شاہ: شرح صحیح البخاری
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: فیضان مجددیہ
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: رسالہ در رد اعتراضات شیخ عبدالحق
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: مقاماتِ مظہری ۱۲۱۱ھ/ ۱۷۹۶ء، ترجمہ و تحقیق پروفیسر محمد اقبال مجددی،
  - ☆ مطبوعہ اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۸۳ء
  - ☆ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۹ھ
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: درّ المعارف، مرتبہ شاہ رؤف احمد مجددی ۱۳۳۱ھ
  - ☆ مطبوعہ ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء
  - ☆ مطبوعہ ترجمہ اردو علامہ محمد عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری، نوری بکڈپو، لاہور ۱۹۸۳ء
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: رسائل سبع سیارہ
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: احوال بزرگان
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: مقامات مجدد الف ثانی
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: طریق بیعت واذکار
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: طریقہ شریفہ شاہ نقشبند
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: احوال شاہ نقشبند
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: رسالہ اذکار
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: رد اعتراضات
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: رد مخالفین حضرت مجدد (قلمی)

- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: رسالہ مشغولیہ
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: کمالاتِ مظہری، ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: سلوک راقیہ نقشبندیہ
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: ملفوظات طیبہ، مرتبہ و ترجمہ اردو غلام محی الدین قصوری، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء
- ......غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ: مکاتیب شریفہ، مرتبہ شاہ رؤف احمد مجددی،
  - ☆ مطبوعہ مدراس، ۱۳۳۴ھ
  - ☆ مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۱ھ
  - ☆ مطبوعہ استنبول ترکی، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
- ......غلام محی الدین قصوری، مولانا: ملفوظات چہل روزہ
- ......غلام معین الدین عبداللہ: معارج الولایت (قلمی) ۱۰۹۴ھ، مخزونہ دانشگاہ پنجاب، لاہور
- ......غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر: باقیات باقی، مطبوعہ حیدرآباد
- ......غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر: سندھ کے نقشبندی اولیاء، مطبوعہ غلام مصطفیٰ اکیڈمی، کراچی، ۲۰۰۰ء

(ف)

- ......فخر الدین علی ابن حسین واعظ کاشفی: رشحات عین الحیاۃ، مطبوعہ تہران
- ......فدا علی طالب، مولوی: آئین اکبری، اردو ترجمہ، مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور
- ......فرخ شاہ، مولوی: رسالہ کشف الغطاء عن وجہ الخطاء
- ......ناصر الدین قادری، ڈاکٹر صاحبزادہ: سندھ کے اکابرین قادریہ کی علمی و دینی خدمات (مقالہ ڈاکٹریٹ)، مطبوعہ قادری پبلی کیشنز، سولجر بازار، کراچی
- ......فضل رسول قادری، علامہ: المعتقد المنتقد مع تعلیقہ "**المستند المعتمد بناء نجات الابد**" از امام احمد رضا حنفی، مطبوعہ مکتبہ حامدیہ، لاہور
- ......فضل اللہ نقشبندی قندھاری، حاجی: عمدۃ المقامات، مطبوعہ، خانقاہ مجددیہ، ٹنڈو سائیں داد، حیدرآباد سندھ، ۱۳۵۵ھ

- ......فضل الرحمٰن، ڈاکٹر: انتخابات مکتوبات شیخ احمد سرہندی، مطبوعہ اسلام آباد
- ......فضل احمد لدھیانوی، قاضی: انوار آفتاب صداقت، مطبوعہ لاہور
- ......فقیر محمد جہلمی، مولانا: حدائق الحنفیہ، تحقیق خورشید احمد خان، طبع چہارم ۱۴۰۰ھ، مکتبہ حسن سہیل، لاہور، نولکشور، لکھنؤ
- ......فواد سید: فہرست المخطوطات، مطبوعہ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء مطبع دار الکتب مصریہ، قاہرہ
- ......فیضی: سواطع الالہام
- ......محمد احسان اللہ مجددی: روضۃ القیومیہ، جلد اوّل، مطبوعہ لاہور

(ق)

- ......قاسم محمود سید: شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مطبوعہ مکتبہ شاہکار، لاہور، ۱۹۷۸ء
- ......قاسم بن قطلوبغا: **الاجوبة المضيه عن اعتراضات ابن ابى شيبه على ابى حنيفه**
- ......قشاشی: اسرار المناسک
- ......قطب الدین نہروانی: ادعیۃ الحج والعمرۃ
- ......قطب شہید، سید: سود

(ک)

- ......کاشانی: مصباح الہدایۃ
- ......کریم بخش، مولانا: تعلیماتِ امام اہل سنت
- ......کریم بخش، مولانا: مسئلہ سود
- ......کمال الدین اسمٰعیل: حاشیہ قرۃ کمال قری
- ......کیرانوی، مولانا: اظہار الحق

(گ)

- ......گلزار محمد، خواجہ: گلزار معانی، مطبوعہ خواجہ بک ڈپو اردو بازار، لاہور
- ......گوہر رحمٰن، مولانا: حرمت سود، اشکالات کا علمی جائزہ

(ل)

- ......لوئیس معلوف: المنجد، مطبوعہ دار المشرق، بیروت، ۱۹۷۳ء

(م)

- ......ماوردی، امام: ادب الدنیا والدین
- ......ملا مراد: مکاتیب طیبہ (عربی)
- ......مجد الدین: سفر السعادۃ، فیروز آبادی
- ......محسن ترھتی، مولانا: الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی، مطبوعہ دہلی ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء
- ......محشر بدایونی: روضۂ صفا
- ......محمد ابن وضاح القرطبی: البدع والنھی عنھا، تحقیق محمد احمد، مطبوعہ دار الصفا، القاہرہ، ۱۹۹۰ء
- ......محمد ابوزہرہ مصری: ابوحنیفہ، آراء فقہ
- ......محمد ابوزہرہ مصری: اصول الفقہ، مطبوعہ دار الفکر العربی، بیروت
- ......محمد احسان اللہ مجددی: روضۃ القیومیہ، جلد اول مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور
- ......محمد احمد درنیقہ، ڈاکٹر: الطریقۃ النقشبندیہ واعلامھا، طبع اول ۱۹۸۷ء مطبع جروس برس،
  طرابلس، لبنان
- ......محمد اسحٰق بھٹی: فقہائے ہند، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء
- ......محمد اسلم، پروفیسر: دین الٰہی اور اس کا پس منظر، مطبوعہ ندوۃ المصنّفین، سمن آباد، لاہور،
  ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء
- ......محمد اسمٰعیل نقشبندی، ڈاکٹر: سیرت نقشبند، مطبوعہ ۱۹۱۷ء

۞......محمد اشرف، خواجہ: **حل المغلقات فی الرد علی اهل الضلالات**

۞......محمد اعظم، خواجہ: تاریخ کشمیر اعظمی، مطبوعہ لاہور، ۱۳۰۳ھ

۞......محمد اقبال، ڈاکٹر: ضرب کلیم، مطبوعہ لاہور، ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء

۞......محمد اقبال، ڈاکٹر: جاوید نامہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۷ء

۞......محمد اقبال، ڈاکٹر تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ (اردو ترجمہ سید نذیر نیازی) مطبوعہ لاہور، ۱۹۵۸ء

۞......محمد اقبال، ڈاکٹر: بال جبریل، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء

۞......محمد اقبال، ڈاکٹر: تاریخ تصوف، مطبوعہ اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۷۷ء

۞......محمد اقبال، ڈاکٹر: کلیات اقبال (فارسی) مطبوعہ اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۹۰ء

☆ شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۹۱ء

۞......محمد اقبال، ڈاکٹر: کلیات اقبال (اردو) مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۱ء

۞......محمد اقبال، ڈاکٹر مثنوی پس چہ باید کرد، مطبوعہ لاہور

۞......محمد اقبال مجددی، پروفیسر: مقدمہ ملفوظات شریفہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

۞......محمد اقبال مجددی، پروفیسر: احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۲ء

۞......محمد اقبال مجددی، پروفیسر: مکاتیب مظہر جاناجاناں، مطبوعہ لاہور

۞......محمد اقبال: پاکستانی معیشت میں بلاسود اسکیم کے نفاذ کا جائزہ

۞......محمد اکرم خاں: بلاسود بینکاری

۞......محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، مطبوعہ بمبئی، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۸ء

۞......محمد امین بدخشی، مولانا: **المفاضله بین الانسان والکعبه**

۞......محمد امین بدخشی، مولانا: مناقب الحضرات (۱۰۷۰ھ)، مخطوطہ مکتوبہ ۱۱۴۰ھ/۱۲۷۲ء، برٹش میوزیم، لندن

۞......محمد امین بدخشی، مولانا: مناقب آدمیہ وحضرات احمدیہ (۱۰۷۰ھ)، مخطوطہ مکتوبہ ۱۱۴۰ھ/ ۱۲۷۲ء،
برٹش میوزیم، لندن

۞......محمد امین شرقپوری: تذکرہ اولیائے نقشبند، مطبوعہ مقبول اکیڈمی لاہور ۱۳۷۱ھ

۞......محمد امین الطنجلی: **شرح قصیده العمری فی مدح الامام ابی حنیفه**

- ...... محمد ایوب قادری، پروفیسر: مجموعہ وصایا اربعہ، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد
- ...... محمد باقی باللہ، خواجہ: مکتوبات شریف، مطبوعہ لاہور
- ...... محمد برزنجی، سید: رسالہ ایراد البرزنجی
- ...... محمد برزنجی، سید: قدح الزند
- ...... محمد بن ابن نیشاپوری: **مناقب الامام ابی حنیفہ**
- ...... محمد بن ابراہیم الکلشنی: **مناقب الامام ابی حنیفہ**
- ...... محمد بن رسول برزنجی: الناشرہ الناجرہ للفرقۃ الفاجرۃ ۱۰۹۳ھ
- ...... محمد بن عبدالدائم شافعی المعروف بہ ابن بنتِ میلق: قصیدہ ابن بنت میلق
- ...... محمد بن عبداللہ باجورہ: **نشر القلم فی تاریخ مکتبۃ الحرم**، طبع اوّل ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء
شاہ فہد قومی کتب خانہ، ریاض
- ...... محمد بن عمر جاوی، شیخ: **شرح البردۃ**، مطبوعہ مطبع میریہ مکہ مکرمہ
- ...... محمد بن محمود: ملتقی البحار فی شرح المنظومۃ
- ...... محمد بیگ اوزبکی برہانپوری، شیخ: **عطیۃ الوہاب الفاصلہ بین الخطاء والصواب** (قلمی) مصنفہ
۱۰۹۴ھ مکتوبہ ۱۱۹۴ھ/ ۱۷۸۰ء، ایران، پاکستان، اسلام آباد
- ...... محمد پارسا، خواجہ: رسالہ قدسیہ، مطبوعہ مرکز تحقیقات فارسی
- ...... محمد پارسا، خواجہ: فصول ستہ
- ...... محمد تقی عثمانی: تقلید کی شرعی حیثیت، مکتبہ دار العلوم، کراچی ۱۴۱۳ھ
- ...... محمد جمیل احمد شرقپوری، میاں: ماہنامہ نور اسلام (خصوصی نمبرز) شرقپور شریف
- ...... محمد جمیل احمد شرقپوری، میاں: مسلک مجدد الف ثانی، مطبوعہ انجمن حزب الرسول دار المبلغین،
شرقپور شریف

...... [illegible] جمیل بن ابوتراب بدخشی حارثی کشمیری: منتخب العقائد (۱۰۱۶ھ) قلمی، مملوکہ خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور

- ...... [illegible] مولوی: اوراق رحمانی ترجمہ اردو مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مولوی امام الدین تاجر کتب،
لاہور، ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء

- ......محمد حسین آسی پروفیسر: حضرت مجدد الف ثانی کی مجددیت و قیومیت، مطبوعہ مکتبہ شاہ نقش لاثانی، سیالکوٹ ۱۹۹۹ء
- ......محمد حلیم: مجدد اعظم، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء
- ......محمد حمید اللہ، ڈاکٹر: امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی
- ......محمد حیات سندھی: رسالہ رد بدعات
- ......محمد خلیل مرادی، شیخ: سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر، تحقیق اکرم حسن علی، طبع اوّل ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء دار صاد، بیروت
- ......محمد رفیق افضل: گفتار اقبال، ادارۂ تحقیقات پاکستان پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۸۶ء
- ......محمد ریاض صالح: فهرس مخطوطات دار الکتب الظاهرية، قسم التصوف، مطبوعہ مجمع اللغۃ العربیہ، دمشق، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء
- ......محمد سعید، خواجہ: رسالہ فی منع رفع سبابہ
- ......محمد سعید احمد نقشبندی، مولانا: امام ربانی مکتوبات کی روشنی میں، مطبوعہ مکتبۂ حامدیہ، لاہور، ۱۹۸۸ء
- ......محمد سعید احمد مجددی: البینات شرح مکتوبات، مطبوعہ تنظیم الاسلام پبلی کیشنز، گوجرانوالہ
- ......محمد سعید رمضان بوطی: هذا والدی، مطبوعہ دار الفکر، دمشق، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء
- ......محمد سلیمان ندوی: عرب و ہند کے تعلقات، مطبوعہ الہ آباد ۱۹۳۰ء
- ......محمد شفیع، ڈاکٹر: صنادید سندھ
- ......محمد شفیع تھانوی، مفتی: ختم نبوت، مطبوعہ ادارہ المعارف، کراچی، ۱۹۸۴ء
- ......محمد شفیع، مفتی: مسئلہ سود
- ......محمد شہاب الدین رضوی: علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام، مطبوعہ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء، رضا اکیڈمی، بمبئی
- ......محمد صبغۃ اللہ سرہندی، خواجہ: رسالہ رد منکران حضرت مجدد
- ......محمد صادق کشمیری: کلمات الصادقین
- ......محمد صادق کابلی، مولانا: حیاتِ باقی (ترجمہ اردو مولانا ابو الحسنات سید محمد دہلوی، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی) لاہور

- ......محمد صالح الزواوی نقشبندی المحودی، شیخ: **نفائس السانحات فی تذیيل الباقيات الصالحات،** مطبوعہ مکہ مکرمہ ١٣٠٠ھ/١٨٨٢ء
- ......محمد صالح گجراتی: رسالہ اشتباہ
- ......محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر: بلا سود بینکاری
- ......محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر: بلا سود معیشت اور اسلامی بینکاری
- ......محمد ظفر الدین رضوی، علامہ: حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ لاہور
- ......محمد عبد الاحد: مجموعہ حالات و مقامات امام ربانی، مطبوعہ مطبع مجتبائی، لاہور، ١٩٨٨ء
- ......محمد عبد الحکیم خاں اختر شاہجہان پوری، علامہ: سنن ابن ماجہ مترجم، مطبوعہ لاہور ١٩٨٠ء
- ......محمد عبد الحکیم خاں اختر شاہجہان پوری، علامہ: صحیح بخاری مترجم، مطبوعہ لاہور ١٩٨٢ء
- ......محمد عبد الحکیم خاں اختر شاہجہان پوری، علامہ: صحیح بخاری مترجم، مطبوعہ لاہور ١٩٨٢ء
- ......محمد عبد الحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری، علامہ: سنن ابی داؤد مترجم، مطبوعہ لاہور، ١٩٨٣ء
- ......محمد عبد الحکیم خاں اختر شاہجہان پوری، علامہ: تجلیاتِ امام ربانی، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور، ١٩٧٨ء
- ......محمد عبد الحکیم خاں اختر شاہجہان پوری، علامہ: حضرت امام اعظم حضرت مجدد الف ثانی کی نظر میں، مطبوعہ: مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور ١٩٨٥ء مرکزی مجلس رضا، لاہور ١٩٩٦ء
- ......محمد عبد اللہ قریشی: اقبال بنام شاد، مطبوعہ بزم اقبال، لاہور، ١٩٨٦ء
- ......محمد علاء الدین الحنفی الحصکفی: **درمختار فی شرح تنویر الابصار**
- ......محمد علی، چوہدری: ظہور پاکستان
- ......محمد علی صدیقی: امام اعظم اور علم حدیث
- ......محمد علی مغربی: **اعلام الحجاز فی القرن الرابع عشر للهجرة،** طبع دوم ١٤١٥ھ/١٩٩٤ء، مطابع دار البلاد جدہ
- ......محمد علیم الدین نقشبندی، مفتی: خانقاہ مجددی کا علمی ماحول، مطبوعہ جہلم
- ......محمد عمر زمخشری: **شقائق النعمان فی مناقب النعمان**
- ......محمد عبید اللہ اسعدی، مولانا: الربا

- ......محمد علیم الدین نقشبندی، مفتی: خانقاہ مجددی کا علمی ماحول، مطبوعہ جہلم
- ......محمد غوثی: اذکار ابرار ۱۳۲۶ھ، ترجمہ گلزار ابرار ۱۰۲۲ھ، مطبوعہ ۱۳۲۸ھ ترجمہ: فضل احمد جیوری ۱۳۹۵ھ، مطبوعہ اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء
- ......محمد فرخ، شیخ: رسالہ فی نفی رفع سبابہ
- ......محمد فرخ بن خواجہ محمد سعید سرہندی: كشف الغطاء عن اذهان الاغبياء
- ......محمد فرمان ایم۔اے، پروفیسر: انتخاب مکتوبات شیخ احمد سرہندی، مطبوعہ اسلام آباد
- ......محمد فضل الرحمٰن: تجارتی سود
- ......محمد قاسم، ہندوشاہ: تاریخ فرشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء
- ......محمد قزوینی: تعلیقہ "شد الازار" مؤلفہ جنید شیرازی
- ......محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: روح اسلام، مطبوعہ ادارۂ مسعودیہ کراچی ۱۹۹۶ء
- ......محمد مبارک، شیخ: غنا الهزار فی محاورة الليل والنهار
- ......محمد مبارک، شیخ: مقامة فی المفاخرة بين الغربة والاقامة
- ......محمد مبارک، شیخ: لوعة الضمائر فی رثاء عبدالقادر
- ......محمد مبارک، شیخ: المقامة اللغوية والمقالة الادبية
- ......محمد مبارک، شیخ: المقامات العشر لطلبة العصر
- ......محمد مبارک، شیخ: بهجة الرائح والغاوى فی احاسن محاسن الوادى
- ......محمد مبارک، شیخ: معارج الارتقاء الى سماء الانشاء
- ......محمد مبارک، شیخ: غريب الانباء فی مناظرة الارض والسماء، مطبوعه دمشق ۱۳۰۲ھ
- ......محمد مراد دمشقی، علامہ شیخ: سلك الدرر فی وفيات اهل القرن الثانی عشر
- ......محمد مراد قازانی، شیخ: الدرر المكنونات النفيسه جلد اوّل ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء، جلد دوم سوم ۱۳۱۷ھ
- ......محمد مراد قازانی، شیخ: احوال الامام الربانی (مصنفہ ۱۳۰۹ھ)، ترمیم واضافات از مصنف ۱۳۱۴ھ
- ......محمد مراد کاشمیری: رسالہ رد منکران حضرت مجدد

- ...... محمد مراد منزلوی: ترجمہ عربی مکتوبات شریف، مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۳۱۶ھ
- ...... محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی، سید: تاج العروس، مطبوعہ دارالھدایہ للطباعة والنشر والتوزیع، ۱۹۸۷ء
- ...... محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: سیرت مجدد الف ثانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ۱۹۷۶ء
- ...... محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: صراط مستقیم، مطبوعہ ادارہ مسعودیہ، کراچی، ۱۹۹۶ء
- ...... محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: نئی نئی باتیں، مطبوعہ ادارہ مسعودیہ، کراچی،
- ...... محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: مجدد ہزارۂ دوم، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۷ء
- ...... محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تجلیات امام ربانی، ادارہ مظہر اسلام، لاہور، ۲۰۰۱ء
- ...... محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حضرت مجدد الف ثانی، حیات وافکار وخدمات، مطبوعہ ادارہ مسعودیہ، کراچی
- ...... محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال، مطبوعہ سیالکوٹ
- ...... محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حضرت مجدد الف ثانی کے ڈاکٹر محمد اقبال پر اثرات (انگریزی)، مطبوعہ کراچی
- ...... محمد مسرور احمد، ابوالسرور: راہِ ہدایت، مطبوعہ ادارہ مسعودیہ، کراچی
- ...... محمد مظہر اللہ شاہ، مفتی: تحدیث نعمت، مطبوعہ ادارہ مظہر اسلام، لاہور
- ...... محمد مظہر مجددی دہلوی، شاہ: الدرر المنظم
- ...... محمد مظہر مجددی دہلوی، شاہ: مقامات احمدیہ ومقامات سعیدیہ، مطبوعہ درا کمل المطابع دہلی ۱۲۸۲ھ
- ...... محمد مفید: جامع مفیدی، مطبع ایرج افشاء ایران
- ...... محمد میاں: علمائے ہند کا شاندار ماضی، حصہ اوّل مطبوعہ مرادآباد ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء دلی پرنٹنگ پریس، دہلی
- ...... محمد معصوم، خواجہ: مکتوباتِ معصومی، ترجمۂ اردو مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء
- ...... محمد معروف بہ ابن البزاز الکردی: المناقب
- ...... محمد معین ٹھٹھوی، مخدوم: بهجة النضار فی برأة الابرار
- ...... محمد ناصر الدین الہانی: صفة صلاة النبی، مکتبہ المعارف، ریاض، ۱۹۹۱ء
- ...... محمد نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر: غیر سودی بینکاری
- ...... محمد ہادی، شیخ: رسالہ رد مخالفین حضرت مجدد

- ......محمد ہاشم، شیخ: زبدۃ المقامات، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۴۰۷ء (اردو ترجمہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں)
- ......محمد ہاشم کشمی، خواجہ: نسمات القدس من حدائق الانس (قلمی)، ۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء
- ......محمد ہاشم کشمی، خواجہ: برکات الاحمدیہ الباقیہ
- ......محمد ہاشم خافی خاں: منتخب اللباب (ترجمۂ اردو) مطبوعہ کراچی، ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء
- ......محمد یحییٰ، شاہ: اثبات رفع سبابہ
- ......محمد یحییٰ، خواجہ: رسالہ در رد معترضین حضرت مجدد
- ......محمد یوسف بنوری: معارف السنن، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی، ۱۳۹۸ھ
- ......محمود احمد قادری، مولانا: مکتوبات امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور، ۱۹۹۶ء
- ......محمود احمد کانپوری، مولانا: تذکرہ علماء اہل سنت (بھارت) مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، فیصل آباد، ۱۹۹۲ء
- ......محمود احمد، شیخ: اسلام کا نظریہ سود اور بینکاری
- ......محمود احمد، شیخ: سود کی متبادل اساس
- ......محمود احمد غازی، ڈاکٹر: اسلام میں ربا کی حرمت اور بلاسود سرمایہ کاری
- ......محمود بن صبغۃ اللہ مدراسی: السلک المعظم علی الدرر المنظم، مطبوعہ مدراس، ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء
- ......مراد منزلوی قازانی، شیخ: تاریخ قازان وبلغار
- ......مراد منزلوی قازانی، شیخ: مشایخ حزب الرحمٰن
- ......مراد منزلوی قازانی، شیخ: تاریخ روس
- ......مراد منزلوی قازانی، شیخ: رشحات عین الحیاۃ، مطبوعہ میریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۷ھ
- ......مراد منزلوی قازانی، شیخ: نفائس السانحات فی تذییل الباقیات الصالحات
- ......مستقیم زادہ: مناقب الامام ابی حنیفہ
- ......مسلم بن حجاج نیشاپوری: الصحیح ومع شرح الکامل للنووی، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۹۵۶ء

- ......مشتاق احمد: مسئلہ سود
- ......مظفر حسین ملاٹھوی: بلاسود بینکاری
- ......مظہر الدین فاروقی: مناقب احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ، مطبوعہ دہلی ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۷ء
- ......معتمد خاں بخشی: اقبال نامہ
- ......معتمد خاں بخشی: اقبال نامہ جہانگیری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء
- ......معصوم علی شاہ: طرائق الحقائق
- ......موفق بن احمد مکی، علامہ: مناقب للموفق، جلد دوم
- ......موفق بن احمد مکی، علامہ: مناقب الامام الاعظم، جلد دوم
- ......مناظر احسن گیلانی: مقالات احسانی، مطبوعہ کراچی
- ......مناظر احسن گیلانی: رسالہ الفرقان لکھنؤ، مجدد الف ثانی نمبر، دوسرا ایڈیشن
- ......منظور احمد نعمانی: تذکرۂ مجدد الف ثانی، مطبوعہ لکھنؤ
- ......مہر علی نواز پوری: رسالہ فی بشارہ لاصل الاشارہ

(ن)

- ......ناصر الدین عیسیٰ کرمانی: **سمط العلی للحضرة العلياء**، مطبوعہ عباس اقبال، تہران، ۱۳۳۸ھ
- ......نجم الدین رازی: **مرصاد العباد**
- ......نذیر نیازی، سید: مکتوبات اقبال، مطبوعہ اقبال اکیڈمی، کراچی ۱۹۷۵ء
- ......نزار اباظہ: **تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الهجری**، طبع اوّل دار الفکر، دمشق، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء
- ......نزار اباظہ: **اتمام الاعلام**، طبع اوّل، دار صاد، بیروت، ۱۹۹۹ء
- ......نسیم احمد فریدی، مولانا: خواجہ باقی باللہ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۷۸ء
- ......نسیم احمد فریدی امروہوی: تجلیات امام ربانی (ترجمہ و تلخیص مکتوبات) مطبوعہ مکتبہ سراجیہ، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، ڈیرہ اسمٰعیل خان

- ...... نصراللہ ہوتکی، علامہ: شرح مکتوبات قدسی آیات، مطبوعہ کراچی
- ...... نظام الدین اولیاء، خواجہ: فوائد الفواد
- ...... نظام الدین احمد: طبقات اکبری، لکھنو ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء
- ...... نظام الدین شکار پوری: رد شبہات پلید نابکار
- ...... نعیم احمد، ڈاکٹر: اقبال کا تصور بقائے دوام، مطبوعہ اقبال اکیڈمی' لاہور ۱۹۸۹ء
- ...... نکولس مینوکی: فسانۂ سلطنت مغلیہ، مترجم سید مظفر علی، مطبوعہ آگرہ
- ...... نور احمد، مولانا: مکتوبات شریف (محشی)، مطبوعہ نور کمپنی، انارکلی، لاہور، ۱۹۶۴ء
- ...... نور بخش توکلی، علامہ: الاقوال الصحیحہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۳ھ
- ...... نور الحق، شیخ: ترجمہ صحیح بخاری
- ...... نور الحق، شیخ: زبدۃ التواریخ
- ...... نور الدین جہانگیر، بادشاہ: تزک جہانگیری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۰ء
- ...... نور الحسن تنویر چشتی: ذکر الٰہی مکتوبات کی روشنی میں، مطبوعہ سیالکوٹ

(و)

- ...... وکیل احمد سکندر پوری، مولوی: الکلام المنجی بر دایرادت البرزنجی، مطبوعہ دہلی، ۱۳۱۲ھ
- ...... وکیل احمد سکندر پوری: انوار احمدیہ
- ...... وکیل احمد سکندر پوری: ھدیۂ مجددیہ
- ...... وھبۃ الزحیلی، ڈاکٹر: اصول الفقہ الاسلامی، مطبوعہ دار احسان، ایران، ۱۹۹۷ء

(ہ)

- ...... ہارٹ ورگ، ڈاکٹر: نئی تحقیقات در قرآن
- ...... ہاشمی فرید آبادی: تاریخ مسلمانان پاکستان و ہند، جلد اوّل، مطبوعہ کراچی
- ...... ہدایت علی نقشبندی مجددی، شاہ: درّ لاثانی، اردو تلخیص و ترجمہ مکتوباتِ امام ربانی مطبوعہ اعلیٰ کتاب خانہ، کراچی، ۱۹۶۱ء

- ......ہمایوں عباس شمس ڈاکٹر، محمد: حضرت مجدد کی تفسیری وفقہی خدمات (مقالہ ڈاکٹریٹ ۲۰۰۲ء) بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

(ی)

- ......یحیٰ بن شرف نووی: روضۃ الطالبین، مطبوعہ المکتبۃ التجارۃ، مکۃ المکرمہ
- ......یحیی الدین علی مجیب: الذیل علی طبقات الفقھاء الشافعیۃ الدین الصلاح، مطبوعہ دار البشائر اسلامیہ، بیروت ۱۹۹۲ء
- ......یوسف سلیم چشتی، پروفیسر: شرح بال جبریل، مطبوعہ عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور
- ......یوسف سلیم چشتی، پروفیسر: شرح اسرار خودی، مطبوعہ عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور
- ......یوسف سلیم چشتی، پروفیسر: شرح ارمغان حجاز، مطبوعہ عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور
- ......یوسف سلیم چشتی، پروفیسر: اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش، مطبوعہ مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور ۱۹۸۳ء
- ......یونس بن ابراہیم سامرائی: تاریخ علماء بغداد فی القرن الرابع عشر الھجری، طبع اوّل وزارت اوقاف بغداد ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

رسائل:

- ......ماہنامہ افسانہ، کراچی
- ......ماہنامہ الحقیقہ، شکر گڑھ، شمارہ جون ۲۰۰۱ء
- ......ماہنامہ الحقیقہ، شکر گڑھ، شمارہ جولائی ۲۰۰۱ء
- ......ماہنامہ الحقیقہ، شکر گڑھ، شمارہ جولائی ۲۰۰۲ء
- ......ماہنامہ انوار لاثانی، شمارہ جولائی ۱۹۹۴ء
- ......ماہنامہ سلسبیل، لاہور، شمارہ مئی ۱۹۹۸ء
- ......ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، شمارہ جولائی ۲۰۰۲ء
- ......ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، شمارہ ستمبر ۲۰۰۲ء

۞......ماہنامہ فکرونظر، کراچی، شمارہ ستمبر ۱۹۶۵ء

۞......ماہنامہ فکرونظر، اسلام آباد، شمارہ مارچ ۱۹۸۰ء

۞......ماہنامہ نوراسلام، شرقپور شریف، حضرت مجدد الف ثانی نمبر، جلد اوّل، دوم، جلد سوم، شمارہ جنوری ۱۹۸۸ء

☆......☆......☆

English Books

(A)

۞......Ahmed Sirhindi, Sheikh: *Risala Fi al-Mabda' wa al-ma 'ad.*

۞......Ahmed Sirhindi, Sheikh: *Risala dar Radd-i-Rawafid.*

۞......Abu al-Hassan Zaid Farooqi: *Hazrat Mujaddid and His Critics*, translated into English by Mir Zahid Kamil, Progressive Books, Lahore, 1982.

۞......Anwar Ali Syed: *The real achivement of human life.*

۞......Ali Hamadani, Sheikh: *Dhakhirat al-Muluk*, India Office Library, London.

۞......Aziz Ahmed: *Studies in Islamic Culture.*

۞......Adrian C. mayor: *Pir & Murshid. ...... An Aspect of Religious Leadership in West Pakistan.*

۞......Arthur F. Buehler: *The Indian Naqshandiyya and the Rise of the Mediating Sufi Shaykh.*

۞......Arthur Buehler, *Dr: Sufi Heirs of Prophet*, Columbia, 1998.

۞......Athar Abbas Rizvi, Syed: *A history of Sufism in India*

(B)

۞......Bamber Gaseoigns: *The Great Mughals.*

۞......Brockelmann, C: *Gaschichle der Arahirchen litrature,* Leiden 1942.

۞......Behn, As H: Index Islamic (1665 - 1905), Leiden, Asiyok, 1989.

(C)

۞......Chapre Pran Natth: *Some Aspects of Society and Culture During the Mughal Age.*

۞......Charles Annandale: *The Concise Dictionary*, 1914.

۞......Carl Ernest: Eternal Garden: *Mysticism History and Politics at a South Asia Sufi Center.*

(D)

۞......Dar, B. A.:*Letter & Writings of Iqbal, Iqbal Academy,* Lahore, 1981.

۞......David Damrel:*The Naqshbandi Reaction* (Reconsidered)

۞......David Gilwastin:*Empire and Islam.*

(F)

F)۞......Fowler, F. J *Oxford Dictionary*, London, 1952.

۞......Farid Bukhari, Sheikh: *Relation With Some of the Contemporary Ulema.*

(G)

۞......Graham Bailey, Dr:*Studies in Northern language,* London, 1938.

۞......Garret: *Mughal Rule in India.*

(H)

- Hafiz Malik: *Muslim Nationalism in India and Pakistan*, Washington,1963.
- Hitti, P. K. : *History of Syria*, London, 1951
- *History of India as Told by Historians.*
- Hamilton A. R. Gibb: *Mohammadanism*, New York, 1955.

(I)

- Inam al-Hassan: Central Structure of the Mughal Empire.
- Ishtiaq Hussain Qureshi, Dr: *History of Freedom Movement*, Vol I, Karachi.
- Ishtiaq Hussain Qureshi, Dr: *The Administration of the Mughal Empire.*
- Ishtiaq Hussain Qureshi, Dr: *The Muslim Community of Indo*
- *Pakistan Sub Continent*, Haag 1962.

(J)

- John Ogilive: *Englsih Dictionary*, London 1907.

(K)

- Khaliq Ahmed Nizami: *Nasqhbandi Influence on Mughal Rules and Politics.*

(L)

- Latif Ahmed Sherwani: *Speeches, Writings and Statements of Iqbal.*

- ......Ler Hain, J. G. J: *Followers and Heir of Prophet* (Ahmed Sirhindi) as Mystic, London, 1992.

(M)

- ......Mohammad Iqbal, Dr.: *The Reconstruction of Religious Thought in Islam.*Iqbal Academy, Pakistan Lahore 1989
- ......Mohammad Iqbal, Dr.: *Stray Reflections* (Edited by: Jawaid Iqbal). Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 1992.
- ......Mohammad Iqbal, Dr: *The Development of Metaphysics in Persia*, Bazm-e-Iqbal, Lahore, 1964.
- ......Mohammad Ikram, Sheikh: *Muslim Civilization in India & Pakistan.*
- ......Mohamamd Yasin: *A Social History of Islamic India*, Lucknow 1958.
- ......McDonald, D.B: *Development of Muslim Theology*, Jurisprudenceand Constitutional Theory.
- ......Maan Z. Madina, Prof: *Arabic English Dictionary*, U.S.A. 1973.

(N)

- ......Nicholson, R. A: Mysticism .... *The legacy of Islam*, 1952.

(R)

- ......Ram Sharma, Sir: *The Religious Policy of the Mughal Emperor.*

(S)

- ......Shafiq Ali Khan,Dr: *Two Nation Theory.*
- ......*Studies in Islam.* April 1964

- ......*Studies in Islamic Culture*
- ......*Studies in Northern Languages*

(T)

- ......Theodre de Bary, wim: *Souces of Indian Tradition*
- ......*The Political role of Shaikh Ahmed Sirhindi and Shah Walliyullah* proceedings of Indian History Congress.

(W)

- ......William Dwight Whitney:German & *Englsih Dictionery*, 1889
- ......William Gaddic:Chambers *Twentieth century Dictionery, London 1954.*

(Y)

- ......Yohanan Friedman: *Sheikh Ahmed Sirhandi, An outline of his Thought and a Study of his Image in the Eyes of Posteritly*, 1971.

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مناجات

قطبِ زمان مولانا خالد کرُدی شامی نقشبندی

☆☆

خداوندا بحقِ اسمِ اعظم
بنورِ سیدِ اولادِ آدم
بسوزِ سینۂ صدیقِ اکبر
بسلمان و بقاسم بارِ دیگر

بشاہِ صفدرِ کرارّ حیدر
کہ از نیروش واشد بابِ خیبر
نبد فصلی بروزِ کار زارش
ز عزرائیل و ضربِ ذوالفقارش

بآں سروِ گلستانِ نُبوت
بآن شمعِ شبستانِ فتوت
حسن کز محضِ لطف و خیر خواہی
فرود آمد ز تختِ بادشاہی

بآن نوبادۂ باغِ رسالت
بآن یکتای میدانِ بسالت
حسین آن سرورِ جمعِ سعیدان
سپہ سالارِ افواجِ شہیدان

بآن چشم و چراغِ اهلِ بینش
که بروی بُد مدارِ آفرینش

علی ابن الحسین آن زینِ عُبّاد
که بود از غیر ذاتِ بحت آزاد

بآن کانِ صفا و منبعِ نور
که بود اندر قبای عز مستور

محمد باقر آن کوهِ مفاخر
که از نحریریش گفتند باقر

بحقِ مجمع البحرین انوار
که شد او را ز صدیق و علی بار

امامِ صادق و مصدوق جعفر
که این دو منصب او راشد میسر

بحقِ جمله اهلِ بیت اطهار
کلان و خورد مرد و زن بیکبار

که هر یک کشتیِ بحرِ یقین است
چه کشتی لنگرِ روئ زمین است

بآن سرمستِ صهبایِ محبت
که بُد غواصِ دریائ محبت

رئیسِ عشق بازان قطبِ بسطام
که در این ره نزد چون او کسی گام

بشرب بوالحسن از جامِ عشقت
که بُد شائسته اقدامِ عشقت

بحقِ بوعلی آن قطبِ فائق
بخواجہ یوسف آن غوثِ خلائق

بعبد الخالق آن البرز تمکین
امامِ پیشوایان رہبرِ دین

کہ پانہ نہادہ آن فرخندہ اخترِ
بجز اندر قدم گاہِ پیمبر

بحقِ خواجہ عارف کانِ معنی
بحق خواجہِ انجیر فغنی

بہ تمکینِ عزیزان پیرِ نسّاج
کہ برچرخِ برین سود از شرف تاج

بحقِ خواجہٗ بابا سماسی
بآن خورشید برجِ حق شناسی

امیرِ شہ کلال آن پیرِ کامل
کہ فکرِ غیر نہ گزشتی است در دل

بحقِ پیرِ پیرانِ بخارا
کزوشد سنگِ خارا زرِّ سارا

بہاء الدین والدنیا محمد
کہ این راہِ ہدی زوشد مُمہد

بہ بے نقشی چو کردی سربلندش
نہادی نام شاہِ نقشبندش

ز بس کزوی گرہ ازکار واشد
خطابش خواجہٗ مشکل کشا شد

بقطب حق علاء الدین عطار
کہ از عالم کشادی قفلِ اسرار

بآن پیریکہ چرخ آمد مقامش
ازان یعقوب چرخی گشت نامش

بحقِ آبروی پیر احرار
کزو زیبِ دگر بگرفت این کار

چہ گویم من بوصف آن گرامی
کہ در وصفش چنین گفت است جامی

مقام خواجہ برتر از گمان است
برون از حدِ تقریر و بیان است

دلش بحریست ز اسرارِ الٰہی
کزو یک قطرہ از مہ تا بماہی

بخواجہ زاہد آن پیرِ صفا کیش
بجان بازی مولانایٔ درویش

بحقِ خواجگی کاندر ہدایت
نمودی درجِ اسرارِ نہایت

بآن مہرِ سپہرِ ارجمندی
ختامِ خواجگانِ نقشبندی

کہ صہبایٔ محبت راست ساقی
دُرِ دریایٔ عرفان خواجہ باقی

بآن سیّار سیرِ بے نہایت
بآن سرہنگ اربابِ درائت

بآن ینبوعِ اسرارِ نہانی
بآن شہبازِ اوجِ لامکانی

بنور دیدهٔ فاروقِ احمد
کزو شرعِ محمد شد مجدّد

ز نورش شد سوادِ ہند روشن
از و سرہند شد وادیِ ایمن

چراغِ محفلِ باریک بینان
سپہ سالارِ فوجِ پاک دینان

نسنجد ہر کہ داند ارتقائش
نگاهِ ہیچکس بانقشِ پائش

بہر دو دیدهٔ آن غوث و قیوم
سعید و عروۃالوثقیٰ و معصوم

بہ شیخ عبدالاحد آن نجمِ ثاقب
محمد عابد آن والا مناقب

بہ سیف الدین وآن نورِ محمد
بہ شمس الدین حبیب اللہ ارشد

بہ پیرِ ما کہ ہست اندر زمانش
ہدایت حصر اندر آستانش

نشد جز بندگی آرام گاہش
از ان شد نام عبداللہ شاہش

نگویم از کمالاتش کہ چون است
ز ہر وصفیکہ اندیشم فزون است

بحق بو سعیدِ شاهِ دوران
بحار فضل ایزد دُرِّ عرفان

بجوشِ عشق آن دل دادهٔ حق
که شد احمد سعید اسمش محقق

امام و مقتدائے اهلِ عالم
ولیِ کامل و قطبِ معظم

غریب و بیکسم برمن به بخشا
چوکس مشکل کشا نبود تو بکشا

دری بکشای از خوشنودیِ خویش
برین سرگشتهٔ مهجور دل ریش

بهرکس از کرم کردی نگاهی
دو عالم رانمی سنجد بکاهی

ز بحری کز فیوضت گشت ریزان
ز عینِ مکرمت بر این عزیزان

برحمت رشحهٔ هم بردلِ من
اگر ریز شود حل مشکلِ من

زمن هرگز نشد کاری که باید
گنه زین سان که در گفتن نیاید

ز اعمالِ بدِ خود شرمسارم
نه طاقت نے زبانِ عذر دارم

چو بر خود بینم از بس شرمساری
بدوزخ خوشترم از رستگاری

بیامرز و مپرس از کارِ خامم
بہ رسوائے نیرزد انتقامم
اگرچہ بس ستم برخویش کردم
قباحتہای از حدبیش کردم
چومی اندیشم از دریای جودت
خوشم با این ہمہ نقصِ عہودت
بمحضِ فضلِ تو امید دارم
تو خود فرمودۂ آمرزگارم

(مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات، مطبوعہ دہلی ۱۹۰۴ء)

☆......☆......☆

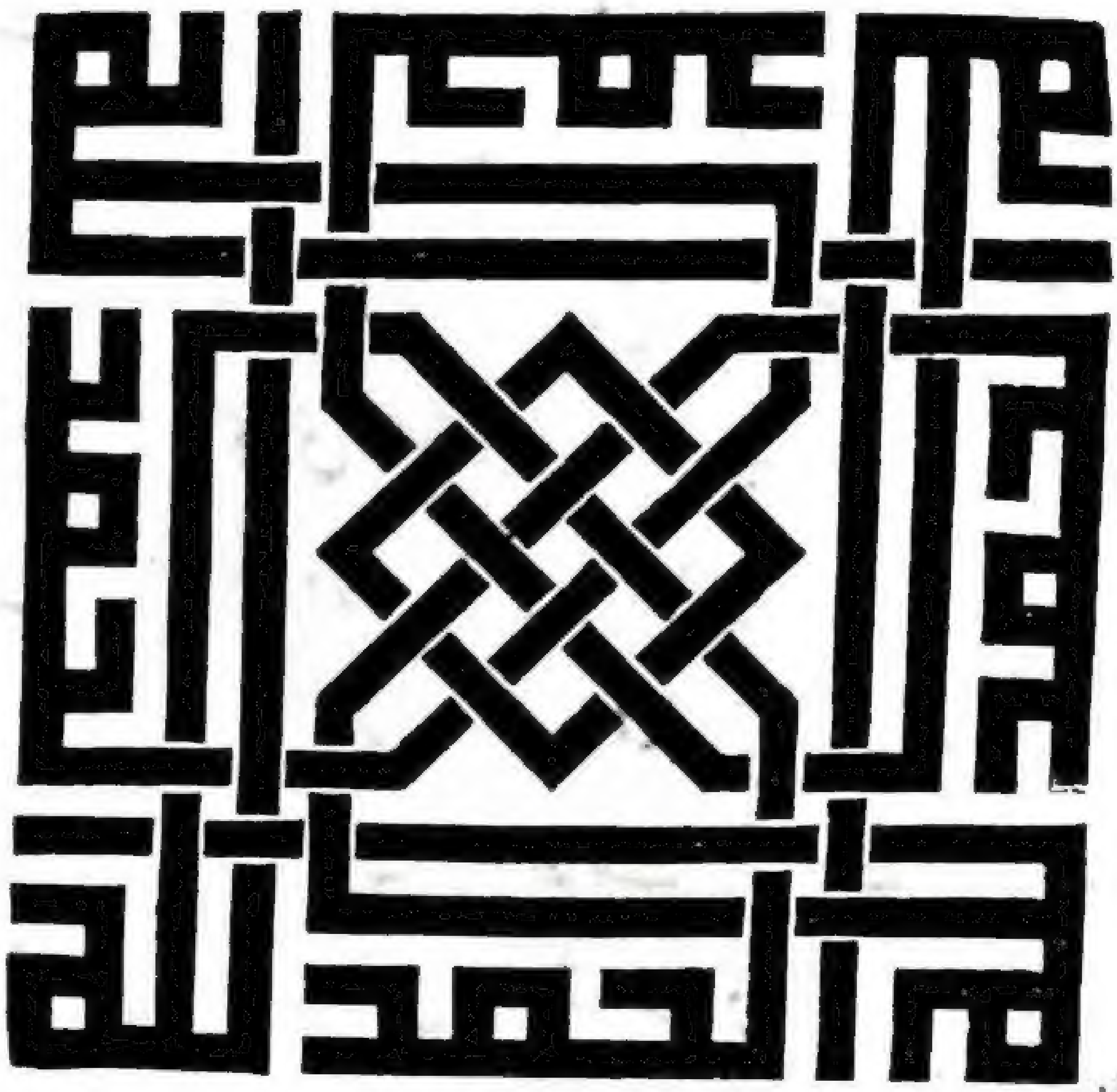

خط کوفی چہار ضربی